رسائل

حضرت مولانا محمّد عالم آسی امرتسریؒ

احتسابِ قادیانیّت

جلد ۲۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نام کتاب : احتساب قادیانیت جلد چھبیس (۲۶)

نام مصنف : حضرت مولانا محمد عالم آسیؒ

صفحات : ۶۸۸

قیمت : ۳۰۰ روپے

طبع اوّل : مارچ ۲۰۰۹ء

مطبع : ناصر زین پریس لاہور

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4514122

بسم اللہ الرحمن الرحم!

عرض مرتب

قارئین! لیجئے احتساب قادیانیت کی چھبیسویں (۲۶) جلد پیش خدمت ہے۔

یہ جلد ''الکاویۃ علے الغاویۃ'' ''یعنی چودھویں صدی کے مدعیان مسیحیت ومہدویت کے حالات'' پر مشتمل ہے۔ احتساب قادیانیت کی پچیسویں جلد ''الکاویۃ علے الغاویۃ'' کے حصہ اوّل پر مشتمل تھی۔ یہ جلد حصہ ثانی پر مشتمل ہے۔ احتساب قادیانیت کی اس جلد سے ہم حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسریؒ کی ''الکاویۃ علے الغاویۃ'' مکمل کتاب کی اشاعت سے فارغ البال ہوگئے۔ فالحمدللہ!

حضرت مولانا محمد عالم آسیؒ امرتسر کے رہائشی تھے۔ مولانا غلام قادر بگویؒ (بھیرہ ضلع سرگودھا) کے شاگرد رشید بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ تفصیلات نہ مل سکیں۔ جس کے لئے اپنے طور پر نادم اور قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔

اس تصنیف میں مصنف نے جھوٹے مدعیان نبوت، مسیحیت ومہدویت کے عقائد پر بحث کرتے ہوئے ان کے لٹریچر (کتب ورسائل وپوسٹر) کے خلاصہ جات مع تنقیدات اہل اسلام کو درج کیا ہے۔ ان جھوٹے مدعیان نبوت کے عقائد کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے بھی ان کو طویل بلکہ طویل تر اقتباسات درج کرنے

پڑے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ان جھوٹے مدعیان نبوت کے ملعون اور خلاف اسلام، عقائد ہمیشہ کے لئے اس کتاب کے ذریعہ مسلمانوں کو معلوم ہو گئے۔

یہ کتاب جولائی ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔ گویا پاکستان بننے سے بھی چودہ سال قبل کی یہ کتاب ہے۔ فقیر راقم کی پیدائش سن ۱۹۴۵ء کی ہے۔ راقم کی پیدائش سے بارہ سال قبل کی یہ تصنیف لیتھو پر شائع شدہ اور اتنی گھنی اور بے ڈھب کتابت کی دوبارہ اشاعت کا دشوار تر مرحلہ صرف وہی دوست ہی اس مشکل کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں جو اس میدان کے شناور ہیں۔ ورنہ دوسروں کے سامنے بین بجانے کا فائدہ نہیں۔

جن دوستوں نے اس کتاب کی تیاری میں تعاون فرمایا: مولانا فقیر اللہ اختر، مولانا راشد مدنی، مولانا عبدالحکیم نعمانی، مولانا عبدالرشید غازی، عزیز الرحمان رحمانی، مولانا عبدالستار حیدری۔ وہ سب مبارک باد کے مستحق ہیں۔

کمپوزنگ کے لئے برادر یوسف ہارون اور برادر عدنان سنپال نے جانفشانی سے کام لیا۔ ان سب کے شکریہ کے ساتھ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کی محنت کو قبول فرمائیں۔

اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

فقیر اللہ وسایا

۱۰ر فروری ۲۰۰۹ء

خاتم النبیین لا نبی بعدی

الکاویۃ علی الغاویۃ

یعنی

چودھویں صدی ہجری

کے مدعیان نبوت کے مختصر تاریخی حالات

حصہ دوم

حضرت مولانا محمد عالم آسیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

معروضات آسی

۱...... اقتباسات میں مختصر عبارات نقل کی گئی ہیں۔ کیونکہ اصل عبارتیں بہت لمبی تھیں۔ اس لئے اصل کتاب سے تصدیق کر لینا ضروری ہوگا۔

۲...... عبارات کتاب ہذا میں گو لفظی اغلاط بعض جگہ رہ گئی ہیں۔ مگر وہ ایسی ہیں کہ پڑھنے والا خود صحیح کر سکتا ہے۔

۳...... مدعیان نبوت کا مبلغ علم بتانے کے لئے ان کی وہ خاص عبارات نقل کی گئی ہیں۔ جن میں انہوں نے قواعد کی فاش غلطیاں کی ہیں۔ اہل علم غور سے پڑھ کر لطف اٹھائیں۔

۴...... یہ تمام مدعی رسالت کم وبیش ذیل کے امور میں متحد الخیال ہیں۔

(☆) قرآن مجید کا پہلا مفہوم غلط ہے۔ صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ (☆) ہم سب کچھ ہیں۔ (☆) ہم تناسخ اور بروز کے ذریعہ سے محمد ثانی بنے ہیں۔ (☆) ہمیں شریعت جدید پھیلانے کا حکم ہوا ہے۔ (☆) ہم نے علوم شریعت اسلامیہ سے (امی) ناواقف ہو کر خدا سے وحی پائی ہے۔ اس لئے ہماری غلط عبارات پر اعتراض کرنا خدا کی وحی پر اعتراض کرنا ہوگا۔ (☆) بیت المال قائم کرنا ضروری ہے۔ (☆) ہمارے مخالف کافر اور جہنمی ہیں۔ (☆) رسول قیامت تک آتے رہیں گے۔ (☆) ہمارے سوا خاتم النبیین کا معنی آج تک کسی نے نہیں سمجھا۔ (☆) دنیا چاہتی تھی کہ کوئی مجدد پیدا ہو کر اسلامی قیود سے ہمیں آزاد کرائے۔ سو ہم نے آکر ان کی یہ تمنا پوری کر دی۔ (☆) ہم کرشن ضرور ہیں اس لئے خدا نے ہم میں روپ لیا ہے۔ ورنہ ہم میں اس کا بروز نہ ہو سکتا تھا۔ (☆) سب مذاہب کو حق سمجھو۔ مگر شریعت وہی قابل تعمیل ہے جو ہم نے پیش کی ہے۔

۵...... ان کے نزدیک تمام قومیں اچھی ہیں۔ صرف مسلمان ہی برے ہیں اور آج تک گمراہ چلے آئے ہیں۔

۶...... ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ حکومت کا مذہب اور تمدن یورپ کی پابندی اختیار کی جائے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے کہ: ”الناس علیٰ دین ملوکھم سالکون طرائق سلوکھم“

۷...... ساتویں صدی ہجری کے ماحول میں بھی اس قسم کے مدعیان نبوت شام، مصر اور ممالک مغرب میں پیدا ہوئے تھے۔ جن میں سے حسن بن صباح زیادہ مشہور ہے۔ غالباً چودھویں صدی کے مدعیان نبوت ان کا ہی بروز ہیں اور ان کا خاتمہ بھی ویسے ہی ہوگا جیسا کہ زمانہ اولیٰ کے کاذب مجددین کا ہوا تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

آسی عفی عنہ! ۱۰ ستمبر ۱۹۳۴ء

الکاویة علی الغاویة

یعنی چودھویں صدی ہجری کے مدعیان نبوت

حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

’’الحمدللہ وحدہ۰ والصلوٰة علیٰ حبیبه محمد لا نبی بعدہ۰ وعلیٰ الہ واصحابه اجمعین الیٰ یوم الدین وبعد فیقول العبد العاصی محمد عالم عفی عنه بن عبدالحمید الوثیر الوسیر الآسی عفا اللہ عنهما، رب اشرح لی صدری ویسرلی امری‘‘

میں اس کتاب کی وجہ تسمیہ پہلی جلد میں بتا چکا ہوں اور یہاں پر صرف یہ امر بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مرزائی تعلیم بہائی مذہب کی ایک عکسی اور بروزی تصویر ہے جو اسلامی رنگ آمیزی کے ساتھ احمدیہ چوکھٹ میں دکھائی گئی ہے۔ ناظرین دونوں مذاہب کا تطابق خود ہی کر سکیں اور آسانی کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ جو متلاشی اسلامی تعلیم چھوڑ کر مرزائی تعلیم قبول کرتا ہے اس کے لئے یہ بہتر ہی ہے کہ پہلے بہائی مذہب کا گرویدہ ہو کر شریعت محمدیہ کو خیرباد کہہ دے۔ تاکہ اپنے عقائد تبدیل کرنے میں اسے کمال آسانی حاصل ہو جائے۔

۱...... سوانح حیات حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام

۱...... اقتباسات انجیل برنابا (برنباس)

۱...... موضع ناصرہ میں رہنے والی پارسا مریم علیہا السلام کے پاس جبریل نے آکر کہا کہ خدا نے تجھے ایک نبی کی ماں ہونے کے لئے چنا ہے۔ کہا کہ انسان کے بغیر بیٹا کیسے جنوں گی؟ کہا کہ یہ بات خدا کے نزدیک محال نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے بغیر انسان کی موجودگی کے آدم علیہ السلام پیدا کیا تھا۔ کہا اچھا خدا کی مرضی۔ اب مریم علیہا السلام کو اندیشہ ہوا کہ یہودی اسے بدنام کریں گے۔ اس لئے اپنے رشتہ دار یوسف نجار (عبادت گذار) سے نکاح کیا اور جب اس نے دیکھ کر مریم کو چھوڑنے کا ارادہ کیا تو خواب میں اس کو بتایا گیا کہ مت ڈر و مشیت ایزدی سے یسوع نبی پیدا ہوگا۔

۲...... قیصر روم (اوغسطس) نے حاکم یہودیہ (ہیرودس اکبر) کو حکم دیا کہ اپنے

علاقہ کی مردم شماری کرے۔ اس لئے یوسف کو اپنے گھر (بیت اللحم) جانا پڑا اور ایک سرائے میں وہاں پہنچ کر قیام کیا تو مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ سات روز کے بعد ہیکل میں ختنہ کیا گیا۔ پورب کے تین مجوسی مسیح علیہ السلام کا ستارہ دیکھ کر اور یہودیہ پہنچ کر بیت المقدس میں آ ٹھہرے اور مسیح علیہ السلام کا پتہ پوچھا۔ تب بادشاہ نے نجومیوں سے پوچھ کر ان کو بتایا کہ وہ بیت اللحم میں پیدا ہوا ہے۔ تم وہاں جاؤ اور واپس ہو کر مجھے ملنا مجوسی ستارے کے پیچھے ہو لئے اور بیت اللحم میں جا کر مسیح پر نیاز چڑھائی۔ بچہ نے خواب میں کہا کہ تم بادشاہ سے نہ ملو۔ تب وہ سیدھے اپنے گھر چلے گئے۔ یوسف مریم کو مصر لے آیا اور پیچھے بیت اللحم کے بچوں کو مار ڈالنے کا حکم جاری ہوا۔ (کیونکہ حاکم کو یسوع سے بڑا خطرہ تھا) اور یوسف حاکم کی وفات تک مصر ہی رہا۔ سات سال کے بعد یوسف یہودیہ سے واپس آیا تو ارخیلا دس بن ہیرودس وہاں کا بادشاہ تھا۔ اس لئے اس سے ڈر کر جلیل میں چلا گیا۔ یسوع بارہ سال کا ہوا تو بیت المقدس سجدہ کرنے آیا اور لوگوں سے بحث کی۔ جس سے وہ دنگ رہ گئے تو والدین کے ہمراہ ناصرہ میں آ ٹھہرا۔

۳...... یسوع تین برس کا ہوا تو جبل زیتون لینے پر زیتون کو پھر ماں بیٹا دونوں گئے تو بعد از نماز یسوع کو بذریعہ وحی بتایا گیا کہ وہ یہود کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ والدہ نے تصدیق کی کہ مجھے یہ پہلے ہی بتایا گیا تھا تو تبلیغ کے لئے یسوع پہلی دفعہ بیت المقدس آئے اور راستہ میں ایک کوڑھی کو دعاء سے اچھا کیا تو اس نے چلا کر کہا کہ اے بنی اسرائیل اس نبی کی پیروی کرو۔

۴...... تب آپ دوسری دفعہ معہ یہود کے ہیکل میں نماز پڑھنے کے لئے بیت المقدس آئے اور شہر میں شور مچ گیا۔ کاہنوں نے منبر پر کھڑا کر کے لوگوں کو وعظ سننے کا حکم دیا اور آپ نے وعظ میں تمام فقیروں، استادوں اور علمائے بنی اسرائیل کو خصوصیت سے آڑے ہاتھوں لیا۔ تب وہ باطنی طور پر مخالف بن گئے۔ مگر بظاہر تسلیم کیا اور آپ اپنے مریدوں کے ہمراہ تبلیغ کے لئے وہاں سے چل دیئے۔

۵...... چند دن بعد مسیح علیہ لسلام جبل زیتون پر دوسری دفعہ گئے اور وہاں ساری رات نماز میں دعا کی کہ مجھے پوجاریوں سے بچا۔ جو میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ صبح خدا کی طرف سے کہا گیا کہ دس لاکھ فرشتے تیری حفاظت کریں گے۔ جب تک تیرا کام انتہاء تک نہ پہنچے اور دنیا کا اختتام نہ ہو تب تک تم نہ مرو گے۔ تو آپ نے سجدہ کیا اور ایک دنبہ قربانی کیا۔ اردن کے گھاٹ سے عبور کر کے چلے گئے اور چالیس دن روزہ رکھا۔ پھر اورشلیم تیسری بار واپس آ کر تبلیغ کی

اور لوگ مطیع ہو گئے۔ جن میں سے آپ نے بارہ حواری چن لئے اور اداؤس، پطرس، برنابا (برنباس جس نے یہ انجیل لکھی) متی عشار، یوحنا، یعقوب، اتداؤس، یہودا، برتولواماؤس، فیلبس، یعقوب ثانی، یہوداخر یوطی غدار۔

۶...... عید مظال کے موقعہ پر ایک امیر نے ماں بیٹے دونوں کو مدعو کیا اور آپ نے وہاں پانی کو شراب بنایا اور حواریوں کو وعظ کی کہ: ''سیاح بنو اور تکلیف سے نہ گھبراؤ اشعیا کے وقت دس ہزار نبی کا قتل ہوا تھا۔ ایک گال پر تھپڑ پڑے تو دوسری آگے کر دو۔ آگ پانی سے بجھتی ہے آگ سے نہیں بجھتی۔ خدا ایک ہے۔ نہ اس کا بیٹا ہے نہ باپ۔'' پھر دس کوڑھے جو آپ کی دعاء سے اچھے ہو گئے ان سے کہا کہ میں تمہارے جیسا انسان ہوں۔ لوگوں سے جا کر کہو کہ ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدے خدا نے کئے تھے نزدیک آ رہے ہیں۔ پھر آپ دوسری دفعہ ناصرہ کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں جہاز ڈوبنے لگا مگر آپ کی دعا سے بچ گیا۔ ناصرہ میں علماء نے معجزہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ بے ایمانوں کو نشانی نہیں ملے گی۔ کیونکہ کوئی نبی اپنے وطن میں قبول نہیں کیا جاتا۔ اس پر لوگوں نے آپ کو سمندر میں ڈبونا چاہا مگر آپ بچ گئے۔

۷...... پھر آپ کفرناحوم میں آئے اور ایک کا شیطان دور کیا۔ لوگ ڈر گئے اور کہا کہ اس علاقہ سے نکل جاؤ۔ تو آپ صور اور صیدا میں آئے اور کنعانی عورت کا جن نکالا۔ اگرچہ وہ یہودی نہ تھی اور آپ صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث تھے۔

دوسری دفعہ عید مظال کے وقت آپ چوتھی دفعہ اورشلیم میں آئے اور پوجاریوں کو بحث میں لاجواب کیا۔ اتنے میں ایک بت پرست نے اپنے بیٹے کے لئے آپ سے دعا کروائی تو تندرست ہو گیا اور گھر جا کر باپ نے بت توڑ ڈالے۔ پھر آپ نے توحید کی طرف پوجاریوں کو دعوت دی اور بیمار مذکور کو ذکر کر کے ان کو نادم کیا تو وہ قتل کے درپے ہو گئے۔ اس لئے آپ وہاں سے صحراء اردن میں آ گئے اور چار حواریوں کے شکوک رفع کئے اور انہوں نے باقی آٹھ حواریوں کو بھی سمجھا دیا۔ مگر یہوداخر یوطی نہ سمجھا۔

۸...... پھر آپ کو فرشتہ نے پانچویں دفعہ اورشلیم بھیجا تو آپ نے ہفتہ کے دن تبلیغ کی تو پوجاریوں کا سردار کہنے لگا کہ تم ہمارے خلاف تبلیغ نہ کرو۔ آپ نے کہا کہ میں ان سے نہیں ڈرتا جو خدا سے نہیں ڈرتے اور جنہوں نے کئی نبی مار ڈالے اور ان کو کسی نے دفن بھی نہ کیا۔ رئیس الکہنہ نے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا مگر لوگوں سے ڈر گیا۔

۹...... نبوت کے دوسرے سال آپ فائین کو پہلی دفعہ گئے۔ وہاں آپ نے

ایک بیوہ کا لڑکا بڑے اصرار کے بعد زندہ کیا اور لوگ عیسائی ہوئے۔ مگر رومانیوں نے عیسائیوں سے کہا کہ ہم تو ایسے پیر کو خدا جانتے ہیں تم نے تو کچھ قدر ہی نہیں کی۔ اب شیطان کے بہکانے سے اختلاف رائے پیدا ہو گیا تو ایک فرقہ نے کہا کہ یہ خدا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ خدا محسوس نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ خدا کا بیٹا ہے اور تیسرا توحید کا قائل رہا اور آپ کفرناحوم میں چلے گئے اور ایک مجمع میں آپ تبلیغ کر کے جنگل کو نکل گئے۔

۱۰...... ایک دفعہ قریۃ المامریہ پہنچے تو انہوں نے روٹی بھی نہ دی۔ تو یعقوب اور یوحنا نے کہا کہ آپ بددعا کریں کہ ان پر آگ برسے۔ آپ نے فرمایا کیا صرف اس لئے کہ انہوں نے ہم کو روٹی نہیں دی؟ کیا تم نے ان کو رزق دیا ہے؟ یونس علیہ السلام نے نینویٰ والوں کو بددعا دی تھی تو آپ کے جانے کے بعد انہوں نے توبہ کر لی تھی وہ تو بچ گئے۔ مگر آپ کو مچھلی نے نگل کر نینویٰ کے پاس پھینک دیا تھا۔ تب دونوں حواری تائب ہوئے۔

۱۱...... چھٹی بار آپ عید فصح منانے اور شلیم آئے۔ وہاں بیت الصدے چشمہ پر ایک لونجھا ۳۸ سال سے بیٹھا تھا اور جب چشمہ میں جوش آتا تھا تو بیمار اس میں جا کر شفاء حاصل کرتے تھے۔ مگر اس کو کسی نے اندر نہ جانے دیا تھا۔ آپ نے دعا سے اس کو اچھا کیا۔ لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے تبلیغ کی اور بحث میں پوجاریوں کو لاجواب کیا اور وہاں سے روانہ ہو کر حدود قیصریہ میں آئے اور حواریوں سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ پطرس نے جواب دیا کہ آپ خدا کے بیٹے ہیں۔ تب آپ نے ناراض ہو کر اس سے توبہ کرائی۔ مگر عام لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو کر جم چکا تھا۔ تو آپ جلیل میں چلے آئے اور بیماروں کو اچھا کیا۔

۱۲...... رات کو حواریوں سے کہا کہ اب امتحان کا وقت آ گیا ہے۔ تب فرشتہ نے بتایا کہ یہودا آپ کا اندرونی دشمن ہے۔ وہ کاہنوں سے اندرونی سازش رکھتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ: ''ایک حواری ہلاک ہوگا۔'' برنباس نے پوچھا وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ خود ہی ظاہر ہو جائے گا۔ میں دنیا سے جاتا ہوں۔ میرے بعد ایک رسول آئے گا جو میری تصدیق کرے گا اور بت پرستی کو دور کرے گا۔'' پھر آپ کوہ سینا پر چلے گئے اور چالیس دن وہیں رہے۔ پھر اور شلیم کو ساتویں دفعہ چلے راستہ میں کسی نے کہا کہ یہ اللہ ہے اور اپنی قوم کو آپ کے پاس لایا تو آپ نے کہا: ''نہیں میں بشر ہوں۔''

۱۳...... اس کے بعد آپ صحرائے تیرو میں گئے اور حواریوں کو نماز روزے کی تلقین کی اور ان کو کھانا لانے کے واسطے کسی بستی میں بھیجا تو سب چلے گئے۔ مگر برنباس آپ کے پاس رہا

تو آپ نے فرمایا کہ: ''اے برنباس! میرا ایک شاگرد مجھے تیس روپے پر بیچ دے گا اور میرے نام پر قتل کیا جائے گا۔ خدا مجھ کو زمین سے اوپر اٹھالے گا اور اس شاگرد غدار کی شکل تبدیل کر دے گا۔ تب ہر ایک یہی سمجھے گا کہ وہ مسیح ہے۔ مگر جب مقدس رسول آئے گا تو میرے نام سے یہ دھبہ اڑادے گا۔ خدا تعالیٰ یہ قدرت اس لئے دکھائے گا کہ میں نے مسیاء کا اقرار کیا ہے۔ جو مجھے یہ بدلہ دے گا کہ میں زندہ ہوں اور موت کے دھبے سے بری ہوں۔'' برنباس نے کہا کہ مجھے آپ بتایئے وہ شاگرد کون ہے۔ میں اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالوں۔ آپ نے نہ بتایا اور کہا میری ماں کو یہ بات بتادو تا کہ اس کو تسلی رہے۔

۱۴...... تب آپ نے آٹھویں دفعہ اورشلیم آ کر تبلیغ کی اور پوجاریوں نے رومانی فوج کو اطلاع دی کہ آپ بت پرستی کو برا کہتے ہیں۔ اس لئے وہ واجب القتل ہیں۔ مگر آپ کو نہ پا سکے۔ کیونکہ آپ بحر جلیل میں کشتی پر سوار ہو چکے تھے۔ مگر لوگوں نے ہجوم کیا تو آپ نے لنگر ڈال کر ان کو ساحل کے قریب تبلیغ کی اور نائن کو دوسری بار چلے گئے۔ وہاں ایک یتیم کے گھر قیام کیا اور اس کی ماں نے بڑی خدمت کی۔ تب لوگوں نے مشورہ کیا کہ آپ کو اپنا بادشاہ بنالیں۔ مگر آپ وہاں سے بھاگ گئے اور پندرہ دن تک حواریوں کو بھی نہ ملے۔ تب یوحنا، یعقوب، اور برنباس نے آپ کو پا کر عرض کی اے معلم! تو ہم سے کیوں بھاگ گیا تھا؟ کہا کہ اس لئے بھاگا ہوں کہ شیطانی فوج میرے قتل کے سامان کر رہی ہے۔ دیکھ لوگے کہ پوجاری حاکم رومانی حاکم سے میرے قتل کا حکم حاصل کر لیں گے۔ کیونکہ ان کو میرے بادشاہ بننے کا خطرہ لگا ہوا ہے اور میرا ایک شاگرد مجھ کو ان کے حوالے کر دے گا۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام مصر میں بیچا گیا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ اس کو پکڑا دے گا اور حضرت داؤد علیہ السلام کا حکم پورا ہو گا۔ (چاہ کن را چاہ درپیش) مجھے ان کے ہاتھوں سے بچا کر دنیا سے اٹھالے گا۔

اب دوسرے دن آپ کے شاگرد دو دو ہو کر حاضر ہوئے اور باقیوں کا انتظار دمشق میں کیا تو ان کو موت کے متعلق وعظ کیا کہ انسان کو عارضی گھر کا خیال نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ اصلی وطن (آخرت) کا سامان کرنا چاہئے۔ پھر کہا کہ میں تم کو اس لئے نہیں کہتا کہ میں اب مرجاؤں گا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میں دنیا کے اختتام تک زندہ رکھا جاؤں گا۔

۱۵...... یہودا آپ کا توشہ دان سنبھالے رہتا تھا کہ جس میں نذرانے ہوتے تھے۔ صرف اس خیال سے کہ آپ جب بادشاہ بن جائیں گے تو مجھے بھی اچھا عہدہ مل جائے گا۔ اب انکاری ہو کر کہنے لگا کہ اگر یہ نبی ہوتا تو ضرور جان لیتا کہ میں اس کا چور ہوں۔ حکیم ہوتا تو

سلطنت لینے سے نہ بھاگتا۔ اب اس نے رئیس الکہنہ کو وہ تمام ماجرا سنا دیا جو ناعین میں پیش آیا تھا۔ تو پوجاریوں نے یہ سوچا کہ آپ ہماری بت پرستی سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسیا بنی اسماعیل سے ہوگا اور داؤد علیہ السلام سے نہیں آئے گا اور لوگوں میں آپ کی قبولیت بہت عام ہو چکی ہے اور لوگ آپ کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ مناسب ہے کہ حاکم رومی سے مدد لے کر آپ کو رات کے وقت گرفتار کیا جاوے۔ ورنہ اس کی بادشاہی میں ہم تباہ ہو جائیں گے۔

۱۶...... اس وقت تمام شاگرد دمشق میں تھے۔ آپ ہفتہ کی صبح کو ناصرہ تیسری دفعہ چلے آئے اور لوگوں سے ملاقات کر کے یہودیہ چلے گئے۔ راستہ میں شاگردوں نے ہر چند روکا مگر آپ نے فرمایا کہ میں ان سے نہیں ڈرتا۔ تم موجودہ فریسیوں کے خمیر سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ خمیر کی ایک گولی من بھر آٹے کو خمیر بنا دیتی ہے۔

۱۷...... پھر نویں دفعہ اور شلیم میں آئے اور فوج گرفتار کرنے کو آئی۔ مگر قابو نہ پا سکی۔ تو نہر اردن عبور کر کے آپ صحرا میں چلے گئے۔ پوجاریوں نے آ کر بحث کی تو تنگ ہو کر سنگباری شروع کر دی۔ مگر آپ بچ نکلے اور آپس ہی میں ہزار آدمی تک مر مٹے تو آپ معہ اصحاب کے سمعان کے گھر آ گئے۔ نیقوذیموس نے کہا کہ آپ اور شلیم سے نکل کر قدرون کے نالہ سے پار چلے جائیں تو آرام میں رہیں گے۔ آپ کی والدہ کو فرشتہ نے سب حال بتایا تو روتی ہوئی اور شلیم آ گئیں اور اپنی بہن مریم سالومہ کے گھر قیام کیا۔

۱۸...... اب رئیس الکہنہ نے یورشلیم میں جلسہ کیا۔ جس میں کچھ لوگ اس کی تقریر سن کر مرتد ہو گئے اور پوجاری ہیرودس اصغر کے پاس چلے گئے۔ اس سے فوج لے کر آپ کی تلاش کرنے لگے۔ مگر نہ پایا۔ اسی رات آپ نے فرمایا کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ میں دنیا سے چلا جاؤں گا اور جہاں جاؤں گا تکلیف محسوس نہ کروں گا۔ نیقوذیموس کے باغ میں آپ رہتے تھے کہ ایک دن آپ نے یہودا غدار سے فرمایا کہ جو تمہیں کرنا ہے جاؤ کر دو تو وہ مخبری کرنے کو اور شلیم چلا گیا۔ دوسروں نے سمجھا کہ عید فصح کے لئے کچھ خریدنے گیا ہے۔ تو یہودا نے رئیس الکہنہ سے جا کر کہا کہ اگر تیس روپے دے دو تو میں آج رات ہی حضرت مسیح علیہ السلام کو بمعہ گیارہ حواریوں کے تمہارے قبضہ میں کر دوں گا۔ رئیس نے رقم ادا کر کے یہودا کے ہمراہ ایک دستہ فوج کا مشعلیں اور ہتھیار دے کر روانہ کر دیا۔

۱۹...... اس رات آپ نے یہودا کو روانہ کر کے نیقوذیموس کے باغ میں سو رکعت نماز پڑھی اور جب فوج آئی تو آپ نے حواریوں کو گھر جا کر جگایا مگر وہ نہ جاگے۔ جب خطرہ زیادہ

ہو گیا تو خدا نے جبرائیل علیہ السلام، رفائیل علیہ السلام اور اوریل علیہ السلام کو بھیج کر گھر کی جنوبی کھڑکی سے آپ علیہ السلام کو اٹھالیا اور تیسرے آسمان پر اپنے پاس رکھ لیا۔

۲۰...... تب یہوداز ور کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوا۔ جہاں سے آپ اٹھائے گئے تھے اور شاگرد سور ہے تھے اور اس نے ان کو جگانا شروع کر دیا۔ تو خدا تعالیٰ نے اس وقت اپنی قدرت دکھائی کہ وہ بولی اور شکل میں آپ کے مشابہ بن گیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کو تلاش کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ یہ وہی مسیح علیہ السلام ہے تو ہم نے کہا کہ اے معلم تو ہی تو ہمارا معلم ہے۔ کیا تو ہم کو بھول گیا ہے۔ اس نے مسکرا کر کہا: ''احمقو! یہودا اسکر یوطی کو نہیں جانتے ہو۔'' اتنے میں سپاہی اندر آ گھسے اور اس کو مسیح سمجھ کر گرفتار کر لیا۔ ہر چند اس نے کہا کہ میں وہ مسیح نہیں ہوں۔ مگر انہوں نے اسے مخول سمجھ کر ایک نہ سنی۔ کہا کہ میں ہی تو تم کو لایا ہوں۔ تم مجھے ہی باندھ لو گے۔ سپاہیوں نے جانا کہ وہ ان سے فریب کرتا ہے۔ تب انہوں نے اس کو مکے اور لاتیں مار کر ذلیل کیا اور اور شلیم کو گھسیٹتے ہوئے لے چلے اور یوحنا اور پطرس ساتھ گئے اور انہوں نے برنباس سے آ کر کہا کہ تمام کاہن جمع تھے اور قتل کرنے پر اتفاق کیا تھا اور یہودا نے وہاں دیوانگی سے بہت باتیں کیں۔ مگر انہوں نے مخول سمجھا۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہی وہ مسیح ہے اور موت سے ڈر کر باتیں بناتا ہے اور جنون کا اظہار کر رہا ہے۔

۲۱...... صبح جلسہ ہوا اور رئیس الکہنہ نے گواہی لی کہ یہی مسیح ہے۔ میں یہ کیوں کہوں کہ رئیس نے ہی جانا کہ وہ مسیح ہے۔ بلکہ تمام شاگردوں نے بھی اعتقاد سے کہا کہ یہ وہی مسیح ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام بھی اپنے اقارب واحباب کے ہمراہ وہیں آ گئیں۔ آپ نے بھی یہودا کو اپنا بیٹا مسیح سمجھ کر رونا شروع کر دیا۔ برنباس کہتا ہے کہ خدا کی قسم مجھے اس وقت وہ بات بھول گئی تھی کہ آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں دنیا سے اٹھالیا جاؤں گا اور دوسرا شخص میری جگہ عذاب دیا جائے گا اور میں دنیا کے خاتمہ تک نہ مروں گا۔ تب برنباس، یوحنا اور مریم صلیب کے پاس گئے تو یہودا کو مشکیں باندھ کر رئیس کے سامنے لائے۔ تب اس نے تعلیم اور شاگردوں کے متعلق پوچھا۔ مگر یہودا نے جواب نہ دیا۔ گویا کہ وہ دیوانہ ہے۔ پھر خدا کی قسم دلا کر پوچھا کہ سچ کہو۔ تب اس نے کہا کہ میں سچ کہتا ہوں کہ میں وہی یہودا اسکر یوطی ہوں کہ جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں مسیح کو تمہارے ہاتھ میں دے دوں گا۔ مگر میں نہیں جانتا کہ تم کیوں پاگل ہو گئے ہو اور چاہتے ہو کہ میں ہی مسیح ناصری بن جاؤں؟۔

۲۲...... تب اسے مشکیں باندھے ہوئے بیلاطس (حاکم اور شلیم) کے پاس لے

گئے اور وہ در پردہ حضرت مسیح کا خیر خواہ تھا اور چونکہ وہ یہی سمجھتا تھا کہ یہودا ہی مسیح ہے۔ اس لئے کمرہ میں لے جا کر پوچھنے لگا کہ مسیح بتاؤ کہ رئیس الکہنہ نے معہ تمام قوم کے کیوں تجھ کو میرے سپرد کیا ہے۔ کہا کہ میں سچ کہوں گا تو تم نہیں مانو گے۔ حاکم نے کہا کہ میں یہودی نہیں ہوں سچ بتاؤ۔ مجھے اختیار ہے کہ چھوڑوں یا قتل کروں۔ کہا کہ میں یہودا اسخر یوطی ہوں اور یسوع جادوگر نے مجھے اپنی شکل پر بدل دیا ہے۔ مگر رئیس اور قوم نے شور مچایا کہ یہی مسیح ناصری ہے۔ ہم اسے خوب پہچانتے ہیں۔ تب حاکم نے خود بری الذمہ ہونے کے لئے اس کو ہیرودس اصغر کے پاس بھیج دیا۔ کیونکہ مسیح کوہ جلیل کا باشندہ تھے۔ یہودا نے وہاں بھی جا کر انکار کیا۔ مگر اوروں کی طرح ہیرودس نے بھی اس پر ہنسی اڑائی اور اس کو سفید کپڑے پہنا دیئے۔ (جو پاگلوں کا امتیازی لباس تھا) اور بیلاطس کے پاس واپس روانہ کر دیا اور کہا کہ بنی اسرائیل کو انصاف عطا کرنے میں کمی نہ کرے۔ تب اس نے اس کو ان کے حوالے کر دیا کہ مجرم ہے اور موت کا مستحق ہے تو وہ اسے جمجمہ پہاڑی پر لائے۔ جہاں صلیب دیا کرتے تھے۔ وہاں اسے ننگا کر کے صلیب پر لٹکا دیا تو یہودا سخت چلایا۔ برنباس کہتا ہے کہ یہودا کی آواز چہرہ اور تمام شکل حضرت مسیح علیہ السلام کے مشابہ ہونے میں یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ شاگردوں اور مؤمنین تمام نے یہی سمجھا کہ وہ مسیح ہے۔ تب بعض لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کو جھوٹا نبی سمجھ کر مرتد ہو گئے۔ کہتے تھے کہ اس کے معجزات جادو تھے اور یہ کہنا غلط نکلا کہ میں نہیں مروں گا۔ جب تک کہ دنیا کا خاتمہ قریب نہ ہو جائے اور وہ دنیا سے لے لیا جائے گا اور جو لوگ دین پر مضبوطی سے قائم رہے انہوں نے بہت غم کیا اور آپ کا کہنا بالکل بھول گئے۔ کیونکہ انہوں نے یہودا کو آپ سے بالکل مشابہ دیکھا تھا اور اسی غلط فہمی میں ینقوذیموس اور یوسف اباریماثائی کی سفارش سے یہودا کی لاش بیلاطس سے حاصل کر کے یوسف کی نئی قبر میں (جو اس نے پہلے بنا رکھی تھی) ایک مو رطل خوشبو بھر کے یہودا کو دفن کیا۔

۲۳...... تب برنباس، یعقوب اور یوحنا مریم کے ہمراہ ناصرہ گئے اور وہ فرشتے جو مریم علیہا السلام کے محافظ تھے آسمان پر گئے اور تمام ماجرا مسیح علیہ السلام سے کہا تو آپ نے والدہ کا غم سن کر خدا سے دعا مانگی کہ مجھے والدہ سے ملنے کی اجازت ہو۔ تب فرشتے اپنی حفاظت میں آپ کو نور کے شعلوں میں مریم علیہا السلام کے گھر واپس لے آئے۔ جہاں آپ کی والدہ اور دونو خالہ مرثا اور مریم مجدلیہ اور برنباس یوحنا، یعقوب اور پطرس مقیم تھے۔ آپ کو دیکھ کر یہ سب بیہوش ہو گئے۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر تسلی دی کہ میں زندہ ہوں۔ تب والدہ نے پوچھا کہ بیٹا تو پھر خدا نے تیری تعلیم کو کیوں داغدار بنایا اور کیوں اقارب واحباب کے نزدیک تیری موت دکھلائی اور بدنام

کیا۔ فرمایا: ''اماں سچ جانو، میں نہیں مرا اور مجھ کو اللہ نے دنیا کے خاتمہ تک محفوظ رکھا ہے۔ یہ کہہ کر چار فرشتوں کو شہادت کے لئے طلب کیا۔ تب فرشتوں نے تصدیق کی۔'' تب برنباس نے پوچھا کہ چوروں کے درمیان قتل ہونے کا دھبا تو آپ پر ہمیشہ لگا رہے گا۔ فرمایا کہ: ''میرے بعد محمد رسول اللہ ﷺ آئیں گے اور یہ دھبا اڑائیں گے اور لوگوں پر واضح کر دیں گے کہ میں زندہ ہوں۔'' پھر برنباس کو آپ نے اپنے حالات قلمبند کرنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا کہ میری والدہ کو جبل زیتون میں لے جاؤ۔ کیونکہ میں وہاں سے آسمان کو چڑھوں گا۔ تب وہ مریم علیہا السلام کو وہاں لے گئے اور فرشتے تمام کے سامنے مسیح علیہ السلام کو آسمان کی طرف لے گئے۔

تمت اقتباسات انجیل برنباس، مطبوعہ لاہور

خلاصہ یہ ہے کہ یہ انجیل صاف بتا رہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ بجسم عنصری آسمان پر اٹھائے گئے۔ یہودا اپنے کیفر کردار میں مشابہ بالمسیح بن کر مصلوب ہوا اور مسیح علیہ السلام نے اخیر میں یہ بھی فرمادیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ (احمد، محمد، مسیا) آپ سے قتل وصلب کا دھبہ اٹھادیں گے۔ اب ان تصریحات کے ہوتے ہوئے ہم کس زبان سے کہہ سکتے ہیں کہ (ویأتی من بعدی اسمہ احمد) کی پیشین گوئی سے مرزا قادیانی مراد ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی تو یہود کے موافق اپنے زعم باطل میں آپ کو قتل اور مصلوب کر چکے تھے اور دشمنان اسلام کو اپنی طرف سے کامیابی دے چکے تھے۔ صرف ہڈی توڑنے کے سوا باقی سارا کام ختم ہو چکا تھا۔

۲...... اقتباس از انجیل سیاہ روسی مسٹر نکونس نوکروچ

''ایک بچہ پیدا ہوا جس میں خدا بولتا تھا۔ اس نے توحید کی دعوت دی اور اس کا نام یسوع رکھا گیا۔ جب وہ تیرہ سال کا ہوا تو سوداگروں کے ہمراہ ملک سندھ کو نکل گیا اور بنارس وجگن ناتھ کے مضافات میں چھ سال تک اپنے کام میں مشغول رہا اور بتایا کہ وید خدا کا کلام نہیں ہیں اور یہ بھی کہا کہ بت پرستی چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ نہیں سنتے۔ اس پر براہمنوں نے اس کو مار ڈالنے کی ٹھان لی۔ کیونکہ عام لوگ اس کے تابع ہوگئے تھے۔ یسوع کو اس ارادہ کی خبر لگ گئی تو رات ہی رات جگن ناتھ سے نکل کر نیپال کو چلا گیا۔ پھر کوہ ہمالیہ کو عبور کرتا ہوا راجپوتانہ آ پہنچا اور وہاں سے فارس پہنچ کر تبلیغ شروع کی۔ تو وہاں کے بت پرستوں نے اس کو وعظ توحید سے روک دیا تو ملک شام میں آ گیا اور اس وقت اس کی عمر ۲۹ سال تھی۔ اب جابجا وعظ کرنا شروع کیا اور ہزاروں لوگ تابع ہوگئے۔ چند حکام نے بادشاہ پلاطوس سے جا کر

شکایت کی کہ عیسیٰ نامی ایک واعظ اس ملک میں وارد ہوا ہے جو اپنی سلطنت کی دعوت دیتا ہے اور تیرے خلاف لوگوں میں جوش پھیلا رہا ہے۔ چنانچہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ تابع بھی ہوگئے ہیں۔ پلاطوس نے اسے گرفتار کر کے موابذ (مذہبی سرداروں) کے پیش کیا۔ مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام یروشلم آئے تو لوگوں نے بڑے اعزاز سے آپ کا استقبال کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ بہت جلد تم لوگ ظالموں سے رہائی پا کر ایک قوم بن جاؤ گے اور تمہارا دشمن بہت جلد تباہ ہو جائے گا۔ جو خدا سے خوف نہیں کرتا۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل سے ہوں میں نے سنا تھا کہ میرے بھائی اور بہنیں ظالموں کے ہاتھ گرفتار ہیں۔ اس کے بعد آپ نے جابجا شہر بشہر وعظ کہنا شروع کیا اور عبرانیوں سے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ بہت جلد تم نجات پاؤ گے۔ تب جاسوسوں نے پوچھا کہ کیا ہم قیصر روم کے ماتحت رہ کر اپنے بادشاہ پلاطوس کا حکم مانتے رہیں یا اپنی نجات کا انتظار کریں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تم قیصر روم سے نجات پاؤ گے۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ تم بہت جلد گناہوں سے نجات پاؤ گے۔ اس کے بعد آپ نے مختلف مقامات پر توحید کا وعظ تین سال تک کیا اور آپ کی عمر بتیس سال تک پہنچ گئی۔

جاسوسوں نے اپنا کام شروع رکھا اور پلاطوس کو یہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ لوگ کہیں حضرت مسیح علیہ السلام کو سچ مچ ہی بادشاہ نہ تسلیم کرلیں۔ اب آپ کے ذمہ بغاوت کا جرم لگا کر آپ کو اندھیری کوٹھری میں بند کیا گیا اور مجبور کیا کہ آپ بغاوت کا اقبال کریں۔ مگر آپ نے نہ کیا اور تکالیف برداشت کرتے رہے اور جب دربار میں آپ پیش کئے گئے تو پلاطوس نے پوچھا کہ کیا تم نے یوں نہیں کہا کہ مسیح کو خدا نے اس لئے بھیجا ہے کہ لوگوں میں بغاوت پھیلا کر خود بادشاہ بن جائے؟ جواب میں آپ نے فرمایا کہ جب تم صلیب پر قتل کر سکتے ہو تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں سے اس جرم کا اقبال کرایا جائے۔ اس روکھے جواب پر پلاطوس نے غصہ کھا کر آپ کو صلیب پر لٹکانے کا حکم دیا اور باقی مجرموں کو رہا کر دیا تو سپاہیوں نے آپ کو بمعہ دو اور چوروں کے صلیب دیا تو سارا دن لاش صلیب پر رہی۔ سپاہیوں کا پہرا تھا تا بعد از لوگ دیکھ دیکھ کر روتے تھے اور ان کو اپنی جان کا خوف بھی لگ رہا تھا۔ شام کے قریب مسیح کی روح خدا کے پاس چلی گئی۔ اب پلاطوس کو ندامت آئی کہ اس نے برا کیا ہے۔ اس لئے اس نے آپ کی لاش آپ کے رشتہ داروں کے سپرد کی۔ جس کو انہوں نے صلیب خانہ کے پاس ہی دفن کر دیا اور لوگ اس قبر کی زیارت کرنے لگے۔

۳......اکمال الدین واتمام النعمۃ للقمی

مرزا قادیانی (روضۃ الصفا جلد اوّل ص۱۳۳) سے لکھتے ہیں کہ یہودی آپ کے عہد میں بارہ قبائل تھے۔ جن میں سے نو قبائل کو بخت نصر نے تبت، کشمیر، ہند اور افغانستان کو جلاوطن کر دیا تھا۔ کیونکہ ان لوگوں کی وضع قطع اور شہروں یا بستیوں کے نام وہی ہیں جو ملک شام میں تھے۔ مثلاً بابل، گلگت، طور، صور، صیدا، تخت سلیمان، نینوئی وغیرہ۔ حضرت مسیح علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد کشمیر کو آئے اور وہاں اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی خبر لی اور ۸۷ سال بعد وفات پا گئے اور یہ بھی مشہور ہے کہ آپ نے اپنی معشوقہ مریم کو خدا کے سپرد کیا اور وہاں سے کوہ جلیل میں آئے جو بیت المقدس سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور دشمنوں سے خوف کھا کر اس پر چڑھ گئے۔ اس وقت پہاڑ پر ابر چھایا ہوا تھا تو لوگوں نے خیال کیا کہ آپ آسمان کو چڑھ گئے ہیں۔ حواریوں نے بھی یہی خیال کر لیا تھا یا یوں اصل واقعہ پر پردہ ڈالتے ہوئے رفع سماوی کا قول ظاہر کیا۔ مگر آپ نے شہر نصیبین پہنچ کر سلطان اڑیسہ کو خط لکھا کہ میں اب آسمان کو جاؤں گا اور تمہاری طرف چند حواری بھیجتا ہوں۔ کتاب کردی فکشن میں ہے کہ جب کائفس کاہنوں کے سردار کو معلوم ہوا کہ آپ صلیب نہیں دیئے گئے تو اس نے قیصر روم کو شکایتی خط لکھا کہ پلاطوس نے یوسف اور حواریوں سے سازش کی بناء پر مسیح علیہ السلام کو صلیب سے بچالیا ہے تو پیلاطوس کو عتاب نامہ پہنچا۔ جس سے اس نے غصہ کھا کر یوسف کو قید کر لیا اور ایک رسالہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تلاش میں روانہ کیا کہ وہ آپ کو پکڑ کر واپس لائیں۔ مگر چونکہ آپ کشمیر پہنچ چکے تھے۔ وہاں تک کوئی نہ پہنچا۔ کشمیریوں نے یسوع کے نام کو کچھ تبدیل کر کے یوں کہنا شروع کر دیا تھا۔ یوز آصف، یوز آسف پھر ارض سولابت میں آئے اور وہاں تبلیغ وحدانیت کی۔ وہاں سے نکل کر بہت شہروں میں وعظ کیا اور کشمیر کو واپس آئے اور وہیں قیام کیا اور وہیں ۸۷ سال بعد واقعہ صلیب فوت ہو گئے۔

اس تحریر میں مرزا قادیانی نے خواہ مخواہ یوز آصف کی سوانح عمری کو یسوع کی زندگی پر چسپاں کیا ہے۔ ورنہ اصل کتاب دیکھنے پر یہ تحریر ہر طرح سے مخالف ہے۔ کیونکہ اس میں یہ تحریر نہیں ہے کہ اس قبر کا مالک کبھی بھی بیت المقدس سے جان بچا کر زندگی بسر کرنے کو یہاں آیا تھا۔ کیونکہ اکمال الدین کی عبارت اصل تحریر کے مطابق یوں ہے کہ: ''راجہ جنیسر ملک صولابت (سولابت) کا باشندہ تھا۔ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام اس نے یوز آصف رکھا۔ جب وہ بالغ ہوا تو حکیم منوہر لنکا سے اس کے پاس آیا۔ راجہ نے اس کی عزت وآبرو سے تواضع کی اور اپنے

بیٹے یوز آصف کا اتالیق مقرر کیا۔ شہزادہ نے اس سے مذہبی تعلیم حاصل کی اور دنیا سے بے تعلق رکھنے کی تعلیم نے اس کا دل بادشاہت سے برداشتہ کر دیا اور حکیم منوہر اس کا تعلیمی نصاب مکمل کر کے وہاں سے چلا گیا۔ تو ایک دفعہ شہزادہ کو فرشتہ نظر آیا۔ اس نے خدا کی رحمت کی اسے بشارت دی اور کچھ راز بتایا۔ جس پر وہ عمل پیرا رہا۔ پھر فرشتہ نے اسے حکم دیا کہ سفر کے لئے تیاری کرے تاکہ میں تیرے ہمراہ یہاں سے نکل جاؤں۔ اس کے بعد شہزادہ ہجرت کرتے ہوئے اپنے ملک سے نکل گیا تو اس نے ایک صحرا میں پانی کے پاس ایک درخت دیکھا۔ جہاں اس نے کچھ دن قیام کیا اور وہاں اس کو وہی فرشتہ نظر آیا۔ پھر اس نے بستیوں میں وعظ کہنا شروع کیا تو کچھ مدت کے بعد اپنے اصلی وطن سولابت کو واپس چلا گیا اور والدین نے بڑے تپاک سے اس کا استقبال کیا اور شہزادہ نے ان کو توحید کی دعوت دی۔ کچھ مدت کے بعد کشمیر میں آیا اور وہاں کے باشندے اس سے مستفید ہوئے اور اس نے ان کو بھی توحید کی دعوت دی۔ چنانچہ یہ یہیں رہنے لگا اور جب مرنے لگا تو اپنے چیلے یابد کو توحید کی وصیت کی اور جہان فانی سے رخصت ہوا۔

اب اس عبارت کو حضرت مسیح علیہ السلام پر منطبق کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سولابت کا معنی بیت المقدس کیا جائے اور حکیم منوہر سے مراد روح القدس لیا جائے۔ اسی طرح والدین سے مراد یوسف اور مریم ہوں اور ان کو کسی علاقہ کا بادشاہ بھی تصور کیا جائے اور جب تک یہ امور ثابت نہ ہوں حضرت مسیح علیہ السلام کے سوانح سے اس عبارت کا تعلق پیدا نہیں ہو سکتا۔

۴...... مؤرخ طبری

الف...... مؤرخ طبری لکھتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اور یوسف (چچازاد رشتہ دار) دونوں ایک مسجد میں خادم تھے۔ جو جبل صیہون کے پاس تھی۔ آپ ایک دن چشمہ سے پانی لینے گئیں تو جبرئیل نے نفخ کیا۔ جس سے آپ کو حمل رہ گیا۔ یوسف نے بدظن ہو کر پوچھا کہ بیج کے سوا بھی کوئی پودا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ سب پودے ابتداء میں بغیر بیج کے تھے۔ آدم کا بھی ماں باپ نہ تھا۔ تو یوسف خاموش ہو گئے اور جب وضع حمل کے آثار پیدا ہوئے تو یوسف آپ کو مصر لے گئے۔ ابھی دور ہی تھے کہ دردزہ شروع ہو گیا تو گدھے پر سے اتر کر ایک کھجور کے نیچے ڈیرہ لگا دیا اور وہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ سردی کا موسم تھا۔ فرشتوں نے آ کر آپ کو تسلی دی۔ اس رات تمام بت سرنگوں ہو گئے۔ شیاطین آ لپکے مگر ناکام رہے اور یہ عہد کیا کہ اس کی زندگی میں اس کا کام تمام کر ڈالیں گے۔ مجوسی ستارہ دیکھ کر مر، لوبان اور سونا کی نیاز چڑھا گئے۔ کیونکہ مر سے شفا ہوتی ہے اور اس نبی سے شفا حاصل ہو گی۔ لوبان اس لئے کہ اس کا دھواں سیدھا آسمان کو جاتا

ہے اور یہ نبی بھی سیدھا آسمان کو جائے گا اور سونا اس لئے کہ تمام مال ودولت کا سردار ہے اور یہ نبی بھی اپنے زمانہ میں بہترین شخص ہوگا۔ (ہیرودس کا قصہ مذکور ہے) پھر بارہ سال آپ مصر میں رہے۔ (اور یہی ربوہ کا مقام ہے) آپ زمیندار کے گھر رہتے تھے۔ ایک رات اس کی چوری ہوگئی تو آپ نے وہاں کے خیرات خوار جمع کر کے ایک اندھے اور ایک لوہنجے کو پکڑ کر کہا کہ تم نیچے بیٹھو اور اندھے کو کاندھے پر اٹھاؤ۔ اس طریق سے وہ زمیندار کے خزانہ تک پہنچ گئے تو آپ نے ان کو چور ثابت کیا اور واپس شام میں آگئے۔ تیس سال کے تھے کہ آپ کو نبوت ملی اور تین برس کے بعد خدا نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا۔

ب...... ایک روز تین شیطانوں نے انسانی بھیس میں ایک جلسہ کیا۔ لوگ جمع ہوئے تو ایک شیطان نے کہا کہ مسیح خود خدا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ خدا رحم میں نہیں آتا۔ یہ خدا کا بیٹا ہے۔ تیسرے نے کہا کہ یہ دوسرا مستقل خدا ہے۔ اب عیسائیوں میں شرک پیدا ہوگیا اور جب واقعہ صلیب قریب تھا تو آپ نے حواریوں سے کہا کہ میرے لئے تاخیر اجل میں دعا کرو۔ مگر وہ سب سو گئے اور دعا نہ کرنے پائی تو آپ نے فرمایا کہ میں جاتا ہوں اور ایک حواری تیس درہم سے مجھ کو بیچ ڈالے گا۔ چنانچہ وہ تیس درہم رشوت لے کر آپ کو گرفتار کرانے آیا تو وہ خود ہی آپ کا شبیہ بن گیا اور انہوں نے اس کو صلیب دے دیا اور آپ نے بعد از صلیب ایک اور جگہ جمع ہونے کا حکم دیا۔ تب حواری گئے تو ایک کم تھا اور وہ نہ تھا کہ جس نے مخبری کی تھی۔ کسی نے کہا کہ وہ پھانسی لے کر مر گیا ہے۔ دہبؒ کہتے ہیں کہ سات گھنٹے مسیح مرے تھے۔ پھر زندہ کر کے اٹھا لئے گئے۔ عیسائیوں کا بھی یہی مذہب ہے۔ پھر آسمان سے اتر کر مریم مجدلیہ کے ہاں اتر کر حواریوں کو تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ پطرس اور پولس روما کو گئے۔ (پولس تب حواری نہ تھا) متی اور اندراؤس انسان خواروں کے ملک کو فیلبوس افریقہ کو، بحنس فسوس (قریہ اصحاب الکہف) کو، یعقوب اور شلیم کو، ابن تلما عرب کو، اور سیمون بربر کو روانہ ہوئے اور جو حواری باقی رہ گئے تھے ان کو یہودیوں نے دھوپ میں بٹھا کر عذاب دینا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ سلطان روم نے عیسائیت قبول کی تو یہودیوں کو مار ڈالا اور صلیب پرستی شروع ہوگئی۔

ج...... ”قال الطبری الشام صار بعد طیبا ریوس الی جایوس ثم ابنه قلودیوس ثم نیرون الذی قتل پطرس وبولس وصلبه منکساثم بوطلایوس ثم اسفسیالوس وبعد رفع عیسیٰ اربعین سنة وجه ابنه ططوس فهدم بیت المقدس وقتل الیهود ثم اخرون ثم هرقل٠ فالزمان بین

تخريب بخت نصرالى الهجرة الف سنة وبين ملك اسكندر والهجرة ۹۲۱ سنة وبين ظهوره ومولد عيسىٰ ۳۰۳ سنة وبين مولده وارتفاعه ۳۲ سنة وبين ارتفاعه الى الهجرة ۵۸۶ سنة''

۵......ابن جریرؒ

ابن جریرؒ نے بیان کیا ہے کہ جب یہود نے آپ کو ایذاءرسانی شروع کی۔تو آپ بمعہ والدہ کے سفر میں ہی رہنے لگے۔اس کے بعد انہوں نے حاکم دمشق کے پاس شکایت کی کہ بیت المقدس میں ایک شخص بغاوت پھیلا رہا ہے تو اس نے حاکم بیت المقدس کی طرف حکم بھیجا کہ ایسے آدمی کو فوراً سولی چڑھا کر قتل کردو۔جب یہودی گرفتار کرنے کو آئے تو اس وقت آپ اپنے حواریوں میں بیٹھے تھے (کہ جن کی تعداد ۱۲ سے ۱۸ تک بتائی گئی ہے) تو انہوں نے بروز جمعہ بعد العصر آپ کو محاصرہ میں لے لیا۔تب آپ نے کہا کہ میرا شبیہ کون بننا چاہتا ہے تاکہ میری جگہ مصلوب ہوکر میرے ساتھ جنت میں جائے۔ایک نوعمر جوان آدمی اٹھا۔آپ نے ہر چند ٹالا۔مگر اس کے سوا کسی نے جرأت نہ کی تو جس کوٹھری میں تھے اس کا ایک روشندان کھول کر نیند کی حالت میں آپ کو فرشتے آسمان پر لے گئے۔جب کوٹھری سے حواری باہر آگئے تو شبیہ کو لے جاکر صلیب پر لٹکا دیا۔اب جو لوگ کمرہ میں تھے انہوں نے کہا کہ مسیح آسمان پر ہے اور جو لوگ باہر تھے ان کو یقین ہوگیا کہ مسیح کو انہوں نے قتل کرڈالا ہے۔

ابن جریر نے خود آنحضرت ﷺ کا بیان بھی نقل کیا ہے کہ قیامت سے پہلے اہل روما وابق یا عمان میں اتریں گے تو مدینہ شریف سے ایک لشکر مقابلہ کو نکلے گا اور رومی کہیں گے کہ ہمارے قیدی واپس کرو تو مسلمان انکار کریں گے پھر لڑائی شروع ہوگی تو ایک ثلث مسلمان بھاگ جائیں گے۔ایک ثلث شہید ہوں گے۔باقی ایک ثلث روم پر فتح پائے گا اور قسطنطنیہ کو فتح کرے گا۔غنیمت تقسیم ہورہی ہوگی تو کوئی آواز دے گا کہ مسیح دجال آپڑا ہے تو وہ ملک شام میں پہنچیں گے تو دجال کو دیکھ لیں گے کہ وہ آرہا ہے۔تب لڑائی کی صفیں تیار کریں گے تو نماز فجر کا وقت ہوجائے گا۔تب حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔امام مہدی کہیں گے کہ آپ نماز پڑھائیں۔مگر آپ امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔پھر جب آپ کی نظر دجال پر پڑے گی تو وہ نمک کی طرح پگھلنا شروع ہوجائے گا۔مگر آپ اپنے نیزہ سے اس کو خود جاکر قتل کریں گے۔آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ معراج کی رات جب حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی تو قیامت کا ذکر چھڑ گیا۔تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ

مجھے خدا سے وعدہ ہے کہ جب دجال ظاہر ہوگا تو میرے پاس دو نیزے ہوں گے تو وہ مجھے دیکھ کر پگھلنا شروع ہوگا اور جب یہود کا خاتمہ ہوگا اور لوگ واپس چلے جائیں گے تو یاجوج ماجوج نکل کر تباہی ڈالیں گے تو میری دعا سے خدا ان کو ہلاک کر دے گا اور ان کے جسم بارش کے ذریعہ سمندر میں چلے جائیں گے تو پھر اس کے بعد قیامت آئے گی۔ (ابن ماجہ)

آپؐ نے یوں بھی فرمایا کہ اس وقت (امام مہدی علیہ السلام کے ماتحت) تین شہر ہوں گے ایک بحرین میں، دوسرا شام میں اور تیسرا حیرہ میں۔ لوگ اختلاف رائے میں ہوں گے کہ مسیح دجال ستر ہزار فوج لے کر نکلے گا کہ جن میں اکثر یہودی اور عورتیں ہوں گی اور ان کے سر پر تاج ہوں گے۔ تب مسلمان جبل افیق پر جمع ہوں گے اور بھوک سے تنگ آئیں گے۔ تب آواز آئے گی کہ امداد غیبی آگئی ہے تو حضرت مسیح علیہ السلام آئیں گے۔ (ابن ماجہ)

ایک وعظ میں آپؐ نے فرمایا کہ خروج دجال کی خبر ہر ایک نبی دیتا رہا ہے۔ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ اگر میرے زمانہ میں ظاہر ہوا تو میں خود سنبھال لوں گا۔ میرے بعد ظاہر ہوا تو تم اپنا بندوبست کرو۔ شام و عراق کے درمیان خروج کرے گا تو دائیں بائیں پھیلے گا۔ وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور کہے گا کہ: ''انا نبی، لا نبی بعدی ''میں نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پھر کہے گا کہ میں رب ہوں۔ ایک آنکھ بیٹھی ہوگی۔ دوسری ابھری ہوئی۔ پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔ جسے ہر خواندہ و ناخواندہ شناخت کر سکے گا۔ اس کے ہاتھ میں جنت اور دوزخ ہوں گے۔ تم کو اگر دوزخ میں ڈالے تو سورہ کہف پڑھو تا کہ اس کی آگ سرد ہو جائے۔ ایک عربی کے والدین زندہ کرے گا تو دو شیطان اس کے والدین بن کر کہیں گے کہ بیٹا یہی رب ہے۔ اسے مان لو۔ ایک کو دو حصوں میں چرواڈالے گا۔ پھر زندہ کر کے پوچھے گا کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہے گا وہی جو تجھے اور مجھے پیدا کرنے والا ہے۔ تم دجال ہو۔ آج مجھے خوب اطمینان ہو گیا ہے، وہ بارش اور قحط بھی اپنے ساتھ رکھے گا۔ جو قوم اسے مانے گی اس کو بھرپور کر دے گا اور جو نہ مانے گا اسے تباہ کر دے گا۔ مکہ اور مدینہ پر چونکہ فرشتوں کا پہرہ ہوگا۔ اس لئے وہاں نہ جا سکے گا۔ مگر مدینہ شریف کے پاس ضریب احمر کے مقام پر کھڑا ہو کر لوگوں کو دعوت دے گا۔ تو منافق زن و مرد نکل کر اس کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔ اس دن کا نام یوم الخلاص پڑ جائے گا۔ اس وقت عرب قلیل تعداد میں امام صاحب، کے ماتحت بیت المقدس میں جمع ہوں گے تو صبح کی نماز میں نزول مسیح ہوگا۔ دجال دیکھ کر بھاگے گا تو آپ فرمائیں گے کہ تیرا قتل میرے ہاتھ سے مقدر ہے تو خود جا کر قتل کریں گے اور یہود کو شکست ہوگی۔ شجر و حجر بھی ان کو پناہ نہ دیں گے۔ صرف ایک غرقد درخت کی آڑ میں پناہ

لے سکیں گے۔ اس کی سلطنت چالیس دن ہوگی۔ یا جس مدت تک کہ خدا کی مرضی ہوگی جن میں سے ایک دن ایک سال کا ہوگا اور آخری دن ایک سلطنت کا کہ ایک دروازہ سے نکل کر دوسرے تک پہنچو گے تو شام ہو جائے گی اور نماز اپنے اپنے وقت پر اندازہ لگا کر پڑھنی ہوگی۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تین سال پہلے ایک ایک حصہ کم ہوتے ہوتے بارش بالکل بند ہو جائے گی اور عبادت گذار تسبیح و تہلیل سے پیٹ بھر لیا کریں گے۔ (کنز العمال)

اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کا عہد مبارک ہوگا۔ آپ حاکم عادل ہوں گے۔ یہود پہلے ہی تباہ ہو چکے ہوں گے تو اور بھی تباہ ہو جائیں گے۔ جزیہ قبول نہ ہوگا۔ مال و دولت آپ کے عہد میں بکثرت ہوگی اور لوگ سیراب ہوں گے۔ یہاں تک کہ ایک انار ایک کنبہ کو کافی ہو جائے گا۔ آپ صلیب اور خنزیر کو نیست و نابود کر دیں گے اور عیسائیت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ صرف خدا ہی کی پرستش ہوگی۔ قریش اپنی سلطنت پر قائم ہو جائیں گے۔ زمین جوان ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کے وقت جیسی نباتات نکالے گی۔ گھوڑے چند روپوں میں ملیں گے۔ کیونکہ دنیا میں امن قائم ہوگا۔ لڑائی کا نام ونشان تک نہ رہے گا۔ بیل کی قیمت بڑھ جائے گی۔ کیونکہ کھیتی میں بہت ضرورت بڑھ جائے گی۔ نزول کے وقت آپ کے سر سے پانی کے قطرے گرتے ہوں گے۔ دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ آپ پر دو زعفرانی چادریں ہوں گی۔ آپ کے دم سے یہودی خود ہی بھسم ہوں گے۔ باب لد میں دجال کو قتل کریں گے۔ دمشق کی مشرقی جانب سفید مینار کے پاس ٹھہریں گے۔ آپ فج روحاء کے مقام سے حج کا احرام بھی باندھیں گے۔ آپ شادی کریں گے۔ آپ کے بچے ہوں گے۔ آپ کی وفات پر اہل اسلام جمع ہو کر نماز جنازہ پڑھیں گے اور روضہ نبویہ میں آپ کو دفن کیا جائے گا۔ (کنز العمال)

یاجوج ماجوج کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیام جبل طور پر ہوگا اور یہ قوم بحیرہ طبریہ کو بھی پی کر خشک کر دے گی۔ پھر ان کے آخری حصہ کا گذر ہوگا تو کہیں گے کہ کبھی یہاں پانی ہوتا تھا۔ مسلمان ایسے تنگ ہوں گے کہ ایک بیل کا سر یا خود ایک بیل سو درہم سے زیادہ عزیز ہوگا۔ حضرت کی بد دعا سے ان کو پھوڑا نکل کر تباہ کر دے گا اور ان کی لاشوں سے بدبو پھیل جائے گی۔ پھر دعا کریں گے تو بڑے بڑے پرند ان کی لاشیں اٹھا لے جائیں گے اور بعد میں بارش ہو کر زمین صاف ہو جائے گی اور خوب کھیتی ہوگی۔ اس کے بعد ایک ہوا چلے گی تو مسلمان مر جائیں گے اور بے ایمان باقی رہیں گے۔ جن پر قیامت قائم ہوگی۔ (کنز العمال)

ان تصریحات کو پیش نظر رکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام مہدی الرضوان کی سلطنت ملک

شام میں اس وقت ہوگی کہ قسطنطنیہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔ عرب کی سلطنت ازسر نو قائم ہوگی۔ یہودی قوم کا کانا دجال خدائی دعویٰ کرتے ہوئے اسلام کو مٹانے کے لئے نکلے گا۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے نازل ہونے سے یہودی سلطنت بالکل تباہ ہوجائے گی اور ملک شام میں کم از کم چالیس سال حکومت کریں گے اور صاحب اولاد ہوکر مدینہ شریف میں روضہ نبویہ کے اندر دفن ہوں گے اور بعد میں اسلام مٹ جائے گا اور بد کرداروں پر قیامت قائم ہوگی۔ (کنز العمال، ابن جریر)

یہ واقعات بالکل صاف بتارہے ہیں کہ حضرت مسیح اور حضرت امام مہدی ملک شام میں ظاہر ہوں گے۔ ان کا تعلق ہندوستان وغیرہ سے نہیں ہے اور جو لوگ اس پیشین گوئی کو افسانہ خیال کرکے تکذیب کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ کیونکہ زمانہ کے انقلابات میں آئے دن کئی ایک نئی نئی صورتیں پیش آتی رہتی ہیں کہ جن کا کسی کو وہم وخیال تک بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے ممکن ہے بلکہ یقین ہے کہ اندرون عرب میں ایسے واقعات پیش آئیں جن کا اثر قسطنطنیہ تک بھی پہنچ جائے۔ اگرچہ اس وقت اس پیشین گوئی کے آثار موجود نہیں ہیں۔ لیکن موجود ہوتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ خدا جب چاہتا ہے تو گریٹ وار پیدا کرکے دنیا کا نقشہ ہی بدل دیتا ہے اور مسلمان ایسے مٹ جاتے ہیں کہ لنگوٹی سنبھالنے کو مستقل حکومت خیال کرلیتے ہیں۔

جس طرز پر اسلامی تصریحات نے ظہور مہدی اور نزول مسیح کو پیش کیا ہے وہ حاکمانہ رنگ ہے۔ محکومانہ یا رعیتانہ بو اس میں نہیں آتی اور یہ ایسے واقعات ہیں کہ ان کے ظہور پذیر ہونے میں کچھ اشکال بھی نہیں۔ گو آج تک مجموعی طور پر یہ تمام واقعات پیش نہیں آئے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ سرے سے ناممکن بھی ہیں۔ دنیا کی مادی ترقی، انکشافات جدیدہ اور علوم وفنون کی تبدیلیاں یا اقوام میں سیاسی اور تمدنی انقلابات یہ سب کے سب ایسے امور ہیں کہ جن کے سامنے اس پیشین گوئی کا اظہار اصلی رنگ میں دکھائی دینا کوئی ناممکن بات نہیں رہ جاتا اور جن لوگوں نے عجلت پسندی سے یا اس پیشین گوئی کے بعض الفاظ کی بنیاد پر یا کسی غلط فہمی اور مغالطہ اندازی سے یہ یقین کرلیا ہے یا یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ ایسے واقعات ظہور پذیر ہوچکے ہیں یا یہ کہ انکا جائے وقوع ہندوستان یا کوئی دوسرا ملک ہے انہوں نے دیدہ دانستہ اس پیشین گوئی کے تمام اجزاء پر نہ کبھی خود غور کیا ہے اور نہ کسی کی توجہ اس طرف منعطف ہونے دی ہے۔ ورنہ بالکل صاف ہے کہ خروج مہدی اور نزول مسیح کے آثار ابھی تک نمایاں طور پر کہیں بھی نمودار نہیں ہوئے اور قیامت کے آثار یعنی علامات صغریٰ ظاہر ہونے شروع ہوگئے ہیں البتہ ان میں ترقی ہورہی ہے۔ معلوم

نہیں کب تک پایۂ تکمیل کو پہنچ کر ایک دفعہ پھر اسلام ہی اسلام نظر آنے کا موقعہ پیدا ہوگا۔

حضور ﷺ نے قرب قیامت کے علامات سینکڑوں بیان کئے ہیں۔ جن میں سے جس قدر آج ہمارے سامنے موجود ہیں ان کو قلمبند کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ: ”بدزبان لوگ پیدا ہوں گے۔ جو سلام بھی گالیوں میں دیں گے۔ کتاب اللہ پر عمل پیرا ہونا باعث توہین ہوگا۔ جھوٹ زیادہ ہوگا اور سچائی بہت کم ہوگی۔ اپنی ظنی رائے پر فیصلہ ہوگا۔ بارش زیادہ ہوگی اور پھل کم ہوگا۔ زمانہ ساز آدمی بہتر خیال کیا جائے گا۔ قرآن کی بجائے خانہ زاد اصول پیش کئے جائیں گے۔ لیکچرار بہت تیار ہوں گے۔ شراب نوشی بکثرت ہوگی۔ اسلامی جہاد ترک ہو جائے گا۔ شریف النفس کس مپرسی کے عالم میں ہونگے اور کم ذات عالی قدر ہو جائیں گے۔ دنیا میں عامل بالقرآن نہ رہیں گے نوعمر ایک دوسرے پر گدھوں کی طرح چڑھیں گے۔ تجارت اس قدر ہوگی کہ عورتیں بھی اس کام میں امداد کریں گی اور جہاں کہیں مال جائے گا نفع نہ ہوگا۔ رذیل عالم ہوگا اور شریف جاہل گدھوں اور کتوں کی طرح برلب سڑک، عورتوں اور بچوں سے بدفعلی کی جائے گی۔ چھوٹے پر رحم نہ ہوگا اور بڑے کی عزت نہ ہوگی۔ حرامزادے کثرت سے ہوں گے۔ بلاضرورت قسم کھائیں گے۔ ناگہانی موتیں واقع ہوں گی۔ ایمانداری کم ہو جائے گی۔ بے ایمان اپنی اپنی قوم پر حکومت کریں گے۔ عورتیں اکڑ کر چلیں گی۔ جاہل عبادت گذار ہوں گے اور اہل علم بے عمل ہوں گے۔ شراب کو شربت بنائیں گے اور سود کو خرید و فروخت، رشوت ستانی تحفہ بن جائے گا اور چندہ کے مال سے تجارت چلے گی۔ ایماندار کو جانور سے بھی ذلیل سمجھا جائے گا۔ نیک عمل برے تصور ہوں گے اور برے عمل نیک عمل خیال کئے جائیں گے۔ زہد و تقویٰ صرف روایات میں نظر آئے گا اور دکھانے کے لئے پرہیزگاری ظاہر کی جائے گی۔ اولاد سے سکھ نہ ہوگا۔ والدین کہیں گے کہ اس کے بجائے پلا پالتے تو بہتر ہوتا یا پتھر ہوتا تو کسی کام آتا۔ گانے والیاں مہیا کی جائیں گی۔ نوعمر حکمران ہوں گے۔ ناپ اور تول میں کمی بیشی ہوگی۔ مسلمان کے پیٹ میں قرآن شریف کی ایک آیت بھی نہ ملے گی۔ لا الہ الا اللہ کی رسم ہوگی اور اس کی حقیقت سے کوئی بھی واقف نہ ہوگا۔ غیر قوم میں نکاح زیادہ پسند ہوگا اور اپنی رشتہ دار عورت پسند نہ آئے گی۔ وغیرہ وغیرہ“ (کنزالعمال)

۶...... حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق قادیانی خیالات

۱...... آپ بیت اللحم ملک شام میں پیدا ہوئے جو بیت المقدس سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے۔ (اتمام الحجہ ص۱۹ حاشیہ، خزائن ج۸ ص۲۵)

۲...... جب پیدا ہوئے تو بادشاہ نے نجومیوں سے سنا کہ بنی اسرائیل کا بادشاہ پیدا

ہوا ہے۔اس لئے اس نے تلاش کرنا شروع کر دیا۔ان کو بشارت ہوئی کہ اس ملک سے نکل جاؤ تو وہ مصر میں چلے گئے۔وہاں ایک زمیندار نے مریم کو اپنی بیٹی بنا کر رکھا۔جب آپ جوان ہوئے تو بادشاہ مذکور مر چکا تھا تو آپ اپنے وطن واپس آ گئے۔وہ گاؤں تھا ٹیلے پر اور پانی وہاں کا خوب تھا۔

(موضح القرآن ص ۴۵۰)

۳...... آپ کی کوئی ظاہری اولاد نہ تھی۔ (الفضل ص ۶، ۲۹ر جنوری ۱۹۲۵ء)

(اس کی وجہ اپنی طرف سے یوں بتائی ہے) کیونکہ آپ فرقہ صوفیہ بنام اسیر میں داخل تھے۔اس لئے شادی ہی نہیں کی۔ (بدر ص ۴، ۲ر جولائی ۱۹۱۱ء)

دیلمی اور ابن نجار نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ سفر کرتے تھے۔جب شام پڑتی تو جنگل کا ساگ پات کھاتے اور چشموں کا پانی پیتے اور مٹی کا تکیہ بناتے۔کہتے کہ نہ تو میرا گھر ہے کہ جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور نہ کوئی اولاد ہے کہ جن کے مرنے کا غم ہو۔

(عسل مصفےٰ حصہ اوّل ص ۱۹۱)

۴...... آپ بیت المقدس سے نصیبین آئے جو وہاں سے ساڑھے چار سو میل کے فاصلہ پر تھا۔پھر موصل میں تشریف لائے جو نصیبین سے اڑتالیس میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔دریائے دجلہ عبور کرتے ہوئے حدود فارس میں داخل ہوئے جو موصل سے ایک سو میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ہرات اور کابل کو دیکھ کر پشاور اور گلگت میں پہنچے جو وہاں پانچ سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ (باب چہارم مسیح ہندوستان میں ص ۶۷، خزائن ج ۱۵ ص ۶۷ ملخص)

۵...... پشمی طاقیہ سر پر اور ریشمی کرتہ پہنے ہوئے اور ہاتھ میں عصا لے کر سفر کرتے تھے۔شہر شہر ٹھہرتے۔سبزی کھاتے رفیقوں نے گھوڑا خرید کر دیا۔مگر چارہ نہ ملنے سے واپس کر دیا۔آپ نصیبین پہنچے جو بیت المقدس سے کئی کوس پر تھا۔حواری تبلیغ کے لئے شہر گئے تو بادشاہ نے ان کو گرفتار کر لیا۔آپ نے وہاں پر کئی بیمار اچھے کئے تو وہاں کے باشندے اور بادشاہ آپ کے تابعدار ہو گئے۔ (باب چہارم مسیح ہندوستان میں ص ۶۶، ۶۷، خزائن ج ۱۵ ص ایضاً ملخص)

۶...... یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا۔مگر یہ سچ نہیں ہے کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا پھر زندہ ہو گیا۔ (ازالہ اوہام ص ۴۷۳، خزائن ج ۳ ص ۳۵۳)

A-۶...... ہم نے لکھا ہے کہ مسیح کی قبر بلاد شام میں ہے۔مگر تحقیق جدید یہ ہے کہ واقعی قبر وہی ہے جو کشمیر میں ہے اور شام کی قبر زندہ در گور کا نمونہ تھا۔جس سے آپ نکل آئے تھے۔

(ست بچن ص ز، خزائن ج ۱۰ ص ۳۰۷، حاشیہ)

۷...... افغانستان سے ہوتے ہوئے پنجاب کی طرف آئے۔ تاکہ ہندوستان دیکھ کر کشمیر کو بعد میں جائیں۔ (کیونکہ پنجاب کے راستہ سے کشمیر اور افغانستان کے درمیان صرف اسی کوس کا فاصلہ ہے اور چترال کے راستہ سے کشمیر تک سو میل کا فاصلہ ہے) تاکہ تبت میں آسانی کے ساتھ پہنچ جائیں۔ پرانی تواریخ سے معلوم ہوتا ہے اور قرین قیاس بھی یہی ہے کہ آپ نے نیپال اور بنارس وغیرہ کی سیر بھی کی ہوگی اور جموں یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر گئے ہوں گے اور گرمی کا موسم وہیں گذارا ہوگا۔ کیونکہ آپ سرد ملک کے باشندہ تھے اور چونکہ کشمیری آپ سے شکل وشباہت میں ملتے جلتے تھے۔ اس لئے وہیں اقامت اختیار کر لی ہوگی۔ یہ بھی خیال ہے کہ افغانستان بھی اس سے پیشتر کچھ مدت ٹھہرے ہوں گے اور شادی کر لی ہوگی۔ کیونکہ عیسیٰ خیل آپ کی ہی اولاد معلوم ہوتی ہے۔ (مسیح ہندوستان میں ص۶۹،۷۰، خزائن ج۱۵ ص ایضاً ملخص)

۸...... یسعیاہ باب ۵ میں ہے کہ مسیح کو صلیب سے اتار کر سزا یافتہ مردوں کی طرح قبر میں رکھا جائے گا۔ مگر چونکہ وہ حقیقی طور پر مردہ نہیں ہوگا۔ اس لئے قبر میں سے نکل آئے گا اور آخر عزیز اور صاحب شرف لوگوں میں اس کی قبر ہوگی۔ چنانچہ سری نگر میں قبر مسیح علیہ السلام کے پاس اولیاء اللہ بھی مدفون ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۲۲۸، خزائن ج۱۷ ص ۳۱۴، مفہوم)

۹...... مسیح علیہ السلام صاحب اولاد ہیں۔ جس کی تصدیق یسعیاہ سے ہوتی ہے کہ کسی لغزش کی وجہ سے مسیح پر ایک جانکاہ دکھ آئے گا۔ مگر وہ نجات پائے گا اور اس کی عمر دراز ہوگی۔ یسعیاہ میں ہے کہ وہ غار میں نہ مرے گا۔ اس کی روٹی کم نہ ہوگی۔ چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ۸۷ سال زندہ رہے اور صاحب اولاد بھی ہوئے۔

(عسل مصفیٰ ج۱ ص ۴۵۱، طبع ثانی)

۱۰...... ناٹووچ روسی سیاح لکھتا ہے کہ ہندوستان کے برہمنوں سے آپ نے مباحثے کئے اور جب نیپال میں تھے تو آپ کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔ (عسل مصفیٰ ج۱ ص ۱۹۲، طبع ثانی)

۱۱...... عیسائی اور مسلمان بالاتفاق کہتے ہیں کہ یوز آسف نبی کہ جس کا زمانہ وہی مسیح کا زمانہ تھا۔ دور دراز سفر کر کے کشمیر میں پہنچا اور نہ صرف نبی بلکہ شہزادہ بھی کہلاتا تھا اور مسیح کے ملک ہی کا باشندہ تھا۔ اسی کی تعلیم بھی مسیحی تعلیم سے ملتی جلتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض فقرے بھی انجیلوں میں اس کی تعلیم سے ملتے ہیں۔ (ریویو ص ۳۳۸، دسمبر ۱۹۰۳ء)

۱۲...... قبر کشمیر کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ تقریباً انیس سو برس کی ہے۔

(راز حقیقت ص ۱۱ حاشیہ، خزائن ج۱۴ ص ۱۶۳)

۱۳...... حال ہی میں مسلمانوں کی چند پرانی کتابیں دستیاب ہوئی ہیں۔ جن میں لکھا ہے کہ یوز آسف نبی تھا جو کسی ملک سے آیا تھا اور شہزادہ بھی تھا۔ کشمیر میں اس نے انتقال کیا اور حضور علیہ السلام سے پہلے چھ سو سال ہو گذرا ہے۔ (راز حقیقت ص۱۲ حاشیہ، خزائن ج۱۴ ص۱۶۴)

۱۴...... یہ ثابت ہے کہ مسیح ہندوستان میں آئے اور آپ کی قبر کشمیر میں ہے۔ یوز آسف کی کتاب اور انجیل کی عبارتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ یہ کتاب انجیل مسیح ہے جو ہندوستانیوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ (چشمہ مسیحی ص۲، خزاین ج۲۰ ص۳۳۹ ملخص)

۱۵...... پرانی کتابیں دستیاب ہوئی ہیں جو قبر کشمیر کا بیان کرتی ہیں۔ پرانے کتبہ دیکھنے والے بھی کہتے ہیں کہ یہ مسیح کی قبر ہے۔ قرب وجوار کے لاکھوں آدمی شہادت دیتے ہیں کہ یہ قبر انیس سو سال سے ہے۔ صاحب قبر ملک شام سے یہاں آیا تھا۔ اسرائیلی نبی اور شہزادہ نبی کے نام سے شہرت رکھتا تھا۔ قوم نے قتل کا ارادہ رکھا تو وہ بھاگ آیا۔ (ریویو ج۱ ص۴۱۹، نمبر۱۰)

۱۶...... ہم نے کشمیر کی تاریخ کی کتابیں فراہم کی ہیں۔ ان میں ہے کہ اس وقت کے رو سے دو ہزار برس کے قریب گذر گیا ہے کہ ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا تھا۔ جو بنی اسرائیل میں سے تھا اور شہزادہ نبی کہلاتا تھا۔ اس کی قبر خانیار میں ہے جو یوسف کی قبر مشہور ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ ج۵ ص۲۲۸، خزائن ج۲۱ ص۴۰۴)

۱۷...... کتاب سوانح یوز آسف کہ جس کی تالیف کو ہزار سال سے زیادہ ہو گیا ہے۔ اس میں ہے کہ یوز آسف کی کتاب کا نام انجیل تھا۔ اس میں وہی تعلیم لکھی ہے جو انجیل میں ہے۔ مگر تثلیث کا مسئلہ موجود نہیں۔ چنانچہ پڑھنے والے کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انجیل کا اور اسی کتاب کا مصنف ایک ہی ہے اور استعارہ کے طور پر یہودیوں کو ظالم باپ بیان کرتے ہوئے ایک پرلطف قصہ بیان کیا ہے۔ (تحفہ گولڑویہ ص۱۴، خزائن ج۱۷ ص۱۰۰)

۱۸...... یوز آسف کی کتاب میں ہے کہ اس پر خدا کی طرف سے انجیل اتری تھی۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ ص۲۲۹، خزائن ج۲۱ ص۴۰۴)

۱۹...... اکمال الدین میں لکھا ہے کہ جب یسوع کشمیر آیا تو اس کے پاس انجیل تھی۔ جس کا اصل نام بشوریٰ ہے۔ (عسل مصفے ج۱ ص۵۸۵)

۲۰...... اکمال الدین میں (جو گیارہ سو برس کی کتاب ہے) لکھا ہے کہ شہزادہ نبی جو غیر ملک سے آیا اور کشمیر میں وفات پائی۔ وہ حضرت مسیح علیہ السلام ہی تھے۔ کوئی اور نبی نہ تھا۔ کیونکہ بشوریٰ عبرانی زبان میں انجیل کو کہتے ہیں اور عربی میں بشریٰ کہتے ہیں اور انگریزی میں

گاسپل اور یوز آسف حضرت مسیح کا دوسرا نام ہے اور یہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں۔ جس پر انجیل یعنی بشریٰ نازل ہوئی تھی۔ (ریویو ص ۱۷،۴۲، نومبر ۱۹۰۳ء)

۲۱...... حکیم نورالدین بھیروی نے سری نگر میں کئی ماہ تک رہ کر یہ تحقیق کی کہ فی الواقع یہی حضرت مسیح کی قبر ہے جو یوز آسف کے نام سے مشہور ہے۔ یوز، یسوع کا بگڑا ہوا ہے یا مخفف ہے اور آسف آپ کا انجیلی نام ہے۔ جس کا یہ ترجمہ ہے کہ متفرق فرقوں کو تلاش کرنے والا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل کشمیر اسے عیسیٰ صاحب کی قبر بھی کہتے ہیں اور پرانی تاریخوں میں ہے کہ یہ ایک شہزادہ نبی ہے جو بلاد شام کی طرف سے آیا تھا اور اب تقریباً انیس سو سال گذر چکے ہیں اور اس کے ہمراہ کچھ شاگرد بھی تھے۔ کوہ سلیمان پر عبادت کرتا تھا۔ اس کے عبادت خانہ پر ایک کتبہ بھی تھا جو سکھوں کے عہد میں مٹا دیا گیا۔ اس پر یہ لفظ لکھے تھے کہ یہ ایک شہزادہ نبی ہے جو بلاد شام سے آیا ہے۔ اس کا نام یوز ہے۔ اب وہ لفظ اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے۔ وہ قبر بنی اسرائیل کی قبروں کی طرح ہے۔ بیت المقدس کی طرف اس کا رخ ہے۔ تقریباً پانچ سو آدمیوں نے محضر نامہ پر دستخط کئے کہ صاحب قبر اسرائیلی نبی تھا۔ جیسا کہ پرانی تاریخ کشمیر سے ثابت ہے۔ کسی بادشاہ کے ظلم سے یہاں آیا تھا اور بہت بوڑھا ہو کر فوت ہو گیا۔ اس کو عیسیٰ صاحب بھی کہتے ہیں اور شہزادہ نبی بھی اور یوز آسف بھی۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۴۰، خزائن ج ۱۷ ص ۱۰۰)

۲۲...... اکمال الدین میں یوز آسف مخفف و مرکب ہے یسوع بن یوسف کا۔

(ریویو ص ۳۴۰، اگست ۱۹۲۵ء)

۲۳...... یوز اصل میں یسو تھا۔ جو اصل میں عیسیٰ کو کہتے ہیں اور آج کل یسو کہتے ہیں۔ شاید آپ کا اصل نام یوسع ہو۔ کیونکہ ایسے نام عبرانی میں مروج تھے پھر یوز بن گیا۔ پھر یوز آسے یوسا بنا اور یوسف کا مخفف ہے۔ صف، سف، آسف۔ پس سارا نام یوز آسف یسوع یوسف کا مختصر ہے۔ یوسف حضرت مریم کے شوہر تھے اور مسیح ان کے ربیب یا پروردہ۔ اس لئے حضرت عیسیٰ کو یوسف کا بیٹا کہتے تھے۔ (ریویو دسمبر ۱۹۲۵ء)

۲۴...... یہ لفظ عبرانی زبان سے مشابہ ہے۔ مگر عمیق نظر سے کھل جائے گا کہ دراصل یہ لفظ یسوع آسف ہے۔ یعنی یسوع غمگین۔ چونکہ مسیح اپنے وطن سے غمگین ہو کر نکلے تھے۔ اس لئے یہ لفظ ساتھ شامل ہو گیا۔ بعض کا بیان ہے کہ اصل میں یہ لفظ یسوع صاحب ہے۔ کثرت استعمال سے یوز آسف بن گیا۔ مگر میرے نزدیک یوز آسف اسم بامسمّٰی ہے جو آپ کے غم پر

دلالت کرتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ ان پر آسف اور غم وارد ہوئے تھے۔

(ست بچن ص ۷، خزائن ج ۱۰ ص ۳۰۶)

۲۵...... چونکہ اس قصہ کے واقعات گوتم بدھ کے واقعات سے مشابہ ہیں۔ اس لئے کچھ عیسائی کہتے ہیں کہ یوزآسف بھی گوتم بدھ کا دوسرا نام ہے۔ (ریویو ص ۲۳۸، جون ۱۹۱۰ء)

۲۶...... واقعات کی مشابہت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ دونوں اسم ایک شخص کے ہی ہوں۔ (ریویو ج ۲ ص ۲۷۴)

۲۷...... اگر سری نگر میں گوتم بدھ کی قبر ہوتی تو دنیا کے کل بدھ مذہب کے پیروؤں کا مرجع ہونا۔ چاہئے تھی (ریویو ص ۲۳۹، جون ۱۹۱۰ء)

۲۸...... تبلیغ رسالت کے رو سے آپ کا پنجاب میں آنا ضروری تھا۔ کیونکہ بنی اسرائیل کے دس فرقے کہ جن کو انجیل میں اسرائیل کی گم شدہ بھیڑیں لکھا ہے۔ ان ملکوں میں آ گئے تھے۔ جب تک ایسا نہ کرتے رسالت نامکمل تھی۔

(مسیح ہندوستان میں ص ۹۳، خزائن ج ۱۵ ص ایضاً)

۲۹...... (تاریخ طبری ص ۷۳۹) میں ہے کہ مدینہ شریف کے پاس کوہ راس جماء پر ایک قبر پائی گئی ہے۔ جس پر یہ کتبہ لکھا ہوا تھا کہ: ”ھذا قبر عیسیٰ ابن مریم“ اس روایت سے کم از کم وفات مسیح کا پتہ ضرور لگتا ہے۔ خواہ کہیں مرا ہو۔ یہ قصہ ابن جریر نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے جو نہایت معتبر اور آئمہ حدیث میں سے ہے۔ (چشمہ معرفت ص ۲۵۱، خزائن ج ۲۳ ص ۲۶۱)

۳۰...... ان مثل عیسیٰ عند اللّٰہ کمثل اٰدم اس میں یہ اشارہ ہے کہ آدم ہجرت کر کے ہند میں آئے تھے۔ اسی طرح حضرت مسیح بھی یہیں ہجرت کر کے آئے تھے اور چونکہ مسیح موعود دونوں کا مثیل ہے۔ اس لئے وہ بھی ہند میں ہی ہوا۔ (رسالہ تنقید غلام رسول ص ۳۱)

۳۱...... لاکھوں نے دیکھ لیا کہ آپ کی قبر سری نگر میں موجود ہے۔ جس جگہ آپ کو صلیب پر کھینچا گیا۔ اس کا نام گلگت یعنی سری اور سر ہے اور جس جگہ انیسویں صدی میں آپ کی قبر ثابت ہوئی۔ اس کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ گلگت جو کشمیر میں موجود ہے۔ یہ بھی سری کی طرف اشارہ ہے۔ غالباً یہ شہر حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں بنایا گیا ہے اور واقعہ صلیب کی یادگار مقامی کے طور پر اس کا نام گلگت یعنی سری رکھا گیا۔

(مسیح ہندوستان ص ۵۵، خزائن ج ۱۵ ص ایضاً)

۳۲...... اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں کہ حضرت مسیح میں دو ایسی باتیں جمع تھیں

جو کسی دوسرے نبی میں نہ تھیں۔ اوّل کامل عمر یعنی ۱۲۰ برس زندہ رہنا دوم دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت اس لئے ان کو نبی سیاح کہتے تھے۔ رفع جسمانی تسلیم کیا جائے تو ۱۲۰ والی روایت صحیح نہیں رہتی اور نہ یہ ممکن ہوتا ہے کہ ۳۳ سال میں انہوں نے دور دراز کے سفر کئے ہوں۔ حالانکہ یہ روایتیں ایسی متواتر ہیں کہ ان سے بڑھ کر خیال نہیں کیا جاسکتا۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۳۴) پر ہے کہ: ''اوحی من اللہ الیٰ عیسیٰ انتقل من مکان لئلا تعرف فتوذی'' ایک مکان سے دوسرے کو انتقال کرو تا کہ تم کو شناخت کرنے سے دکھ نہ پہنچے اور (ج ۲ ص ۷۱) میں ہے کہ: ''کان یسیح فاذا امسے اکل بقل الصحراء ویشرب الماء القراح'' آپ دن بھر سیاحت کرتے تھے۔ شام کو گھاس وغیرہ کھالیتے اور پانی پیتے اور (ج ۶ ص ۵۱) میں ہے کہ: ''احب شئی الیٰ اللہ الغرباء..... الذین یفرون بدینھم ویجتمعون الیٰ عیسیٰ'' حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کو وہ غریب بہت پیارے ہیں جو عیسیٰ مسیح کی طرح دین لے کر اپنے ملک سے بھاگتے ہیں۔ (مسیح ہندوستان میں ص ۵۵،۵۶، خزائن ج ۱۵ ص ایضاً)

نوٹ! صحیح ترجمہ یوں ہے کہ مسیح کے پاس جمع ہوتے تھے۔ مگر قادیانی عربی الگ ہے۔

۳۲..... ''سمی عیسیٰ مسیحا لانہ کان سأحا فی الارض لا یستقر'' آپ کو مسیح اس لئے کہا گیا کہ آپ ہمیشہ سیاحت میں رہتے تھے۔

(مسیح ہندوستان میں ص ۷۱، خزائن ج ۱۵ ص ایضاً)

۳۳..... نصیبین کو آپ نے اس لئے سفر کیا تا کہ فارس کی راہ سے افغانستان آئیں اور وہاں کے یہود کو جو افغان کے نام سے مشہور تھے تبلیغ کریں۔

(حوالہ مذکور ص ۶۹، خزائن ج ۱۵ ص ایضاً)

۳۴..... واقعہ صلیب سے چالیس روز تک آپ حواریوں سے ملتے رہے۔ مگر خفیہ دروازے بند کر کے کیونکہ افشاء راز کی ممانعت تھی۔ اسی واسطے ان کو مصنوعی بات بنانی پڑی کہ وہ آسمان پر چلا گیا ہے اور بعض یہودیوں کی توجہ مصروف کرنے کی خاطر مصنوعی قبریں بنالیں۔ تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ مسیح مر گئے ہیں اور تعاقب نہ کریں۔ حالانکہ مسیح پہاڑ سے اتر کر کئی سو میل نصیبین کو چلے گئے تھے۔ (عسل مصفےٰ ج ۱ ص ۵۷۱)

روضۃ الصفاء میں ہے کہ آپ کے ہمراہ نصیبین میں آپ کی والدہ اور حواری بھی تھے۔ (مریم، یعقوب، شمعون، توماں) یہ وہی تھوما حواری ہے کہ جس کے متعلق انسائیکلو پیڈیا ببلیکا میں لکھا ہے کہ وہ ہندوستان میں آیا تھا۔ اس لئے ضروری ہے کہ کشمیر میں یوز آسف کا نام پانے والا

حضرت یسوع آسف ہے نہ کوئی اور۔ (کشف الاسرار ص ۳۸)

۳۵...... بلدہ قدس میں حضرت مسیح کی قبر ہے۔ اس پر بڑا گرجا بنا ہوا ہے۔ اسی میں حضرت مریم کی قبر بھی ہے۔ (اتمام الحجتہ ص ۲۱، خزائن ج ۸ ص ۲۹۹)

۳۶...... معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم مسیح علیہ السلام کے ساتھ ہی ممالک مشرقیہ میں آ گئیں تھیں۔ کیونکہ ان کی قبر بھی ارض مقدسہ میں نہیں ہے۔ مریم کی قبر کاشغر میں ہے۔

(عسل مصفٰے ج ۱ ص ۴۵۳)

۳۷...... شام سے نصیبین کو پھر وہاں سے کوہ مری اور عیسیٰ خیل گئے جن سے نشان ملتا ہے کہ اصل میں کوہ مریم تھا اور عیسیٰ کی جماعت یا اولاد وہاں موجود ہے اور ضرور ان سے آپ کو کچھ تعلق ہے۔ (تنقید از غلام رسول ص ۳۳)

۳۸...... مریم صدیقہ کشمیر میں ''للہ ودی'' کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ لفظ عبرانی الماہ بمعنی جوان عورت کا بگڑا ہوا ہے۔ (اعجاز احمدی ص ۱۵ حاشیہ، از اسماعیل دہلوی)

۳۹...... تاریخ میں آیا ہے کہ یوز آسف صولابت سے آیا تھا۔ اصل میں صولابت ہے اور صلیب کا بگڑا ہوا ہے۔ کیونکہ کشمیری میں صلیب کو صولیب کہتے ہیں۔ ان کو بہت سمجھایا بھی مگر پھر بھی صولیب ہی کہتے ہیں۔ (ریویو دسمبر ۱۹۲۵ء)

۴۰...... کوئی تعجب نہیں کہ مرور زمانہ اور کثرت استعمال سے برتھوما حواری کا نام بگڑ کر بلوہر بن گیا ہو۔ (کشف الاسرار از سید صادق حسین اٹاوی)

۴۱...... پکی روٹی میں لکھا ہے کہ مسیح کی عمر ۱۳۰ برس تھی۔ صلیب کے بعد اگر زندہ نہ تھے تو یہ عمر کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ (ضمیمہ ظہور المسیح از ظہور الدین اکمل)

۴۲...... اسکول تے کجھ نہ پھول۔ پنجابی میں مشہور ضرب المثل ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ ایسو (عیسیٰ) تو کول (پاس) ہی کشمیر میں مدفون ہیں۔ زیادہ کرید کی کیا ضرورت ہے۔ (فاروق ص ۱۱، ۱۹۱۶ء)

۴۳...... ہر ایک نبی کے لئے ہجرت مسنون ہے۔ مسیح نے بھی کہا ہے کہ نبی بے عزت نہیں۔ مگر اپنے وطن میں مخالف یہ تو مانتے ہیں کہ مسیح نے سیاحت کی۔ مگر جب کہا جاتا ہے کہ کشمیر بھی گئے تو انکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ جب یہ مان لیا کہ عہد نبوت میں آپ نے سیاحت کی تھی تو کیا کشمیر جانا حرام ہو گیا تھا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ وہاں گئے ہوں اور وفات پائی ہو۔ پھر جب

صلیبی واقعہ کے بعد آپ سیاحت کرتے رہے تو آسمان پر کب گئے۔ اس کا جواب نہیں بن پڑتا۔

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۳ حاشیہ، خزائن ج ۱۷ ص ۱۰۶، ۱۰۷)

۴۴...... ممکن ہے کہ کوئی شہزادہ بھی یوز آسف ہو۔ جس کا نام مسیح کے نام پر رکھا گیا ہو۔ جیسے داؤد سلیمان وغیرہ نام بطور تفاؤل رکھے جاتے ہیں۔ (تنقید غلام رسول ص ۲۵)

۴۵...... لیڈی مسز فود کا قول ہے کہ ایک روایت ہے کہ مسیح خود بھی ہندوستان میں آئے تھے۔ ممکن ہے کہ تھوما کا کام دیکھنے آئے ہوں۔ کیونکہ وہ خود کہتا ہے کہ مسیح نے مجھے بھیجا تھا۔

(فاروق ص ۱۵، ۲۷ر اپریل ۱۹۱۶ء)

۴۶...... بعض مورخین کی رائے ہے کہ تھوما اور اس کے بعد بارتھولومیو ہندوستان میں آئے تھے۔ ممکن ہے کہ بعض دیگر حواری بھی آئے ہوں۔ کیونکہ مرقس نے بھی ایلچی بھیجے تھے۔

(فاروق ص ۱۰، ۱۱ر مئی ۱۹۱۹ء)

۴۷...... اگر یوز آسف کے واقعات گوتم کے واقعات سے ملتے ہوں تو اس سے ایک شخص کا نام ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ جس طرح گوتم کو بدھ کا خطاب دیا گیا تھا اسی طرح حضرت مسیح کو بھی بدھ کا خطاب دیا گیا ہو۔ اس لئے کہ بدھ حکیم کو کہتے ہیں اور گوتم سے پہلے کئی بدھ ہو چکے تھے۔ (ریویو ص ۴۷۴، نومبر ۱۹۰۳ء)

۴۸...... واقعہ صلیب کے بعد ہجرت کشمیر کے دلائل کتاب المسیح فے الہند باب نمبر ۱ میں یوں دیئے ہیں کہ پلاطوس نے یوسف نامی ایک معتبر رئیس خیر خواہ مسیح کو بلوا کر آپ کے مرنے سے پیشتر ہی لاش دے دی تھی۔ آپ ساری رات اپنی نجات کے لئے دعا مانگتے رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ منظور نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ آپ راست باز اور خدا کے بیٹے کہلاتے تھے۔ متی ب ۲۴ میں زکریا علیہ السلام کو آخری مقتول نبی لکھا ہے جو یہود نے قتل کئے تھے۔ نہ کہ مسیح علیہ السلام کو اور ب ۱۶ میں ہے کہ آپ واقعہ صلیب سے واپس آکر یورشلیم کی تباہی کے وقت ملے تھے۔ اگر یہ واپسی ہجرت کشمیر کے بعد مراد نہ لی جائے تو ضروری ہے کہ یہ ملاقات روحانی ہو۔ کیونکہ کئی دفعہ زندہ کو عین بیداری کی حالت میں مردہ کا ملنا صوفیائے کرام کے تجربہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ایک حواری حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لشکر اسلام کو ایک پہاڑ پر ملا تھا۔ آپ کی پیشین گوئی تھی کہ میں دوسری دفعہ آؤں گا۔ جس سے مراد صلیب کے بعد زندگی ہے۔ متی ب ۲۴ میں ہے کہ آپ بادل سے اتریں گے۔ اس سے مراد مسیح موعود ہے۔ کیونکہ اس کے عہد میں وہ تمام علامات پائی گئی ہیں جو آپ نے ذکر کی تھیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ تمام قومیں چھاتی پیٹیں گی۔ (تو یہ ظاہر ہے کہ

مرزائی جماعت نے سب کو بیزار کر رکھا ہے) اور ب ۲۷ میں ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد مردے قبروں سے نکل کر تصدیق مسیح کے لئے بیت المقدس میں آئے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ یہ ایک خواب تھا۔ جس کی تعبیر یہ تھی کہ مسیح کو صلیب سے نجات ملی ہے۔ کیونکہ کتاب تعطیر الانام میں لکھا ہے کہ خواب میں مردہ نکلتا ہوا دکھائی دے تو قیدی کی رہائی ہوتی ہے۔ علاوہ بریں ہجرت کشمیر کی شہادت ملتی ہے۔ مگر ہجرت سماوی کی عین شہادت نہیں ملی۔ آپ کا قول مشہور ہے کہ میں ہادی ہوں خدا سے محبت رکھتا ہوں۔ اس سے میں نے پاک پیدائش پائی ہے اور اس کا پیارا بیٹا ہوں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلیبی موت سے بچ کر کشمیر چلے گئے تھے۔ ورنہ لعنت کی زد میں آجاتے۔ متی باب ۲۶ میں ہے کہ آپ نے کہا کہ جی اٹھنے کے بعد تم سے آگے جلیل کو جاؤں گا۔ مگر آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ آسمان پر جاؤں گا۔ برنباس حواری کی انجیل میں موت صلیبی سے بالکل انکار ہے۔ اس انجیل کو اگرچہ یونہی باطل سمجھا گیا ہے۔ مگر تاریخی نکتہ خیال سے دوسری اناجیل سے کم درجہ نہیں رکھتی۔ اس لئے تاریخی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اناجیل میں ہے کہ آپ حواریوں کو ملے جب کہ وہ کچھ کھا رہے تھے اور اپنے زخم بھی دکھائے تو ان کو خیال ہوا کہ شاید یہ روحانی ملاقات ہے۔ اس لئے آپ نے مچھلی اور شہد کھا کر یقین دلایا کہ آپ کی زندگی واقعہ صلیب کے بعد جسمانی تھی۔ اس کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ قبر سے نکل کر آپ جلیل کو گئے تھے۔ قرائن بھی جسمانی حیات کے موجود ہیں۔ کیونکہ جمعہ کے دن عصر کے قریب آپ کو صلیب دیا گیا۔ مگر اس وقت تین گھنٹے طوفان باد اور زلزلہ آیا۔ جس سے یہودی بے دل ہو گئے اور اگلے دن عید فسح اور سبت اکبر کی تقریب تھی۔ اس لئے وہ نہ چاہتے تھے کہ ہفتہ کی رات کو بھی کوئی مجرم صلیب پر رہے۔ دوسری طرف خیر خواہین مسیح تاک میں تھے کہ ان کو جلدی لاش مل جائے۔ پلاطوس کی بیوی کو فرشتہ نے دھمکی دی تھی کہ اگر مسیح صلیب پر مر جائیں گے تو تم تباہ ہو جاؤ گے۔ تو بیوی کے کہنے سے پلاطوس بھی آپ کو بچانے کی دھن میں لگا ہوا تھا۔ حسن قسمت سے یوسف ارمیتا یہودی نے وہ لاش مانگی تو اسے فوراً یہ کہہ کر دی گئی کہ وہ تو مر ہی گیا ہوگا۔ یہود نے بھی اپنی افراتفری میں زیادہ کرید نہیں کی کہ آپ نیم مردہ تھے تو آپ کے خیر خواہوں نے ایک کھڑکی دار قبر میں (جو بلاد شام کے دستور کے مطابق ایک ہوادار کمرہ کی صورت میں سب کے لئے پہلے ہی تیار کی جاتی ہے) لے گئے۔ کشمیر کی قبر بھی کھڑکی دار ہے۔ ایک اور قرینہ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ چور بھی صلیب پر لٹکائے گئے تھے۔ مگر ان کی ٹانگیں اور پسلیاں توڑ کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ لیکن مسیح کے پہلو میں برچھی مار کر خون اور پانی دیکھ کر بھی کہہ دیا کہ یہ مر گیا ہے۔ اس لئے آپ کی ٹانگیں نہ توڑیں اور صحیح سلامت

صلیب سے اتار لیا اور وہ صلیب بھی آج کل کی پھانسی کی طرح نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ وہ ایک ٹکٹکی کی شکل کی لکڑی ہوتی تھی۔ جس پر آدمی کو کیلوں سے باندھا جاتا تھا۔ ہاتھ پاؤں میں میخوں کے ٹھونکنے سے گو تکلیف تو بہت ہوتی تھی۔ مگر دو تین روز تک جان نہیں نکلتی تھی۔ اس لئے آپ کا صلیب پر لٹکایا جانا تین گھنٹہ سے زیادہ ثابت نہیں ہوا۔ اسی طرح اس کتاب کے ب۲ میں لکھا ہے کہ شبہ لہم کا یہ مطلب ہے کہ واقعہ صلیب کے وقت زلزلہ اور طوفان باد سے یہودیوں کی اپنی بدھ ماری گئی تھی۔ اس لئے وہ شناخت نہ کر سکے کہ واقعی مسیح فوت ہو چکے ہیں اور سطحی تحقیق پر ہی یقین کر لیا کہ آپ مر ہی گئے ہوں گے۔ ''وجیھا فی الدنیا'' میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کشمیر میں واقعہ صلیب کے بعد آئے اور یہود کی دس قوموں میں اعزاز حاصل کیا اور آپ کی تصویر سکہ پر بھی دکھائی گئی۔ ورنہ ملک شام میں آپ کو دنیاوی وجاہت حاصل نہ تھی۔ مطہرک میں یہ اشارہ ہے کہ یہودی آپ کو صلیبی موت سے ملعون کرنا چاہتے تھے۔ مگر خدا نے حکمت عملی سے آپ کو بچا کر کشمیر بھیج دیا۔ کیونکہ روایات سے ثابت ہے کہ آپ کی عمر ۱۲۵ برس تھی۔ اگر یہ ہجرت نہ مانی جائے تو یہ روایت جو بہت ہی متواتر ہے جھوٹی ثابت ہوگی۔ کیونکہ واقعہ صلیب کے وقت آپ کی عمر صرف ۳۳ برس تھی۔ یہ بھی وارد ہے کہ آپ کو وحی ہوئی تھی کہ: ''انتقل من مکان الیٰ مکان اٰخر'' آپ شام چھوڑ کر کشمیر کو چلے جائیں۔ مرہم عیسیٰ جو خاص واقعہ صلیب کے بعد آپ کو چنگا کرنے کے لئے بذریعہ وحی حواریوں نے ایک ایک دوا تجویز کر کے بنائی تھی چالیس روز تک برابر استعمال کرنے سے تمام زخم درست ہو گئے تھے۔ اس کی تصدیق یونانی کتب طب میں موجود ہے اور ان میں یہ نسخہ بطور کتبہ کے نقل کیا ہے اور صاف لکھ دیا ہے کہ مسیح کے لئے تیار ہوئی تھی اور یہ خیال کرنا درست نہیں کہ شاید واقعہ صلیب سے پہلے کسی اور موقعہ پر آپ کو چوٹ لگی تھی تو حواریوں نے تیار کی تھی۔ کیونکہ واقعہ صلیب سے پہلے کسی تاریخ میں آپ کو چوٹ کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی نبوت کے پہلے بھی آپ کے حواری تھے۔ یہ مرہم لوگوں نے مذہب سے غافل ہو کر اپنی اپنی کتابوں میں نقل کی۔ مگر تاریخی فائدہ اٹھانے سے محروم رہے۔ کیونکہ خدا کی تقدیر میں اس سے فائدہ اٹھانا مسیح موعود کے لئے مخزون تھا۔ حالانکہ یہ مرہم کم از کم ہزار کتاب طب میں لکھی جا چکی ہے۔

آخری باب میں لکھا ہے کہ گوتموان کہتا تھا کہ میں پچیسواں بدھ ہوں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھ بانی مذہب کا تشریعی خطاب ہوتا تھا۔ اس لئے جنہوں نے یوز آسف اور یسوع کو بدھ قرار دیا ہے صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بدھ مذہب میں آپ کو متیا گوارا (مسیح سپید رنگ) میثخ

(مسیح)''راحولتا''(روح اللہ) لکھا ہے۔ آپ بدھ کے چھٹے مرید تھے۔ یعنی چھ سو سال بعد پیدا ہوئے۔ گویا آپ بدھ کے بروز تھے۔ کیونکہ انجیل میں تناسخ تین قسم لکھا ہے کہ انسان انسان رہے یا دوسرے جون میں انسان کے آثار اس میں پائے جائیں یا تمام جنم بھوگنے کے بعد پھر انسان کی جون میں آئے۔ اس لئے پہلی قسم کا تناسخ بروز ہوگا۔ کیونکہ آپ نے بدھ کے خواص حاصل کئے تھے۔ تعلیم بھی تقریباً اسی کی طرح تھی اور پیدائش بھی بغیر باپ کے اسی کی طرز پر تھی۔ بال بچے اور ماں کی خبر گیری سے دونوں بے نیاز تھے۔ بہر حال بدھ مذہب اور نصرانیت ایک ہی ہیں اور تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت خالد بن الولید کے داخلہ سے پہلے تمام افغانستان یہودی تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ضرور کشمیر میں آئے اور انہوں نے اسرائیلی اقوام کو تبلیغ کی۔

۲......ہجرت کشمیر پر ایک لمحہ نظریہ

یہاں پر مرزائی خیالات کے باہمی تضاد کو نظر انداز کر کے یہ خلاصہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ۳۳ برس کی عمر میں عصر جمعہ کو مصلوب ہوئے۔ تین گھنٹہ کے بعد نیم مردہ اتار لئے گئے اور ایک زمین دوز سرد خانہ میں چالیس روز تک مرہم عیسیٰ سے چنگے ہو کر دجلہ وفرات کے درمیانی فاصلہ کو کاٹتے ہوئے فارس اور کابل پہنچے۔ پھر افغانستان میں شادی کی۔ بچے پیدا ہوئے تو وہاں سے چل دیئے اور پشاور پہنچ کر ہندوستان کے مشہور مقامات بنارس او جن گڑھ اور جگن ناتھ وغیرہ مقامات میں تشریف فرما ہوئے اور وہاں پھرتے پھراتے کشمیر میں ۸۷ برس گذار کر وفات پائی اور محلہ خانیار سری نگر میں آپ کا مقبرہ تیار ہوا۔ جس میں اب تک دو قبریں موجود ہیں اور روبقبلہ دونوں شمالاً وجنوباً واقع ہیں۔ حکیم نور الدین کا بیان ہے کہ قبر کا رخ بیت المقدس کی طرف ہے۔ شاید قبر کا سر مراد لیا ہوگا۔ پہلی قبر پنجرہ چوبین کے اندر شمالی طرف روبقبلہ ہے اور دوسری قبر اسی لائن میں پامری کی طرف پہلی کی طرح روبقبلہ ہے۔ مگر پہلی سے چھوٹی ہے۔ پہلی قبر یقیناً یوز آسف کی ہے۔ شاہزادہ اور عیسیٰ بھی کہتے ہیں۔ دوسری قبر حضرت مریم کی ہے یا سید نصیر الدین مرحوم کی۔ اس پنجرہ کو جنوب کی طرف سے دروازہ رکھا گیا ہے جو عموماً بند رہتا ہے اور پنجرہ کے چاروں طرف مطاف اور پھرنے کی جگہ ہے۔ جیسے کہ عام مزاروں کے اردگرد ہوتی ہے۔ مگر یہ مطاف بھی مسقف ہے اور اس کی مغربی دیوار میں جنوب ومغرب کے کونے میں اب تک ایک سوراخ موجود ہے۔ جس سے پہلے زمانہ میں خوشبو آتی تھی اور خیال کیا گیا تھا کہ اس میں ایک خزانہ بھی مدفون ہے۔ اس تھیوری (نظریہ) پر یہ شکوک پیدا ہوتے ہیں کہ:

۱...... مسیح علیہ السلام کی عمر واقعہ صلیب کے وقت ۳۳ برس بتا کر قیام کشمیر کی مدت عمر ۸۷ سال بتائی جاتی ہے۔ تا کہ دونوں عمریں مل کر ۱۲۰ سال کی عمر مکمل کریں۔ مگر یہ نہیں بتایا گیا کہ آپ نے جلیل سے پشاور تک ہزار کوس سے زیادہ کا فاصلہ کتنی مدت میں طے کیا تھا اور وہاں سے ہندوؤں کے مقامات ومعابد کو جاتے ہوئے کون سا راستہ اختیار کیا تھا اور تقریباً دو ہزار کوس کا چکر کاٹ کر کشمیر میں کس سال اور کس تاریخ کو داخل ہوئے تھے؟

۲...... وہ مدت اقامت بھی متعین نہیں کی گئی جو آپ نے افغانستان میں خانہ آبادی کے لئے گذاری تھی۔ غالباً تیس چالیس برس سے وہ بھی زائد عمر ہوگی۔ کیونکہ عیسیٰ خیل قوم کا وہاں آج تک موجود رہنا ایک پوری زندگی کا مقتضی ہے۔ ورنہ صرف چند سال سے قوم کا آغاز نہیں ہوسکتا۔

۳...... تین ہزار میل کا سفر اور قیام افغانستان کی مدت کے لئے کم از کم دس سال تجویز کئے جائیں تو قیام کشمیر کی مدت ۷۷ سال رہ جاتی ہے اور اگر روئی انجیل کے مطابق تعلیم دیدار تبلیغ کے لئے بھی الگ وقت نکالا جائے تو دس سال اور کم ہو جائیں گے اور قیام کشمیر کی مدت صرف ۶۰ اور ۶۶ سال کے درمیان رہ جاتی ہے۔ اس لئے یقینی طور پر قیام کشمیر کو ۸۷ سال قرار دینا قرین قیاس نہیں ہے۔

۴...... ایک اولوالعزم نبی اس تھیوری کے مطابق کشمیر میں پورے ۸۷ سال روپوش ہو کر رہتا ہے اور کوئی ایک کشمیری یا افغان عیسائی مذہب قبول نہیں کرتا اور ملک شام میں تو تین سالہ تبلیغ نے تمام ملک کو عیسائیت کا گرویدہ کر لیا تھا۔ مگر یہاں نہ کشمیر میں کسی گرجا کا نشان پایا جاتا ہے نہ کوئی ہیکل ہے اور نہ کوئی صلیبی نشان یا صلیبی تعلیم موجود ہے۔ اگر کہا جائے کہ آپ نے پوری پوری تبلیغ سے کام لیا تھا اور راجہ کو عیسائی بنایا تھا۔ جس نے کہ آپ کی تصویر اپنے سکہ پر چھپوائی تھی تو یہ شبہ اور بھی زوردار ہو جاتا ہے کہ جس نبی کو شاہانہ قوت حاصل ہو اور تبلیغ رسالت میں ناکام رہے بہت ہی تعجب انگیز امر ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تھیوری صرف خیالی امور پر مبنی ہے اور بس۔

۵...... ہمیں کہا جاتا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے افغانستان کو اپنے زمانہ میں یہودی پایا تھا۔ اگر اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کا مذہب اب تک یہودی تھا تو حضرت مسیح کی تبلیغی کوشش کو ناکام تصور کرنا پڑتا ہے اور اگر یہ مراد ہو کہ گو وہ لوگ مذہب کی رو سے یہودی نہ تھے۔ مگر قومیت کی رو سے یہودی ضرور کہلاتے تھے تو ایک اور مشکل آپڑتی ہے کہ کم از کم

عیسیٰ خیل کو تو اس عنوان سے خالی ضرور ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ وہ تو آپ کی صلبی اولاد تھی اور آپ یہودی مشہور نہ تھے۔

۶...... ایک اور بھی مشکل آپڑتی ہے کہ جب حیات مسیح کے قائل یوں کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر تبلیغ اسلام میں مصروف ہوں گے تو شروع شروع میں گولڑائیاں ہوں گی۔ مگر بعد میں امن قائم ہوگا اور دنیا میں صرف ایک ہی مذہب رہ جائے گا اور یہود و نصاریٰ تمام کے تمام مسلمان ہو جائیں گے تو ان پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ عقیدہ آیات قرآنیہ کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں صاف مذکور ہے کہ: ''القینا بینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیمۃ'' ہم نے یہود و نصاریٰ کے درمیان قیامت تک دشمنی ڈال دی ہے۔ پس اگر وہ سارے مسلمان ہوں گے تو ان کو یہود و نصاریٰ کیسے کہہ سکیں گے۔ کیونکہ یہ دونوں عنوان مذہبی ہیں اور ان کا قیام ان کے مذاہب کا قیام ہے۔ مگر اس سوال و جواب کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا افغانستان اور بالخصوص عیسیٰ خیل باوجود عیسائی ہونے کے یہودی کہلاتے تھے؟ نہیں تو پھر یہ لفظ مذہبی عنوان نہیں رہ سکتا اور اگر یوں کہا جائے کہ آپ نے تبلیغی جدوجہد بالکل ترک کر دی تھی۔ یہاں تک کہ اپنی اولاد کو بھی عیسائی نہ بنا سکے تو یہ الزام پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ سچے نبی تھے تو آپ نے کوتاہی کیوں کی اور اگر آپ کی وعظ سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوا تو آپ کی صداقت مخدوش ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب نبی کا مقابلہ یا انکار کیا جاتا ہے تو منکرین کا وجود اپنی حالت پر قائم نہیں رہتا۔

۷...... ہندوستان میں آپ نے دو ہزار میل کا چکر لگا کر تبلیغ کی اور ایک بھی عیسائی نہ ہوا اور بغیر فیصلہ آسمانی کے یہاں کشمیر میں آچھپے تو آپ کی صداقت کیسے ثابت ہوگی اور ناکامی کا دھبہ آپ کی سوانح سے کیسے اٹھ سکے گا۔ کیونکہ سچے اور جھوٹے کا معیار قادیانی تعلیم کی رو سے کامیابی اور ناکامی پر مبنی ہوتا ہے۔

۸...... ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اسرائیلی قبائل کی جستجو میں یہاں آئے تھے اور اسی بناء پر آپ کو عبرانی زبان میں آسف (متلاشی) کہا گیا تھا۔ مگر صرف کشمیر اور افغانستان میں گو کمزور دلائل سے یہودی قوم بتائی جاتی ہے۔ لیکن جگن ناتھ اور بنارس میں یہودی قوم کا ایک فرد بشر بھی ثابت نہیں کیا جاتا تو پھر کیوں منوایا جاتا ہے کہ آپ غیر اقوام کی طرف سینکڑوں میل کا چکر کاٹ کر گئے تھے اور خواہ مخواہ بے فائدہ تبلیغ کرتے رہے۔ بالخصوص جب کہ ابھی تک یہودی کشمیر میں تبلیغ کے محتاج تھے اور آپ کو وہاں جا کر تبلیغ کرنا فرض کیا گیا تھا تو ایک

فرض تبلیغ کو چھوڑ کر زائد تبلیغ کی طرف قدم اٹھانا ایک صاحب شریعت نبی کی شان کے شایان معلوم نہیں ہوتا۔

۹...... بارگاہ الٰہی میں حضرت مسیح علیہ السلام کا اظہار بیان یوں مذکور ہے کہ: ’’کنت علیهم شهیداً مادمت فیهم ‘‘جب تک میں بنی اسرائیل میں دیکھ بھال کرتا رہا۔ کسی نے میرے سامنے اظہار شرک نہیں کیا تھا۔ اب یہودی تین قسم کے بتائے جاتے ہیں۔ شامی، کشمیری اور افغانی۔ مگر یہ نہیں بتایا جاتا کہ آپ نے اپنے اس بیان میں کون سے یہودی مراد لئے ہیں۔ کشمیری اور افغانی یہودیوں میں جب آپ کی تبلیغ کا کوئی سچا اور پختہ ثبوت نہیں ملتا تو ظاہر ہے کہ اس آیت میں شامی یہودی ہی مراد ہوں گے اور یہ ماننا پڑے گا کہ آپ کی ساری تبلیغ وہیں منحصر تھی نہ کشمیر میں تھی اور نہ افغانستان یا بنارس میں۔ بالخصوص بنارسی تبلیغ کا تو بالکل پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ ان اطراف میں کوئی یہودی ثابت نہیں کیا گیا۔ اگر یہ عذر کیا جائے کہ یہ جواب آپ کی تبلیغی عمر کے تمام حصوں سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ صرف اس حصہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جو آپ نے خاص شامی یہودیوں میں بسر کی تھی تو حیات مسیح کا دروازہ بالکل کھل جاتا ہے۔ کیونکہ وہ صرف اسی اصول پر بند تھا کہ آپ ساری تبلیغی عمر میں یہودیوں سے باخبر رہے تھے۔

۱۰...... آیت متذکرہ بالا کے ماقبل و مابعد ملانے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جن یہودیوں میں آپ کا دوام عمر اور بقار ہا انہی میں ہی توفی ہوئی یعنی شام کے یہودیوں میں آپ نے تبلیغی عمر بسر کی اور ان ہی میں توفی کا واقعہ پیش آیا۔ مگر اس تھیوری نے اس آیت کو ایسا بے لطف کر دیا ہے کہ دوام عمر کی جگہ تو شام میں معین کی ہے اور توفی کشمیر کے فرضی یہودیوں میں مقرر کر ڈالی ہے۔ حالانکہ قرآن شریف میں نہ افغانی یہودیوں کا کوئی ذکر ہے اور نہ کشمیری یہودیوں کا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تھیوری معقولیت سے بھی بالکل خالی ہے۔

۱۱...... آیت شریف ’’انی متوفیك ورافعك ومطهرك ‘‘میں بھی ترتیب مضمون کی رہنمائی کے ماتحت یہ کہنا پڑتا ہے کہ توفی، رفع اور تطہیر کا ایک ہی مقام ہے۔ کیونکہ مرزائی تعلیم ہمیں یہ بتاتی ہے کہ شام کے یہودیوں نے آپ کو صلیب پر کھینچنے سے ملعون ثابت کرنا چاہا تھا۔ مگر خدا نے اپنی حکمت عملی سے آپ کو اس لعنت سے بچا لیا۔ اب رفع روحانی اور توفی بھی اگر ان ہی مخالفوں کے سامنے ہوتی تو ان پر اتمام حجت ہو سکتی تھی کہ یہ لو جس کو تم ملعون ثابت کرتے تھے۔ دیکھو اس کا رفع روحانی بذریعہ موت جسمانی ہو رہا ہے۔ مگر حیرت ہے کہ آپ کو روپوش کر کے کس مپرسی کے عالم میں کشمیر پہنچایا جاتا ہے اور مطلقاً مخالفین کو اطلاع نہیں دی جاتی کہ کشمیر میں

آپ کی رفع روحانی قرار پائی ہے تو اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا نکل سکتا ہے کہ یہودیوں کو اگر کہا جائے کہ آپ کی رفعت روحانی کشمیر میں ہو چکی ہے تو وہ صاف کہیں گے کہ تم میں شئے لطیف کی بہت کمی ہے۔

۱۲...... یہ تھیوری اس لئے بھی غلط ہے کہ کبھی تو یوں کہا جاتا ہے کہ مسیح کی اولاد نہ تھی اور کبھی کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ خیل آپ کی اولاد ہیں اور کبھی کہا جاتا ہے کہ والدہ سے آپ کو نفرت تھی اور اسے کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا تھا اور کبھی کہا جاتا ہے کہ نہیں نہیں وہ بھی کشمیر میں آپ کے ہمراہ تھیں اور شیخ نصیر الدین کی قبر کو مریم کی قبر قرار دیا جاتا ہے۔

۱۳...... مرہم عیسیٰ کو واقعہ صلیب کے بعد صحت جسمانی اور حیات جسمانی کی دلیل بتایا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ مرہم ضربہ سقطہ اور ناسور وطاعون کے لئے بنائی گئی ہے۔ مخصوص طور پر زخموں کے لئے نہیں بنائی جاتی تو کیا حضرت مسیح کو واقعہ صلیب کے بعد قبر نما سردخانہ میں طاعون بھی ہوا تھا۔ یا ناسور بھی پڑ گئے تھے۔ کہیں سے گر بھی پڑے تھے یا کہیں چوٹ بھی لگی تھی؟ اگر زخموں کے لئے بنانا اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت مسیح کو صلیبی زخم ہوئے تھے تو یہ بھی امکان ہوگا کہ دوسری بیماریاں بھی آپ کو ہوئی ہوں گی۔ اس اصول کے مطابق یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ جبریل بھی ایک دفعہ بیمار ہوئے تھے کہ طب کی کتابوں میں دواء جبریل بھی مشہور نسخہ ہے۔ نمک سلیمانی بھی حضرت سلیمان علیہ السلام نے شاید بنایا تھا؟ ایک دوائی کا نام ید اللہ ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خدا کا ہاتھ دوائیوں کا بنا ہوا ہے۔ شرب الصالحین ایک شربت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صالحین شراب بھی پیا کرتے تھے۔ کتاب ضربت عیسوی میں لکھا ہے کہ اس کا نام صرف مرہم عیسیٰ نہیں ہے بلکہ اسے مرہم رسل، مرہم سلیخا، مرہم حوارین، مرہم مندیا، مرہم زہرہ، مرہم اثنا عشری بھی کہتے ہیں۔ یونانی زبان میں اسے ڈودیکار فار میکم کہتے ہیں۔ یعنی بارہ دوائیں (موم سپید، راتینج اشق، زراوند طویل، کندر، جاؤشیر، مرکی، بیروزہ، مقل مردہ سنگ، روغن زیت، زنگار) مگر اس وجہ تسمیہ میں زخم مسیح کا کوئی ذکر نہیں۔ غالباً بعد میں جب دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے تو اس کا تقدس بڑھانے کے مجوسیوں نے تو اسے مرہم زہرہ کہہ دیا نہ اس لئے کہ زہرہ ستارہ کو بھی کبھی زخم ہوا تھا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اس کی پرستش کرتے تھے اور یہ عادت ہے کہ بہت مفید اور کامل الاجزاء چیز کو اپنے معبود یا کسی بزرگ کی طرف منسوب کر دیا کرتے ہیں۔ اسی بناء پر حضرات شیعہ نے اسے مرہم اثنا عشری کا لقب دے کر تصور دلایا ہے کہ گویا ائمہ اہل بیت کے بارہ اماموں کا فرمودہ ہے۔ حالانکہ بارہویں امام کا ظہور ابھی تک زیر بحث ہے۔ عیسائیوں نے اس کو بارہ رسولوں کی طرف

منسوب کر دیا۔ لیکن باوجود اس مقدس وجہ تسمیہ کے یہ لفظ کسی نے نہیں لکھے کہ خاص طور پر واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام پر یہ مرہم استعمال کی گئی تھی۔ جب کہ آپ کو صلیب پر میخوں سے زخم آئے تھے اور طبی نکتہ نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو یہ مرہم اس جگہ استعمال کی جاتی ہے کہ جب پھوڑے پھنسی گندے مواد سے بھر جائیں۔ نہ ان تازہ زخموں کے لئے جو ابھی پیدا ہوئے ہوں۔ ہاں ضربہ سقطہ کے لئے کارآمد ہے۔ مگر لوہے سے جو زخم آئے ہوں اور ان میں ضربہ سقطہ کے آثار نہ ہوں۔ ان کے واسطے یہ مرہم مخصوص نہیں ہے۔ اس لئے اس مرہم کو ہجرت کشمیر پر دلیل پیش کرنا قابل اعتبار نہ ہوگا۔

۱۴...... مرزائی تعلیم میں جب معجزات عیسویہ کو عمل بالید، عمل ترب اور دوائیوں یا خاص خاص چشموں کے پانیوں کی تاثیرات پر مبنی کیا گیا ہے تو صاف یوں کیوں نہیں کہہ دیا جاتا کہ حواریوں کے پاس یہ مرہم ہر وقت تیار رہتی تھی۔ جس سے اعجاز نمائی کے طور پر پھوڑے پھنسیوں کو اچھا کر دیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ ہجرت کشمیر ثابت کرنا تھا۔ اپنا مذہبی اصول چھوڑ کر بات کا بتنگڑ بنا دیا اور اخیر میں لکھ دیا کہ لوگوں نے گو اسے مرہم عیسیٰ تسلیم کیا ہے۔ مگر اس سے تاریخی فائدہ نہیں اٹھایا۔ مگر مخالف کہہ سکتا ہے کہ۔

سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

جناب نے جو تاریخی فائدہ اٹھایا ہے وہ سب خیالی ہے اور واقعات اس کی سخت تردید کر رہے ہیں۔ اگر ایسے وہمی مواد کو کچھ وقعت دی جاسکتی ہے تو ہندوستان و پنجاب میں مکہ، مدینہ، مہدی آباد، مصطفےٰ آباد، محمدی پور وغیرہ بہت سے مقامات موجود ہیں۔ معلوم نہیں کہ قادیانی موشگافی یہاں پر کیا کیا گل کھلاتی ہوگی۔ خصوصاً شیعہ آبادی میں جب ائمہ اہل بیت کے نام پر بارہ بستیوں کے نام ائمہ اطہار سے منسوب پائیں گے تو اور بھی ان کے لئے موقعہ حاصل ہوگا کہ کہہ دیں کہ بارہ اماموں کی اصل جگہ یہی بستیاں ہیں یا کم از کم یہاں بروز ضرور ہوا ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان کے اس طرح کے نام مشہور ہوں۔ گویا مرزائی تعلیم میں ہر ایک چیز کی وجہ تسمیہ میں ضرور واقعات مسیح سے کچھ نہ کچھ تعلق ہوتا ہے۔ (بہت خوب)

۱۵...... چونکہ یہ نظریہ اسلام کی مسلسل تعلیم کے خلاف ہے۔ اس لئے قابل التفات نہیں اور جو اسلامی ثبوت پیش کئے جاتے ہیں ان میں قطع و برید کی گئی ہے۔ چنانچہ اکمال الدین ایک شیعہ مذہب کی مسئلہ غیوبیۃ پر کتاب لکھی گئی ہے اور انبیاء وائمہ علیہم السلام کے حالات واقوال سے یہ مسئلہ ثابت کیا گیا ہے۔ مگر مرزائی تعلیم میں اس کو کتاب یوزآسف کا ترجمہ صرف اس بناء پر

بتایا جاتا ہے کہ اس میں چند اوراق کے اندر حکیم بلوہر کے نصائح بھی درج ہیں۔ اسی طرح روضۃ الصفاء ایک مسلمہ اور مذہبی تاریخ ہے۔ اس میں واقعہ صلیب سے اوّل کے حالات متعلقہ مسیح کا ذکر ہے۔ مگر اس نظریہ میں اس کو تبدیل کر کے واقعہ بعد صلیب قرار دیا گیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اکمال الدین میں شہزادہ یوز آسف کے تفصیلی سوانح حیات قلمبند کرتے ہوئے مصنف نے اس کے باپ کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ شہزادہ ایک دفعہ اپنے ملک میں خدارسیدہ ہو کر واپس بھی گیا تھا اور والدین نے بہت خوشی منائی تھی۔ مگر یہ تبلیغ کرتے ہوئے پھر اپنے ملک سے چلا آیا تھا اور کشمیر میں آ کر گوشہ نشین ہوا اور یابدشاگرد کو وصیت کر کے وفات پائی۔ بہر حال یوز آسف کی تاریخ میں واقعہ صلیب کا ذرہ بھر بھی ذکر نہیں اور نہ ہی یہ ذکر ہے کہ کوئی قوم اس کو گرفتار کر کے سلطان وقت کے دربار میں بغاوت کے الزام میں لے گئی تھی۔ لیکن مرزائی تعلیم نے اس تاریخی واقعہ کو اس طرح تبدیل کر دیا ہے کہ اس کا سر اور پاؤں دونوں کاٹ کر درمیانی حصہ مسیح پر چسپاں کر کے دکھلا دیا ہے کہ یوز آسف، یسوع بن یوسف ہی تھا۔ وہمی بیانات کو یقینی اصول وعقائد کی صف میں کھڑا کرنے میں کمال جرأت سے کام لیا ہے۔ اس لئے محققین کی نظر میں یہ نظریہ گناہ عظیم کا ارتکاب ثابت ہوا ہے۔

۱۶...... اس نظریہ میں کچھ معقولیت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ قرین قیاس کبھی نہیں ہوسکتا کہ مسیح علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد قبر نما سرد خانہ میں چالیس روز تک زیر علاج رہیں اور بارہ حواری جمع ہو کر کمال اطمینان کے ساتھ ایک مرہم عیسیٰ بھی تیار کریں اور باقاعدہ تیمارداری میں لگے رہیں۔ مگر یہودیوں کو ذرہ بھی اطلاع نہ ہوئی ہو اور ایک روایت کی رو سے حضرت مسیح تیسرے روز جلیل تک سفر بھی کر کے واپس آ گئے ہوں۔ لیکن یہودی ایسے اندھے اور بہرے ہو گئے ہوں کہ نہ ان کو حواریوں کا اجتماع نظر آیا تھا اور نہ ان کو حضرت کے متعلق کوئی واقعہ سنائی دیا۔ سب سے بڑھ کر اس نظریہ میں یہ نامعقولیت بھی ہے کہ خواہ مخواہ حضرت کو تکلیف دی گئی ہے کہ بنارس تک تین ہزار کوس کا دور دراز سفر کاٹ کر پھر واپس تشریف لائیں۔ یہاں قدرۃً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بنارس کیوں گئے تھے؟ اگر وید سیکھنے گئے تھے تو انجیل کلام الٰہی تسلیم نہیں کی جاسکتی اور اگر تبلیغ کے لئے گئے تھے تو بنارس میں یہودی قوم کا وجود ثابت کرنا پڑتا ہے جو بالکل ناممکن ہے۔ ایک اور نامعقولیت ادنیٰ غور کے بعد بھی معلوم ہوسکتی ہے کہ آج سے انیس سو سال قبل ہندوستان میں نہ امن تھا، نہ سڑکیں تھیں نہ اس قدر گنجان آبادی تھی اور نہ خورد و نوش کے سامان مہیا کرنے کے وسائل حاصل تھے۔ ان دنوں ایک سو میل طے کرنا بڑا مشکل ہوتا تھا تو آپ نے کس طرح پانچ

ہزار میل کا سفر طے کر لیا تھا۔ اپنے آپ کو پنجاب کے دریاؤں اور جنگلوں سے کیسے پار اتارا تھا اور اپنے چار شاگردوں اور اپنی والدہ کو کیسے امن کے ساتھ بنارس تک پہنچایا تھا۔ بہر حال ہمیں یہ نہیں بتایا جاتا کہ یہ واقعہ کیسے ہوا؟

۱۷...... جب یوں کہا جاتا ہے کہ یوز آسف مہاتما بدھ اور یسوع ایک شخص کے نام ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے قبر مہاتما بدھ کی ہے جو بگڑ کر یوز آسف کی قبر مشہور ہوگئی ہے۔ ورنہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر نہیں ہے تو جواب دیا جاتا ہے کہ اگر بدھ کی قبر ہوتی تو آج بدھ مذہب کے ماننے والوں کا اس پر قبضہ ہوتا اور ساری دنیا کے بدھ اس پر جمع ہوا کرتے۔ مگر یہ خیال نہیں کیا کہ اگر یہی قبر مسیح علیہ السلام کی ہوتی تو ساری عیسائی دنیا اس پر الٹ کر آجاتی اور اس کو موجودہ حالت میں شکستہ و ویران نہ چھوڑتی اور کبھی یوں جواب دیا جاتا ہے کہ گو بدھ اور مسیح علیہ السلام کی تعلیم میں مشابہت ہے۔ مگر اس مشابہت سے دو شخص ایک آدمی نہیں بن سکتے۔ ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں کہ گو یوز آسف اور حضرت مسیح کے سوانح حیات کچھ کچھ آپس میں ملتے جلتے ہوں۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دو شخص ایک آدمی بن جاتا ہے۔ بلکہ یہ صرف توہمات ہیں۔ جن سے کوئی صحیح نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا۔

۱۸...... صرف نبی کے لفظ سے ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ قبر حضرت مسیح علیہ السلام کی تھی۔ کیونکہ یہ لفظ یا مسلمانوں میں مروج ہے اور یا یہودیوں اور عیسائیوں میں۔ اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ اگر صاحب قبر اسلام سے پہلے ہو چکا ہے تو ضرور بنی اسرائیلی ہوگا۔ مگر بحث تو اس میں ہے کہ کشمیریوں نے اس کو نبی کیوں کہا۔ کیا کشمیری زبان بھی عربی یا عبرانی کی ایک قسم ہے تاکہ کہا جاسکے کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے سوا یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ غور سے اگر دیکھا جائے تو کشمیری زبان فارسی زبان کی تبدیل شدہ صورت ہے اور فارس وایران میں زرتشت کو نبی مانا جاتا تھا اور اب بھی مرزائی تعلیم میں اسے نبی کا خطاب دیا جارہا ہے۔ حالانکہ زرتشت نہ مسلمان تھا اور نہ یہودی یا عیسائی۔ بلکہ ایک مستقل مذہب کا مالک تھا۔ اس لئے یہ ثبوت بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ اسلامی تاثرات سے پہلے یوز آسف کے ساتھ رشی کا لفظ شامل کیا گیا ہو جس کا ترجمہ نبی گھڑ لیا گیا ہے۔ بہر حال یہ امر ثابت کرنا مشکل ہے کہ یوز آسف کی وفات کے وقت اس کو نبی کے لفظ سے پکارا جاتا تھا اور رشی، منی وغیرہ سے معنون نہیں ہوتا تھا۔

۱۹...... کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام سے تشبیہ دے کر ثابت کیا گیا ہے کہ آپ نے بھی آدم علیہ السلام کی طرح ہندوستان میں ہجرت کی تھی۔ مگر

لفظ کمثل ادم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دونوں کی وفات بھی ایک ہی جگہ ہوئی تھی۔ کیونکہ ہجرت سے وفات لازم نہیں آتی۔ بلکہ اگر آیت زیر بحث کا مفہوم واقعہ ہجرت سے تعلق رکھتا ہے تو یہ بھی ثابت ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرح توفی سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام بھی ہندوستان چھوڑ کر واپس چلے گئے تھے۔ اگر خلقہ من تراب کا حصہ بھی ساتھ ملایا جائے تو یہ ساری کوشش خاک میں مل جاتی ہے۔ کیونکہ صاف اور صحیح مطلب یہی ہوگا کہ حضرت آدم و مسیح علیہم السلام دونوں کی پیدائش مٹی سے ہوئی تھی نہ کہ ذات باری تعالیٰ سے۔ جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے بیٹا تھے اور وفات مسیح علیہ السلام سے تعلق نہیں رکھتے۔

۲۰...... مدینہ شریف کے پاس جس قبر سے استدلال کیا گیا ہے کہ کم ازکم اس روایت سے اتنا تو ثابت ہوگیا کہ مسیح واقعہ صلیب کے بعد زمین پر ہی تھے۔ آسمان پر نہیں گئے۔ مگر یہ خیال رہے کہ یہ قبر کسی حواری کی ہے۔ خود مسیح علیہ السلام کی نہیں ہے۔ جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت کیا جائے گا۔ ہاں مگر تعجب خیز یہ امر ہے کہ: ''مرزائی خیالات کی روایت اس امر کی بھی مظہر ہے کہ کوئی شخص کشمیر سے کتبہ اٹھا کر لے گیا تھا اور اس قبر پر رکھ دیا تھا۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کب عربی کشمیر میں آئے تھے۔ کب ان دو ملکوں کی تجارت باہمی ہوئی تھی اور کون عقل کا دشمن بتلا رہا تھا کہ قبر کا کتبہ ایک عربی سینکڑوں میل تک اٹھا کر لے گیا تھا۔ اگر لے بھی گیا تھا تو راوی بتائے کہ کیوں لے گیا؟ کیا وہ جیب میں ڈالا جا سکتا تھا؟ یا کشمیر اور مدینہ شریف کے درمیان ریلوے جاری تھی کہ آسانی کے ساتھ ایک بوجھل پتھر کو لے جانا آسان کام سمجھا گیا ہے۔ شاید بقول شخصے اس راوی نے دھوپ میں بیٹھ کر یہ گپ جوڑ لی تھی۔''

۲۱...... کہا جاتا ہے کہ چونکہ آپ سیاح نبی تھے۔ اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے واقعہ صلیب کے بعد یہ لقب حاصل کیا ہوگا۔ کیونکہ ۳۳ برس تک سیاحت نہیں کی جا سکتی۔ مگر یہ کہاں لکھا ہے کہ سیاح کے لئے ہجرت کشمیر بھی ضروری ہے۔ کیا دوسرے ملک سیاحت کے لئے کافی نہیں ہیں؟ آپ کی سیاحت کا ثبوت لینا ہو تو انجیل برنباس پڑھیں۔ جس میں لکھا ہے کہ یوم ولادت سے واقعہ صلیب تک آپ کو کہیں آرام نہیں ملا۔ ورنہ خیالی گھوڑے نہ دوڑائیں۔

۲۲...... یہاں ایک اور وہمی تصور پیش کیا جاتا ہے کہ چونکہ حواریوں کو افشائے راز کا حکم نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے کبھی تو یوں کہہ دیا کہ مسیح آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور کبھی کہہ دیا کہ مرگئے ہیں تاکہ یہود تعاقب نہ کریں اور جس جس جگہ کا نام لیتے تھے وہیں مصنوعی قبریں تیار کی جاتی تھیں۔ مگر حواریوں کو جب رسالت کا مرتبہ دیا جاتا ہے تو پھر انہوں نے جعلسازی اور خلاف

بیانی سے کیوں کام لینا شروع کیا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ قادیانی تعلیم میں ہزاروں دورخی باتیں موجود ہیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ گو وہ حواری رسول تھے اور ملہم بھی تھے۔ مگر جھوٹ بھی بولتے تھے اور جعلسازی بھی کرلیا کرتے تھے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

۲۳...... "للہ ودی" کی اصلیب الماہ بمعنی جوان عورت بتائی جاتی ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد مریم علیہا السلام ہیں۔ مگر اس نکتہ آفرینی میں علاوہ مخالفت تاریخ کے ایک پرلطف نظریہ یہ بھی پیش کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام واقعہ صلیب کے وقت ۳۳ برس کے تھے۔ مگر کشمیر پہنچتے وقت آپ کی والدہ ابھی جوان تھیں۔ بہت خوب بچہ ۳۳ سال سے اوپر اور ماں ابھی جوان ابھی مریم علیہا السلام کی دوسری اولاد کا ذکر نہیں کیا۔ ورنہ تو آپ کا سن بلوغ بھی خطرہ میں پڑ جاتا۔

۲۴...... قادیانی لغات دنیا سے الگ ہے۔ جن کی تصدیق کسی محاورہ یا کتاب سے نہیں ہوسکتی اور عموماً ان میں پنجابی خیالات کو دخل ہوتا ہے۔ گویا از سر نو الفاظ کے معنی تجویز کئے گئے ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف اور اسلامی تعلیمات کے معانی جب بطرز جدید اختراع ہوئے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ باقی الفاظ متعلقہ بھی از سر نو وضع نہ کئے جاتے۔ اس لئے نئی وضع کے معنی ان لوگوں کے لئے حجت نہیں ہوسکتے جو قدیم وضع کو ماننے والے ہیں اور ایسی نکتہ آفرینیوں کو خیال توہمات کے سوا نہیں مان سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ نئے نئے نظریئے قائم کئے گئے ہیں۔ جنہوں نے موجب افتراق واشتقاق بن کر باہمی جنگ وجدال کو برپا کردیا ہے۔ ورنہ اگر اصل پر ان الفاظ کو قائم رکھا جاتا تو بہت سی مذہبی ابحاث کا خاتمہ ہی ہو جاتا۔ اس مقصد کے نظائر پیش کرنے کے لئے ذیل میں چند لغات قادیانیہ پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین انصاف سے فیصلہ کریں کہ یہ لوگ کہاں تک حق بجانب ہیں۔

۳......لغات قادیانیہ

۱...... یوز آسف یسوع بن یوسف کا مخفف ہے۔

۲...... آسف غمگین یا جامع المتفرقین کا معنی دیتا ہے

۳...... "للہ ودی" حضرت مریم علیہا السلام کا نام ہے۔

۴...... ایسگول اصل میں عیسیٰ کول یعنی نزدیک ہے۔

۵...... ''ارض سولابت'' ارض صلیبی کا مخفف ہے۔

۶...... نبی اور مرسل خدا سے دعایا باتیں کرنے والا۔

۷...... زنجبیل زنا اور جبل سے مرکب ہے۔

۸...... سور اصل میں اراہ سوء تھا۔

۹...... خنزیر اصل میں اراہ خنز الیعنی نجسا ہے۔

۱۰...... برزخ کا معنی ہے اس کی کمائی انتہاء کو پہنچ گئی۔

۱۱...... برتھوما بگڑ کر بلو ہر بن گیا ہے۔

۱۲...... بدھ ایک لقب ہے جو راست بازوں کو دیا جاتا ہے۔

۱۳...... صلب پیٹھ کی ہڈی توڑنا صلیب پر مرجانا۔

۱۴...... خاتم نمبردار جس کے پاس تصدیقی مہر ہو۔

۱۵...... خاتم النبیین جامع النبوات اور چانسلر۔

۱۶...... خاتم الخلفاء تمام خلافتوں کا جامع۔

۱۷...... خاتم الاولاد صرف اپنی نسل چلانے والا۔

۱۸...... یاجوج ماجوج آگ سے کام لینے والا۔

۱۹...... دجال ایک تاجرانہ جماعت ہے۔

۲۰...... دجالون، حق پر پردہ ڈالنے والی جماعت۔ یا ملک میں پھیلنے والی مکار اور فریبی جماعت۔

۲۱...... زقوم، ذق انک انت العزیز الکریم کا مختصر ہے۔

۲۲...... جن، پوشیدہ رہنے والا۔

۲۳...... بروز کسی کی مانند اخلاق حاصل کرنا۔

۲۴...... ظل ماتحت رہنا۔

۲۵...... عکس فوٹو یا تصویر بننا۔

۲۶...... مہدی اسم علم نہیں اس لئے مسیح موعود بھی مہدی بن سکتا ہے۔

۲۷...... قیامت دوسرے جہاں میں چلے جانا۔

۲۸...... جنت دوسرے عالم میں روحانی لذت پانا۔

۲۹...... نار دوسری دنیا میں تکلیف اٹھانا۔

۳۰...... کدعہ قادیان کا نام ہے۔

۴۱...... بشوریٰ انجیل کو کہتے ہیں۔

۴۲...... لد، لدھیانہ شہر۔

۴۳...... کفر انگریزی ٹوپی۔ (نہ کوٹ)

۴۴...... تجدید، اسلامی تعلیم کو بدل ڈالنا۔

۴۵...... انجیل متی کے حوالہ جات سے ثابت کیا جاتا ہے کہ مسیح علیہ السلام اپنی وفات کے بعد یوحنا کو روحانی طور پر جسمانی رنگ میں ملے تھے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اپنے حواریوں سے بھی ملے تھے اور جسمانی رنگ میں ہو کر کباب اور شہد بھی استعمال کیا تھا تا کہ ان کو یہ شک پیدا نہ ہو کہ یہ روحانی ملاقات ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ حواری آپ کا علاج کرتے تھے اور آپ کے رازدار تھے اور لوگوں کو بہکا کر کہتے تھے کہ مسیح آسمان پر چلا گیا ہے یا جھوٹی قبریں بنا کر موت کا یقین دلاتے تھے۔ بہر حال یہ متضاد بیان ثابت کرتے ہیں کہ یا تو ان بیانات کا پیدا کرنے والا وہمیات کا شکار ہو کر ایک عقیدہ پر قائم نہیں اور یا معاذ اللہ حواری ہی ایسے کمزور دماغ تھے کہ اپنی بات ان کو یاد نہیں رہتی تھی۔

۴۶...... انجیل میں لکھا ہے کہ تصدیق مسیح کے لئے بیت المقدس کے مردے نکل آئے تھے۔ یہ بات گو قرین قیاس نہ ہو اور تاریخی ثبوت کی محتاج ہے۔ مگر اس کو صحیح مان کر یوں کہنا کہ یہ خواب کا واقعہ ہے۔ صرف قادیانی معارف کا ایک کرشمہ ہے کہ واقعات کو خواہ مخواہ خواب تصور کر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس مذہب میں خواب اور اونگھ سے بہت کام لیا گیا ہے تو لوگوں کو بھی ہر وقت سوئے ہوئے ہی خیال کرتے ہیں۔ المرٔ یقیس علی نفسه!

۴۷...... نزول مسیح کی پیشین گوئی کو جو انجیل متی میں مذکور ہے موڑ توڑ کر ایسا بدل دیا ہے کہ ایک سرسری نظر سے بھی اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ انجیل میں تو قحط، طاعون، جنگ وجدال، انقلاب اقوام اور آیات ارضی وسماوی نزول مسیح سے پہلے لکھے ہیں۔ مگر اس تعلیم میں ظہور مسیح علیہ السلام کے بعد پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا ظلم ہے کہ گویا غیر کا مال چرا کر اپنا بنا لیا گیا ہے۔ معلوم نہیں خدا اس جعلسازی کا بدلہ کیا دے گا۔

۴۸...... کہا جاتا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد یہودی یقین کئے ہوئے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیبی موت سے مر کر معاذ اللہ ملعون ہوئے ہیں اور ان کی روح خدا کی طرف نہیں گئی۔ (بلکہ کسی اور جگہ چلی گئی ہے) مگر قرآن شریف نے شبه لهم کہہ کر بتا دیا کہ ان کو اشتباہ میں ڈالا گیا تھا۔ ورنہ اصل میں آپ نیم مردہ اتارے گئے تھے اور ۸۷ برس بعد کشمیر میں اپنی

جسمانی موت سے مرے تھے اور آپ کی روح خدا کی طرف گئی تھی۔ چنانچہ ''اوینا هما الی ربوة ذات قرار و معین ''میں مذکور ہے۔ اس عقیدہ پر دلیل یوں دی گئی ہے کہ چونکہ یہود ونصاریٰ میں صرف یہ تنازع چلا آتا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا رفع روحانی ہوا ہے یا نہیں؟ تو قرآن شریف نے بتا دیا کہ رفع روحانی ہو گیا ہے اور رفع جسمانی کا باہمی تنازع کبھی پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے رفع جسمانی ثابت کرنا بیجا اور بے محل ہوگا۔ لیکن اس خیالی استدلال سے کچھ نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ مرزائی تعلیم سے پہلے کسی مذہبی تعلیم نے قرآنی تعلیم کو اس طرح پیش نہیں کیا اور نہ کوئی تصریح موجود ہے کہ یہودیوں کو ایسا جواب دیا گیا تھا۔ اس لئے اگر یہ نظریہ الہام پر مبنی ہے تو غیر مذہب کے سامنے پیش نہیں کیا جاسکتا اور اگر اجتہادی رنگ میں پیش کیا گیا ہے تو جب تک اس خیال کو تاریخی یا مذہبی حوالہ جات سے مستند نہ کیا جائے قابل توجہ نہیں ہے اور اگر اس خیال کو کسی تاریخ یا مذہبی روایت کی ضرورت نہیں تو تحریف قرآنی میں درج ہوگا۔ اس کے علاوہ اس خیال میں معقولیت ذرہ بھر بھی نہیں ہے۔ کیونکہ جن یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ مسیح علیہ السلام کو صلیب پر مار ڈالا ہے۔ انیس سو سال کے بعد ان سے یوں کہنا کہ مسیح کا رفع روحانی کشمیر میں ہوا ہے۔ ایسا مضحکہ خیز امر ہوگا کہ جس پر بچے بھی پھبتی اڑا سکتے ہیں۔ کیونکہ نزول قرآن تک بلکہ مرزائی تعلیم کے آغاز تک عیسائیوں کی طرف سے اور اسلام نے یہی جواب دیا جارہا تھا کہ مسیح کا رفع روحانی (کشمیر میں مرنے سے نہیں ہوا بلکہ) آسمان پر رفع جسمانی کے ذریعہ سے ہوا ہے۔ مگر آج مسلسل تعلیم کے خلاف یوں کہا جاتا ہے کہ رفع روحانی کشمیر میں ہوا ہے اور اس کا ثبوت بھی سوائے وہمی باتوں کے پیش نہیں کیا جاتا۔ کچھ یوز آسف کا حصہ لیا، کچھ تاریخ بدھ کا اور کچھ سیاح روسی کا بیان تبدیل کیا اور کچھ روضۃ الصفاء کی عبارتوں میں قطع و برید کی تو ایک قصہ اختراع کر لیا کہ مسیح کشمیر میں مرے تھے۔ ورنہ یکجائی حالات کسی کتاب سے پیش کرنے سے وفات مسیح کے متوالے بالکل عاجز ہیں جو کچھ پیش کرتے ہیں۔ ظالمانہ قطع و برید اور گداگری سے پیش کرتے ہیں۔ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا۔ بھان متی نے کوٹھا جوڑا۔

۲۹...... ''وجیها فی الدنیا'' سے ثابت کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نام پر کشمیر میں سکہ رائج ہوا تھا اور ''اوینهما'' سے پیش کیا جاتا ہے کہ کشمیر میں مسیح علیہ السلام اور مریم علیہا السلام دونوں نے یہودیوں سے ڈر کر پناہ لی تھی۔ پہلا بیان ثابت کرتا ہے کہ ان کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ کیونکہ مسیحی سکہ کسی ملک میں محدود نہ تھا۔ بالخصوص جب کہ یہ مانا گیا ہے کہ کسی تاجر عربی نے ایک کتبہ بھی قبر مسیح سے چرا کر مدینہ شریف کے پاس ایک قبر پر لگا دیا تھا تو اس بات کے انکار کی

کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کہ مسیحی سکہ یہودی تاجروں کے ذریعہ ملک شام میں ضرور ہی پہنچ نہ گیا ہوگا۔ مگر چونکہ مسیح اس وقت بادشاہ تھے۔ اس لئے یہودیوں کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ آپ کو گرفتار کر کے دوبارہ پلاطوس کے سامنے حاضر کر دیتے۔ مگر اتنا تو کر سکتے تھے کہ اپنا عقیدہ ضرور تبدیل کر دیتے کہ ہم مسیح کو صلیبی موت دینے میں کامیاب نہیں ہوئے اس کا جواب مرزائی تعلیم میں نہیں ملتا۔ دوسرا بیان ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مسیح روپوش ہو کر کس مپرسی کی حالت میں پناہ گزین تھے اور کوئی وجاہت دنیاوی ان کو حاصل نہیں ہوئی تھی۔ ہاں اگر افغانستان کی شادی کا خیالی منظر شامل کیا جائے تو واقعات کی یوں ترتیب دی جاسکتی ہے کہ پہلے پناہ گزین تھے۔ پہلے آپ کا سکہ رائج ہوا۔ پھر افغانستان میں شادی کی۔ پھر واپس آ کر گوشہ نشین ہوئے تو پہلے آپ مرے یا ماں مری تو آپ کی قبر کو یوز آسف کی قبر سے مشہور کیا گیا اور آپ کی والدہ کی قبر کو شیخ نصیر الدین مرحوم کی قبر بتایا گیا اور کسی وقت یہ دونوں قبریں بیت المقدس کی طرف رخ نما تھیں۔ بعد میں کسی اسلامی عہد میں ان کو قبلہ رخ کر دیا گیا۔ کیا مرزائی تعلیم اس ترتیب واقعات کو تسلیم کرے گی؟ اور یا ہماری طرف پائے تحقیر سے ٹھکرا کر مجذوب کی بڑ سمجھے گی؟ اصل بات یہ ہے کہ آپ کی وجاہت مذہبی طور پر نزول قرآن سے پہلے تسلیم ہو چکی تھی۔ جس کی تصدیق اسلام بھی آج تک کر رہا ہے۔ باقی رہا سکہ جمانا اور اس پر وجاہت دنیاوی متفرع کرنا سو یہ ایک ایسی بات ہے کہ بالکل قرین قیاس نہیں ہے۔ اسی طرح آپ کی پناہ گزینی جو واقعات اور تصریحات انجیلی سے ثابت ہے۔ وہ آپ کا ابتدائی سفر ہے جو آپ نے اپنی والدہ کے ہمراہ مصر کو کیا تھا۔ جیسا کہ انجیل برنباس میں مذکور ہے نہ یہ کہ کشمیر میں آئے تھے۔ جس کا کوئی ثبوت آج تک پیش نہیں کیا گیا۔

۳۰...... جب حیات مسیح کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے تو مرزائی تعلیم مخول اڑاتی ہے کہ خدا نے مسیح علیہ السلام کو کھڑکی کی راہ سے یا چھت پھاڑ کر ڈاکہ کے ذریعہ مسیح علیہ السلام کو اڑا لیا تھا تو سیدھا کیوں نہ بلا لیا۔ کیا ضرورت تھی کہ دوسرے کو مسیح علیہ السلام کا ہم شکل بنایا تو کیا دھوکا دینا اچھا کام ہے؟ بھلا یہ تو بتاؤ کہ جس کو مسیح علیہ السلام کی جگہ صلیب دیا گیا تھا وہ کون تھا؟ اس نے کیا گناہ کیا تھا کہ بے وجہ اس کو سولی دیا گیا۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ گناہ کوئی کرے اور سزا کوئی بھگتے۔ اگر آسمان پر مسیح علیہ السلام تھے تو پہلے یہ ثابت کرو کہ وہ جسمانی چیز ہے۔ تحقیق جدید تو اسے ایک رقیق عنصر سمجھتی ہے۔ یا صرف حد نگاہ ثابت کرتی ہے تو اس پر انسان کا گذار کیسے ہوسکتا ہے۔ آپ خورد ونوش کا کیا انتظام کرتے ہیں۔ پرانی تحقیق کے مطابق جب آسمان گول ہے تو گول چیز پر تو کوئی چیز ٹھہر ہی نہیں سکتی تو آپ کیسے اب تک زندہ موجود ہیں؟ کیا ابھی تک وہ بوڑھے نہیں

ہوئے۔کیا آپ کی عقل ابھی تک قائم ہے؟ آسمان سے نزول کے بعد اسلامی تعلیم اور عربی زبان کس سے سیکھیں گے۔ وہ عبرانی بولیں گے اور لوگ عربی جدید یا انگریزی، تو آتے ہی آپ کو حکومت کس طرح حاصل ہوگی؟ مہدی الرضوان کے ساتھ ملکر نماز کیسے ادا کریں گے؟ کیا ان کو طریق جماعت پہلے سے ہی کسی نے سکھلا دیا ہے؟

مگر اپنی تھیوری کا پتہ نہیں کہ کس طرح بھی درست نہیں۔ نہ کشمیر میں تبلیغ کا نشان بتایا جاتا ہے۔ نہ وہ سکہ پیش کیا جاتا ہے کہ جس پر آپ کی تصویر چھپی تھی۔ نہ عیسیٰ خیل کا اقرار موجود ہے کہ ہم پہلے عیسائی تھے اور مسیح کی اولاد۔ نہ بتایا جاتا ہے کہ اثنائے سفر میں آپ نے کہاں کہاں قیام کیا۔ کس کس جگہ آپ کے چار حواری اور والدہ آپ کے ہمراہ ہوتے گئے۔ حواری کہاں مرے ان کی قبریں کہاں ہیں۔ دشوار گذار گھاٹیوں کو آپ بلا سفر خرچ کے کیسے طے کیا۔ روزانہ آپ کا سفر کتنا تھا؟ کیا آپ روزانہ سفر کرتے تھے یا کبھی وقفہ بھی کیا تھا۔ تو کتنی مدت میں بنارس تک تین ہزار کوس سے زیادہ سفر کیا۔ کیا آپ کے حواری بنارس بھی گئے تھے۔ والدہ بھی وہاں ساتھ تھیں۔ اگر تھیں تو ان کو وہاں جانے کی کیا ضرورت تھی؟ بنارس سے واپسی کب ہوئی؟ اور اثنائے سفر میں دریاؤں جنگلوں اور ڈاکوں اور پر خطرات راستوں سے آپ کو کس طرح نجات ملی؟ بھلا آپ تو سیاح نبی مشہور تھے تو کیا مریم علیہا السلام کو بھی سیاح کا لقب دیا گیا تھا اور آپ کے حواری بھی اس سفر کے وجہ سے سیاح کہلاتے تھے؟ کیا آپ کی والدہ جو اس وقت کم از کم چالیس پچاس سال کے درمیان تھی اس قدر تاب رکھتی تھی کہ اپنے بیٹے کے برابر روزانہ سفر کر سکے؟ کیا یہودیوں کو یہ معلوم نہ ہوا کہ مسیح کشمیر کو چلے گئے ہیں اور چالیس روز تک متواتر بارہ حواری علاج کرتے رہے۔ مگر یہودی کیوں معلوم نہ کر سکے؟ آخر مسیح علیہ السلام کے پاس جمع ہو کر حواری خورد و نوش کرتے ہوں گے اور دوائیاں استعمال کراتے ہوں گے اور مقویات سے مسیح علیہ السلام کو طاقتور بناتے ہوں گے۔ تا کہ ہزاروں میل کے سفر کو کاٹنے کو تیار ہو جائیں وہ کون سے مقویات ادویہ تھے؟ کہاں سے لاتے تھے؟ کیا ان تمام حالات سے یہودی بے خبر تھے؟ کیا یہ دھوکہ نہیں ہے کہ مسیح علیہ السلام کو تو کشمیر پہنچا دیا اور یہودیوں کو اس شبہ میں (چھ سو سال تک بلکہ آج تک) رکھا کہ مسیح علیہ السلام کی موت صلیبی واقع ہو چکی تھی؟ کیا یہ بیان ان کی تشفی کے لئے کافی ہے کہ باوجودیکہ عیسائی اور مسلمان آج تک ہجرت کشمیر کے معتقد نہیں ہیں۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ انیس سو سال بعد معلوم ہوا کہ آپ کشمیر میں مدفون ہیں۔ گویا اتنی مدت یہ جواب مخفی رکھا گیا تھا۔ مگر کیوں؟ کیا مرزائی تعلیم کا جواب اگر کچھ عرصہ کے لئے مخفی رکھا جائے تو کیا آپ لوگ اس کو بے پر کی اڑائی ہوئی بات سمجھیں گے؟ اور کیا جو

مخول اس موقعہ پر حیات مسیح علیہ السلام کے متعلق اڑائے جاتے ہیں۔ ان کا جواب انجیل برناس سے نہیں ملتا؟ یا جان بوجھ کر عوام الناس میں اپنی چلانے کی سوجھی ہوئی ہے؟

۳۱...... (کشف الاسرار ص ۱۰) میں تاریخ ہند مؤلفہ ہنٹر سے بدھ کی سوانح عمری یوں نقل کی ہے کہ گوتم بدھ بانی مذہب کا آغاز قبل از مسیح ۵۴۳ میں ہوا۔ باپ چاہتا تھا کہ وہ سپاہی بنے مگر اس نے بچپن کا زمانہ آزادی سے کاٹا اور جوانی میں ایک طاقتور سپاہی بن گیا اور شہزادی سے بیاہ کر لیا تو دس برس کے بعد اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور تیس برس کی عمر میں بال بچے اور بیوی کو چھوڑ کر زاہد بن گیا اور ضلع پٹنہ میں دو صحرا نشین برہمنوں سے تعلیم پائی اور چھ برس تک پانچ چیلوں کی معیت میں گیا کے جنگلوں میں ریاضت کی پھر واعظانہ رنگ میں بدھ (عارف) مشہور ہوا اور عبادت چھوڑ دی ۳۶ برس سے ۸۰ برس تک لوگوں کو بنارس میں تعلیم دی اور تین ماہ میں ساٹھ آدمی مرید ہوئے۔ جن کو اس نے اپنے مبلغ بنا کر ہر ایک ملک میں روانہ کر دیا۔ خود صوبہ بہار، ممالک مغربی وشمالی اور اودھ میں تبلیغ کی۔ اب خلاصہ ہے کہ ۳۰ برس میں تارک الدنیا ہوا۔ ۳۶ برس کی عمر میں تعلیم پائی اور ۴۴ سال تک واعظ رہا۔ اسی سال کی عمر میں ۵۴۳ قبل مسیح انجیر کے درخت کے نیچے وفات پائی اور (تاریخ بنارس ص ۹، مطبوعہ ایڈ تحفہ ہند پریس) پر سید محمد رفیع عالی مصنف کتاب ہذا نے لکھا ہے کہ ساڑھے پانچ سو سال مسیح علیہ السلام سے پہلے ساکیومنو (موجد مذہب بدھ) نے اپنا صدر مقام سارناتھ مہادیو کے پاس بنایا تھا جو بنارس کی پرانی آبادی کے قریب شہر سے ڈیڑھ کوس پر ہے۔ جس کے چند نشان اب بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کو سارناتھ کی دھمیکھ کہتے ہیں اور یہ اوندھی ہانڈی کی شکل کا ایک پرانا گنبد ہے جو کسی بدھ بزرگ کی قبر معلوم ہوتا ہے۔ مسیح سے ۵۴۳ برس پہلے بدھ کے مرنے پر راجاؤں نے چاہا کہ اسے اپنے وطن میں لے جا کر دفن کریں۔ تنازع ہو گیا تو چیلوں نے لاش جلا کر ہر ایک کو تھوڑی راکھ دے کر رخصت کر دیا۔ جس کو انہوں نے اپنے اپنے ملک میں دفن کر کے گنبد بنوائے اور پرستش شروع کر دی۔ جو بھلسا، مانکیالا میں اب تک موجود ہیں اور جن کی نقلیں اتار کر سلہل، برہما، چین، تبت وغیرہ میں گنبد بنائے گئے ہیں۔ جیمس پرنسپ نے ایک ایک دھمیکھ کھدوا کر دیکھا تو ایک ڈبیہ میں تھوڑی سی ہڈی اور راکھ اور کچھ مروجہ سکے اور تانبے کی پتی پر ایک شلوک لکھا ہوا پایا گیا۔ (تاریخ ہند لتھبــــــر ج ص ۳۰) میں ہے کہ پھون جب یوز آسف پر ایمان لایا تھا تو اس وقت تین سو برس بدھ کو ہو چکے تھے۔ بدھ مسیح سے پہلے ۵۵۰ برس پیدا ہوا اور ۴۸۷ میں مر گیا۔ کتاب (چشمہ مسیحی ص ۴، خزائن ج ۲۰ ص ۳۴۰) میں ہے کہ یوز آسف کی کتاب کہ جس کے متعلق انگریز محققین کے یہ خیالات ہیں کہ وہ میلاد مسیح سے پہلے شائع

ہو چکی ہے اور جس کے تراجم ممالک مغربیہ میں ہو چکے ہیں۔ انجیل کو اس کے اکثر مقامات سے ایسا توارد ہے کہ بہت سی باتیں آپس میں ملتی ہیں...... مگر ہماری رائے تو یہ ہے کہ یہ کتاب خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل ہے جو سفر ہند میں لکھی گئی تھی۔ (کتاب الہدیٰ ص ۱۰۹، خزائن ج ۱۸ ص ۳۶۲) میں ہے کہ: ''یوز آسف کی تسلی بخش سوانح عمری کتاب اکمال الدین میں مذکور ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ یوز آسف نے اپنی کتاب کا نام انجیل رکھا تھا۔'' کتاب شہزادہ یوز آسف و حکیم بلوہر مطبوعہ ۱۸۹۶ء مفید عام پریس آگرہ میں بحوالہ کتاب (اکمال الدین ص ۳۱۷) میں لکھا ہے کہ اگلے زمانہ میں ہندوستان کا ایک بادشاہ بڑا عیش پسند اور صاحب اقبال تھا۔ اپنے ہم خیالوں کو اپنا دوست سمجھتا تھا اور حقیقی خیر خواہوں کو اپنا دشمن جانتا تھا اور چونکہ خود اصول سلطنت سے خوب ماہر تھا۔ اس لئے رعایا تابع تھی اور دشمن مغلوب رہتے تھے اور گو غرور شباب اور مال ومنال کی وجاہت سے ہمیشہ مغرور رہتا تھا۔ مگر اس کے ہاں کوئی لڑکا نہ تھا اور اپنی تخت نشینی کے وقت سے خدا پرستی کا دشمن بن گیا تھا اور ملک میں بت پرستی شروع کر دی تھی۔ یہاں تک کہ دینداروں کو بہت ہی برا سمجھا جاتا تھا۔ آخر جب اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام یوز آسف رکھا تو اپنا تمام خزانہ بتوں کی نذر کر دیا اور رعایا کو حکم دیا کہ ایک سال تک جشن مناتے رہیں۔ جنم پتری کے لئے نجومی جمع کئے تو سب نے کہا کہ اس لڑکے کی برکت سے ہندوستان مشرف ہوگا۔ مگر ایک منجم نے کہا کہ یہ لڑکا دینداروں کا پیشوا ہوگا اور دنیاوی عظمت اس کے سامنے ہیچ ہوگی۔ جب شہزادہ کا چرچا عام ہوا تو لنکا کا ایک زاہد بلوہر نامی نے ارادہ کیا کہ شہزادہ سے ملے تو بحری سفر کر کے سولا پت میں آیا اور تاجرانہ لباس پہن کر شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حاضر باشی میں مشغول رہا۔ (ص ۳۳۶ سے ۳۵۵ تک وہ تمام حالات درج ہیں جو حکیم بلوہر اور شہزادہ کے درمیان تبادلہ خیالات کے موقع پر پیدا ہوئے تھے) آخر جب حکیم بلوہر کو معلوم ہوا کہ شہزادہ کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق خیر خدا تعالیٰ نے عطاء فرمادی ہے تو اپنے وطن کو واپس چلا گیا۔ اس لئے شہزادہ اپنے ہمراز کی جدائی میں غمزدہ رہتا تھا۔ آخر تبلیغ حق کے لئے اپنا وطن چھوڑ دیا اور شاہی لباس وزیر کو دے کر واپس کر دیا اور خود اپنی راہ لی تو کچھ عرصہ تک مسافرانہ زندگی بسر کی اور اپنے وطن مولوف کو واپس آ گیا تو باپ نے بڑے تپاک سے استقبال کیا اور خوشی منائی۔ پھر طبیعت اکتا گئی تو تبلیغ حق کے لئے دوسری دفعہ گھر سے نکل کھڑا ہوا تو شہر بشہر وعظ کرتا ہوا کشمیر آ پہنچا تو وہاں تبلیغ حق میں مصروف رہا اور اقامت اختیار کر لی تو جب وفات کا وقت آ گیا تو اپنے مرید یابد کو وصیت کی کہ حق پر قائم رہو اور باطل کی طرف میلان نہ کرو۔ یہ کہہ کر پھر کہا کہ میرا مقبرہ بناؤ۔ یہ کہہ کر اس دنیا سے رخصت ہو گیا اور مرتے وقت

منہ مشرق کو کیا اور سر مغرب کو اور اسی حالت میں جاں بحق ہوا۔ اب ان بیانات سے بالکل واضح ہو گیا ہے کہ:

۱...... بدھ یوز آسف اور مسیح علیہ السلام الگ الگ تین ہستیاں ہیں اور ان کو ایک ہستی تسلیم کرنا صرف ان لوگوں کی خوش فہمی ہے جو عیسیٰ اور مہدی دو ہستیوں کو ایک ہستی ثابت کرنے کے متوالے ہیں۔

۲...... قبر کشمیر جب قبلہ رخ اسلامی قبروں کی طرح ہے اور شیخ نصیر الدین کی قبر کے متوازی ایک خط میں واقع ہے تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ کسی اسرائیلی کی قبر ہو۔ کیونکہ دونوں کا بیت المقدس کی طرف رخ نہیں ہے۔ ورنہ یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ شیخ نصیر الدین مرحوم بھی اسرائیلی بزرگ تھے۔

۳...... کتاب اکمال الدین میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب شہزادہ یوز آسف کشمیر کو آ رہا تھا تو راستہ میں اسے ایک جگہ نظر آئی۔ جہاں گھنے درخت سرد پانی اور قسم قسم کے پرندے چہچہا رہے ہیں۔ وہاں فروکش ہو کر آرام کیا اور اپنے آئندہ حالات پر نیک شگون حاصل کیا کہ گویا اس کی تعلیم درخت ہے۔ پند و نصائح چشمہ ہیں اور پرندے وہ لوگ ہیں جو اس کی تعلیم سے استفادہ کرتے ہیں۔ اس عبارت سے یہ ثابت کرنا کہ یوز آسف پر انجیل نازل ہوئی تھی۔ جس کو بشریٰ کہا جاتا ہے۔ کمال خوش فہمی ہے۔ کیونکہ اوّل سے آخیر تک یوز آسف کا حال پڑھ جایئے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ یوز آسف نے کہیں نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ ہاں اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ وہ شہزادہ اپنے وقت میں خدا پرست زاہد و تارک الدنیا ضرور تھا۔ جس کی نظیریں پرانے ہندوؤں میں بکثرت ملتی ہیں جو رہبانیت کی زندہ مثالیں ہیں۔

۴...... کتاب اکمال الدین شیعہ مذہب کی کتاب ہے۔ ابن بابویہ قمی نے عربی میں مرتب کی ہے اور اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ ہر ایک نبی اور امام تبلیغ کے زمانہ میں مشکلات سے محفوظ رہنے کی خاطر کچھ عرصہ غائب ہو جاتا ہے اور پھر موقعہ پر ظاہر ہو کر اپنی تبلیغ کو مکمل کرتا ہے۔ اس موضوع کے نظائر قائم کرتا ہوا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اس نے سب کی غیبت (غائب رہنے کا زمانہ) کو ثابت کیا ہے۔ جن میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانی زندگی کو غیبت کبریٰ ثابت کیا ہے اور روایات اہل بیت رضی اللہ عنہم سے یوز آسف کی غیبت اور ہجرت بھی ثابت کی ہے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ مصنف کے نزدیک یوز آسف اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ بھول کر بھی ایک ہستی

تھے۔ ورنہ ان کو الگ الگ بیان کرنا کچھ معنی نہیں رکھتا تھا۔ افسوس ہے کہ قادیانی تعلیم کے متوالے قرآن وحدیث کی طرح اس کتاب کو بھی اپنی تحریف معنوی اور قطع وبرید سے رہائی نہیں بخشتے۔ بارہا اعلان کیا گیا کہ اس کتاب کو اوّل سے اخیر تک پڑھ کر ایمانداری سے بتاؤ کہ یوز آسف اور حضرت مسیح علیہ السلام اس کے نزدیک دو شخص تھے یا ایک؟ مگر کون سنتا ہے اور کون دیکھتا ہے۔ اس تعلیم نے تو ان کی چشم بصیرت پر تعصب کا پردہ ڈال دیا ہے۔ اب کسے سمجھائیں اور کسے بتائیں؟ فذرھم فی طغیانھم یعمھون!

۵...... (کشف الاسرار ص۴) میں ہے کہ کتاب یوز آسف کے تراجم عربی میں بھی ہوئے جو کتابی صورت میں اکمال الدین کے نام سے اس وقت بھی موجود ہے معلوم ہوتا ہے کہ یوز آسف وبلوہر کی عظمت نے یہاں تک مجتہدین شیعہ پر ایسا اثر کیا تھا کہ انہوں نے اس کو علی بن حسین بن علی علیہم السلام کی طرف منسوب کر دیا تھا اور ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی نے جو چوتھی صدی میں ہو گذرا ہے۔ اس کو احادیث میں درج کیا ہے۔ کشف الاسرار کے مصنف پر سخت افسوس ہے کہ سمجھے خود نہیں اور صرف تعلیم قادیانی پر غرہ ہو کر کہہ دیا کہ یہ ساری کتاب یوز آسف کا ترجمہ ہے۔ اگر مؤلف کو چشم بصیرت حاصل ہوتی تو وہ ساری کتاب کا مطالعہ اوّل سے اخیر تک کرتا تا کہ اس کو معلوم ہو جاتا کہ نصائح بلوہر اس کتاب میں صرف چند اوراق پر درج ہیں۔ جن کو کتاب یوز آسف کہا جا رہا ہے۔ باقی چار سو صفحہ کی کتاب قرآن وحدیث اقوال ائمہ اور حالات انبیاء پر شامل ہے۔ اس لئے یہ گمراہ کن فقرہ کہ اکمال الدین کتاب یوز آسف کا ترجمہ ہے بالکل غلط ہے۔

۳۲...... مرزائی تعلیم میں یہ بھی پیش کیا گیا ہے کہ پطرس حواری کی تحریر ۱۳؍جولائی ۱۸۷۹ء میں اٹلی کے ایک اخبار نے شائع کی ہے۔ جس کے اخیر پر یہ فقرہ درج ہے کہ میں پطرس ماہی گیر نے اپنی اپنی عمر کے نوے سال میں یہ محبت کے الفاظ اپنے آقا مسیح ابن مریم کی تین عید فسح یعنی تین سال بعد خدا کے مقدس مکان کے نزدیک بولیر کے مکان میں لکھنے کا فیصلہ کیا۔

(کشف الاسرار ص۲۹)

میں (پطرس) ابن مریم کا خادم ہوں اور اب میں نوے سال کی عمر میں یہ خط لکھتا ہوں۔ جب کہ ابن مریم علیہ السلام کو مرے ہوئے تین سال گذر چکے ہیں۔

(تحفہ الندوہ ص۱۶، خزائن ج۱۹ ص۱۰۴)

اس کے بعد عبداللہ کشمیری کا خط درج کیا ہے کہ قبر کشمیر کے متعلق پوری تحقیقات کے

بعد یہ ثابت ہوا ہے کہ یہ ایک بنی اسرائیل کے نبی کی قبر ہے جو چھ سو سال حضور ﷺ سے پہلے یہاں آ کر دفن ہوئے تھے۔ اس قبر کو شہزادہ یوز آسف کی قبر بھی کہتے ہیں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ یہ حضرت مسیح کی قبر ہے۔ کیونکہ وہ اسرائیلی شہزادہ مشہور تھے۔ (حوالہ مذکور) اخیر میں لکھا ہے کہ ایک یہودی سلمان یوسف بسحاق نامی تاجر نے تصدیق کی ہے کہ واقعی یہ قبر کسی بنی اسرائیلی کی ہے اور اس نے عبرانی زبان میں ۱۲رجون ۱۸۹۹ء میں ایک تصدیقی تحریر معہ شہادت مفتی محمد صادق بھیروی کلارک دفتر گورنمنٹ جنرل لاہور شائع کی کہ جو کچھ مرزائی تعلیم نے تحقیق کیا ہے درست ہے۔ لیکن پطرس کی تحریر سے ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح علیہ السلام عیسائیوں کے نزدیک ہمیشہ کے لئے مرے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ قائل ہیں کہ تین دن تک مر کر پھر زندہ ہو گئے تھے۔ غالباً اس سہ روزہ موت کی طرف ہی اس نے اشارہ کیا ہے اور عبداللہ کشمیری کا خط یہ ظاہر نہیں کرتا کہ خصوصیت کے ساتھ یقیناً یہ قبر حضرت مسیح علیہ السلام کی ہے۔ اسی طرح یہودی کی تصدیق سے بھی صرف صاحب قبر کا اسرائیلی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس لئے یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ واقعی یہ قبر کسی اسرائیلی نبی کی ہے۔ کیونکہ اس کے خلاف کتاب اکمال الدین میں پوری تشریح مذکور ہے کہ ایک ہندوستانی توحید پرست شہزادہ کی قبر ہے۔ ممکن ہے کہ شروع میں اس کی لاش جلا کر قبر کا نشان بنا دیا ہو اور کچھ راکھ لے کر بنارس میں بھی دفن کی گئی ہو اور متعدد مقامات پر شہزادہ مذکور کی قبریں موجود ہوں۔ جیسے بدھ کی قبریں متعدد مقامات پر پائی جاتی ہیں اور اس خیال کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ بنارس میں یوز آسف کی قبر پر ایک سالانہ میلہ بھی لگتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی ایک قبر وہاں بھی موجود ہے۔ کذا قیل!

۳۳...... مسٹر نکولس نوٹو وچ ۱۸۸۷ء میں ہندوستان آیا تو سری نگر ہوتے ہوئے تبت میں مولیک مٹھ کے مقام پر پہنچ کر لامہ سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر تھا۔ جس کے حالات بدھ مذہب کی کتابوں میں درج ہیں۔ پھر ہمس کے مندر پر پہنچا تو وہاں کے لامہ سے دریافت کرنے پر اس کو معلوم ہوا کہ تین ہزار برس ہو گذرے ہیں کہ بدھ اعظم نے شہزادہ ساکیا منو کا اوتار دھارن کیا تھا اور پچیس سو برس گذر چکے ہیں۔ جب کہ انہوں نے گوتم کا اوتار دھارن کر کے ایک بادشاہت قائم کی۔ پھر اٹھارہ سو برس کا عرصہ ہوا کہ بدھ دیو کا اوتار بنی اسرائیل میں پیدا ہوا اور وہ ابھی چھوٹا ہی تھا کہ ہندوستان میں آیا اور جوانی تک بدھ مذہب کی تعلیم پاتا رہا۔ پالی زبان میں اس کے سوانح لکھے گئے اور تبت کی زبان میں ترجمہ ہوئے۔ اس کے بعد مسٹر مذکور نے اپنی کتاب میں یوں لکھا ہے کہ لامہ نے تبتی زبان کی کتابیں منگا کر مجھے

ترجمان کی مدد سے تمام حالات سنائے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ عیسیٰ بنی اسرائیل میں پیدا ہوا۔ چودہ برس کی عمر میں جب کہ وہ وعظ ونصیحت میں مصروف تھا اور والدین شادی پر آمادہ تھے۔ بھاگ کر تاجروں کے ہمراہ سندھ آ پہنچا۔ ... وید سیکھے اور ہندوستان میں شہرت پائی اور جب پنجاب اور راجپوتانہ میں سے گذرا تو جین دیو کے تابعداروں نے درخواست کی کہ وہ ان کے پاس رہے۔ مگر وہ اڑیسہ کو چلا گیا۔ جہاں ویاس کرشن کی ہڈیاں دفن تھیں اور برہمنوں سے وید پڑھے اور شفا بخشی کا طریقہ یا جن بھوت نکالنے کا ڈھنگ بھی اس کو سکھا دیا تو جگن ناتھ، راجن گڑھ وغیرہ میں چھ برس رہا اور شودروں کو اپدیش سنائے۔ جس سے برہمنوں نے اسے قتل کرنا چاہا۔ مگر شودروں نے اسے خبر کر دی کہ آپ کی تلاش میں ایک آدمی پھر رہا ہے تو جگن ناتھ سے رات ہی رات بھاگ کر گوتم بدھ کے تابعداروں میں آ کر مقیم ہو گیا اور یہ کوہستانی علاقہ تھا۔ جس میں ساکی منی بدھ دیو پیدا ہوئے تھے۔ پھر پالی زبان میں وعظ کیا کہ ہر ایک انسان کمال حاصل کر سکتا ہے۔ پھر جب فارس پہنچا تو وہاں کے اہل مذہب نے اس کا وعظ بند کر دیا اور ۲۹ برس کی عمر میں اپنے گھر واپس آ گیا اور شہر بشہر وعظ کرتا ہوا یہودیوں کے حوصلے بلند کئے اور تین برس تک تبلیغ کی۔ مگر حاکم کے حکم سے اس کو بمعہ دو چوروں کے صلیب پر لٹکا دیا گیا۔ ان کے جسم دن بھر لٹکتے رہے اور سپاہی پہرہ دیتے رہے اور لوگ چاروں طرف کھڑے دعائیں مانگتے تھے۔ غروب آفتاب کے وقت عیسیٰ کا دم نکلا اور روح خدا سے جا ملی۔ اس کتاب کو انجیل روسی سیاح کہتے ہیں۔ جو انگریزی اور فرانسیسی زبان میں شائع ہوئی تھی اور اس کا اردو ترجمہ لالہ جے چند سابق منتری آریہ پرتی مذہبی سبھا پنجاب نے کر کے مطبع دھرم پرچارک جالندھر شہر میں ۱۸۹۸ء میں چھپوا کر شائع کیا۔ لیکن ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس کتاب نے کہاں تک مرزائی نظریہ کا ساتھ دیا ہے۔ گو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی وقت ہندوستان میں آئے تھے۔ مگر اس امر کی سخت تردید کی ہے کہ آپ کشمیر میں مرے تھے یا آپ کا سفر واقعہ صلیب کے بعد ہوا تھا یا یہ کہ آپ کشمیر میں پورے ۸۷ برس مقیم رہے تھے۔ کیونکہ تعلیم وید کے چھ سال اور تعلیم سوتر کے چھ سال ملا کر بارہ سال ہوتے ہیں اور دو سال قطع مسافت کے ملا کر چودہ سال ہوتے ہیں تو اگر ان کو ۸۷ سال سے وضع کیا جائے تو ۷۳ سال رہ جاتے اور قادیانی نظریہ بالکل غلط ہو جاتا ہے۔

۳۴...... روسی سیاح کے خیالات اور مرزائی تعلیم کے توہمات آپس میں سخت متعارض ہیں۔ اس لئے دونوں قابل استدلال نہیں ہیں۔ اس واسطے ان حالات کو یقینی سمجھنا

ضروری ہوگا۔ جو اہل اسلام نے پیش کئے ہیں اور جن سے مرزائی تعلیم متنفر ہے اور تعجب ہے کہ قطع وبرید کر کے اسلامی اور غیر اسلامی تحقیقات کو تسلیم بھی کیا جاتا ہے اور ان کی تردید بھی کی جاتی ہے اور نئے اجتہاد کی بنیاد پر ایک نئی سڑک نکالی جاتی ہے جو قادیان سے نکل کر چھوٹے چھوٹے راستوں میں نیست ونابود ہو جاتی ہے۔ جس پر چلنے والا کسی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اگر روسی سیاح کا کہاں مانا جائے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ اناجیل اربعہ بدھ اور وید کی تعلیم کا خلاصہ ہیں۔ حالانکہ ان کی تعلیم تورات سے حاصل کی گئی تھی اور یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے ہندوؤں کی شاگردی کر کے پیغمبری کا دعویٰ کر دیا تھا۔ حالانکہ پیغمبر کا علم خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور چودہ سال تک تعلیم پانا شان پیغمبری کے خلاف ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ بھی تعجب خیز امر ہے کہ چودہ سال کی عمر میں مسیح علیہ السلام شادی سے بھاگ کر سادھو بن گیا تھا اور عین جوانی کے عالم میں پھر ملک شام میں واپس آ گیا تھا تو کیا اس وقت شادی کے قابل نہیں رہا تھا؟ بہرحال یہ روسی انجیل اس قابل نہیں ہے کہ اسلامی تحقیق کے سامنے اس کو پیش کیا جائے اور نہ مرزائی تعلیم اس کو پیش کرنے کا حق رکھتی ہے۔

۳۵...... مرزائی تعلیم مانتی ہے کہ بدھ مذہب کے تابعداروں نے اپنے بانی مذہب کے مقبرے مختلف مقامات پر تیار کئے ہوئے ہیں اور یہ بھی مانتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فرضی قبریں بھی یروشلیم جلیل اور مدینہ طیبہ وغیرہ مقامات میں موجود ہیں اور اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ پنجاب وہندوستان میں اور بزرگوں کی متعدد قبریں بھی موجود ہیں۔ مثلاً سخی سرور کی قبریں پنجاب میں کئی ایک مقامات میں پائی جاتی ہیں۔ خاکروبوں نے بالک ناتھ کی قبر جابجا تیار کی ہوئی ہے تو ان حالات کو پیش نظر رکھ کر یوں کہا جاسکتا ہے کہ یوز آسف کی اصلی قبر بنارس یا شولاپت میں ہے۔ جہاں (بقول شخصے) سال بسال اس پر میلہ لگتا ہے اور اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو یہ بھی ثابت کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ جس قبر کو یوز آسف کی قبر کہا جاتا ہے واقعی وہ اس کی ہی قبر ہے۔ کیونکہ کتاب اکمال الدین سے اگرچہ یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ یوز آسف کشمیر میں مرا تھا۔ مگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کی قبر بھی خاص محلہ خانیار میں ہی بنائی گئی تھی۔ ممکن ہے کہ اس کی لاش یا اس کی ہڈیاں اس کے اپنے ملک سولاپت میں واپس پہنچ چکی ہوں اور قبر مصنوعی ہو۔ بہرحال جب یوز آسف کے متعلق ایسے خیالات ممکن ہیں باوجودیکہ اس قبر کو یوز آسف سے معنون کیا جاتا ہے تو جب اس کو بالفرض حضرت مسیح علیہ السلام سے معنون کیا جائے تو ضروری ہوگا کہ اس سے بڑھ کر کئی ہزار گنا خیالات پیدا ہو کر اس نظریہ کو باطل کر دیں کہ یہ قبر یوز آسف کی نہیں بلکہ حضرت مسیح کی ہے۔

۳۶...... عوام الناس میں یہ بھی مشہور ہے کہ درِ خیبر حضرت علیؓ نے فتح کیا تھا۔ وہاں مسجد علی بھی موجود ہے۔ مگر تاریخ اس کی تکذیب کرتی ہے۔ کیونکہ جس خیبر کو حضرت علیؓ نے فتح کیا تھا وہ عرب میں ہے۔ پشاور کا درہ خیبر نہیں۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ یہ علی اور شخص ہے۔ اسی طرح اگر قبر زیر بحث کو قبر عیسیٰ صرف اس لئے قرار دیا جائے کہ عوام الناس میں مشہور ہے تو درہ خیبر کی طرح ممکن ہوگا کہ کوئی اور عیسیٰ بزرگ یہاں پر مدفون ہوا ہو اور لوگوں نے بے پر کی اڑا کر اسے عیسیٰ ابن مریم سمجھ لیا ہو۔ اس لئے مرزائی تعلیم کے اس نظریہ کی بنیاد بہت ناپائیدار اصول پر رکھی گئی ہے جو کسی طرح بھی قابل توجہ نہیں ہوسکتی۔ مرزائی بھی اگر مخلےؒ بالطبع ہو کر غور کریں تو ضرور اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ ان کے بانی مذہب کی یہ تحقیق اجتہادی غلطی پر مبنی ہے اور جس طرح لاہوری جماعت نے اپنے مرشد کے خلاف متعدد جگہ اختلاف رائے قائم کرلیا ہے اور اپنے مرشد کی تحقیق کو اجتہادی غلطی تصور کیا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے بلکہ ضروری ہے کہ اس نظریہ کو بھی اجتہادی غلطی پر محمول کیا جائے۔

۴...... سوانح باب اور اقتباسات نقطۃ الکاف

بابی مذہب کے جو حالات مسٹر براؤن نے خود بابیوں سے حاصل کر کے کتابی صورت میں شائع کئے ہیں۔ فارسی زبان میں وہ حالات نقطۃ الکاف سے معنون ہیں۔ جن کو مختصر طور پر ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ خود اندازہ لگاسکیں کہ آیا مرزائی تعلیم کے اصول پختہ دلائل پر مبنی ہیں۔ یا بابی مذہب اپنی قوت استدلالیہ میں اس پر فخر استاذیت کا حق رکھتا ہے؟

پیشتر اس کے کہ ہم اس کتاب سے اقتباسات لکھیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بابی مذہب کے مذہبی اصول اور اصولی عقائد بھی نقطۃ الکاف کے ابتدائی مباحث میں درج ہیں۔ مگر ہمیں چونکہ صرف تاریخ سے غرض ہے۔ اس لئے ان کو یہاں پر نظر انداز کیا گیا ہے اور تاریخی حصہ کے بقیہ صفحات کو اردو میں پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ ناظرین آسانی سے بہرہ اندوز ہوسکیں اور جب عقائد کی بحث میں ضرورت محسوس ہوگی تو انشاء اللہ تعالیٰ نقطۃ الکاف کا پہلا اصولی حصہ بھی پیش کیا جائے گا۔ ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ رسالہ کوکب الہند دہلی اور کتاب قضیہ الباب البہاء سے بھی جو باتیں حاصل ہوں گی ان کو بھی ساتھ ساتھ قلمبند کرنے میں کوشش کی جاوے گی۔ نقطۃ الکاف کا مضمون ص ۹۸ سے یوں شروع ہوتا ہے کہ:

ظہور ابواب اربعہ

حضور علیہ السلام کی ہجرت سے بارہویں امام محمد بن عسکری علیہ السلام کی پہلی روپوشی

تک دوسو ساٹھ سال کا عرصہ ہوتا ہے اور یہ روپوشی (غیبت صغریٰ) ستر سال تک رہی۔ جس میں (ابواب اربعہ) چار نقیب حضرت امام غائب کی طرف سے تعلیم دیتے رہے۔ پھر یہ تبلیغ بالواسطہ بھی منقطع ہوگئی اور دوسری مکمل روپوشی (غیبت کبریٰ) شروع ہوئی۔ جو (عمر نوح) نوسو پچاس سال پر ختم ہوگئی تو بار دوم:

باب اوّل

باب اوّل شیخ احمد احسائی کا ظہور ہوا۔ جس نے امام عسکری کی تعلیم جو جامع کبیر میں درج تھی لوگوں تک پہنچائی اور عرب سے نکل کر عجم میں ہر ایک مسجد اور مجلس میں اپنے پند و نصائح سے لوگوں کو مشرف کیا۔ مگر اپنی ساری تبلیغ میں صاف طور پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ میں باب ہوں (اور امام غائب کی خدمت میں حاضر ہوکر علوم حاصل کر کے لوگوں تک پہنچاتا ہوں) گو کبھی کبھی اشارۃً اپنے منصب کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ مگر چونکہ رفتار زمانہ مخالف تھی۔ اس لئے آپ نے اخفاء ہی بہتر سمجھا۔ باب اوّل کی وفات کے بعد:

باب ثانی

باب ثانی حاجی سید کاظم رشتی ملقب بہ نور احمد کا ظہور ہوا کہ جس نے باب اوّل کی مختصر تعلیم کو مشرح اور مفصل کر کے بیان کیا اور قصیدہ سدیہ کی شرح لکھی اور حضرت موسیٰ بن جعفرؒ کے مناقب شائع کئے تو آپ کی تعلیم ہندوستان تک پہنچ گئی۔ مگر عام لوگ مخالف ہوگئے۔ چنانچہ آپ کا ایک مرید اخوند ملا عبدالخالق یزدی جب مقامات مقدسہ اور (مشہد) میں داخل ہوا تو وہاں کے لوگوں نے اس کی خورد و نوش بھی بند کر دی اور لعن و تشنیع سے توہین کی اور یہ توہین یہاں تک بڑھ گئی کہ علمائے مشاہد نے فتویٰ دے دیا کہ چونکہ اخوند یہاں بازاروں میں پھرتا ہے۔ اس لئے تمام بازاری اشیاء خوردنی حرام ہیں۔ انہی ایام میں ایک شخص طہران سے اخوند کی شہرت سن کر ملاقات کو مشاہد میں داخل ہوا تو بہت محظوظ ہوا اور جب واپس طہران کو جانے لگا تو راستہ میں اسے ایک آدمی ملا۔ جس نے اخوند کے حالات دریافت کئے تو اس نے کہا کہ وہ شخص بہت مقدس ہے اور کمال اخلاص سے آبدیدہ ہوکر کہا کہ جو کچھ مخالف خیال کرتے ہیں سب جھوٹ ہے اور اخوند میں کوئی نقص نہیں۔ مگر سامعین ایسے بگڑے کہ فوراً چیخ اٹھے کہ جاؤ تم نجس۔ تمہارے آنسو نجس اور تمہارے کپڑے نجس۔ علی ہذا القیاس باب ثانی کو بہت ایذاء دی گئی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ سر بسجود تھے تو کسی نے آپ کا عمامہ سر سے اتار لیا۔ ایک دفعہ کسی نے آپ کے منہ پر تھوک دیا تو آپ مسکرائے اور فرمایا کہ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی پیشین گوئی سچ نکلی کہ جب شیعہ آپس

میں گتھم گتھا ہوں گے تو امام آخرالزمان کا ظہور ہوگا اور ستر آدمی خدا اور رسول پر بہتان باندھیں گے۔ جس سے وہ برسر پیکار ہوگا۔ ''کذافی البحار'' جب وفات قریب ہوئی اور امام آخرالزمان کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے کوئی تصریح نہ فرمائی۔ بلکہ اشارات استعمال کئے جو شرح قصیدہ اور رسالہ ''الحجۃ البالغۃ فی علامات النائب'' میں پائے جاتے تھے اور کچھ آپ کے اشعار میں بھی موجود تھے۔ جن میں سے ایک یہ شعر بھی ہے۔

یا صغیر السن یا رطب البدن

یا قریب العهد من شرب اللبن

جس میں ایک فارسی النسل بچہ کی طرف اشارہ تھا۔ جناب سے امام کا نام پوچھا گیا تو آپ نے کمرہ کی طرف اشارہ کیا تو اس میں باب اعظم داخل ہوئے۔ مگر چونکہ اس وقت آپ مدعی امامت نہ تھے۔ اس لئے آپ کی شناخت نہ ہوسکی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اسی روپوشی کی حالت میں باب اعظم آپ کے وہاں آئے تو آپ متواضع ہوکر بیٹھ گئے اور جناب امام نے فرمایا کہ کیا جو کچھ ہم نے کہا تھا اس کی تبلیغ تم نے کردی ہے؟ اسی طرح کی باتیں ہوتی رہیں۔ (مصنف کتاب کہتا ہے کہ) میں اتفاقاً آپ کے پاس چلا گیا تو دونوں نے سلسلہ کلام ختم کردیا۔

باب ثالث اعظم

باب اوّل نے مسجد نبوی میں کسی سے (غالباً وہ محمد حسین بشروی تھا) کہا تھا کہ باب اعظم کا ظہور قریب ہے۔ تم اس سے ملو گے تو میرا اس سے سلام عرض کردینا۔ آپ نے کچھ علامات بھی بتائے۔ باب اوّل وفات پاگئے۔ باب ثانی کا زمانہ بھی گذر گیا اور وہ شخص مسجد کوفہ میں چالیس روز معتکف رہا تو امر حق اس پر منکشف ہوا تو شیراز میں آکر متلاشی ہوکر جب باب اعظم (ثالث) کے پاس آیا تو آپ نے اندرونی کشش سے اس کو اپنی طرف کھینچ کر اپنا تعارف کرالیا اور اس نے بھی علامت علم سے آپ کو معلوم کرلیا۔ کیونکہ اس نے حدیث الجاریۃ کی تشریح کے لئے جب درخواست کی تو آپ نے فوراً اس کی شرح لکھ دی اور اس وقت باب ثانی کا قول بھی پورا ہوگیا کہ باب اعظم حدیث جاریہ کی تشریح کرے گا۔ پھر اس معتکف نے اپنی قلبی کمزوری اور غشی کی شکایت کی اور کہا کہ مجھے سونے کا کشتہ درکار ہے تو آپ نے اپنے پیالہ سے اپنا پس خوردہ پانی ایک دو گھونٹ پلادیا۔ جس سے اس کو شفائے کلی حاصل ہوگئی۔ تب وہ معتکف آپ کا مرید ہوگیا اور آپ کی طرف سے دور دراز ممالک میں مبلغ بن کر پہنچا۔ آپ کا قول ہے کہ میں چار زبانوں میں مبعوث ہوا ہوں۔ اوّل لسان الآیات جس کا مقام قلب ہے۔ اسے سان

اللہ بھی کہتے ہیں اور اس کو مقام لاھوت سے امداد ملتی ہے۔ یہی مقام قلم ہے اور اس کا حامل میکائیل ہے اور ذاکر الشیئیۃ ہے۔ (گویا جو کچھ باب کا کلام ہوگا وہ خدا کا کلام ہوگا اور یوں سمجھا جائے گا کہ خدا تعالیٰ باب کی زبان سے بول رہا ہے) دوم لسان المناجاۃ ہے۔ اس میں شان عبودیت ظاہر ہوتی ہے اور وہی لسان نبوۃ بھی ہے۔ اس کا مقام عقل ہے اور اسے حروف سے امداد ملتی ہے۔ اس کا بادشاہ جبرائیل ہے۔ جنۃ صفراء میں عقول کی خوراک ہے اور اس کا مقام لوح محفوظ ہے۔ (گویا باب اسی وقت بحیثیت نبی اور انسان ہونے کے خدا سے باتیں کرتا ہے) سوم لسان الخطب جو منسوب الیٰ الولایۃ ہے۔ اس کا مقام نفس ہے۔ اس کو ملکوت سے امداد ملتی ہے۔ اس کا مقام کرسی ہے۔ بادشاہ اسرافیل ہے۔ جو حامل رزق حیات ہے اور اس کے سر پر زمرد کا تاج ہے۔ (گویا اس مقام پر باب ولی اللہ ہوگا اور لوگوں کو اپنے مواعظ ونصائح سے مستفیض کرے گا) چہارم لسان الزیارۃ وتفسیر القرآن والحدیث اور یہی رتبہ بابیت ہے۔ اس کا مقام جسم ہے اور عالم الملک والکثرت کا حصہ ہے۔ اس کا بادشاہ عزرائیل ہے۔ جس کا تخت یاقوت سرخ ہے۔ (گویا اس وقت باب امام غائب سے احکام حاصل کرتا ہے اور مبلغ بن کر امام غائب کی حکومت قائم کرتا ہے اور خود صرف مبشر ہے) جناب کا یہ دعویٰ تھا کہ میں ان چاروں زبان پر متصرف ہوں اور مجھ میں یہ بھی کمال ہے کہ چھ گھنٹے میں بے ساختہ ایک ہزار شعر کہہ سکتا ہوں۔ اس دعویٰ کی تصدیق یوں ہوئی کہ کوئی رادع (اور مد مقابل) پیدا نہ ہوا۔ جو یہ دعویٰ کرتا کہ میں بھی چھ گھنٹے میں ایک ہزار شعر بول سکتا ہوں۔ اگر کچھ لوگ منکر ہو گئے تھے کہ ایسا نہیں ہو سکتا اور کچھ لوگ محو حیرت تھے جو نہ منکر تھے اور نہ مصدق۔

باب اعظم کے ابتدائی حالات

اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے شیراز سے ابوشہر تک تیل کی تجارت شروع کی جو صرف پانچ سال تک جاری رہی۔ ایک دفعہ اپنے ایک دوست سے سلسلہ کلام دراز کرتے ہوئے اس قدر تساہل کیا کہ جس نرخ پر اپنے دوست سے نیل کی فروخت تکمیل پا چکی تھی۔ اس سے ستر تومان (روپیہ) نرخ کم ہو گیا۔ مگر آپ کی کمال شرافت تھی کہ اب سستے نرخ پر اسے دے دیا اور اپنے آپ کو گاہک پر ترجیح نہیں دی۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے چلہ کشی یا مجاہدہ کیا یا کسی شیخ وقت کے ہاتھ پر بیعت کی یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے۔ تجارت کے چھٹے سال آپ نے تجارت چھوڑ دی۔ (جس کا اشارہ لفظ بہاء میں مضمر تھا۔ یعنی باء ھاء۔ چھ حرف) اور نجف اشرف کو تشریف لے گئے اور وہاں ایک سال ٹھہرے تاکہ اپنے باب کی تربیت کی زیارت سے مشرف ہوں۔ لوگ کہتے ہیں

کہ سید مرحوم سے آپ کو تلمذ کا فخر حاصل تھا۔ مگر یہ غلط ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور قابل تسلیم ہے کہ آپ سید مرحوم کی مجالس وعظ میں حاضر ضرور ہوا کرتے تھے۔ لیکن تلمذ کا ثبوت نہیں ملتا۔ سال کے بعد ارض فاء (غالباً شیراز) میں واپس آ گئے اور اپنے آپ کو کس مپرسی کے عالم میں پوشیدہ رکھا۔ مگر جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ محمد حسین بشروی نے آپ سے تعارف حاصل کر لیا تھا۔

ایام رضاعت میں آپ نے یہ آیت پڑھی تھی۔ ''لمن الملك اليوم'' اور ایک دفعہ اپنے باپ سے یوں خطاب کیا تھا کہ: ''اذا زلزلت الارض زلزالها'' تو یہ حالات ایسے ہی پیدا ہوئے جیسا کہ آپ نے اشارہ کیا تھا۔

باب کی تبلیغی جدو جہد

آپ نے شاہان اسلام کو تبلیغی خطوط روانہ کئے اور مکہ شریف جا کر اپنے دعویٰ کا اعلان کر دیا۔ اس سے پیشتر گو یہ اعلان ہو چکا تھا کہ آپ شہر کوفہ کے مضافات میں اظہار دعویٰ کریں گے۔ مگر چونکہ وہاں لوگ کافی تعداد میں جمع نہ ہو سکتے تھے۔ اس لئے یہ اظہار مکہ شریف کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ حاجی محمد رضا بن حاجی رحیم مخمل فروش کا بیان ہے کہ میں نے آپ کو بیت اللہ کے ارد گرد طواف کرتے دیکھا کہ آپ کمال خضوع وخشوع سے طواف کر رہے ہیں تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ امام وقت ہیں یا اس کے نقیب اور مبشر ہیں۔ پھر بار بار مجھے خواب میں اپنی زیارت سے مشرف کرتے رہے۔ آخر جب مدینہ شریف میں آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ کی تصدیق کرنے پر مجبور ہو گیا۔ یہ حاجی صاحب بارہ برس آپ کی صحبت میں رہے اور ۱۲۷۴ء میں آپ کا انتقال ہوا۔

باب کی گرفتاری

آپ مکہ سے ارض فاء (شیراز) کو بحری راستہ سے واپس آئے تو سلطان وقت نے آپ کو نظر بند کر لیا۔ اسی حالت میں جب گھر پہنچے تو آپ کے پاس لوگوں کا آنا جانا بند کر دیا اور خط وکتابت بھی ممنوع قرار دی گئی۔ مگر آپ بدستور مخفی طور پر اپنے مریدوں کی طرف اپنی تحریرات ارسال کرتے رہے۔ کچھ دنوں کے بعد دشمن دیوار پھاند کر آندر آ گئے اور آپ کا اور آپ کے ماموں کا تمام مال ومتاع لوٹ کر واپس چلے گئے۔ اس سے پیشتر آپ کے مریدوں کی تشہیر وتعزیر بھی ہو چکی تھی اور ان کو جلاوطن بھی کر دیا تھا۔ جن میں سے بعض کے یہ نام ہیں۔ حاجی حبیب، ملا صادق خراسانی، ملا علی اکبر کردستانی۔ پھر آپ کو داروغہ کے محل میں نظر بند کر دیا گیا تو وہاں وباء پڑ گئی اور حدیث کا مضمون صادق ہوا کہ امام کے عہد میں طاعون ابیض (وباء) اور طاعون احمر

(کشت وخون) پڑے گی اور داروغہ کا لڑکا بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گیا۔ باب نے دعاء کی تو فوراً تندرست ہو گیا اور داروغہ نے بابی مذہب اختیار کر لیا۔

باب کی ہجرت

آپ نے محمد حسین کردستانی کی وساطت سے تین گھوڑے منگائے اور شیراز سے اصفہان کو ہجرت کی۔ محمد حسین کا بیان ہے کہ آپ نے مجھے پچپن تومان (ایرانی روپے) دیئے اور فرمایا کہ ان سے فلاں فلاں علامت کے تین گھوڑے خرید کر لاؤ تو میں اسی قیمت پر انہی علامات کے گھوڑے خرید کر حاضر خدمت ہوا اور ان کے سوا دوسری قسم کے گھوڑے مجھے دستیاب نہ ہو سکے۔ میں نے ان کو آپ کی خدمت میں مقام حافظیہ پر پیش خدمت کیا تو ایک پر آپ سوار ہوئے۔ دوسرے پر سید کاظم رنجانی اور تیسرے پر میں۔ آپ کا گھوڑا بہت چست وچالاک معلوم ہوتا تھا۔ اگرچہ اسے خوراک کافی نہیں ملتی تھی۔ ہم نے دوسرا گھوڑا تبدیل کر دیا تو وہ بھی آپ کی برکت سے چست چالاک ہو گیا اور جب ہم زردگاہ کے مقام پر پہنچے تو آپ نے عصر کی نماز بہت لمبی کر دی۔ جب ہم نے سلام پھیرا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہم اس خوفناک مقام سے بہت دور چلے گئے ہیں۔ پھر آپ نے مجھے پوچھا کہ تمہارا پچ (پستول) کہاں ہے تو میں نے عرض کیا میں بھول گیا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ تو تمہاری پاکٹ میں موجود ہے میں نے دیکھا تو وہیں تھا۔ ایک دفعہ ہم سیاہ رات میں جا رہے تھے تو ہم آپ سے بچھڑ گئے اور سخت تشویش ہوئی کہ یا تو راستہ سے میں بھٹک گیا ہوں یا کاظم یا جناب؟ تو آپ نے دور سے ہمیں آواز دی ہم آ پہنچے اور اس وقت آپ جلال میں تھے تو کاظم کو غش ہو گئی۔ آپ نے چائے پلائی تو ہوش سنبھالا اور جب اصفہان پہنچے تو وہ مر گیا اور آپ نے اس کا جنازہ پڑھا۔ یہی محمد حسین جب قلعہ تبریز پہنچا تو اسے گرفتار کر لیا گیا اور ہر چند پوچھا گیا مگر اس نے رازداری کی باتیں نہ بتائیں۔ اس لئے اس کی دائیں آنکھ پر گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

قیام اصفہان

جب آپ اصفہان پہنچے تو معتمد الدولہ منوچہر گاں سے درخواست کی کہ آپ کو چند یوم اصفہان میں قیام کی اجازت بخشئے تو اس کی اجازت سے چالیس یوم تک وہاں قیام کیا۔ چنانچہ آپ امام جمعہ کے گھر ٹھہرے۔ امام جمعہ آپ کا معتقد ہو گیا اور آپ کو خود وضو کرایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے عرض کیا کہ جناب آپ کی صداقت کا نشان کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ چھ گھنٹے میں ایک ہزار شعر فی البدیہہ کہہ سکتا ہوں۔ پھر امام جمعہ نے آپ سے درخواست کی کہ جس طرح آپ نے سید

یحییٰ دارابی کو سورہ کوثر کی تفسیر لکھ کر عنایت فرمائی تھی۔ اسی طرح مجھے بھی سورہ عصر کی تفسیر لکھ کر عنایت فرمائیں تو آپ نے فوراً لکھ دی اور چونکہ معتمد الدولہ بھی آپ کا معتقد ہو چکا تھا۔ اس لئے آپ نے اثبات نبوت میں ایک رسالہ اسے لکھ کر دیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ باب معتمد الدولہ کے مکان میں ملاقات کو آئے تو اس وقت محمد مہدی بن حاجی کلباسی اور ملا حسن ابن ملا علی نوری پہلے ہی موجود تھے تو دونوں نے باب سے سوالات کئے جن کا جواب باب نے باصواب دیا۔ مگر بعد میں جب دیکھا کہ لوگ جوق در جوق آ رہے ہیں تو حاسد بن گئے اور امام جمعہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے تو معتمد نے کہا کہ تم لوگ اس کی تردید کریں۔ مگر وہ نہ کر سکے پھر باب نے اس دن کے بعد مباہلہ کی دعوت دی۔ مگر مقابلہ پر کوئی نہ آیا۔ مرزا اقاسی کے پاس امام جمعہ اور تمام لوگوں کی شکایت کی گئی کہ وہ باب سے حسن عقیدت رکھتے ہیں۔ اس لئے امام جمعہ کو خوف پیدا ہو گیا اور لوگوں نے باب پر حملہ کر دیا۔ مگر معتمد نے آپ کو اپنے گھر میں پوشیدہ رکھ لیا اور عرض کی کہ اگر بادشاہ آپ سے اعلان جنگ کرے گا تو میں دو قسم کے لوگ (بختیاری اور شاہ سون) جمع کر کے بالمقابل کر دوں گا۔ اگر صلح وصفائی سے آپ کو بلائے تو میں آپ کے ہمراہ طہران جاؤں گا اور حق بات کہہ دوں گا۔ امید ہے کہ بادشاہ آپ کا معتقد ہو جائے اور اپنی لڑکی کا نکاح بھی آپ سے کر دے گا تو آپ خوب تبلیغ کر سکینگے۔ مگر آپ نے اسے منظور نہ کیا اور معتمد الدولہ آپ کا یوں معتقد ہوا کہ وہ ایک دن حقہ پی رہا تھا۔ اتفاقاً ایک چنگاری اڑ کر زمین پر آ گری تو آپ نے پتوں میں لپیٹ کر ٹوپی میں ڈال دی اور سرپوش لگا دیا۔ معتمد نے دیکھا تو وہ ٹوپی سونے کی بن چکی تھی۔ اسے خیال ہوا کہ شاید کسی پتی کی تاثیر ہے تو آس پاس سے تمام پتے جلا کر عمل کرنا شروع کر دیا۔ مگر ایک دفعہ بھی سونا نہ بنا تو اس نے اپنا تمام مال باب کے نام نذر کر دیا۔ مگر دل سے تصدیق نہیں کی اور جب آپ کی ترقی دیکھی تو حسد سے مر ہی گیا اور جب باب کو اس کی خبر موت پہنچی تو اقاسی سے مال طلب کیا۔ مگر اس نے ایک پائی نہ دی اور دو آدمیوں کو باب نے پہلے ہی ۱۹ دن اس کے مرنے کی خبر دے دی تھی۔ جن میں سے ایک سید یحییٰ یزدی بھی ہے۔ میں نے (مؤلف) پوچھا تھا کہ جناب نے حضرت باب کی تصدیق کیسے کی تھی۔ فرمایا کہ جب میں نے آپ کا دعویٰ سنا تو شیراز کو کوچ کیا اور حاضر خدمت ہو کر باب سے چند سوالات کئے۔ جن کا جواب اطمینان بخش آپ نے مجھے نہ دیا۔ جس سے میرے قلب پر صدمہ ہوا۔ مگر احباب نے کہا کہ ضرور حضرت باب آپ کی طرف کسی وقت توجہ مبذول فرمائیں گے تو واقعی آپ نے مجھے خلوت میں بلا بھیجا۔ جب میں پیش ہوا تو میں نے اپنے دل میں تین سوال سوچ رکھے تھے۔ جن میں سے دو میں نے پیش کئے اور آپ نے ان کا فوری

جواب دے دیا۔ تیسرا سوال میں نے ابھی تک مخفی رکھا تھا۔ لیکن آپ نے جوابی پرچہ کے دوسرے صفحہ پر وہ سوال بھی معہ جواب کے مفصل تحریر فرما دیا۔ جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی آپ باب الوصول الی اللہ ہیں۔ میں نے پھر پوچھا کہ آپ کے والد صاحب حضرت باب کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں تو آپ نے کہا کہ ابھی تک خاموش ہیں۔ مگر جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ وہ باب کی تصدیق نہیں کرتے تو میں ان کو قتل کر دوں گا۔

سفر طہران

معتمد کی وفات کے بعد گرگین خان نائب السلطنت مقرر ہوا تو اس نے حضرت باب کو بلوا کر کہا کہ آپ طہران یا کاشان تشریف لے جائیں۔ کیونکہ اقاسی آپ کا مخالف ہے۔ جب وہ مجھے حکم دے گا کہ میں آپ کو اس کے سپرد کر دوں تو میں انکار نہ کر سکوں گا۔ کیونکہ معتمد مرحوم کی طرح میں طاقتور نہیں ہوں۔ باب نے عذر کیا کہ میرے پاس سفر خرچ نہیں کیسے جا سکتا ہوں تو گرگین خان نے اپنی طرف سے سفر خرچ اور سواری کا انتظام کر دیا اور باب فوراً روانہ ہو گئے۔ مگر آپ کو بہت ہی ملال تھا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ تمام منافقانہ کارروائی ہے اور گرگین خان چاہتا تھا کہ شاہی دربان میں اقتدار حاصل کرے۔ مگر اس کی قسمت میں نہیں ہے اور اس عجلت سے آپ نے تیاری کی کہ آپ نے جو وہاں پر ایک پاجامہ اور جوتہ (ساغری، عیالی) بھی تیار کرایا تھا۔ وہ بھی وہیں رہنے دیا اور راستہ میں خورد و نوش بھی ترک کر دیا۔ آخر جب کاشان کے قریب پہنچے اور وہاں پر کھانا نہ کھایا اور اس وقت آپ کے ہمراہی چھ آدمی تھے تو ان کو خیال پیدا ہوا کہ بھوک سے کہیں آپ تلف نہ ہو جائیں۔ اس لئے انہوں نے آپ کے دو طہرانی مبلغین کو آمادہ کیا کہ آپ کو کھانا کھلائیں۔ یہ دو مبلغ آپ کے حکم سے پہلے ہی دو روز طہران کو روانہ ہو چکے تھے اور ان کا یہ کام تھا کہ طہران میں تبلیغ کریں۔ مگر حضرت باب ان کو راستہ میں ہی جا ملے تھے۔ بہر حال رفقائے سفر نے شیخ علی خراسانی سے کہا کہ حضرت باب خالی پیٹ سفر کر رہے ہیں تو اس نے کھانا تیار کرایا۔ جس میں سے آپ نے قدر قلیل کھا کر باقی واپس کر دیا اور جلدی روانہ ہو کر کاشان پہنچ گئے۔ پھر وہاں سے موضع خانلق تشریف لے گئے تو طہران میں خبر پہنچ گئی کہ آپ آ رہے ہیں اور سلطان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں اور معلوم ہوا کہ خود سلطان بھی زیارت کے خواستگار ہیں۔ مگر گرگین خان وزیر اعظم نے درمیان میں ایک رکاوٹ پیدا کر دی اور آپ کو بارہ سپاہیوں کے ہمراہ ماکو بھیج دیا گیا۔ (غالباً وزیر اعظم نے یہ عذر پیش کیا تھا کہ اس وقت حضرت سلطان خود سفر کو جا رہے ہیں۔ اگر آپ سے ملاقات کریں تو سلطان کو اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑے گا۔ اس لئے جب آپ واپس

آئیں گے تو آپ کو بلوایا جائے گا اور سلطان کی خدمت میں یہ عذر پیش کیا کہ حضرت باب جب آپ کے دربار میں حاضر ہوں گے تو لوگ جوق در جوق جمع ہو جائیں گے اور خواہ مخواہ بابی تحریک از سر نو شروع ہو جائے گی۔ جس سے رعایا میں طرح طرح کے فسادات پیدا ہو جائیں گے)

سفر زنجان اور ظہور خوارق

محمد بیگ جو بارہ سپاہیوں پر افسر تھا۔ باب کا مرید ہو گیا۔ کیونکہ اس نے اثنائے سفر میں ایک روز صبح حوالات کا معائنہ کیا۔ (کیونکہ باب زیر حراست تھے) تو دروازہ کھلا تھا اور باب ایک نہر کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے قفل پر ہاتھ رکھا تو فوراً کھل گیا تھا۔ اس لئے میں باہر چلا گیا۔ چند سپاہیوں کا ارادہ ہوا کہ باب پر سختی کریں تو ان سب کو وجع الفراد فم معدہ کی درد اٹھی۔ آخر سب نے معافی مانگی تو آپ کی دعا سے فوراً شفایاب ہو گئے۔ حاکم زنجان نے محمد بیگ کی معرفت ایک درخواست بھیجی کہ وہ باب کو دیکھنا چاہتا ہے۔ مگر اس وقت مشاغل سفر سے محمد بیگ چونکہ بالکل چور ہو چکا تھا۔ اس لئے اسے وہ درخواست باب کی خدمت میں پیش کرنے کی فرصت نہ مل سکی اور اسے فراموش ہو گئی۔ جب آپ زنجان پہنچے (جو ارض رضوان کہلاتا تھا کیونکہ اس میں آپ کا مبلغ اخوند ملا محمد علی رہتا تھا۔ جس نے اپنی قوت تبلیغ سے لوگوں پر اچھا اثر ڈال رکھا تھا) تو خاص دارالخلافہ میں چوہدری محمود خان کے گھر اترے اور حضرت باب نے محمد بیگ کو یا فلان کہہ کر پکارا۔ مگر اسے جرأت نہ ہوئی کہ انکار کرے۔ گو پہلے بہت مغرور تھا اور اس قدر مخالف تھا کہ سلطان کے دربار میں چند مسائل فقہ پر شیخ الاسلام باقر رشتی بابی سے مباحثہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر سلطان نے اس کو روک دیا تھا۔ کیونکہ یہ صرف اخباری تھا اور علم فقہ میں مہارت نہ رکھتا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی خطرہ تھا کہ بابی تحریک زور پکڑ جانے سے فساد نہ ہو جائے۔ آخر جب اس نے قرآن الباب کا ایک صفحہ پڑھا تو فوراً اس کے قلب پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ اسے انکار کی کوئی وجہ نظر نہ آئی تو داخل بیعت ہو گیا۔ اس کا بیان ہے کہ جب ہم زنجان پہنچے تو میں نے حضرت باب کی امداد میں سر توڑ کوشش کی اور آپ کے اعزاز میں حکم دے دیا کہ زنجان میں کوئی شخص حقہ نوشی نہ کرے۔ مگر میری شکایت ہو گئی تو سلطان نے مجھے واپس طہران طلب کیا۔ اب میں باب سے خواستگار ہوا کہ کیا میں سلطان سے مقابلہ کروں یا سر تسلیم خم کر کے وہاں جا کر قید ہو جاؤں تو آپ نے حکم دیا کہ تمہارے لئے قید ہو جانا دو جہاں کی عبادت سے بہتر ہے۔ پھر وہاں کے مزید حالات بیان کرتا ہے کہ جب ہم زنجان پہنچے تھے تو ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت تھا۔ لوگ سنتے ہی تو پیادہ سرکاری کے ہمراہ حکم نامہ ہمارے نام آ پہنچا کہ مغرب سے پہلے ہی شہر سے نکل جاؤ۔ ہم

نے بہتیرا اعذر کیا کہ معاف کیجئے۔ہم تھکے ماندے ہیں۔مگر حاکم نے ایک نہ سنی تو باب ناراض ہوکر کہنے لگے کہ دیکھو یہ حاکم کس جوش سے ہماری زیارت کا خواہاں تھا۔اب کس طرح اس نے اپنی رائے تبدیل کردی ہے۔(گویا یہ اشارہ اس رقعہ کی طرف تھا جو اثنائے سفر میں حاکم خراسان کی طرف سے ہمیں ملا تھا کہ میں حضرت باب کی زیارت کرنا چاہتا ہوں اور وہ خط پیش کرنا بھول گیا تھا) اے میرے خدا دیکھ! آل رسول ﷺ سے یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ اس وقت آپ کا قیام ایک پتھر کی بنی ہوئی سرائے میں تھا۔آپ نے وہاں سے دو فرسخ (چھ میل) کے فاصلہ پر ایک دوسری سرائے میں اترنے کا فیصلہ کیا جو پکی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی۔جب ہم میلان پہنچے تو راستہ میں ہی زائرین کا ہجوم ہوگیا۔مگر باب بالاخانہ میں جاکر عزلت نشین ہوگئے اور کسی سے ملاقات نہیں کرتے تھے۔دوسرا دن ہوا تو ایک بڑھیا عورت ایک کوڑھے بچہ کو لے کر حاضر ہوئی۔جس کے تعفن سے لوگ بہت تنگ آچکے تھے اور وہ بہرا بھی ہو چکا تھا۔آپ کو دیکھ کر بہت ہی رحم آیا تو چند کلمات پڑھ کر دم کیا تو اسے چند دن بعد آرام ہوگیا۔یہ کرامت دیکھ کر دو سو سے زائد داخل بیعت ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ:"میلان قطعة من الجنة "یہ بستی جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔

جب وہاں سے کوچ کر کے شہر تبریز کے قریب ایک منزل پر ہم نے قیام کیا تو ہم رفقائے سفر کو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ بکری کے کباب کھائیں۔تو کسی نے اسی وقت بکری کا ایک بچہ بطور نذرانہ پیش کیا۔جس کے کباب بنا کر ہم نے خوب کھا کے پھر ایک دفعہ رفقائے سفر اور شاہی سپاہیوں نے آپ سے نقدی طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔مگر وہ عاجز ہوکر بہت ہی پیچھے پڑ گئے۔تو آپ جلال میں آگئے اور اپنا (رءال) توشہ دان جنگل میں ان کے سامنے پھینک دیا۔جس کو ہم نے جھاڑا تو اندر سے مجھے پورے طور پر یاد نہیں دس تومان نکلے تھے یا تیس تومان (طہرانی روپے) دستیاب ہوئے تھے۔ایک دفعہ آپ گھوڑا دوڑا کر اثنائے سفر میں ہم سے دور نکل گئے اور ہمیں حیرت ہوئی کہ سلطان کو ہم کیا جواب دیں گے؟ کہ باب ہم بارہ سپاہیوں سے بچ کر نکل گئے۔مگر ہم تھوڑی ہی دور گئے تھے تو ہمیں آپ کھڑے ہوئے نظر پڑے اور مسکرا کر کہنے لگے کہ اگر میں چاہتا تو تم سے بھاگ سکتا تھا۔بہرحال یہ حالات دیکھ کر میرا ارادہ ہوا کہ آپ کو تبریز پہنچا کر واپس طہران چلا جاؤں اور تبریز سے ماکو تک کا سفر چونکہ نہایت ہی دشوار گذار تھا۔اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ یہ مہم شہزادہ کے زیر اہتمام انصرام پائے جو تبریز میں رہتا تھا۔آپ نے بھی میری رائے کو پسند فرمایا اور کہا کہ تبریز سے آگے سفر کرنا ظلم ہے۔تم اس میں دخل نہ دو۔میں خود تبریز سے آگے جانا نہیں چاہتا۔

ورود تبریز و سفر ماکو

اور جا کر شہزادہ سے کہہ دو کہ ہمیں تبریز میں رہنے دے۔ کیونکہ میں نے دوگانہ چھوڑ کر پوری نماز شروع کر دی ہے اور میرا ارادہ یہیں رہنے کا ہے۔ مجھے بخار تھا۔ اس لئے میں نے عذر پیش کیا کہ میں نہیں جا سکتا۔ آپ نے فوراً چائے کی ایک پیالی سے اپنی جھوٹی چائے مجھے پلا دی۔ تو مجھے فوراً شفا ہو گئی تو میں نے شہزادہ کو آپ کا پیغام پہنچا دیا۔ مگر اس نے تسلیم نہ کیا اور جب آپ کو اس کے انکار کی میں نے اطلاع دی تو آپ نے نہایت افسوس سے ایک آہ کھینچ کر کہا کہ: ''راضیاً بقضاء اللّٰہ اللھم افتح بینی وبین عبادک'' یا اللہ میں رضا بالقضاء کو اختیار کرتا ہوں تو ہی میرے اور اپنے بندوں کے درمیان منصفانہ فیصلہ صادر فرما۔ اس کے بعد آپ کو میں اپنے گھر لے آیا جو تبریز کے مضافات میں تھا تو آپ چند ایام وہاں تشریف فرما رہے اور میرے گھر کے لوگ جب حضرت وضو کرتے تو آپ کا مستعملہ پانی بطور تبرک کے اپنے لئے اٹھا لے جاتے اور دوائی کے طور پر استعمال کرتے۔ دوسری دفعہ باب نے مجھے یوں کہہ کر شہزادہ کے پاس بھیجا کہ میں تبریز سے باہر نہیں جاؤں گا۔ یہاں تک کہ مجھے قتل بھی کیا جائے تو میرا جانا مشکل ہے تو شہزادہ نے جواب میں کہا کہ جو کچھ سلطان نے حکم دیا ہے اس کی تعمیل نہایت ضروری ہے۔ لیکن جب میں واپس آنے لگا تو مجھے پھر بخار ہو گیا اور وہیں پڑا رہا اور مجھے یہ طاقت نہ رہی کہ شہزادہ کا یہ پیغام آپ کو پہنچا دوں۔ اس کے بعد شہزادہ نے ۱۳۰ سپاہ سمیت پہنچ کر آپ کو ماکو جانے پر مجبور کیا تو آپ مجھے رخصت کی آخری ملاقات کرنے آئے تو میں کمال حسرت سے رویا اور آپ کو رخصت کیا۔ تو آپ ماکو تشریف لے گئے۔ دو ماہ کے بعد جب مجھے صحت ہوئی تو میں بھی ماکو گیا اور حاضر خدمت ہو کر اس کوتاہی سے معافی مانگی کہ میں شہزادہ کا پیغام آپ کو نہیں پہنچا سکا تھا تو آپ نے مجھے معاف کر دیا اور میرے حق میں دعائے خیر فرمائی اور فرمایا کہ میں نے ابھی سلطان محمد شاہ اور وزیر اقاسی کو بد دعا نہیں دی۔ اگرچہ انہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ مگر بتاؤ حاکم زنجان کا کیا حال ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ وہ خود بے ریش اور زن سرشت تھا۔ اس نے کسی کی عورت اغوا کر لی تھی۔ جس پر اہل زنجان بگڑ گئے اور اس کی تشہیر کر کے اسے نکال دیا اور اسی غم میں دیوانہ ہو کر مر گیا ہے اور شہزادہ بھی بہت ذلیل ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے حق کو ذلیل کیا تھا۔ اس لئے خدا نے بھی اس کو ذلیل کر دیا ہے۔

ماکو میں تین سال نظر بندی

باب کو ماکو کے ایک قلعہ میں جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا نظر بند کر دیا گیا اور اقاسی

(وزیراعظم) نے علی خان حاکم ماکو کو حکم دے دیا تھا کہ باب سے کوئی آدمی ملاقات کرنے نہ پائے اور نہ ہی کوئی خط وکتابت کرے۔ مگر لوگ دھڑا دھڑ آنے لگے اور خلاف توقع ہر وقت بھیڑ لگی رہتی تھی۔ اس لئے علی خان نے لکھ بھیجا کہ مجھ سے حراست مشکل ہے۔ مناسب ہے کہ باب کو یہاں سے چہریق روانہ کیا جائے۔ بظاہر علی خان آپ کا مرید تھا۔ جب تین سال بعد آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو علی خان معافی کا خواستگار ہوا۔ مگر باب نے نور باطن سے اطلاع پا کر کہا کہ ارے وزیر سے خط وکتابت بھی کرتے ہو اور مجھ سے معافی کے خواستگار بھی ہو۔ یہ کیا دورنگی ہے؟ ملا کو اگرچہ ذی عزت اور تین سو خان پر افسر تھا۔ مگر جب آپ سے مسائل میں مختلف ہوا تو آپ نے اس زور سے لاٹھی رسید کی کہ لاٹھی اس کے سر پر ٹوٹ گئی اور آقا سید حسین کو حکم دیا تو ملا ماکو آپ کے دربار سے نکال دیا گیا۔ اسی نظر بندی میں آپ نے سلاطین کو تبلیغی خطوط لکھے جو ایک لاکھ شعر پر مشتمل تھے اور یہ بھی مشہور ہے کہ سلطان اور اقاسی کو ایک ہزار قہری خطبہ (لیکچر) بھی لکھا تھا۔ بہرحال جب آپ ماکو سے روانہ ہوئے تو چہریق کے قریب رومیہ شہر میں اترے۔ کیونکہ روانگی سے پیشتر علی خراسانی کو آپ نے مبلغ بنا کر رومیہ روانہ کر دیا ہوا تھا اور یہ شخص سید مرحوم (باب ثانی) کا بڑا مخلص اور عظیم الشان مرید تھا اور اب اس کو خاتم اور عظیم کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے اور آپ نے ایک رسالہ علم حروف میں لکھا جس میں بیان کیا تھا کہ کس طرح حسین کو علی بنایا جاتا ہے اور علی کس طریق پر عظیم بن جاتا ہے۔ وہاں کے حاکم یحییٰ خان نے جناب کو خواب میں دیکھا تھا۔ جب آپ آئے تو اس نے پہچان لیا اور داخل بیعت ہو گیا۔ مگر آپ کو تبریز میں نظر بند کیا گیا اور لوگ زیارت کے لئے اس اشتیاق سے آئے کہ آپ نے جب حمام میں غسل کیا تو آپ کا مستعملہ پانی ستر تومان سے فروخت ہوا۔ جس کو لوگ ہاتھوں ہاتھ لے گئے۔

تبریز میں مناظرہ

کچھ مدت کے بعد حکومت نے باب سے تبریز میں مناظرہ کرانے کی تجویز پاس کی تو شہزادہ نے اپنے دربار میں باب کو طلب کیا اور مقابلہ میں بہت سے اہل علم جمع کئے گئے۔ جن میں سے ملا محمود ولی عہد کا اتالیق اور ملا محمد ماما قانی بھی تھے اور یہ قرار پایا تھا کہ اگر باب پاگل ثابت ہو تو قید میں رکھا جائے۔ نہیں تو اسے ضرور قتل کیا جائے۔ باب نے پہلے غسل کیا اور لباس بدل کر چوبے بدست عطر لگائے ہوئے مجلس میں السلام علیکم کہہ کر حاضر ہو گئے۔ مگر کسی ایک نے بھی وعلیکم السلام نہ کہا تو ذکر خفی کرتے ہوئے مجلس کی آخری صف میں بیٹھ گئے۔ دو چار منٹ کے بعد ملا محمد ماما قانی نے آپ سے سوال کیا کہ جو تحریرات لوگوں کے پاس تحریک بابیت کے متعلق ہیں وہ آپ کی تحریر

کردہ ہیں یا کسی اور یعنی محمد حسین شیروی کی۔ (کیونکہ اس کو باب الباب اور باب کا مبلغ اوّل کہتے تھے) تو آپ نے فرمایا کہ وہ میری تحریریں ہیں اور یہ کلمات الٰہیہ ہیں۔ پھر سوال کیا گیا کہ آپ باب ہیں؟ فرمایا ہاں ضرور پھر پوچھا کہ باب کا کیا معنی؟ تو آپ نے فرمایا کہ: ''انا مدینة العلم وعلی بابھا'' سے اس کا مطلب سمجھ سکتے ہو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مشاعر (حواس) چار ہیں۔ اوّل آنکھ جو دل کا ترجمان ہے۔ اس کا عامل رکن توحید ہے اور یہی مقام مشیت ہے۔ یعنی انسانی ارادہ اور خدا کی توحید کا یہی مقام ہے۔ دوم کان جو عقل کا مرتبہ رکھتا ہے اور رتبہ نبوت کا حامل ہے اور ارادہ کا مصداق ہے۔ یعنی کان سے خدائی آواز سنائی دیتی ہے اور مکالمہ سے نبوت حاصل ہوتی ہے۔ سوم قوۃ شامہ جو نفس کا ترجمانی ہے اور رکن ولایت ہے اور مقام قدر کا حامل ہے۔ چہارم فم (منہ) جو جسم کا ترجمان ہے۔ رکن شیعہ کا مقام ہے اور بمنزلہ قضاء کے ہے اور تمام چہرہ مشعر خامس یعنی بحیثیت مجموعی پانچویں حس ہے جو عدد باب کو ظاہر کرتی ہے اور ہائے ہویۃ کے برابر ہے۔ (کیونکہ حروفی حساب سے اس کے عدد پانچ ہیں) خلاصہ یہ کہ پانچ کا عدد خدا میں موجود ہے اور انسان کے چہرہ پر ظاہر ہو رہا ہے اور باب میں ظاہر ہو کر یہ اشارہ کرتا ہے کہ الباب وجہ اللہ باب خدا کا مظہر اور چہرہ ہے۔ ملا محمود نے اعتراض کیا کہ کان تو دو ہیں۔ آپ کے نزدیک ایک کیسے ہوئے۔ اسی طرح آنکھیں بھی دو ہیں۔ آپ نے ان کو ایک کیوں شمار کیا تو باب نے جواب دیا کہ آواز ایک ہی سنائی دیتی ہے اور ایک ہی چیز دکھائی دیتی ہے۔ اس لئے ان کو ایک ایک تصور کیا گیا ہے۔ ملا محمود نے پوچھا کہ کب سے آپ باب ہوئے۔ جناب نے جواب دیا کہ تم ہزار سال سے منتظر تھے کہ محمد بن حسنؒ قائم آل محمد آتے ہیں تو میں وہی ہوں۔ پوچھا کہ کیا دلیل ہے؟ کہا کہ ہمارے پاس آیات ہیں امیر ارسلان اور ولی عہد شہزادہ نے کہا کہ اپنی لاٹھی کے متعلق کچھ آیات پڑھیں تو آپ فوراً شروع ہو گئے اور کئی ایک شعر بول دیئے۔ کسی نے کہا کہ ہم آپ کے آیات نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ بے معنی ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ پھر تم نے آیات کے ساتھ قرآن شریف کی تصدیق کیسے کی ہے؟ امیر ارسلان نے کہا کہ ایسے شعر تو میں بھی بول سکتا ہوں۔ چنانچہ اس نے بھی بے جوڑ تک بندی شروع کر دی اور شعر سازی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ پھر ولی عہد نے پوچھا کہ کیا آپ ستاروں کے متعلق کچھ جانتے ہیں؟ یہ کہہ کر کرہ آپ کی طرف لڑھکا دیا۔ مگر باب نے کہا میں علم نجوم نہیں جانتا۔ کسی نے کہا کہ آپ بتایئے قولہٗ کا کیا صیغہ ہے؟ باب بالکل خاموش ہو گئے اور مجلس سے واپس چلے آئے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ آپ کو جنون ہے۔ مگر طبیب کی تشخیص پر معلوم ہوا کہ آپ کو جنون کا عارضہ نہیں ہے۔

باب کی سزایابی

دوسرے دن ولی عہد نے بلوا کر پیادوں کو حکم دیا کہ باب کو درے لگاؤ۔ مگر سب نے انکار کر دیا کہ پہاڑ کی چوٹی سے گر کر مر جانا منظور ہے۔ لیکن ایک سید آل رسول ﷺ کو درہ لگانا ہم سے نہیں ہو سکتا۔ شیخ الاسلام خود سید تھا۔ اس نے کہا کہ سید کو سید پیٹنے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ چنانچہ باب کو بلا کر زیر تنہ پہنایا اور آپ کو اٹھارہ عدد درے لگائے جو عددحی کی طرف اشارہ ثابت ہوئے کہ باب زندہ رہیں گے اور اس سزایابی کی خبر آپ نے پہلے ہی دی ہوئی تھی۔ بہر حال آپ چہریق کو واپس آ گئے۔ اس واقعہ کے بعد مرزا احمد مر گیا اور شیخ الاسلام کو بہت ذلت اٹھانی پڑی۔
مرزا مہدی علی خاں حاکم مازندران کا بیان ہے کہ مجھے خواب آیا کہ سلطان محمد شاہ اپنے تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور فوجیں سلامی میں حاضر ہوئیں تو ناگہاں ایک نوجوان سید (یعنی حضرت باب) آیا جس نے کہ بادشاہ کو ایک تھپڑ رسید کیا اور بادشاہ وہیں مر گیا۔ اس خواب کے بعد سلطان تین روز بیمار رہ کر مر گیا اور وزیر اعظم اقاسی معطل ہو کر بھیک مانگنے لگا۔

اخوند باب الباب محمد حسین بشروی

اسی اثناء میں خراسانی جماعت بسر کر دگی۔ محمد حسین بشروی وارد مازندران ہوئی اور یہ صاحب وہ ہیں کہ روپوشی کی حالت میں مستور الحال بن کر حضرت باب کے ہمراہ ماکو تک پہنچے تھے تو وہاں سے آپ نے ان کو مبلغ بنا کر مارزندان کے راستہ سے خراسان بھیج دیا ہوا تھا۔ مگر جب اثنائے سفر میں شہر بارفروش میں حاجی محمد بارفروش کے پاس قیام کیا تو آپ نے حاجی صاحب پر اپنی شان بڑھائی۔ مگر دوسرے روز آپ کو معلوم ہوا کہ حاجی صاحب کا تو یہ پایہ ہے کہ حضرت باب جناب کو حبیب کے لفظ سے یاد کیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے فروتنی اختیار کر لی اور اللہ الصمد کی تشریح میں بیس ہزار شعر کہہ کر پیش کئے۔ اس کے بعد آپ نے اہل خراسان کو عموماً اور سعید العلماء کو خصوصاً تبلیغ کی۔ جس کے معاوضہ میں حضرت باب نے آپ کو خلعت انعام فرمائی۔ جو سفید عمامہ اور قباء پر مشتمل تھی اور ایک توقیع مبارک (یعنی سند حسن کارکردگی) عطاء فرمائی۔ بہر حال اس وقت اخوند صاحب بمعہ جماعت خراسانی کے مارزندان میں فروکش ہوئے اور حاجی محمد علی صاحب بارفروش بھی آپ سے آملے۔ کیونکہ سعید العلماء نے ان کو شہر بدر کر دیا تھا۔ علی ہذا القیاس بابی مذہب کے پیرو ایک کافی جمعیت میں وہاں جمع ہو گئے تو حضرت باب نے ان کو فتنہ خراسان کی خبر قبل از وقوع دے دی۔

بروز فاطمہؓ قرۃ العین طاہرہ

ملا صالح قزوینی کی لڑکی سید مرحوم (باب ثانی) کی پیرو تھی۔ان کے انتقال کے بعد یہ بھی اخوند صاحب (محمد حسین بشروی) کی طرح تلاش باب میں نکل کھڑی ہوئی اور جب اخوند صاحب کو حضرت باب کی خدمت میں شیراز کے مقام پر شرف یابی حاصل ہوئی تو انہوں نے طاہرہ کو خط لکھا اور وہ پہلے ہی غائبانہ بیعت میں داخل تھیں۔مگر اب تو طاہرہ بیعت میں بھی داخل ہو گئیں اور مبلغ بن کر کربلا پہنچیں۔جہاں پر لوگ زیارت کو کثرت سے آئے اور وعظ میں ایک خاص بھیڑ لگی رہتی تھی۔زن و مرد اکٹھے آتے تھے اور داخل بیعت ہوتے تھے اور یہ لوگ اس قدر متقی اور پرہیزگار بن گئے کہ بازار کربلا کی پکی ہوئی ہانڈی چھوڑ رکھی تھی۔کیونکہ حضرت باب رکن رابع تھے۔(یعنی شیعہ کامل تھے) اور شیعہ کامل کو گالی دینے والا ائمہ اہل بیت کو گالیاں دینے والا ہوتا ہے اور ائمہ کو گالیاں دینے والا حضورﷺ کا گالیاں دینے والا ثابت ہوتا ہے اور چونکہ اہل بازار کربلا حضرت باب کو گالیاں دے چکے تھے۔اس لئے یوں سمجھے گئے کہ انہوں نے معاذ اللہ حضورﷺ کو گالیاں دی ہیں۔اس لئے وہ واجب الترک کافر ہو گئے اور ان کا پکا ہوا کھانا حرام ہو گیا۔قرۃ العین طاہرہ کا یہ دعویٰ تھا کہ میں مظہر فاطمہؓ ہوں اور آپ کا بروز مجھ میں ہوا ہے۔اس لئے اس نے بازار کی تمام اشیاء پر ایک دفعہ نظر ڈالی تو تمام اشیاء پاک ہو گئیں اور بابی تمام اشیاء کو پاک اور حلال سمجھنے لگ گئے۔کیونکہ حضرت باب نے اپنے ایک رسالہ الضروع میں یہ اصول لکھا تھا کہ نظر آل اللہ بھی نجس چیز کو پاک کر دیتی ہے اور آل اللہ سے مراد چہاردہ معصوم ہیں اور ان کی نظر خود ان کا ارادہ ہے اور ان کا ارادہ خود اللہ کا ارادہ ہے اور جس چیز کو خدا چاہتا ہے وہ کیسے حرام ہو سکتی ہے۔اس لئے قرۃ العین نے بروز فاطمہ بن کر نظر ڈالی تو تمام نجس اشیاء پاک ہو گئیں۔مگر حاکم کربلا کو سخت اندیشہ پیدا ہوا اور خلیفہ بغداد کو اطلاع دی اور فرمان خلافت کا منتظر رہا تو اسی اثناء میں اس کا یہ ارادہ ہوا کہ تا وصولیت حکم آپ کو نظر بند رکھے۔مگر آپ کو کسی نے خبر کر دی۔اس لئے رات ہی رات بغداد کو چلی گئیں اور وہاں مفتی اعظم کے گھر جا کر پناہ لی۔لیکن وہاں بھی آپ کو اطمینان حاصل نہ ہوا۔تو عراق کو چلی گئیں اور تبلیغ کا سلسلہ بدستور جاری رکھا اور بہت سے لوگ داخل بیعت ہو گئے۔جن میں سے یہ لوگ مشہور ہیں۔شیخ صالح العرب، ابراہیم واعظ، ملا شیخ طاہر، آغا سید گلپایگانی ملقب بہ ملیح اور کچھ مرید مرتد بھی ہو گئے تھے۔کیونکہ انہوں نے آپ کا رویہ اسلام کے خلاف پایا تھا اور انہوں نے حضرت باب کی خدمت میں ایک شکایت نامہ بھیج دیا تو آپ نے جواب میں لکھ دیا کہ قرۃ العین کا کلام الٰہی ہے اور وہ پاکدامن (طاہرہ) ہے۔اس لئے

ان کو بھی آیات طاہرہ سے انکار نہ ہوسکا۔ (اور اس دن سے قرۃ العین کا لقب طاہرہ مشہور ہوگیا)
اس کے بعد طاہرہ نے کرمان اور ہمدان میں تبلیغ کی اور طہران جانے کی خواہش تھی۔ مگر آپ کے والد نے آپ کو مجبوراً واپس قزوین میں بلالیا اور کہا کہ اگر تو بیٹا ہوتی تو تبلیغ بابیت پر مجھے کچھ افسوس نہ ہوتا۔ مگر کیا کروں تم لڑکی ہو تو مجھے سخت شرم دامنگیر ہورہی ہے اور ہر چند اپنے خاوند کے ساتھ مصالحت کرنے کو کہا گیا۔ مگر طاہرہ نے کہا میں طاہرہ ہوں اور وہ خبیث ہے۔ اس لئے ہمارا باہمی نکاح فسخ ہو چکا ہے۔ کیونکہ شیعہ کامل کو گالی دینے والا بحکم حدیث کافر ہوتا ہے اور کافر مسلم کا باہمی نکاح قائم نہیں رہ سکتا۔

قتل ملاتقی

جیسا کہ اہل اسلام کی عورتیں جب مکہ چلی گئی تھیں تو ان کا نکاح ٹوٹ گیا تھا۔ اسی اثناء میں صالح شیرازی ملاتقی کے پاس چلا گیا۔ جب کہ وہ نماز میں مشغول تھا۔ فراغت کے بعد اس نے سوال کیا کہ شیخ احمد احسادی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے کہا کہ وہ ملعون تھا۔ یہ لفظ سنتے ہی صالح شیرازی نے وہیں مصلےٰ پر پیٹنا شروع کر دیا اور اتنا پیٹا کہ وہ وہیں مرگیا۔ اس پر شور اٹھا تو ستر آدمی پکڑے گئے اور یہ مواد دیر سے پک رہا تھا۔ کیونکہ ایک دفعہ حضرت قزوین کے پاس گذر رہے تھے تو آپ نے ملاتقی سے کچھ امداد مانگی تھی تو اس نے بجائے امداد کے گالیاں دی تھیں اور آپ نے جوش میں آ کر کہا تھا کہ کیا اسے کوئی بھی ہلاک نہیں کرسکتا۔ تا کہ آل محمد کو گالیاں نہ دے۔ مگر اب وہ بات پوری ہوگئی اور صالح شیرازی نے اپنے جرم کا اقبال کرلیا اور ملاتقی نے اپنے قاتل کو معافی بھی دے دی تھی۔ مگر حاکم نے یہ مصالحت قبول نہ کی اور ستر میں سے چھ آدمی طہران بھیج دیئے۔ جن میں سے اسد اللہ نامی تو طہران پہنچتے ہی جاں بحق ہوگیا۔ کیونکہ وہ بیمار تھا اور صالح شیرازی جو اصل قاتل تھا راستہ میں ہی فرار ہوگیا۔ باقی رہے چار تو ان پر محمد ابن تقی نے دعویٰ کیا کہ یہ بابی ہیں۔ انہوں نے ہی میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ لیکن سلطان نے آقا محمود کو بھیج کر تفتیش کی تو صاف جھوٹ ظاہر ہوگیا۔ مگر اشتباہ میں پھر بھی صالح عرب کو مار ڈالا۔ باقی تین مجرم ملا محمد کو مل گئے اور وہ ان کو اپنے وطن قزوین کو واپس لے آیا تا کہ اپنے باپ کی قبر پر طواف کرا کر آزاد کر دے۔ مگر لوگوں نے عین طواف کے وقت ہجوم کر کے تینوں کو مار ڈالا اور ان کی لاشیں آگ میں جلا دیں اور اس وقت طاہرہ خراسان کو بھاگ گئی تھیں اور جب آپ کا قیام شاہرود کے مقام پر ہوا تو آپ کے مرید بھی آ پہنچے اور جناب حاجی محمد علی بارفروش بھی مشہد مقدس کی زیارت سے فراغت پا کر شامل ہوگئے۔ گویا شمس وقمر جمع ہوگئے اور مشیت ایزدی

آسمان تھا اور ارادہ الٰہی زمین تھی۔ جہاں دلوں میں توحید کا تخم بویا گیا۔ باب نے فرمایا کہ:

۱...... حضرت امیر علیہ السلام نے کمیل (خادم) کے جواب میں فرمایا تھا کہ حقیقت کے مقام پانچ ہیں۔ جس کا راز میری ذات میں مضمر ہے اور میں اس کو باب کے نام سے معنون کرتا ہوں۔ اس لئے میرا پہلا کام یہ تھا کہ حجاب جلالیت کو دور کرتا۔

بیعت بدشت اور بروز رسالت وولایت

تو میں نے علوم کے چہرہ سے پردے اٹھا دیئے۔ دوسرا کام یہ تھا کہ موہوم کو مٹا دیتا اور معلوم کو روشن کر دیتا تو میں نے سورہ یوسف کی تفسیر لکھ کر مٹا دی۔ کیونکہ لوگ ابھی اس قابل نہ تھے کہ اسے سمجھ سکتے اور اس کی بجائے دوسرے علوم روشن کر دیئے اور میرا تیسرا کام یہ تھا کہ راز کا اظہار کروں۔ کیونکہ وہی راز مجھ پر غالب آ چکا تھا اور یہ وہ مقام ہے جس کو مقام ولایت کہتے ہیں تو میں نے اس کا اظہار مقام بدشت میں کر دیا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوا کہ وہاں کے لوگ معارف وعلوم سمجھنے کے قابل ہیں۔

۲...... درخت میں پھل ہوتا ہے اور پھل میں درخت اور یہی مراد ہے کہ خدا اوّل وآخر اور ظاہر وباطن ہے۔

۳...... اسلام ایمان اور عبادات حقیقت میں صرف توحید کا نام ہے۔

۴...... اوّلین پیدائش ''الست بربکم'' کے مقام پر تھی۔ جس کا خاتمہ ''لمن الملك اليوم؟ لله الواحد القهار'' کے دن مقدر تھا اور اسی کی طرف ''انا لله وانا اليه راجعون'' میں اشارہ ہے اور ''فاعبد ربك حتىٰ ياتيك اليقين · يوم تبدل الارض غير الارض · عبدى اطعنى اجعلك مثلى'' تینوں ارشاد بھی یہی بتا رہے ہیں۔

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ذات باری اشارات مبدأ، معاد، اوّل، آخر سے پاک ہے اور اس کی مخلوق ہی ان صفات سے موصوف ہوتی ہے۔

۵...... یہ بھی ثابت ہے کہ مشیت ایزدی چاروں دنیا (لاہوت، جبروت، ملکوت اور ناسوت) میں جاری ہے اور اپنے ہر ایک دور میں اپنے اپنے نام سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے ہی تو حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں ہی آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام ہوں اور میں ہی محمدؐ ہوں اور حدیث میں آیا ہے کہ: ''القائم بامر الله'' (امام آخر الزمان) بھی ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ وہ حقیقت پر قابض ہے۔ جس

کے ظہورات مختلف ہیں۔ اس کی مثال ظاہری سورج ہے۔ جس کے ظہور میں دن ہوتے ہیں اور حجاب میں راتیں اور گو یہ ظہور و حجابات مختلف ہیں۔ مگر حقیقت میں پرتو انداز صرف حقیقت واحد ہی ہے۔ جس کو ہم سورج یا شمس کہتے ہیں اور اس میں تعدد نہیں اور رجعۃ کا معنی بھی اسی سے حل ہو سکتا ہے۔

۶...... حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''انا صاحب الرجعات بعد الرجعات وصاحب الکرات والمرات '' میں یکے بعد دیگرے رجعتوں کا مالک ہوں اور نئے نئے دور کا مالک ہوں۔

۷...... امیر علیہ السلام کی رجعت چشم زدن سے بھی قلیل وقت میں ہوتی رہی ہے۔ چنانچہ جب آپ حقیقت نبویہ میں ظاہر ہوئے تو محمد کہلوائے اور امیر علیہ السلام کو آپ کا غلام تصور کیا گیا اور آپ نے فرمادیا کہ: ''انا عبد من عبید محمد '' میں حضور علیہ السلام کا کمترین غلام ہوں تو جب حضور ﷺ نے وفات پائی تو امیر علیہ السلام اپنی ولایت کی طرف لوٹ آئے۔

۸...... حضور علیہ السلام کی مثال ہفتہ کے دن کی ہے اور امیر علیہ السلام کی مثال اتوار ہے۔ اسی طرح باقی اماموں کی شان باہمی اختلاف فضیلت سے حل کر سکتے ہو۔

۹...... کتاب زیارت جامع کبیر میں ہے کہ حضرت امام نے جناب حسن عسکری کے حق میں فرمایا تھا کہ تم آل رسول ﷺ کی سرشت ایک ہی ہے جو بالکل پاک اور مصفا ہے اور بعضها من بعضٍ کی شان رکھتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ہم آل عباء دراصل ایک ہی حقیقت سے پیدا ہوئے ہیں۔ جس کو درۃ بیضاء ایک چمکتا ہوا سفید موتی بنایا گیا ہے۔

۱۰...... شمس حقیقت (اور درہ بیضاء) اپنی اصلیت پر قائم ہے۔ مگر جب حجاب اس کے سامنے ہوتا ہے تو دنیا میں کوئی ہادی نہیں ہوتا اور جب حجاب اٹھ جاتا ہے تو ہادی پیدا ہو جاتے ہیں اور وہی مرجع خلائق بن جاتے ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: ''ایاب الخلق الیکم وحسابهم علیکم '' مخلوقات کا انتظام تمہارے سپرد ہے اور ان کا حساب و کتاب تمہیں ہی لینا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر ذکر خیر ہو تو تم ہی اس کی بنیاد ہوتے ہو اور اصل و فرع یا مبدأ و معاد ہوا کرتے ہو۔

۱۱...... خیر اوّل معرفت ذات باری ہے جس کو علم توحید کہتے ہیں اور جس کے چار مراتب ہیں۔

اوّل...... خدا کی وحدانیت اور یکتائی کا اقرار کرنا اور اس کو نقطہ وجود میں موجود ماننا۔

دوم...... خدا کی صفات تسلیم کرنا (اور مشیت الوجود اور ارادۃ الوجود تمام سے فائق ہے اور اسی طرح باقی صفات کا بھی اندازہ لگا سکتے ہو)

سوم...... توحید الافعال اس مقام پر فعل وجود فعل الٰہی ہے۔

چہارم...... توحید عبادات اور یہ فنافی الوجود اور تقرب الیٰ الوجود کا مقام ہے اور چونکہ ذات باری میں قرب و بعد نہیں ہوتا۔ اس لئے اس سے مراد اس کے مظہر اور اوتار ہوتے ہیں۔

۱۲...... خمس و زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کے اصلی مالک صرف حضرت وجود (امام الزمان) ہی ہیں اور لوگ اپنے مال کے مالک نہیں ہیں۔ صوم سے مراد یہ ہے کہ حضرت وجود کی خلاف ورزی نہ کرو۔ حج سے مراد یہ ہے کہ حضرت وجود کے مشیت اور خواہش کو ہمیشہ ملحوظ رکھو۔ اس کا ارادہ معلوم کرو۔ اس کی قضا و قدر (یعنی تجویز اور شروع فعل) کی طرف نظر رکھو۔ اس کا اذن اور اجازت حاصل کرو اور اس کی اجل اور کتاب کا انتظار رکھو اور یہی فعل کے سات مراتب ہیں۔ جن کا حاصل کرنا ضروری ہے اور عبودیت کا معنی یہ ہے کہ انسان اپنے معبود میں فنا ہو جائے۔ کیونکہ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: ''العبودیة جوهرة کنهها الربوبیة'' عبودیت وہ حالت ہے جس کی اصلیت خدائی ہے۔

۱۳...... چونکہ وجود کے سات مراتب ہیں۔ اسی مناسبت سے بیت اللہ شریف کے اردگرد سات دفعہ طواف واجب کیا گیا ہے۔ تاکہ ظاہر و باطن آپس میں مطابق ہو جائیں۔

۱۴...... حضرت نقطہ یعنی باب کا مکان تمام مکانوں سے اشرف ہے۔ جہاں آپ رہتے ہیں اور قیام کے مقام پر بیت اللہ سے مراد حضرت نقطہ کا جسم مبارک ہے یا اس سے مراد ''خلق شرافة'' اور شرافت کا اظہار ہے۔ کیونکہ ''تعز من تشاء'' میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور ''اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون'' میں اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ جب کسی چیز کو عزت دیتا ہے تو وہ چیز اس کے ارادہ کے مطابق حرف کن سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کا ارادہ خود خدا کا ارادہ ہوا کرتا ہے۔ یا اس سے مراد حضرت نقطہ کا قلب ہے۔ کیونکہ خدا کا قول ہے کہ: ''لا یسعنی ارضی ولا سمائی الا قلب عبدی المومن'' زمین و آسمان میں میری گنجائش نہیں ہوئی اگر ہوئی ہے تو عبد مومن کے قلب میں ہوئی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اوّل المومنین حضرت نقطہ ہی ہیں۔ (کیونکہ بروز رسالت و ولایت ہیں) اور مرجع خیرات بھی آپ ہی ہیں۔

۱۵...... اسی اصول پر حضرت امام حسین علیہ السلام پر سلام پڑھتے ہوئے یوں کہنے

کا حکم ہے کہ: ''السلام علیك یا ابن زمزم والصفاء والمشعر ''یعنی اے نبی علیہ السلام اور علی علیہ السلام اور فاطمہ علیہ السلام کے بیٹے تم پر سلام ہو تو گویا آپ ہی زمزم کوہ صفا اور مشعر الحرام کا مرجع ہیں۔

۱۶...... اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک مخلوقات حجاب وجودی میں رہتی ہے اس کے واسطے تمام حدود اور احکام مقرر ہوتے ہیں اور جب حجاب اٹھ جاتا ہے تو تمام قیود اور عبادات رفع ہو جاتی ہیں۔ کیا یہ ظاہر نہیں کہ خمس اور زکوٰۃ مال کی موجودگی تک ہی فرض ہوتے ہیں اور جب مال ہی امام کے سپرد کیا جائے تو یہ دونوں حکم خود بخود مرفوع ہو جائیں گے۔ باقی احکام کو بھی اسی اصول سے حل کر سکتے ہو اور ''واعبد ربك حتی یاتیك الیقین ''میں بھی حصول یقین کو انتہائے عبادت قرار دیا گیا ہے۔

۱۷...... انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں احکام سفر یا مشاغل زراعت کی طرح تھیں۔ جب انسان منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے تو سفر کے تمام احکام دوگانہ اور افطار روزہ وغیرہ ساقط ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب کھیت کٹ کر کھلاڑے میں صاف ہو جاتا ہے تو اس وقت حفاظت، پانی دینا اور کھیتی باڑی کی تمام مصروفیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

۱۸...... محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے۔ کیونکہ انسانی ترقی کی راہ میں یہ شریعت احکام سفر تھی۔ اب جب کہ وہ مقام توحید پر پہنچ چکا ہے تو دین محمدی کے تمام احکام ساقط ہو چکے ہیں۔ اس لئے اب امام آخرالزمان کی شریعت توحیدی جو نا قابل تنسیخ ہے۔ اس پر عمل درآمد کرنا انسانی فرض ہوگا۔

۱۹...... ''ان حلال محمد حلال الیٰ یوم القیامة ''میں گو یہ ذکر ہے کہ حضور ﷺ کا حلال وحرام قیامت تک جاری رہیں گے۔ مگر اس سے مراد قیامت صغریٰ یعنی چھوٹی قیامت ہے۔ (جو دوسرے صاحب شریعت کے ظاہر ہونے پر پہلے صاحب شریعت کے لئے ظاہر ہوا کرتی ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک اس قیامت کا سلسلہ بدستور جاری رہا ہے)

۲۰...... قائم آل محمد کی شریعت تمام ادیان سابقہ کی ناسخ قرار پائی ہے۔ کیونکہ کمال توحید کا راز نفی صفات میں مضمر ہوتا ہے۔ ''کان الناس امة واحدة ''میں بھی بتایا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں نے لوگوں کو مختلف کر دیا تھا۔ (اب وہ زمانہ چلا گیا ہے۔ اس لئے جس طرح پہلے کمال توحید پر لوگ قائم تھے اب بھی قائم ہوں گے)

۲۱...... روایت ہے کہ:''یجعل الملل ملة واحدة''امام آخرالزمان تمام مذاہب کوایک مذہب بنادے گا یہ بھی روایت ہے کہ:''احکامه من الباطن ''اس کے احکام باطنی ہوں گےاور یہ قاعدہ ہے کہ جب باطن آجاتا ہےتو ظاہر خود بخود دور ہوجاتا ہے۔

۲۲...... خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا تمام مال قائم آل محمد کا ہے۔تمام آدمی اس کے غلام ہیں اور عورتیں اس کی لونڈیاں ہیں اور روایت ہے کہ امام اگر چاہےتو بیوی میاں میں تبدیلی کر سکتا ہے۔(یعنی تمہارے نکاح کی باگ ڈور بھی اسی کے ہاتھ میں ہے)

۲۳...... تمام اطراف قبلہ ہیں۔جس طرف رخ کرو وہیں خدا کی تجلی ظاہر ہورہی ہے۔اور چونکہ پہلے زمانہ میں لوگ توحید کے احکام برداشت کرنے کے ناقابل تھے۔اس لئے ان کو الگ الگ طرفین سجدہ کی بتائی گئی تھیں۔آہستہ آہستہ''رجعة بعد رجعة ''کے ذریعہ سے وہ احکام اٹھتے گئے۔یہاں تک کہ اب یہ زمانہ آگیا ہے کہ اس میں کمال توحید کے احکام جاری ہوں گے۔کیونکہ اب لوگ توحید فے العمل کے برداشت کرنے کے قابل ہوچکے ہیں۔(اس لئے سب کو اتفاق اور اتحاد مذہبی کا اصول بتایا جارہاہے اور فیصلہ کردیا ہے کہ تمام مذاہب اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں۔بشرطیکہ وحدت ادیان کوملحوظ رکھا جائے۔ورنہ اختلاف کی صورت میں باطل ٹھہریں گے)

۲۴...... بابیوں کولوگ برا کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کافر اور لائق کشتنی ہیں اور یہی ان کی صداقت کا نشان ہے۔کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ جب رایۃ الحق یعنی حقانیت کا علم اٹھایا جائے گا تو اہل مشرق اور اہل مغرب اس پر لعنت بھیجیں گے اور جو لوگ حجاب میں پڑے ہوئے ہیں یا جن کی طبیعت میں جمود اور دقیانوسی خیالات جمع ہوئے ہیں وہ بھی ان کو لعنت بھیجیں گے۔یہ بھی صداقت کا نشان ہے کہ سیاہ جھنڈے مشرق سے آپ کے لئے ہی نکلے تھے اور یہ کہ چار قسم کے علم یعنی جناب ذکر علی محمد کے ماتحت حسینی جناب قدوس محمد علی کے ماتحت خراسانی سید الشہداء کے ماتحت اور طالقانی طاہرہ کے ماتحت۔(کیونکہ آپ کا باپ طالقانی تھا) بھی آپ کی صداقت کا نشان ہیں اور یہ کہ سفیانی علم یعنی شاہ ناصر الدین تباہ ہوچکا ہے۔

۲۵...... خلاصہ یہ ہے کہ حاجی محمد علی صاحب کا دعویٰ رجعت رسول اللہﷺ کا ہے۔کیونکہ وہی صاحب آیات ہیں اور مناجات واعلیٰ خطبوں کے پیدا کرنے والے ہیں۔

۲۶...... خلاصہ یہ ہے کہ القائم بامر اللہ سے چونکہ مراد رجعت رسول ہے۔اس لئے وہ حضور قدوس ہی ہیں اور چونکہ جناب ذکر رجعت امیر ہیں اور رجعت نبی سے پہلے سبقت کر چکے

ہیں۔ اس لئے جناب کا ذکر کا نام علی محمد ہوگیا اور جناب قدوس کا نام محمد علی بن گیا اور اس وجہ سے بھی آپ کا نام محمد علی ہوا کہ لڑائی میں ۳۱۳ نقیب حاضر ہوئے تھے۔

۲۷...... یہ جو کہا جاتا ہے کہ ان کے نقیب ہوا میں بھی اڑیں گے اس سے مراد یہ ہے کہ علوم سابقہ سے پرواز حاصل کر کے قدوس سے آملیں گے۔ اسی طرح یہ بھی مشہور ہے کہ وہ زمین کو لپیٹ لیں گے۔ اس سے مراد بھی یہی ہے کہ کچھ جاہل ہوں گے۔ مگر قعر جہالت سے نکل کر آسمان عقل پر جا پہنچیں گے۔

باب چہارم

خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت قدوس میدان بدشت میں ظاہر ہوئے تو بابی خوشی سے اپنے کپڑوں میں نہیں سماتے تھے۔ اچھلتے کودتے اور ناچتے پھرتے تھے اور وجد میں آ کر نعرہ لگا کر دیوانہ وار حرکتیں کرتے تھے۔ مگر یہ تمام شور وغل ابھی فرو نہیں ہوا تھا کہ مخالفین آ پڑے تو حضرت قدوس نے حکم دے دیا کہ اپنے مال چھوڑ کر الگ ہو جاؤ اور کسی کی مزاحمت نہ کرو۔ اس لئے بابی وہاں سے چل کر آمل اشرف اور بارفروش میں آ گئے۔ خود حضرت قدوس بھی کچھ مدت بارفروش میں روپوش رہے۔ سعید العلماء نے حاکم وقت کو رپورٹ دی تو جناب قدوس کو ساری روانہ کیا گیا اور طاہرہ کو نور کی طرف بھیجا گیا اور سید الشہداء اپنے ستر ہمراہیوں اور زادراہ کے ساتھ خراسان سے مازندران کو روانہ ہو گئے۔ جب قدوس منزل میامی میں پہنچے تو ملا زین الدین بھی اپنے تیس سے زائد ہمراہیوں کی معیت میں آپ سے شامل ہو گئے۔ (ملا صاحب کا داماد بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ حالانکہ بیاہ کو چند دن ہی گذرے تھے اور اس کی عمر بھی اٹھارہ سال تھی اور ملا صاحب خود عمر رسیدہ بوڑھے تھے۔ ملا صاحب کی سواری کے ساتھ دوڑتا تھا اور کہتا تھا کہ میں حبیب بن مظاہر ہوں اور کربلا بابیہ میں یہ سب شہید ہو گئے تھے) یہ لشکر جب مازندران کے قریب پہنچا تو حضرت قدوس نے قطع مسافت کو بہت ہی کم کر دیا۔ یہاں تک کہ روزانہ سفر نصف فرسنگ رہ گیا تھا۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی امر کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایک دن ابن السلطان (شہزادہ) سفر میں آپ کو ملا اور پوچھا کہ جناب کہاں جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا تھا کہ کربلا جا رہا ہوں۔ اس کے بعد متصل ہی آپ کو خبر ملی کہ بادشاہ مر چکا ہے تو آپ تیز ہو گئے۔ (گویا آپ اسی کا انتظار کر رہے تھے) اور جبل فروز پر پہنچ گئے اور خطبہ دیا کہ جو شخص حکایت بدشت کا ذکر کرتا ہوا معلوم ہو گا اسے سزا دی جائے گی۔ ہم شہادت کے لئے جا رہے ہیں جو برداشت نہیں کر سکتا وہ واپس چلا جائے۔ میں ظہر کو وقت یعنی بارفروش کے قریب قتل کیا جاؤں گا۔ (اس کو خطبہ ازلیہ کہتے ہیں اور اس شہادت کو

شہادت ازلیہ بتاتے ہیں) آپ کے دوسو ہمراہیوں نے شہادت پر بیعت کرلی اور باقی تیس آدمی روروکر واپس چلے گئے۔ کیونکہ وہ کمزور تھے اور مبایعین میں کچھ لوگ ذی عزت بھی تھے۔ مثلاً صداپسی، صدتومانی، پنجاہ تومانی ایک خراسانی تاجر بھی تھا۔ جس کے ہمراہ پانچ ہزار تھان یمنی کپڑا تھا۔ (یعنی شال تیرمہ وفیروزج) جب دوبارہ بارفروش پہنچے تو سعید العلماء نے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔

بارفروش میں چپقلش

مگر آپ نے عذر کیا کہ ہم چندروز رہ کر چلے جائیں گے اور چونکہ بادشاہ مرچکا ہے اور راستہ خطرناک ہورہا ہے۔ اس لئے چند یوم قیام ضروری ہے۔ پھر ہم کربلا کو چلے جائیں گے۔ مگر سعید العلماء نے کوئی عذر تسلیم نہ کیا۔ اسی اثناء میں ایک نانبائی نے سید رضا پر تیر چھوڑ دیا جو مشہد سے واپس آکر آپ کے ہمراہ ہولیا تھا تو بمعہ گھوڑے کے مرگیا۔ دوسرا تیر حضرت اقدس پر چلایا گیا مگر وہ خطا گیا اور حضرت قدوس نے تلوار اٹھائی تو وہ ایک درخت کی آڑ میں ہوگیا۔ دوسری طرف دیوار تھی۔ اس لئے آپ نے بائیں ہاتھ سے تلوار چلا کر اس کا کام تمام کردیا۔ گو آپ کو بائیں بازو میں رعشہ تھا۔ مگر تلوار خوب زور سے چلائی تھی۔ پھر آپ کا ارادہ ہوا کہ سعید العلماء کے گھر زبردستی داخل ہوں۔ مگر کسی حکمت سے نہ گئے اور اس وقت یہ مشہور ہوگیا کہ ظالم بابیوں نے بچے بھی مارڈالے ہیں اور حقیقت یہ تھی کہ ایک گداگر فقیر اپنے بچے کو گود میں لئے کھڑا تھا کسی بابی نے اس سے منزل مقصود کا راستہ پوچھا مگر اس نے عمداً غلط بتایا۔ پھر پوچھا تو پھر بھی غلط بتایا۔ تیسری دفعہ اسے غصہ آیا تو اس نے اس فقیر کو معہ بچہ کے مارڈالا۔ ورنہ ابھی صرف سات خون ہوئے تھے تو بابی صحیح وسلامت شہر سے باہر آگئے تھے اور ایک سرائے میں ایک برج تھا۔ اس میں پناہ گزین ہوگئے اور شہریوں نے محاصرہ کرلیا۔ حضرت قدوس نے حکم دیا تو ایک نے سرائے پر اذان کہی تو لوگوں نے اسے مارڈالا۔ دوسرا مؤذن بھی نکلا تو وہ بھی مارا گیا۔ تیسرے نے اذان مکمل کرلی تھی کہ وہ بھی مارا گیا۔ پھر بابیوں نے مدافعت شروع کردی۔ جس میں اہالیان شہر ہزیمت اٹھا کر واپس آگئے۔ عباس علی خان بارفروش میں آیا تو اس نے اپنا داماد حضرت کے پاس بھیجا کہ آپ یہاں سے تشریف لے جائیں ورنہ فساد کا اندیشہ ہے۔ آپ نے راستہ کا خوف پیش کیا تو اس نے اپنی طرف سے اپنے داماد کے ماتحت کمک بھیج دی۔ جو آپ کا مصدق تھا اور خسرو بھی ساتھ ہولیا۔ جس کے ہمراہ سو سوار تھے۔ جب تھوڑی دور نکل گئے تو داماد واپس لوٹ آیا اور خسرو بطور محافظ کے آپ کے ہمراہ رہا۔ مگر وہ بھی

ایک دن پیش ہو کر عذر پیش کرنے لگا اور آپ سے اس حفاظت کی مزدوری طلب کی تو آپ نے اسے ایک سو روپیہ دیا اور کچھ جنس بھی دی۔

خسرو کی لڑائی

مگر اس نے اصرار کیا کہ میں ضرور گھوڑا بھی لوں گا اور آپ کو چونکہ سخت ضرورت تھی۔ اس لئے آپ نے انکار کر دیا۔ اب وہ بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ ہم تم کو مار ڈالیں گے اور تمہارے تمام مال کو لوٹ لیں گے اور سخت وست لفظ بھی کہنے شروع کر دیئے۔ جس پر ایک بابی نے غصہ کھا کر اسے مار ڈالا۔ اب خسرو کی سپاہ بھی کود پڑی۔ مگر بابیوں نے ان کو مار مار کر بھگا دیا تو انہوں نے قریب کی بستیوں میں پناہ لی۔ گردونواح سے لوگوں کو جمع کر کے بابیوں پر حملہ کر دیا۔ اس وقت حضرت نے فرمایا کہ مال چھوڑ کر بھاگ جاؤ۔ چنانچہ تمام بابی مال چھوڑ کر قلعہ طبریہ میں پناہ گزین ہو گئے اور یہ وہ مقام ہے کہ حضرت نے پہلے ہی خبر دی تھی کہ یہاں کثرت سے خون ہوں گے۔ مگر انہوں نے اپنی اپنی تمام جائیداد ایک جگہ جمع کر لی جو مختلف طریق سے حاصل کر چکے تھے اور آپس میں عقد اخوت قائم کر لیا۔

طبریہ کی لڑائی

اور حضرت کو اپنا باپ تصور کر لیا۔ (گویا یہ ایک کنبہ تھا جس کا مربی حضرت کی ذات تھی) دوسری دفعہ پھر خسرو کے لشکر نے حملہ کیا تو آپ نے حکم دے دیا تو مرید قلعہ سے باہر نکل کر کھڑے ہو گئے اور ان کو حکم دیا کہ دشمن خواہ کسی طرح تم کو قتل کرے تم کو اجازت نہیں کہ اس کے مقابلہ پر ہاتھ اٹھاؤ۔ اب وہ بت بن کر کھڑے ہیں اور دشمن تیر و تفنگ سے اپنے مواد کو نذر آتش کر رہا ہے۔ مگر ان کا بال بیکا نہ ہوتا۔ کیونکہ آپ نے کچھ پڑھ کر کنکریاں ان پر پھینک دی ہیں۔ جس سے تیر و تفنگ اثر نہیں کرتے۔ بابیوں کی استقامت دیکھ کر مخالف اپنے گھروں کو واپس جا رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ طالوت نے جالوت کے مقابلہ پر یہی کام کیا تھا۔ کچھ مدت کے بعد سید الشہداء اپنے تمام مریدوں کی معیت میں آپ سے شامل ہو گئے۔ آپ نے ان کا استقبال کیا تو سید صاحب نے بھی آپ کی کمال عزت کی۔ جس سے آپ کے مریدوں پر حضرت قدوس کی جلالت کا سکہ جم گیا۔ (اور سید الشہداء سے مراد محمد حسین بشروی ہیں جو باب کے مبلغ تھے)

لڑائی کی تیاری

اب سید صاحب نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ قلعہ کی مرمت کریں اور اسلحہ سازی میں مشغول ہو جائیں تو ہر ایک سپاہی اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور یہ روایت سچ نکلی کہ امام

آخرالزمان کے مرید صلوٰۃ کے کام کریں گے اور صلوٰۃ سے مراد باہمی اتفاق اور تعاون ہے۔ اس لئے وہ سب ایک جماعت بن گئی۔ جب سید العلماء کو یہ معلوم ہوا تو اس نے سلطان ناصر الدین کو طہران میں لکھا کہ قدوسیوں کے مقابلہ پر ایک لشکر بھیج دیا جائے۔ چنانچہ شاہی لشکر نے دہ نظر خان کے مقام پر ڈیرے ڈال دیئے اور قدوسیوں نے قلعہ سے باہر نکل کر پہلے حملہ میں ہی تیس سپاہی مار ڈالے۔ اس گاؤں اور تمام سرکاری گودام کو لوٹ کر صاف کر دیا اور یہ خدا کی قدرت تھی اور قدوس کے لئے یہ نشان صداقت تھا۔

سلطانی لشکر سے قدوسیوں کی لڑائی

کہ قدوسی اس لڑائی میں بھی ایک نہیں مرا اور اس فتح یابی کی خبر قدوس نے پہلے دے دی ہوئی تھی۔ اس طرح پر قدوسیوں نے دو سال کا خرچ قلعہ میں جمع کر لیا اور موضع مذکور کا بالکل صفایا کر دیا۔ کیونکہ وہاں کے باشندوں نے پہلے آپ کی تصدیق کی تھی اور جب شاہی لشکر پہنچا تو وہ سب مرتد ہو گئے اور جب یہ خبر طہران پہنچی تو سلطان نے اپنے بیٹے مہدی قلیخان کو مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور عباس قلیخان کو حکم دیا کہ شہزادہ کی امداد میں مصروف رہے۔ یہ مہدی قلی خان وہی ہیں جو حضرت قدوس کو ساری کے مقام پر ملے تھے اور آپ کی تصدیق کی تھی۔ اس کے بعد بارفروش میں آ کر سید الشہداء کی بھی تصدیق کی تھی۔ آپ نے شہزادہ کی امداد سے جی چرایا۔ کیونکہ آپ بابی مشہور تھے۔ اس لئے علمائے اسلام سے فتویٰ دریافت کیا کہ کیا حضرت قدوس واجب القتل ہیں۔ تو امام جمعہ نے قتل کا حکم دیا اور ملا محمود کرمان شاہی خاموش رہے اور اس سے پہلے آپ نے حضرت قدوس سے ایک دفعہ سوال کیا تھا تو جناب نے فرما دیا تھا کہ میں دنیا کا بادشاہ ہوں اور تمام سلاطین میرے پاؤں کے نیچے ہیں اور تمام لوگ میرے تابعدار ہیں تو آپ کو خیال پیدا ہوا کہ قدوس کی خدمت میں رہ کر دنیاوی مال و متاع سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر اس مقولہ کا اصل مطلب عباس قلیخاں کو معلوم نہ تھا۔ کیونکہ اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ حضرت قدوس کی حکومت قلوب الناس سے وابستہ ہے اور باطنی طریق سے ان پر حکومت کرتے ہیں اور تمام سلاطین پر فوقیت سے یہ مطلب تھا کہ حکومت ہاشمیہ جب قائم ہو گی تو آہستہ آہستہ سب لوگ اس کے ماتحت ہوتے چلے جائیں گے۔ بہرحال شہزادہ دو تین ہزار سوار لے کر واز گرد کے مقام پر آ ٹھہرا جو قلعہ سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر تھا اور منتظر تھا کہ عباس قلیخاں اس کے ساتھ شامل ہو گا۔

جناب قدوس سے خط و کتابت

اس لئے دفع الوقتی کے طور پر خط و کتابت شروع کر دی۔ جس میں یہ پوچھا کہ جناب کا

دعویٰ کیا ہے تو جناب قدوس نے جواب میں لکھا ہے کہ ہم اصحاب دین ہیں۔ دنیا دار نہیں ہیں۔ مناسب ہے کہ علمائے اسلام سے ہمارا تبادلہ خیالات کرایا جائے۔ ہم پیشتر بھی کئی ایک خط روانہ کر چکے ہیں تو کبھی تم نے کہا کہ قدوس دیوانہ ہے۔ اگر یہ سچ تھا تو تم نے اس کا علاج کیوں نہ کیا اور یا اسے دوسرے پاگلوں کی طرح آزاد کیوں نہ چھوڑ دیا اور کیوں اسے قید کیا اور تکلیف دیتے رہے اور کبھی یہ سمجھا کہ یہ مفسد ہے تو پھر بغیر اصلاح کے اسے کیوں چھوڑ دیا؟ تم سے تو ہارون رشید اور مامون خلیفہ ہی اچھے تھے۔ جنہوں نے حسینیہ کے لئے چار سو اہل علم جمع کئے تھے اور تمہیں ایک عالم پیش کرنے سے بھی نفرت ہوئی۔ تاکہ حضرت ذکر سے تبادلۂ خیالات ہو جاتا۔ فرعون نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مناظرہ کے لئے کئی ایک جادوگر جمع کئے تھے۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کا ایک آدمی بھی مار ڈالا ہوا تھا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ تم لوگ اس سے بھی زیادہ متکبر ہو اور فراعنۃ الاسلام ہو۔ ہم چار سو مسلمانوں نے (کہ جن میں کچھ ادنیٰ درجہ کے تھے اور کچھ اعلیٰ درجہ کے) حضرت باب کی تصدیق کی کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو اگر ہماری شہادت ناقابل تسلیم تھی تو پھر تم لوگ ایک مسلم کو قتل کرنے کے لئے دو گواہوں پر کیسے تصدیق کر لیا کرتے ہو؟ ہم نے خدا کی راہ میں جہاد کیا تو اس نے ہم کو ہدایت بخشی۔ کیونکہ اس کا ارشاد ہے کہ: ''والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا'' جو ہماری راہ میں جہاد کرتا ہے تو ہم اسے ہدایت۔ کے راستے دکھاتے ہیں اور سلطنت سے مقابلہ کے متعلق تم کو معلوم رہے کہ چیونٹی بھی اپنی جان کی حفاظت کے لئے تن کر کھڑی ہو جاتی ہے اور کوئی تنگدست اپنی جان فروشی کر کے مال حاصل نہیں کرتا۔ تاکہ اس کے پسماندہ بال بچے آرام سے زندگی بسر کریں تو ثابت ہوا کہ جان بہت عزیز ہے اور اس کی حفاظت ایک فطرتی امر ہے۔ اس لئے ہم بھی اپنی جان بچانے کے لئے مدافعت کے طور پر لڑتے ہیں۔ مریں گے تو شہید کہلائیں گے زندہ رہے تو مجاہد ثابت ہوں گے۔ باہمی فیصلہ کے لئے مناسب ہے کہ تم اپنے علماء مناظرہ کے لئے جمع کرو تاکہ بحث وتمحیص سے امر زیر بحث کا فیصلہ ہو جائے یا تم ہم سے دس دن کے لئے مباہلہ کر و یا جلتی آگ میں گھس کر دکھلاؤ۔ اگر تینوں امر مشکل نظر آتے ہیں تو ہمیں چھوڑ دو ہم کربلائے معلّٰی کو چلے جائیں۔ ورنہ مدافعانہ جنگ ہم پر بھی واجب ہے۔ شہزادہ! تم دنیاوی مال و دولت پر مغرور نہ ہو جائیو۔ محمد شاہ تم سے پہلے واصل جہنم ہو چکا ہے۔ خدا سے ڈرو اور ہماری طرف دوڑ کر ہماری جماعت میں شامل ہو جائیو۔ جب شہزادہ کو یہ جواب ملا تو اس نے جواب الجواب دیا کہ ہم انشاء اللہ علمائے اسلام کو جمع کریں گے۔ مگر یہ وعدہ صرف حکمت عملی پر مبنی تھا تاکہ عباس قلی شامل ہو جائے اور بڑے زور سے لڑائی کی جائے۔ لیکن حضرت

قدوس کو یہ بھی حکمت عملی معلوم ہوگئی۔ اس لئے آپ نے جواب آنے پر فوراً تین سو بابیوں کو حکم دیا کہ رات کو لشکر سلطانی پر حملہ کردیں۔ چنانچہ خود جناب قدوس اور سید الشہداء اپنے مریدوں کو ہمراہ لے کر لشکر کے قریب نعرہ زن ہوئے تو شاہی لشکر نے یہ سمجھا کہ عباس قلی خان شمولیت کے لئے آ گیا ہے۔ اس لئے خوشی کے مارے اچھلنے لگے اور لڑائی سے بالکل غافل ہوگئے تو انہوں نے قتل عام شروع کردیا۔ اسی اثناء میں اہل مازندران سے بھی ایک سو بیس سوار شامل ہوگئے جو آقا رسول بھمیزی کے ماتحت آئے تھے وہ آتے ہی اسلحہ خانہ میں جا گھسے اور بارود کو آگ لگادی۔ اس لئے شاہی لشکر رات ہی رات بھاگ گیا اور ان چند بابیوں کو رہا کردیا جو بارفروش سے حضرت قدوس کی خدمت میں حاضر ہونے کو آئے تھے تو سرکاری آدمیوں نے ان کو گرفتار کرلیا تھا۔ اس کے بعد شہزادہ کا محاصرہ کرلیا۔ اس وقت اس کے مکان میں دو اور بھی شہزادے موجود تھے۔ (یعنی حسین بن فتحعلی شاہ داؤد بن ظل سلطان اور مہدی قلی) مہدی قلی خاں تو پاخانہ سے چھلانگ لگا کر جنگلات میں جان بچا کر نکل گیا۔ مگر دو شہزادوں کو قدوسیوں نے آگ لگا کر زندہ ہی جلادیا۔ اس کے بعد مال لوٹنے میں مصروف ہوگئے اور جناب قدوس نے ہرچند روکا مگر وہ نہ رکے۔ جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ دشمن کا ایک ہزار سپاہی پہاڑ کے دامن میں گھات لگائے بیٹھا ہے۔ جب جناب قدوس کا وہاں پر گذر ہوا تو انہوں نے آپ کا محاصرہ کرلیا اور تیر برسانے شروع کردیئے اور سید الشہداء آپ کی طرف سے مدافعت کرنے کو ہی تھے کہ ایک تیر سے حضرت قدوس کے چار دانت (رباعیۃ) ٹوٹ کر منہ بھر گیا۔ اب سید الشہداء نے غضب میں آکر تلوار چلائی اور تین سو دشمن مار ڈالے اور قدوسی صرف تین آدمی مرے۔ یہ لڑائی غزوہ احد کی رجعت تھی۔ کیونکہ وہاں پر بھی صحابہ نے مال لوٹنے پر حرص کی تھی اور حضور ﷺ کے چار دانت شہید ہوگئے تھے۔ اب سید الشہداء کو آپ کے دانت نکل جانے کا بہت رنج ہوا۔ کیونکہ تین ماہ تک حضرت قدوس نے سوائے ریشمی حلوے اور چائے کے کچھ نہیں کھایا تھا تو آپ نے جناب کا بدلہ لینے کو ایک رات اجازت لے کر دشمن پر حملہ کردیا۔ آپ آگے بڑھے اور کچھ سوار آپ کے پیچھے پیچھے آتے تھے۔ ننگے پاؤں سروں پر بازو اٹھائے ہوئے نمدے کی ٹوپیاں پہنے ہوئے قدارات (ایک قسم کی تلواریں) گلے میں لٹکائے ہوئے جب دشمن کے سامنے ہوئے تو یکجائی ہلہ بول دیا اور صاحب الزمان، یا قدوس کے نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور اس استقامت سے لڑے کہ جب ایک مرجاتا تھا تو فوراً اس کی جگہ پہلے کی لاش کے اوپر یا اسے پیچھے سرکا کر کھڑا ہوجاتا تھا اور لوگوں نے واقعہ کربلا بھلادیا تھا۔ کیونکہ اس وقت دشمن سات ہزار تھے اور انہوں نے سات لنگر (مورچے) لگائے ہوئے تھے۔ مگر

قدوسیوں نے سب تباہ کرڈالے تھے اور قتل عام شروع کردیا تھا۔ یہاں تک کہ عباس قلی خان بھیس بدل کر بھاگ نکلا اور کسی پہاڑ کی کھوہ میں اپنے آدمیوں سمیت جا چھپا۔ اس کے بعد قدوسیوں نے دشمن کے خیمے جلادیئے اور اپنی گردنوں کے اردگرد سفید کپڑے شعار (امتیازی نشان) کے لئے باندھ لئے۔ کیونکہ اس وقت دشمن بھی جان بچانے کے لئے یا صاحب الزمان اور یا سید الشہداء کے نعرے لگاتے تھے۔ جب آگ کے شعلے آسمان پر پہنچے۔ ہوا تیز ہوگئی اور اتفاقیہ طور پر بارش کا ترشح بھی شروع ہوگیا تو لوگ ذرہ سنبھل گئے اور میدان کارزار روز روشن کی طرح دکھائی دینے لگا۔ اسی اثناء میں عباس قلی خان نے سید الشہداء کو دیکھ لیا اور دو تیر چلائے۔ پہلے سے تو آپ کا سینہ چاک ہوگیا اور دوسرے نے آپ کو سست کردیا تو قدوسیوں نے آپ کو فوراً قلعہ میں پہنچایا۔ آپ نے گھوڑے سے اترتے ہی جان دے دی۔ حضرت قدوس نے اپنی لاٹھی سے اشارہ فرما کر کہا کہ لاش وہاں رکھ کر چلے جاؤ اور قبر تیار کرو۔ (مؤلف کتاب ہذا کہتا ہے کہ) جب لوگ چلے گئے میں نظر بچا کر دیکھتا رہا تو حضرت قدوس لاش کے پاس جا کر چپکے سے باتیں کرنے لگے۔ جب میں سرہو گیا تو فوراً آپ نے سید الشہداء کے چہرے پر چادر ڈال دی اور خاموش ہوگئے۔ ایک روز پہلے ہی ہمیں آپ نے سید الشہداء کے شہادت کی خبر دے دی تھی۔ جب کہ میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ میں دیکھتا ہوں کہ بھیڑوں کے بچے قلعہ میں بھوکے پھر رہے ہیں اور ان کی مائیں دشمن کی خوارک بن چکی ہیں تو آپ نے فرمایا تھا کہ ہم ان سے بھی زیادہ بھوکے ہیں اور ان سے بڑھ کر یتیم ہیں۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ سید الشہداء کے کاندھے پر رکھ کر فرمایا کہ یہ حسین بنے گا۔ دجال ثابت نہ ہوگا تو یہی ہوا کہ دوسرے دن رجعۃ کا ظہور ہوگیا۔ چنانچہ دشمن یزیدیوں کی رجعت ثابت ہوئے سید الشہداء نے رجعت حسینی کا رتبہ پایا۔ عباس قلی خان نے ابن سعد کی رجعت قبول کی اور میدان کارزار رجعت کربلا ثابت ہوا۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جس جگہ حقانیت کا جھنڈا لہرائے وہی مقام کربلا بن جاتا ہے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ چالیس روز تک قائم بامر اللہ امام حسین علیہ السلام کا بدلہ لے گا۔

مسئلہ رجعت

پھر اس کے بعد ہرج مرج ہوگی۔ رجعت کے متعلق تو پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضور علی علیہ السلام کی رجعت فوری اور چشم زدن میں ہوا کرتی ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

اوّل...... رجعت بالتولد جیسے خود علی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں موسیٰ علیہ السلام ہوں میں عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ حالانکہ آپ کی اور ان کی جسمانیت الگ الگ تھی۔

دوم...... رجعت بالاشراق جیسا کہ روایت میں ہے کہ:''ارواحکم فی الاروح واجسادکم فی الاجساد ونفوسکم فی النفوس وقبورکم فی القبور وذکرکم فی الذاکرین ''تمہاری روحیں روحوں میں روشن ہیں۔تمہارے جسم اجسام ہیں۔تمہارے نفوس نفسوں میں،تمہاری قبریں قبروں میں اور تمہارا ذکر ذاکرین میں روشن ہے۔

سوم...... بروز اور رجعت کسی اور طریق سے جس کو صاحب الرجعت ہی سمجھ سکتا ہے۔دوسرے کو لیاقت ہی نہیں کہ دریافت کر سکے۔مگر یہ ضروری ہے کہ رجعت تناسخ اور حلول نہیں ہے اور نہ ہی اسے اتحاد کہہ سکتے ہیں۔بلکہ یہ دوسری قسم ہے جو تناسخ وغیرہ سے الگ ہے۔یہ بھی یاد رہے کہ رجعت دونوں سلسلوں (نوری وناری) میں چلتی ہے۔جس طرح کہ رات دن بدلتے رہتے ہیں اور رجعت نوری وظلماتی دکھاتے رہتے ہیں۔یہ قول کہ امام آخرالزمان ہزار سال کے بعد ظاہر ہوگا اور قاتلان حسینؓ بھی ظاہر ہوں گے اور یہ ان سے امام حسینؓ کا بدلہ لے گا۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے جو ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔بلکہ اس کا کوئی دوسرا اور مطلب ہے جو اہل باطن سمجھ سکتے ہیں۔کیونکہ یہ قاعدہ تسلیم شدہ ہے کہ:''لا تزروا زرۃ وزر اخریٰ''ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں لادا جا سکتا۔بہرحال جب رات کو سیدالشہداء کو دفن کیا گیا اور صبح ہوئی تو آپ نے اذان دلوائی اور تمام قدوسی جمع ہوگئے۔ورنہ تو وہ اپنی اپنی جگہ پر ذکر وشغل میں مصروف تھے اور دشمن لہوولعب میں مشغول تھا اور معلوم ہوا کہ دشمن کے آدمی ایک ہزار سے زائد زخمی بھی ہوئے ہیں اور چار سو تک مارے گئے ہیں اور قدوسی صرف ستر مارے گئے ہیں۔جیسا کہ قدوس نے اپنے خطبہ ازلیہ میں پہلے ہی بتادیا ہوا تھا۔پینتیس آدمی دشمن کے مقتولوں کے بڑے سرگروہ تھے۔اس لئے ان کو اٹھا کر آمل لے گئے اور جب سیدالعلماء کو یہ خبر ملی کہ شاہی فوج کو شکست ہوئی ہے تو اس کو سخت خوف پیدا ہوا کہ کہیں حضرت قدوس اس پر بھی حملہ نہ کردیں۔حالانکہ جناب کا ارادہ سلطنت باطنیہ قائم کرنے کا تھا۔تاکہ لوگ اپنی رضامندی سے اس بادشاہت میں داخل ہوں۔جیسا کہ:''لا اکراہ فی الدین''سے ظاہر ہے اور ظاہری سلطنت قائم کرنے کی نیت نہ تھی۔کیونکہ اس میں جبرواستبداد ضرور ہوتا ہے۔اس لئے سیدالعلماء نے رات دن پہرہ لگوادیا اور کبھی جناب قدوس کے خوف سے آپ کو غشی بھی ہو جاتی تھی اور گھر سے باہر نکلنا مشکل ہوگیا تھا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت قدوس نے آپ کو دعوت مناظرہ دی تھی۔مگر آپ نے نہ مانی۔پھر دس دن تک کا مباہلہ پیش کیا۔وہ بھی منظور نہ کیا۔اخیر میں جلتی آگ میں داخل ہوکر صحیح وسلامت نکلنا پیش کیا۔مگر وہ بھی آپ نے نہ مانا اور سلطان ناصرالدین سے امداد طلب کرنے پر مجبور ہوگئے تھے۔(مصنف

کا بیان ہے کہ) میں ایک دفعہ بارفروش گیا تو وہاں لوگوں میں خوب چل رہی تھی کہ قدوسی مرتد ہیں تو علمائے اسلام ان سے مقابلہ کے لئے کیوں نہیں نکلتے؟ مسلمان ہیں تو لڑائی کیسی؟ کچھ اہل علم خاموش ہیں۔ مگر یہ خاموشی چہ معنی دارد؟ فیصلہ کیوں نہیں کرتے؟ اسی اختلاف رائے میں سید العلماء نے عباس قلی خان کو لکھا کہ قدوسیوں پر تم خود حملہ کردو۔ کیونکہ شہزادہ کو شکست ہو چکی ہے اور قدوسی بھی بے خرچ ہو رہے ہیں۔

قدوسیوں کی دوسری لڑائی

اس لئے تمہارے نام پر فتح ہوگی۔ مگر اس وقت وہ سلطان محمد باور کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھا۔ اس لئے وہ جواب بھی نہ دے سکا۔ لیکن سید العلماء نے بار بار لکھ کر اس کو آمادہ کر ہی لیا۔ مگر اس نے یہ اعتراض پیش کیا کہ اگر یہ لڑائی جہاد ہے تو سید العلماء اور دوسرے علمائے اسلام اس میں شریک کیوں نہیں ہوتے؟ یا کم از کم عوام الناس میں تحریک کیوں نہیں کرتے کہ وہ لڑائی میں بھرتی ہوں۔ مگر ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ بہر حال عباس قلی خان قلعہ قدوسیہ کے قریب ایک گاؤں میں جا اترا۔ اس وقت حضرت قدوس نے حکم دیا ہوا تھا کہ دشمن کی لاشوں سے سر جدا کر کے قلعہ کے اردگرد لاٹھیوں پر کھڑے کردو۔ شاہی لشکر نے جب یہ منظر دیکھا تو رعب کھا گئے اور پیچھے ہٹ کر تیاری کرنے لگے اور حضرت قدوس کو اس وقت غنیمت بے شمار حاصل ہو چکی تھی۔ آپ قلعہ کے اندر مزے اڑاتے تھے۔ خوراک و پوشاک پر دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ سامان رہائش شاہانہ طور پر فراہم کر لیا ہوا تھا اور فرماتے تھے کہ یہ آل محمد کا دور حکومت ہے۔ محمد حسن برادر خورد محمد حسین سید الشہداء بشروی ابھی انیس سالہ جوان تھا کہ پندرہ قدوسیوں کی معیت میں دشمن پر حملہ آور ہوا اور اس وقت دشمن کی تعداد تین سو سے پانچ سو تک تھی۔ جن میں سے تین مارے گئے اور باقی بھاگ گئے۔ (مصنف کا قول ہے کہ) میں نے اس سے پہلی دفعہ طہران میں ملاقات کی تھی۔ جب کہ ابھی وہ کربلا کی زیارت کر ہی چکا تھا۔

خاندان بشروی

اس وقت اس کی والدہ اور ہمشیرہ (زوجہ ابوتراب قزوینی مرید سید مرحوم) بھی ہمراہ تھیں۔ یہ عورت جب کربلا پہنچی تو صرف فارسی میں لکھ پڑھ سکتی تھی۔ مگر جب طاہرہ سے بیعت ہو کر واپس آئی تو آیات قرآنیہ کی تفسیر میں اس کو خاص لیاقت حاصل ہو گئی تھی۔ گویا یہ طاہرہ کی برکت تھی اور اس کی والدہ نے حضرت کی تعریف میں بہت قصیدے بھی لکھے تھے اور اپنا اخلاص دکھایا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ خاندان نور علی نور ہے۔ جب محمد حسین واپس آیا تو حضرت قدوس نے

دستار اور علم عنایت فرما کر اپنے تمام لشکروں کا جرنیل مقرر کر دیا تو اس وقت حضرت امیر علیہ السلام کا قول پورا ہو گیا کہ: ''یخرج نار من قعر عدن'' یعنی بالا بوشہر سے آگ نکلے گی۔'' ابیض ابین کشنن'' شنن گھاس کی طرح سفید ہو گی۔'' اسمہ حسین وحسن'' اس کا نام حسن ہے یا حسین ہے۔'' معجم البلدان'' میں ہے کہ ابین وہ علاقہ ہے جس میں عدن واقع ہے۔ یہ نار جب باب سے مل گئی تو نور بن گئی۔ (کیونکہ حروفی حساب میں باب کے اعداد پانچ ہیں) اسی امر کو ملحوظ رکھ کر اس نار کو بیضاء کہا گیا ہے۔ ورنہ وہ تو سفید نہیں ہوتی۔ (نار سے نور کا معما حل کرو)

باب پنجم و ششم

علی محمد باب نے پہلے سال باب ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ دوسرے سال جب آپ نے مقام ذکر کا اظہار کیا تو بابیت محمد حسین بشروی سید الشہداء کے سپرد کر دی تھی اور یہ پانچویں باب بن گئے تھے۔ باب سوم نے اسی وجہ سے آپ کا نام محمد حسین کی بجائے السید علی رکھ دیا تھا۔ جب قدوسیوں کے پہلے حملے میں باب پنجم کی وفات ہو چکی تو بابیت آپ کے بھائی حسن کے سپرد ہو گئی اور وہ باب ششم ہو گئے۔ (مصنف کا قول ہے کہ) اس قسم کی باتیں ہمیں تو سمجھ میں نہیں آتیں۔ ان کو اہل بیت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ'' صاحب الدار ادریٰ بما فیھا'' مالک مکان اپنے مکان کی اشیاء کو خوب جانتا ہے۔ فتنہ آخر الزمان کے متعلق بھی جو کچھ روایات میں مذکور ہے ان کے اندرونی مطالب بھی اہل بیت ہی کو معلوم ہیں۔ جن کو صرف عقول کاملہ ہی سمجھ سکتی ہیں۔ اس کے بعد دشمن نے ایک برج کے اوپر چار چوبہ کھڑا کر کے خاکریز بھی کر دیا اور طہران سے آتش خانہ بھی منگوا لیا۔ مگر تاہم اہل علم کو قدوسیوں کے خوف سے رات کو نیند نہیں آتی تھی۔ اس لئے عباس قلی خان نے صلح کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جو حضرت قدوس نے بھی منظور کر لیا۔ کیونکہ خوراک کم ہو رہی تھی اور سامان جنگ ختم ہو چکا تھا۔

بھوکے قدوسیوں کے حیرت ناک حالات

صرف دو سو گھوڑے تھے۔ پچاس گائیں اور پانچ سو بھیڑ بکریاں۔ آپ نے اپنے لشکر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم قلعہ میں اپنا پیٹ پالنے آئے تھے؟ تم اپنے چلتوک (خوراک کی تھیلیاں) ان جانوروں کے سپرد کر دو۔ کیونکہ ان کو خوراک کی تم سے بڑھ کر ضرورت ہے۔ رفتہ رفتہ دشمن نے ہر طرف سے گھیرا ڈال لیا اور جو قدوسی باہر نکلتا تھا اسے قید کر لیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ملا سعید برز کناری چائے اور کھانڈ لینے کو ایک جمعیت کے ساتھ باہر نکلا تو وہ بھی گرفتار ہو گیا۔ گو اس سے پیشتر علمائے نور کو اثبات بابیت کے متعلق بہت سے ثبوت لکھ کر بھیج چکا تھا اور ان کو قلعہ کے

حالات بھی حضور سے اجازت حاصل کر کے بیان کر چکا تھا۔ جس پر انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اگر انصاف ملحوظ ہو تو باب کی صداقت میں کلام نہیں ہے۔ مگر اب جو دشمن نے پکڑ لیا اور اندرون قلعہ کے حالات پوچھتے ہیں تو خاموش ہو جاتا ہے۔ ہاں محمد حسین قمی اس کے بعد جب گرفتار ہوا تو اس نے سب کو بتا دیا تھا۔ اس وقت قدوس کا یہ حکم تھا کہ نا قابل خوراک گھوڑے قلعہ سے باہر نکال دو اور جو قابل خوراک ہیں ان کو ذبح کر کے کباب بنا کر کھاؤ تو قدوسیوں نے کباب کھانے شروع کر دیئے۔ مگر ان کو بدمزہ معلوم ہوتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت قدوس نے ایک کباب کھا کر فرمایا کہ آہا کیا ہی لذیذ ہے۔ تو اس روز سے تمام قدوسیوں کو کباب لذیذ معلوم ہونے لگ گئے۔ محمد حسین قمی کو یہ پہلے ہی معلوم تھا کہ قدوس کی حکومت باطنی ہے ظاہری نہیں۔ اس لئے آپ سے رخصت حاصل کر کے قلعہ سے باہر نکل آیا اور آپ نے اس لئے رخصت دے دی تھی کہ اس سے کچھ نشانات ظاہر ہونے والے تھے۔ اس لئے جب وہ رات کو اپنے دو دوستوں کے ہمراہ قلعہ سے باہر آیا تو زور سے کہنے لگا کہ مجھے گرفتار کر لو تو اسے شہزادہ کے پاس گرفتار کر کے لے گئے تو شہزادہ نے اس کی بہت خاطر و مدارات کی۔ کیونکہ وہ اسماعیل قمی کا داماد تھا اور ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ شہزادہ نے پوچھا تو کہنے لگا کہ قدوس نے ہمیں بڑی امیدیں دلا کر اپنی طرف دعوت دی تھی۔ مگر کوئی بات بھی پوری نہ ہوئی۔ پھر اس نے بتایا تھا کہ یوں ہو گا یوں ہو گا۔ مگر سب جھوٹ نکلا اس لئے میں اس کو جھوٹا مدعی سمجھ کر باہر نکل آیا ہوں۔ یہ تقریر جن لوگوں نے سنی تو ان کے واسطے فتنہ بن گئی۔ کیونکہ کچھ دیر بعد اس نے اپنے بیانات بدل کر کہا کہ جس عقیدہ پر ہوں میں اس سے تائب نہیں ہوں۔ ضرورت یہ ہے کہ تم توبہ کرو۔ اس تخالف بیانی پر شہزادہ کو یہ شک پیدا ہوا کہ شاید جاسوس ہے۔ اس لئے چھ اور قدوسیوں کے ہمراہ ساری کے جیل خانہ میں بھیج دیا گیا۔ اب قدوسی نازک حالت میں ہو گئے۔ کیونکہ گھوڑے بھی ختم ہو چکے تھے تو گھاس کھانا شروع کر دیا اور جب وہ بھی نہ ملا تو گرم پانی پر گذارہ کرنے لگے اور لشکر نے چاروں طرف دمدمے بنائے۔ جس پر بیٹھ کر گولی چلانی شروع کر دی۔ اس لئے قدوسی تہ زمین میں گڑھے کھود کر رہنے لگے۔ اب اور یہ مشکل آپڑی کہ قلعہ مازندران کی زمین میں پانی قریب تھا۔ اس لئے کیچڑ میں ان کو رہنا پڑا اور جو بھی باہر نکلتا تھا مارا جاتا تھا۔ مگر اس وقت بھی حضرت قدوس نے یوں کہا کہ: ”من عرفني فقد اشرك ”جس نے مجھے شناخت کیا وہ مشرک ہو گیا۔“ ومن لم یعرفني فقد کفر ”جس نے مجھے شناخت نہیں کیا وہ کافر ہو گیا۔“ ومن قال في حقي لم وبم فقد جحدني ”اور جس نے میرے کام میں دخل دیا یا چون و چرا کی تو وہ میرا منکر ہو گیا اور یہ بھی کہا کہ: ”ما عبدتك

خوفا لنارك ولا طمعاً في جنتك بل وجدتك اهلا للعبادة "یااللہ میں نے تیری عبادت اس لئے نہیں کی کہ مجھے آگ سے ڈر لگتا تھا یا مجھے جنت کی خواہش تھی۔ بلکہ صرف اس لئے کہ تجھے میں نے عبادت کیے جانے کا مستحق پایا ہے۔ شیخ صالح شیرازی، ملاتقی قزوینی کا قاتل جب باہر نکلا تو گولی کا نشانہ بن گیا اور وہ وہیں مر گیا۔ اسے دفن کرنے لگے تو محمد علی بن جناب آقا سید احمد کو گولی لگی۔ جو دس سال کا بچہ تھا اور والد کی گود میں بیٹھا تھا تو وہ بھی وہیں سرد ہو گیا۔ حضرت قدوس کے برآمدے میں گولہ آپڑا تو محمد صادق نے کہا کہ آپ یہاں سے اٹھ جائیے تو آپ نے کہا کہ: "السنا علی الحق" کیا ہم حق پر قائم نہیں ہیں؟ خدا کی قدرت سے وہ گولہ اوپر جا کر آسمان میں پھٹ گیا اور آپ صحیح وسلامت بچ رہے۔ دشمن نے ایک رات قلعہ کی ایک طرف کا برج توڑ دیا اور اندر گھسنے لگے۔ مگر قدوسیوں نے خوب مقابلہ کیا اور دشمن کو شکست ہوئی۔ پھر دشمن نے دوسری رات قلعہ کی ایک دیوار میں بارود کی ایک دیگ رکھ کر آگ لگادی۔ مگر قدوسی پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ دیوار پھٹی تو انہوں نے دشمن پر فائر کرنے شروع کر دیئے۔ اس لئے دشمن قریب نہ آسکا اور قدوسی صرف تین مرے۔ بارہ سلامت واپس آگئے۔ آقا رسول مہمیزی قلعہ سے باہر نکل آیا۔ شہزادہ نے اس کی خاطر و مدارت کی مگر عباس قلی خان نے اس پر تشدد برتا۔ اس لئے اسے قتل کیا گیا۔ اس کے بعد دس دس ہو کر تیس قدوسی اور نکلے۔ جن کو گرفتار کر کے آمل ساری اور بارفروش میں بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد شہزادہ نے حکم دیا کہ ایک جگہ سے قلعہ مسمار ہو چکا ہے اور قدوسی اس کو مرمت نہیں کر سکے۔ اب جو شخص سب سے پہلے علم شاہی لے کر قلعہ میں داخل ہو گا اس کو پانچ سو تومان (ایرانی روپے) دیئے جائیں گے۔ دوسرے نمبر کو تین سو۔ چنانچہ سات ہزار کی جمعیت میں شاہی فوج نے حملہ کر دیا اور ایک سپاہی انعام کی خاطر مسمار شدہ جگہ سے آگے بڑھا تو فوراً اسے یکے بعد دیگرے دو تیر آلگے۔ جن سے وہ وہیں سرد ہو کر رہ گیا اور اندر سے قدوسیوں نے ایسا سخت مقابلہ کیا کہ شاہی لشکر کو پسپا ہونا پڑا۔

قتل قدوس و قدوسین

اب سلیمان خان طہران سے آیا کہ قلعہ کسی طرح فتح کرے۔ خواہ جبر و استبداد سے یا دھوکہ فریب سے اور یا کسی اور طریق سے۔ تو ان کی خوش قسمتی سے حضرت قدوس نے ایک خط روانہ کیا کہ ہمیں اپنے وطن کو جانے دو۔ شہزادہ اور عباس قلی خان نے اس درخواست کو غنیمت سمجھ کر منظور کر لیا اور قرآن شریف پر مہر لگا کر (حسب دستور) امن لکھ دیا اور ایک گھوڑا روانہ کیا تو حضرت قدوس اس پر سوار ہو کر دو سو تیس آدمیوں کی جمعیت میں شہزادہ کے پاس پہنچ گئے اور جب

دعوت ہو چکی تو شہزادہ نے پوچھا کہ تم لوگوں نے یہ فساد کیوں کھڑا کیا ہوا ہے؟ تو حضرت قدوس نے جواب میں کہا کہ محمد حسین بشروی سید الشہداء نے اس فتنہ کی ابتداء کی تھی۔ جس سے ہم ان مصائب میں پڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے حکم دیا تو سید الشہداء پر لعنت برسائی گئی۔ (مقولہ مصنف) درحقیقت یہ کلام کچھ اور معنی رکھتا تھا جو صرف راز دان ہی سمجھ سکتے تھے۔ اس لئے یہ بھی ایک اور فتنہ ہوا۔ پھر شہزادہ نے حکم دیا کہ حضرت آپ اپنے مریدوں کو حکم دے دیں کہ ہتھیار رکھ دیں تو آپ کے حکم پر کسی نے ہتھیار رکھ دیئے اور کسی نے نہ رکھے۔ کیونکہ آپ نے پہلے ہی بتادیا ہوا تھا کہ اگر ایسا ہوگا تو میرے کہنے پر ہتھیار نہ ڈالنا۔ مگر شہزادہ نے بہت زور دیا اور قدوس نے بھی بار ہا حکم دیا تو مریدوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید یہ بداء ہے اور آپ کی رائے تبدیل ہو چکی ہے اور بالخصوص ملا یوسف خوی نے بھی یہی حکم دیا تو مریدوں کو اور بھی یقین ہو گیا۔ اس لئے سب نے ہتھیار کھول دیئے اور منتظر رہے کہ ابھی ہمیں اپنے وطن کو جانے کا آرڈر دیا جاتا ہے۔ مگر جب شہزادہ ناشتا کھا کر فارغ ہوا تو قدوس کو دعوت دی۔ جب آپ چادر سے نکلے ہی تھے کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ کے خواص بھی گرفتار کر لئے گئے۔ جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ محمد حسن، محمد صادق خراسانی، مرزا محمد صادق، محمد حسن خراسانی، نعمت اللہ آملی، محمد نصیر قزوینی، یوسف اردبیلی، عبدالعظیم مراغہ اور محمد حسین قمی اور باقی تمام قدوسی قتل کیے گئے۔ (آپ کی پیشین گوئی صادق نکلی کہ اس زمین پر اس قدر خون چلے گا کہ گھوڑوں کے گھٹنے تک پہنچ جائے گا) اور ان کی لاشیں باہر پھینک دی گئیں نہ جلائی گئیں اور نہ دفن ہوئیں۔ اب قدوس کو بمعہ خواص کے بارفروش لایا گیا۔ مگر بعض کہتے ہیں کہ خواص میں سے بھی کچھ آدمی وہیں معرکہ کارزار میں قتل کیے گئے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ محمد حسن، مرزا حسن اور محمد نوری۔ اب قدوس نے طہران پہنچ کر بادشاہ سے ملاقات کرنے کی درخواست کی اور شہزادہ ابھی اسی پر غور ہی کر رہا تھا کہ سید العلماء نے کہلا بھیجا کہ اسے وہاں مت بھیجنا۔ کیونکہ یہ تو بادشاہ کا من باتوں ہی میں موہ لے گا۔ اس نے چار سو تومان (بقول شخصے ایک ہزار تومان) دے کر قدوس کو خرید لیا اور قتل کرنا شروع کر دیا کہ پہلے تو دونوں کان کاٹ ڈالے۔ پھر تبر آہنی سے سر پھاڑ کر دو ٹکڑے کر دیا۔ اس کے بعد قتل گاہ میں بھیج دیا اور کپڑے اتار لئے تو لوگ اس پر تھوکتے اور تحصیل ثواب کی خاطر آپ کو گھونسے مارتے تھے۔ جیسا کہ احادیث ائمہ میں پہلے بیان ہو چکا تھا کہ ایسے واقعات امام قائم کو پیش آئیں گے۔ آخر ایک طالب علم نے آپ کا سر تن سے جدا کر دیا۔ مگر خون نہ نکلا تو کہنے لگا کہ میرے خوف سے خون بھاگ گیا تھا ارادہ ہوا کہ آپ کی لاش جلائیں ہر چند بھٹی میں ڈالی گئی۔ مگر وہ نہ جلی۔ پھر ٹکڑے

ٹکڑے کر کے باہر پھینک دیئے۔ مگر آپ کی عقیدت مندوں نے تمام ٹکڑے جمع کر کے ایک ویران مدرسہ میں دفن کر دیئے۔ جس کے متعلق جناب نے ایک سال پہلے ہی جب یہاں سے کہیں جارہے تھے فرمایا تھا کہ یہی میرا مقتل ہے اور یہی میرا مدفن ہے اور خطبہ ازلیہ میں آپ نے فرمایا تھا کہ میں خود اپنے آپ کو دفن کروں گا۔ اس سے مراد یہ تھی کہ مجھے کوئی دفن نہ کرے گا۔

دعوائے مسیحیت

اس لڑائی سے پہلے ایک سال جناب قدوس نے اپنے گھر والوں سے کہہ دیا تھا کہ اب کے سال مصائب آئیں گے۔ مگر تمہیں صبر کرنا ہوگا۔ آپ کے باپ کا نام آقا صالح تھا۔ جب اس نے پہلی شادی ایک باکرہ سے کی تو معلوم ہوا کہ تین ماہ کا حمل اس پیٹ میں موجود ہے تو آپ نو ماہ کے بعد اپنے باپ کے گھر پیدا ہوئے اور ماں مرگئی۔ باپ نے دوسرا نکاح کیا۔ جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی اور سوتیلی ماں نے آپ کی پرورش کی تھی۔ ایام فتنہ میں شہزادہ نے سب کو قید کر کے آپ کے والد سے کہا کہ قلعہ میں جا کر اپنے بیٹے سے کہو کہ دعوائے قدوسیت چھوڑ دو۔ آپ کا والد قلعہ میں آپ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور عرض کرنے کو ہی تھا کہ آپ نے لفظ بلفظ شہزادہ کا حکم سنا دیا۔ پھر فرمایا کہ چلے جاؤ میں تمہارا بیٹا نہیں ہوں۔ (کیونکہ میں باکرہ کے پیٹ سے تمہارے پہلے نکاح سے پیدا ہوا ہوں) تمہارا بیٹا وہی ہے جو دوسرے نکاح سے پیدا ہوا تھا۔ وہ ایک دن ہیزم فروش کی دکان کے پاس پہنچا تھا تو اسے اپنے گھر کا راستہ بھول گیا تھا۔ اس وقت سے وہ فلاح شہر میں موجود ہے۔ جاؤ اسے اپنا بیٹا بناؤ۔ میں تیرا نطفہ نہیں ہوں۔ میں تو مسیح ہوں جو باکرہ کے پیٹ سے تیرے گھر ظاہر ہوا ہوں اور تم کو مصلحت وقتی ملحوظ رکھ کر باپ بنا لیا تھا۔ باپ نے یہ تلخ جواب پا کر رجوع کیا اور شہزادہ سے ملتجی ہوا کہ جب میرا وہ بیٹا ہی نہیں ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں؟ اس لئے شہزادہ نے اسے رہا کر دیا۔

قاتل قدوس

جناب قدوس کے قتل پر یہ حدیث صادق آئی کہ: ''ان القائم تقتله سعيدة من اليهود فى قار طهران'' امام الزمان کو سعیدہ یہودن مقام طہران میں قتل کرے گی۔ یعنی سید العلماء اس کو مازندران میں قتل کرے گا۔ کیونکہ وہ زن سرشت تھا نہ کبھی جہاد میں نکلا اور نہ قلعہ کی لڑائی میں شریک ہوا۔ بلکہ اپنے گھر ہی خوف کھاتا رہا اور شاہی پہرا لگوا دیا تھا اور داڑھی بھی چھوٹی تھی۔ اس کے آباؤ اجداد یہودی تھے اور قار طہران سے مراد مازندران ہے۔ قتل قدوس کے بعد باقی قیدی کچھ بیچ ڈالے۔

اسیران قدوس

جیسے سید عبدالعظیم اور ملا صادق علی خراسانی، نصیر قزوینی، محمد حسین قمی اور کچھ بارفروش میں مار ڈالے اور کچھ ساری میں اور دو بابی نعمت اللہ و مرزا باقر خراسانی آمل میں قتل کیئے گئے۔ مرزا باقر کو جب قتل کرنے لگے تو امیر المعضب یعنی جلاد کی زبان سے حضرت قدوس کے شان میں کچھ گندے لفظ نکلے تو مرزا نے فوراً اس کے ہاتھ سے حربہ لے کر اپنی بیڑیاں توڑ کر اس کو اسی کے حربہ سے مار ڈالا اور میدان میں شیر کی طرح گرجنے لگا تو سپاہی لوگوں نے دور سے اس پر تیر برسا کر مار ڈالا۔ (قادیانی تعلیم میں قدرت ثانیہ، دعوت مباہلہ، دعوت مناظرہ پیشین گوئیاں، بروز اور تناسخ میں فرق، دعویٰ مسیحیت، تکذیب و تصدیق، قتل سرفدایاں اور کلام فتنہ اور بداء سب کچھ موجود ہے۔ ناظرین غور سے پڑھیں)

باب ہفتم

جناب مؤمن ہندی نجباء میں سے تھے۔ آپ باب کی تلاش میں چہریق پہنچے تھے۔ جب آپ نے جناب باب سوم کو دیکھا تو یوں کہتے ہوئے سجدہ میں گر گئے کہ: ’’ھذا ربی‘‘ اور جناب باب نے فرمایا کہ: ’’انا القائم الذی ظھر‘‘ میں امام الزمان ہوں۔ جو بروزی طور پر ظاہر ہوا ہوں۔ اس کے بعد جناب کی طبیعت بابیۃ کی طرف منتقل ہوگئی اور سلماس میں آگئے۔ جہاں لوگوں نے آپ کو سجدہ کیا اور آپ نے چالیس روز تک گلقند کے سوا کچھ نہیں کھایا۔ شہزادہ حاکم خوی کو خبر ہوئی تو آپ کو بمعہ دو ہمراہیوں کے (ملا حسین خراسانی اور شیخ صالح عرب) گرفتار کر لیا اور شیخ صالح عرب وہی ہیں جو باب ثالث کی خدمت میں رہ چکے تھے۔ جناب ہندی سے جب پوچھا گیا تو آپ نے اعلان کر دیا کہ: ’’انی انا القائم‘‘ میں ہی امام الزمان ہوں تو شیخ صالح عرب کو تو درے مار مار کر مار ڈالا اور باقی دو صاحبوں کو درے لگا کر تشہیر کیا اور اس کے بعد صحراء میں چھوڑ آئے۔ تو جناب ہندی شہر ارزن الروم میں جا پہنچے اور لوگ وہاں پر بھی جمع ہو گئے اور بابیوں کی جمعیت موجود ہو گئی۔ انہی ایام میں کسی منافق نے اڑا دی کہ طہران پر بابی حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ اس لئے بادشاہ نے حکم دیا کہ جو مشتبہ شخص حضرت باب کو لعنت بھیجے اسے چھوڑ دو ورنہ دوسرے کو مار ڈالو۔ یہ حکم سن کر ملا اسماعیل قمی عالم کربلا جو حضور کا مخلص عقیدت مند تھا۔ بابیوں میں اثنائے وعظ میں کہنے لگا کہ جب ہم نے حضور کی تصدیق کر لی ہے تو ہم کیسے لعنت کر سکتے ہیں۔ اس لئے میں تو قتل اختیار کروں گا اور جس کی مرضی ہو میرے ساتھ شامل ہو جائے تو چھ بابی آپ کے ہمراہ مرنے کو تیار ہو گئے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ قربان علی درویش، سید محمد حسین ترشیزی اور سید

علی جو حضور کا خالو تھا۔ ملا تقی کرمانی، مرزا محمد حسین تبریزی اور ایک مراغہ کا آدمی اور باقی تیس بابیوں نے اپنا مذہب پوشیدہ کر لیا تو یہ بچ گئے اور باقی قتل کئے گئے۔ قربان علی کو قتل کرنے لگے تو رشتہ داروں نے شور مچایا کہ یہ بابی نہیں ہے۔ ویسے ہی شبہ میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ مگر اس نے زور سے اعلان کر دیا کہ میں بابی ہوں۔ اب ساتوں کو قتل کر کے ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔ جس جگہ یہ ساتوں دفن کئے گئے اس کو کواکب سبعہ کا مقام کہتے ہیں۔ (مرزائی تعلیم میں اپنی موت کی خبر دعویٰ امامت اپنی تعلیم کو موجب نجات قرار دینا اپنے مذہب کی رازداری اور اپنا تقدس سب کچھ موجود ہے)

باب ہشتم

سید یحییٰ کو حضور نے تبلیغ کلمۃ الحق کا حکم دیا تھا۔ تو آپ میں جلال اور انقطاع عن الخلق کے آثار نمودار ہو گئے۔ (گویا بابیت کا مرتبہ حاصل کر لیا) آپ پہلے ہی کہا کرتے تھے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ مجھے کس نے قتل کرنا ہے اور مجھے کس جگہ مرنا ہے۔ شہر یزد میں وارد ہوئے تو آپ نے تصریح کر دی۔ لوگ بیعت میں داخل ہوئے تو حاکم شہر نے گرفتار کرنے کو لشکر بھیجا۔ مگر ایک قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ اس لئے لڑائی ہوئی۔ جس میں شاہی آدمی بیس تک مر گئے اور بابی صرف سات ہی مرے۔ کچھ دنوں بعد ہمراہیوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تو آپ شیراز کو بھاگ گئے اور وہاں سے اپنے وطن مالوف تبریز میں پہنچے۔ جہاں آپ کی بیوی اور بال بچے تھے تو حاکم شہر نے ان کو شہر بدر کر دیا۔ تو آپ نے ایک پرانے قلعہ میں پناہ لی۔ جو شہر سے باہر تھا۔ ایک دفعہ مسجد میں منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا کہ ابن رسول ہوں اور میں سچ کہتا ہوں کہ تم میری مدد کرو۔ ورنہ میرے دادا کی شفاعت شامل نہ ہو گی۔ تو ستر آدمی قلعہ میں جمع ہو گئے۔ جن کو والی شہر نے محاصرہ میں لے لیا اور لڑائی ہوئی اور دشمن کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد شہزادہ فرہاد نے شیراز سے شاہی لشکر روانہ کیا۔ جس نے گھیرا ڈال لیا اور باہمی مقابلے شروع ہو گئے۔ اخیر پر تنگ آ کر حاکم شہر نے کہلا بھیجا کہ آپ قلعہ سے باہر آ جایئے اور امن وچین سے جو چاہیں کریئے تو آپ باہر آ گئے اور سرکاری آدمیوں نے آپ کی نہایت تعظیم و تکریم کی اور گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دوسرے دن حکم ہوا کہ آپ ہارک سے باہر نہ جائیں۔ جب ہمراہیوں نے سنا تو کہنے لگے کہ یہ کوئی ثابت ہوئے ہیں اور انہوں نے وہ کام کیا ہے جو خلیفہ مامون نے علی بن موسیٰ الرضےٰ کے ساتھ کیا تھا۔ اس پر لڑائی چھڑ گئی تو سرکاری آدمیوں نے معافی مانگ کر کہا کہ کسی جاہل نے یہ حکم امتناعی جاری کر دیا تھا۔ ورنہ ہم تو آپ کو چادر (ہارک) سے روکنے والے نہیں ہیں۔ اس لئے آپ اپنے مریدوں

سے کہہ دیں کہ گھر چلے جائیں تو جب وہ اپنے اپنے گھر چلے گئے تو وہ فوراً شیخ کو گرفتار کر لیا اور جو کچھ تھا سب لوٹ لیا۔ لوگوں نے کہا کہ امیر غضب بڑا جابر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ میرا قاتل نہیں ہے۔ جب وہ آیا تو کہنے لگا کہ سید آل رسول کو میں قتل نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد آپ کے سامنے وہ آدمی پیش ہوا کہ جس کے دو بیٹے شیخ کے ہاتھ سے قتل ہو چکے تھے تو اس نے آ کر گریبان پکڑ لیا اور دوسروں نے سنگ باری شروع کر دی۔ یہاں تک کہ آپ مر گئے تو امیر غصب نے آپ کی گردن کاٹ ڈالی اور آپ کے ہمراہیوں کی گردنیں اڑا دیں۔ پھر لاشوں میں بھوسہ بھر کر سروں کے ہمراہ سب کی تشہیر کر دی۔

واقعۂ زنجان

روایت ہے کہ جناب ذکر نے جب بابیت کا دعویٰ کیا تھا تو آپ نے محمد علی سے امامت جمعہ کا حکم فرمایا۔ کیونکہ فروع (فقہ شیعہ) میں لکھا ہوا ہے کہ بلا اجازت باب کے کوئی امام جمعہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے گڑ بڑ مچ گئی۔ کیونکہ حاکم شہر نے باب کو ضیافت کے بہانہ سے گھر بلا کر گرفتار کر لیا تو لوگ اس کے گھر پر ٹوٹ پڑے۔ اس لئے مجبوراً اسے چھوڑنا پڑا اور آپ نے ہزار آدمی کی معیت میں ایک قلعہ پر قبضہ جما لیا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ جس میں دشمن کو بارہا شکست ہوئی۔ یہاں تک کہ نصف زنجان پر بابیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اب انہوں نے انیس سنگر (دمدمے) بنائے اور ہر ایک سنگر پر انیس انیس آدمی اسم واحد کے برابر مقرر کئے تو پانچ وقت مناجات کا انتظام یوں ہوا کہ ایک کہتا تھا اللہ ابہا اور دوسرے اس کی پیروی کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ترانوے دفعہ اسم محمد کے برابر یہ اسم دہرایا جاتا تھا۔ مگر جب لڑائی سخت زور پکڑ گئی تو کمزور چلے گئے اور باقی تین سو کے قریب بابی قائم رہے اور دشمن کے لشکر میں سے بھی کچھ بابی بن گئے۔ جیسے سید حسین فیروز کوہی اور کچھ مستور الایمان ہو گئے۔ جیسے جعفر قلی خان وغیرہ کیونکہ اس نے کہا کہ مجھے روس کے مقابلہ پر جانا ہے۔ سادات اور فقراء کے مقابلہ پر مجھے حکم نہیں ہوا۔ کردی فوج نے بھی دشمن کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کیونکہ ان کے افسر نے کہا کہ امام الزمان کے ظہور کا یہی وقت ہے۔ چنانچہ ایک علامت سلطان ناصر الدین کے عہد میں ظاہر ہو چکی ہے کہ بازکوراں کا داخلہ دربار میں ہوگا۔ کرد قوم کے مذہبی اشعار بھی ہیں۔ جن میں تاریخ ظہور امام معین تھی اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ صاحب الزمان خود خدا ہی ہے۔ اس لئے اس فرقہ کو علی الامی کہتے ہیں۔ شیخ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ اے صاحب الزمان گو اس وقت ہم آپ کی امداد نہیں کر سکتے۔ مگر آپ کی باقی رجعتوں میں ہم ضرور کوشش کر کے آپ کی اعانت کریں گے۔ بہر حال دشمن کی جمعیت تیس ہزار سے اوپر ہو گئی اور برابر نو ماہ تک

یہ فساد قائم رہا۔ بابی صرف تین سو ساٹھ تھے۔ اس لئے باب نے حکومت کو لکھا کہ ہم سلطنت کے طلب گار نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارا مقصد تو صرف دین الٰہی ہے۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ علمائے اسلام کو ہم سے مناظرہ کے لئے جمع کریں۔ تاکہ حق ظاہر ہو جائے۔ ورنہ ہمیں آزاد کر دیا جائے تاکہ ہم کسی دوسری جگہ چلے جائیں۔ مگر حکومت نے کہا کہ ہم لڑائی ہی کریں گے۔ تب ممالک غیر سے سفارشیں بھی آئیں۔ مگر مفید نہ پڑیں۔ اس کے بعد روم وروس کے سفیر باب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ ہمارا ان لوگوں سے ظہور حجتہ کے متعلق تنازع ہے۔ جس کا فیصلہ تین طریق سے ہوسکتا ہے کہ یا تو دس روز کا مباہلہ کریں یا مناظرہ کریں اور یا جلتی آگ میں داخل ہو کر صحیح وسلامت نکل کر دکھلائیں۔ مگر پھر بھی حکومت نے لڑائی کو جاری رکھا۔ دونوں سفیر واپس چلے گئے۔ لڑائی شروع ہوئی۔ ایک دفعہ حضرت باب سنگر پر چڑھے تو ایک سپاہی نے دور سے آپ کو تیر کا نشانہ بنایا تو آپ وہیں سرد ہوگئے۔ اب بابی لڑتے تھے۔ مگر ان کا سردار کوئی نہ تھا۔ جس سے دشمن کو کمال حیرت ہوئی کہ یہ لوگ اپنے مذہب پر کس جانفشانی سے لڑ رہے ہیں تو پھر ان کو امن دے کر حکم دیا کہ قلعہ سے باہر آجائیں تو نکلتے ہی ان کو مار ڈالا اور حضرت باب کی لاش کو جلا دیا۔ بابیوں کے بال بچے غلام بنائے گئے۔ مال لوٹ کھسوٹ سے برباد کئے گئے تو اس وقت حدیث فاطمہؓ کی صداقت ظاہر ہوگئی کہ: ''الداعی الیٰ سبیلی والخازن لعلمی ھو الحسن واکمل ذلك بانیه محمد۰ وھو رحمة للعلمین۰ علیه کمال موسیٰ وبھاء عیسیٰ وصبر ایوب فتذل اولیاؤہ فی زمانه وتتھادی روسھم کرؤس الدیلم یقتلون ویحرقون مرعو بین وجلین۰ وتضبغ الارض بدمائھم وتظھر الرنة والویل فی نسائھم اولئك اولیائی حقاً بھم ادفع کل فتنة عمیاء وبھم اکشف الزلازل والاصال وارا غلال اولئك علیھم صلوة من ربھم ورحمة واولئك ھم المھتدون'' میرے مسلک کی طرف دعوت دینے والا اور میرے علم کا خزانچی وہ حسن ہے اور اس کی تکمیل اس کے بیٹے محمد سے ہوئی ہے۔ وہ رحمۃ للعالمین ہے۔ اس میں کمال موسوی ہے اور جلال عیسوی اور صبر ایوبی اس کے تابعدار ذلیل ہوں گے۔ ان کے سر کافروں کی طرح پھرائے جائیں گے۔ ان کو خوفزدہ حالت میں ان کو چلایا جائے گا۔ زمین ان کے خون سے رنگین ہوگی۔ گریہ زاری ان کی عورتوں میں ظاہر ہوگی۔ میرے سچے تابعدار وہی ہیں۔ ان کے طفیل ہر ایک سیاہ فتنہ دفع ہوگا اور ان کی ذریعہ سے تکالیف دور ہوں گی۔ ان پر خدا کی رحمت ہوگی اور وہی ہدایت یافتہ ہوں گے۔

باب نہم......صبح ازل

جناب ازل کا باپ ارا کین سلطنت کا ایک ممتاز فرد تھا۔ جب آپ پیدا ہوئے تو والدہ آپ کی چنداں پروا نہیں کرتی تھی۔ آپ کے بھائی حضرت بہاء کہتے ہیں کہ میری والدہ نے بیان کیا کہ مجھے ایک دفعہ حضور علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام خواب میں آئے اور فرمایا کہ: "اس بچہ کی خوب پرورش کرو۔ یہ ہماری ملکیت ہے۔ پھر امام قائم کے سپرد کر دینا" تب سے والدہ نے کمال محبت سے پرورش کی تو آپ خوردسالی تک فارسی سے کمال رغبت تھی اور عربی سے کچھ میلان بھی نہ تھا تو آپ کی والدہ وفات پا گئیں اور آپ کی پرورش آپ کے بھائی جناب بہاء اللہ نے کی۔ (قول مؤلف) ایک دفعہ میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو اس سلسلہ میں کیسے میلان ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میرے بھائی جناب بہاء نے چند مہمانوں کی اپنے گھر پر دعوت کی تو میں نے دیکھا کہ وہ آپس میں حضرت ذکر (رب اعلیٰ) کا تذکرہ کر رہے تھے اور آہ آہ کی آواز سے مناجاتیں دھراتے تھے تو میرے قلب پر گہرا اثر ہو گیا اور جناب ذکر نے جب اپنے عقیدت مندوں کو خراسان میں جمع ہونے کا حکم دیا تو جناب ازل نے بھی وہاں شامل ہونے کا ارادہ کر لیا۔ مگر جناب بہاء نے آپ کو روک دیا۔ کیونکہ آپ ابھی پندرہ سالہ لڑکے تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے رشتہ دار مازندران کو گئے تو آپ کا ارادہ ہوا کہ ان کے ہمراہ چلے جائیں اور وہاں سے خراسان کو سفر کریں۔ مگر جب آپ کے بھائی جناب بہاء حضرت طاہرہ سے مشرف ہوئے اور ارض قدس کی طرف کوچ کیا تو انہوں نے آپ کو پانچ سو تومان تک مالی امداد دی اور آپ کچھ عرصہ سبزوار میں رہے اور وہیں حضرت قدوس کی زیارت سے مشرف بھی ہوئے اور آپ کے اصحاب میں شمار ہونے لگے۔ فتنہ بدشت میں بھی آپ شریک کار تھے اور جناب کی محبت میں اپنا مال خرچ کر ڈالا تھا۔ جب بارفروش کو واپس آئے تو راستہ میں آپ کو جناب قدوس کی خدمت میں شرف باریابی حاصل ہوا تو جناب نے آپ کو خلوت میں بٹھا کر خطبہ دیا اور مناجاتیں گا کر سنائیں۔ اس لئے آپ جناب کے دلدادہ ہو گئے۔ اس کے بعد بارفروش کو آئے اور وہاں طاہرہ سے ملاقات ہوئی۔ مگر اس کے بعد جناب قدوس کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ جناب طاہرہ نے آپ کو اپنے زیر تربیت عالم شباب تک پہنچایا۔ (قول مؤلف) جب جناب قدوس قلعہ میں محصور تھے تو امداد کی خاطر دونوں بھائی (جناب ازل و بہاء) قلعہ کو روانہ ہو گئے۔ میں بھی ساتھ ہی تھا۔ ہم تینوں کو دشمنوں نے گرفتار کر کے آمل میں پہنچا دیا۔ راستہ میں حضرت ازل رات کے وقت ایک گاؤں میں روپوش ہو گئے تھے۔ جو آمل سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر تھا اور صبح کے وقت آپ کو اہل قریہ نے

آمل پہنچادیا تھا۔ مگر جب راستہ میں جا رہے تھے تو مناجات اور اشعار میں مستغرق تھے تو آمل کے حاکم شرع نے سب کو حد تعزیر لگائی اور جناب ازل کو صحیح سلامت چھوڑ دیا تو سیدھے گھر واپس آگئے۔ (قول مؤلف) میں آپ کا خاص رازدار تھا۔ اس وقت باب کو حجیت کا دعویٰ نہ تھا۔ مگر حضرت قدوس کی مناجاتوں کا آپ کو شغف کمال تک پہنچ چکا تھا۔ آپ کے بھائی صاحب کو خیال ہوا کہ آپ کو طہران بھیجا جائے۔ کیونکہ گھر پر خطرہ تھا۔ چنانچہ آپ طہران کو روانہ ہوگئے اور جب چالیس روز کا سفر طے کر چکے تو جناب قدوس کی وفات کی خبر آپ کو پہنچ گئی تو آپ کو اس غم سے تین روز بخار رہا۔ اس کے بعد آپ میں رجعت قدوس نمودار ہوگئی اور آپ نے حجیت کا اعلان کر دیا اور جناب ذکر کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ کو کمال خوشی ہوئی۔ جناب نے آپ کی طرف قلمدان دوات اور کاغذ معہ تحریرات خاصہ کے روانہ کر دیئے اور خاص لباس بھی آپ کو پہنا دیا۔ اپنی انگوٹھی بھی آپ کو دے دی اور وصیت فرمائی کہ آپ بیان ہشت واحد لکھیں۔ یہاں تک کہ: "من یظهر الله" کا ظہور ہو تو اس وقت اس بیان کو منسوخ کر دو۔ اس کے بعد جناب باب (حضرت ذکر) کو اپنے قتل کے حالات معلوم ہوگئے۔ چنانچہ شاہی حکم سے آپ کو چہریق سے تبریز پہنچایا گیا اور پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں امام قائم ہوں اور میرے دلائل صداقت میرے خطبے ہیں اور مناجات ہیں تو تین روز آپ کو حوالات میں رکھا۔ اس وقت دو بھائی حسن و حسین بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

قتل جناب ذکر

جناب حسین آپ کی خاص خدمت وحی کی کتاب پر مقرر تھے اور آپ کے کاتب السر کہلاتے تھے۔ جناب باب نے اپنی کتاب بیان میں لکھا ہے کہ حسین سے اس کتاب کے معارف حاصل کرو۔ محمد علی اور سید احمد بھی آپ کے خاص مرید تھے جو تبریز میں آپ کی تبلیغ کرتے تھے اور آپ نے ان کو بھی اتمام حجت کے لئے خطبے لکھ کر دیئے تھے۔ مگر جب حاکم تبریز کو خبر ملی تو اس نے مبلغین بابیہ کی توہین کی اور جناب باب کے آنے تک ان کو بھی حوالات میں رکھا تھا۔ جناب باب نے اپنی شہادت سے پہلے ایک دن اپنے اصحاب سے کہا کہ تم خود مجھے مار ڈالو تا کہ دشمن کے ہاتھ سے نہ مروں تو محمد علی نے اس پر آمادگی ظاہر کی۔ تا کہ "الامـــر فـوق الادب" پر عملدر آمد ہو جائے۔ مگر باقی اصحاب نے روک دیا۔ اس نے کہا کہ میں تو آپ کا حکم ماننے کو تھا اور چاہتا تھا کہ آپ کو شہید کر کے خودکشی کر لوں تو جناب باب نے مسکرا کر اظہار خوشنودی فرمایا۔ ثم! آپ نے اپنے اصحاب کو عموماً اور محمد حسین کو خصوصاً حکم دیا کہ تقیہ کرو اور مجھ پر لعنت بھیجو۔ مگر محمد علی نے کہا کہ

میں تو آپ کے ہمراہ قتل ہو جاؤں گا تو آپ نے اس کو منظوری دے دی۔ اس کے بعد باب کی تشہیر کر کے مقتل میں لائے تو محمد علی کو باب کے سامنے یوں قتل کیا کہ پہلے اس سے کہا کہ توبہ کرو اور رشتہ داروں نے کہا کہ وہ دیوانہ ہے۔ اس لئے اسے چھوڑ دو۔ مگر اس نے کہا کہ میں ضرور باب کے ہمراہ قتل ہوں گا۔ تو باب کی رضامندی بھی ہو گئی۔ پھر باب کو زنجیروں میں جکڑ کر تیر برسائے۔ مگر وہ سارے زنجیروں پر پڑے اور زنجیر ٹوٹ گئے تو حضرت باب صحیح سلامت پاس ہی ایک حجرہ تھا۔ اس میں جا گھسے اور جب غبار تھم گیا۔ دیکھا تو باب وہاں نہ تھے۔ کہنے لگے کہ وہ آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ آپ حجرہ میں ہی موجود ہیں۔ تب آپ نے لوگوں سے منت سماجت کی اور وعظ و نصیحت شروع کیا۔ مگر کسی نے نہ سنی اور دوسری دفعہ زنجیروں میں باندھ کر تیر برسائے تو آپ کو عدد علی کے برابر تین تیر لگے۔ جن سے آپ کی وفات ہوئی۔ بقول شخصے دوسری دفعہ تیر چلانے والے آرینیہ کے رہنے والے عیسائی سپاہی تھے۔ بہر حال آپ کی لاش دو دن تک وہیں پڑی رہی اور تیسرے دن دفن کی گئی۔ مگر آپ کے مریدوں نے محمد علی اور باب دونوں کی لاشیں نکال کر ریشم میں لپیٹ کر وہاں دفن کر دیں۔ جہاں وحید ثانی نے حکم دیا تھا۔ جہاں آج کل انہیں گنبد موجود ہیں اور لوگ ان کی زیارت اور طواف کرتے ہیں۔

باب دہم...... ذبیح

اس کے بعد جناب ازل نے اعلان کیا کہ میرا بروز ایک جوان میں ہوگا۔ ''ھو شاب ابن ثمانی عشرة ستة شکله ملیح شغله قنادی اسمه ذبیح '' جو خوش شکل قند فروش ۱۸ سالہ ہوگا۔ کواکب سبعہ کا غروب ۶۷ میں ہوا تھا اور ذبیح کا ظہور سنہ سات میں ہوا تھا۔ پس صبح ازل نے اس میں تجلی ظاہر کی اور جوان نے کہا کہ: ''انی انا الله ۔ لا اله الا انا'' مگر جناب ازل کو کچھ معلوم نہ تھا۔ بلکہ آپ کو آپ کے احباب نے اس بروز کی خبر دی تھی اور جب آپ سے سوال ہوا تو فرمایا کہ مجھ سے نہ پوچھو میں تو اپنے سوا تمہارا رب کسی کو نہیں جانتا۔ پھر فرمایا کہ اگر مدعی جامع شرائط حجیت ہو تو انکار نہ کرو۔ جناب ذکر کا یہ دعویٰ تھا کہ میں چھ گھنٹہ میں ایک ہزار شعر نظم کر سکتا ہوں اور میں تین گھنٹہ میں ایک ہزار شعر کہہ سکتا ہوں اور جو آج مدعی بابیت ہے اس کا فرض ہے کہ ڈیڑھ گھنٹہ میں ایک ہزار شعر نظم کر سکے۔ اب آپ کے پاس ذبیح کے متعلق شکایات کا تانتا بندھ گیا۔ یہاں تک کہ جناب ازل کو ذبیح کی طرف لکھنا پڑا کہ تین میم اختیار کرو اور اشارہ یہ تھا کہ '' مگو و منویس و منشین با اصحاب تو ذبیح نے اپنا دعویٰ ظاہر کرنا چھوڑ دیا۔

باب یازدہم، بصیر

شجرہ ازلیہ کی دوسری شاخ جناب بصیر ہیں۔ جو ایک ہندوستانی سید شریف خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور جن کا مورث اعلیٰ سید جلال تھا۔ ابھی سات سال کے تھے کہ چیچک سے آپ کی بینائی جاتی رہی۔ جب بیس سال کے ہوئے تو حج کو تشریف لے گئے۔ پھر کربلا گئے اور امام قائم کی تلاش میں ایران پہنچے۔ کیونکہ آپ نے اپنے بزرگوں سے ظہور امام کا یہی وقت معلوم کیا ہوا تھا۔ مگر آپ کو امام کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ اس لئے واپس بمبئی آ گئے اور وہاں پر یہ معلوم ہوا کہ ایران میں ایک آدمی نے امامت کا دعویٰ کر دیا ہے تو فوراً آپ نے اسی طرف سفر کیا۔ مگر امام صاحب اس وقت حج کو جا چکے تھے۔ اس لئے آپ بھی پیچھے ہو لئے اور مسجد حرام میں امام صاحب سے ملاقات حاصل کی اور مقام قائم آپ پر منکشف ہوا تو آپ نے جناب امام کی صداقت پر ایمان قبول کر لیا اور واپس ایران آ کر شہر بشہر تبلیغ شروع کر دی اور جب مازندران کا واقعہ پیش آیا تو آپ اس وقت نور کے مضافات میں مصروف تبلیغ تھے۔ آپ نے ہر چند کوشش کی کہ امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس لئے اسم اعظم اعلیٰ (حضرت قدوس) کی خدمت میں کچھ عرصہ تک حاضر رہے اور آپ میں جذب ہو گئے۔ مگر جب اہل قلعہ کی جمعیت پراگندہ ہو گئی تو آپ بھی مرزا مصطفیٰ کردی کے ہمراہ گیلان کو چلے گئے۔ راستہ میں موضع ازنل میں فروکش ہوئے تو وہاں کے باشندوں نے بری طرح سے آپ کو نکال دیا اور کھانا بھی نہ دیا۔ یہ جب دونوں بزرگ وہاں سے روانہ ہو گئے تو بستی میں آگ لگ گئی اور لوگوں کا بہت بڑا نقصان ہو گیا۔ پھر جناب قزوین پہنچ کر ارض قدس میں دونوں بھائیوں (الوحیدین الازل والبہاء) کی خدمت میں شرفیاب ہوئے۔ حضرت بہاء نے پہلے تو استغناء دکھایا مگر جب آپ کا خلوص نیت دیکھا تو آپ نے تربیت شروع کر دی۔ چنانچہ آپ کی ہیکل میں جناب کی ربوبیت ظاہر ہونے لگی۔ انہی ایام میں حضرت ذبیح سے بھی وہیں آپ کا تعارف ہوا ورنہ اس سے پہلے گفت وشنید بھی نہ تھی اور جب باہمی تبادلہ خیالات ہوا تو آپ ذبیح میں جذب ہو گئے۔ اب جناب بصیر کو مقام فنا حاصل ہو گیا اور دعویٰ کیا کہ میں بروز حسنؓ ہوں اور مجھ میں رجعت حسینیہ ہے اور اسی مضمون پر آپ نے وعظ ونصائح کہنے شروع کر دیئے اور خطبات توحید انشاء فرمائے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے دونوں بھائیوں (ازل وبہاء) کی خدمت میں ایک مخلصانہ عریضہ ارسال کیا۔ جس کے جواب میں حضرت ازل نے آپ کو ''الابصر الابصر'' کے عنوان سے ممتاز فرمایا اور ارشاد کیا کہ: ''انی قد اصطفیتك بین الناس'' تو ارض قدس میں آپ سے خوارق اور معجزات ظاہر ہونے لگے

اور کثیر التعداد لوگوں نے اطاعت قبول کر لی اور اسرار پنہانی کی خبر بھی دیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک کتا دیکھا کہ وہ زور سے لمبی آواز کے ساتھ چونک رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس میں فلاں بدکار آدمی کی رجعت ہے اور متوفی مذکور کے تمام علامات بھی بتا دیئے۔ اس کے بعد ارض نور سے نقطۃ الکاف (شہر کاشان) میں آئے۔ جہاں نقطۃ الکاف (حاجی کاشانی مؤلف کتاب نقطۃ الکاف) کے گھر قیام کیا اور نقطہ اور بصیر میں کشمکش اور جذب وانجذاب شروع ہو گیا۔ مگر آخر نقطہ بصیر میں جذب ہو گیا۔ عقیدت مند سب مرتد ہو گئے۔ مگر نقطہ اپنی حالت پر قائم رہا۔ اس کے بعد آپ کا جناب عظیم سے مناظرہ چھڑ گیا۔ جس میں جناب عظیم نے اپنا ثبوت یوں پیش کیا کہ: ''انا باب الحضرتین وجليب الشمس الازلية والسلطان المنصور بنصوص عديدة '' میں جناب ازل اور سلطان منصور کی متعدد اور صاف تحریرات سے بیعت لینے پر مامور ہوا ہوں۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ تم میری اطاعت کرو۔ جناب بصیر نے جواب دیا کہ بیشک آپ سچ کہتے ہیں۔ مگر جو کچھ بھی آپ نے فرمایا ہے۔ عند النقطہ صرف دو امر ہیں۔

اوّل...... مقام عبودیت اور حضور کا تقرب۔

دوم...... شمس تربیت کے ظہور کا دعویٰ۔

کہ آپ کی طرف سے ہوا ہے اور مجھے بھی یہ دونوں فخر حاصل ہیں۔ مگر فرق صرف اتنا ہے کہ میری عبودیت جناب کی عبودیت سے بڑھی ہوئی ہے۔ اس لئے آثار ربوبیت میری ذات میں آپ کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ اب جناب عظیم خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگے یا تو اس لئے کہ آیت فتنہ ظاہر ہو اور یا اس لئے کہ یہ مناظرہ درجہ کمال تک نہیں پہنچا تھا۔ اس کے بعد مریدوں نے حضور (ازل) کے پاس شکایات روانہ کیں کہ یہ شخص فلاں فلاں کا مدعی ہے تو آپ نے حضرت بصیر کو خط لکھا کہ: ''ايا بصير هل فيك بصيرة القلب موجودة ام تقول بمحض التقليد '' ارے کچھ نور باطن بھی رکھتے ہو یا ایسے ہی اندھی تقلید ہے؟ اب یہ خط بابیوں کے لئے دوسرا فتنہ بن گیا۔ جو چھ ماہ تک قائم رہا اس کے بعد دونوں میں صلح وصفائی ہوئی تو بابیوں کو چین آیا اور ان دونوں ظہوروں سے فیض حاصل کرنا شروع کر دیا۔ جناب ذکر نے جناب عظیم کو دو ظہوروں کی بشارت دی تھی۔ اوّل ظہور حسنی (یا بقول شخصے ظہور یحییٰ) دوم ظہور حسینی اور فرمایا تھا کہ یہ دونوں ظہور اپنی اپنی ماں کے پیٹ میں چھ ماہ سے زائد نہ ٹھہریں گے۔ ان کے علاوہ اور بھی آپ کے ظہور میں جیسے ظہور فی ارض الطاء، ظہور ارض الفاء، ظہور فی بغداد۔ جس کو سید علو بھی کہتے ہیں اور ظہور اقا محمد کرادی وغیرہ یہ لوگ سب کے سب صاحب آیات ہیں اور ان کے پاس اپنی اپنی

صداقت کے پختہ بینات اور دلائل ہیں۔" انتهى اقتباس كتاب نقطة الكاف في تاريخ البابية الذى عنوانه المطبوع هكذا "نقطۃ الکاف در تاریخ ظہور باب و وقائع ہشت سال اوّل از تاریخ بابیہ تالیف۔ حاجی مرزا کاشانی مقتول در ۱۲۶۸ء بسعی اہتمام ایڈورڈ براؤن پروفیسر زبان۔

(شیریں بیاں) فارسی در دار الفنون کیمرج از بلاد انگلستان وطبع گردید، در مطبع بریل در لیدن از بلاد ہلانڈ ۱۹۱۰ء

۵...... انتخاب مقالہ شخصے سیاح کہ در تفصیل قضیۂ باب نوشتہ است

جناب باب (غ، ر، جن ــــہ) میں پیدا ہوئے۔ آپ سید تاجر سید محمد رضا شیرازی کے بیٹے تھے۔ چھوٹی عمر میں ہی آپ کے والد ماجد انتقال کر گئے تھے تو اپنے ماموں مرزا سید علی تاجر کے پاس شیراز میں تربیت پائی۔ جوان ہو کر اپنے ماموں کے ساتھ ہی تجارت کرتے رہے۔ جب پچیس سال کے ہوئے تو آپ نے بابیت کا دعویٰ کیا کہ میں ایک مرد غائب کی دعوت دیتا ہوں جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ پھر سورۂ یوسف کی تفسیر لکھی۔ جس میں مرد غائب سے استمداد کی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ: "يا بقية الله قد فديت بكلى لك ورضيت السّب في سبيلك وما تمنيت الا القتل في مجتك • وكفى بالله العلى معتصما قديما" اس کے علاوہ بہت سے وعظ، مناجات اور تفسیر آیات قرآنیہ بھی آپ نے تصنیف فرمائیں۔ جن کا نام صحائف الہامیہ اور کلام فطری رکھا۔ مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ نے وحی کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ مگر چونکہ آپ نے مدارس میں تعلیم نہیں پائی۔ اس لئے آپ کے اس تبحر علمی کو وحی تصور کر لیا گیا۔ آپ کے معتقدین (مرزا احمد ارغندی، ملا محمد حسین بشروی، ملا محمد صادق مقدس، شیخ ابوتراب اشتہاردی، ملا یوسف اردبیلی، ملا جلیل اورومی، ملا مہدی کندی، شیخ سعید ہندی، ملا علی بسطامی وغیرہ) نے آپ کو رکن "رابع" اور "مرکز سنوح حقائق" کا خطاب دیا ہوا تھا اور اطراف ایران میں آپ کی دعوت تبلیغ دینے میں مصروف ہو گئے تھے۔ جب حج کر کے جناب بوشہر پہنچے تو شیراز میں شور برپا ہو گیا اور جمہور العلماء نے آپ کو واجب القتل قرار دے دیا۔ آپ کے تین مبلغ تھے۔ (محمد صادق، مرزا محمد علی بارفروشی اور ملا علی اکبر اردستانی) ان کو حاکم فارس حسین خان اجودان باشی نے علمائے اسلام کے حکم سے تعزیر لگائی اور تشہیر کر کے کمال توہین کی اور جناب باب کو بلوا کر مجبور کیا کہ آپ اپنا دعویٰ چھوڑ دیں۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ اس لئے اس نے آپ کو تھپڑ رسید کر کے پگڑی

اتار ڈالی اور حکم دیا کہ اپنے ماموں کے گھر نظر بند رہیں۔ دوسری دفعہ پھر بلوا کر ترک دعویٰ کے لئے حکم دیا۔ مگر آپ نے اس وقت ایسی تقریر کی کہ سامعین نے یقین کر لیا کہ واقعی امام غائب سے آپ کو تعلیم ملتی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں امام منتظر کے لئے باب نہیں ہوں۔ بلکہ ایک اور شخص (بہاء اللہ) کے لئے تبلیغی وسیلہ ہوں۔ محمد علی شاہ قاچار نے اپنے معتمد الدولہ سید یحییٰ وارابی کو حالات دریافت کرنے کو بھیجا تو پہلی دو صحبتوں میں مصروف تبادلہ خیالات ہی ہوتا رہا۔ مگر تیسری صحبت میں معتمد نے سورۂ کوثر کی تفسیر کی درخواست کی جو آپ نے فوراً لکھ دی۔ جس سے جناب معتمد حیران رہ گئے اور شہر یزدجرد میں جا کر سب سے پہلے اپنے باب سید جعفر شہیر کشفی کو تبلیغ کی۔ پھر مرزا لطف علی کو تمام واقعات لکھ کر کہا کہ سلطان کی خدمت میں پیش کر دیں اور خود کمال اشتیاق سے اطراف ایران میں دعوت دینے لگے کہ لوگوں نے آپ کو مجنون سمجھا اور آپ کے کلام کو سحر کہنے لگے۔

واقعہ زنجان

اس کے بعد زنجان میں ملا محمد علی بڑے مشہور عالم تھے۔ انہوں نے ایک معتبر آدمی کے ذریعہ حالات دریافت کئے تو جناب باب نے آپ کو اپنی تصانیف بھیج دیں۔ جن کو پڑھ کر ملا صاحب نے فرمایا کہ: ''طلب العلم بعد الوصول الیٰ المعلوم مذموم'' جب مطلب حل ہو گیا تو اب پڑھائی کیسی اور تحریری بیعت کر لی۔ جس کے معاوضہ میں حضرت باب نے کہلا بھیجا کہ میری طرف سے زنجان میں ضرور جمعہ قائم کرو۔ مگر زنجان میں سخت مخالفت ہوئی اور سلطان نے ملا صاحب کو اپنے دربار میں بلوا کر علمائے اسلام سے مناظرہ کرایا۔ جس میں ملا صاحب غالب رہے اور سلطان نے پچاس تومان دے کر واپس زنجان بھیج دیا۔ اب سلطان کو کہا گیا کہ باب کو قتل کرنا ضروری ہے۔ ورنہ سخت فساد ہوگا۔

پہلا مقابلہ شیراز میں

اس لئے باب نے اپنے معتمد جمع کر لئے اور داروغہ کو حکم ہوا کہ رات کو باب پر چھاپا مار کر تمام کو قید کرے۔ مگر اسے اس رات صرف تین آدمی معلوم ہوئے۔ (باب کا ماموں اور سید کاظم زنجانی) اس لئے وہ ناکام رہا۔ اتفاقاً اسی رات وہاں وباء (طاعون) پھیل گیا۔ اس لئے حاکم شیراز کو حکم دینا پڑا کہ باب شہر بدر ہو جائیں اور خود بھی چلا گیا تو آپ سید کاظم کے ہمراہ اصفہان جا کر امام جمعہ کے گھر چالیس روز ٹھہرے۔ ایک دفعہ امام جمعہ نے آپ سے درخواست کی کہ سورہ عصر کی تفسیر لکھ دیں تو آپ نے فوراً لکھ دی۔ پھر حاکم اصفہان نے نبوت خاصہ کے متعلق پوچھا تو

آپ نے اثبات میں جواب دیا۔اس کے بعد مجلس مناظرہ منعقد ہوئی۔جس میں آقا محمد مہدی اور حسن نوری نے آپ سے صدرا کتاب کے مسائل دریافت کئے تو باب جواب نہ دے سکے اور باقی اہل علم نے کہہ دیا کہ مناظرہ کرنے میں اسلام کی توہین ہے۔کیونکہ باب صراحتاً اپنے کفر کا اقبال کررہا ہے۔مگر حاکم کا یہ منشاء ضرور تھا کہ مباحثہ ہو۔اس لئے اس نے باب کو طہران بھیج دیا اور سلطان کو تمام واقعات لکھ کر مناظرہ کا مشورہ دیا۔لیکن جب باب مورچہ کے مقام پر پہنچے تو مخفی طور پر حاکم اصفہان نے آپ کو واپس بلالیا تو آپ وہاں چار ماہ تک ٹھہرے رہے اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ باب کہاں ہے۔مگر گرگین برادرزادہ حاکم کو خبر لگ گئی تو اس نے فوراً حاجی مرزا اقاسی وزیراعظم کو خبر دے دی اور اس نے اپنے نوکر بھیج کر باب کو روپوشی کی حالت میں طہران بلالیا۔مگر جب آپ کرد کے مقام پر پہنچے تو وزیر نے گلین کے مقام پر ٹھہرنے کا حکم بھیج دیا اور وہاں سے باب نے سلطان کو چٹھی لکھی کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔مگر وزیر نے جواب میں لکھوادیا کہ سلطان اس وقت طہران سے باہر جارہے ہیں اور عام شورش کا بھی خدشہ ہے۔اس لئے آپ کو ماکو بھی بھیجا جاتا ہے کہ جب تک سلطان اپنے سفر سے واپس نہ آئیں آپ وہیں سلطنت کے زیر امن قیام کریں۔پھر آپ کو بلالیا جائے گا۔

تبریز اور ماکو میں قیام

جس کے جواب میں باب نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ نے مناظرہ کے لئے اصفہان سے مجھے بلایا۔مگر اب انکار کردیا۔لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔اس لئے محمد بیگ چیرچی کے ماتحت شاہی رسالہ کے ہمراہ آپ کو تبریز پہنچایا گیا۔ جہاں آپ چالیس روز ٹھہرے اور کسی کو اجازت نہ تھی کہ اس سے ملاقات بھی کرسکے۔اس کے بعد آپ کو ماکو کے قلعہ پہاڑی میں پہنچایا گیا۔جہاں آپ نو ماہ رہے اور علی خان حاکم ماکو نے اثنائے قیام میں ملاقات کی قدرے اجازت دے رکھی تھی اور خود بھی عزت کرتا تھا۔مگر جب اہل اذربیجان کو فساد کا اندیشہ ہوا تو حکومت سے درخواست کی گئی اور آپ کو قلعہ چہریق میں نظر بند کیا گیا۔ جہاں علی خاں کرد حاکم تھا اور اس نقل وحرکت سے بابی مذہب کا چرچا بجا ہونے لگا اور باب صبح شام ''الغائب المنتظر'' کو پکار کر کہا کرتے تھے کہ:''یا غائب انی وان کان المصائب والا لام قداستوات علی نفسی ولکن قلبی فیه جنة بذکرك ''اگرچہ مجھ پر مصائب آتے ہیں۔مگر تیری یاد سے دل میں جنت کا لطف ہے۔تین ماہ کے بعد علمائے تبریز نے حکومت سے درخواست کی کہ بابیوں کو تعزیر لگائی جائے۔وزیراعظم بھی اس پر طوعاً وکرہاً راضی ہوگیا۔اس لئے باب چہریق سے تبریز کو روانہ

ہوئے۔ راستہ میں رومیہ کے حاکم بہت عزت سے پیش آیا اور جب تبریز پہنچے تو چند یوم کے بعد دار العدالت میں ان کو طلب کیا گیا۔ جب کہ وہاں علمائے اسلام پہلے ہی موجود تھے۔ (مثلاً نظام العلماء ملا محمد ماما قانی، مرزا احمد امام الجمعہ اور مرزا علی اصغر شیخ الاسلام وغیرہ) وہاں آپ نے دعویٰ کیا کہ میں مہدی ہوں۔ نشان صداقت طلب کیا گیا تو آپ نے فرفر عربی کلام میں بولنا شروع کردیا۔ اعتراض ہوا کہ آپ غلط عربی بولتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ تمہارے اصول کے مطابق تو قرآن شریف بھی غلط ہے تو مجلس ختم ہوگئی اور باب واپس اپنے مقام پر آگئے۔ اس وقت آذربیجان کا حاکم ولی عہد تھا۔ اس نے آپ کو تنگ کرنا چھوڑ دیا۔ مگر اہل علم نے یہ پاس کرلیا کہ ان کو ضرور سرزنش ہونی چاہئے۔ مگر فراشوں نے چوبکاری سے انکار کردیا۔ لیکن سید علی اصغر نے آپ کو اپنے ہاتھ سے درے لگا کر واپس چہریق بھیج دیا اور پہلے سے زیادہ تنگی شروع کردی اور گردونواح کے تمام علمائے اسلام کی یہ رائے قرار پائی کہ بابیوں کا خاتمہ کردینا ازبس ضروری ہے۔ لیکن سلطان نے کہا کہ میں سادات کو قتل نہیں کرسکتا۔ جب تک کہ فساد کا اندیشہ نہ ہو۔ اب بابیوں کو جرأت پیدا ہوگئی اور مباہلہ یا مناظرہ کے لئے کھڑے ہوگئے اور جابجا شور برپا ہوگیا۔ اسی اثناء میں سلطان کو نقرس (پاؤں کے انگوٹھے کی درد) نے مضمحل کردیا اور وزیراعظم مختار کل ہوگیا۔ مگر کوئی قطعی فیصلہ نہ کرسکا اور بدحواسی میں یوں کہنے لگا کہ: ''ان موسیٰ یقاتل موسیٰ'' اور کبھی کہتا کہ: ''ان ھی الا فتنتك'' اس لئے کبھی علمائے اسلام کے مخالف ہوجاتا اور کبھی موافق۔

دلائل مہدویت

مگر لوگ بڑے جوش میں آگئے اور اہل علم نے خود حکم دے دیا کہ لوگ بابیوں کا خود انتظام کرلیں۔ اب جابجا منبروں پر شور مچ گیا کہ امام آخرالزمان کی غیبوبت (شیعہ مذہب میں) ضروری ہے۔ جابلقا اور جابلصاء کیا ہوئے؟ غیبت صغریٰ اور غیبت کبریٰ کہاں گئیں؟ حسین بن روح کے اقوال کیا ہوئے؟ مہریار کی روایات کہاں گئیں۔ نقباء ونجباء کا ہوا میں پرواز کرنا کیسے ہوا؟ مغرب مشرق کی فتوحات کہاں ہیں؟ ظہور سفیانی اور خردجال کہاں ہیں؟ اور حدیث میں جو باقی علامات مذکور ہیں وہ کیسے پوری ہوئیں۔ روایت جعفریہ تو خواب وخیالات ہیں۔ اس لئے باب قطعاً کافر ہے اور واجب القتل ہے۔ اگر ہم اپنے مذہب کی صحیح روایات کو چھوڑ دیں تو مذہب کا نام ونشان نہیں رہتا۔ علاوہ بریں ہم اہل سنت والجماعت نہیں ہیں کہ عوام الناس کی طرح یہ بھی یقین کرلیں کہ امام آخرالزمان ماں کے پیٹ سے پیدا ہوکر ظاہر ہوگا۔ آپ کی دو بڑی علامتیں ہیں کہ

آپ شریف النسب سادات ہیں اور تائیدات الٰہی آپ کے ہمراہ ہمیشہ سے ہیں۔ ہزار سال سے جو مسلسل عقائد چلے آئے ہیں ہم ان کو کیا کریں؟ فرقہ ناجیہ اثناء عشریہ کے متعلق کیا رائے قائم کریں۔ علمائے سابقین کے متعلق کیا کہیں؟ کیا وہ سب کے سب گمراہی پر ہی قائم رہے؟ "واشریعتاه وامذهباه" بابیوں نے ان دلائل کے جواب یوں دیئے کہ برھان کو روایت پر فوقیت ہے۔ کیونکہ روایت برہان کی فرع ہے۔ اس لئے جو فرع اپنے اصل سے مطابقت نہ رکھے مردود ہوگی اور یوں بھی کہتے کہ تاویل اصل تفسیر اور جوہر قرآن ہے اور فتوحات سے مراد فتوحات قلبیہ ہیں اور حکومت سے مراد دلوں پر حکومت ہے۔ کیونکہ امام حسین علیہ السلام امام حق ہو کر مغلوب رہے۔ باوجود یہ کہ: "ان جندنا لهم الغالبون" آپ کے حق میں وارد تھا۔ یوں بھی کہتے تھے کہ:

۱...... باب کی صداقت کا نشان اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ آپ نے کسی سے کچھ بھی نہیں پڑھا۔

۲...... اگر کچھ روایات مخالف ہیں تو مذہب میں آپ کے موافق بھی تو بہت سی روایات ہیں۔

۳...... اقوال سلف بھی آپ کی تائید کرتے ہیں۔

۴...... اگر آپ میں صداقت نہ ہوتی تو اکابر علماء اور بڑے بڑے متقی صوفیائے کرام آپ کی بیعت میں داخل نہ ہوتے۔

۵...... اپنے دعویٰ پر باوجود کثرت مصائب کے قائم رہنا بھی صداقت کا کھلا نشان ہے۔

۶...... اس سلسلہ میں بڑے بڑے کامل انسان پیدا ہوئے۔ مثلاً مرزا محمد علی (بارفروشی) مارزندرانی تلمیذ، حاجی کاظم رشتی آپ حضرت باب کے ہمراہ حج کو گئے تھے۔

جب واپس ہوئے تو آپ سے خوارق اور معجزات کا ظہور ہونے لگا۔ اس لئے بابیوں کو یقین ہوگیا کہ حاجی صاحب مقربین بارگاہ الٰہی میں سے ہیں۔ اس لئے تمام بابی آپ کے مرید بن گئے اور حضرت محمد حسین بشروی جو بابیوں کے سردار کل تھے وہ بھی آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوگئے۔ (آپ کا مرتبہ قدوسیت تک پہنچ گیا) آپ نے دعوت باب میں کمال تک تبلیغ کی اور باب آپ پر خوش ہو کر فرمانے لگے کہ اس شخص کی تائید خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ آخر (بڑی لڑائیوں کے بعد) سید العلماء نے ۶۵ء میں قتل کر دیا۔ قرۃ العین قزوینی بھی ایک بے نظیر عورت تھی اور تبلیغ میں مردوں سے سبقت لے گئی تھی۔ آخر جب کلانتر کے زیر حراست طہران میں نظر بند ہوئی تو اس وقت اس کے گھر شادی کی مجلس منعقد

ہو رہی تھی۔ قرۃ العین نے موقعہ پا کر تبلیغ اس زور سے کی کہ سامعین دنگ رہ گئے اور ان کو تمام راگ و رنگ بھول گیا۔ مگر علمائے اسلام کے فتوے سے مار ڈالی گئی۔

انقلاب عظیم

ان دنوں ہی سلطان محمد شاہ مر گیا اور ولی عہد تخت نشین نے اپنا وزیر مرزا محمد تقی خان کو منتخب کیا۔ جو نہایت ہی سخت گیر تھا۔ چونکہ شہزادہ ابھی نوعمر تھا۔ اس لئے وزیر نے خود مختار ہو کر بابیوں کو پیسنا شروع کر دیا۔ مگر جس قدر تشدد سے کام لیا۔ اسی قدر بابی مذہب دنیا میں ترقی کرتا گیا۔ روایت ہے کہ کاشان میں ایک دفعہ بابیوں کی تشہیر کی جا رہی تھی تو ایک مجوسی نے (جو ایک سرائے میں رہتا تھا) اصل واقعہ دریافت کر کے کہا کہ اگر بابی مذہب سچا نہ ہوتا تو اتنے مصائب کے مقابلہ میں کیسے قائم رہ جاتا۔ اسی صداقت کو دیکھ کر بابیوں میں شامل ہو گیا۔ بہر حال بابی مقابلہ میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ کیونکہ باب نے ان کو مقابلہ کرنے سے بلکہ اپنے پاس آنے سے بھی روک دیا ہوا تھا۔ اس لئے وہ بے خانماں ہو گئے اور مسکین ہو کر جا بجا مانگنے لگے۔ مگر جس جگہ پر ان کی جمعیت کافی تھی۔ وہاں پر انہوں نے مدافعت بھی شروع کر دی۔

فتنہ قتل بشروی

مازندران میں جب ملا محمد حسین بشروی کے متعلق علمائے اسلام نے فتویٰ دے دیا کہ وہ اور اس کے مرید واجب القتل ہیں اور ان کا مال لوٹ لینا واجب ہے۔ بارفروش میں سید العلماء نے اس فتوے کی رو سے سات بابی مار بھی ڈالے تھے۔ مگر جب بشروی نے دیکھا کہ لوگوں نے آ دبایا ہے تو خود تلوار لے کر کھڑا ہو گیا اور سب کو بھگا دیا۔ آخر میں یہ فیصلہ ہوا کہ بابی یہاں سے نکل جائیں اور خسرو کے ماتحت کہیں چلے جائیں۔ مگر خسرو کے آدمی گھات لگائے پہلے ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کو مار ڈالنا شروع کر دیا اور بشروی نے اذان دیکر سب کو ایک جگہ اکٹھا کر کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا تو مرزا لطف علی مستوفی نے خسرو کی جگر پر کاری زخم لگایا۔ جس سے وہ وہیں مر گیا۔ اس کے بعد بشروی ایک قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ جو مقبرہ شیخ طبری کے پاس تھا۔ محمد علی کو مازندرانی کے آدمی بھی آ ملے۔ جن کی مجموعی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ جن میں سے صرف ایک سو دس آدمی سپاہی تھے اور باقی طالب علم یا مولوی تھے۔ مگر سلطانی لشکر نے چار دفعہ حملہ کیا اور چاروں دفعہ ہی ہزیمت اٹھائی۔ چوتھی شکست میں عباس قلی خان جرنیل تھا اور نواب مہدی قلی خان امیر لشکر تھا۔ چوتھی لڑائی رات کو ہوئی تھی۔ بابیوں نے شاہی خیمے جلا دیئے تھے۔ آگ کی روشنی میں بشروی اپنی جماعت میں جا رہا تھا کہ عباس قلی خان نے (جو اس وقت کسی درخت کی آڑ میں چھپا ہوا تھا) دیکھ

کر گولی کا نشانہ بنایا تو بشروی وہیں مر گیا اور فوراً قلعہ میں پہنچایا گیا۔ مگر پھر بھی سلطانی لشکر نے ان پر فتح نہ پائی۔ حالانکہ بابیوں کی رسد ختم ہو چکی تھی۔ گھوڑوں کی ہڈیاں تک کھا گئے تھے اور گرم پانی پر گذارہ کرنے لگے تھے تو لشکر نے ان کو پناہ دی اور چھاؤنی میں بلا کر دعوت دی۔ جب کھانے بیٹھے تو سب کو مار ڈالا اور اس سے پیشتر جو بہادری بھی بابیوں نے دکھائی تھی وہ مغلوبانہ بہادری تھی۔ کیونکہ مثل مشہور ہے کہ: ''کسنور مغلوب یصول علی الکلب'' کھسیانی بلی کتے پر بھی حملہ کر دیتی ہے۔

قتل باب وواقعہ زنجان

ملا محمد علی مجتہد زنجان کا رئیس اعظم تھا اور سید یحییٰ دارابی مازندران میں زعیم القوم (لیڈر) کہلاتا تھا۔ ان دونوں نے بھی مخالفین کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ مگر اخیر میں ہر طرف سے ان پر گھیرا ڈال دیا گیا تھا اور دھوکہ سے سب بابیوں کو قلعہ سے نکال کر قتل کر دیا تھا۔ (جیسا کہ نقطۃ الکاف میں مذکور ہے) جنگ زنجان کے دنوں میں امیر زنجان کی یہ رائے قرار پائی تھی کہ خود باب کو قتل کیا جاتا کہ سرے سے فساد کا مادہ ہی اٹھ جائے۔ اس لئے اس نے حاکم آذربیجان (شہزادہ حمزہ مرزا) کو اس حکم کے نافذ کرنے کا حکم دیا۔ مگر شہزادہ خود اس فعل کا مرتکب نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس لئے اپنے بھائی حسن کو لکھا کہ میں تو روس اور افغانوں کے مقابلہ میں جانے والا ہوں۔ اس لئے مجھے فرصت نہیں۔ آپ اس کام کو سر انجام دیں۔ چنانچہ اس نے امیر سے خط وکتابت شروع کر دی۔ جس میں امیر نے صاف لکھ دیا کہ علمائے تبریز نے قتل باب کا صریح فتویٰ دے دیا ہے۔ اس لئے تم آرمینیہ فوج کے ہاتھ سے تمام لوگوں کے سامنے باب کو لوہے کی میخوں سے معلق کر کے گولی سے اڑا دو اور باب کو جب خبر ہوئی تو اپنے تمام اوامر ونواہی، مکتوبات، انگوٹھی اور قلمدان وغیرہ سب کچھ ایک تھیلے میں بند کر کے قفل لگا دیا اور اس کی چابی اپنی جیب میں رکھ لی اور یہ تھیلہ امانت کے طور پر عبدالکریم قزوینی کی طرف ایک اپنے خاص مرید ملا باقر کی وساطت سے روانہ کر دیا تو اس نے قم شہر میں گواہوں کے سامنے وہ امانت عبدالکریم کے سپرد کر دی۔ حاضرین مجلس نے بہت اصرار کیا کہ اس تھیلہ کو کھول دیا جائے۔ مگر عبدالکریم نے اس میں سے صرف ایک تحریر (لوح آبی) شکستہ خط میں دکھائی جو بشکل انسان تھی۔ جب اسے پڑھا گیا تو اس میں لفظ بہاء سے تین سو ساٹھ لفظ پیدا کر کے ایک نقشہ دکھایا گیا تھا۔ اس کے بعد عبدالکریم نے وہ امانت جہاں پہنچانی تھی پہنچا دی۔ اب حسن خان نے باب سے سرباز خانہ تبریز میں بلوا کر عمامہ اور شال جو سادات کی علامت ہیں لے کر اپنے قبضہ میں کر لیں اور فراشوں کا حکم نامہ سنا دیا کہ باب کو قتل کیا

جائے اور باب کو اپنے چار مریدوں کے ہمراہ ستر آرمنی سپاہیوں کے حراست میں جیل بھیج دیا۔ جہاں اس کو ایک کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔ دوسرے دن صبح کو فراش باشی آقا محمد علی تبریزی کو ساتھ لئے ہوئے جیل خانہ آیا۔ (کیونکہ ملا محمد ماما قانی، ملا باقر اور مرتضیٰ قلی وغیرہ نے اس کے قتل کا بھی حکم دے دیا تھا) اور سرتیپ فوج ارمنی سام خان کو دروازہ کی حفاظت سپرد کر دی اور دروازہ کے پایہ میں ایک آہنی میخ ٹھونک کر اس سے ایک رسی باندھ دی۔ جس کے ایک طرف باب کو جکڑ دیا اور دوسری طرف آقا محمد علی تبریزی کو اس طرح باندھ دیا کہ اس جوان کا سر باب کے سینہ پر آ گیا۔ اب فوج کے تین دستے ہو گئے۔ پہلے نے گولی چلائی دوسرے نے آگ پھینکی اور تیسرے نے تیر برسائے۔ مگر خدا کی قدرت سے بعد میں دیکھا گیا تو باب آقا سید حسین کے پاس کوٹھری میں تشریف فرما ہیں اور محمد علی اس میں جکڑا ہوا صحیح سلامت کھڑا ہے۔ یہ نظارہ دیکھ کر سام خان نے انکار کر دیا کہ میں قتل سادات کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد آقا جان بیگ (خمسہ سرتیپ فوج خاصہ) کو حکم ہوا تو اس نے پھر اسی میخ سے باب کو باندھ کر گولیوں کا نشانہ بنایا۔ جس سے باب کا سینہ چھلنی ہو گیا اور چہرہ کے سوا باقی اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے اور یہ واقعہ ۲۸ / شعبان ۱۲۶۸ میں پیش آیا تھا۔ اس کے بعد دونوں لاشیں خندق میں پھینک دیں۔ دوسرے روز صبح کو روس کا فوٹو گرافر آیا تو اس نے خندق میں سے دونوں لاشوں کا فوٹو حاصل کر لیا اور دوسری رات بابی دونوں لاشیں اٹھا کر کہیں لے گئے تھے۔ لیکن مولویوں نے گپ اڑا دی کہ ان کی لاشوں کو درندے کھا گئے ہیں۔ حالانکہ شہدائے کربلا کی طرح ان کی لاشیں بھی محفوظ تھیں اور کسی درندہ کی جرأت نہ تھی کہ ان سے ذرہ بھر بھی توڑ کر گوشت کھاتا۔ یہ بالکل سچ ہے کہ باب کو معلوم تھا کہ وفات نزدیک ہے۔ اس لئے اپنی تحریرات تقسیم کر چکا تھا اور مصائب کا انتظار کر رہا تھا۔ اسی بناء پر سلیمان خان بن یحییٰ خان آذربیجان سے روانہ ہو کر دوسرے روز تبریز آیا اور وہاں کے کلانتر (حاکم) کے گھر قیام کیا جو اس کا دوست تھا اور بابیوں سے عموماً کاوش بھی نہیں رکھتا تھا اور درخواست کی کہ یہ دونوں لاشیں مجھے مل جائیں۔ کلانتر نے اپنے نوکر اللہ یار خان کو حکم دیا تو اس نے دونوں لاشیں سلیمان کے سپرد کر دیں۔ صبح کے وقت قراول پہرہ داروں نے مشہور کر دیا کہ درندوں نے دونوں لاشیں کھا لی ہیں۔ اس رات ایک میلانی آدمی کے کارخانہ میں وہ لاشیں پڑی رہیں جو باب کا مرید تھا اور دوسرے روز صندوق میں بند کر کے آذربیجان سے لے گئے۔ جس طرح کہ طہران سے پہلے ہی حکم آ چکا ہوا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ۱۲۶۷ھ میں چالیس ہزار بابی مارے گئے اور یہ سب کارروائی مرزا تقی خان کے حکم سے ہوئی تھی۔ اس کو خیال

تھا کہ یہ تحریک دب جائے گی۔ مگر جس قدر دبایا گیا زور پکڑتی گئی۔

سلطان پر گولی چلانا

جن دنوں باب آذربیجان میں تھے محمد صادق نامی آپ کے ایک مرید نے ایک ہمراز کو اپنے ہمراہ لے کر بادشاہ سے بدلہ لینے کی ٹھان لی اور جب طہران پہنچا تو معلوم ہوا کہ سلطان شمران میں ہے۔ وہاں پہنچ کر گولی چلادی۔ مگر خطاء گئی اور بادشاہ بال بال بچ گیا۔ اب تفتیش شروع ہوئی اور بابی گرفتار ہونے لگے تو ان پر زمین تنگ ہوگئی۔ بہاء اللہ ان دنوں افجر میں تھے۔ جو طہران سے ایک منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ گرمیوں کے ایام میں وہیں رہا کرتے تھے اور آپ کا وہاں ایک مکان بھی تھا اور آپ کا بھائی یحییٰ فقیرانہ لباس میں کاسہ گدائی ہاتھ میں لئے ہوئے وہاں آپہنچا۔ مگر بہاء اس وقت نیاوران کو گئے ہوئے تھے۔ سلطانی لشکر نے آپ کو گرفتار کر کے شمران پہنچادیا اور پھر وہاں سے طہران چالان کیا گیا اور یہ سب کارروائی حاجی علی خان صاحب الدولہ کی تحریک سے وقوع پذیر ہوئی تھی اور بہاء کو نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ سلطان نے جب بہاء اللہ سے سوال کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو بہاء اللہ نے کہا کہ محمد صادق کو اپنے پیر کی محبت نے اندھا اور بے عقل کردیا ہوا تھا۔ اس لئے بغیر اس کے کہ کسی کو خبر کرتا یا کسی سے پوچھتا۔ خود ہی اس فعل کا مرتکب ہوگیا۔ اس کی بدحواسی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ اس نے طپانچہ میں ساچمہ (چھرہ) داخل کردیا تھا۔ حالانکہ یہ ایک ایسی حرکت ہے کہ کوئی ذی عقل اس کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ بادشاہ نے اس تقریر کو واقعی سمجھ کر آپ کو رہا کردیا اور حکم ہوا کہ لشکر نے جو کچھ آپ کا مال ومتاع لوٹ گھسوٹ میں حاصل کیا ہے۔ واپس کردیا جائے۔ مگر چونکہ وہ ہضم ہو چکا تھا۔ اس لئے بہت کم مقدار میں واپس کیا گیا۔

تعلیمات باب

چند ماہ کے بعد حکومت نے بہاء کو اجازت دی تو سرکاری آدمیوں کے ہمراہ آپ عتبات عالیہ کی زیارت کو کربلا تشریف لے گئے۔ باب کی تعلیم مختلف تحریرات، خطبات، مواعظ نصائح، تفسیر الایات، تاویل آیات، مناجات، خطب، ارشادات بیان، مراتب توحید، اثبات النبوۃ خصوصاً لسید الکائنات تحریض وتشویق بر تصحیح اخلاق تعلق بتجات اللہ میں قلمبند ہے اور سلسلہ تالیفات میں آپ نے حقیقت شاخصہ کا بیان کیا ہے۔ کیونکہ اپنے آپ کو مقام تبشیر میں سمجھے ہوئے تھے اور ظہور اعظم کے انتظار میں شب وروز مشغول رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ: "انـــا

حرف من ذلك الكتاب وظل من ذلك البحر۔ اذا ظهر ظهر ماكتبته من الاشارات ویظهر ذلك بعد حین "یعنی ۱۲۶۹ھ

۶......من یظهره الله! بہاء اللہ یعنی ظہور اعظم اور حقیقت شاخصہ

جن دنوں حضرت باب کا ظہور ارض مقدس طہران میں ہوا خاندان وزارت میں ایک نوجوان (شاب) تیز طبع، ذہین، فہیم فخر قوم امیر فیصل مظہر آثار النجابۃ والشرافۃ پیدا ہوا۔ جس کے متعلق یہ خیال تھا کہ تائید الٰہی آپ کے شامل حال رہتی ہے۔ حضرت باب کی طرح آپ بھی امی تھے۔ پڑھا پڑھایا ایک حرف بھی نہ تھا۔ آزاد منش، سر کے بال بڑے بڑے اور وہ بھی اڑتے ہوئے نظر آتے تھے۔ سر پر ٹوپی ہوتی تو وہ بھی ذرہ سی کسی کو خیال تک نہ تھا کہ باب کے بعد آپ مدعی ہوں گے۔ جب باب نے طہران میں دعویٰ کیا تو بہاء نے اپنے خویش واقارب میں دعوت دی۔ پھر مجالس ومساجد میں خطبے دیئے اور لوگ اس قدر مطیع ہو گئے کہ اس مذہب میں قتل ہونے کو شہادت سمجھنے لگے۔ شہر نور کے چار عالم آئے۔ تقریر سن کر مفتون ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ ابھی تم نو تعلیم یافتہ ہو۔ الف ب پڑھو۔ اس کے بعد الف اور نقطہ کی تشریح مختلف مجالس میں بیان فرمائی۔ اب آپ کا شہرہ بار فروش اور نور تک پہنچ گیا۔ ان دنوں مجتہد اعظم ملا محمد نوری قشلاق میں تھے۔ انہوں نے بہاء اللہ کی خدمت میں دو لائق اور فصیح البیان مناظر بھیجے کہ آپ کو ساکت کر دیں اور یا کم از کم آپ کا فروغ کم کر دیں تاکہ لوگ داخل بیعت نہ ہوں۔ مگر انہوں نے جب دیکھا کہ آپ بحر ناپیدا کنار ہیں تو خود آپ کے مبلغ بن گئے اور مجتہد اعظم نوری کو کہلا بھیجا کہ تم بھی بیعت میں داخل ہو جاؤ اور جب آپ آمل اور ساری کو سفر کر رہے تھے تو مجتہد اعظم سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ مگر مجتہد مذکور نے استخارہ کر کے کہا کہ اس وقت مناظرہ مفید نہیں۔ اس لئے لوگوں نے سمجھ لیا کہ جناب مجتہد بھی مناظرہ میں عاجز آ گئے ہیں۔ اس لئے نوجوان (خوشاب) بہاء اللہ کی مقبولیت اور بھی زیادہ ہو گئی۔ اب اس نوجوان نے تمام اطراف ایران میں تبلیغ باب کا ڈنکا بجا دیا اور عرصہ دراز تک اسی کام میں مصروف رہا۔ یہاں تک خاقان (محمد علی) مر گیا تو اس وقت یہ نوجوان طہران واپس آ گیا۔

راز داری

جناب بہاء کی مخفی خط وکتابت حضرت باب سے ہمیشہ جاری تھی اور ملا عبد الکریم قزوینی درمیانی وسیلہ تھا اور اسی بناء پر جب طہران میں بابی مذہب کی بنیاد پڑ گئی اور باب وبہاء دونوں

سیاسی زنجیروں میں جکڑے گئے تو یہ تجویز ہوا کہ مرزا یحییٰ برادر بہاء کو یہ عہدہ دیا جائے تو اس طریق سے بہاء کی رہائی ہوگئی اور مرزا یحییٰ روپوش ہو کر گمنام ہوا کہ کوئی بھی اس کی شناخت نہیں کر سکتا تھا۔ اس پر حضرت باب بہت ہی خوش تھے۔ کیونکہ آپ کا ارادہ بھی یہی تھا۔ اب بہاء جب عتبات عالیات کی زیارت کر کے بغداد پہنچے تو آپ نے وہ دعویٰ ظاہر کر دیا جو باب نے بعد حین کے فقرہ میں پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ (یعنی آپ کا دعویٰ عدد حین کے بعد ۹۷ میں ہوگا) اب لوگ حیران ہوگئے اور اسی حیرت میں کچھ تو بیعت میں داخل ہوئے۔ مگر عام طور پر مخالفت شروع ہوگئی اور روپوش یحییٰ کبھی کبھی فقیرانہ لباس میں وقتاً فوقتاً ملاقات کرتا تھا۔ ایک سال کے بعد آپ نے عراق عرب سے کردعثمانیہ کے علاقہ میں جا کر اقامت اختیار کر لی اور وہاں دو سال کی اقامت میں ایسی عزلت نشینی اختیار کی کہ کسی رشتہ دار اور خدمت گار کو بھی اطلاع نہ تھی۔ اس کے بعد جب جبل سرکار میں وارد ہوئے تو آپ کی شہرت ہونے لگی اور چاروں طرف سے اہل علم نے آپ سے مشکل مسائل حل کرانے شروع کر دیئے اور آپ کی عزت واحترام کرنے لگے اور اب بابیوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ جبل سلیمانیہ میں ایک بزرگ ظاہر ہوا ہے تو وہ شناخت کر کے اپنے وطن لے گئے۔ آپ آئے تو بابی بہت ہی بدنظمی میں تھے۔ آپ نے حکم دے دیا کہ اب مقابلہ بالکل چھوڑ دو۔ تا کہ نقض امن کا الزام تم سے جاتا رہے اور چونکہ عقائد پر کسی کا زور نہیں چلتا۔ اس لئے تبدیل عقائد کا امکان نہ رہا اور اسی طریق پر پینتیس سال گذر گئے اور اسی عرصہ میں جب کبھی بھی قتل بابی وقوع پذیر ہوتا تو بابیوں کی طرف سے بالکل خاموشی رہتی اور صبر واستقلال نشرواشاعت کا باعث ہوتا۔ ''لان التدمیر سبب التعمیر''

خاموش مقابلہ

روایت ہے کہ ایک تعلیم یافتہ بابی نے مقابلہ شروع کر دیا تو دوسروں نے خاموشی کی تعلیم دی۔ اس لئے اس غلطی کو محسوس کر کے مازندران چلا گیا۔ مگر مسلمانوں نے اسے پکڑ کر جبراً زیر حراست کر دیا۔ جب کپڑے اتارے تو اس کی جیب سے یہ تحریر نکلی۔ ''قال بهاء الله ان الله بری من المفسدين ان تقتلوا خيرلكم من ان تقتلوا فاذا عوقبتم فعليكم بولاة الامور ولا ذابجمهور ۰ وان اهلتم فوضوا الا مورالی الرب الغيور ۰ هذا سمة المخلصين وصفة الموقنين'' افسر نے کہا کہ اس رقعہ کے بموجب بھی تمہیں سزا ملے گی تو اس نے بسر وچشم قبول کر کے سزایابی کو برداشت کرنے کا اظہار کیا۔ اس پر افسر نے مسکرا کر اسے رہا کر دیا۔ بہر حال جناب بہاء اللہ کی تعلیم میں امور ذیل کی بنیاد کو مستحکم کرنا منظور تھا۔

تعلیمات بہائیہ جو خاموش مقابلہ پر مبنی ہیں اور جنہوں نے حکومت کو نیچا دکھایا تھا ان کی مختصر فہرست یہ ہے کہ تشویق بحسن اخلاق تحصیل معارف فے الافاق ہو۔

تعلیمات بہائیہ

جمیع اقوام عالم سے حسن سلوک، ہر ایک کی خیر خواہی اور الفت واتحاد، اطاعت وانقیاد، تربیت اطفال، ہمہ سانی ضروریات انسانی، تاسیس سعادت، حقیقت وغیرہ۔ ان واقعات کے متصل ہی آپ نے اطراف ایران میں صحائف روانہ کر دیئے جو آج سوائے چند تحریرات کے بدخواہ دشمن کی دستبرد سے تمام کے تمام ناپید ہیں۔ ان میں بھی یہی تعلیم تھی کہ تہذیب اخلاق کی طرف توجہ دلائی جائے اور اہل فساد سے شکایت اور اپنے بے لگام مریدوں کی سرزنش کی تھی۔ ایک تحریر کا خلاصہ یہ بھی تھا کہ مجھے قید میں ذلت نہیں بلکہ وہ میرے لئے باعث عزت ہے۔ لیکن جو میرے عقیدت مند مجھ سے تعلق پیدا کر کے بعد میں شیطان اور نفس کے تابع ہو چکے ہیں۔ ان کا وجود میرے لئے باعث ذلت ہے۔ ''منهم من اخذ الهوى . واعرض عما امر ومنهم من اتبع الحق بالهدى . فالذين ارتكبوا الفحشاء وتمسكوا بالدنيا انهم ليسوا من اهل البهاء'' خدا تعالیٰ نے ہر ایک دور زمانہ میں اپنا ایک امین مبعوث کیا ہے۔ تاکہ معدن انسانی سے جواہر معانی کا استخراج کرے۔ دین الٰہی کی بنیاد یہ ہے کہ اختلاف مذاہب کو بغض وعناد کا سبب نہ سمجھا جائے۔ ''لان لها مطلعاً واحداً والاختلاف انما هو بمصالح الوقت والزمان'' اے اہل بہاء توحید کے لئے اٹھو اور سب کو ملا دو۔ تاکہ درمیان سے اختلاف مذہبی رفع ہو جائے۔ محبت الٰہی اور مخلوقات پر رحم کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ مذہبی کینہ سخت آگ ہے۔ جس کا فرو کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ امید ہے کہ تمہاری کوشش سے یہ آگ بجھ جائے گی۔ کئی دفعہ دو حکومتیں اسی باعث سے آپس میں ٹکرا کر باہمی ہلاکت کا سبب بن چکی ہیں اور کئی ایک شہر اسی کے نذر ہو چکے ہیں۔ آج ان کا نشان تک بھی نہیں ملتا۔ ''هذا الكلمة مصباح لمشكوة البيان'' اے اہل عالم تم سب ثمر واحد ہو اور ایک ٹہنی کے پتے ہو۔ اتحاد سے معاشرت کرو۔ ''اقسم بشمس الحقيقة'' نور اتفاق سے اطراف عالم منور ہوتے ہیں۔ ''الله رقيب بما اقول لكم'' پوری کوشش کرو۔ صیانت عالم اور حفاظت انسانی کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ جاؤ۔ ''هذا هو قصد سلطان الآمال وما مول مليك المقاصد'' ہمیں خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ سلاطین عالم کو شمس عدل کی تجلیات سے منور کرے گا اور وہ اس سے دنیا کو منور کریں گے۔ ''نحن قلنا مرة بلسان الشريعة ومرة بلسان الحقيقت والطريقة . والمقصود اظهار

هذا المقام الاعلیٰ ۰ وکفیٰ باللہ شهیدا ''دوستو! روح وریحان سے معاشرت کرو۔ اگر کلمہ خیر تمہارے پاس ہو اور غیر کے پاس نہیں تو اسے پہنچادو۔ منظور کرے تو بہتر ورنہ جانے دو اور اس کے حق میں نیک دعاء کرو۔ بے رخی اور جفاء کاری کا برتاؤ اس سے مت کرو۔'' لان لسان الشفقة جذاب القلوب ومائدة الروح بمثابة المعانی للالفاظ وکلافق لا شراق الحکمة والعقل ''اگر اس آخری زمانہ میں لوگ خاتم المرسلین (روح ماسواہ فداہ) کی شریعت پر عمل پیرا رہتے تو ان کی حکومت کا قلعہ کبھی مسمار نہ ہوتا اور ان کے آباد شہر کبھی ویران نہ ہوتے۔ بلکہ امن وامان کے طرہ امتیاز سے مزین ہو جاتے۔ مگر اختلاف امت کی ظلمت سے ملت بیضاء کا چہرہ سیاہ ہو چکا ہے۔'' لو عملوا بها لما غفلوا عن شمس العدل ''یہ مظلوم (میں بہاء اللہ) ایام ظہور سے لے کر آج تک غافلوں کے ہاتھ میں مبتلا رہا ہے۔ کبھی عراق بھیجا گیا اور کبھی اورنہ (اڈریانوپل) اور کبھی عقا میں جلاوطن کیا گیا۔'' الذی هو منفی اللصوص والقاتلین ''اور اس وقت معلوم نہیں کہ ہمیں کہاں پر جلاوطن کیا جائے گا۔ اب جو ہو سو ہو مگر ہمارے احباب کا فرض ہے کہ اصلاح عالم میں کوشاں رہیں۔ کیونکہ جو کچھ بھی ہم پر مصیبت گذرتی ہے وہ رفعت کلمۂ توحید کا باعث ہے۔'' خذوا امر اللہ وتمسکوا به انه نزل من لدن امر حکیم ۰ فاقسم بشمس الحقیقة ''اہل بہاء کا اصلاح عالم کے سوا کوئی اور مقصد نہیں ہے۔ صدق وصفاء پر ان کی بنیاد ہے اور ظاہر وباطن یکساں ہے۔'' اعمالهم علیهم شاهدة ''ان کے اعمال دیکھ کر پتہ لگ جاتا ہے کہ ان کا اصل مقصد کیا ہے۔ ایام عراق (بغداد) میں مجھے ہر ایک مذہبی فرقہ سے الفت تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو منافق بن کر بھی ہماری جماعت میں داخل ہوا وہ مؤمن بن کر نکلا۔ فضل کا دروازہ ہر ایک موافق ومخالف کے لئے کھلا ہوا ہے۔'' لعل المجرمین یهتدون الیٰ بحر رحمة ''اسم ستار کے تجلیات ظاہر ہو رہے ہیں اور اشرار بھی ابرار کی صف میں آکر کھڑے ہو گئے ہیں۔ لوگ ہم سے کنارہ کش ہیں۔ کس لئے؟ اس کے دو سبب ہیں۔ اوّل علمائے ایران کی مخالفت۔ دوم جاہل بابیوں کے اعمال، علماء سے مراد وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو بحر رحمت پر آنے سے روکتے ہیں۔ ورنہ جو ان میں سے عامل ہیں وہ تو دنیا کی جان اور روح رواں ہے۔ وہ عالم بڑا ہی خوش نصیب ہے۔ جس کے سر پر تاج عدل ہے اور بدن پر انصاف کا لباس نمودار ہے۔'' فیوضی قلم النصح للاحباب بالمحبة والشفقت والحکمت والمداراة ۰ المظلوم مسبحون الیوم وناصره جنود اعماله واخلاقه لا انصفوف والجنود ولا المدافع ولا القذائف ''نیک عمل ایک بھی ہو تو مٹی کو جنت بنادیتا

ہے۔ دوستو! (مجھ) مظلوم کی اعانت اخلاق مرضیہ اور اعمال طیبہ کے ساتھ کرو۔ ہر ایک کا فرض ہے کہ ذروہ کمال پر پہنچے۔ اپنی کمالیت پر نظر نہ ڈالے۔ بلکہ خدا کی رحمت پر نظر ہونی چاہئے۔ اپنے منافع پر نظر نہ کرو۔ بلکہ وہ اشیاء پیش نظر رکھو جن سے کلمہ توحید بلند ہو اور ہوا و ہوس سے نفس کو پاک رکھو۔ کیونکہ مؤمن اور متقی کا ہتھیار تقویٰ ہے۔ تقویٰ ہی وہ زرہ ہے جس پر بغی اور فحشاء کے تیر نہیں پڑتے۔ اسی کا علم فتح مندر ہا ہے اور ایک زبردست لشکر شمار کیا گیا ہے۔ ''بھاء فتح المقربون مدن القلوب باذن اللّٰہ'' دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی ہے اور اس میں روشنی صرف حکمت وسائنس سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہر حالت میں اس کے مقتضیات کا خیال ضرور ہونا چاہئے۔ ہر ایک کام اور ہر ایک بات کی موقعہ شناسی ایک بڑا فلسفہ ہے۔ ''ومن الحکمة الحزم لان الانسان لا یجب علیه ان یقبل ماقاله کل نفس ''تم خدا سے ہی اپنے حاجات کی درخواست کرو۔ ''لانه لا یحرم عباده من رحیق المختوم وانوار اسمه القیوم۰ یا احباء اللّٰہ یوصیم قلم الصدق بالامانة الکبریٰ۰ لعمر اللّٰہ نورها اظهر من نور الشمس۰ قد خسف کل نور عند اشراقها نطلب من الحق ان لا تحرم من اشراقاً تهانجن دللنا الجمیع بالامانة والعفة والصفاء والوفاء واوصیناهم بالاعمال الصالحة الطیبتوا الاخلاق المرضیة لتکون الکلمة قائمة مقابل السیف اوالصبر مقابل السطوة والالتیام فی مقام الظلم والتفویض عند الشهادة ''جو مصائب اس مظلوم جماعت پر عرصہ تیس سال سے نازل ہو رہے ہیں۔ ان کو صبر وشکر سے جھیل رہی ہے۔ ''ویشهد بذلك کل من له عدل وانصاف ''اس مظلوم نے نصائح شافیہ اور مواعظ حسنہ کے ذریعہ سے اپنے آپ کو تیر مصائب کا نشانہ صرف اس لئے بنایا ہوا ہے کہ جو نفوس میں خزانے مضمر ہیں وہ سب ظاہر ہو جائیں۔ کیونکہ تنازعات مذہبی انسانی اعمال صالح کے لئے ارندے ثابت ہو رہے تھے۔ ''تبارك الرحمن الذی خلق الانسان علمه البیان ''مگر باوجود ان مصائب کے نہ امرائے ملک کو رحم آیا اور نہ ہی علمائے ملت نے ترس کھایا کہ حضور سلطان کے خدمت میں ایک ہی سفارش کا کلمہ بیان کرتے۔ ''لن یصیبنا الا ما کتب اللّٰہ لنا ''انہوں نے کوئی احسان نہ کیا اور ایذارسانی میں کچھ کوتاہی نہ کی۔ اس لئے انصاف عنقاء ہو گیا ہے اور صدق کبریت احمر۔

شکایت از اہل زمان

دنیا انصاف کی دشمن ہے اور اہل حق کی طرح ان کو اس سے نفرت ہے۔ ''سبحان

اللہ ۰ لم یتکلم احد بما حکم بہ اللہ فی مقدمۃ ارض طا'' اپنی وفاداری اور اقتدار بڑھانے کے لئے انہوں نے اچھی بات کو برے پیرایہ میں ظاہر کیا اور مصلح کو مفسد بتایا۔ اسی قسم کے آدمی ذرہ کو سورج بنادیتے ہیں اور قطرہ کو سمندر ظاہر کرتے ہیں اور مصلحین عام کو مفسد ثابت کرتے ہیں۔ بخدا یہ لوگ صرف اظہار وفاداری اور شکم پروری کرنا چاہتے ہیں۔ دوستو! خدا سے درخواست کرو کہ جو دنیا کرنا چاہتی ہے اسے پورا کرے اور خدا سلطان کی امداد کرے۔ تا کہ تمام مزین طراز امن سے مزین ہوجائے اور اس مظلوم کی وفاداری پر نظر کرتے ہوئے رہا کردے اور اسے حریت کا تمغہ عطاء فرمائے۔ مجھے ایک گذارش کرنا بھی ضروری ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور کی خدمت میں جناب نواب اعظم معتمد الدولہ مرزا فرہاد نے اس مظلوم کے متعلق کچھ جھوٹ موٹ شکایت کی ہے۔ جس کا ذکر کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا۔ میں ایسے آدمیوں سے میل جول ہی نہیں رکھتا۔ ہاں مجھے اتنا یاد ہے کہ جب میرا مقام اسیری شمران میں تھا تو ایک دفعہ عصر کے وقت مجھے ملے تھے اور دوسری دفعہ صبح جمعہ کو ملاقات ہوئی۔ تو مغرب سے پہلے واپس آگئے تھے۔ مگر آپ کا فرض تھا کہ سچ سچ بات کہتے جو آپ کو معلوم ہوا۔ یا ابن الملک میری درخواست آپ سے صرف یہی ہے کہ عدل وانصاف سے دیکھیں کہ اس مظلوم پر کیسے مصائب آئے تھے اور آرہے ہیں۔

''طوبی لنفس لم یمنعہ شبہات اہل الھویٰ من اظہار العدل ولم یحرمہ من انوار نیر الانصاف ۰ یا اولیاء اللہ فی اخر القول نوصیکم مرۃ اخری بالعفۃ والصفاء والامانۃ والدیانۃ والصدق ضعوا المنکر وخذوا المعروف ھذا ما امرتم بہ فی کتاب اللہ العزیز الحکیم ۰ طوبی للعلیمن فی ھذا الحین ینوح القلم ویقول یا اولیاء اللہ کونوا ناظرین الیٰ افق الصدق منقطعین عمن سواہ احرار طلقاء لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' بہر حال اس جماعت کے متعلق ممالک ایران میں ایسی روایات مشہور ہوچکی تھی جو انسانی تہذیب کے خلاف ہیں اور موہبت الٰہیہ کے مخالف ہیں۔ مگر جب ان کا صحیح مسلک معلوم ہوگیا تو وہ تمام شکوک رفع ہوگئے اور حقیقت حال کھل گئی اور ثابت ہوگیا کہ ان روایتوں کی بنیاد صرف ظنون فاسدہ پر تھی۔ ہمیں لوگوں کے اخلاق پر اعتراض نہیں۔ مگر بعض عقائد پر ضرور ہم معترض ہیں۔

مسئلہ عراق

خلاصہ یہ ہے کہ جوں جوں اس جماعت کو تنگ کیا گیا۔ اس کی شہرت بڑھتی گئی اور جس قدر اسے دبایا گیا اسی قدر ابھرتی گئی۔ یہاں تک کہ غیر ممالک کے لوگوں نے بھی ارادہ کرلیا کہ اس

جماعت سے مل کر اپنے کاروبار میں ترقی حاصل کریں۔ مگر شیخ طائفہ (حضرت بہاء) اس قدر ہوشیار تھے کہ کسی کو اپنا رازدار نہ بناتے تھے اور صرف نیک نیتی اور مقاصد خیر کی نصیحت کر کے رخصت کر دیتے تھے۔ چنانچہ عراق میں یہ مسلک بہت مشہور ہو گیا۔ ممالک غیر کے مامورین بھی آپ سے عقد اخوت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ مگر آپ نے اپنی حکومت کے خلاف ان سے کوئی بحث و پز نہیں کی۔ یہاں تک کہ اگر شاہی خاندان میں سے کسی ایک نے بھی اس مخالفانہ تحریک میں حصہ لیا تو اس کو بھی ڈانٹ دیا اور فرمایا کہ یہ کیسی قبیح حرکت ہے کہ انسان شخصی زائد کی خاطر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال کر دینی اور دنیاوی رسوائی حاصل کرے۔ ممکن ہے کہ انسان تمام جرائم کی برداشت کر سکے۔ مگر ہم وطنوں سے خیانت کی تاب نہیں لا سکتا۔ علیٰ ہذا القیاس تمام گناہ قابل مغفرت ہیں۔ مگر اپنی حکومت سے غداری اور بے وفائی کرنے کا گناہ قابل معافی نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے انسان کا دین بھی خراب ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ حکومت کے خیر خواہ ثابت ہوئے اور حقوق وفاداری میں مقدس سمجھے گئے تو اہل عراق نے ان کی تحسین کی اور محبان وطن نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس لئے خیال تھا کہ حکومت ایران کو صحیح رپورٹ دی جائے گی۔ مگر راستہ میں بعض مشائخ کی مہربانی سے کچھ ایسی الٹ پلٹ باتیں گھڑی گئیں کہ سن کر حیرت ہوتی ہے اور خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ باتیں صرف رفعت دنیاوی حاصل کرنے کے لئے گھڑی گئی تھیں کہ بادشاہ کے حضور میں اقتدار دنیوی حاصل ہو جائے اور چونکہ شاہی دربار میں اراکین سلطنت آزادی سے کلام نہیں کر سکتے تھے اور وزراء بھی کسی مصلحت کی وجہ سے خاموش تھے۔

جنرل بغداد کی ناکامی

اس لئے مسئلہ عراق کے متعلق بہت سی جھوٹی روایات شائع ہو کر کدورت مزاج شاہی کا باعث بن گئیں اور چغل خوروں نے دل کھول کر جو چاہا گھڑ لیا اور مسئلہ عراق نے بڑی اہمیت پیدا کر لی۔ مگر جنرل قونسلوس نے جب اصلیت پر پوری پوری اطلاع پائی تو استقلال سے اس مسئلہ کے حل کرنے میں کھڑے ہو گئے۔ لیکن جب مرزا بزرگ خان بغداد کے جنرل کونسل مقرر ہوئے تو چونکہ ناعاقبت اندیش تھے اور عموماً اپنے اوقات عزیز کو غفلت میں گذار دیتے تھے تو مشائخ عراق نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اس گروہ کا استیصال کر دیا جائے اور جس قدر بھی ہو سکتا تھا حکومت ایران کو اس ارادہ کے پورے کرنے میں تقریر و تحریر کے ذریعہ سے بڑے زور سے برانگیختہ کرنے کے لئے روزانہ شکایات کا ایک بڑا طومار لکھ کر روانہ کرتے تھے۔ مگر چونکہ ان شکایات کی کچھ اصلیت نہ تھی۔ اس لئے خدا کی طرف سے ان پر عمل درآمد کرنے میں تاخیر اور دیر پڑتی گئی۔ آخر تنگ آ کر خود

جنرل بغداد اور مشائخ بغداد نے باہمی مشاورت کے لئے کاظمین میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ جس میں علمائے نجف اور علمائے کربلائے معلّٰی کی حاضری ضروری قرار دی گئی تو تمام مجتہد تشریف لائے۔ مگر کچھ تو واقعات پر اطلاع پا کر تشریف لائے تھے اور کچھ صرف تعمیل حکم سلطانی کے لئے حاضر ہو گئے۔ ورنہ ان کو اصلی حالات سے اطلاع نہ تھی۔ چنانچہ حضرت خاتمۃ المحققین شیخ مرتضےٰ رئیس الکل بھی لاعلمی کی حالت میں آ کر شامل ہو گئے۔ مگر جب آپ کو اصل حقیقت منکشف ہوئی تو فرمانے لگے کہ مجھے ابھی تک بابی مذہب کی واقفیت نہیں اور بظاہر مجھے یہ فرقہ قرآن شریف کے خلاف معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے مجھے معذور سمجھا جائے اور تکفیری فتویٰ دینے میں ہر ایک کو مجبور نہ کیا جائے۔ اب جنرل بغداد اور مشائخ کو ناکامی اور ندامت کا منہ دیکھنا پڑا۔ جلسہ برخواست ہوا اور لوگ واپس گھر چلے گئے۔ انہی ایام میں مفسدہ پرداز اور معزول شدہ وزیر بھی پیچھے پڑ گئے اور جھوٹی افواہیں اڑا دیں کہ حکومت ایران بابیوں کی بیخ کنی کا فیصلہ کر چکی ہے اور عنقریب تمام بابی گرفتار ہو کر ایران پہنچائے جائیں گے۔ مگر وہ آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ اب بزرگ خان نے لوگوں کو بابیوں کے خلاف اشتعال دلانا شروع کر دیا۔ تا کہ لوگ ہر ایک جگہ فساد برپا کر کے ان کو دق کریں۔ لیکن جب یہ دوسری چال بھی نہ چلی تو پورے نو ماہ تک ان کے خلاف علمائے اسلام سے مشورہ کرتا رہا اور چند بابیوں نے مصلحت وقتی کی بناء پر حکومت عثمانی کی تابعداری اختیار کر لی۔ جس سے یہ چال بھی فیل ہو گئی۔ بہر حال عراق میں جناب بہاء اللہ گیارہ سال یا کچھ زیادہ عرصہ تک مقیم رہے اور بابیوں کی شہرت اس قدر دور دور تک پھیل گئی کہ ہر ایک فرقہ ان سے خوش تھا اور بڑے بڑے علمائے اسلام اپنی مشکلات حل کرانے کو آپ کے پاس حاضر ہوتے اور لوگ خیال کرتے کہ آپ کا علم جادو ہے یا کوئی عجیب قسم کا غیبی فیضان ہے۔ اس کے بعد حکومت عثمانیہ نے حکم دے دیا کہ بابی بغداد چھوڑ دیں۔ اس وقت اور اس سے پہلے گیارہ سال کے قیام میں بھی مرزا یحییٰ بدستور سابق بھیس بدل کر ہی ادھر ادھر گھومتا رہا اور اسرار نویسی کا کام کرتا رہا۔

اڈریانوپل کو روانگی

اور جب یہ قافلہ ادرنہ کو روانہ ہوا اور حکومت عثمانیہ نے راستہ کی حفاظت ہر طرح سے اپنے ذمہ لی تو پھر بھی یحییٰ نے اپنی طرز معاشرت نہ چھوڑی اور اپنے آپ کو غیر جانبدار ہی ظاہر کرتا رہا۔ کبھی معلوم ہوتا کہ ہندوستان جائے گا۔ کبھی یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہیں ٹرکی میں رہے گا۔ مگر بعد میں کوک اور اربیل جانے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ جہاں پر اس قافلہ کو گذرنا تھا۔ پھر موصل بھی پہنچ گیا۔ مگر وہاں قافلہ سے کچھ فاصلہ پر ڈیرہ جما لیا۔ گو کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ مگر وہ اپنی شناخت

کرانا نہیں چاہتا تھا۔ تا کہ کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ ہو۔ اس کے بعد قافلہ استنبول پہنچا تو حکومت نے کمال عزت وتوقیر کے ساتھ فروکش کیا۔ پہلے قیام ایک سرائے میں تھا۔ مگر جب زائرین زیادہ ہو گئے تو تیس یوم کے بعد دوسری جگہ تبدیل کرنی پڑی۔ مگر وہاں دشمنوں نے اڑا دیا کہ یہ لوگ گو بظاہر خوش مزاج اور نیک خصال ہیں۔ مگر درحقیقت فساد و بغاوت کا مجسم شعلہ آتش ہیں اور ہر قسم کی سزا کے مستوجب ہیں۔ اس وقت گو بعض ارا کین سلطنت نے بھی مشورہ دیا کہ حکومت سے درخواست کی جائے کہ اس قسم کی شکایات بے جا ہیں۔ اس لئے ہمیں واپس اپنے وطن ایران کو بھیجا جائے۔ مگر بابیوں نے کہا کہ حکومت عثمانیہ جو حکم دے ہمیں منظور ہے۔ اس سے سرتابی نہیں کر سکتے اور ایسا استقلال دکھایا کہ جو ارا کین سلطنت بھی ملاقات کو آتے تھے ان سے بھی شکایت کی بجائے مسائل الٰہیہ کی بحث شروع رہتی تھی اور علوم وفنون پر بحث چلتی تھی اور یہ بھی کہا کہ اگر خود حکومت کو مطلوب ہو تو ہمارے حالات کا مطالعہ کرے۔ ورنہ ہمارے کہنے سے حقیقت حال کا انکشاف مشکل ہو گا۔ اس لئے ہماری ذاتی رائے کوئی بھی نہیں ہے۔ ’’قل کل من عند الله ان یمسك الله بضر فلا کاشف له لنا برهان شافی‘‘ کچھ عرصہ بعد حکم ہوا کہ صوبہ رومیلی ادرنہ میں چلے جائیں تو وہاں جا کر بابیوں نے ڈیرے ڈال دیئے اور مکانات تعمیر کر لئے۔

مرزا محمد یحییٰ کی علیحدگی

اس امن وراحت کے ایام میں سید محمد اصفہانی نے مرزا یحییٰ سے آپس میں سمجھوتہ کیا کہ تم یہاں سے نکل چلو کہ میں مرید بنوں اور تم پیر اور تبلیغ کے کام میں مصروف ہوں۔ احباب نے ہر چند سمجھایا کہ تم اپنے بھائی بہاء اللہ کی گود میں اتنے بڑے ہو کر صاحب مراتب عالیہ ہوئے ہو۔ اب ان کا ساتھ نہ چھوڑو۔ مگر اس احسان یاددھانی کا کوئی اثر نہ ہوا تو انہوں نے اپنے مبلغ سرائیہ میں بھیج دیئے اور وہاں جا کر چندہ شروع کر دیا۔ مگر جب حضرت بہاء کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ کو بہت ملال ہوا اور اسی غصہ میں آ کر دونوں (یحییٰ و محمد) کو ادرنہ سے نکال دیا تو دونوں اسلامبول پہنچ گئے اور اصفہانی نے یوں کہنا شروع کر دیا کہ جس کی شہرت عراق میں عالمگیر تھی وہ سید محمد یحییٰ تھے۔ بہاء اللہ نہ تھے تو کسی فتنہ پرداز نے مشہور کر دیا کہ یہاں تبلیغ کا کام شروع کر دو۔ کامیابی ہو گی۔ اسی دھوکہ میں آ کر خوب تبلیغ کی اور ان ہی فتنہ پردازوں نے لوگوں کو ان دونوں کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا اور حکومت کو توجہ دلائی کہ بابی فساد کا مادہ ہیں۔ سلطنت سے ان کا اخراج ضروری ہے۔ اس لئے حکم ہوا کہ صرف بہاء اللہ کو ادرنہ سے جلاوطن کیا جائے اور کوئی بابی ہمراہ نہ جانے پائے اور یہ نہ بتایا کہ کہاں جلاوطنی ہو گی۔ اس لئے کمال اضطراب میں بابی آتش درنعل

ہوگئے اور التجاء کی کہ ہم اپنے شیخ کے ساتھ ہی جلاوطن رہیں گے۔ مگر حکومت نے منظور نہ کیا کہ تو اسی اضطراب و مایوسی میں حاجی جعفر آپ کے فراق میں دیوانہ ہوگیا اور خودکشی کر لی۔ اب حکومت نے اجازت دے دی کہ بہاء اللہ اپنے احباب کے ہمراہ عکا بھیجا جائے اور یحییٰ کو ماغوسا میں نظر بند کیا جائے۔

حکومت ایران کی خدمت میں درخواست

جب بہاء اللہ ادرنہ میں قیام پذیر تھے تو وہاں ایک درخواست سلطان ایران کی طرف لکھی تھی۔ جس میں اپنی صداقت دعویٰ، حسن نیت اور شعار بابیت کو درج کیا تھا اور وہ درخواست کچھ فارسی میں تھی اور کچھ عربی میں۔ بہرحال اسے لفافہ میں بند کر کے یوں معنون کیا کہ باسم سلطان ایران اب کوئی بابی یہ درخواست پہنچانے کو تیار نہ ہوا۔ آخر مرزا بدیع خراسانی نے حوصلہ کر کے عرض کی کہ میں یہ درخواست ایران پہنچادوں گا تو وہ روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ سلطان اس وقت شہر سے باہر تشریف رکھتے ہیں۔ اس لئے راستہ کے قریب تین روز ایک پتھر پر قیام کیا جو شاہی خیموں کے محاذ پر تھا اور شب و روز صوم وصلوٰۃ میں مصروف رہ کر منتظر تھا کہ سلطان کا یہاں پر گذر ہو تو وہ درخواست پیش کردوں۔ مگر اسی انتظار میں بھوکا پیاسا اس قدر کمزور ہوگیا کہ صرف تنفس ہی باقی رہ گیا تھا۔ چوتھے روز سلطان دوربین سے دیکھ رہے تھے کہ آپ کی نظر بدیع پر پڑی تو فی الفور اسے حاضر کیا گیا اور اس سے درخواست لے کر اسے نظر بند کر لیا گیا۔ اب سلطان اگرچہ شدت پسند نہ تھے۔ مگر اراکین سلطنت نے اس کو سزا دینا شروع کر دیا۔ کیونکہ یہ ان بابیوں میں سے تھا جو بلغار اور سقلاب وغیرہ میں جلاوطن کئے گئے تھے اور یہ خیال کیا کہ اگر اس کو سزا نہ دی گئی تو آئے دن ان کے قاصد آنے شروع رہیں گے۔ اب اسے شکنجہ میں کھینچا۔ تاکہ باقی پارٹی کے حالات بھی بتائے۔ مگر اس نے صبر وسکوت سے کام لیا اور پھر اسے زنجیروں میں جکڑ کر تشہیر کیا۔ وہ اس میں بھی خاموش رہا۔ آخر جب کوئی حیلہ کارگر نہ ہوسکا تو اس کی تصویر لے کر اسے قتل کر دیا گیا۔ (قول مصنف) میں نے وہ خود تصویر دیکھی ہے۔ سلطان نے جب درخواست پڑھی تو بعض فقرات نے آپ کے دل پر گہرا اثر کیا اور جب معلوم ہوا کہ بابی مذکور قتل ہوا ہے تو آپ نے ناراضگی میں کہا کہ کیا قاصد کو پیغام رسانی کے جرم میں قتل کیا جاسکتا ہے؟ پھر حکم دیا کہ علمائے شہر اس درخواست کا جواب لکھیں تو شہر کے سرکردہ علمائے اسلام نے جواب میں عرض کیا کہ قطع نظر اس سے کہ وہ اسلام کے مخالف ہے۔ آئین حکومت کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے اس گروہ کا استیصال از حد ضروری ہے۔ مگر سلطان کو اس جواب سے اطمینان نہ ہوا۔ کیونکہ

اس درخواست میں حکومت اور اسلام کے خلاف کوئی بات درج نہ تھی۔

اقتباسات درخواست

ذیل میں ہم اس درخواست کے چند فقرات بطور نمونہ درج کرتے ہیں کہ اس درخواست کے باب اوّل میں یہ امور درج ہیں۔ مراتب ایمان وایقان، فدائے روح فی سبیل اللہ، مقام تسلیم ورضا، کثرت مصائب وآلام، دشمنوں کی شکایت سے بدنامی، اپنی برأت مفسدہ پردازوں سے بیزاری، خلوص ایمان بنصوص القرآن، لزوم خلائق الرحمٰن، امتیاز عن سائر الخلق، اتباع الاوامر، اجتناب عن النواہی، ظہور قضیۂ باب بتائید الٰہی، اہل دنیا کا اس کے مقابلہ سے عاجز ہونا، باب کا مصائب میں پڑنا، تعلیم کے بغیر موہبت ایزدی کا حصول، غیب الٰہی سے استفاضہ، اشراق علم لدنی، باب نصیحت کرنے میں معذور تھا۔ اکتساب کمالات انسانیہ، اشتغال بالمحبۃ الالہیۃ، تشویق حصول مقام اعلیٰ جو سلطنت سے بھی اوپر ہے۔ المناجات والابتہال وغیرہ۔

باب دوم میں اصل مقصد شروع ہوتا ہے۔ جس کا اقتباس ذیل میں درج ہے کہ: ’’یا الٰہی هذا كتاب لم يدان ارسله الىٰ السلطان ۰ انت تعلم انی ماردت الاظهور عدله لخلقك وبروز الطافه لا هل مملكتك ۰ وحشتيك غاية رجائي ۰ ايديا الٰهی حضرت السلطان علی اجراء حدودك بين عبادك واظهار عدلك حين خلقك ليحكم علىٰ هذه الفئة (البابية) كما يحكم علی من دونهم انك انت العزيز المقتدر الحكيم ‘‘حسب الحکم حضور سلطان کے بندہ طہران سے عراق کو جلاوطن ہو کر وہاں بارہ سال مقیم رہا اور اس عرصہ قیام میں مجھے یہ قدر نہ تھی کہ حضور کی خدمت میں اپنا حال لکھ کر پیش کرتا یا کم از کم غیر ممالک میں اپنا حال لکھ کر بھیجتا۔ اس کے بعد ایک سرکاری آدمی نے ہم فقیروں کو ستانا شروع کر دیا اور علمائے اسلام کو ہمارے خلاف برانگیختہ کرتا تھا۔ حالانکہ ہم سے حکومت کے خلاف کوئی امر سرزد نہیں ہوا تھا اور صرف اس امر کو ملحوظ رکھ کر کہ ہم سے کوئی امر مخالف سرزد نہ ہو جائے اپنا تمام حال لکھ کر مرزا سعید خاں کو دیا تا کہ آپ کی خدمت میں پیش کر کے جو حکم صادر ہو ہم پر نافذ کرے۔ مگر بہت عرصہ گذرنے پر بھی کوئی شاہی حکم جاری نہ ہوا۔ اس لئے ہم معدودے چند عراق کو چلے گئے۔ تا کہ مخلوق خدا کی خونریزی نہ ہو۔ اگر حضور غور فرمائیں تو یہ سب کچھ مصلحت عامہ کو مدنظر رکھ کر پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ ہم جہاں کہیں ہوتے حکام وقت کو ہمارے خلاف اکسایا جاتا تھا۔ مگر اس عبد فانی (بہاء اللہ) کا ہمیشہ یہی حکم ہوتا تھا کہ کوئی بابی فتنہ پردازی میں حصہ نہ لے۔ اس پر میرے اعمال شاہد ہیں اور تمام دنیا جانتی ہے کہ بابی گو اس وقت پہلے کی بہ

نسبت زیادہ ہیں۔لیکن فتنہ وفساد سے متنفر ہیں۔آج پندرہ برس ہو رہے ہیں کہ صبر وتسلیم سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔جب بندہ فانی ادرنہ آیا توکسی نے مجھ سے سوال کیا کہ نصرۃ کا مفہوم کیا ہے؟تو اس کو کئی ایک طرح جواب دیئے گئے۔ان میں سے ایک جواب یہاں بھی ذکر کیا جاتا ہے۔تا کہ حضور بھی معلوم کر سکیں کہ اصلاح عالم کے بغیر ہمارا کوئی مقصد نہیں ہے۔اگرچہ حضور پر وہ الطاف الہیہ تو منکشف نہیں ہوسکتے۔جو خدا تعالیٰ بغیر استحقاق کے انعام کئے ہیں۔مگر تاہم اس قدر جناب کو ضرور معلوم ہو جائے گا کہ مجھے عقل وفراست سے ضرور آراستہ و پیراستہ کیا ہوا ہے۔’’اے لست سجنونا کما یظنه الاعداء‘‘ہاں ایک جواب جو سائل کو لکھ بھیجا تھا وہ یوں تھا کہ:’’ھو اللہ تعالیٰ‘‘یہ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ دنیا و مافیہا سے مستغنی ہے۔اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ کوئی کسی سے لڑائی کرے۔سلطان یفعل مایشاء بحر و بر کی حکومت اس نے سلاطین کے سپرد کر دی ہوئی ہے۔اس لئے وہ قدرت الہیہ کے اپنے اپنے مقدور کے مطابق مظاہر ہیں اور جو کچھ اس نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔وہ دل ہے جو علوم الہیہ ذکر و شغل اور محبت الٰہی کا مخزن ہوتا ہے اور ہمیشہ سے خداوند تعالیٰ کا یہ ارادہ بھی چلا آتا ہے کہ دنیا و مافیہا کے کچھ اشارات اپنے بندوں کے دلوں پر منکشف کرے۔تا کہ اپنے تجلیات کے قبول کرنے کے لئے ان دلوں کو مستعد کرے۔اس لئے ضروری ہے کہ مدینہ قلب میں غیر کو دخل نہ دیا جائے۔تا کہ حبیب اپنے مکان میں قیام کر سکے۔یعنی خدا کے اسماء و صفات کی تجلی قلوب پر ہو ورنہ تو ذات باری صعود و نزول سے پاک ہے۔اب نصرت کا معنی یہ نہیں ہے کہ کسی پر اعتراض کیا جائے یا نفسانی بحث کی جائے۔بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ ان مدائن قلوب کو فتح کیا جائے جو ہوا و حرص اور آزادی کے لشکروں کی دستبرد میں فنا ہو چکے ہیں اور حکمت و بیان کی تلوار چلا کر اپنے قبضہ میں کر لیا جائے۔’’ھذا ھو معنی النصرۃ‘‘ فساد خدا کو پسند نہیں ہے اور جاہل (بابی) اس سے پیشتر جو فساد کر چکے ہیں وہ کبھی پسندیدہ نہیں ہوسکتا اور جو شخص نصرۃ کا ارادہ رکھتا ہے۔اس کا فرض ہے کہ سیف بیان و معانی کے ساتھ اپنے قلب پر تصرف کرے اور غیر اللہ کی یاد سے اس کو چاروں طرف سے روک دے۔اس کے بعد مدائن قلوب العباد کو رخ کرے۔’’ھذا ھو المقصود بالنصرۃ‘‘ خدا تعالیٰ کی رضا میں مار ڈالنے سے خود مر جانا بہتر ہے۔احباب کو چاہئے کہ ایسی شان دکھائیں جس سے مخلوق الٰہی کو تسلیم و رضا کا راستہ دکھائیں۔’’اقسم بشمس افق التقدیس‘‘ خدا کے بندوں کی نظر مٹی اور احوال اراضی کی طرف ہرگز نہیں ہوتی اور خدا تعالیٰ بھی محض فضل و کرم سے صرف دلوں کو دیکھتا ہے تا کہ وہ دل اور نفوس فانیہ خاکی آلائشوں سے پاک ہو کر مقامات عالیہ میں پہنچ سکیں۔ورنہ اس سلطان حقیقی کو کسی

طرح کے نفع ونقصان سے تعلق نہیں ہے۔''کل الیه راجعون والحق فرد واحد مستقر فی مقرہ مقدس عن الزمان والمکان والذکر والبیان والاشارة والوصف والعلو والدنور ولا یعلم ذلك الا ھو ومن عندہ علم الکتاب لا اله الا ھو العزیز الوھاب ''اب سلطان کا فرض ہے کہ عدل ورحم سے اس امر مہم میں کام کریں اور لوگوں کی معروضات پر توجہ نہ کریں۔ کیونکہ وہ سب فرضی اور بغیر دلیل کے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں حکم ہوا تو استنبول حاضر ہوئے۔ مگر وہاں بھی ہمیں حکومت عثمانیہ کے حضور اپنے اصلی حالات پیش کرنے کا موقعہ نہ ملا اور ہم نے خود بھی ارادہ نہ کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ ہمارا ارادہ کسی قسم کے فساد اور بغاوت کا نہیں ہے۔ سلطان ظل الٰہی ہوتا ہے۔ جس طرح خدا کی تربیت کسی خاص انسان سے مختص نہیں ہے۔ اسی طرح ظل الٰہی کی تربیت بھی کسی خاص بنی نوع انسان سے مخصوص نہیں ہونی چاہئے۔ تا کہ رب العالمین کی تجلی تربیت میں ظاہر ہو۔ اس اصول پر بابی قائم ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ انہوں نے اپنے مقاصد چھوڑ کر مشیت ایزدی کو پیش نظر رکھا ہوا ہے اور اس سے بڑھ کر اس صداقت کا نشان اور کیا ہو سکتا ہے کہ محبت الٰہی میں اپنی جان قربان کر رہے ہیں۔ ورنہ بغیر کسی خاص مطلب کے کوئی عقلمند اپنی جان ضائع نہیں کرتا۔ کہا جاتا ہے کہ ہم مجنون اور پاگل ہیں۔ مگر ایک دو شخص مجنون اور دیوانے ہوں تو ممکن ہوگا۔ لیکن ایک بڑی جماعت کا دیوانہ ہونا ممکن نہیں ہو سکتا۔ جس نے اس اصول کو قائم کرنے کی خاطر اپنی جان ومال قربان کر دیئے ہیں۔ پس اگر یہ لوگ اپنے دعاوی میں سچے ہیں تو مخالفین کے پاس کیا ثبوت ہے؟ کہ ہم جھوٹے ہیں۔ حاجی مرحوم سید محمد نے روس کی لڑائی میں جہاد کا فتویٰ دیا اور خود بھی اس جہاد میں شریک ہوئے۔ اگرچہ آپ علامہ زمان تھے۔ مگر ان پر بھی یہ راز منکشف نہ ہوا کہ تربیت ایک بہت بڑا کام ہے۔ بیس برس ہو رہے ہیں کہ بابی دور دراز ملکوں میں جلاوطن کئے جا رہے ہیں اور ان کے بچے یتیم اور مائیں بے اولاد کر دی گئیں ہیں اور ان کو سطوت سلطانی سے اس قدر بھی قدرت نہیں کہ اپنی اولاد پر نوحہ کر سکیں۔ باوجود اس کے پھر بھی محبت الٰہی ان میں جلوہ گر ہے۔ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ مگر ان کے اس عقیدہ میں فرق نہ آیا۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ وحدت رحمانیہ کی طرف بالکل جذب ہو چکے ہیں۔ گو علمائے ایران نے سلطان کا دل ہماری طرف سے مکدر کر دیا ہوا ہے۔ افسوس ہے کہ مجھے یہ موقعہ نہیں دیا گیا کہ آپ کے روبرو تبادلہ خیالات کے لئے ان سے گفتگو کروں۔ اب بھی گذارش کرتا ہوں کہ مجلس مناظرہ منعقد کر کے ہمارے دعاوی پر مباحثہ ہو جائے۔'' فتمنوا الموت انکنتم صادقین ''میں صداقت کی علامت تمنائے موت قرار دی گئی ہے۔ اب خود

بتائیں کہ خدا کی راہ میں کس قوم نے اپنی قربانی دی ہے اور کس کا ظاہر و باطن یکساں نظر آ رہا ہے؟ بعض علمائے ایران نے بغیر اس کے کہ مجھے دیکھا ہو یا میرے مقاصد پر غور کیا ہو۔ میری تکفیر کا فتویٰ دے دیا ہے۔ حالانکہ دعویٰ بلا دلیل تسلیم نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ظاہری زہد و تقویٰ کسی کام آتا ہے۔ اب میں صحیفہ فاطمیہ سے جو کلمات مکنونہ کے عنوان سے مشہور ہے۔ چند فقرات ایسے علمائے اسلام کی کلی کھولنے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ جس میں آپ نے ایسے علماء کے لئے یوں فرمایا تھا کہ اے دھوکہ باز و تم کیوں حفظ نفس کا دعویٰ کرتے ہو۔ حالانکہ تم بھیڑیئے ہو؟ تمہاری مثال صبح کا ستارہ ہے کہ بظاہر روشن اور چمکدار ہے اور باطن میں رہروان ممالک بعیدہ کے لئے ہلاکت کا باعث ہے۔ (کیونکہ اس وقت رہزن لوٹ مار کرتے ہیں) یا کڑوا پانی تمہاری نظیر ہے کہ بظاہر مصفّٰے اور دلربا نظر آتا ہے۔ مگر باطن میں ایسی تلخی رکھتا ہے کہ ایک قطرہ بھی زبان پر نہیں رکھا جا سکتا۔ خدا تعالیٰ کی تجلی ہر ایک پر ہے۔ مگر مٹی اور فرقد ستارہ میں قبولیت روشنی کے رو سے بڑا فرق ہے۔ حدیث قدسی میں خدا فرماتا ہے کہ کئی دفعہ اے ابن دنیا میں نے تجھ پر صبح کو اپنی تجلی ڈالی۔ مگر تم بستر راحت پر سوئے رہے اور غیر سے مشغول ہوتے دیکھ کر میں واپس جا کر خاموش رہا اور اپنے فرشتوں کو بھی نہیں بتایا کہ تم کو ندامت نہ ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ: ''الداعی لمحبتی قد هبت علیك نسیم عنایتی ووجدتك نائما علی فراش الراحة فبکیت علی حالك ورجعت '' اس لئے ضروری ہے کہ سلطان ہمارے مخالفین کی بے دلیل شکایت پر توجہ نہ کریں۔ قرآن مجید میں ہے کہ: ''ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا '' اور حدیث شریف میں ہے کہ: ''لا تقبلوا النمام '' چغل خور کی بات نہ مانو۔ بہت سے علماء نے مجھے دیکھا بھی نہیں اور جنہوں نے دیکھا وہ تسلیم کر چکے ہیں کہ ہم اس امر پر عمل پیرا ہیں کہ جس کا ہمیں خدا نے حکم دیا ہے اور ان کو یہ آیت پیش نظر ہے کہ: ''هل تنقمون منا الا ان امنا بالله وما انزل الینا وما انزل من قبل '' ہماری نظریں آپ کے توجہ کریمانہ کی طرف لگی ہوئی ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ اس شدت کے بعد ہمیں ضرور آرام ملے گا۔ مگر معروض الامر صرف یہی ہے کہ حضور خود اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کریں۔ ''یا الٰهی ان قلب السلطان بین اصبعی قدرتك لوتر قلبه الیٰ شطر الرحمة انك انت المقتدر المنان لا اله الا انت العزیز المستعان '' ہاں جو علمائے اسلام اپنے نفس کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ دین کے محافظ ہیں۔ ہوائے نفس کے مخالف ہیں اور فرمان الٰہی کے تابع ہیں تو عوام کا فرض ہے کہ ایسے علماء کی تقلید کریں۔ اگر سلطان ان بیانات پر نظر ڈالیں جو مظہر الہام الرحمٰن (بہاء اللہ) پر ظاہر ہوئے ہیں تو یقیناً سمجھ لیں گے کہ جو عالم

صفات مذکور سے متصف ہوسکتا ہے وہ کبریت احمر (سرخ گندھک) سے بھی زیادہ کمیاب ہے اور جو اس وقت کے علمائے اسلام ہیں۔ ''شر فقهاء تحت ظل السماء'' کے حکم میں داخل ہیں۔ ''منهم الفتنة خرجت والیهم تعود'' اگر ان روایات میں شک ہو تو بندہ ثابت کرنے کو حاضر ہے۔ مگر جو سید مرتضیٰ مرحوم جیسے علمائے اسلام غیر جانبدار ہیں۔ ان کے متعلق ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے۔ ان لوگوں نے اصل مقصد سے چشم پوشی کی ہوئی ہے اور صرف بابیوں کی ایذاء پر تلے ہوئے ہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ تم نے کون سی اسلامی خدمت انجام دی ہے یا کس امر متعلقہ ترقی حکومت پر توجہ کی ہے کہ جس سے ملکی یا سیاسی ترقی ہو تو خاموش رہ کر کہتے ہیں کہ یہ معترض بابی ہے۔ پھر اسے قتل کروا کر مال لوٹ لیتے ہیں۔ جیسا کہ تبریز کا واقعہ مشہور ہے اور سلطان تک خبر بھی نہیں پہنچنے دیتے۔ کیونکہ اس جماعت کا کوئی معین ومددگار نہیں ہے۔ اب ایسے لوگ جب سلطان کی رعایا بننے کا حق رکھتے ہیں۔ ان کے سوا اور مذاہب بھی ظل عاطفت میں پرورش پا رہے ہیں تو اس جماعت کو بھی ملک میں رہنے کی اجازت ہونی چاہئے اور ارا کین سلطنت کا فرض ہے کہ ایسے قواعد پاس کریں کہ تمام مذہبی فرقے امن وامان سے زندگی بسر کر سکیں اور ملک میں ترقی ہو۔ کیونکہ خدا کا منشاء صرف یہی ہے کہ عدل وانصاف سے رعایا کی حفاظت کی جائے۔ ''ولکم فی القصاص حیٰوۃ'' یہ امر بعید ہے کہ ایک شخص کی بدعملی سے ایک جماعت کو سزا دی جائے۔ ''لا تزروا زرة وزر اخریٰ'' نیک وبد ہر ایک فرقہ میں ہوتے ہیں۔ مگر عقلمند برائی کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اگر وہ طالب مولیٰ ہے تو اس کو ایسے افعال کے ارتکاب کی طرف مطلقاً توجہ نہ ہوگی۔ اگر وہ طالب دنیا ہے تو وجاہت طلبی اس کو ایسے امور سے مانع ہوگی کہ کہیں لوگ اس سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ ''سبحنك اللهم يا الهى تسمع كلامى وترى حالى وضرى فان كان ندائى خالصاً لوجهك فاجزب به قارب بريتك الىٰ افق سماء عرفك وقلب السلطان الىٰ يمين اسم عرشك الرحمن ۰ ثم ارزقه النعمة التى نزلت من سماء كرمك لينقطع عما عنده ويتوجه الىٰ شطر الطافك ۰ اے رب ايده على اعانة المظلومين واعلاكلمتك وانصره بجنود الغيب والشهادة ليسخر المدائن باسمك لا اله الا انت العزيز'' اگر ہم میں سے کوئی فعل قبیح کا مرتکب ہو جاتا ہے تو یہ لوگ شکایت کر دیتے ہیں کہ یہ فعل قبیح بھی ان کے مذاہب میں داخل ہے۔ حاشا وکلا میں نے کبھی ایسے مکروہ افعال کی کبھی اجازت نہیں دی۔ بالخصوص ان افعال قبیح کی کہ جن کی تصریح قرآن شریف میں موجود ہے۔ دیکھئے شراب نوشی کی ممانعت قرآن شریف میں موجود ہے اور یہ لوگ بھی

ممانعت کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی لوگ اس کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ تو سزایابی کے مستوجب صرف یہی غافل نفوس قرار پاتے ہیں۔ نہ یہ کہ علمائے اسلام پر کوئی امر عائد کیا جاتا ہے۔" بل ان هذا الحزب یعلم ان الله یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید "اعتراضات ہمیشہ ہر ایک عالم وجاہل دونوں پر ہوتے چلے ہیں۔ دیکھئے انبیاء علیہم السلام اعتراضات سے نہ بچ سکے تو بھلا یہ فرقہ کیا حقیقت رکھتا ہے۔" وهمت کل امة برسولها لیاخذوه وجادلوا بالباطل لید حضوا به الحق ومایاتیهم من رسول الاکانوا به یستهزؤن "حضور خاتم المرسلین ﷺ کا ظہور ہوا تو چاروں طرف سے جبر واستبداد کی کالی گھٹائیں آپ پر چھا گئیں اور لوگ ایذارسانی کو کار ثواب سمجھنے لگے اور علمائے یہود ونصاریٰ نے حق سے چشم پوشی کی اور اس نیر اعظم کو تاریک کرنے میں کوشاں ہو گئے۔ کعب بن اشرف، وہب بن راہب اور عبداللہ بن ابی جیسے لوگ مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آخر یہ مشورہ ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قتل کیا جائے۔" اذ یمکرو بك الذین کفروا وان کان کبر علیك اعراضهم "غرض کہ مطلع انوار الٰہیہ کے وقت ایسے واقعات پیش آیا کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر علمائے یہود نے کفر وطغیان کا فتویٰ لگا دیا تھا اور مفتی حنان اور قاضی فیافا کے حکم سے آپ کو وہ حالات پیش آئے جو قابل ذکر نہیں ہیں۔" الیٰ ان رفعه الله الیٰ السماء "اگر سلطان حکم دیتے تو میں آپ کی خدمت میں اپنے وہ بیانات تسلی بخش پیش کر دیتا جن سے جناب کو یقین ہو جاتا کہ:" عنده علم الکتب "اگر اب بھی علمائے اسلام کی رنجیدگی کا خوف نہ ہوتا تو ایک ایسا مقالہ سپرد قلم کرتا جو موجب اطمینان ہوتا۔ مگر مقتضائے وقت سے قلم کو روک دیا گیا ہے۔" سبحنك اللهم یا الٰهی تحفظ سراج امرك بزجاجة قدرتك لئلا تمر علیه ارياح الانكار من الذین غفلوا من اسرار اسمك ولاتدعنی بین خلق وارفعنی الیك واشربنی من زلال عنایتك "حضور! تمام اطراف میں کجروی کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ یہاں تک کہ میرے اہل وعیال کو قید کر لیا گیا ہے۔ یہ کوئی پہلا موقعہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے پہلے لوگوں نے آل رسول کو قید کر لیا تھا اور جب دمشق پہنچے تو جناب امام زین العابدین سے پوچھا گیا کہ کیا تم خارجی ہو؟ تو فرمایا کہ نہیں ہم تو عباد اللہ ہیں کہ جن کی بدولت ایمان کی سرحد روشن ہوئی ہے۔" امنا بالله فرأیاته "اور ہماری طفیل دنیا سے ظلمت اٹھ گئی اور روشنی پھیل چکی ہے۔" ونحن اصل الامر ومبداه واوّل خیر ومنتها "پھر سوال ہوا کہ کیا تم نے قرآن شریف چھوڑ دیا؟ فرمایا کہ:" فینا انزله الرحمن "پھر پوچھا گیا کہ کیا تم نے خدا کے حلال وحرام کو تبدیل کر ڈالا تھا؟ تو آپ نے جواب

دیا کہ: "نحن اوّل من اتبع اوامر الله "سب سے پہلے ہم نے ہی تو قرآن کی تابعداری کی تھی۔ آخر یہ پوچھا گیا کہ پھر تم ایسے مصائب میں کیوں گرفتار ہوئے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ: "لحب الله وانقطاعنا عما سواہ "خدا کی محبت اور دنیا سے دل اٹھا لینے کی وجہ سے ہم پر مصائب نازل ہو گئے ہیں۔ ہم نے حضور علیہ السلام کا فرمان صرف لفظی رنگ میں پیش نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس کے بحر حیات میں سے ایک قطرہ پیش کیا تھا۔ تا کہ مردہ دل زندہ ہو جائیں اور ان کو معلوم ہو جائے جو اس بد بخت قوم سے ہم پر نازل ہوا ہے۔" تاالله ما ارادت الفساد بل تطهير العباد عما منعهم من التقرب الیٰ الله "میں تو سو رہا تھا۔ اچانک عنایت الٰہی نے مجھے جگا دیا۔" مرت علی نفحات ربی الرحمن وایقظتنی من النوم یشهد بذلك سكان جبروته وملكوته واهل مدائن غره ونفسه الحق "مجھے آلام ومصائب سے کچھ گھبراہٹ نہیں۔" قد جعل الله البلاء غادية لهذه السكرة الخضراء وذبالة لصباحه الذی به اشرقت الارض والسماء "جس قدر لوگ مر چکے ہیں۔ ان کو ان کے مال و دولت نے کچھ فائدہ نہیں دیا اور آج مٹی میں مل کر شاہ گدا یکساں ہو گئے ہیں۔" تاالله لقد رفع الفرق الالمن قضی الحق وقضی بالحق۔ این العلماء والفضلاء والامراء این انظادقة رحم واين خزائنهم المستوره وزحار فهم المشهودة وسردهم الموضونه هيهات صار الكل بورا جعلهم قضاء الله هباء منثورا۔ فاصبحو الا تری الا مساكنهم الخاليه۔ وسقوفهم الخاويه۔ ايماری القوم وهم يشهدون۔ لم ادرفی ای وادی یهیمون الم یان للذين آمنوا ان تخشع قلوبهم لذكر الله۔ طوبی لمن قال بلی یارب حان وان۔ هيهات لا يحصد الامازرع۔ ولا يوخذ الا ماوضع۔ هل لنا من العمل مايزول به العلل۔ ويقربنا الیٰ مالك العلل۔ يا ملك انی رايت فی سبيل الله مالاعين رات ولا اذن سمعت۔ قد انكرنی المعارف وضاق علی المخارف۔ كم من بلايا نزلت وتنزل قد استهل ومعی۔ الیٰ ان بل مضجعی تاالله راسی تشتاق الرماح فی موجب مولاه وما مروت علی شجر الاوقد خاطبه فوادی ماليت قطعت لا سمی وصلب عليك جسدی۔ فی سبيل ربی بل بمالدی الناس يعمهون۔ غدايرون ماينكرون۔ سوف ننتقل من هذا المتفئ الیٰ سجن عكاء ومما يقولون انها اخرب مدن الدنيا واقبها صورة واردأها هواء وانتنها ماء كانها دار حكومة الصدی

ارادوا ان یحبسوا العبد فیھا ویسد واعلیٰ وجوھنا ابواب الرخاء تاللّٰہ لوینھکنی اللغب ۔ ویھلکنی السغب ویجعل فرشی من الصخرۃ الصماء ۔ وموانسی وحوش العراء لا اجزع واصبر کما صبرا ولوا العزم ونوجو من اللّٰہ عتق الرقاب من السلاسل والاغلال ۔ نسال اللّٰہ ان یجعل ھذا البلاء الادھم در عالھیکل اولیائہ ۔ وبہ یحفظھم من سیوف شاھدہ وقضب نافذہ ھذہ سنۃ قد خلت فی القرون الخالیہ ۔ والاعصار الماضیہ ۔ فسوف یعلم القوم ما لا یفقھونہ الیوم الیٰ مشی یرکبون مطیۃ الھوی ویھیموں فی ھیماء الغفلۃ والغوی ای سریر ما کسر ۔ وای سریر مافقر ۔ لو علم الناس ماوراء الختام من رحیق رحمۃ ربھم العزیز العلام لنبذ والملام واسترضوا عن الغلام اما الان حجبونی بحجاب الظلام ۔ الذی نسبحوہ بایدے الظنون والاوھام سوف تشق الید البیضاء جیبا ھذہ اللیلۃ الدلماء یومئذ یقول العباد ما قالتہ اللائمات من قبل لیظھر فے الغایات ما بدا فی البدایات ۔ یومئذ یقوم الناس من الاجداث ۔ ویسالون عن التراث ۔ طوبی لمن لا تنؤبہ الاثقال ۔ فی الیوم الذی فیہ تمر الجبال ۔ ویحضر الکل للسوال ۔ فی محضر اللّٰہ المتعال ۔ انہ شدید النکال ۔ نسالی اللّٰہ ان یقدس قلوب بعض العلماء من الضعینۃ والبغضاء ۔ ویصدھم الیٰ مقام لا تقلبھم الدنیا وریاستھا عن المنظر الی الافق الاعلیٰ ۔ ولا یشغلھم المعاش عن یوم یجعل فیہ الجبال کالفراش ۔ ولو یفرحون بما رواہ علینا من البلاء صنوف یاتی یوم فیہ یبکون وربی نوخیرت بین ماھم فیہ من الغناء وما انا فیہ من البلاء لا خترت ما انا فیہ الیوم"

اہل بینش جانتے ہیں کہ میں ایک غلام ہوں۔ میرے سر پر ایک بال کے ساتھ لٹکی ہوئی تلوار ہے۔ ابھی پڑی کہ پڑی۔ پھر بھی خدا کا شکر گذار ہوں اور دعاء کرتا ہوں کہ سلطان کا سایہ دراز ہو کہ مخلص اور موجد بھی اس کی طرف دوڑیں اور اس کو توفیق دے کہ افق اعلیٰ کے قریب ہو اور رعایا کو نظر عنایت سے دیکھے اور اسے کجروی سے باز رکھے۔ اپنے حکم کا ناصر بنائے تا کہ لوگوں پر بھی ویسا ہی عدل کرے۔ جیسا کہ اپنے اہل قرابت پر کرتا ہے۔" انہ لھو المقتدر المتعال المھیمن القیوم"

الواح بہاء

اب جناب بہاء کے اخلاقی احکام لکھے جاتے ہیں جو مختلف الواح سے منتخب کئے گئے ہیں۔"عاشروا الادیان بالروح والریحان کل بدء من اللہ ویعود الیه قد منعتم من الفساد والجدال فی الصحف والا الواح ماارید به الاسموکم نسال اللہ ان یمد اولیاء کم ویوفق من حولی علی العمل بما امروا به من القلم الا علی انتم جمیعا ثمرة عضن واحد واروا ق عضن واحد لیس الفخر لمن یحب الوطن بل لمن یحب العالم ان الذی ربی ابنه اوابنا من الابناء کانه ربی احدا من ابنائی ۰ علیه بهاء اللہ وعنائة ۰ یا اهل البهاء انتم مطالع العنایه الالهیة لا تلوثو السانکم بالطعن واللعن واحفظوا عینکم ممالا ینبغی ما عندکم فاعرضوه للناس فان قبلوا فبها والا فدعوهم ولا تعرضوا بهم لا تکونوا سبب الحزن والغم فضلا عن الفساد دین اللہ ومذهبه اتحاد اهل الدنیا واتفاقهم لا غیر لاتجعلوه سببا للاختلاف والنفاق تربیة العالم من اصول اللہ علی الامراء ان یحفظوا هذا المقام ۰ لا نهم مظاهر العدل وعلیٰ الملوك ان یطلبوا امر الرعیة تفحصا من عند نفسهم حزبا حزبا لیرتفع الاختلاف من البین لا نهم مظاهر القدرة مایطلبه هذا العبد انما هو الانصاف ۰ لا تکتفوا بالاصفاء فقط ما ظهر منی فتکفروا فیه اقسم بشمس البیان لم نجعل مانطقنا به محل الشماتة ومفتریات العباد"

درخواست اہل بصیر

۱۲۵۸ھ میں بہاء معہ اصحاب عکا میں پہنچ گئے اور مرزا یحییٰ ماغوسا میں۔ میں اس کے بعد اہل البصیر باب نے ارا کین سلطنت سے درخواست کی کہ سلطان خود بابیوں کے حالات دریافت کریں۔ کیونکہ جو کچھ کہا جاتا ہے وہ کچھ تو مبالغہ ہے اور کچھ جھوٹ ہے۔ دراصل بابیوں کو سیاسیات سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ بلکہ اس مذہب کی بنیاد صرف امور روحانی تحقیق اشارات اور تربیت نفوس پر ہے اور حکومت کا اصول ہے کہ ہر ایک فرقہ کی نگہداشت کرے۔ اس مذہب کی تحریرات جو جناب کو موصول ہو چکی ہیں۔ ان میں بھی منع عن الفساد اور ارشاد الی الطاعة والانقیاد کا حکم موجود ہے۔ اگرچہ حکومت نے عقائد پر قبضہ کرنا چاہا۔ مگر ناکامی رہی۔ بلکہ جس قدر دبایا اور ابھرتے گئے اس لئے حکومت کا فرض ہے کہ دوسری حکومتوں کی طرح یہ بھی بابیوں کو آزادی بخشے۔

کیونکہ جب چھیڑ چھاڑ بند کی جاتی ہے تو ایسے مذہب خود بخود فرو ہو جاتے ہیں۔ زمانہ بدل چکا ہے۔ اب تعرض کا موقعہ نہیں رہا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ سیاسی جماعت کو دبایا جائے۔ کیونکہ وہ حفظ امن کے خلاف ہے اور اس جماعت میں سے بھی جو کمینہ پن کرتے ہیں ان کی طرز عمل کو مذہب قرار نہ دیا جائے۔ کیونکہ ہر ایک مذہب وملت کی مساوات کو ملحوظ رکھتی ہیں۔ تیس سال گذر چکے ہیں۔ بابیوں کو فتنہ وفساد سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ بلکہ سکون وانقیاد سے زندگی بسر کرنا اپنا شعار مذہبی بنائے ہوئے ہیں۔ مذہبی مداخلت آئین حکومت کے خلاف ہے۔ جب تک حکومت ایران کا یہ مسلک رہا حکومت ترقی کرتی رہی اور جب سے مذہبی مداخلت شروع ہوئی بڑے بڑے علاقے کلدان، توران اور آشورہ وغیرہ ہاتھ سے نکل گئے۔ اگر فتوے شرعیہ کا یہ مقتضاء ہو تو موجودہ دوسرے مذہبی فرقے (متشرعہ، نصیریہ، شیخیہ، صوفیہ اور ساترہ وغیرہ) کا اخراج بھی ضروری ہوگا۔ ورنہ آج فتاویٰ شرعیہ پر حکومت نہیں چل سکتی۔ حکومت برطانیہ جو صرف شمالی حصہ میں قائم تھی آج دنیا کے ۵/۱ پر حکومت کر رہی ہے۔ کیونکہ اس نے مساوات مذہبی کو قائم رکھا ہے اور مداخلت مذہبی کو خلاف حکومت سمجھتی ہے۔ آج ہندوستان بھی اس حکومت پر مفتخر ہے اور عدل وانصاف کے نیچے زندگی بسر کر رہا ہے۔ متوسط زمانہ میں (جو حکومت روما کے تنزل سے شروع ہو کر فتح اسلام قسطنطنیہ تک ختم ہوتا ہے) یورپ میں بھی علمائے مذہب کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور رہی ہے تو دنیا کو چین نصیب نہیں ہوا اور جب مذہبی حکومت اٹھ گئی تو دنیا کو آرام حاصل ہو گیا اور ہر ایک مذہبی جماعت امن کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگی۔ اب یہ حال ہے کہ ایشیاء کی بڑی سے بڑی حکومت بھی یورپ کی چھوٹی سے چھوٹی حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ خلاصہ یہ ہے کہ (وجدان انسانی) اور مذہبی نکتہ نگاہ ایک ایسا امر مقدس ہے کہ جس قدر اس کو وسعت اور آزادی دی جاتی ہے۔ حکومت ترقی پذیر ہوتی ہے اور جس قدر اس کو تنگ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اسی قدر حکومت کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ کیونکہ مذہب خدا کی امانت ہے۔ اس پر انسان کا دخل نہیں اور دل اور روح خدا کے قبضہ میں ہیں۔ حکومت کے قبضہ میں نہیں آسکتے اور نکتہ خیال ہر ایک کا الگ ہوتا ہے۔ کوئی دو شخص بھی آپس میں متحد الخیال نہیں پائے جاسکتے۔ ''لکل جعلنا منسکا'' حکومت نے جس قدر بابی مذہب کے خلاف ہمت خرچ کی ہے۔ اگر وہ اصلاح حکومت میں خرچ ہوتی تو آج ایران سب پر ممتاز ہوتا۔

حکومت کا رویہ

(درخواست بہاء اللہ اور درخواست بصیر کے بعد) حکومت ایران نے خود حالات کی

پڑتال شروع کردی تو معلوم ہوا کہ تمام شکایات وجاہت طلبی اور مذہبی عداوت یا ذاتی مفاد پر مبنی تھیں۔ اس لئے حکومت نے تمام شکایات کا سلسلہ بند کردیا اور جو مظالم بابیوں پر ڈھائے جاتے تھے یکدم بند کردیئے گئے۔ ورنہ اس سے پیشتر بارہ سال کا عرصہ ہوا ہے کہ دو بھائی طبا طبائی خاندان کے سید حسن اور حسین نامی اصفہان میں کمال دیانت کے ساتھ تجارت کیا کرتے تھے اور ملا محمد حسین خطیب جامع مسجد اصفہان سے ان کا لین دین تھا۔

قتل حسنین

جب حسابات کی پڑتال ہوئی تو خطیب کی طرف اٹھارہ ہزار روپے کی رقم نکلی۔ چیک سر بمہر لکھ دینے کو کہا گیا تو خطیب نے برا منایا اور اپنے بچاؤ کے لئے لوگوں پر یہ ظاہر کردیا کہ یہ دونوں تاجر بابی مذہب کے پیرو ہیں۔ اس لئے واجب التعزیر اور مستوجب غارت ہیں۔ اس لئے لوگوں نے ان کا باقی مال بھی لوٹ لیا۔ اب اس خیال سے کہ کہیں سلطان تک یہ شکایت نہ پہنچ جائے۔ خطیب نے تمام علمائے اسلام سے فتویٰ حاصل کر کے دونوں کو قتل کروادیا۔ وہ دونوں بھائی بھی اپنے وجدانیات پر ایسے قائم رہے کہ ہر چندان سے کہا گیا کہ صرف اتنا کہہ دو کہ: ’’لسنا من هذه الطائفة ‘‘ہم بابی نہیں ہیں تو تم کو رہا کردیا جائے گا۔ مگر انہوں نے ایک نہ مانی اور ایسے برے طریق سے ان کا قتل وقوع پذیر ہوا کہ غیر مذاہب بھی چونک اٹھے۔ مگر اس وقت حکومت ایران میں کسی کو ایسے واقعات پیدا کرنے کی جرأت باقی نہیں رہی۔

’’الحمدللّٰه علیٰ ذلك فرغ من كتابته كاتبه المسكين حرف الزاء ليلة الجمعة ۱۸ رشهر جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ‘‘

رباعیات نکتۃ الکاف

اس کتاب کا انتخاب پہلے درج ہو چکا ہے۔ اب ہم وہ اصول درج کرتے ہیں کہ بہائیوں کے نزدیک جن کے اجزاء چار چار ہیں اور نقطۃ الکاف نے کتاب کے شروع میں لکھے ہیں۔

۱...... ’’اعداد: احاد (فی الناسوت) عشرات (فی الملكوت) مئات (فی الجبروت) الوف (فی لللاهوت)‘‘

۲...... ’’مراتب القلم: مشيئة (مقام نار) اراده (مقام هوا) قدر (جهة ماء) قضاء (عنصر تراب)‘‘

- "مراتب خلق: العلقة والمضغه العظام العروق والاعصاب اللحم والجلد"
- ظہورات نبوت: آدم ونوح، ابراہیم وداؤد، موسیٰ وعیسیٰ، محمد ﷺ
- انہار اربعہ: اوّل نہر رسالت متعلقہ بحبت رسول رکن بیضاء مقام اودر جنت درہ بیضاء رنگ سپید از زہر قاتل۔ دوم نہر ولایت مقام اودر جنت زبرجد لباس زرد رنگ زرد، از زہر الشمشیر عبدالرحمٰن بن ملجم۔ سوم نہر حسن مقام اودر جنت زمرد، لباس سبز رنگ سبز، از زہر۔ چہارم نہر حسینی مقام اویاقوت لباس سرخ، رنگ سرخ، ازخون شہادت۔
- قیامت: اصغر (قیامت ملک) صغیر (قیامت ملکوت) کبیر (قیامت جبروت) اکبر (قیامت لاہوت)
- اسفار اربعه: "من الخلق الیٰ الحق، فی الحق بالحق من الحق الیٰ الحق، فی الخلق بالحق"
- اہل باطن: اہل فواد اہل عقل اور اہل نفوس طیبہ
- اهل ظاهر: متصرف بعلويات متصرف بالحيوان، متصرف بالنبات، متصرف بالجمادات۔
- لوازم نبوت: عدم دعویٰ محال، اظهار آیت، اقتران آیت باادعاء، آیت از صنف ادعاء عدم زادع۔
- تردید رب سامریه: لم یره الا النبی اعطی المعجز تین، ظهور عصمة موسیٰ تعلیم بداء
- فتنة ابراهیم: معرفت الٰهیه القاء فی النار، ذبح اسماعیل، فتنۂ مال که ملائکه خواستند
- ارکان اربعه: کلمۂ توحید، اقرار نبوت، اقرار ولایت وامامت، اقرار بلابواب الاربعة
- مقام فناء: درفوأد، درعقل، درنفس، درجسم۔
- چهار فرقه: حکما واخباری عرفا وعلمائے اصول شیخیه وعلمائے فقه، بالاسری والشرقی۔

۱۶..... ضرب اوّل: کہ احاد است دریں چہار ملک یک سال ناسوت درلاہوت ہزار سال میشود وضرب دوم دہ ہزار وضرب سوم صد ہزار سال وضرب چہارم ہزار ہزار، چونکہ ہر ملکے را دو دو آسمان (غیب وشہادت) مے باشد ازیں جہت آسمان ہشت شد، ازیں درضرب دوم ہر آسمانی دہ ہزار سے مے باشد ہفت آسمان ہفتاد ہزار، وانیکہ وارد ست کہ غلظت ہر آسمان ومابین ہر یک پانصد ہزار سال ست، ہرگاہ چہار ملک بگیرید درضرب دوم مے شود، وہرگاہ ہشت فلک مراد باشد، درضرب چہارم محسوب میگردد، معنی آنکہ یوم قیامت پنجاہ ہزار سال ست بالیست دریں ملک قیامت واقع شود وپنج سال ناسوتی قیام نماید کہ ہر سال درضرب اوّل ہزار شد ودرضرب دوم دہ ہزار۔ لہٰذا پنج سال پنجاہ ہزار سال لاہوت مے باشد وبالیست کہ یوم اللہ درملک ملکوت ظاہر شود و درناسوت درہیکل شیعہ ظاہر گردد۔

۱۷..... دو ہزار سال تک زمین خالی رہی۔ پھر دو ہزار سال تک پانی اور اس کی مخلوقات رہی۔ پھر نباتات (نے زار) کا زمانہ دو ہزار سال تک رہا۔ پھر حیوانات کا زمانہ دو ہزار سال رہا۔ جس میں چار پاؤں کا بادشاہ گھوڑا تھا اور پرندوں کا گدھ۔ پھر دو ہزار سال تک فرشتے رہے اور خلق آدم کا مشورہ ہوتا رہا۔ پھر جان بن جان کا زمانہ آیا جس میں عزازیل معلم الملکوت بنا۔ اخیر میں ظہور الٰہی آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو سجدہ کا حکم ہوا۔ مگر عزازیل نے کہا کہ خدا کا فیض بند ہو چکا ہے۔ اس لئے سجدہ نہ کیا۔

۱۸..... اس دور بدیع کا ظہور اوّل آدم علیہ السلام ہیں۔ اس کا یہ نام اس لئے پڑا کہ اس سے پہلے غیر متناہی دور گذر چکے تھے۔ جیسا کہ روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک ٹیلہ پر آواز دی تو ایک فرشتے نے جواب دیا کہ آپ سے پہلے ہزاروں موسیٰ ہو گذرے ہیں۔ جن کی تعداد اسی ٹیلہ کی ریت کے دانوں سے بھی زائد ہے اور جن کی آواز بھی آپ کی آواز جیسی تھی۔

بہائی مذہب کے مزید حالات

عبدالبہاء عباس آفندی

جناب بہاء اللہ کے صاحبزادے عبدالبہاء یوم جمعہ کو طہران میں ۲۳ رمئی ۱۸۴۴ء مطابق یکم رمحرم الحرام ۱۲۶۰ھ نصف رات کو پیدا ہوئے اور اسی روز جناب باب نے مہدی ہونے کا دعویٰ

کیا تھا۔ جب بہاء اللہ بغداد گئے تو یہ صاحبزادہ آپ کے ہمراہ تھا اور اس وقت اس کی عمر صرف آٹھ سال تھی اور جب بہاء اللہ جبل سلیمان سے بغداد کو واپس آئے تو پھر بھی یہ آپ کے ہمراہ تھا اور اس وقت اس کی عمر بارہ سال تھی۔ مگر آتے ہی بڑے بڑے اہل علم کو نیچا دکھلانے لگا اور فخریہ کہتا تھا کہ مجھے سب کچھ اپنے باپ کے طفیل حاصل ہوا ہے۔ ورنہ میں نے مکتب میں کچھ بھی حاصل نہیں کیا۔ اس لئے اس کا نام شاب حکیم رکھا گیا اور حسن و جمال کی رو سے بھی نوجوانان بغداد میں ممتاز تھا۔ گیارہ سال کے بعد حکومت ترکیہ نے جب آپ کو استنبول بلالیا تو اس وقت بھی یہ صاحبزادہ آپ کے ہمراہ رہا۔ استنبول سے پانچ ماہ کے بعد آپ کو ادرنہ جانے کا حکم ہوا تو یہ صاحبزادہ آپ کے ہمرکاب تھا اور وہاں پانچ سال محبوس رہے۔ عکا کی جلاوطنی میں بھی عبدالبہاء ساتھ ہی رہے اور چونکہ آپ بہت سخی مشہور ہو چکے تھے۔ اس لئے آپ کا لقب سرکار آقا پڑ گیا تھا۔ آپ باپ کی خدمت میں آخری دم تک حاضر رہے۔ یہاں تک کہ بہاء اللہ ۷۵ سال کی عمر میں ۱۸۹۲ء کو وفات پاگئے۔ عکا میں جب کچھ عرصہ گذر گیا تو حکومت نے خاص خاص حدود میں نظر بند کر کے بیڑیاں اٹھالی تھیں اور بستان بہجی آپ کی رہائش تھی اور عبدالبہاء کڑاکے کی گرمی میں بھی پیدل چل کر آپ کی حاضری سے مشرف ہوتے تھے۔ کسی نے کہا کہ سواری کیوں نہیں خرید لیتے تو جواب میں کہا کہ جب مسیح بہاء اللہ پیدل سفر کرتے ہیں تو کیا میں ان سے افضل ہوں کہ سواری پر سفر کروں؟ آپ گو خاندانی امیر تھے۔ مگر حکومت نے آپ کی تمام جائیداد پر قبضہ کرلیا ہوا تھا۔ مگر تاہم پانچ پانچ سو تک فقراء پر روپے تقسیم کیا کرتے تھے اور آپ اپنے باپ کی خدمت میں پچاس سال کی عمر تک شریک مصائب رہے۔ (کوکب ۲۵ رنومبر ۱۹۲۵ء) خلاصہ یہ ہے کہ بہاء اللہ ۱۸۶۸ء میں عکا کو روانہ کیا گیا تھا اور عبدالبہاء عباس آفندی نے باپ کی وفات کے بعد گدی نشین ہو کر تبلیغ شروع کردی تو حکومت نے آپ کو بھی وہیں نظر بند کردیا اور ۱۹۰۸ء جب کہ آپ کی عمر چونسٹھ سال ہو چکی تھی رہا کردیا تو امریکہ و یورپ کا سفر تین سال تک سرانجام دیا اور ۱۹۲۱ء میں وفات پائی۔

شوقی آفندی

آپ کے بعد شوقی آفندی گدی نشین قرار دیئے گئے جو جناب عبدالبہاء کی بیٹی کے بیٹے ہیں اور آکسفورڈ یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اسی سال کے عرصہ میں بیس ہزار بابی قتل ہوا۔ (شمشیر آبدار سے نشتر یا راہ سے گرم پانی یا آگ سے) اور ۱۹۲۴ء میں شیخ عبدالمجید ملقب بصدیق العلماء قتل ہوئے اور آپ کے ہمراہ ایک امریکہ کا سفیر بھی قتل ہوا جو بہائی خیال کرلیا گیا تھا۔ اس وقت مذہب بہائیت کی نشر و اشاعت کے لئے گیارہ رسائل جاری

ہیں۔ سٹار آف دی ویسٹ، نجم باختر، ورلڈ فیلوشپ گارڈن امریکہ، خورشید خاور روس، شمس حقیقت جرمنی، حقیقت جرمنی، نجم خاور جاپان، ہیرلڈ آف دی ریسٹ کانپور، دی ڈان رنگون، الاشراق رنگون، کوکب دہلی، (کوکب ۹ رفروری ۱۹۲۵ء)

بہاؤ اللہ

مرزا حسین علی صاحب نوری (منسوب بقریہ نور) ۱۸۱۷ء کو طہران میں پیدا ہوئے اور ۱۸۴۴ء میں جناب باب سے تعلق پیدا کیا۔ اپنے شیخ کی وفات کے بعد ادرنہ میں اپنا دعویٰ کر دیا اور سلاطین یورپ کو تبلیغی خطوط روانہ کیے۔ جو بابی آپ کے تابع ہوئے بہائی کہلائے اور ۲۹ رمئی ۱۸۹۴ء کو وفات پائی اور آپ کا بڑا بیٹا عبدالبہاء عباس آفندی گدی نشین ہوا۔ یہودی مسیح کے منتظر تھے۔ عیسائی مسیح کے ظہور ثانی کے لئے چشم براہ تھے۔ اہل اسلام کو اپنے موعود کا انتظار تھا۔ بدھ مذہب کے پیرو پانچویں بدھ کے منتظر تھے۔ زرتشت کی امت شاہ بہرام کی راہ دیکھ رہے تھے۔ ہندو کہتے تھے کہ کرشن دوم آنے والا ہے اور دہریہ خیر النظام کے اور بہترین انتظام کے منتظر تھے۔ اس لئے جناب بہاء نے تمام مذاہب کو دعوت اتحادیہ کی تعلیم دی اور دو کتابیں لکھیں۔ کتاب اقدس اور کتاب مبین بہت سی الواح بھی ہیں۔ جو لکھ کر بادشاہوں کو روانہ کی تھیں۔ جو لوگ عبادات پر عامل رہیں وہ بہائی مذہب میں داخل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس مذہب کا دارومدار کام پر ہے۔ اس لئے بچوں کی تعلیم ضروری ہے اور نکاح بھی ضروری ہوا اور ہر ایک ملک کے لئے اپنا اپنا رسم ورواج اور فقہی ذخیرہ کارآمد ہو سکتا ہے۔ ورنہ بیت العدل کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ سلاطین کا احترام فرض ہے۔ کوشش کی جائے کہ ساری دنیا کی ایک زبان ہو جائے۔ جہاد اور بحث ومباحثہ ختم کرنا ضروری ہے۔ (کوکب ۲۵ راپریل ۱۹۲۵ء) یکم محرم الحرام ۱۲۶۰ھ (۲۳ رمئی ۱۸۴۴ء) کو سید علی محمد شیرازی پچیس برس کے تھے۔ کیانی خاندان وزارت کے ممتاز فرد بہاء اللہ ستائیس برس کے تھے اور عبدالبہاء عباس آفندی اس روز پیدا ہوئے تھے۔ اسی روز سید علی محمد باب نے دعویٰ کیا کہ میں مہدی موعود اور قائم آل محمد ہوں اور "من یظہر اللہ" کا مبشر ہوں اور ۱۸۵۰ء میں اسی میدان میں قتل کئے گئے جو پہلے سے ہی میدان صاحب الزمان کے نام سے مشہور تھا۔ آپ کی وفات کے بعد جناب بہاء اللہ نے اس مذہب کی دعوت دی تو اس قدر زنجیروں میں جکڑے گئے کہ ان کو اٹھا بھی نہیں سکتے تھے۔ چار سو گاؤں جاگیر تھے۔ حکومت نے سب پر قبضہ کر لیا اور عوام الناس نے گھر کا تمام اثاثہ لوٹ لیا اور چار ماہ تک محبوس رہے۔ پھر معہ اہل وعیال اور نوکر چاکروں کے بغداد بھیجے گئے۔ وہاں بارہ سال رہے۔ اس عرصہ میں روپوش ہو کر دو سال برقعہ پوش ہو کر جبل کردستان میں

عبادت گذار رہے اور چند ماہ بعد ادرنہ کو جلاوطن ہوئے۔ وہاں اعلان کیا کہ باب نے جس کی بشارت دی تھی۔ وہ میں ہی ہوں۔ اب بابی بہائی بن گئے اور عکا کے قلعہ میں روانہ کئے گئے اور وہاں قصر البہجۃ میں نظر بند رہے اور ۱۸۹۲ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ عبدالبہاء نے ۱۹۰۸ء میں رہائی پاکر امریکہ میں آپ کا مذہب پہنچایا اور ۱۹۲۱ء میں وفات پائی۔ آپ کی یہ تعلیم تھی کہ ترک تقلید کرتے ہوئے تمام مذاہب سے آزاد ہو اور اصل حقیقت کی تلاش میں رہو۔ تاکہ تم پر منکشف ہو جائے کہ سب ادیان اور مذاہب ایک ہی ہیں۔ اخوت عامہ، صلح عمومی، محبت نوعیہ، تعلیم عمومی، وجوب اکتساب المال "لقوله تعالىٰ جعلنا اشتغالك بالامور نفس العبادة لله" وحدۃ اللسان، مجلس الاقوام (کوکب ۹ر فروری ۱۹۲۵ء) سلطان پر گولی چلانے کا واقعہ بغداد کو جلاوطن ہونے سے پہلے واقع ہوا تھا۔ دو سال کی روپوشی کے بعد پھر بغداد میں آٹھ سال قیام کیا۔ پھر قسطنطنیہ کو ۱۸۶۳ء میں روانہ ہوئے اور ادرنہ کے بعد عکا میں حبس دوام کے لئے بھیجے گئے۔ جہاں چوبیس سال نظر بند رہے اور اسی نظر بندی میں الواح سلاطین نازل ہوئیں۔ جو سلطان ایران، نپولین ثالث، سلطان فرانس، ملکہ وکٹوریہ، زار روس، پوپ روم، صدر ممالک امریکہ کو روانہ کی گئیں۔ آخری عمر میں عکا سے نکل کر چار میل کے فاصلہ پر قصر بہجت کے مقام پر جبل کرمل کے قریب دو سال تک قیام کیا۔ ۷۵ برس میں ۱۸۹۴ء کو وفات پائی۔ (کوکب ۲۰ راگست ۱۹۲۰ء) کوکب کنونشن نمبر ۵ میں ہے کہ علی محمد تاجر پشمینہ کے بیٹے تھے۔ ۴ راکتوبر ۱۸۱۹ء کو شیراز میں پیدا ہوئے اور ۱۸۴۴ء، ۱۲۶۰ھ میں ۲۵ برس کی عمر میں باب الوصول الیٰ معرفۃ اللہ کا دعویٰ کیا۔ مکہ شریف میں حجاج کے سامنے پہلے اعلان کر چکے تھے کہ میں قائم بامر اللہ ہوں۔ جب بوشہر واپس آئے تو ایران میں تہلکہ مچ گیا اور حکومت نے آپ کو قید کر لیا اور تبریز میں ۱۸۵۰ء کو شہادت پائی۔ آپ کی تعلیم یہ تھی۔ عبادۃ الٰہی، تخلق بمکارم اخلاق، مساوات زن و مرد در حقوق وغیرہ اپنی وفات سے پہلے نو سال کہا کہ: "من يظهر الله" آتے ہیں۔ ۱۸۵۲ء میں بیس ہزار بابی مارے گئے۔

مرزا حسین علی خاندان وزارت طہران کا بہترین فرزند طہران میں ۱۸۱۷ء کو پیدا ہوا۔ باپ دادا وزیر تھے۔ باب کی طرح آپ کو بھی عطائی علم تھا۔ ۲۷ برس کی عمر میں باب سے بیعت کی اور قید ہوا۔ پھر چار ماہ کے بعد بغداد گیا اور وہاں گیارہ برس رہا اور جب قسطنطنیہ کو سفر کیا تو بغداد سے بارہ دن کے فاصلہ پر نجیب پاشا کے باغ میں اپنے بیٹے اور مریدوں کے سامنے اعلان کیا کہ میں من یظہر اللہ ہوں۔ جس کی بشارت باب اور انبیاء سابقین نے دی ہے اور کہا ہے کہ زمین پر حکومت الٰہی قائم کرے گا۔ ابھی قسطنطنیہ میں پانچ ہی ماہ قیام کیا تھا کہ ادرنہ کو جلاوطنی کا حکم آ گیا۔ جہاں

صرف یہود ونصاریٰ رہتے تھے اور وہاں تین سال قیام کیا اور ۱۸۶۶ء، ۱۸۶۹ء کے درمیانی عرصہ میں سلاطین عالم کو تبلیغی خطوط روانہ کئے۔ جن میں دعویٰ کیا کہ مجھ میں خدا ظاہر ہوا ہے۔ ملکہ وکٹوریہ نے جواب دیا کہ اگر تم خدا کے مظہر ہو تو دیر تک قائم رہو گے۔ ورنہ تم ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ جواب الجواب میں آپ نے لکھا کہ تم دیر تک حکومت کرو گی۔ زار روس نے آپ کے خط کی عزت کی۔ پوپ نے برا منایا۔ آپ نے لوح ثانی لکھ کر روانہ کی کہ بہت جلد تم کو رسوائی ہو گی تو فرانس وجرمن کی جنگ میں ملک عمانو آئیل نے اس کو قلعہ میں قید کر دیا۔ شاہ جرمن فریڈرک تھرڈ جب ملک شام میں آیا اور مقامات مقدسہ کی زیارت کی۔ اثناء میں آپ کے پاس نہیں آیا۔ باوجودیکہ آپ نے اسے بلا بھی بھیجا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تم کو حکومت نہ ملے گی۔ چنانچہ جب اس کی تاج پوشی ہوئی تو قریب الموت تھا اور ایک روز بھی حکومت نہ کر سکا۔ نپولین ثالث سلطان فرانس نے جواب میں کہا کہ اگر تم ایک خدا کے مظہر ہو تو ہم دو خداؤں کے مظہر ہیں اور میں خود خدا ہوں تو آپ نے لوح ثانی میں اس کو جواب دیا کہ تم اپنے وطن سے باہر مرو گے اور بہت جلد حکومت سے محروم کئے جاؤ گے تو جب فرانس وجرمن میں ۱۸۷۰ء کو لڑائی ہوئی تو حکومت جمہوریہ قائم کی گئی اور نپولین کو انگلستان میں پناہ ملی اور وہیں مرا۔ ۱۸۶۸ء میں بہاء اللہ کو عکہ میں جلاوطن کیا گیا۔ جہاں کی آب وہوا ناموافق تھی اور آپ کے ساتھی آپ کے ہمراہ دو کوٹھریوں میں دو سال تک نہایت کم خوراک پر گذارہ کرتے رہے۔ پھر آپ کے لئے بڑا وسیع مکان بنایا گیا اور حکم ہوا کہ تم عکہ کے آس پاس سیر کر سکتے ہو تو قصر بہجت میں ۲۹؍مئی ۱۸۹۲ء کو وفات پائی اور تحریر وتقریر میں اپنے بیٹے عبدالبہاء کو خلیفہ بنا دیا تھا۔

عبدالبہاء کی شخصیت

آپ وہ ہیں کہ جس کے متعلق عیسائیوں کا خیال تھا کہ اپنے باپ کے جلال میں ظاہر ہوگا۔ زبور ۳۸، ۷،۹ میں ہے کہ: ’’انہ یدعونی اباہ واجعلہ ابنا واحدا‘‘ اور زکریا ۱۶، ۱۲ میں ہے کہ: ’’ذلك الذی اسمہ غصن یملك ارض اللہ ویکھن‘‘ زبور ۱۲، ۶ میں ہے کہ: ’’انی اجلست سلطانی علی جبل صیھون (کرمل)‘‘ اور عبدالبہاء نے اپنے مقاصد میں کامیابی پاکر یہود ونصاریٰ زرتشتی اور مسلمانوں کو ایک دسترخوان پر جمع کر دیا۔ عکہ میں جب بابی موسمی بخار سے بیمار ہوئے تو آپ ہی ان کی تیمارداری کرتے تھے۔ (اس وقت بابیوں کی تعداد ستر تھی) ترکوں نے آپ کو وہیں قید رکھا۔ مگر ۱۹۰۸ء میں آپ کو رہا کر دیا تو آپ نے ۱۹۱۰ء میں عکا چھوڑ دیا اور یہاں آپ چالیس برس قید رہے تھے۔ رہائی کے بعد آپ مصر آئے اور دس ماہ تک

وہاں قیام کیا۔ پھر سوئیزرلینڈ، امریکہ اور فرانس کا سفر کر کے اسکندریہ کو واپس تشریف لے گئے۔

قرۃ العین

نکتہ الکاف میں لکھا جا چکا ہے کہ واقعہ بدشت کے بعد زرین تاج قرۃ العین کو شہر نور میں بھیج دیا گیا تھا اور وہاں پہنچتے ہی اس نے تبلیغ اس سرگرمی سے شروع کر دی کہ علمائے اسلام کو شاہی امداد لینی پڑی۔ چنانچہ وہاں فریقین میں سخت لڑائی ہوئی اور قرۃ العین گرفتار ہو کر سلطان ناصرالدین قاچار کے سامنے حاضر کی گئی۔ مگر جب اس نے شاہی دربار میں ایک تبلیغی خطبہ دیا اور اپنے حسن و جمال کا جلوہ دکھایا تو سلطان نے بے ساختہ کہہ دیا کہ: ''ایں رامکشید کہ طلعتے زیبا دارد'' اسے قتل نہ کرنا۔ کیونکہ یہ بہت ہی خوبصورت ہے۔ مگر اس کو محتسب بلدہ محمد خان کے پاس نظر بند کر دیا گیا اور وہ بدستور تبلیغ میں مصروف رہی اور بابی لگاتار آتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد محتسب نے کہا کہ اگر تم اپنے پیرو مرشد باب کو ایک ہی دفعہ برا کہہ دو تو میں ابھی تم کو نجات دلا سکتا ہوں۔ مگر اس نے نہ مانا۔ دوسرے دن بادشاہ کے دربار میں پیش کی گئی تو جاتے ہی تبلیغی خطبہ دینا شروع کر دیا۔ جس میں اپنے تمام عقائد کا خاکہ کھینچ کر سامنے رکھ دیا کہ مشیت اولیٰ آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی۔ رفتہ رفتہ تمام انبیاء میں ظاہر ہوتی رہی اور آج میں اسے باب کے چہرہ میں دیکھ رہی ہوں۔ اس پر سلطان نے قتل کا حکم جاری کر دیا تو اخیر اگست ۱۸۵۲ء میں قتل کر کے بستان ایلخانی میں ایک ویران کنوئیں کے اندر اس کی لاش پھینک دی گئی اور اوپر اس قدر پتھر پھینکے گئے کہ لاش پتھروں میں دب گئی۔ کہتے ہیں کہ اس کا قتل یوں وقوع میں آیا کہ مرنے کے لئے دیدہ زیب لباس میں ایک باغ میں لائی گئی تھی تو اس کی زلفیں خچر کے دم سے باندھ کر خچر کو دوڑایا گیا تھا۔ مگر کوکب ہند ۲۲ رنومبر ۱۹۲۹ء میں لکھا ہے کہ اس کو گلا گھونٹ کے مار ڈالا گیا تھا۔ قرۃ العین کی ادبی لیاقت کے چند اشعار ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مدعی بروز محمدی نبی قادیان کی ادبی لیاقت مدعی بروز فاطمہ قرۃ العین طاہرہ قزوینی کے سامنے کوہ وکاہ کا وزن رکھتی ہے۔

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک

روایت ہے کہ ذیل کے اشعار میں قرۃ العین نے اپنے شیخ باب کو حضور علیہ السلام پر ترجیح دے کر جب سلطان کے سامنے تبلیغی خطبہ دیا تھا تو سلطان کو اسلامی غیرت نے آپے سے باہر کر دیا تھا اور فوراً حکم دے دیا تھا کہ اسے مار ڈالو۔ بڑی گستاخ ہے بہر حال وہ اشعار تین قصیدوں کی شکل میں ہدیہ ناظرین ہیں۔ تا کہ ان کو قادیانی اور ایرانی ادبیت کے توازن میں آسانی ہو۔

قصیده اوّل مشتمل بر درخواست رحم واظهار شان باب

جذبات شوقک الجمت بسلاسل الغم والبلا همه عاشقان شکسته دل که دهند جاں خود برملا

لمعات وجهک اشرقت بشعاع وجهک اعتلے زچه روالست بربکم نزنی؟ بزن که بلیٰ بلیٰ

اگر آں صنم زسرستم پے کشتن من بیگناه لقد استقام بسیفه فلقد رضیت بما رضی

تو که غافل از مے وشاہدی پے مرد عابد وزاہدی چه کنم که کافر وجاحدی زخلوص نیت اصطفا

تو وملک وجاه سکندری، من ورسم وراه قلندری اگر آں خوش ست تو درخوری وگرایں بدست مراسزا

بجواب طبل الست تو زولا چوکوس بلیٰ زدند همه خیمه زد بدر دلم سپه غم وچشم وبلا

چه شود که آتش حیرتے زنی ام بقلۂ طور دل فصلکته ودکلته متدکد گا متزلزلا

پے خوان دعوت عشق او همه شب زخیل کروبیاں راسد ایں صغیر مہیمنے که گروه غمزده الصلا

ہله اے گروه امامیان بکشید ولوله رامیاں که ظہور دلبر ما عیاں شده فاش وظاهر وبرملا

گرتاں بود طمع بقادر تاج بود ہوس لقا زوجود مطلق مطلقا برآں صنم بشوید لا

طلعت زقدس بشارتے که ظہور حق شده برملا بزن اے صبا تو بحضرش بگروه زنده دلاں صدا

طه اے طوائف منتظر زعنایت شه مقتدر مه مفتخر شده مشتہر منهیا متهللا

دوہزار احمد مجتبیٰ زبرق آں شه اصفیاء شده منتفی شده درخفا متدثرا متزملا

تو که فلس ماہئے حیرتی چه زنی ز بحر وجود دم
بنشیں چو طاہره دمبدم بشنو خروش نہنگ لا

قصیده طاہره دوم

طلعات قدس بشارتی که جمال حق شده برملا بزن اے صبا تو بساحتش بگروه غمزدگان صلا

شده طلعت صمدی عیاں که بپا کند علم بیاں زگمان دوہم جهانیاں جبروت اقدس اعتلا

بسریر عزت وفخر شان بنشسته آں شه بے نشاں بزداں صلا ببلا کشاں که گروه مدعی الولا

چو کسی طریق مرا رود کنمش ندا که خبر شود که ہرآنکه عاشق من شود بزہد زمحنت وابتلا

کسی ارنکرد اطاعتم نگرفت حبل ولایتم کنمش بعید زساحتم دہمش بقہر ببلا د لا

صمدم زعالم سرمدم احدم زنبع اوحدم پے اہل افئده آمدم لهم الینا مقبلا

قبسات نار مشیتی نادت الست بربکم بگذر بساحت قدسیاں بشنو صفیر بلیٰ بلیٰ

منم آں ظہور مہیمنی منم آں نیت بے منی منم آں سفینۂ ایمنی ولقد ظهرت مجلجلا

شجر مرقع جاں منم ثمر عیان ونہاں منم ملک الملوک جہاں منم ولی البیان وقد علا

شہدائے طلعت تا رمن بدوید سوے دیار من — سر وجاں کنید نثار من کہ منم شہنشہ کربلا
بزنید نغمہ زہر طرف کہ زوجہ ما طلعت ما عرف — رفع القناع وقد کشف ظلم اللیال قد انجلی
برسید باپہ طرب صنمی عجم صمدی عرب — بدمید شمس بدے غرب بدوید الیہ مہرولا
فوران نار زارض فانوران نورز شہر طا — ظہران روح زشطرہا ولقد علا وقد اعتلا
طیرا العماء تکلفکفت ورق البہاء تصنصفت — دیک الضیاء تذورقت متجملا متجللا
زظہور آں شہ آلہہ زالست آں مہ مآلہ — شدہ آلہہ ہمہ والہہ بتغنیات بلی بلی
بتموج آمدہ آں یمے کہ بکر بلاش بخرے — متظہر است بہروے دو ہزار وادی کربلا
زکمان آں رخ پرولہ، زکمند آں مہ دہ ولہ — دو ہزار فرقہ وسلسلہ متفرقا متسلسلا
ہمہ موسیاں عمائیش ہمہ عیسیان سمائیش — ہمہ دلبران بقائیش متولہا متزملا
بحر الوجود تموجت لعل الشہود تولجت — صعق الجمود تلجلجت بلقاۂ متجملا
تلل جمال زطلعتش قلل جبال زرفعتش — دول جلال زسطوش متخشعا متزلزلا
ولم از دو زلف سیاہ او ز فراق روی چو ماہ او — بتراب مقدم راہ او شدہ خون من متبلبلا
زغم تو ای مہ مہرباں زفراقت ای شہ دلبراں — شدہ روح ہیکل جسمیان متخففا متخلخلا
تو دآں تشعشع روئے خود تو دآں ملمع موئے خود — کہ رسانیم تو بکوے خود متسرعا متعجلا
من وعشق آں مہ خوبرو کہ چوز دصلائے بلی براد — بنشاط وقہقہہ شد فرد کہ انا الشہید بکربلا
چوشنید نالۂ مرگ من پئے ساز من شد و برگ من — فمشی الی مہرولا وبلی علی مجلجلا
سحر آن نگار ستمگرم قدم نہاد بہ بسترم — واذا رایت جمالہ طلع الصباح کانما
زچہ چشم فتنہ شعار او زچہ زلف غالیہ بار او — شدہ نافۂ ہمہ ختن شدہ کافری ہمہ خطا
بمراد زلف معلقی بے اسب وزین مغرقی — ہمہ عمر منکر مطلقی زفقیر فارغ بے نوا
بگذر ز منزل ماد من بگزیں بملک فنا وطن — فاذا فعلت بمثل ذا فلقد بلغت بما تشا
نفحات وصلک اوقدت حرات شوقک فی الحشا — زغمت بہ سینہ کم آتشی کہ نہ زد زبانہ کما تشا
چوشکنج زلف تو پر شکن گرہے فتادہ بکار من — بگرہ کشائی زلف خود کہ زکار من گرہے کشا

ہمہ اہل مسجد وصومعہ پئے ورد صبح ودعائے شب
من وذکر طہرہ وطلعت تو من الغداۃ الی العشا

قصدیہ طاہرہ سوم

مشتملبر اظہار اشتیاق زیارت باب کیونکہ اس کو مدت سے شیخ کی ملاقات نصیب نہیں ہوئی۔

گر بتو افتدم نظر چہرہ بچہرہ روبرو — شرح دہم غم ترا نکتہ بنکتہ مو بمو
از پے دیدن رخت ہمچو صبا فتادہ ام — خانہ بخانہ دربدر کوچہ بکوچہ کو بکو
دور دہان تنگ تو عارض عنبریں خطت — غنچہ بغنچہ گل بگل لالہ بلالہ بو ببو
میرود از فراق تو خون دل از دو دیدہ ام — دجلہ بدجلہ یم بیم چشمہ بچشمہ جو بجو
مہر ترا دل حزیں بافتہ بر قماش جان — رشتہ برشتہ نخ بنخ تار بتار پو بپو

دردل خویش طاہرہ گشت و ندیافت جز ترا
صفحہ بصفحہ لا بلا پردہ بپردہ تو بتو

یہ قصیدہ بھی چونکہ آمد کا بہترین نمونہ ہے۔ اس لئے اس کا ترجمہ کر دینا بھی مناسب ہے کہ:

ا...... اے باب اگر میری نظر تیرے چہرہ پر پڑے اور ہم روبرو ہو کر ملاقات کریں تو میں اپنے غم کی تفصیل ذرہ ذرہ اور بال بال کر کے بتادوں۔

۲...... آپ کا چہرہ دیکھنے کو باد صبا کی طرح دربدر کوچہ بکوچہ اور خانہ بخانہ پھر رہی ہوں۔

۳...... آپ کا تنگ حلقہ دار منہ غنچہ پر غنچہ نظر آ رہا ہے اور آپ کے رخسار گل لالہ نظر آ رہے ہیں اور آپ کے رخسار پر خط عنبریں (یعنی معطر ریش مبارک) خوشبو پر خوشبو دے رہا ہے۔

۴...... آپ کے فراق میں میرا خون دل دونوں آنکھ سے اس کثرت سے جاری ہے کہ گویا دجلہ پر دجلہ ہے۔ یا ندی پر ندی اور یا چشمہ پر چشمہ۔

۵...... میری دکھیا جان نے اپنے دل پر آپ کا عشق اور محبت تار تار تہ بتہ لپیٹ رکھا ہے۔

۶...... طاہرہ نے اپنے دل پردہ پردہ اور ٹکڑہ ٹکڑہ ٹٹول ڈالا۔ تیرے سوا اس میں کسی کو نہیں پایا۔

مختصر تواریخ بابیہ

کوکب ہند نے جولائی ۱۹۳۱ء میں اپنے شیوخ کی سوانح عمری مختصر طور پر درج کی ہے۔ جس کا خاکہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ا...... سید علی محمد باب نیر اعظم شیراز میں ۲۰ ر اکتوبر ۱۸۱۹ء میں پیدا ہوئے۔

۳۰ ر مئی ۱۸۴۴ء کو دعویٰ کیا کہ میں ایلیاء اور مہدی موعود ہوں۔ ۱۸۴۴ء سے ۱۸۵۰ء تک چھ سال کام کرتے رہے۔ آپ کی کل عمر ۳۱ برس تھی۔

۲...... ظہور اعظم بہاء اللہ حسین علی نوری ۱۲ ر نومبر ۱۸۱۷ء کو طہران میں پیدا ہوئے۔ پہلے آپ نے ۱۸۵۳ء میں دعویٰ کیا۔ پھر ۱۸۶۳ء میں اعلان کر دیا کہ میں وہ ظہور اعظم ہوں کہ جس کی بشارت تمام انبیاء نے دی تھی۔ حکومت ایران وترکی نے بغداد سے قسطنطنیہ پہنچایا۔

وہاں آپ چار مہینے رہے۔ دسمبر ۱۸۶۳ء میں آپ کو ایڈریانوپل بھیج دیا گیا اور وہاں چار سال اور دو ماہ رہے۔ ۱۸۶۸ء میں بمقام عکہ (ملک شام) پہنچائے گئے اور نظر بند رہے۔ ۲۸رمئی ۱۸۹۲ء کو وفات پائی۔ (تبلیغی عمر ۳۹ سال ہوئی اور طبعی عمر ۷۵ سال)

۳...... عفن اعظم عبدالبہاء (عباس آفندی) ۲۳رمئی ۱۸۴۴ء کو پیدا ہوئے اور اخیر تک اپنے والد کے ہمراہ رہے۔ والد کے وفات کے بعد گدی نشین ہوئے۔ (عکا کی نظر بندی سے) ستمبر ۱۹۰۸ء میں حکومت ترکی نے رہا کر دیا۔ اگست ۱۹۱۱ء میں یورپ روانہ ہوئے۔ ستمبر ۱۹۱۱ء میں لندن پہنچے پھر پیرس گئے۔ دسمبر میں مصر واپس آئے۔ ۱۹۱۲ء میں امریکہ گئے۔ ۱۵ردسمبر کو گریٹ برٹن گئے۔ لورپول، لنڈن، برسٹل، اڈنبرا پھرتے پھراتے پیرس میں واپس آگئے۔ پھر سٹکارٹ جرمنی میں گئے۔ پھر بوڈاپسٹ (ہنگری) اور ڈین (دارالخلافہ آسٹریا) مئی ۱۹۱۳ء کو مصر اور ۵ردسمبر ۱۹۱۳ء کو حیفا پہنچے اور ۲۵رنومبر ۱۹۲۱ء کو ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

۴...... قائد اعظم شوقی آفندی ربانی، نواسہ اکبر جن کو عبدالبہاء نے حسب وصیت اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ آپ حیفا (فلسطین) میں رہے۔ عربی، فارسی، ترکی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کے ماہر ہیں۔

تعلیمات

اسی رسالہ میں یہ تعلیمات شائع ہوئی ہیں کہ خدا کے مطلع کا پہچاننا فرض ہے۔ مظہر کی ملاقات خدا کی ملاقات ہے۔ کیونکہ وہ خدا کا نائب ہے۔ حقیقت خداوندی ادراک سے باہر ہے۔ خدا کے مظہر اوّل ازاول سے ہیں اور آخر تا آخر رہیں گے۔ مظہر کے احکام پر چلنا واجب ہے۔ کیونکہ ایمان واعمال لازم ملزوم ہیں۔ جس طرح انسان مختلف لباس بدلتا ہے۔ اسی طرح مصلحت وقتی سے دین الٰہی بھی مختلف رنگ بدلتا رہا ہے۔ اس لئے وحدت ادیان کا عقیدہ فرض ہوگا۔ یہ نہ کہو کہ میرا دین اچھا ہے اور تمہارا برا۔ سب پیغمبر اور اوتار ایک ہیں۔ سب میں ایک ہی روشنی ہے۔ فانوس مختلف ہیں۔ تم روشنی دیکھو فانوس کی رنگت کے عاشق مت بنو۔ اب بھی اگر کوئی نبی آجائے تو اسے بھی تسلیم کر لو۔ بنی نوع انسان سب مساوی ہیں۔ ایک ہی کنبہ کے آدمی ہیں۔ زن و مرد میں روح مساوی ہے۔ اس لئے تعلیم وتربیت اور مال میں بھی زن و مرد کے حقوق مساوی ہوں گے۔ بچوں کی تعلیم ابتدائی جبریہ ہے۔ ورنہ ان کو جاہل رکھنا قتل کرنے کے برابر ہوگا اور یہ گناہ قابل معافی نہیں۔ عبادت کی طرح کاروبار کر کے مال و دولت حاصل کرنا بھی فرض ہے۔ کیونکہ کسب مال عین عبادت ہے اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ گداگری کو بند کرو۔ کیونکہ وہ تباہ کن بجلی ہے اور افلاس

قہرالٰہی ہے۔ محتاج لوگوں کے لیے محتاج خانہ تیار کرو۔ جس میں ان کی پرورش کا انتظام ہو۔ تعصب مذہبی نے فساد قائم کیا ہوا ہے اور ناجائز کاموں کو حلال کر دیا ہوا ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ قومی، نسلی، وطنی، سیاسی رنگ وزبان کا رسم ورواج کا، شکل اور لباس اور اس قسم کے تمام تعصب چھوڑ کر ایک بن جاؤ۔ سب کی زبان اور خط ایک ہونا ضروری ہے۔ اس لئے اس پر نہ تو زبان جو اسی مقصد کے لئے بنائی گئی ہے سیکھنا ضروری ہے۔ مزدوروں کو سرمایہ داروں میں حصہ دار بناؤ۔ کیونکہ سرمایہ داری کا تعصب بہت خطرناک ہے۔ غریب مالداری حاصل کریں اور مالدار ان کو مالدار بنانے میں کوشش کریں۔ محکمہ کبریٰ قائم کرو۔ جس میں مختلف مذاہب کے فیصلے ہوا کریں۔ گاؤں کے نمائندے تحصیل میں آئیں۔ وہاں سے انتخاب ہو کر ضلع میں جائیں۔ پھر وہاں سے انتخاب ہو کر صوبہ میں جائیں۔ پھر وہاں سے انتخاب پا کر صدر مقام پر جائیں اور یہاں ہر ایک ملک کے نمائندے منتخب ہو کر مجلس بین الاقوام قائم کریں۔ اس کے فیصلے تمام اقوام کے لئے ناطق ہوں۔ تبلیغ مذہب میں تشدد نہ کرو۔ اگر کوئی نہیں سنتا تو اس کے حق میں دعا کرو۔ ورنہ چھوڑ دو اور لعن طعن نہ کرو۔ کیونکہ یہ بہت برا ہے۔ جنگ وجدال تو شیطان سے بھی نہ کرو۔ اپنے مذہب کا نمونہ بن کر تبلیغ کرو۔ جنگ کو قانون سے منع کرو۔ جنگ سے نہ روکو۔ کیونکہ خون کا دھبہ خون سے صاف نہیں ہوتا۔ تبلیغ کی راہ میں تکلیف پہنچے تو صبر کرو۔ شروع بلوغ سے نماز روزہ فرض ہے۔ بیمار اور بوڑھوں کو معاف، مریض، مسافر، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں روزہ نہ رکھیں۔ کسی انسان کے ہاتھ نہ چومو اور نہ ہی کسی کے سامنے اپنی برائیوں کا اظہار کر کے توبہ کرو۔ سونے چاندی کے برتن استعمال کر سکتے ہو اور کھانے میں ہاتھ ڈال کر نہ کھاؤ اور صفائی و پاکیزگی برتو۔ صبح وشام خدا کی آیات اس قدر پڑھو کہ تم پر بوجھ معلوم نہ ہو۔ منبر پر نہ چڑھو جو تمہارے سامنے آیات تلاوت کرے اس کو کرسی پر بٹھاؤ جو تخت پر رکھی ہوئی ہو اور باقی کرسیوں پر تم بیٹھو۔ بردہ فروشی بند کرو۔ وہ علوم اور زبان حاصل کرو جن سے روحانی یا جسمانی فائدہ ہو اور وہ علم نہ پڑھو جو حروف سے شروع ہو کر حروف پر ختم ہو جاتے ہیں۔ نئے موجد اور مفید کام کرنے والوں کی عزت تم پر فرض ہے۔ بحث ومناظرہ اور لفظی جنگ وجدال میں نہ پڑو۔ ریاکاری کی عبادت مقبول نہیں ہوتی۔ سننے والا بے رخی کرے تو نہ سناؤ۔ موت فنا کا نام نہیں بلکہ نقل مکانی کا نام ہے۔ مرنے کے بعد فوراً اجزا سے مل جاتی ہے اور روح کو اسی وقت ایک باقی رہنے والی شکل دی جاتی ہے کسی دور دراز زمانہ کا محتاج نہیں رہتا۔ موت کے بعد آرام پانا جنت ہے اور تکلیف میں رہنا دوزخ ہے۔ ان کا باعث اعمال نیک وبد ہیں اور امر حق پر ایمان لانا یا انکار کرنا تو گویا ابھی سے جنت ودوزخ شروع ہیں۔ مظہر الٰہی (نبی جدید) کا پیدا ہونا قیامت

ہے۔ اس پر ایمان لانے والے اپنی قبروں سے نکلنے والے ہیں۔ ندائے تبلیغی صور (قرنائے قیامت) ہے۔ شریعت اوّل کا رفع ہو جا کر آسمان کا ٹوٹ جاتا ہے اور نئی شریعت کا اجراء نیا آسمان ہے۔ پہلے نبی کی روشنی کم ہو جانا سورج کی سیاہی ہے اور نور ولایت کا روپوش ہو جانا چاند کی سیاہی ہے۔ علمائے امت کی گمراہی ستاروں کا ٹوٹنا ہے۔ احکام شریعت کی منسوخی سلطنتوں کے بربادی اور بڑوں کی پستی پہاڑوں کا اڑنا، مظہر امر پر ایمان لانے والے کامیابی کے جنت میں داخل ہوتے ہیں اور سرتابی کرنے والے ناکامی کے دوزخ میں رہتے ہیں اور یہی حساب کتاب ہے خدا کا عدل میزان ہے۔ نئی شریعت پل صراط ہے۔ جس سے لڑکھڑانا جہنم میں جانا ہے۔ قیامت کی یہی حقیقت ہے۔ باقی سب اوہام ہیں۔ اسی قسم کی قیامت صغریٰ ہر نبی کے وقت ہوتی رہی ہے۔ مگر قیامت کبریٰ جس میں اب ہم جا رہے ہیں۔ واقع ہو چکی ہے۔ کیونکہ باب اعظم نے دعویٰ کیا تھا تو نفخہ اولیٰ اور پہلا صور پھونکا گیا تھا اور بہاء اللہ نے امر اللہ کا اعلان کیا تھا تو دوسرا صور پھونکا گیا تھا جو کلام الٰہی اب نازل ہوا ہے۔ اس میں بار بار اس کو دہرایا گیا ہے۔ خدا کے مظہر کا دیدار خدا کا دیدار ہے۔ کیونکہ وہ آنکھوں سے دیکھا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ بہاء اللہ کی ہستی جلوہ گاہ الٰہی ہے۔ ایمان سے جلوہ نظر آتا ہے۔ انکار سے نظر نہیں آتا۔ قیامت کو جس ہیکل میں ظہور خداوندی لکھا ہے وہ ایسا مقام ہے جو کسی نبی کو نہیں ملا اور ظہور نبی یا ظہور رسول کے لقب سے ملقب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دور نبوت حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو چکا ہے اور اس دور جدید کے متعلق یہ حکم ہے کہ: ’’ھذا یوم اللہ لا یذکر فیہ الا ھو ‘‘ یہ خدا کا دن ہے۔ اس میں اس کے سوا کسی کا ذکر نہیں۔ حضرت بہاء کا قول ہے کہ اس مقام پر وجود انسانی بالکل بے نام و نشان ہے اور یہ مقام فنا فی النفس اور بقا باللہ کا مقام ہے۔ کوکب ۸ر ستمبر ۱۹۲۹ء میں ہے کہ یہود و نصاریٰ اور ہنود کے معابد میں جاؤ۔ کیونکہ سب کا دین ایک ہی ہے۔ اندھی تقلید چھوڑ دو۔ کیونکہ اس سے دل مر جاتا ہے اور نور تحقیق جاتا رہتا ہے۔ سلسلہ روایات آج سے بند ہے۔ کیونکہ اس سے انتظام معاشرت میں خلل پڑتا ہے اور دھڑے بندی پیدا ہوتی ہے۔ گندہ دہانی اور بدزبانی تحریری و تقریری قطعاً بند ہے۔ بعثت محمدی اس طرح پر ہے کہ:

’’ولئن قلت انکم مبعوثون لے بعثتم (ھود) ائذ امتنا وکنا ترابا ائنا لفی خلق جدید (رعد) بل ھم فی لبس من خلق جدید۔ نفخ فی الصور...... جأت کل نفس (زمر) ‘‘لوگوں سے کہا گیا کہ تم نئی نبوت کے دور میں ہو تو انہوں نے کہا کہ ہم پر جادو چلایا گیا ہے۔ کہا کہ جب ہم موت غفلت سے مر چکے ہیں تو کیا نئی نبوت کی ہستی میں ہم کو دھکیل دیا گیا ہے۔ نہیں نہیں ان پر یہ امر ابھی تک مشتبہ رہا ہے۔ حالانکہ نفخ صور ہو چکا اور ہر ایک نفس

حاضر ہو چکا ہے۔ بعثت بہاء یوں ہے کہ: ’’قال محمد ﷺ ان لکم یوم الفصل قال المسیح یحییٰ ابن ادم فی جلا له ویجزئی کلا با عماله (متی) الملائکة یجمعون الکفرة فی النار ویلتمع الصادقون فی الملکوت کالشمس (متی) قال بطرس هو زمان البهجة والنضارة ای دور البهاء وظهور الذی ذکره الانبیاء هو ظهور البهاء ‘‘ امراض اختلاف کا علاج ضروری ہے۔ تاکہ صحت وحدت حاصل ہو۔ گو اختلاف طبائع سے اختلاف رائے کا ہونا ضروری ہے۔ مگر یہ اختلاف رائے خدا تعالیٰ کو صرف اس حد تک منظور ہے کہ ان میں جنگ وجدال پیدا نہ ہو۔ ورنہ وہ سب اہل نار ہوں گے۔ بیان وحکمت کی تلوار نکال کر خدا کی راہ میں جہاد کرو۔ کیونکہ لوہے کی تلوار سے گلے کٹتے ہیں اور اس سے کٹے ہوئے گلے درست ہو جاتے ہیں۔ اس لئے قتال مطلقاً حرام ہے۔ خواہ تلوار سے ہو یا قلم اور زبان سے ہو۔ ’’لان الله یقول ان اللسان لذکری لا تلوثوه بالمنکرات والتکفیر والتلعین والشتم والجدال والقتال ‘‘ کوکب ۲۸؍ستمبر ۱۹۲۷ء میں لکھا ہے کہ لوگوں کے درمیان مال تقسیم کرو اور وراثت کی ترتیب میں وسعت دے کر تمام وارثوں پر مال تقسیم کیا جائے اور جو اس مال متروکہ پر سود حاصل ہوا ہو وہ فقراء اور مساکین کی معین تعداد پر تقسیم کیا جائے۔ نئی تحریک جب پیدا ہوتی ہے تو یوں سمجھو کہ خدا تعالیٰ اپنا کوئی نیا مظہر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جس کو نبی کہا جاتا ہے اور جس کا کام یہ ہے کہ وحشت سے نکال کر دنیا کو بام ترقی پر پہنچائے۔ وعظ کر کے مال مت کماؤ۔ کیونکہ ایسی کمائی بالکل حرام ہو چکی ہے اور کمائی کر کے پیٹ پالنا واجب ہو چکا ہے۔ عورتوں کو فلسفہ، تاریخ اور زمانہ کے علوم پڑھانے میں بہت زور دیا جائے اور کوشش کی جائے کہ قرۃ العین کے مرتبہ پر پہنچ جائیں۔ جس نے برقعہ اتار کر کمال دلیری کے ساتھ اپنے تبلیغی مناظروں میں مخالفین کو نیچا دکھایا تھا۔ کثرت ازدواج سے روکا جائے۔ منگنی کی رسم یوں ادا کی جائے کہ فریقین کو کچھ روز آزادی دی جائے تاکہ وہ ایک دوسرے کے حسن وقبح پر اطلاع پاسکیں۔ نکاح کے لئے صرف یہی لفظ کافی ہیں کہ: ’’نحن راضون بما رضی به الله ‘‘ ہم خدا کی مرضی پر راضی ہیں۔ صرف اتنا کہنے سے نکاح بندھ جائے گا۔ طلاق بالکل حرام ہے۔ ضرورت پڑے تو ایک سال تک یہ معاملہ زیر غور رہے تو پھر اگر رضامندی ہو جائے تو فبہا ورنہ خود بخود طلاق ہو جائے گی۔ یہ امر پایۂ یقین تک پہنچ چکا ہے کہ دنیا کی کوئی ابتداء نہیں ہے۔ اگرچہ ہر ایک قسم کی خاص خاص مخلوقات کی ابتداء ضرور ہے۔ مگر عام مخلوقات کی کوئی ابتداء نہیں ہے۔ ورنہ یہ لازم آئے گا کہ خدا کو کسی وقت اس حالت میں مانا جائے کہ وہ ہے اور مخلوق نہیں تو خلق کی صفت منفی ہونے

سے خود خدا کی نفی ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کے صفات بعینہ اس کی ذات ہیں۔ اس لئے صفات کی نفی سے ذات کی نفی ہو جائے گی۔ مظہر الٰہی کی شعاع کا حاصل کرنا دنیا میں جنت ہے اور اس سے محروم رہنا دوزخ ہے۔ جن کو قرب الٰہی حاصل ہے ان کی شفاعت ہوگی۔ کیونکہ اس دنیا میں گنہگار توبہ سے ترقی پاتا ہے اور دوسری دنیا میں کسی کی سفارش سے کمال تک پہنچ سکتا ہے۔ انسان بننے سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں ہے۔ مگر انسانیت کے مدارج بے شمار ہیں۔ بہائی مذہب کی جنتری میں انیس انیس دن کے انیس مہینے ہوں گے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ بہاء، جلال، جمال، عظمۃ، نور، رحمۃ، کلمات، کمال، اسماء، عزۃ، مشیۃ، علم، قدرہ، قول، سائل، شرف، سلطان، ملک، عطاء۔ تمام الہامی کتابیں حق ہیں۔ خواہ کسی مذہب کی ہوں۔ قدیم زمانہ کی آسمانی کتابوں میں مجاز اور استعارہ بہت استعمال کیا گیا ہے۔ جناب بہاء نے بھی اپنے الواح میں مجاز و استعارہ بہت استعمال کیا ہے۔ تو جو لوگ غور نہیں کرتے۔ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ بہائی مذہب کے اصول فطرت انسانی پر مبنی ہیں۔ سورہ احزاب اور سورۂ آل عمران میں مذکور ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے عموماً اور حضور علیہ السلام سے خصوصاً یہ عہد لیا گیا ہے کہ ایک نبی (بہاء اللہ) آنے والا ہے۔ اس کی تصدیق کرنا تم پر لازم ہے۔ ہر ایک نبی کے لئے ایک مدت مقرر ہوتی ہے اور جب دوسرا آتا ہے تو اس کی شریعت منسوخ ہو جاتی ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے جاری رہے گا۔ شریعت محمدی کا دور دورہ بہاء اللہ کے آنے سے ختم ہو گیا ہے۔ دور محمدی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ دوسرے انبیاء کے زمانہ میں نبی غیر تشریعی آتے رہے ہیں۔ ''یحکم بها النبییون'' مگر دور محمدی میں کوئی نبی نہیں آیا۔ ''لا نبی بعدی انا خاتم النبیین فسیکون خلفاء سیکون فی امتی دجالون کذابون کلهم یزعم انه نبی الله'' سورہ آل عمران و سورۂ احزاب میں دونوں میثاق تصدیق کے لئے مذکور ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک تو تصدیق کے لئے ہو اور دوسرا تبلیغ کے لئے۔ کیونکہ مشہور ہے کہ: ''القرآن یفسر بعضه بعضاً'' قرآن شریف اپنی مختصر عبارتوں کو خود ہی مفصل عبارتوں سے حل کر لیا کرتا ہے۔ اس لئے اگر ایک آیت میں میثاق کا ذکر مختصر ہے تو دوسری آیت اس کی تشریح کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ جب یہ قاعدہ ہے کہ تبلیغ اور تصدیق لازم و ملزوم ہوتے ہیں تو یہ فرق کرنا کہ ایک میثاق تبلیغ ہے اور دوسری میں میثاق تصدیق بالکل بے سود ہوگا۔ کوکب ۲۷ ستمبر ۱۹۲۹ء میں ہے کہ وضع قانون عوام کا حق ہے۔ بچپن میں نکاح نہ کرو۔ جناب بہاء اللہ نبی نہ تھے۔ کیونکہ نبوت کا دور آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر محمد خاتم النبیین ﷺ تک ختم ہو چکا ہے اور اب دور بہائی ہے۔ جس میں امر اللہ ظاہر ہوا ہے اور یہی یوم عظیم ہے۔ خدا نے ہیکل بہاء میں اپنا

ظہور کیا۔" بلا حلول و بروز "جس طرح وادیٔ مقدس میں ایک درخت پر ظہور کیا تھا اور اسی ظہور کی طرف ان آیات میں اشارہ بھی ہے کہ: "یوم یاتی اللہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الیٰ ربہا ناظرۃ "اس لئے جناب بہاء مظہر النبوۃ نہیں ہیں۔ بلکہ مظہر اللہ ہیں۔ جس کی خبر پہلے انبیاء دے چکے ہیں۔ جب انسان کہتا ہے کہ میں مجروح ہوں تو اس سے مراد جسمانی حالت ہوتی ہے۔ جب کہتا ہے کہ میں خوش ہوں تو اس کا تعلق روح سے ہوتا ہے اور جب کہتا ہے کہ: "انی اوحیت کذا وکذا "میں نے فلاں کی طرف وحی بھیجی ہے تو اس وقت اس فقرہ کا تعلق ذات باری سے ہوگا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ "وما رمیت...... بل د و قول رسول کریم"

کتاب اقدس ص۳۰ میں ہے کہ: "ان السجدۃ کانت لحضرۃ الغیب ولا یجوز السجدۃ لہیکل الظہور والافتوبوا ان اللہ غفور رحیم "اگر ہیکل ظہور کو سجدہ کیا جائے تو وہ در حقیقت ذات باری کو سجدہ ہوتا ہے۔ ورنہ صرف ہیکل کو سجدہ ناجائز ہوگا۔ بہاء اللہ کے بعد مظہر ثانی آیات بینات لے کر ایک ہزار سال بعد آئے گا تو اس وقت تعلیمات بہائیہ کی طرف لوگ خود بخود متوجہ ہو جائیں گے اور تمام فیصلہ جات بیت العدل سے کرائیں گے جو اس کام کے لئے بنایا گیا ہوگا۔ تم انبیاء کو تسلیم کرو۔ مگر احکام وہی واجب التعمیل سمجھو۔ جو بہاء اللہ نے جاری کئے ہیں۔ رسالہ پیام اسلام جالندھر ۷/اکتوبر ۱۹۲۱ء میں عبدالحق عباس مدیر رسالہ ہذا اور احکام بھی لکھتے ہیں کہ واحد کے اعداد ۱۹ ہیں۔ اس عدد کو قائم رکھتے ہوئے لکھا ہے کہ جو شخص کسی کو ایک قدم کا سفر بھی جبراً کرائے یا بلا اجازت اس کے گھر میں داخل ہو جائے یا اس کا مال بلا اجازت اپنے قبضہ میں کر لے تو انیس روز اس کی بیوی اس پر حرام رہے گی۔ جو شخص کسی کو ایک سال تک ستاتا رہے۔ وہ اپنی ایذا رسانی سے باز آ جائے۔ ورنہ ۱۹ دن اس پر اپنی بیوی حرام ہو جائے گی۔ توبہ کرے تو بہتر ورنہ جس کو ستاتا ہے۔ اسے ۱۹ مثقال سونا دینا ہوگا۔ جو شخص کسی کو حبس میں رکھے تو اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی تو پھر اگر اس بیوی کو اپنے گھر لانا چاہئے تو ۱۹ ماہ تک فی ماہ انیس انیس مثقال جرمانہ ادا کرے۔ ورنہ وہ ایمان سے خارج کر دیا جائے گا اور کبھی داخل نہ ہوگا اور نہ ہی توبہ منظور ہوگی۔ کتاب اقدس میں لکھا ہے کہ انیس آدمیوں کی ضیافت ۱۹ روز کرو۔ اگرچہ تمہارے پاس کچھ بھی نہ رہ جائے۔ ایسے کپڑے نہ پہنو کہ جن سے تمہارے بچے ڈر جائیں۔ غیر کا خط نہ پڑھو اور نہ دیکھو۔ جس زبان میں خط لکھا ہوا ہو۔ اسی زبان میں جواب لکھو۔ بھول جاؤ تو آسان زبان میں لکھو۔ جو خط کا جواب نہیں دیتا یا اسے پھینک دیتا ہے وہ مذہب سے خارج ہوگا۔ بھیک مانگنا حرام ہے اور بھیک مانگنے والوں پر دنیا بھی حرام ہے۔ شادی کے موقع پر ریشم کے سوا

دوسرا کپڑا نہ پہنو۔ مسکرات سے کنارہ کشی فرض ہے۔ چہرہ کو بال سے صاف رکھو تا کہ فطرتی خوبصورتی سے بڑھ جاؤ۔ پردہ اٹھادو اور عورتوں کو وہاں لے جاؤ۔ جہاں تم جاتے ہوتا کہ وہ بھی قوم کی رہبری کریں۔ (یہ مسائل بھی ان کی طرف منسوب ہیں) کہ نو رکعت نماز فرض ہے۔ دو صبح، دو مغرب اور پانچ پچھلی رات کو۔ نماز جنازہ چھ رکعت ہے۔ نماز کسوف وخسوف منسوخ ہیں۔ نماز جنازہ کے سوا جماعت کی ضرورت نہیں۔ عید نوروز کا روزہ فرض ہے۔ راگ سننے میں کوئی حرج نہیں۔ خروج منی سے غسل واجب نہیں۔ کوئی چیز نجس نہیں۔ مشرک بھی نجس نہیں۔ میت کو ریشم کے پانچ کپڑوں میں لپیٹو یا کم از کم ایک میں۔ مہینے میں کم از کم ایک دفعہ ضیافت ضرور کرو۔ اگر چہ پانی ہی سے ہو۔ میت کو اتنی دور نہ لے جاؤ کہ گھنٹہ سے زائد وقت لگ جائے۔ وضو اور سجدہ معاف ہیں۔ بہاء اور جلال میں عید کرو۔ البیان کے سوا کوئی مذہبی کتاب نہ پڑھو۔ نماز جمعہ حرام ہے۔ نکاح میں والدین سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ روزے ۱۹ ہیں۔ قبلہ عکاء ہے۔ البیان قرآن سے افضل ہے۔ بیت اللہ شریف گرا کر شیراز میں مکان خرید سکتے ہو۔ مردے کو سونے کی انگوٹھی اور ہیکل پہناؤ۔ کتاب مبین میں ہے کہ اگر بہاء نہ ہوتا تو کوئی صحیفہ آسمانی نازل نہ ہوتا۔ کیونکہ آپ سلطان الرسل اور محبوب رب العالمین ہیں۔ گالیاں دینے والے کو ۵۰ مثقال جرمانہ لگاؤ۔ ہر ایک شہر میں بیت العدل قائم کرو۔ تا کہ تعلیم علم ہو۔ (کوکب ۹ر مارچ ۱۹۲۷ء میں ہے کہ) یہودی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی کو سانپ بنایا۔ من وسلویٰ اتارا اور ہاتھ سے روشنی نکالی۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردہ زندہ کئے۔ مادرزاد اندھے بینا کئے۔ کوڑھیوں کو اچھا کیا۔ سمندر کو ڈانٹ دکھائی تو ساکن ہو گیا اور خود قبر سے زندہ ہو کر نکلے اور مسلمان کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے چاند دوٹکڑے کیا۔ براق پر سوار ہوئے۔ رفرف پر چلے اور گوہ اور پتھر سے کلام کیا اور کلمہ توحید کہلوایا۔ مگر یہ معجزہ نہیں ہے بلکہ معجزہ یہ ہے کہ اپنے دعاوی میں دشمنوں پر فتح حاصل کی جائے۔ جیسا کہ بہاء اللہ نے کر دکھایا ہے۔ (کوکب ۱۷ر مارچ ۱۹۱۷ء) میں ہے کہ انسان کی روحانی ترقی ہفت عالم میں ہوتی ہے۔ (جس کو ہفت منزل ہفت بحر ہفت آسمان ہفت شہر یا ہفت درجات بھی کہتے ہیں) گویا یوں سمجھو کہ انسان کی روح پر گنڈھے کی طرح سات پردے آئے ہوئے ہیں۔ جوں جوں پردے اترتے ہیں الوہیت کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے تو پہلی دنیا عالم ناسوت ہے۔ جس میں کھاتا پیتا ہے اور مرتا جیتا ہے۔ اس کے بعد دوسری دنیا عالم مثال ہے۔ اس میں اس کو وہ شفاف اور نورانی جسم دیا جاتا ہے۔ جو اس وقت بھی اس کے اندر پوشیدہ طور پر موجود ہے۔ مگر زندگی کے بعد موت آنے پر جب بیرونی جسم چھوڑتا ہے تو اب عالم مثال کے نورانی جسم

کے اندر روح رہنے لگتی ہے۔ تیسری دنیا عالم روح ہے۔ جب انسان یہاں پہنچتا ہے تو دنیاوی تعلق نہیں رہتے اور بجلی کی طرح تمام دنیا کی سیر کر سکتا ہے اور دریافت کرنے میں اس کو کسی عضو یا آلہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ چوتھی دنیا عالم نور ہے۔ جس میں پہنچ کر جمال الٰہی کے نور میں غرق ہو جاتا ہے۔ پانچویں دنیا عالم صفات ہے۔ اس میں خدا کا چہرہ دیکھتا ہے۔ چھٹی دنیا عالم حرارت ہے۔ جس میں الوہیت کی گرمی محسوس کرتا ہے۔ گویا یوں سمجھو کہ الوہیت کے دروازے پر بیٹھا ہوا ہے۔ ساتویں دنیا عالم اختلاط ہے۔ اس میں انسان اور خدا آپس میں مل جاتا ہے اور اپنی شخصیت بھی ضائع نہیں کرتا۔ جیسے کہ لوہا آگ میں اپنی شخصیت قائم رکھتے ہوئے آگ بن جاتا ہے۔ ان سات دنیا کی سیر زندگی میں ہی ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ کسی نبی وقت کی تابعداری کی جائے۔ روح شیشہ ہے۔ جس پر غبار پڑا ہوا ہے۔ تم اسے صاف کر کے ملکوت کی دریافت پر قادر ہو سکتے ہو۔ عبدالبہاء کا قول ہے کہ اگر تم انبیاء کی پیروی نہیں کرو گے تو ہم کہیں گے کہ تم ان کو مانتے ہی نہیں۔ بحوالہ مذکور (کتاب مبین ص۶۷) میں ہے کہ کیا لوگوں نے ہم کو اس لئے نظر بند کیا کہ ہم تجدید دین کے لئے کھڑے ہوئے تھے؟ اگر تجدید قابل اعتراض تھی تو انجیل یا تورات کو کیوں چھوڑ دیا تھا؟ اگر تجدید جرم تھا تو ہم سے پہلے خود حضورﷺ اس کے مرتکب ہو چکے ہیں اور آپ سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس جرم سے ملوث ہو چکے ہیں۔ اگر اعلائے کلمۃ اللہ جرم ہے تو ہم سب سے اوّل اس جرم کے اقبالی ہیں۔ تجدید شریعت کے منکر یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ ’’ما یاتیھم من ذکر محدث...... قالوا ید اللہ مغلولۃ (ای ینجل فی تجدید الشرائع) یمحو اللہ ما یشاء...... یفعل اللہ ما یشاء...... لا تبدیل لکلمات اللہ...... مانفدت کلمات اللہ...... عندہ ام الکتاب‘‘ جو شخص کتاب اقدس یا ایقان اور کتاب مبین یا بیان کو معترضانہ حالت میں پڑھے گا نقصان اٹھائے گا۔ ’’لا یزید الظلمین الاخسارا‘‘ اور جو شخص صدق دل سے پڑھنا چاہے تو اس پر فرض ہے کہ پہلے اپنا دل صاف کرے تاکہ اس میں معارف کی تصویر صحیح طور پر آسکے ورنہ ہاتھ بھی نہ لگائے۔ ظہور بہاء کی طرف اس قسم کی آیات میں اشارہ ہے۔ ’’ففزع من السموات...... کل اتوہ داخرین...... وجوہ یومئذ ناضرۃ...... وجوہ یومئذ باسرہ...... انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون‘‘ (نکتۃ الکاف ص۲۰۵) میں ہے کہ واقعہ کربلا کو واقعہ مازندران نے مٹا دیا ہے۔ کیونکہ مقابلۃً اس میں وہ مصائب پیش آئے ہیں جو اس میں نہیں تھے۔ کیونکہ اوّل اہل کربلا را بہشت نشان سے دادند وایشانرا مجال چون و چرا نبود۔ دوم قتیل اوشان گفت اور کنی یا ابا عبداللہ پس ملاطفت نمودز۔ وایشاں دیدند کہ سید الشہداء را حضرت

قدوس باسر عصا پرت دادند۔ سوم اسیری زنان اوشان بعد ممات بود واسیری زنان ایشاں درحیات۔ چہارم اوشاں راغربت دہ روز بود وایشاں راغربت نہ ماہ۔ پنجم اوشاں راقتال باعداء یک شب ونصف روز بود وایشانرا نوزدہ روز۔ ششم اوشانرا سہ شبانروز نعش ہا بصحرا بود۔ پس زنان بنی اسد دفن نمودند ایشانرا دفن نہ نمودند۔ ہفتم اوشانرا در لشکر اعداً ہفتاد ہزار حامل قرآن بودند وایشانرا کسے حامل قرآن در لشکر اعدأ نبود۔ ہشتم مردان اوشانرا اسیر نہ نمودند وایشانرا (مرداں را) اسیر نمودند وکلاہ کاغذی بسر ایشاں نہادہ شماتت نمودند نہم دشمناں اوشانرا بمردانگی شہید نمودند وایشانرا بنامردی شہید کردند۔ دہم اوشاں بظاہر شریعت دعوت نمودند وایشاں یعنی حضرت بباطن شریعت دعوت نمودند۔ یازدہم اوشان قوت یافتند وایشاں نوزدہ روز قوت نیافتند۔

ڈاکٹر براؤن مقدمہ الکتاب میں لکھتا ہے کہ: ''باب اولاً باب بودند در سنہ۔ دوم ذکر گشتند وعنوان باب بمحمد حسین بشروی عطاء کردند ونام خود ہم عطا نمودند پس محمد حسین محمد علی نامیدہ شد۔ بعد از شہادت ایشاں مقام بابیت ورکن رابع ومنصب سید الشہداء بجناب حسن رسید۔ عمر عالم باب سال بود درجات ترقی ومعرفت ایں ست اوّل علو عارف از معروف۔ دوم علو معروف از عارف وہو مقام الطیلۃ۔ سوم تساوی درمیان عارف ومعروف۔ چہارم اتحاد درمیان عارف ومعروف۔''

نفس کے درجات بھی چار ہیں۔ اوّل نفس ملہمہ جس کا ادراک شک ہے۔ دوم نفس لوامہ جس کا ادراک ظن ہے۔ سوم نفس مطمئنہ جس کا ادراک یقین ہوتا ہے۔ چہارم نفس امارہ جس کا ادراک جہالت ہے۔ یقین تین قسم ہے۔ علم الیقین۔ عین الیقین اور حق الیقین۔ علی محمد باب کے نام یہ ہیں۔ واسطہ باب اوّل۔ قائم، ذکر، ذات حروف سبعہ، مہدی، نقطہ اور اعلیٰ، حسین علی اور مرزا یحییٰ سوتیلے بھائی تھے۔ حسین علی کے نام یہ ہیں۔ بہاء اللہ نوری، مازندرانی اور وحید اوّل اور مرزا یحییٰ کے نام یہ ہیں۔ صبح ازل، باب دوم کیونکہ باب اوّل کے بعد پانچویں سال ظہور کیا تھا۔ اسم الوجود اور وحید ثانی۔ ''نور یشرق من صبح الازل فیلوح علی ھیا کل التوحید اثارہ'' حضرت قدوس کہ ۳۱۳ تن بنصر تش بود اسم او اسم نبوت واسم ولایت است یعنی محمد علی۔'' من كلام المعصوم كلامنا صعب مستعصب لا يتحمله ملك مقرب ولا نبی مرسل ولا مؤمن مستحن وفی رواية لا يحتمله الا ...... '' کوکب ۲۰/ اگست ۱۹۲۹ء میں عبدالبہاء کا قول مذکور ہے کہ ہمیں آسمان کی زبان اور روح کی زبان سے بولنا چاہئے۔ یہ زبان ہماری زبان سے ایسی مختلف ہے۔ جیسے یہودیوں کی زبان ہماری زبان سے مختلف ہے۔ روح کی

زبان کے ساتھ ہم خدا سے باتیں کرتے ہیں۔ نماز قطعاً فرض ہے۔ انسان کسی بہانہ سے بھی اس سے معاف نہیں کیا گیا۔ البتہ اگر اس میں کوئی دماغی فتور ہو یا کوئی اور نا قابل گذر عذر اس کی راہ میں ہو۔ مقام بھجی شہر عکہ سے چار میل باہر ہے اور کرمل کے پاس ہے۔ اس میں دو سال آپ نظر بند رہے۔ شاہوں کے شاہنشاہ، موعود کل ادیان، انسانی شکل میں شمس حقیت کے مظہر ۷۵ سال تک زندہ رہے اور ۱۸۹۲ء میں وفات پائی۔ کوکب ۲۲ر نومبر ۱۸۲۹ء میں جناب بہاء اللہ کا قول یوں مذکور ہے کہ روپیہ اور چاندی سونے کا سود حلال طیب اور پاک ہے تا کہ مخلوق خدا کی یاد میں مشغول ہو۔ شریعت بہائیہ کے مطابق ہر شخص آزاد ہے کہ وہ اپنی حین حیات میں جس طرح چاہے اپنی ملکیت کا انتظام کرے۔ ہر شخص پر فرض ہے کہ وصیت نامہ لکھ کر تیار رکھے۔ اگر کوئی بلا وصیت مرجائے تو اس کی جائیداد اولاد، شوہر یا بیوی، باپ، ماں، بھائی، بہن اور استاد کے درمیان مخصوص مناسبت سے تقسیم کر دیا جائے۔ اگر ایسا کوئی وارث نہ ہو تو وہ مال بیت المال میں داخل کرو۔ جو غریبوں، یتیموں اور رفاہ عام کے کاموں میں خرچ ہوگا۔ اگر صرف ایک شخص کے لئے وصیت ہو تو بھی جائز ہے۔ کوکب ۲۲ر نومبر ۱۹۲۹ء میں ہے کہ تربیت کے لئے نمونہ زیادہ موثر ہے۔ والدین، استاد اور دوستوں کا چال چلن اہم عنصر ہے۔ مظہر الٰہی اعلیٰ معلم ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے کلمات بہائیہ سکھائے جائیں۔ ان کو الواح الرحمٰن یاد کراؤ تا کہ وہ مشرق الاذکار میں اپنی سریلی آواز سے پڑھیں۔ برے کام کا انجام بھی برا ہے۔ لیکن ہیئت اجتماعیہ کو تحفظ و مدافعت کا حق حاصل ہے۔ اخلاق اچھے ہوں تو انتقام کی ضرورت نہیں رہتی۔ (کوکب ۲۵ر اپریل ۱۹۲۵ء ص ۱۲) میں ہے کہ امر یعنی بہاء اللہ اور یکہ بمعنی اتحاد۔ یعنی جب بہائی تعلیم امریکہ میں پہنچے گی تو اتحاد پیدا ہو جائے گا اور یہی امریکہ کی وجہ تسمیہ ٹھہری۔

۶...... صداقت بابیت و بہائیت

بابی اور بہائی اپنی صداقت یوں پیش کرتے ہیں کہ اوّلاً تورات میں ظہور امام کا وقت یوم اللہ اور یوم الرب ظہور ایلیاء اور ظہور اللہ مذکور ہے۔ انجیل میں اس کو یوم الرب، ظہور یحییٰ اور ظہور ثانی بتایا گیا ہے۔ قرآن شریف میں یوم القیمۃ، یوم الساعۃ، یوم الجزاء اور یوم الدین کہا گیا ہے۔ احادیث میں ظہور مہدی اور قیام روح اللہ لکھا ہوا ہے اور کلام ائمہ میں ظہور اوّل (باب) اور ظہور ثانی (بہاء حسین نوری) آیا ہے۔ ثانیاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوم اللہ یعنی ظہور امام کی ۱۵۰۰ سال پہلے انجیل میں خبر دی تھی تو حضرت مسیح ارض مقدس میں پیدا ہوئے اور انہوں نے دعوت دی کہ: ”توبوا الی اللہ قد اقترب ملکوت اللہ“ ۶۲۰ سال گذرے تو حضور خاتم

المرسلین ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ: ''اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ ۰ اقترب للناس حسابھم ۰ انا علی نسم الساعۃ '' اور اس کے وعدے کے مطابق ۱۲۶۰ھ حضرت باب شیرازی پیدا ہوئے۔ آپ نے سات سال دعوت دی کہ: ''بشری بشری صبح الھدی قد تنفس '' اور الواح مقدسہ سے دنیا کو آگاہ کیا اور چونکہ یہ وارد تھا کہ: ''لا بدلنا من اذربجان '' تو حکومت وقت نے قید کے بعد آپ کو تبریز میں شہید کیا۔ (تو وفات پائی) آپ کے بعد قصبہ نور سے مرزا حسین علی الملقب بہاء اللہ الاقدس الٰہی مسیح موعود ظاہر ہوئے اور حکومت ایرانی و ترکی نے آپ کو عکا شہر میں ۲۴ سال تک نظر بند رکھا تو احادیث کا مفہوم صادق ہوا کہ ظہور امام عکا ہے۔ آپ نے الواح مقدسہ سے تبلیغی احکام شاہان وقت کے نام بھیجے اور کتاب اقدس نازل ہوئی۔ جس میں موجودہ علم وعمل کی تلقین کی گئی اور اسلام سے سبکدوش کر دیا۔ تب یہ وعدہ پورا ہوا کہ: ''تری الارض غیر الارض ۰ اشرقت الارض بنور ربھا ۰ لکل امرئ منھم یومئذ شان یغنیہ '' اخیر عمر میں کتاب عہد اقدس لکھی اور ۲/ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ، ۱۸۹۲ء میں شہادت پائی۔ ''ثالثاً الم لا الہ الا اللہ '' میں امام حسنؓ ظاہر ہوئے۔ ''المص '' میں سفا پیدا ہوا۔ ''المر '' کے شامل ہونے پر ۱۲۷۱ھ کو حضرت باب ظاہر ہوئے۔ جو حروف مقطعات بلا تکرار جمع کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ رابعاً ۲۲۶ کو حسن بن علی امام عسکری پوشیدہ ہوگئے۔ ''فلا اقسم بالکنس '' کا اشارہ آپ کی طرف ہی ہوا تو آپ کے بعد اختلاف پیدا ہوگیا۔ حدیث میں ہے کہ لوگ امام کو بوڑھا سمجھیں گے۔ مگر آپ عند الظہور جوان ہوں گے۔ امام جعفر صادقؒ کے نزدیک آپ کی عمر ۴۵ سال ہوگی۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ مشرقی ستارہ کی تابعداری کرو۔ تمہیں منہاج رسول پر چلائے گا اور تم سے شریعت اسلام کا بوجھ اتار دے گا۔ سرگین چشم درمیانہ قد، تن اور رخسار پر خال سیاہ مشرق سے نمودار ہوگا اور شہر عکا میں قیام کرے گا۔ ظلمت کو دور کرے گا۔ نئی روشنی پھیلائے گا اور علم وفضل سے لوگوں کو مالا مال کر دے گا اور اپنی کتاب سے اس قدر قلوب کی اصلاح کرے گا کہ قرآن سے نہیں ہوسکی۔ آپ کے حواری اہل عجم ہوں گے۔ مگر عربی میں کلام کریں گے۔ آپ کا محافظ خاص وزیر ہوگا جو اس قوم سے نہ ہوگا۔ سب قتل ہوں گے۔ آپ کا نزول مرج عکا میں ہوگا۔ کتاب الغیبۃ میں ہے کہ امام کا ظہور گھنے درختوں میں ہوگا۔ جو بحیرہ طبریہ کے کنارے پر ہوں گے۔ عکا بھی بحیرہ طبریہ کے پاس ہی نہر اردن کے پاس واقع ہے۔ جو ہیرودس نے نکالی تھی اور شہر طبریہ ارض مقدس میں ہے۔ یہ ملک کثرت نباتات سے بلاد سوریہ کہلاتا ہے۔ خامساً تورات میں مقام بیعت جبل کرمل بیت المقدس کے پاس مذکور ہوا ہے۔ جس کی طرف

''یوم ینادی المناد من مکان قریب''میں اشارہ ہے تو روح اللہ عکا میں تھے اور ندا مہدی حضرت باب میں تھی۔ علامہ مجلسی اپنی کتاب بحار میں لکھتے ہیں کہ اہل اسلام امام کے ساتھ ان کفار سے بھی بڑھ کر بدسلوکی کریں گے۔ جو انہوں نے حضور علیہ السلام سے کی تھی۔ کافی میں ہے کہ: ''به کمال موسیٰ وبها عیسیٰ وصبر ایوب ''امام کے حواری مقتول ہوں گے۔ ذلیل ہوں گے اور ان کے خون سے زمین رنگین ہوگی۔ وہی خدا کے پیارے ہیں اور''اولئك هم المهتدون حقا''حسن بن علی فرماتے ہیں کہ اس وقت منہ پر تھوکا جائے گا۔ لعنتیں برسائی جائیں گی۔ امام ابوجعفر کا قول ہے کہ اہل حق چھن چھن کر صاف رہ جائیں گے تو امام کے اصحاب بنیں گے اور خدا کے نزدیک عزت پائیں گے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ:''کما بداکم تعودون ''اہل حق ابتدائے اسلام میں مظلوم تھے۔ اخیر میں بھی مظلوم ہی ہوں گے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ:''حجة الله ''ہمیشہ موجود ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو دنیا غرق ہو جائے۔ مگر لوگ اسے نہیں شناخت کرتے اور برادران یوسف علیہ السلام کی طرح حجۃ اللہ ان کو شناخت کرتے ہیں۔ کافی اور کتاب البحار میں ہے کہ امام دعوت جدیدہ (کتاب اقدس) دے گا۔ جیسے کہ حضور علیہ السلام نے دعوت جدیدہ (قرآن) پیش کی تھی۔ ذیل کی تحریرات بھی اس کی مؤید ہیں۔''یخالف فی احکامه مذهب العلماء (یواقیت) بنا یختم الله الدین کما فتح بنا (ملا علی قاری) یختم به الدین کما فتح بنا (مشارق الانوار) یقوم القائم بامر جدید علی العرب شدید۰ یبایع الناس بامر جدید وکتاب جدید وسلطان جدید من السماء (ابونصیر فی البهاد) اوّل من یتبعه محمد وعلی الثانی (مجلسی) ''اب یہ کہنا کہ ختم رسالت اور انقطاع وحی اسلامی عقیدہ ہے غلط ہوگا۔ کیونکہ یہ تحریرات اس کی تردید کر رہی ہیں۔ سادسا کاہنوں سے عہد نمرود میں نجم خلیل کی خبر دی تھی۔ (ابن اثیر) اور عہد فرعون میں نجم موسیٰ کی (مثنوی مولانا روم) یہودیوں اور مجوسیوں نے نجم المسیح کی (انجیل) یہودیوں اور چند آدمیوں نے''نجم احمد خاتم المرسلین علیه السلام''کی اور نجومیوں اور دو معتبر عالموں نے نجم القائم کی خبر دی ہے۔ جن کے نام نامی یہ ہیں۔ شیخ احمد احسائی اور سید کاظم رشتی۔ انہوں نے ولادت امام سے پہلے ہی بتا دیا تھا۔ تیمور خوارزمی کا قول ہے کہ جو ستارے ۱۲۳۰ھ سے ۱۲۵۰ھ تک نمودار ہوئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انقلاب عظیم ہوگا۔ مرزا آقا خاں منجم منوچہر کا قول ہے کہ ایک آدمی پیدا ہوگا جو شریعت جدیدہ کی دعوت دے گا۔ سابعاً سریانی زبان قدیم ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی زبان بھی یہی تھی۔ مذہب صابی حضرت

شیث علیہ السلام سے منقول ہے۔ یہی دین اقدام الادیان ہے۔ اس میں کمزوریاں پیدا ہوگئی تھیں تو ان کے رفع کرنے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ پھر کمزوریاں پیدا ہوئیں تو حضرت ختم المرسلین تشریف لائے۔ اخیر زمانے میں جب اس دین میں تاثیر نہ رہی تو حضرت بہاء تشریف لائے اور کتاب اقدس کی تعلیم دی۔

”قال فی عمدة التنقیح فی دعوة المهدی والمسیح یدبر الامر (الاسلام) من السماء الیٰ الارض (ینزله من السماء) ثم بعد المائتین یرجع (ذلك الدین) الیه فی یوم كان مقداره الف سنة مما تعدون (ای یشرع رفع الدین) بعد ۲۶۰ اذهوزمان اختفاء الامام الیٰ سنة ۱۲۶۰ھ لا تحرك به لسانك الایة فالمراد فیه بالبیان الحدیث اذبه فصل القرآن ثم صار تكمیل الحدیث الیٰ ۲۶۰ھ (وهو زمان تصنیف صحیح المسلم) فشرع زمان الرجوع الیٰ الالف فتم التدبیر والرجوع الیٰ ۱۲۶۰ھ وهو زمان ظهور الباب من آل فارس (وهو الشیراز) حیث جبل بینتون ویقال له مطلع العلوم ومطلع اهل فارس اذلا یبقے من الاسلام الا رسمه ولا من القران الا اسمه وفے الحدیث اقرء والقران قبل ان یرفع فنا له رجل من الثریا۔ وفی الحجج المراد بقوله علیه السلام الایات بعد المائتین اما ایات صغری وهی شرور حدثت فی الاسلام واما ایات كبریٰ بعد الالف ای فی المایة الثالثة عشر۔ قال ابوالبركات فی كتابه التوضیح هذه الایات تقع فی المائیة الاخیرة من الیوم الذی وعدبه علیه السلام امة بقوله ان صلحت امتی فلها یوم وان فسدت فلها نصف یوم من ایام الرب وان یوما عند ربك كالف سنة مما تعدون هكذا فی الجواهر ثم قال المجلسی ان لكل امة مدة معلومة تنتقی بعدها لقوله تعالیٰ لكل امة اجل فاذا جاء اجلهم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون وهی لهذه الامة الف سنة لقوله تعالیٰ یدبر الامر الایة۔ ولما مضی ۲۶۰ الیٰ زمان الامام العسكریؒ حسن بن علی وغاب عن الناس وظهرت الفتن بعده فظهر القائم بعده بعد یوم الرب لے الف سنة ۱۲۶۰ھ والیه نظر قوله تعالیٰ ویستعجلونك بالعذاب اذ قالوا ان كان هذا هو الحق من عند ربك فامطرعلینا حجارة من السماء اوأتنا بعذاب الیم فقال لهم الله تعالیٰ لكم

میعاد یوم لا تستاخرون منه ساعة ولا تستقدمون قال الآسی هذه الاستد لالات وانکانت علی غیر شیئے لکنها عند الخصم علی شئی خطیر''

۷......اقتباس از کتاب مستطاب ایقان

''بسم الله العلی الا علیٰ ۰ العباد لن یصلوا الیٰ العرفان الا بالا نقطاع عن الکل ۰ قدسوا انفسکم لعل تصلن الیٰ مقام قدر الله وتدخلن فی سرادق جعله الله فی سماء البیان مرفوعا''غیر کی بات پر کان نہ دھروتا کہ معرفت حاصل ہو۔ کیونکہ مباحثہ سے کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ دیکھو پہلے لوگ منتظر تھے کہ جمال موعود نظر آئے۔ مگر موقع آیا تو سب نے تکذیب کی۔''ما یاتیهم من رسول الا کانوا به یستهزؤن (یٰسین) وهمت کل امة برسولهم لیاخذوه (مومن)''سورہ ہود میں غور کرو تو معلوم ہوجائے گا کہ نوح علیہ السلام نے ۹۵۰ سال نوحہ کیا۔ مگر کسی نے نہ مانا۔ بلکہ مارنے کو آئے۔''کلما مر علیه قوم سخروا منه (هود)''جب آپ اپنے تابعداروں کی فتح مندی کا وعدہ کرتے تو بدا (تبدیلی مشیت ایزدی) کا ظہور ہوجاتا تو تابعدار بگڑ جاتے۔ چنانچہ آپ کے تابعدار صرف چالیس یا بہتر (۷۲) تک رہ گئے۔ آخرالامر آپ نے بددعا کی کہ:''رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیاراً (نوح)''اور بدا میں حکمت یہ تھی کہ سچے اور جھوٹے تابعدار ممتاز ہوجائیں۔''احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وهم لا یفتنون (عنکبوت)''اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام سات سو آدمی یا کم وبیش کی دعوت توحید میں ایک سو سال تک مصروف رہے۔ مگر آپ کو بھی تسلیم نہ کیا گیا۔''لا یزید الکفرین کفرهم الا خسارا (فاطر)''تو وہ عذاب صیحہ (آسمانی گونج) سے ہلاک ہوگئے۔ پھر جناب ابراہیم علیہ السلام سے بھی ایسا ہی ہوا۔''الا الذین عرجوا بجناحی الایقان الیٰ مقام جعله الله عن الادراک مرفوعاً''آپ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے امر اور ید بیضائے معرفت کے ساتھ کوہ فاران محبت اور ثعبان قدرت کے لئے ظہور کیا۔ مگر فرعون نے آپ کی تکذیب کی اور ایک مومن نے کہا کہ:''اتقتلون رجلا ان یقول ربی الله (مؤمن)''تو اس کو بھی مار ڈالا۔ غور کا مقام ہے کہ گو ہر نبی نے بعد میں آنے والے نبی کی بشارت دی۔ مگر لوگ مخالف رہے۔''افکلما جاء کم رسول بما لا تهوی انفسکم استکبرتم (بقره)''اور کیوں مخالف رہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ اتمام حجت نہیں ہوئی تھی تو صاف جھوٹ ہے۔ کیونکہ یہ

ممکن نہیں کہ خدائے تعالیٰ اتمام حجت کے بغیر کسی شریعت کا حکم دے۔ بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے علمائے مذہبی کی پیروی میں ڈوب کر حالات حاضرہ پر روشنی ڈالنے کی تکلیف گوارا نہ کی تھی۔ ورنہ وہ ضرور ایمان لے آتے۔ کسی کو حب ریاست مانع تھی۔ کوئی اپنے علم پر نازاں تھا اور بہت سے لوگ جاہل تھے۔ اس لئے ان کی میزان عقل میں انبیاء کا ظہور ناممکن تھا اور جس نے دعویٰ کیا اس کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ علمائے عصر کے متعلق سنئے۔ ''یا اهل الکتاب لم تکفرون بایات الله وانتم تشهدون (آل عمران) '' تاریخ شاہد ہے کہ صراط مستقیم سے روکنے والے علمائے عصر ہی تھے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ تاویل کلمات مظہر الٰہی کے سوا دوسرا کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا۔ ''وما یعلم تاویله الا الله والراسخون فی العلم (آل عمران) '' چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو یہود نے کہا کہ ظہور مسیح کی علامات پوری نہیں اتریں اور اس نے طلاق اور سبت کو منسوخ کر دیا ہے۔ حالانکہ تورات پر عامل ہونا اسے ضروری تھا۔ آج تک اسی وجہ سے ظہور مسیح کے قائل ہیں۔ کیا معلوم کہ ان کا خیالی مسیح کب نازل ہوگا؟ درحقیقت یہود خود تورات نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے ''لقاء الله '' سے محروم ہو گئے۔ ہم اس مسئلہ کو ایک صاحب کی درخواست پر عربی میں ظاہر کر چکے ہیں اور اب فارسی میں ظاہر کرتے ہیں۔ ''لعل یجری من هذا القلم ما یحییٰ به افئدة الناس '' جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا سے رخصت ہونے لگے تو فرمایا کہ میں پھر آؤں گا اور یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد ایک اور آئے گا جو میری تعلیم کو مکمل کر دے گا۔ درحقیقت دونوں کلام کا مطلب ایک ہی ہے۔ کیونکہ آپ کے بعد جب جناب خاتم النبیین تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ میں تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور میرا نام عیسیٰ ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی کا معنی آپ کا ظہور ہی تھا۔ کیونکہ دونوں قائم بامر اللہ تھے اور دونوں ہی ناطق بذکر اللہ تھے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر سورج کہے کہ میں پھر آؤں گا یا یوں کہے کہ کل اور سورج نکلے گا تو دو عبارتوں کا مفہوم یہی ہوتا ہے کہ سورج ایک ہی ہے اور صرف مطلع میں فرق ہے۔ اسی اصول سے تمام مظاہر کا ظہور حل ہو سکتا ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ظہور کا نام اور علامات کو مختلف مقامات میں بیان فرمایا تو آپ کے شاگردوں نے عرض کی کہ یہ رجعت کب ہوگی؟ تو آپ نے ہر ایک رجعت کا وقت اور نشان بتادیا اور یہ مظلوم (بہاء اللہ) جب بغداد میں نظر بند تھا۔ اس کی تشریح کر چکا ہے۔ اب پھر احسان کے طور پر ظاہر کرتا ہے۔ ''لا نرید منکم جزاء ولا شکورا (دهر) '' مائدہ سماوی ہرگز ہرگز منقطع نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ ''انزل علینا مائدة من السماء (مائدة) '' کیونکہ وہ شجرہ طیبہ ہے۔ ''اصلها

ثابت وفرعها فی السماء توتی اکلها کل حین (ابراهیم) ''افسوس ہے کہ ہم اس مائدہ سے محروم رہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ: ''یا احباء اللہ '' دل کے کان کھول کر باغ قدس کا نغمہ سنو۔ کیونکہ غنیمت ہر وقت حاصل نہیں ہوتی۔

نزول مسیح کی پیشین گوئی اور بہائی تحریف

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی رجعت کے متعلق یوں فرمایا تھا کہ ایک وقت لوگوں پر تنگی ہوگی۔ سورج سیاہ ہو جائے گا۔ ستاروں میں نور نہ ہوگا۔ ارکان ارض متزلزل ہوں گے تو اس وقت ابن انسان آسمان سے بڑے جاہ وجلال کے ساتھ ابر سے فرشتوں کے ساتھ نزول کرے گا۔ (متی) عیسائیوں نے جب اصل مقصد نہ سمجھا۔ اس لئے حضور خاتم الانبیاء کی شریعت سے محروم رہے اور کہنے لگے کہ یہ علامات ظاہر نہیں ہوئے۔ حضور کے بعد صور ثانی پھونکا گیا۔ قبور غفلت سے مردہ دل جاگ اٹھے۔ مگر لوگ پھر بھی منتظر ہیں کہ کب یہ علامات ظاہر ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ زمین وآسمان ٹل جائیں گے۔ مگر میرا کہنا نہیں ٹلے گا۔ یہاں سے عیسائیوں نے سمجھ لیا کہ انجیل منسوخ نہ ہوگی۔ اسی بناء پر انہوں نے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی تھی۔ اگر ایسے کلام کا مفہوم مظہر الٰہی سے پوچھ لیتے تو گمراہ نہ ہوتے۔ کیونکہ تنگی ایام سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ یقین اٹھ جائے گا۔ ظنون فاسدہ پھیل جائیں گے اور جاہلوں کے ہاتھ میں ان کی باگ ڈور ہوگی۔ آج کل یہی حالت ہے کہ باوجودیکہ ابواب علم الٰہی مفتوح ہیں۔ مگر یہ سمجھتے ہیں کہ ابھی وہ بند ہیں۔ ان کو تو ابواب علم کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ ہاں یہ چاہتے ہیں کہ ابواب نان کھلے رہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی عزت میں فرق آ جائے۔ اگر کوئی معارف الٰہی پر نظر ڈالتا ہے تو درندوں کی طرح اس کا ماس کھا جاتے ہیں۔ اب بتائیے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا تنگی ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس ہر ظہور کے وقت اس قسم کی تنگی ہوا کرتی ہے اور اسی تنگی کو احادیث میں ظلمت کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ معارف الٰہیہ سے تنگی مراد ہے کہ ایام غروب شمس حقیقت میں خدا رسیدوں کو پہنچتی ہے اور کسی کے پاس پناہ نہیں لے سکتے۔ ''کذلك نعلمك من تاویل الاحادیث '' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ سورج میں سیاہی آئے گی اور ستاروں میں روشنی نہ رہے گی اور زمین پر گریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شمس حقیقت کا طلوع ہوگا تا کہ ایقان وتوحید کے اشجار واثمار اس کی روشنی سے حرارت محبت الٰہی میں پایۂ تکمیل تک پہنچ سکیں۔ ''منها ظهرت الاشياء والیٰ خزائن امرها رجعت ومنها البدء والیها العود '' اگرچہ ان پاک ہستیوں کی تعریف وتوصیف ناممکن ہے۔ ''سبحان اللہ من ان یعرف اصفیائه

بغير صفاتهم او یوصف اولیائه بغیر انفسهم ''مگر شمس وقمر کا اطلاق ان پر وارد ہے۔ چنانچہ دعائے ندبہ میں مذکور ہے کہ:''این الشموس الطالقه ۰ این الاقمار المنیرة ۰ این الانجم الزاهرة؟ ''یعنی انبیاء اولیاء اور اصحاب کو شمس وقمر اور ستارے کہا گیا ہے۔ دوسرے مقام پر شمس وقمر اور ستاروں سے مراد وہ علمائے عصر بھی ہیں جو ظہور قبل اور ظہور بعد کے درمیانی زمانہ میں موجود ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ شمس حقیقت سے نور حاصل کریں تو روشن ہوں گے۔ ورنہ سیاہ ہو جائیں گے۔ علم وفضل میں شہرت کی وجہ سے ان کو شمس کہا گیا ہے۔ مگر شمس حقیقت کے سامنے انکا نور ماند پڑ جاتا ہے۔ پس اگر شمس حقیقت سے نور حاصل کریں تو ان کو شموس عالیہ کہتے ہیں۔ ورنہ ان کو شموس سجین کہا جاتا ہے۔''الشمس والقمر بحسبان (رحمٰن)'' (نوٹ! شمس وقمر موافق عقائد شیعہ لکھے گئے ہیں۔ کیونکہ اس کتاب کے لکھنے سے ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ ان کو ہدایت ہو۔''نشهد انهم من المفترین ۰ الا من اتی الله بقلب سلیم'')''ایها السائل ''ہمیں عروۃ الوثقیٰ ہاتھ میں لانا ضروری ہے۔ تا کہ نفی سے اثبات میں آسکیں اور نار حسبان سے آزاد ہو کر وجہ منان کے نور سے مشرف ہوں۔ والسلام شمس وقمر سے ایک اور مقام پر شریعت کے احکام مرتفعہ مراد ہوتے ہیں۔

شمس وقمر ونجوم کا دوسرا معنی

چونکہ ہر شریعت میں صوم وصلوٰۃ کی کیفیت جداگانہ رہی ہے۔ اس لئے تنسیخ وتجدید کے روسے شمس وقمر کہا گیا ہے۔''لیبلوکم ایکم احسن عملا (ملك)'' حدیث میں ہے کہ: ''الصوم ضیاء والصلوٰة نور ''میں ایک روز اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ صوم سے چونکہ حرارت پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو شمس کہا گیا اور صلوٰۃ اللیل سے سردی کا عالم نظر آتا ہے۔ اس لئے اس کو قمر کہا گیا ہے۔ مگر اصل حقیقت سے وہ مولوی صاحب واقف نہ تھے۔ میں نے کہا کہ یہ معنی تو عوام الناس کو بھی معلوم ہے۔ مگر اس کا ایک اور معنی بھی ہے کہ قرآن شریف آسمان ہے اور صوم وصلوٰۃ اس میں شمس وقمر ہیں اور تاریکی شمس وقمر سے مراد ان کی تنسیخ ہے۔ جو اس ظہور سے معلوم ہو سکتی ہے۔ جس کو ابرار کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔''ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجها کافورا (دهر) ''یہ مسلم ہے کہ ہر ایک ظہور بعد کے وقت ظہور قبل کے احکام اور امر ونواہی منسوخ ہو جاتے ہیں اور یہی معنی شمس وقمر کے سیاہ ہونے کا ہے۔ اگر عیسائی اس معنی کو سمجھ لیتے اور اس فقرہ کا معنی معدن علم سے اخذ کر لیتے تو گمراہ نہ ہوتے۔ کیا ان کو ابھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ شمس موعود افق ظہور سے روشن ہو چکا ہے اور ظہور قبل کے

علوم واحکام تاریک ہو چکے ہیں؟ دوستو! راہ راست پر آ جاؤ۔ تا کہ تم کو یہ اسرار اپنی آنکھ سے نظر آ جائیں۔''ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکة (سجدہ) ''روحانی قدم اٹھا کر دور دراز کی منزل طے کر کے ان معارف تک پہنچ جاؤ۔''فلا اقسم برب المشارق والمغارب (معارج) ''میں بھی یہی اشارہ ہے۔ کیونکہ ہر ایک شمس حقیقت کے لئے الگ الگ مشرق ومغرب ہوتا ہے۔ علمائے عصر چونکہ جاہل تھے۔ اس لئے ان کو ان معارف کی خبر نہیں ہوئی۔ اس لئے کہتے ہیں کہ چونکہ روزانہ نقطہ طلوع وغروب بدلتا رہتا ہے۔ اس لئے مشارق ومغارب کہا گیا یا فصول اربعہ کی تبدیلی مشرق ومغرب کی تبدیلی سے مراد ہے۔ ہماری تشریح سے آسمان کے پھٹنے کی کیفیت بھی کھل جاتی ہے۔''اذا السماء انفطرت (انفطار) ''کیونکہ آسمان سے مراد یہاں ایک شریعت ہے۔ جو شریعت جدیدہ کے ظہور سے پھٹ جاتی ہے۔ یعنی منسوخ اور باطل ہو جاتی ہے۔ آسمان شریعت کا پھٹنا آسمان بالا کے پھٹ جانے سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ جس کی جاہل مولویوں کو خبر نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ خیال کرو کہ مظہر الٰہی تمام اہل ارض کے بالمقابل حدود الٰہی قائم کرنے میں کس قدر زحمت اٹھاتے ہیں اور قوم کی ایذاء رسانی میں کس طرح صبر کرتے ہیں۔

تبدیل ارض

تبدیل ارض کا معنی بھی یہی ہے کہ دلوں کی زمین میں طرح طرح کے توحیدی پودے لگا کر بیل اور پھولوں سے مزین کر دیتے ہیں۔ اگر تبدیل ارض کا یہ معنی مراد نہ ہو تو کس طرح وہ لوگ جو کبھی ایک حرف بھی تعلیم نہیں پاتے اور استاذ کی شکل بھی نہیں دیکھی اور نہ ہی کسی مکتب میں قدم اٹھا کر جاتے ہیں۔ معارف ومعانی بتانے لگتے ہیں کہ جن کو کوئی دوسرا محدود علم کا حاصل کرنے والا سمجھ ہی نہیں سکتا۔ گویا ان میں مٹی علم سرمدی ہوتی ہے اور پانی اسرار حکمت کا ہوتا ہے۔ جس سے خمیر پاکران کی سرشت تیار ہو جاتی ہے۔''العلم نور یقذفه اللہ فی قلب من یشاء ''ورنہ سرمدی کے دوسرے علوم جو ایک دوسرے سے سرقہ کر کے حاصل کرتے ہیں۔ کبھی قابل تعریف نہیں ہو سکتے۔ اے کاش لوگوں کے دل ان کلمات محدودہ اور خیالات محجوبہ سے پاک ہو جاتے اور شمس علوم حکمت لدنی سے منور ہو جاتے۔ اگر قلوب کی زمین تبدیل نہ ہو سکتی ہوتی تو کیسے ان میں علوم الوہیت کا ظہور ہوتا۔''یوم تبدل الارض غیر الارض (ابراھیم) ''اس وقت سلطان وجود کی عنایت سے ارض ظاہر بھی تبدیل ہو چکی ہے۔''ل و انتم فی اسرار الظھور تتفکرون الارض جمعیاً قبضته یوم القیمة والسموات مطویات بیمی نه (زمر)''

طی الارض

اگر اس آیت سے یہ سمجھا جائے کہ خدا تعالیٰ زمین و آسمان کو اپنے ظاہری ہاتھ میں لے کر چھپالے گا تو بالکل بے معنی بات ہو جاتی ہے اور صریح کفر لازم آتا ہے۔ اگر یوں کہو کہ مظاہر امر قیامت کو ایسا کریں گے تو یہ حرکت بھی فضول نظر آتی ہے۔ بلکہ مراد یہاں ارض معرفت اور آسمان شریعت ہے جو آج خدا نے سمیٹ کر دوسری زمین اور دوسرا آسمان پیدا کر دیا ہے اور شمس وقمر ونجوم جدیدہ سے ان کو آراستہ کر کے مزین کر دیا ہے اور یہ رموز واشارات جو مصادر امر یہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ان میں سخت امتحان مضمر ہوتا ہے کہ دیکھیں ارض قلوب میں سے کس قدر اچھی ہے اور کس قدر بری؟ آیت قبلہ میں بھی غور کرو کہ ہجرت سے پہلے حضور علیہ السلام بیت المقدس کو سجدہ کرتے تھے۔ جو بعض کو ناگوار گذرتا تھا۔ پھر یہ حکم نازل ہوا کہ: ''قد نری تقلب وجهك في السماء (بقر) ''ایک روز آپ نماز ظہر پڑھا رہے تھے اور ابھی دو رکعت باقی تھیں کہ حکم ہوا۔ ''فول وجهك شطر المسجد الحرام ''تو آپ نے اسی وقت بیت اللہ کی طرف رخ تبدیل کر لیا۔ اس میں بھی امتحان ہی مطلوب تھا۔ ورنہ اگر وہی بیت المقدس سجدہ گاہ بنا رہتا تو کیا بعید تھا۔ کیونکہ پہلے انبیاء علیہم السلام اسی کو سجدہ کرتے رہے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے تھے۔ یوں تو تمام روئے زمین کو خداوند تعالیٰ سے ایک ہی نسبت حاصل ہے۔ ''فاینما تولوا فثم وجه الله ''مگر اسے اختیار ہے کہ ایک زمین کو اپنے لئے مخصوص کر کے اپنے بندوں کا امتحان کرے۔ ''الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علیٰ عقبیه (بقره) ''کہ کون نماز توڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ ''حمر مستنفره (مدثر) ''اس قسم کی تبدیلیوں میں اگر غور کیا جائے تو تمام مطالب حل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ خدا کو کسی کی عبادت کی ضرورت نہیں اور یہ تبدیلیاں صرف تربیت نفس کے لئے ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ بندہ اپنی ذاتی اغراض سے نکل کر احکام الٰہی کے ماتحت ہو جائے۔ اس لئے اس کے امتحانات ہر وقت بارش کی طرح نازل ہوتے رہتے ہیں۔ اگر انبیائے سابقین پر نظر دوڑاؤ تو تمام شبہات دور ہو جائیں گے۔ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک قبطی کو قتل کر کے مدین کو دوڑ جاتے ہیں۔ وہاں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس رہ کر واپس آتے ہیں تو وادی ایمن میں ''ماٰمور من الله'' بن جاتے ہیں۔ اس کے بعد فرعون کو دعوت توحید دیتے ہیں تو قتل کا الزام لگا کر انکار کر دیتا ہے اور خود بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ: ''فعلتها اذا وانا من الضالین (شعراء) ''اس سے پہلے فرعون کے گھر ہی تیس سال پرورش پاتے رہے۔ اگر ابتلاء خدا کو منظور ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کو

ان الزامات سے روکا جاسکتا تھا۔ مریم علیہا السلام کو دیکھئے کہ تولید عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تنگ آ کر یوں کہتی ہیں کہ: "یلیتنی مت قبل ھذا (مریم)" "ہائے میں اس سے پہلے ہی مرجاتی۔" اور دشمنوں کو ان کے تحقیر آمیز کلمات کا کوئی جواب نہیں دیتیں۔ پھر بے پدر بیٹے کو خدا نے پیغمبری بخشی تو اور ابتلاء ہوا اور لوگوں کے خواہش کے مطابق خدا نے نہ کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایسے تمام واقعات برے لوگوں کے لئے باعث نفرت ہوا کرتے ہیں اور نیک سرشت لوگوں کے حق میں رحمت ہوتے ہیں۔ اگر اس وقت ایسے واقعات رونما ہوں تو ایک بھی تسلیم نہ کرے گا اور کہیں گے کہ بے پدر کیسے پیغمبر ہوسکتا ہے اور قاتل بے گناہ کو کس طرح پیغمبری مل سکتی ہے اور موجودہ ظہور میں اگرچہ اس قسم کے واقعات رونما نہیں ہوئے۔ مگر پھر بھی دیکھئے مخالفوں نے کیا کیا مصائب ڈھائے ہیں۔ جب ہم یہ بیانات ختم کر چکے ہیں تو ہمیں خدا کی طرف سے تازہ بشارات حاصل ہوئی ہیں اور اس یار بے نشان سے بیشمار عنایات پہنچی ہیں۔ جن کو ہم بیان نہیں کر سکتے۔ اسرار ودقائق ہمارے سینہ میں ودیعت رکھ دیئے ہیں اور اس قدر عنایات ہوئی ہیں کہ روح القدس بھی کمال حسرت میں خاموش ہے۔ گبریلے کو مشک نافہ کی امید ہو رہی ہے۔ جسمانی قبروں سے مردے اٹھ رہے ہیں۔ دوستو! دل میں روحانی چراغ جلاؤ اور عقل کی چمنی لگا کر محفوظ رکھو کہ کہیں باد مخالف سے گل نہ ہو جائے۔

ظہور عیسیٰ علیہ السلام کا مفہوم

عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ اس وقت ابن انسان ابر میں ظاہر ہو کر کمال جلال میں نازل ہوگا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مظہر الٰہی سے پہلے شریعت سابقہ کے منسوخ ہونے کے وقت آسمان پر ایک ستارہ نظر آئے گا کہ جس سے اس کی تصدیق ہوگی اور زمین پر ایک تصدیقی اور بشارت آمیز آواز بلند ہوگی جو ظہور مظہر سے پہلے لوگوں کو سنائی دے گی۔ (جیسا کہ ظہور بہاء کے اوّل ستارہ نمودار ہوا اور وہ مبشر احمد و کاظم بھی تبلیغ کرتے رہے) اور یہ قاعدہ ہے کہ مظہر الٰہی کے اوّل آسمان پر ایک تصدیقی ستارہ نمودار ہوتا ہے اور زمین پر ایک بشارت دینے والی آواز آتی ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نمرود کو خواب آیا تو نجومیوں نے بتایا کہ ایک ستارہ نمودار ہوا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ہستی ایسی زبردست ظاہر ہونے والی ہے کہ تیری تباہی اس کے ہاتھ سے ہوگی۔ اس کے علاوہ ایک مبشر بھی پیدا ہوا۔ جو لوگوں میں حضرت خلیل علیہ السلام کی خبر سنایا کرتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ستارہ بھی کاہنوں نے فرعون کو بتادیا تھا اور ایک عالم ایسا بھی پیدا ہوا تھا جو بنی اسرائیل کو ظہور موسیٰ علیہ السلام کی بشارت دیا کرتا تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام ظاہر ہوئے تو یہودیوں نے ستارہ کی خبر دی اور حضرت یحیٰ مبشر بن کر پہلے آ چکے تھے۔ حضور ﷺ کے وقت ایک نہیں کئی ہزار آثار سماوی ظاہر ہوئے تھے اور چار مبشروں نے پہلے ہی خبر دے دی تھی۔ جن کی ہدایت کی رو (سلمان فارسی) مشرف باسلام ہوئے تھے اور عام نجومیوں نے بھی بتا دیا تھا کہ حضور ﷺ کا ظہور قریب ہے۔

مسیح علیہ السلام کا ابر سے اترنا

مسیح علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ اس وقت تمام روئیں گے تو ابن انسان کمال جلال میں ابر سے اترے گا۔ اس کا یہ معنی ہے کہ جب شمس الٰہی کا فقدان ہوگا اور قمر علم سیاہ ہو جائے گا اور انجم حکمت لدنی پوشیدہ ہو جائیں گے تو لوگ روئیں گے۔ اس وقت مشیت ایزدی کے آسمان سے شمس الٰہی کا ظہور ہوگا اور ابر سے ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کینونات قدیمہ ہمیشہ سے قالب بشری میں نمودار ہوتے ہیں اور ماں کے پیٹ سے نکلتے ہیں۔ مگر باطن میں سماوات امر سے نازل ہوتے ہیں اور گو بظاہر کھاتے پیتے چلتے پھرتے جسمانی قویٰ سے نظر آتے ہیں۔ مگر حقیقت میں عالم ارواح میں بے پر اڑتے ہیں۔ بے قدم چلتے ہیں ایک لحہ میں مشرق ومغرب کی خبر حاصل کرتے ہیں اور آسمان کا لفظ شموس معانی کے متعلق مختلف مراتب کمال پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں۔ ''سماء مشیئة سماء ارادہ، سماء عرفان، سماء ایقان، سماء تبیان، سماء ظھور، سماء بطون '' وغیرہ اور ہر مقام پر سماء کا معنی وہ مراد ہوتا ہے جو ابرار کے سوا کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ قرآن شریف میں ہے کہ: ''وفی السمـاء رزقکم (ذاریـات) '' حالانکہ خوراک زمین پر ہے۔ یہ بھی وارد ہے کہ: ''السمـاء تنزل من السماء '' جب تک ظاہری علوم سے نکل کر حقیقی علوم کی روشنی میں ان معانی کے سمجھنے کی کوشش نہ کرو گے یہ تمام امور خلاف ظاہر نظر آئیں گے۔ علم دو قسم ہے۔ اوّل الٰہی جو الہام سے حاصل ہوتا ہے اور اس کا معلم خود خدا ہے۔ ''اتـقـوا اللّٰه یعلمکم '' اور اس سے صبر وعرفان اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ دوم شیطانی، جو وساوس نفسانی اور ظلمات نفس سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا معلم شیطان ہے اور وساوس نفسانی ''الـعـلـم الحجاب الاکبر '' اور اس سے کبر وغرور ونخوت پیدا ہوتی ہے۔ ''ظلّه نار مهلك وثمره سم قـاتـل۰ تمسك پـاذیـال اهوی نـاخلع الحیا۰ وخل سبیل النامکین وان جلا '' سینہ صاف کے بغیر علم الٰہی حاصل نہیں ہوتا۔ ''السالك فی النهج البیضاء والرکن الحمراء لن یـعـمـل الیٰ وطـنـه الا بالف الصفر عما فی ید الناس '' خلاصہ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کا ابر سے اترنا یہ ہے کہ مسیح کے خلاف توقع خواہشات اہل زیغ نازل ہوگا۔ مثلاً تغیر احکام،

تبدیل شرائع، ارتفاع قواعد ورسوم عادیہ وتقدم مؤمنین بر معرضین از علماء وجہلاء، یا ابر سے مراد مسیح کا عوارض بشریہ سے ملتبس ہونا ہے۔ جیسے کھانا، پینا، نوم ویقظہ وغیرہ اور یہ وہی ابر ہے کہ جس سے علم وعرفان کا آسمان پھٹ جائے گا۔ ''یوم تشقق السماء بالغمام (فرقان) '' اسی ابر سے شمس حقیقی نظر نہیں آتا۔ ''وقالوا ما لهذا الرسول یاکل الطعام (فرقان) '' یہ لوازم جسمانی اور بھوک، پیاس، یا غم والم ایک رکاوٹ پیدا کردیتے ہیں کہ ایسا آدمی کس طرح اپنے آپ کو تمام دنیا کی ہستی کا سبب ثابت کرسکتا ہے۔ ''لولاك لما خلقت الافلاك '' اور یہی سیاہ ابر ہے کہ شمس حقیقت کو دیکھنے نہیں دیتا۔ سالہا سال گذر جاتے ہیں۔ آباؤ اجداد کی تقلید میں زندگی بسر ہوتی ہے۔ احکام وشرائع جاری ہیں اور ان کا خلاف کفر سمجھا جاتا ہے۔ مگر دور جدید آتا ہے اور شمس حقیقت دوسری دفعہ چمک کر احکام جدیدہ لاتا ہے تو احکام سابقہ کے سیاہ ابر میں لوگ پھنسے ہوئے فوراً مظہر الٰہی کو کافر اور واجب القتل سمجھتے ہیں۔ جس کا ثبوت ہر ایک نبی کی سوانح حیات سے مل سکتا ہے اور اس وقت بھی موجود ہے۔ ''هل ینظرون الا ان یاتیهم الله فی ظلل من الغمام (بقره) '' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہی قیامت کے ایک روز خدا ابر سے ظاہر ہوگا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ ظہور جدید کے وقت لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ گذشتہ شریعت لے کر ہی یہ ظہور بھی آئے گا۔ کیونکہ خدا کا آنا مظہر کا آنا ہے اور ابر سے مراد شریعت قدیمہ۔ ہے اور یہ مضمون بارہا کتب سماویہ میں دھرایا گیا ہے۔ ''یوم تاتی السماء بدخان مبین (دخان) '' میں بھی یہی مضمون ہے کہ مخالفین کے لئے شریعت جدیدہ عذاب الیم اور دخان عظیم کا نمونہ بن جاتا ہے اور جس قدر ظہور جدید کو رفعت حاصل ہوتی ہے یہ لوگ اسی قدر اضطراب میں پڑ جاتے ہیں۔ عہد حاضر میں بھی جب مخالف سامنے آتا ہے تو سوائے اقرار وتصدیق کے کچھ نہیں کرسکتا۔ مگر جب خلوت میں جاکر اپنے ہم مشربوں سے ملتا ہے تو وہی سب وشتم شروع کردیتا ہے۔ ''اذا لقوا کم قالوا امنا فاذا خلوا عضوا علیکم الانامل (آل عمران) '' امید ہے کہ بہت جلد ہماری تعلیم تمام روئے زمین پر پھیل جائے گی۔ ان آیات کو چونکہ لوگوں نے وہی قیامت پر چسپاں کردیا ہوا ہے۔ اس لئے اصل مقصد سے بے بہرہ رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ مسیح ابر سے فرشتوں کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ہمراہی قوت روحانیہ کی وجہ سے فرشتہ صفت ہوں گے۔ کیونکہ حضرت صادق کا قول ہے کہ: ''قوم من شیعتنا خلف عرش '' پھر فرمایا کہ: ''المؤمن کبریت احمر '' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل مؤمن بہت کم ہیں۔ اس وقت بے ایمانوں نے اہل ایمان پر ظالمانہ طور پر کفر کے فتوے

لگادیئے ہیں۔عیسائیوں کو چونکہ اس پیشین گوئی کی اصلیت کا پتہ نہیں چلا۔اس لئے جب بھی ظہور جدید ہوا اس سے انکار ہی کرتے رہے ہیں۔اتنا نہیں سوچا کہ اگر مظہر جدید کے تمام نشان ویسے ہی ظاہر ہوں جس طرح کہ لوگوں نے اپنے وہم میں بٹھا رکھے ہیں۔تو ابتلاء الٰہی کیسے قائم رہ سکتا ہے اور شقی وسعید میں امتیاز کیسے ہوگا؟ کیونکہ انجیل کی پیشین گوئی کے مطابق اگر ظہور جدید کی آمد تسلیم کی جائے تو کسی کو انکار کا موقعہ ہی نہیں رہتا۔بلکہ ابر سے فرشتوں کے ساتھ اترنے والے مسیح پر ایمان بالمشاہدہ پر مجبور ہو جائیں گے۔مگر چونکہ اصل مقصد کچھ اور تھا۔عیسائیوں نے ظاہری الفاظ پر زور دے کر حضور علیہ السلام کے ظہور پر بھی وہی اعتراض جڑ دیا کہ فرشتہ کہاں ہے۔جو آپ کی صداقت ظاہر کرتا ہو۔"لولا انزل علیه ملك فیکون معه نذیراً (فرقان)" اور یہ بیماری ہر ظہور کے وقت پھیلتی رہی ہے اور اگر علمائے عصر سے پوچھتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ابھی فلاں علامت نہیں پائی گئی اور اپنے اجتہاد سے ظہور جدید کا انکار کر دیتے ہیں۔روایت ہے کہ:"حدیثنا صعب مستعصب لا یحتمله الا ملك مقرب اونبی مرسل او عبدا متحن الله قلبه الایمان" اس کے ہوتے ہوئے بھی ان کو خیال پیدا نہیں ہوتا کہ علامات کا تصفیہ خود ظہور جدید سے کرالینا ضروری ہے۔درحقیقت یہ غافل ہیں۔کیونکہ تمام نشان موجود ہو چکے ہیں۔پل صراط رکھا جا چکا ہے۔"والمؤمنون کالبرق علیه یمرون وهم لظهور العلامة ینتظرون" جب ان سے سوال ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے ظہور کے وقت بھی تو تمام ظاہری علامات پیدا نہیں ہوئی تھیں تو جواب دیتے ہیں کہ اہل کتاب نے ان کو بدل ڈالا تھا۔ورنہ سب کا ظہور یقینی تھا۔

تحریف

حالانکہ قرآن خود شاہد ہے کہ یہ کتب سابقہ من عند اللہ ہیں۔تحریف صرف ایک واقع میں ہوئی ہے کہ رجم کے متعلق ابن صوریا سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ بے شک تورات میں رجم کا حکم موجود ہے۔مگر جب بخت نصر کے زمانہ میں یہودی کم ہو گئے تھے تو علمائے عصر نے رجم کا حکم منسوخ کر دیا تھا۔"یحرفون الکلم عن مواضعه (نساء)" لوگ بے سمجھی کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں کہ یہود نے حضور علیہ السلام کے علامات ظہور بھی بدل ڈالے تھے۔حالانکہ یہ بات غلط ہے۔کیونکہ تورات صرف مکہ مدینہ میں نہ تھی۔بلکہ تمام عرب میں موجود تھی۔اگر کسی نے تبدیلی کی ہوتی تو دوسرا صحیح نسخہ اس کی تکذیب کر سکتا تھا۔ہاں تحریف سے مراد صرف یہ ہے کہ اپنے خیالات کے مطابق تورات کی تفسیر کی جاتی تھی۔جیسا کہ آج قرآن شریف کی تفسیر اپنے خیالات کے

مطابق خود مسلمان کر رہے ہیں۔ اس لئے ان کو بھی حضور علیہ السلام کے ظہور میں تأمل پیدا ہوگیا تھا۔ ''یسمعون کلام اللّٰہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ (بقرہ) ''ورنہ وہ محوکلمات تورات کے مرتکب نہیں ہوئے تھے۔ ''یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللّٰہ (بقرہ) ''عہد حاضر میں علمائے عصر اپنے خیال کے مطابق تفسیر کر کے کہہ دیتے ہیں کہ ظہور بہاء قرآن کے خلاف ہے۔ کچھ احمق یوں کہہ دیتے ہیں کہ اصل انجیل آسمان پر اٹھالی گئی ہے اور عیسائیوں کے پاس نہیں رہی۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام فلک چہارم پر ارتقاء فرما کر قوم سے غائب ہوگئے تو جب انجیل بھی ساتھ ہی لے گئے تھے تو لوگوں کے لئے کون سا دستور العمل چھوڑ گئے تھے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر نجات پا سکتے تھے؟ کیا چھ سو سال لوگ گمراہی میں ہی پڑے رہے اور خدا تعالیٰ نے اپنا فیض بند کر دیا تھا اور بخل سے کام لے کر نجات کی راہ بند کردی تھی۔ ''فنعوذ باللّٰہ عما یظن العباد فی حقہ فتعالی عما ھم یعرفون'' دوستو! صبح ازل نمودار ہوگئی ہے۔ کمر ہمت باندھ لو، تاکہ انا للّٰہ کے مقام میں داخل ہو کر الیہ راجعون تک رسائی پاسکو۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا وجود محتاج دلیل نہیں۔ کیونکہ انسان جب روح وریحان کی ہوا میں پرواز کرتا ہے تو خدا کے سوا اسے کچھ نظر نہیں آتا۔ اگر دلیل پر توجہ ہو تو یہی آیت کافی ہے کہ: ''اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب (عنکبوت) ''امید ہے کہ آپ لوگ اصل مقصد پر اطلاع پا کر کتاب کی بعض عبارتوں پر اس قسم کے اعتراضات پیدا نہ کریں گے۔ جو کور فرق (خردماغ) پیدا کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا قادر ہے کہ قبض روح کرے یا اپنی عنایت سے تمام کو حیات بدیعہ بخشے تم اسی کے منتظر رہو۔ کیونکہ اصل مقصد اس کا لقاء ہے۔ ''لیس البر ان تولوا وجوھکم (بقرہ) اسمعوا یااھل البیان ما وصینا کم بالحق لعل تسکنن فی ظل کان فی ایام اللّٰہ ممدودا''

شمس حقیقت

''الباب المذکور فی بیان ان شمس الحقیقہ ومظھر نفس اللّٰہ لیکونن سلطانا علی من فی السموات والارض وان لن یطیعہ احد من اھل الارض وغنیا عن کل من فی الملک وان لم یکن عندہ دینار۔ کذلک نظھرلک من اسرار الامر ونلقی علیک من جواھر الحکمۃ لتطیرن بجناحی الانقطاع فی الھواء الذی کان عن الابصار مستورا ''ہر زمانہ میں مظہر الٰہی موجود ہوتا ہے۔ جس کو شمس حقیقت کہتے ہیں اور ایک زبردست سلطنت کے ساتھ ظاہر ہو کر ''یفعل اللّٰہ ما یشاء

ویحکم ما یرید (انعام) ''کا محل بروز بنتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ذات باری بروز، ظہور، صعود، نزول، دخول، خروج اور ادراک بالبصر وغیرہ سے پاک ہے۔''لا تدرکه الابصار (انعام) '' کیونکہ ممکنات سے اس کو نسبت، ربط، فصل وصل اور قرب وبعد یا جہت واشارہ کا تعلق نہیں ہے اور جملہ کائنات کلمہ امر سے موجود ہوئی ہے اور اس کے ارادہ اور مشیت سے معرض وجود میں آئی ہے۔ بلکہ ممکنات اور کلمہ الٰہیہ کے درمیان بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔''یحذرکم الله نفسه (آل عمران) کان الله ولم یکن معه شئ ''تمام انبیاء واصفیاء واولیاء معترف ہیں کہ اس کی کنہ ذات کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے تقاضائے رحمت الٰہیہ یوں ہوا کہ جواہر قدس نورانی کو عالم روح وریحان سے انسانی ہیکل میں ظاہر فرمائے تاکہ وہ ذات باری کی ترجمانی کریں۔ اس لئے ان مرایائے قدسیہ کا علم قدرت، سلطنت، جمال اور ظہور اسی کا علم وقدرت اور اسی کا جمال اور سلطنت اور اسی کا ظہور ہوتا ہے اور علوم ربانی کا مخازن اور فیض نامتناہی کے مظاہر ہوتے ہیں اور شمس لایزالی کے مطلع بھی یہی ہیں۔''لا فرق بینك وبینهم الا بانهم عبادك وخلقك '' اور یہی وہ مقام ہے کہ:''انا هو وهوانا'' کائنات کا ہر ذرہ محل بروز صفات الٰہیہ ہے اور اس میں نامتناہی کمالات مرکوز ہیں۔ مگر انسان خصوصیت کے ساتھ تمام صفات الٰہیہ کا مکمل مظہر ہے۔

''الانسان سری وانا سره سنریهم ایاتنا فی الافاق وفی انفسهم (سجده) وفی انفسکم افلا تبصرون (ذاریات) کالذین نسوا الله فانساهم انفسهم (حشر) (قال علیؑ) ایکون لغیرك من الظهور ما لیس لك حتیٰ یکون هو المظهر لك ۰ ممیت عین لا تراك، ما رأیت شیئا الا وقد رایت الله فیه اوقبله اوبعده ۰ نور اشرق من صبح الازل فیلوح علی هیاکل التوحید اثاره ''اور جو انسان کامل ہوتے ہیں وہ شمس حقیقت کا مظہر بنتے ہیں اور باقی کائنات ان کے ارادہ سے موجود ہے اور انہی کے فیض سے متحرک ہے۔''لولاك لما خلقت الافلاك '' یہ ہیکل قدسیہ مرایائے اولیہ ازلیہ ہوتے ہیں۔ ان ہی سے اسمائے وصفات کا ظہور ہوتا ہے۔ گو اس کمال میں تمام مظاہر مساوی ہیں۔ مگر بعض میں چند صفات کا ظہور نہیں ہوتا۔ اس لئے ان میں کچھ فرق پیدا ہو گیا ہے۔

''فضلنا بعضهم علی بعض (بقره) ''اور چونکہ تمام مظہر اسمائے وصفات الٰہیہ ہیں۔ اس لئے تمام کے تمام میں سلطنت وعظمت کا پایا جانا ضروری ہے۔ گو اس کا ظہور ان کے عین حیات میں ہو یا بعد میں، مخالف چونکہ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ اس لئے ان کے بارے میں نازل ہوا ہے کہ:''ان یروا سبیل الغی یتخذوه سبیلا (اعراف)''

قیام سلطنت

غفلت کی وجہ سے ان کو راہ راست نہیں ملا۔ ہم سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ: "القائم بامر اللہ" کی سلطنت حسب روایات ظاہری طور پر معلوم ہوتی ہے۔ عہد بہاء میں اس کے برخلاف ظلم وستم تجبر واستبداد اور قتل وغارت کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس قدر انبیاء ہوگذرے ہیں۔ ہر ایک نے دوسرے کی سلطنت کی خبر دی ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی قائم بامر اللہ کے متعلق سلطنت کی خبر دی ہے۔ اس لئے جس طرح انبیاء میں سلطنت کا ظہور ہوا ہے۔ اسی طرح قائم بامر اللہ میں بھی ظہور تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ سلطنت اور دیگر صفات الٰہیہ کے مظہر اتم ہوتے ہیں۔ علاوہ بریں سلطنت سے مراد غلبہ اور تمام ممکنات پر قبضہ یا احاطہ ہے۔ خواہ یہ معنی سلطنت ظاہری سے پیدا ہو یا باطن سے اور نبی کے عہد حیات میں یا بعد از حیات۔ یہ سب خدا کی مرضی پر منحصر ہے۔ جب چاہے اس کا ظہور کرے۔ بلکہ سلطنت سے مراد احاطہ باطنی ہے اور آہستہ آہستہ احاطہ ظاہری بھی نمودار ہوتا چلا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام کو دیکھئے کہ کفار اور علماء عصر نے کس قدر آپ پر ظلم ڈھائے اور کس قدر آپ کو ایذاء رسانی سے اپنی تحصیل ثواب میں کوشاں رہے اور کس قدر عبداللہ بن ابی، ابو عامر راہب، کعب بن اشرف اور نضر بن حارث وغیرہ علمائے عصر نے آپ کی تکذیب کی۔ اب بھی علمائے عصر اگر کسی کو کافر کہہ دیتے ہیں تو کس قدر اس کی شامت آجاتی ہے۔ جیسا کہ اس مظلوم پر وارد ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ: "ما اوذی نبی بمثل ما اوذیت" اور قرآن شریف میں بھی آپ کے یہ جانفرسا واقعات مذکور ہیں کہ جو شخص آپ کی حمایت کرتا تھا اس کی بھی شامت آجاتی تھی۔ ایک دفعہ حضور کمال پریشانی میں تھے۔ تو یہ حکم ہوا کہ: "وان کان کبر علیك اعراضهم (انعام)" لیکن آج یہ حال ہے کہ سلاطین عالم آپ کی غلامی کو طرہ امتیاز بنائے ہوئے ہیں اور آپ کا نام کمال تعظیم وتکریم سے لیا جا رہا ہے۔ یہی سلطنت ظاہرہ کا مقام ہے۔ جو ہر نبی کو نصیب ہوتا ہے۔ خواہ حین حیات میں یا بعد از عروج بموطن حقیقی اور سلطنت الٰہی ہمیشہ ان کے ساتھ رہتی ہے۔ ایک دم جدا نہیں ہو سکتی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک ہی آیت سے آپ نے نور وظلمت میں فرق کر دیا اور حشر ونشر حساب وکتاب تمام امور بھی اسی سے ظاہر ہو گئے اور یہی آیت ابرار کے لئے رحمت بن گئی۔ "ربنا سمعنا واطعنا" اشرار کے لئے مصیبت ثابت ہوئی۔ "سمعنا وعصینا" اور یہی سیف اللہ ثابت ہوئی۔ جس سے مؤمن وکافر جدا ہو گئے۔ عاشقوں نے معشوق چھوڑ دیئے اور باپ بیٹے کے درمیان تفرقہ ڈال دیا۔ مگر دوسری طرف سالہا سال کی عداوت کا خاتمہ بھی کر دیا اور

مدت کے دشمن آپس میں ایسے ہو گئے کہ گویا صلبی بھائی ہیں اور مختلف المذاہب یا مختلف المزاج جب اس توحید جدید میں داخل ہوئے تو متحد الخیال بن گئے اور بھیڑیئے بکری کا نظارہ پیش ہو گیا کہ ایک گھاٹ سے پانی پی رہے ہیں مگر جاہل ابھی تک منتظر ہیں کہ یہ نظارہ کب ہوگا۔ "لهم قلوب لا یفقهون بها ولهم اعین لا یبصرون بها (اعراف) "اور یہ بھی دیکھ لیجئے کہ ایک ہی آیت کے نازل ہونے سے کس طرح تمام مخلوقات کا حساب ہو گیا ہے کہ سیئات معاف ہو کر حسنات کو سبقت کر رہی ہیں۔ "فصدق انه سریع الحساب ۰ کذلك یبدل الله السیئات بالحسنات لو تتفرسون " ہر مؤمن نے حیوۃ ابدیہ حاصل کر لی ہے اور منکر موت ابدی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اس مقام پر موت وحیاۃ سے مراد ایمانی موت وحیات ہے۔ حضور علیہ السلام نے بھی اپنے اہل عصر پر موت وحیات حشر ونشر کا حکم لگایا تو تخول کرنے لگے۔ اسی طرح ہمارے زمانہ میں معرض وجود میں آیا ہے۔ "ولئن قلت انکم مبعوثون من بعد الموت (هود) "اگر ان سے کہا جائے کہ تم موت کے بعد اٹھے ہو تو کہتے ہیں کہ یہ دھوکا ہے۔ "فعجب قولهم، ذاکنا ترابا ائنا لفی خلق جدید (رعد) " یہ ان کی بات بہت عجیب ہے کہ ہم تو مٹی تھے کیا ہم مبعوث ہو چکے ہیں۔ "بل هم في لبس من خلق جدید "مشرک اس نئی ہستی کے متعلق شک کر رہے ہیں۔ نادانوں نے غلط تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ: "اذا" حرف شرط یہاں موجود ہے۔ اس لئے ان آیات کا تعلق آئندہ عالم آخرت سے ہوگا۔ مگر جب وہ آیات پیش کی جاتی ہیں کہ جن میں اذا موجود نہیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔ جیسے "نفخ في الصور (ق) " بگل بج گیا اور یہی یوم وعید ہے۔ پھر یا تو اذا اپنی طرف سے لگا دیتے ہیں۔ یا یوں عذر کرتے ہیں کہ قیامت چونکہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اس لئے اس کو فعل ماضی کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس جگہ فتح محمدی مراد ہے اور قیامت سے مراد آپ کا قیام ہے اور آپ نے مردہ دلوں کو نور ایمان سے زندہ کیا تھا۔ کیونکہ یہ صاف مذکور ہے کہ: "فسینغضون الیك رؤسهم ویقولون متیٰ هو؟ (اسریٰ) "مخالف کہیں گے کہ یہ کب ہوگا تو آپ کہہ دیں کہ شائد وہ بالکل قریب ہے۔ مگر لوگوں نے نہ سمجھا اور علمائے عصر کے خیالی بتوں کی پرستش کرتے رہے۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام پہلے فرما چکے تھے کہ: "لا بد لکم بان تولد وامرة اخریٰ "تم کو ایک دفعہ اور پیدا ہونا پڑے گا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ: "من لم یولد من الماء والروح لا یقدر ان یدخل ملکوت الله ۰ المولود من الجسد جسد هو ۰ والمولود من الروح روح هو "جو شخص آب معرفت اور روح عیسوی سے پیدا نہیں ہوتا۔ وہ خدا کی حکومت میں داخل نہیں

ہوگا۔ کیونکہ جو جسم ظاہری سے پیدا ہوگا۔ وہ جسم ہی ہوگا اور جو نفس عیسوی سے پیدا ہوگا وہ خاص روح ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص مظاہر قدس کے نفحہ اور روح سے تولد پا کر زندہ ہوتا ہے تو اس کا حشر جنت محبت الٰہی میں ہوتا ہے اور جو لوگ اپنے زمانہ کے روح القدس سے فیض یاب نہیں ہوتے۔ ان پر موت، نار، عدم بصر وغیرہ کا حکم لگ جاتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے ایک عقیدت مند کا باپ مر گیا۔ تو اس نے کفن دفن کے لئے اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ: ''دع الموتیٰ یدفنوہ الموتیٰ'' جانے دو مردے خود مردوں کو دفن کرلیں گے۔ حضرت علی علیہ السلام کے پاس ایک آدمی بیعنامہ تیار کرایا جانے کو آیا تو آپ نے منشی سے فرمایا کہ لکھو: ''قد اشتری میت عن میت بیتا محدودا بحدود اربعۃ ۔ حد الیٰ القبر وحد الیٰ اللحد و حد الیٰ الصراط وحد اما الیٰ الجنۃ واما الیٰ النار'' اگر اس کاغذ کے دونوں فریق (بائع ومشتری) بعثت علوی کو تسلیم کئے ہوتے تو ہر گز آپ ان کو میت اور مردہ نہ کہتے۔ کیونکہ کبھی بھی انبیاء اولیاء کے نزدیک حشر، بعث اور حیات سے بجائے حقیقی معنی کے رواجی معنی نہیں لئے گئے اور حیات حقیقی سے مراد حیات قلب (زندہ دلی) ہے۔ جو صرف ایماندراوں کو ملتی ہے۔ جس کے بعد موت نہیں آتی۔ ''المؤمن حی فی الدارین'' اب ہم اپنے مدعا پر ایک روشن دلیل پیش کرتے ہیں کہ امیر حمزہؓ جب مسلمان ہوئے تھے اور ابوجہل ایمان سے باز رکھا گیا تھا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ: ''افمن کان میتا فاحییناہ...... کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منہا (انعام)'' جناب حمزہؓ مردہ دل تھے۔ ہم نے ان کو زندہ دل کر دیا ہے۔ اب کیا ابوجہل ان کے برابر ہوسکتا ہے جو ابھی تک ظلمت کفر میں پڑا ہوا ہے اور نکلنے کو تیار نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ حمزہؓ کب مردہ دل تھے کہ اب زندہ ہوگئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ معارف سے آشنا نہ تھے۔ آج بھی چھوٹے بڑے جعل ہائے ظلمانی اور مظاہر شیطانی کی پیروی کرتے ہیں اور انہی سے مشکل مسائل پوچھتے ہیں۔ جن کا جواب وہ اس طرح دیتے ہیں کہ ان کے تقدس میں فرق نہ آئے۔ حالانکہ جعل سرشتوں کو خوشبوئے معرفت نصیب نہیں ہوئی تو دوسروں کو کیا خوشبو پہنچا سکتے ہیں۔ ''لن یفوز بسانار اللّٰہ الا الذین ہم اقبلوا الیہ واعرضوا عن مظاہر الشیطان ۔ کذلک اثبت اللّٰہ حکم الیوم من قلم الغرۃ علی لوح کان علی سرادق الغرمکنونا'' ان تمام بیانات سے ہمارا مطلب یہ تھا کہ سلطان السلاطین کی سلطنت حقیقی ثابت کریں۔ سو ناظرین خود انصاف کریں کہ کیا چند دن کی ظاہری سلطنت جو اعانت اور امن رعایا کی محتاج ہے بہتر ہے یا وہ سلطنت افضل ہے جو صرف ایک

کلمہ سے غالب اور قاہر رہتی ہے اور ہمیشہ کے لئے اس کے حکم رائج رہتے ہیں۔"ما للتراب ورب الارباب؟ "ہاں سلطنت کے اور بھی بہت معانی ہیں کہ جن کے بیان کرنے پر نہ میں طاقت رکھتا ہوں اور نہ لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔"فسبحان اللہ عما یصف العباد فی سلطنة وتعالیٰ عما ھم یذکرون "اگر سلطنت کا ظاہری معنی لے کر یہ سمجھا جائے کہ اس سے دوست آرام پاتے ہیں اور دشمن ذلیل ہوتے ہیں تو ذات باری میں یہ معنی نہیں پایا جاسکتا۔ کیونکہ اس کے دوست ہمیشہ تکلیف میں رہتے ہیں اور دشمن آرام میں رہتے ہیں۔ جناب حسین بن علی علیہ السلام ارض طف میں جام شہادت پیتے ہیں اور "لولا لم یکن فی الملك مثله "کا طرہ امتیاز حاصل کئے ہوئے ہیں۔ مگر"ان جندنا ھم الغالبون (صافات) "کا مصداق نہیں بن سکتے۔ اس لئے یہاں غلبہ ظاہری مراد نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح کفار نے انبیاء کو نیچا دکھا کر قتل تک پہنچا دیا۔ مگر حکم یہ ہوتا ہے کہ:"واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون "جس سے مراد یہ ہے کہ غلبہ حقیقی سے نور کی تکمیل ہوگی۔ چنانچہ جناب حسین علیہ السلام کا خون جس مقام پر گرا ہے اس کا ایک ذرہ بیماریوں کی شفا ثابت ہو چکا ہے اور گھر میں رکھنا موجب خیر و برکت اور کثرت مال وحفاظت مال و جان ہوتا ہے اور اس میں اس قدر فوائد ہیں کہ اگر بیان کروں تو لوگ کہیں گے کہ تم تو مٹی کو خدا سمجھنے لگ گئے ہو۔ اسی طرح جناب کو کمال کس مپرسی میں بلا غسل و کفن دفن کیا گیا۔ مگر آج یہ عزت ہے کہ چاروں طرف سے لوگ زیارت کے لئے آپ کی آستان پر جبہ سائی کرر ہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے"فنا کلی "کے مقام پر خدا کی راہ میں مال وجان قربان کر دیا تھا۔ اس لئے یہ اعزاز حاصل کیا تھا۔ ہمیں بھی امید ہے کہ ہماری جماعت میں سے بھی اس مقام پر بہت سے لوگ پہنچیں گے۔ مگر ابھی تک سوائے معدودے چند کے ہم کسی کو کامیاب نہیں دیکھتے۔"کذالك نذکر لکم من بدائع امر اللہ ونلقی علیکم من نغمات الفردوس ۰ لعلکم بمواقع العلم تصلون ۰ ومن ثمرات العلم ترزقون "یہ لوگ اگرچہ مفلس ہوں۔ پھر اپنے آپ کو غنی سمجھتے ہیں۔ ذلیل ہوں تو دماغ عرش پر ہوتا ہے۔ عاجز ہوں تو سلطان وقت بنتے ہیں اور غیر کے قبضہ میں گرفتار ہوں تو اپنے آپ کو غالب اور فتح مند جانتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک دن کرسی پر بیٹھ کر یوں فرمایا تھا کہ بظاہر میری غذا گھاس ہے۔ جس سے میں اپنی بھوک بند کر لیتا ہوں اور بسترہ سطح زمین ہے۔ چراغ چاند کی روشنی اور سواری میرے دونوں پاؤں ہیں۔ مگر اس ناداری پر ہزار مالداری نثار ہیں۔ اور اس ذلت پر لاکھوں عزت قربان ہیں۔ جناب صادق علیہ السلام کے پاس ایک عقیدت مند نے ناداری کی شکایت کی تو آپ نے

فرمایا کہ تم تو غنی ہو۔ وہ حیران ہوا کہ میں کیسے غنی ہوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ آیا تم میری محبت رکھتے ہو؟ کہا ہاں۔ فرمایا کیا تم اس کو ہزار دینار سے بیچو گے؟ کہا نہیں۔ تو فرمایا جب تمہارے پاس ایسی قیمتی چیز موجود ہے تو پھر تم کیسے مفلس ہو؟ اس لئے خدا کے نزدیک سب فقیر ہیں۔ ''انتم الفقراء الی اللّٰہ و اللّٰہ ھو الغنی ''غیر سے استغناء کا نام مالداری ہے اور خدا کی طرف محتاج ہونے کا نام ناداری ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام جب پلاطوس اور قیافا کے سامنے گرفتار ہو کر آئے تو پوچھا گیا کہ جناب نے یوں نہیں کہا کہ میں مسیح ہوں۔ شہنشاہ ہوں۔ صاحب کتاب ہوں اور مخرب یوم سبت ہوں؟ تو آپ نے فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابن انسان قدرت وقوت الٰہی کے دائیں ہاتھ بیٹھا ہوا ہے؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ بظاہر گو میں گرفتار ہوں۔ مگر قدرت باطنی رکھتا ہوں۔ جو تمام عالم پر محیط ہے۔ اس جواب پر لاجواب ہو کر قتل کرنے کو آئے تو فلک چہارم پر آپ کو جانا پڑا۔ لوقا لکھتا ہے کہ ایک دن ایک فالج زدہ آپ سے شفاء حاصل کرنے آیا تو آپ نے اسے فرمایا کہ تمہارے گناہ معاف ہو گئے ہیں۔ کھڑے ہو جاؤ۔ یہودیوں نے اعتراض کیا کہ کیا خدا کے سوا کوئی گناہ بخش سکتا ہے؟ کہا کہ ابن انسان کو بھی گناہ بخشنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کو اسی قسم کی سلطنت حقیقی دی گئی ہے مگر لوگ ناواقف ہیں اور ہم پر بعینہ وہی اعتراض کرتے ہیں جو یہود و نصاریٰ نے حضورﷺ کے زمانہ میں آپؐ پر کئے تھے۔ ''ذرھم فی خوضھم یلعبون (انعام) لعمرك انھم لفی سکرتھم یعمھون (حجر)'' حضورﷺ پر یہود نے ایک یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ ہاں ایک مظہر کا ظہور لکھا ہے کہ وہ تورات کی اشاعت کرے گا۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے کہ: ''قالت الیھود یداللّٰہ مغلولة (مائدہ) یداللّٰہ فوق ایدیھم (فتح) ''یہود کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ جکڑ دیئے ہوئے ہیں۔ اب کسی کو پیغمبر بنا کر نہیں بھیج سکتا۔ نہیں نہیں اس کے ہاتھ تو دونوں کھلے ہوئے ہیں اور ہر وقت نبی بھیج سکتا ہے۔ اس مقام پر بھی لوگوں نے سخت ٹھوکر کھائی ہوئی ہے اور توہمات میں پھنسے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یوں تو یہودیوں پر اعتراض کرتے ہیں مگر خود بھی وہی بات کہتے ہیں جو یہود کہہ چکے ہیں کہ حضورﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے اور ایسے بے سمجھ اور نادان جانور ہیں کہ خدا کے فضل و کرم کی وسعت کو انہوں نے محدود کر دیا۔ حالانکہ اس کی وسعت بے انتہاء ہے۔ ان کی ذلت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ لقاء اللّٰہ سے محروم ہو رہے ہیں۔ جس کا وعدہ تمام مومنین کو دیا گیا تھا اور باوجود بے شمار نشانات صداقت کے پھر بھی انکار کر رہے ہیں۔ ''والذین کفروا بآیات اللّٰہ ولقائہ اولئك یئسوا من رحمتی

واولئك لهم عذاب الیم (عنکبوت) انھم ملاقوا ربھم (بقرہ) انھم ملاقوا اللّٰہ (بقرہ) من کان یرجوا لقاء ربہ (کھف) لعلکم بلقاء ربکم توقنون (رعد)'' ان آیات سے لقاء اللہ کا وعدہ ثابت ہوتا ہے۔ مگر یہ لوگ منکر ہیں۔ اگر یوں کہا جائے کہ ان آیات میں تجلی الٰہی مذکور ہے جو قیامت میں ہوگی تو ہم کہتے ہیں کہ کیا تجلی الٰہی اس وقت ہر چیز میں موجود نہیں ہے؟ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ہر ذرہ کائنات کا بروز الٰہی ہے۔ مگر انسان اس کا کامل بروز ہے۔ دیکھئے ارشاد ہے کہ:'' وان من شئی الا یسبح بحمدہ (بنی اسرائیل) کل شئی احصیناہ کتاباً (عم)'' تو جب ہر چیز میں اس کی تجلی موجود ہے تو پھر قیامت کو کس تجلی کی ضرورت ہوگی۔ اگر اس سے مراد فیض اقدس اور تجلی اول ہو تو وہ چونکہ ذات غیب سے مخصوص ہے۔ اس لئے کسی کو وہاں تک رسائی ممکن نہیں تو پھر اس کا کیوں وعدہ دیا گیا ہے؟ اگر اس سے مراد تجلی ثانی اور فیض مقدس ہو تو اس سے مراد ظہور اولیہ اور بروز بدعیہ ہوگا۔ جو انبیاء اولیاء سے مخصوص ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ذات باری کے لئے شیشہ ہیں۔ اس لئے ان کا لقاء لقاء اللہ ہوتا ہے۔ ان کا علم علم الٰہی ہوتا ہے اور ان کی ظاہریت و باطنیت اسی کی ظاہریت و باطنیت ہوتی ہے۔'' ھو الاوّل والاخر والظاھر والباطن (حدید)'' علیٰ ہذا القیاس وہ تمام اسمائے صفاتی کا مظہر ہوتے ہیں۔ پس جو شخص ان سے ملاقی ہوا وہ خدا سے ملاقی ہوا اور جنت ابدی میں داخل ہو گیا اور یہ لقاء الٰہی قیامت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی اس وقت کہ خدا کسی میں روپ لے کر قائم ہو جائے اور اس روز سے عظیم تر کوئی دوسرا روز نہیں ہے تو پھر انسان کس طرح توہمات میں پڑ کر ایسے روز کی برکت سے محروم رہ سکتا ہے؟'' اذا قام القائم قامت القیامۃ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللّٰہ فی ظلل من الغمام (بقرہ)'' ان کی تشریح ائمہ معصوم نے وہی کی ہے جو ہم نے لکھ دی ہے۔ دوستو! قیامت کا معنی خوب سمجھ لو اور مردودوں کی بات نہ سنو۔ اس روز کا عمل ہزار سال کے عمل سے بڑھ کر ہے۔ بلکہ اس کی کوئی انتہاء ہی نہیں ہے۔'' ھمج رعاع'' یعنی بے عقل اور نادانوں نے جب قیامت اور لقاء الٰہی کا معنی نہیں سمجھا۔ اس لئے فیض الٰہی سے محروم رہ گئے ہیں۔ خود غور کرو کہ ظہور حق کے روز اگر کوئی ہزار سال تک کا ظاہری علوم پڑھا ہوا۔ انکار کر دے تو کیا اس کو عالم کہا جا سکتا ہے؟ نہیں نہیں بلکہ ایک ناخواندہ جب اس روز کی شناخت کرتا ہے تو وہ اس عالم سے بڑھ کر ہوگا اور علمائے ربانی میں شمار ہوگا۔ یہ انقلاب بھی نشان صداقت ہے۔ روایت ہے کہ:'' یجعل اعلاکم اسفلکم واسفلکم اعلاکم'' اور آیت ہے کہ:'' نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین

(قصص) ''چنانچہ آج کئی ایک عالم جہالت کے گڑھے میں گر گئے ہیں اور کئی ایک ناخواندہ جہالت سے نکل کر رفعت علم پر پہنچ گئے ہیں اور یہ خدا کی قدرت ہے۔'' یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت (ابراھیم) ''اس لئے کہتے ہیں کہ:'' طلب الدلیل عند حصول المدلول قبیح والاشتغال بالعلم بعد الوصول الیٰ المعلوم مذموم ۔ قل یا اھل الارض ھذا فتی نادی یرکض فی بریة الروح ویبشرکم بسراج اللہ ویذکرکم بالذکر الذی کان عن افق القدس فی شطر العراق تحت حجبات النور بالستر مشھودا ''اگر قرآن مجید کو غور سے مطالعہ کرو تو تم کو یقین ہو جائے گا کہ جو امور حضور ﷺ کی رسالت کے منکروں کو پیش آئے تھے۔ آج بھی وہی ہماری صداقت کے منکروں کو پیش آرہے ہوئے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اسرار رجعت اور غوامض بعثت پر تم کو اطلاع ہو جائے گی۔ ایک دفعہ مخالفین نے بطور طنز یوں کہا تھا کہ:'' ان اللہ قد عھد الینا ان لا نؤمن لرسول حتیٰ یاتینا بقربان تاکلہ النار (آل عمران) ''خدا نے ہمیں اس رسول پر ایمان لانے کو کہا ہے۔ جو ہابیل وقابیل کا معجزہ ناری ظاہر کرے تو آپ نے فرمایا کہ:'' قد جاء کم رسل من قبلی بالبینات وبالذی قلتم فلم قتلتموھم (آل عمران) ''ایسے معجزات مجھ سے پہلے رسول تمہارے پاس لا چکے ہیں تو پھر تم نے ان کو کیوں قتل کیا تھا؟ اب دیکھنا یہ ہے کہ گذشتہ مخالفین کا الزام قتل وغیرہ موجودہ مخالفین کے سر پر حضور ﷺ نے کیوں تھوپ دیا؟ کیا جھوٹ یا لغو الزام تھا؟ نہیں نہیں بلکہ آپ نے اپنے زمانہ کے مخالفین کو وہی مخالف رسالت سمجھا جو پہلے ہوگذرے تھے۔ اس مقصد پر چونکہ ان کی رسائی نہ تھی۔ اس لئے آپ کو جنون سے نسبت دینے لگ گئے۔'' وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا (آل عمران) ''آپ سے پہلے یہی لوگ مخالفین پر الٰہی فیصلہ چاہتے تھے۔ مگر جب حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے تو منکر ہو بیٹھے۔ اس موقعہ پر بھی اگلوں اور پچھلوں کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ کیونکہ ہر زمانہ میں مخالفین رسالت کی نوعیت ایک ہی ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح تمام مخلوق کی نوعیت ایک ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ:'' لما جاء ھم ماعرفوا کفروابہ ''جس جس نبی کو انہوں نے شناخت کر لیا ہوا تھا۔ جب سامنے آیا تو ناآشنا بن بیٹھے۔ اب یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ ان آیات میں تسلیم کیا گیا ہے کہ نبی بعد، اپنے پہلے کی رجعت تھا اور مخالفین عہد رسالت پہلے مخالفین رسالت کے رجعت تھے۔ کیونکہ جس قدر مظاہر حق ظاہر ہوئے ہیں وہ سب کے سب گویا ایک ذات اور ایک نفس تھے اور شجرہ توحید سے خوراک حاصل کرتے تھے اور در حقیقت ان کے دو مقام ہیں۔ اوّل مقام تجرید اور امتیازی

حالت۔ جس میں وہ الگ الگ نظر آتے ہیں۔ مگر جب ان کو ایک اسم اور ایک ہی صفت سے موسوم و موصوف کرو تو کوئی بری بات نہیں ہوگی۔ کیونکہ ارشاد ہوا ہے کہ: ''لا نفرق بین احد من رسلہ (بقرہ) '' تم کہو کہ ہم ان میں تفریق کے قائل نہیں ہیں اور حدیث میں آیا ہے کہ: ''اما النبیون فانا '' تمام انبیاء کا بروز میں ہی ہوں اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں ہی آدم اوّل ہوں، میں ہی نوح موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ہوں اور اسی مضمون کو حضرت علیؓ نے دھرایا ہے۔ خدا کا فرمان ہے کہ: ''ما امرنا الا واحد (قمر) '' جب امر ایک ہو تو تمام مطلع امر اور انبیاء بھی ایک ہی ہوئے روایت ائمہ معصومین بھی اسی کو مؤید ہے کہ: ''اولنا محمدؐ اوسطنا محمدؐ واخرنا محمدؐ '' ہمارے اوّل آخر اور درمیان حضور ہی حضور ﷺ ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام امر الٰہی کے مختلف ہیاکل ہیں کہ مختلف رنگوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔

رجوع و بروز انبیاء و اولیاء

مگر غور سے معلوم ہوسکتا ہے کہ تمام ایک ہی جنت رضوان میں ساکن ہیں۔ ایک کلام کے ناطق ہیں اور ایک ہی حکم کے بتانے والے ہیں تو اگر کوئی نبی کہے کہ میں تمام انبیاء کا بروز اور رجوع ہوں تو صادق ہوگا اور رجوع اوّل کی تصدیق کرے گا۔ جب قرآن و حدیث سے رجوع انبیاء ثابت ہوگیا تو رجوع اولیاء بھی ثابت ہوگیا۔ بلکہ رجوع اولیاء ایسا ظاہر ہے کہ کسی دلیل کا محتاج ہی نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی ایک نبی تھے۔ آپ کی بعثت پر جو ایمان لائے ان کو حیات جدیدہ نصیب ہوگئی۔ کیونکہ اس ایمان سے پہلے وہ ایسے مقلدانہ علائق میں پھنسے ہوئے تھے کہ اگر ان کو قتل بھی کیا جاتا تو اس تقلید کو نہ چھوڑتے۔ ''انا علیٰ اثارھم مقتدرون (زخرف) '' مگر جب ایمان لائے تو ان میں ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ زن و فرزند اور مال و منال سے الگ ہوگئے اور خلق جدید میں موجود ہوگئے اور اس سے پہلے اپنی جان کو لومڑی سے بھی محفوظ رکھتے تھے۔ لیکن اب وہ ایسے دلیر ہیں کہ گویا اپنی جان سے بیزار ہیں اور چاہتے ہیں کہ خدا کی راہ میں اپنی جان مفت دے دیں۔ اس دور جدید سے پہلے وہ وہی تھے جواب ہیں۔ مگر قدرت نے ایسا انقلاب پیدا کیا ہے کہ ان میں طبعی اور اصلی حالات ہی تبدیل ہوگئے ہیں۔ مشہور ہے کہ تانبا اپنی کان میں ستر سال پڑا رہے تو سونا بن جاتا ہے اور بعض کا قول ہے کہ خود سونے میں کمال پیوست آجاتی ہے۔ وہ تانبا بن جاتا ہے۔ بہر حال پہلی روایت کے بموجب یہ ماننا پڑتا ہے کہ عمل اکسیری نے اس میں ایسا انقلاب پیدا کر دیا ہے کہ اب اس کو تانبا نہیں کہہ سکتے۔ علیٰ ہذا القیاس نفوس ترابی کو اکسیر الٰہی ایک ہی آن میں عالم قدسی میں پہنچا دیتی ہے اور وہ مکان سے لامکان تک پہنچ جاتے

ہیں۔تم کو چاہئے کہ یہ اکسیر حاصل کرو اور ظلمت جہالت سے نکل کر صبح نور میں داخل ہو جاؤ۔اگر سونے کو اس وقت تانبا کہہ سکتے ہیں تو ان نفوس کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ پہلے ہی نفوس تھے۔اب ان بیانات سے رجوع، بعثت اور خلق جدید کا مفہوم ثابت ہو گیا ہے اور جو لوگ ظہور قبل میں ایماندار ہیں۔اسم واسم اور فعل وفعل یا امر کے لحاظ سے بعینہ وہی نفوس ہیں جو ظہور بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔کیونکہ ہر دو ظہور بھی تو خود متحد فی الذات ہوتے ہیں۔اگرچہ ان میں بیرونی عوارض مختلف پائے گئے ہیں۔مگر تم اس پودے کی شاخیں دیکھ کر تکثر کے قائل نہ بنو۔بلکہ خوشبو اور ذاتی آثار کی رو سے اسے متحد سمجھو۔نقطہ فرقان (جناب محمد رسول اللہ ﷺ) کے وقت جن لوگوں نے اس راز کو سمجھ کر سب کے اوّل ایمان قبول کیا۔انہوں نے حضور ﷺ پر اپنا مال وجان سب قربان کر دیا اور ایسے راسخ الایمان واقع ہوئے کہ شہادت پانے کو بھی موجب فخر سمجھتے تھے۔اسی طرح اس وقت نقطہ بیان (بہاء اللہ) پر ایمان لانے والے بھی ایسے جان نثار واقع ہوئے ہیں کہ تمام سے انقطاع کلی حاصل کر کے اپنی جان قربان کر رہے ہیں۔

بروز محمدی

کیونکہ یہ دونوں ایک ہی شمع کے پروانے ہیں اور ایک ہی درخت کے پھل اور پھول ہیں۔"ذلك فضل الله يوتيه من يشاء من خلقه" پس اگر آخر الآخرین قائم بامر اللہ ظاہر ہوں تو اوّل الاولین قائم بامر اللہ کی شکل ان میں ضرور ظاہر ہوگی۔جس طرح کہ دورِ شمسی میں دنیا کا پہلا سورج دکھائی دے گا۔گو بظاہر ہر روز اپنے عوارض کی وجہ سے مختلف نظر آتا ہے۔مگر درحقیقت ایک ہی ذات ہے جو بارہا ظاہر ہو رہی ہے۔اس موقعہ پر ختم نبوت کا انکشاف ہو گیا ہے۔

ختم نبوت

کیونکہ جب حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ:"اما النبيون فانا ۰ انا آدم عليه السلام ونوح عليه السلام وموسىٰ عليه السلام وعيسىٰ عليه السلام ۰ كنت نبيا وآدم عليه السلام بين الماء والطين "میں سب سے پہلے نبی ہوں اور درمیان میں آدم علیہ السلام ونوح علیہ السلام وموسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام بھی ہوں اور اس کے علاوہ تمام انبیاء خود میں ہی ہوں۔تو اگر آپ کو آخری نبی اور خاتم النبیین کہا جائے تو کون سی مشکل نظر آئے گی۔کیونکہ جب خود خدائے تعالیٰ اوّل وآخر ظاہر وباطن اور مختلف صفات سے موصوف ہے تو اس کے مظاہر بھی اوّل وآخر اور ظاہر وباطن کے اوصاف سے متصف ہوں گے۔ورنہ اگر صرف

ذاتی تجرد کا لحاظ کیا جائے۔ تو یہ سب اوصاف خارج نظر آتے ہیں۔ ''کان اللہ ولم یکن معه شئے'' یہ مسئلہ اکثر دفعہ ہم سے پوچھا گیا ہے اور لوگوں کو ابھی تک اس راز کی حقیقت منکشف نہیں ہوئی۔ اس لئے اسی حجاب میں پڑ کر انوار الٰہی سے محروم ہو رہے ہیں اور ایک بہت بڑا احجاب علمائے عصر ہیں۔ جو وجاہت طلبی کی وجہ سے امر اللہ کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی اس کی بات سنتے ہیں۔ ''یجعلون اصابعهم فی اذانهم'' اور ان کے تابعدار چونکہ ان کو ''اولیاء من دون اللہ'' بنائے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان بے حس پیروں کے ردوقبول کے منتظر رہتے ہیں۔ ''کانهم خشب مسنده'' کیونکہ وہ خود سمع بصر اور عقل نہیں رکھتے کہ حق و باطل میں تمیز کر سکیں۔ حالانکہ انبیاء و اولیاء و اصفیاء کا حکم ہے کہ انسان خود اپنے حواس کو استعمال کرے اور دوسروں کی تقلید میں نہ رہے۔ مگر یہ ایسے پھنسے ہیں کہ اگر کوئی ناخواندہ دعوت تبلیغ دیتا ہے کہ: ''یقوم اتبعوا المرسلین'' تو جواب دیتے ہیں کہ اگر یہ شخص مرسل ہوتا تو سب سے پہلے علمائے عصر اور فضلائے دہر اس کی پیروی کرتے۔

پس یہی ایک بات ہے جو ہر زمانہ میں حق قبول کرنے سے مانع رہی ہے اور جو بھی نبی مبعوث ہوا ہے۔ اس کی راہ میں علمائے عصر ہی رکاوٹ پیدا کرتے رہے ہیں۔ ''قاتلهم اللہ بما فعلوا من قبل ومن بعد ماکانو یفعلون'' دوستو! اس حجاب اکبر سے بڑھ کر کوئی اور حجاب نہیں ہے۔ جس کا اٹھا دینا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ''وقفنا اللہ وایاکم یا معشر الروح لعلکم بذالك فی زمن المستغاث۔ توفقون ومن لقاء اللہ فی ایامه لا تحتجبون'' دوسرا احجاب اکبر مسئلہ ختم رسالت کا ہے۔ جس میں یہ ''حج رعاع'' نادان فرقہ مولویاں بھٹک رہا ہے۔ کیا انہوں نے حضرت امیر علیہ السلام کا یہ قول بھی نہیں پڑھا کہ: ''نکحت الف فاطمة کلهن بنت محمد خاتم النبیین'' میں نے ہزار فاطمہ سے نکاح کیا ہے۔ جس میں سے ہر ایک محمد خاتم النبیین کی بیٹی تھی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش اوّل از اوّل تھی اور پھر اس کے مظاہر جمال غیر متناہی اور بے شمار ہوں گے اور اسی طرح جناب حسین بن علی علیہ السلام جناب سلمان فارسی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ:

''کنت مع الف ادم بین کل واحد منهم خمسون الف سنة وعرضت علی کل منهم ولایة ابی للیٰ ان قال قاتلت فی سبیل اللہ الف مرة اصغرها غزوة خبیر التی حازب فیها ابی بالکفار'' میں ہزار آدم کے ساتھ رہا ہوں۔ جن میں سے ہر ایک آدم کا زمانہ پچاس ہزار سال تھا اور ہر ایک پر میں نے اپنے باپ کی ولایت کا مسئلہ پیش کیا ہے۔ اسی

سلسلہ بیان کو دور تک چلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں ہزار دفعہ خدا کی راہ میں ایسی لڑائیاں لڑا ہوں کہ خیبر کی لڑائی جو میرے باپ نے جیتی تھی ان کے مقابلہ میں بہت معمولی ہے۔ ان دو روایتوں سے ختم رسالت، رجع اور لا اوّلیت اور لا آخریت کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ مگر مخالفین اس کو نہیں سمجھ سکتے۔" بل لا یعرف ذلك الا اولو الالباب ۰ قل هو الختم الذی لیس له ختم فی الابداع ولا بدء له فی الاختراع ۰ اذاً یا ملا الارض فی ظهورات البدء تجلیات الختم تشهدون " تعجب ہے کہ یہ لوگ اپنے مطلب کی روایات مان لیتے ہیں اور دوسری روایات کو تسلیم نہیں کرتے۔" قل اتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض (بقره) مالکم کیف تحکمون الا تشعرون " حالانکہ قرآن مجید میں آیت خاتم النبیین کے بعد لقاء اللہ کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جس میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے۔" فهنیئا لمن فاز به فی یوم اعرض عنه اکثر الناس کما انتم تشهدون " قیامت کا شبہ تھا تو وہ بھی ثابت کر دیا ہے۔ مگر وہ اب بھی اسی شبہ میں پڑے ہوئے ہیں اور یوم قیامت لقاء اللہ اور ختم و بدء سے محجوب ہو رہے ہیں۔" ولو یؤ اخذ اللّٰه الناس بما کسبت ایدیهم ما ترك علیٰ ظهر ما من دابة (ملائکه) " اگر یہ لوگ صرف یہی دیکھ لیتے کہ:" یفعل اللّٰه ما یشاء " تو خدا پر کوئی اعتراض نہ کرتے۔" بیده الامر والقول والفعل ۰ من قال لم ولم فقد کفر " یہ لوگ اگر کچھ بھی غور کریں تو جان لیں گے کہ وہ ایسے شبہات کی وجہ سے دوزخ میں گرتے جا رہے ہیں۔ کیونکہ وہ تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ:" لا یسئل عما یفعل (انبیاء) " وہ جو چاہے کرتا ہے۔ کوئی اس پر معترض نہیں ہو سکتا۔ اس سے بڑھ کر اور نادانی اور جہالت کیا ہو سکتی کہ یہ لوگ اپنے ارادہ اور علم کو تو مانتے ہیں۔ مگر جب مشیت ایزدی اور ارادہ الٰہی کا ذکر آ جاتا ہے تو فوراً منکر ہو جاتے ہیں۔ واللہ اگر قدرت میں مہلت نہ لکھی ہوتی تو یہ سب معدوم ہو جاتے۔" لکن یؤخر ذلك الیٰ میقات یوم معلوم " دیکھئے آج بارہ سو اسی سال ہو رہے ہیں اور یہ تمام ہمج رعاع روزانہ قرآن شریف کی تلاوت سے مقصد تو یہ تھا کہ معانی پر بھی غور کرتے۔ کیونکہ تلاوت بے معرفت چنداں مفید نہیں ہوتی۔ مجھے ایک سے قیامت حشر نشر علامات قیامت اور حساب خلائق کے متعلق مباحثہ چھڑ گیا تو کہنے لگا کہ اگر ظہور بدیع (یعنی آپ کے زمانہ) میں یہ سب کچھ واقع ہو چکا ہے تو بتائیے تمام مخلوقات کا حساب کیسے لیا گیا ہے۔ حالانکہ کسی ایک کو بھی معلوم نہیں کہ اعمال کا حساب بھی ہونے کو تھا یا نہیں۔ تو میں نے جواب دیا کہ حساب و کتاب زبانی مراد نہیں ہے۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ:" فیومئذ لا یسئل عن ذنبه انس ولا جان ۰ یعرف المجرمون

بسیماھم فیؤخذ بالنواصی والاقدام (رحمان) ''اس روز لوگوں سے زبانی حساب نہیں ہوگا۔ بلکہ مجرم اپنے نشانات سے پہچانے جائیں گے اور اس شناسائی سے ہی حساب ہو جائے گا۔ جیسا کہ آج خود ظاہر ہے کہ اہل ہدایت اہل ضلالت سے روز روشن کی طرح ظاہر اور ممتاز ہیں۔ اگر ''خالصاً لوجه الله '' یہ لوگ ان آیات میں غور کریں تو تمام امور زیر بحث ظاہر ہو سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ کس طرح مظہر صفات الٰہیہ اپنے وطن اور مال ومنال سے نکال کر بے وطن اور بے خرچ کر دیا گیا ہے۔'' ولکن لا یعرف ذلك الا اولوا الالباب ۰ اختم القول بما نزل علی محمد من قبل لیکون ختامه المسك الذی یھدی الناس الیٰ رضوان قدس منیر ھو قوله تعالیٰ والله یدعوا الیٰ دار السلام (یونس) لھم دار السلام عند ربھم وھو ولیھم (انعام) لیسبق ھذا الفضل علی العالم والحمد الله رب العالمین ''اس مطلب کو ہم نے بار بار اس لئے بیان کیا ہے کہ اگر کسی کو ایک طرز بیان سے سمجھ نہیں آیا تو دوسری طرز پر سمجھنے کی کوشش کر سکے۔ ''لیعلم کل اناس مشربھم '' واللہ مجھے وہ راز سمجھائے گئے ہیں کہ جن میں سے میں نے ابھی تک کچھ بھی بیان نہیں کیا۔ شاید کسی آئندہ وقت میں ظاہر ہوں گے۔'' وما من امر الا بعد اذنه ۰ وما من قدرة الا بحوله ۰ وما من اله الا ھو له الخلق والامر وکل بامره ینطقون ۰ ومن اسرار الروح یتکلمون '' یہاں تک کہ مشارق الٰہیہ کا پہلا مقام ذکر ہوا ہے۔ اب دوسرا مقام ذکر کرتا ہوں کہ جس میں حدود بشریہ کی تفصیل موجود ہوتی ہے۔ کیونکہ اس مقام پر ہر ایک مظہر کی حدود مخصوص ہوا کرتی ہیں اور ہر ایک کا اسم اور صفت الگ الگ ہوتے ہیں اور شریعت جدیدہ پر مامور ہوتے ہیں۔'' فضلنا بعضھم علی بعض (بقرہ) ''اس لئے ان کی زبان پر مختلف بیانات ظاہر ہوا کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ لوگ ظاہری بیانات پر مطلع ہو کر مسائل الٰہیہ سے جو صرف ایک کلمہ میں منحصر ہیں۔ غافل ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان مظاہر پر ربوبیت والوہیت واحدیت صرفہ اور ہویت بحتہ کا اطلاق ہوا کرتا ہے اور ہونا بھی چاہئے۔ کیونکہ تمام مظاہر ظہور الٰہی کے عرش پر ساکن ہیں اور بطون اللہ کی کرسی پر واقف ہیں۔ یعنی ظہور الٰہی ان کے ظہور سے وابستہ ہے اور دوسرے مقام میں تمیز و تفصیل اور تحدید واشارات یا عبودیت صرفہ اور فقر بحث یا فنائے بات ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔'' انی عبدالله وما انا الا بشر مثلکم '' اگر یہ مظاہر ''انی انا الله '' کہہ دیں تو وہ بھی بجا ہوگا۔ کیونکہ ان کے ظہور اور اسماء صفات سے ہی ظہور الٰہی اور ظہور اسماء وصفات الٰہیہ ہوا کرتا ہے۔'' وما رمیت اذ رمیت (انفال) انما

یبایعون اللّٰہ (فتح) ''اگر تمام انبیاء یا حضور علیہ السلام نے ''انی رسول اللّٰہ '' کا اعلان کیا ہے تو وہ بھی بجا ہوگا۔ ''ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ '' اس مقام میں تمام انبیاء شریک ہیں۔ اگر تمام انبیاء ''انا خاتم النبیین '' کا دعویٰ کریں تو بھی غلط نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ تمام یک ذات و یک روح و یک جسد اور ایک ہی امر کے مالک ہیں۔ اسی طرح سب کے سب مظہر بدئیت و ختمیت اوّلیت اور آخریت یا ظاہریت و باطنیت ذات باری تعالیٰ کے واسطے ثابت ہو چکے ہیں۔ اگر یہ کہیں کہ: ''نحن عباد اللّٰہ '' تو یہ بھی درست ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ استغراق کی حالت میں ان بزرگوں کی زبان پر دعویٰ الوہیت کا اجرا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس وقت اپنی ہستی کو معدوم سمجھ کر اس کا ذکر شرک اکبر جانتے ہیں۔ کیونکہ اس مقام پر کسی قسم کی ہستی کا ذکر بھی غلط ہوتا ہے تو بھلا اپنی ہستی کا ذکر کیسے کر سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان کے مقام مختلف ہیں۔ کسی میں ذکر ربوبیت ہوتا ہے۔ کسی میں رسالت اور کسی میں عبودیت اس لئے ان کی رسالت، عبودیت، الوہیت اور ولایت یا امامت تمام دعاوی حق ہیں۔ ایسے مقامات سے اطلاع پانے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ ورنہ کسی ایسے شخص سے دریافت کرنا ضروری ہوتا ہے جو ان مقامات سے بخوبی واقف اور مطلع ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ اپنی رائے ناقص سے خود ایسے مقامات کی تشریح کر کے اعتراض پر اعتراض کرنے لگ جائیں۔ جیسے کہ آج علمائے عصر اپنی نادانی کو علم سمجھ بیٹھے ہیں اور ظلم کو عدل قرار دیتے ہیں۔ ان کی عادت ہے کہ جب سوال کا جواب اپنی سمجھ کے مطابق نہیں پاتے تو مظہر الٰہی کو جاہل بتانے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ حضورﷺ سے لوگوں نے پوچھا تھا کہ یہ ہلال کیا ہیں تو آپ نے فرمایا تھا کہ: ''مواقیت للناس '' وقت شناسی کے نشان ہیں تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ جواب ناواقفیت ظاہر کرتا ہے۔ روح کے متعلق سوال ہوا تو یوں جواب دیا کہ: ''الروح من امر ربی (بنی اسرائیل) '' تو شور مچا دیا کہ جس کو روح کی خبر نہیں ہے تو بھلا وہ علم لدنی کیا رکھتا ہوگا۔ عہد حاضر کے مسلمان بھی حضورﷺ کو تقلیدی طور پر مانتے ہیں۔ ورنہ یہ لوگ اس وقت بھی سوال کرتے تو یقیناً کبھی نہ مانتے۔ چنانچہ اب بھی وہی طریق اختیار کر رہے ہیں۔ کیونکہ مظاہر الٰہی ان علوم مجہولہ سے منزہ ہوتے ہیں اور ان کے نزدیک یہ تمام علوم افک محض اور صاف جھوٹ ہیں اور جو کچھ ان مخازن الٰہیہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ حقیقت میں وہی علم ہوتا ہے۔ باقی سب جہالت ہے۔

علم وجہالت

"العلم نقطه كثرها الجاهلون والعلم نوريقذفه الله في قلب من يشاء" مگر لوگوں نے جو کچھ مظاہر جہالت سے پیدا ہوا ہے۔ اس کو علم سمجھ رکھا ہے۔ چنانچہ ایک علامہ زمان اس عہد حاضر میں بھی موجود ہیں جو اہل حق پر سب وشتم بڑے زور سے کیا کرتے ہیں اوران کے رسائل بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مجھے خیال پیدا ہوا کہ ان کی تصنیفات کا بھی مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ تلاش کرنے پر ان کی عربی تصنیفیں تو میسر نہ ہوئیں۔ مگر کسی نے بیان کیا کہ ان کی ایک تصنیف ارشاد العوام یہاں ملتی ہے۔ گو اس کا نام ہی بتارہا تھا کہ اپنے آپ کو وہ بڑا عالم سمجھتے ہیں اور دوسروں کو جاہل قرار دیتے ہیں۔ کبر اور نخوت کا شکار ہو چکے ہیں۔ مگر بادل ناخواستہ وہ کتاب منگا کر چندروز میں نے اپنے پاس رکھ لی۔ اگر چہ مجھے غیر مذہب کی کتابوں کا شوق مطالعہ نہیں۔ مگر تاہم اس فاضل کی تصانیف کا شوق مطالعہ دامنگیر ہو گیا۔ ایک دو مقام دیکھنے کا اتفاق ہوا تو مجھے نظر پڑا کہ جناب نے حدیث معراج نبوی ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ حدیث معراج کو سمجھنے کے واسطے بیس علوم کی ضرورت ہے۔ جن میں سے جناب نے علم فلسفہ مردود اور علم کیمیا وسیمیا کو بھی ضروری قرار دیا تھا۔ حقیقت میں اس فاضل علامہ نے علوم حقیقہ کو بدنام کر دیا ہے اور ان پر ہزاروں اعتراضات کا دروازہ کھول دیا ہے۔

متہم داری کسانے را کہ حق
کرد امین مخزن ہفتم طبق

یہ کس کو معلوم نہیں کہ اس قسم کے مردود علمائے حقیقی کے نزدیک حدیث معراج سمجھنے کے لئے شرط نہیں ہیں۔ کیونکہ خود حضور ﷺ نے ان علوم میں سے ایک حرف بھی تعلیم نہیں پایا تھا۔

جملہ ادراکات برخرہائے لنگ
حق سوار باد پراں چوں خدنگ

واللہ اگر کوئی حدیث معراج کا مفہوم سمجھنا چاہے تو اگر اسے یہ علوم مردودہ حاصل بھی ہوں تو سب سے پہلے ان سے اپنے قلب کو صاف کر لینا ضروری ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت بھی جو لوگ علوم الٰہیہ میں مستغرق ہیں۔ ایسے علوم کی تعلیم کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ "العلم حجاب الاكبر" بنار محبت یار سوختم۔ بایں افتخار مے نمائیم، کہ بحمد اللہ سبحات جلال رابنا جمال محبوب سوختیم۔ وجز مقصود در دل جاندار یم۔ نہ بعلمی جز علم باو متمسک ایم، ونہ بمعلومے جز تجلی انوار ومتشبث۔ مجھے تعجب ہوا ہے کہ باوجودیکہ اس فاضل علامہ کو علم حقیقی سے ایک ذرہ بھی حاصل نہیں۔

لوگوں کو اپنے علم و فضل کی طرف توجہ دلاتا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ تعجب ہوا کہ لوگ ایسے جاہل کے گرویدہ کیسے ہو رہے ہیں کہ جس کے ہاتھ میں صرف مٹی ہے اور بلبل کا نغمہ چھوڑ کر کوے کی کائیں کائیں پر دل لگائے بیٹھے ہیں۔ غرضکہ اس قسم کے اور کلمات مجہولہ اس کتاب میں اس قدر ہیں کہ میں بیان کرنا نہیں چاہتا۔ ہاں اس نے علم کیمیا کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ اگر سچا ہے تو تجربہ سے اس کو ثابت کر دکھلائے۔ تاکہ حق و باطل ظاہر ہو جائے۔ مگر لوگ بگڑے ہوئے ہیں اور ان کے جفا کا اثر ابھی تک میرے تمام جسم پر نمایاں ہے۔ قرآن شریف میں اس کے علوم کے متعلق یوں ذکر کیا گیا ہے کہ: ''ان شجرة الزقوم طعام الاثیم ۰ ذق انك انت العزیز الکریم (دخان)'' کیونکہ اس فاضل نے خود اپنی کتاب میں اپنا نام اثیم ظاہر کیا ہے۔ ''اثیم فی الکتاب ۰ عزیز بین الانعام ۰ وکریم فی الاسم'' دیکھا قرآن شریف نے اس کے متعلق کیسا عمدہ فیصلہ کر دیا ہے۔ ''لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (انعام)'' لوگ باوجود ان کے موئی علم سے روگردان ہو کر سامری جہالت کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ حالانکہ قلوب صافیہ کے سوا کسی اور جگہ علوم الٰہیہ نہیں ملتے۔ ''البلد الطیب یخرج نباته باذن ربه والذی خبث لا یخرج الا نکدا (اعراف)'' پس ضروری ہے کہ مسائل مشکلہ کا حل ان لوگوں سے کرانا چاہیے۔ جن پر افاضات الٰہیہ ہوئے ہیں۔ نہ ان لوگوں سے جن کا علم اکتسابی ہوتا ہے۔ ''فاسئلوا اهل الذکران کنتم لا تعلمون (انبیاء)'' صاحبان جو شخص معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ ایسے علوم سے دل کو پاک و صاف کرے۔ کیونکہ وہ دل تجلی اسرار کا محل بروز ہوتا ہے اور اغیار کی محبت سے بکلی صاف کر دے تاکہ راستے میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

نصائح بہائیہ

ان دوعیبوں کی وجہ سے لوگ معرفت الٰہی سے محروم ہو رہے ہیں۔ خدا پر توکل کرے۔ لوگوں سے منہ موڑ لے۔ اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہ سمجھے۔ فخر و غرور نہ کرے۔ صبر کرے خاموش رہے اور کثرت کلام سے رک جائے۔ کیونکہ زبان کی آگ روح کو جلا دیتی ہے۔ غیبت نہ کرے۔ کیونکہ اس سے دل کی روشنی مر جاتی ہے۔ قلیل پر قناعت کرے۔ جن کو انقطاع الی اللہ کا مقام حاصل ہے۔ ان کی مجلس کو غنیمت سمجھے۔ سحری کے وقت ذکر میں مشغول ہو جایا کرے۔ ماسوائے اللہ کی محبت چھوڑ دے۔ غفلت چھوڑ دے۔ حصہ داروں کو حصہ دے۔ ناداروں پر احسان واعطاء کرنے میں دریغ نہ کرے۔ جانوروں کی رعایت کرے۔ انسان اور اہل بیان اور خصوصاً جانان

جان سے دریغ نہ کرے۔ شماتت خلق سے نہ گھبرائے۔ آنچہ برخود نہ پسندی بدیگراں مپسند۔ کہے تو پورا کرے۔ باوجود قدرت کے قصوروار کا قصور معاف کرے۔ معافی دے۔ غیر کو بنظر تحقیر نہ دیکھے۔ کیونکہ حسن وقبح کا فیصلہ موت پر ہوتا ہے۔ ماسوائے اللہ کو فانی سمجھے۔ یہ تمام نصائح ان لوگوں کے لئے ہیں جو راہ معرفت اور علم الیقین میں چلنا چاہتے ہیں۔ اس مقام کے بعد طالب صادق کے لئے لفظ مجاہد استعمال کیا گیا ہے۔ ''والذین جاھدوا فیناا لنھدینھم سبلنا (عنکبوت) ''اور اس کے لئے راہ ہدایت کھل جاتا ہے۔ جب اس مجاہدہ کی روشنی قلب میں پھیل جاتی ہے تو شک وشبہ کی ظلمت دور ہو جاتی ہے اور روح القدس کی تائید سے حیات تازہ حاصل ہو جاتی ہے اور اپنے اندر نئی روشنی، نئی بینائی، نیا دل اور نئی گویائی وشنوائی پاتا ہے اور مخفی امور پر اطلاع پانے لگتا ہے اور مخفیات الانفسیہ کھل جاتے ہیں اور ہر ایک ذرہ میں اس کو ایک دروازہ کھلا ہوا ملتا ہے۔ جس سے وہ عین الیقین، حق الیقین اور نور الیقین تک پہنچ جاتا ہے اور ہر جگہ اس کو تجلیات الٰہیہ نظر آنے لگتے ہیں۔ واللہ اگر سالک اس مقام پر پہنچ جائے تو رائحہ حق کو دور دراز کے فاصلہ سے دریافت کر سکتا ہے اور حق وباطل اس کے نزدیک ایسے ظاہر ہو جاتے ہیں کہ گویا ان میں زمین وآسمان کا فرق ہے اور آثار حق ممتاز طور پر دیکھ لیتا ہے اور تمام علوم مکنونہ پر اطلاع پاتا ہے۔ گویا اسرار رجوع کو اپنی آنکھ سے مشاہدہ کر رہا ہے۔

مدینہ روحانی

اور جب مجاہدہ ماسوائے اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے تو مدینہ روحانی میں ایسا انس پکڑتا ہے کہ ایک لحظہ بھی اس سے جدائی پسند نہیں کرتا اور وہ مدینہ روحانی زیادہ سے زیادہ ایک ہزار سال بعد از سر نو تعمیر ہوتا ہے۔ طالبان حق کو اس مدینہ میں پہنچنا لازم ہے اور اس مدینہ روحانی سے مراد کتب الٰہیہ ہیں۔ چنانچہ عہد موسیٰ علیہ السلام میں تورات تھی۔ عہد عیسوی میں انجیل۔ عہد محمدی میں فرقان اور اس عہد حاضر میں بیان اور من یظہرہ اللہ کے عہد میں خود اس کی کتاب ہے جو تمام کتب الٰہیہ پر شامل ہے۔ اس میں توحید کا سبق ملتا ہے۔ مثلاً فرقان امت محمدیہ کے لئے ایک محفوظ قلعہ تھا کہ شیطانی حملوں سے بچ کر لوگ اس میں داخل ہوتے رہے ہیں اور فواکہ طیبہ، خمر اسرار توحید، ماء غیر آسن معرفت اور تمام مایحتاج الیہ اس سے حاصل کرتے رہے ہیں اور سنہ ساٹھ تک اسی کے اتباع کا حکم تھا۔ اس کے بعد ظہور بدیع کا وقت آیا۔ جس میں طالبان ہدایت اصل مقصد کو پہنچ گئے ہیں۔ مگر یہ فخر روایات اور احادیث کو حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا اعتبار قرآن سے وابستہ ہے اور ان میں اختلاف بہت دور تک چلا گیا ہے۔ اسی لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ: ''انی

تـارك فيـكم الثقلين كتاب الله وعترتی ''اگراحادیث کااعتبار ہوتا تو آپ اس فقرہ میں احادیث کو درج فرماتے اور جب عترۃ کا وجود بھی نہیں رہا۔اس لئے صرف کتاب اللہ قرآن ہی قابل تمسک رہا۔''الٓمٓ۔ ذلك الكتاب لا ريب فيه ۔ هدى للمتقين ''حروف مقطعہ میں اشارہ ہے کہ اے محمد ہم نے تیری طرف یہ کتاب بھیجی ہے اوراس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ وہ متقین کے لئے راہ ہدایت ہے۔اس آیت نے فیصلہ کردیا کہ:''ثقل اعظم (قرآن) ''ہی خدا کی طرف سے مقرر ہے۔اس کے مقابلہ پر فلاں دفلاں کا قول معتبر نہیں ہے۔ کیونکہ اگران کی تصدیق کا حکم ہوتا تو اس آیت میں ضرور ذکر کیا جاتا اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص کتب سابقہ کا معترف نہیں وہ قرآن کو بھی نہیں مانتا۔کیونکہ یہ ان کی تصدیق کرتا ہے۔اس آیت کے اگر اسرار بیان کئے جائیں تو دنیا ختم ہونے تک بھی ختم نہ ہوں۔دوسری آیت میں فرمایا کہ:''ان كـنـتـم فـي ريـب مـمـا نـزلـنـا''اگرتم کو ان آیات میں شک ہے جو ہم نے اپنے رسول پر نازل کئے ہیں تو اپنے علمائے عصر کو بلا کر اس کی مثل پیش کرو۔اس سے ثابت ہوا کہ آیات نازلہ اعظم ترین دلیل قاطعہ ہوتے ہیں اور دوسرے دلائل قطعیہ ان کے مقابلہ پر شمس کے مقابلہ میں ستارہ کا حکم رکھتے ہیں اور ان میں دو قسم کی تاثیر ہے کہ تابعداروں کو حب الٰہی میں ترقی دیتی ہیں اور دشمنوں کو غفلت میں سرد کردیتی ہیں۔آیت''فـبـاى حـديـث بعد الله واياته يؤمنون (جاثيه) ''میں بتایا ہے کہ ظہور حق اور آیات نازلہ چھوڑ کر کس کو ماننا صحیح ہے؟ پھر فرمایا کہ:''ويـل لـكـل افـاك اثيم ۔ يسمع ايات الله تتلى عليه ثم يصر مستكبر (جاثيه) ''جو شخص آیات اللہ ماننے میں غرور کرتے ہیں۔ان کو سخت عذاب ہوگا۔''فـي هـذه الاية كـفـاية لـكل من فى الارض لـوكـانـوا فی ايات ربهم يتفرسون ''مگر افسوس ہے کہ آج آیات نازلہ سے بڑھ کر لوگوں کے نزدیک کوئی نکمی چیز نہیں ہے۔یہ وہی کہیں گے جو ان کے باپ کہتے چلے آئے ہیں۔''فـالـنـار مثـواهم ۔ فبئس مثوى الظلمين ۔ اذا علم من اياتنا شيئاً اتخذها هزواً اولئك لهم عذاب مبين (جاثيه) ''یہ بھی ایک مخول ہے کہ آیات کے ہوتے ہوئے کوئی اور معجزہ مانگا جائے کہ:''فـاسـقـط علينا كسفاً من السماء (شعراء) ''ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرادو۔''یا امطر علينا حجارة من السماء (انعام) ''آسمان سے پتھر برسادو۔یہودیوں نے آسمانی مائدہ کی تبدیلی میں لہسن پیاز حاصل کیا تھا اور یہ لوگ بھی آیات منزلہ کو ظنون فاسدہ سے تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔مائدہ معنویہ آسمان سے نازل ہو رہا ہے اور وہ کتوں کی طرح مردار پر جمع ہو رہے ہیں۔تعجب ہے کہ سورج دیکھ کر اس کے وجود پر دلیل مانگتے ہیں۔ہاں ہاں اندھے ہیں۔جن کو

صرف سورج کی گرمی محسوس ہوتی ہے اور قرآن سے بھی ان کو صرف حروف کی شکلیں ہی نظر آتی ہیں۔"قالوا اتوابآ بائنا ان کنتم صادقین (جاثیه)" کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہوتو ہمارے باپ دادے واپس لاکر دکھلاؤ۔ حالانکہ آیات نازلہ سے مردہ دل زندہ ہوگئے جو خلق سماوات سے بھی زیادہ تر مشکل کام ہے اور ہر ایک آیت تمام دنیا پر حجت کامل ہے۔"لو کنتم فی آیات الله تتفکرون" یہ عذر بالکل قابل شنوائی نہیں کہ آیت الٰہی کو عوام نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ قرآن شریف تمام عالم کے لئے آیا ہے۔ اگر عوام میں ادراک نہ ہوتا تو اس کی صداقت کیسے ظاہر ہوتی؟ ہاں معرفت الٰہی مشکل ہے جو عوام نہیں پاسکتے۔ مگر فہم آیات اور معرفت الٰہی دوامر الگ الگ ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے بہانوں سے علمائے عصر حق سے اعراض کر رہے ہیں۔ سچ پوچھو تو ان سے وہ عوام ہی اچھے ہیں جو فوراً حق قبول کر لیتے ہیں۔ کیونکہ ادراک حق کے لئے کسی خاص علم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ ضرورت صرف اس امر کی ہوتی ہے کہ اپنے ظنون فاسدہ سے خالی ہوکر ادراک حق کے لئے پیش ہوں۔"فطوبی للمخلصین من انوار یوم عظیم۰ والذین کفروا بایات الله ولقائه اولئك یٔسوا من رحمتی واولئك لهم عذاب الیم (عنکبوت) ویقولون ائنا لتارکوا الهتنا لشاعر مجنون (صافات)"

ادبی لیاقت

حضور ﷺ کے متعلق ان کا خیال تھا کہ ادھر ادھر کی باتیں جمع کر کے اساطیر الاولین بنا کر پیش کر دیتا ہے۔ اس وقت میرے متعلق بھی یہی کہتے ہیں کہ غلط سلط عربی لکھ کر کہہ دیتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔"قد کبر قولهم وصغر شانهم وحدهم" لوگوں نے کہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آئے گا۔ کیونکہ ایسے نبی کی ضرورت ہے جو پہلی شریعت کی تجدید کرے تو یہ نازل ہوا کہ:"لقد جائکم یوسف من قبل (مومن)" یوسف علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے تو تم کو ان کے متعلق ہمیشہ شک رہا۔ مگر جب انتقال فرماگئے تو تم نے کہہ دیا کہ اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ وہمیوں کو خدا تعالیٰ ایسا ہی گمراہ کیا کرتا ہے۔ یہ مرض تمام امتوں میں پھیلا ہوا ہے۔ عیسائی کہتے تھے کہ انجیل کا نسخ نہیں ہوسکتا۔ اب محمدی بھی کہتے ہیں کہ چونکہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اس لئے کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا۔ حالانکہ خود یہ بھی ساتھ ہی پڑھتے ہیں کہ:"مایعلم تاویله الا الله والراسخون فی العلم (آل عمران)" راسخ فی العلم اور خدا کے سوا اس کی تشریح کوئی نہیں جانتا۔ مگر جب کوئی

راسخ فی العلم تشریح کر دیتا ہے تو ایسی ویسی باتیں کہنے لگتے ہیں۔ کیونکہ ان کے مطلب کی بات نہیں ہوتی۔ درحقیقت علمائے عصر نے ان کو بگاڑا ہوا ہے اور یہ سب ان کی شرارت ہے کہ جن کا مذہب پیسہ ہے اور جن کا خدا اپنا نفس امارہ ہے اور حجاب علم میں آ کر گمراہ ہو چکے ہیں۔

مخالفین پر فتویٰ کفر

''افرایت من اتخذا لهه هواه (جاثیه) '' دیکھا جنہوں نے نفس امارہ کو اپنا خدا بنالیا ہے اور بوجود تعلیم یافتہ ہونے کے ان کو خدا نے گمراہ کر دیا ہے اور سمع وبصر پر مہر لگادی ہے۔ آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اب ان کو ہدایت کرے تو کون کرے۔ اس آیت میں علمائے عصر کا حال مذکور ہوا ہے کہ اپنے علوم پر نازاں ہو کر علوم الٰہیہ سے غافل ہو رہے ہیں۔'' ھو بناء عظیم انتم عنه معرضون (صٓ) ماھذا الا رجل یرید ان یصدکم عما کان یعبد اباکم (سبا) ماھذا الا افك مفتریے '' کہتے تھے کہ یہ آدمی تم کو اپنے باپ دادوں کی طرز عبادت سے روکنا چاہتا ہے اور جو کچھ پیش کرتا ہے وہ خدا کے ذمہ افترا باندھا ہوا ہے۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ یہ بے ایمانی کرنے آیا ہے اور کچھ آپ کو مجنون کہتے تھے۔ آج بھی یہی حالت ہے۔ آیات آسمان سے بارش کی طرح نازل ہو رہی ہے اور اس قدر فیوضات الٰہیہ ظاہر ہو رہے ہیں کہ اس سے پیشتر ان کی نظیر نہیں ملتی۔ کیونکہ جس قدر پہلے انبیاء آئے ان کی کتابیں محدود اوراق میں بند تھیں۔ مگر یہاں اس قدر نزول آیات الٰہیہ ہے کہ ابھی تک کسی کو خبر نہیں کہ ان کی انتہاء کہاں تک ہے؟۔

بیشمار نزول آیات سے انکار

چنانچہ اس وقت ہمارے ہاتھ میں بیس مجلد موجود ہیں اور کئی ایک کتابیں ابھی تک دستیاب نہیں ہوئیں اور کچھ ایسی بھی کتابیں ہیں کہ مشرکوں کے قبضہ میں ہیں۔ غرضکہ اس وحی کی کوئی انتہاء ابھی تک معلوم نہیں ہوئی۔ ہاں جس قدر دستیاب ہوئی ہیں ان پر عمل کرو اور خدا کے فضل میں جگہ پاؤ۔'' وانه بعباده لغفور رحیم (مائده) یا اھل الکتاب ھل تنقمون منا (آل عمران) '' جب لوگوں نے اسلام کو کفر قرار دیا تھا اور صحابہ کو کہتے تھے کہ تم کیوں ایک مفتری اور ساحر کذاب کے قبضہ میں آگئے ہو اور ہر طرح سے سب وشتم اور رجم وزجر سے ان کو ستاتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ان سے کہہ دو کہ کیا تم صرف اس لئے ہمیں ستاتے ہو کہ ہم شریعت جدیدہ کے قائل ہو گئے ہیں۔ حالانکہ ہم پہلے انبیاء کو بھی مانتے ہیں۔ اب کیا یہ جائز ہے کہ جو آیات بدیعہ مشرق ومغرب تک پھیل چکی ہیں۔ یہ لوگ ان سے معرض ہو کر ایماندار رہ سکتے ہیں؟ یا یہ کہ خود

خدائے تعالیٰ اقرار کرنے والوں کو کافر قرار دے سکتا ہے۔'' حاشا وکلا اذانه مثبت الحق بایاته وحقق الامر بکلماته انه لهوا لمقتدر المهیمن القدیر ۰ ولو نزلنا علیك کتاباً فی قرطاس فلمسوه بایدیهم لقال الذین کفروا ان هذا الا سحر مبین (انعام) ''اس قسم کی آیات بہت ہیں۔ مگر ہم نے اختصار سے کام لیا ہے۔ اب خود خیال کرو کہ منکرین اور مخول کرنے والوں پر نار جہنم کا وعدہ نازل ہوا ہے۔ اس وقت اگر کوئی مبعوث ہو کر کروڑ ہا آیات خطب یا صحائف اور مناجات پیش کرے۔ بغیر اس کے کہ اس نے کسی سے تعلیم حاصل کی ہو تو پھر کیسے اعتراض ہو سکتا ہے۔ کیا صرف حدیث کی بناء پر کہ جس کی اصلیت خود نہیں سمجھتے یا کسی ایسے شخص کے کہنے پر جو شیطان عصر بن کر لوگوں کو بہکا رہا ہے۔ ایسے شخص سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ جس نے کئی ایک کتابیں بھی مرتب کی ہوں۔ جیسے کہ بعض انبیاء پر کتابیں نازل ہوئی تھیں۔ اب ان کو اقرار کرایا جائے تو کس طریق سے کرایا جائے۔'' بل ولکل وجهة هو مولیها فقد هدیناك السبیلین ثم امش علی ماتختار لنفسك ۰ وهذا قول الحق ۰ وما بعد الحق الا الضلال''

چار سو علمائے عصر کی شہادت

گذشتہ انبیاء کی تصدیق جب معمولی آدمیوں نے کی تو ذی وجاہت اعتراض کرتے تھے کہ اراذل الناس کے سوا کسی نے پیروی نہیں کی۔'' فقال الذین کفروا من قومه ما نراك الا بشرا مثلنا ما نراك الا اتبعك الذینَ هم اراذلنا بادی الرای (هود) '' ہاں اگر اہل علم ایمان لاتے تو قابل توجہ بھی ہوتا۔ مگر اس وقت ظہور اظہر کی بعثت کو بہت سے علمائے عصر نے بھی تسلیم کر لیا ہوا ہے تو اب کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ زیادہ اطمینان کے لئے چند فقہائے عصر کا نام پیش کرتا ہوں۔ اول محمد حسین جو محل اشراق شمس ظہور ہوئے ہیں۔'' لولا ماستوی الله علی عرش حمایته وما استقر علی کرسی صمد انیته'' دوم آقا سید یحیٰی جو وحید عصر تھے۔ سوم محمد علی زنجانی۔ چہارم ملا علی بستامی۔ پنجم ملا سعید بار فروشی ششم نعمت اللہ مازندرانی۔ ہفتم ملا یوسف اردبیلی۔ ہشتم ملا مہدی خوئی۔ نہم آقا سید حسین ترشیزی۔ دہم ملا علی برقانی وغیرہ چار سو تک ہیں۔ جن کے نام لوح محفوظ الٰہی میں درج ہیں۔ ان سب نے ایمان کے جوش میں مال و جان بھی فدا کر دیا تھا اور مشرکوں کے ہاتھ سے قتل بھی ہو چکے تھے تو کیا ان لوگوں کی شہادت منظور ہو سکتی ہے یا ان لوگوں کی جو زخارف دنیا میں مشغول ہو کر منکر ہو رہے تھے۔'' تاهت العقول فی العقول فی افعالهم وتحیرت النفوس فی اصطبارهم وبما حملت

اجسادھم ''کیا ایسا انکار کسی شریعت میں جائز ہوسکتا ہے؟ اور سنئے جناب حسین علیہ السلام کی شہادت کو صداقت کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ ان نفوس مقدسہ کی شہادت کو علامت صدق نہ قرار دیا جائے۔ حالانکہ جناب امام کی شہادت صرف صبح سے ظہر تک جاری تھی اور ان کی شہادت کا سلسلہ پورے اٹھارہ برس جاری رہا اور وہ مصائب اٹھائے جو حضرت امام کو پیش نہ آئے تھے۔ کیا ان لوگوں نے وجاہت دنیاوی کے لئے اتنے مصائب برداشت کئے تھے؟ یا کیا زمانہ ان سے بڑھ کر کوئی ایسی جماعت پیش کرسکتا ہے کہ جنہوں نے اس جانفشانی سے کام کیا ہو؟ سوچو تو یہی نشان صداقت کافی ہوگا۔ ''لوکان الناس فی اسرار الا مریتفکرون ۰ وسیعلم الذین کفروا ای منقلب ینقلبون (شعراء) فتمنوا الموت ان کنتم صادقین (جمعہ) ''اس آیت میں نشان صداقت تمنائے موت قرار دیا گیا ہے۔ جو ان نفوس مقدسہ میں پایا جاتا ہے۔ اس کسوٹی پر امتحان کر لینا چاہئے کہ آیا ان لوگوں کی شہادت قولی بھی معتبر ہوسکتی ہے کہ جنہوں نے مال کے پیچھے دین بھی ضائع کردیا ہوا ہے اور اسلام میں ایک ذرہ بھی خرچ نہیں کیا۔ ''یا ابن الانسان قد مضت علیك ایام ۰ واشتغلت فیها بما تهوی به نفسك من الظنون والاوهام ۰ الیٰ متی تکون راقد اعلیٰ بساطك فارفع راسك عن النوم فان الشمس قدار تفعت فی وسط الزوال ۰ لعل تشرق علیك بانوار الجلال والسلام ''ان میں سے کوئی عالم ذی وجاہت نہ تھا کہ جس کے ہاتھ میں لوگوں کی نکیل ہوتی۔ شاید ایک دو ایسے بھی ہوں تو تعجب نہیں۔ کیونکہ وارد ہے کہ: ''قلیل من عبادی الشکور (سبا) ''حالانکہ رب اعلیٰ نے ہر ایک نامور عالم اور فقیہ کے نام تبلیغی مکتوب بھی روانہ کردیئے تھے۔ اب یہ شبہ بھی رفع ہوگیا جو اہل جو بیان کو دوسری قیامت میں پیدا ہوسکتا تھا۔ کیا وجہ ہے کہ ظہور بیان میں تو علمائے نامور کی ایک جماعت بھی شامل ہوگئی تھی اور اس ظہور میں کوئی عالم نامور شامل نہیں ہوا۔ ایک اور دلیل یہ ہے کہ عالم شباب میں جناب نے اس استقامت سے اپنے دعوے پر قیام کیا کہ ہرگز کسی سے خوف نہیں کیا۔ تو کیا یہ جنون تھا؟ جیسے انبیاء قبل کے متعلق خیال کیا گیا تھا اور یا حب ریاست نے یہ سب کام کروا ڈالے تھے؟ واللہ نہ یہ جنون تھا اور نہ ہی حب ریاست نے اس پر آمادہ کیا تھا۔ کیونکہ اپنی پہلی تصانیف میں کہ جن کو قیوم اسماء کے نام ملقب کیا ہے۔ ان میں اپنے قتل کی صاف شہادت پیش کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ''یا بقیة الله قد فدیت بکلی لك ورضیت السب فی سبیلك ۰ وما تمنیت الا القتل فی محبتك ۰ وکفیٰ بالله العلی معتصما قدیما ''اور تفسیری تحریرات میں لکھتے ہیں کہ:

''کانی سمعت منا دیا ینادی فی سری افد۔ احب الاشیاء لدیک فی سبیل اللہ کما فدی الحسین علیہ السلام۔ فلولا کنت ناظرا بذلک السرا الوقع فوالذی نفسی بیدہ لواجتمعوا ملوک الارض لن یقدروا ان یاخذوا منی حرفا فکیف عبید الذی لیس لهم شان بذلک وانهم مطرودون..... لیعلم الکل مقام صبری ورضائی وفدائی فی سبیل اللہ'' اب منکرین کو دیکھئے کہ کس قدر ان میں نسناس اور بندر ہیں۔ جو حق کو نہیں دیکھتے اور مطالعہ قدسیہ کی طرح طرح کی نسبت دیتے ہیں۔

''کذلک نذکر لک ما اکتسبت ایدی الذی کفروا واعرضوا عن لقاء اللہ فی یوم القیمہ وعذبهم اللہ فی نار شرکهم واعدلهم فی الاخرۃ عذابا تحترق بہ اجسادهم وارواحهم۔ ذلک بانهم قالوا بان اللہ لم یکن قادرا علی شئی۔ وکانت یدہ عن الفضل مغلولۃ'' یہی استقامت علامت صداقت ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''شیبتنی الایتین'' مجھے دو آیتوں نے بوڑھا کر دیا۔ یعنی ان دو آیتوں نے کہ: ''فاستقم کما امرت (هود)'' صداقت کی ایک اور دلیل یہ بھی ہے کہ غلبہ اور قدرت خود بخود پیدا ہوتا چلا گیا ہے۔ آپ شیراز میں ۶۰ھ میں ظاہر ہو کر مصروف تبلیغ ہوئے تو چار اطراف میں آپ کی تبلیغ اس سرعت سے پھیل گئی کہ مخالفین ہر طرف سے ردوقدح پر آمادہ ہوگئے۔ ہزاروں صاف باطنوں نے آپ کو قبول کر لیا اور کئی ایک علوم لدنی کے کرشمے ظاہر ہوئے اور سینکڑوں نے اس راہ میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ ادھر سے رضا بالقضاء کا منظر تھا اور ادھر اذیت وظلم کا نقارہ بج رہا تھا اور ان کی جان لینے کو موجب ثواب قرار دیا گیا تھا اور کسی تاریخ عالم میں اس کثرت سے نہ کسی پر ظلم ہوا اور نہ کسی نے اس صبر واستقلال سے اپنی جان دینے میں رضا بالقضا کا اظہار کیا ہے۔ ایک اور دلیل صداقت یہ بھی ہے کہ لوگوں نے ہر طرف سے لعن وطعن کیا اور ردوسب کے مقابلہ پر ان شہسواران میدان رضا نے انقطاع کلی اور تسلیم کامل اختیار کی اور جو کچھ بھی وقوع میں آیا۔ اس کی خبر پہلے ہی کتب میں دی گئی تھی۔ روایت ہے کہ: ''اذا ظهرت رایۃ الحق لعنها اهل الشرق والغرب۔ ساعۃ خیر من عبادۃ سبعین سنۃ''

تنسیخ شریعت

آخر غور کرنا چاہئے کہ اس قدر لعن وطعن کیوں پیدا ہوا اور کس لئے ''جمیع من فی الارض'' مخالفت پر تل گئے؟ جواب ظاہر ہے کہ تمام اطراف عالم میں یہ مشہور تھا کہ ان کی شریعت قابل تنسیخ نہیں اور یہ رسوم ورواج قیامت تک جاری رہیں گے۔ اگر یہ نفوس قدسیہ تنسیخ

شریعت کے لئے کھڑے نہ ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ کوئی بھی مخالفت کرتا۔ مگر منظور خدا یہی تھا کہ تبدیل شریعت ہو ورنہ مظہر حق کا مبعوث کرنا بے فائدہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ لوگ اگر تنسیخی روایات کا بھی مطالعہ کرتے تو ضرور اس حکم کی بھی تعمیل کرنے پر آمادگی ظاہر کرتے۔ مگر کیا کریں اس قسم کی روایات کو ہاتھ تک نہیں لگاتے۔ اس لئے ہمیں ان کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اوّل قرآن شریف میں ہے کہ: ’’یوم یدع الداع الیٰ شئی نکر (قمر) ‘‘ایک دن داعی الی الحق ایک نئی شریعت کی دعوت دے گا اور چونکہ یہ ندائے الٰہی ان کے ہوائے نفسانی کے خلاف ہوگی۔ اس لئے اس کو شئی نکر سمجھیں گے۔ اس قسم کی آیات اور بھی ہیں۔ جن سے تنسیخ شریعت کا اظہار ہوتا ہے۔ مگر یہ لوگ امر بدیع کے منتظر تو ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ شریعت قرآنی پر عمل پیرا ہونے کا حکم دے گا۔ جیسے یہود ونصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح تورات وانجیل پر عامل ہوگا۔

دوم دعائے ندبہ میں ہے کہ: ’’این المدخر لتجدید الفرائض والسنن واین المتخیر لا عادة الملة والشریعة ‘‘سوم زیارت قبور میں ہے کہ: ’’السلام علی الحق الجدید سئل ابو عبداللہ عن سیرة المهدی کیف سیرته قال ایصنع ماصنع رسول اللہ ﷺ ویهدم ملکان قبله کما هدم رسول اللہ امر الجاهلیة ‘‘ چہارم کتاب العوالم میں ہے کہ: ’’یظهر من بنی هاشم صبی ذوکتاب واحکام جدید واکثر اعدائه العلماء ‘‘پنجم اسی میں ہے کہ: ’’قال صادق بن محمد ولقد یظهر صبی من بنی هاشم ویامر الناس ببیعة وهوذوکتاب جدید۰ یبایع الناس بکتاب جدید علی العرب شدید فان سمعتم منه شیئا فاسر عوا الیه ‘‘مگر برعکس اس کے لوگ اس صبی کی طرف تلواریں لے کر دوڑے اور علمائے اسلام نے کینہ وغضب کی برچھیاں چلائیں۔ وہ اگر جوہر حق کو بیان فرماتے ہیں تو فوراً تکفیری فتویٰ شائع ہو جاتا ہے کہ یہ قول ائمہ دین کے خلاف ہے۔ ششم اربعین میں ہے کہ: ’’یظهر من بنی هاشم صبی ذواحکام جدید فیدعو الناس فلم یجیبه احد۰ واکثر اعدائه العلماء۰ فاذا حکم بشئی لم یطیعوه فیقولون هذا خلاف ماعندنا من ائمة الدین ‘‘اور مخالفین کو یہ پتہ نہیں کہ جناب امام کو ’’یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید ‘‘کا مرتبہ حاصل ہے۔ ہفتم بحار الانوار عوالم اور ینبوع میں امام صادق سے روایت ہے کہ: ’’العلم سبعة وعشرون حرفا وجمیع ما جاء ت به الرسل حرفان ولم یعرف الناس حتیٰ الیوم غیر الحرفین فاذا قام قائمنا اخرج الخمسة والعشرین حرفا ‘‘اس روایت سے ثابت

ہوتا ہے کہ جناب کا مرتبہ تمام انبیاء اولیاء اور اصفیاء سے بلند تر ہے۔ کیونکہ وہ از آدم تا خاتم صرف دو حرف ہی ظاہر کر سکے۔ مگر امام الزمان پچیس حرف قائم کر کے پورے ستائیس حرف بتائے گا اور تعلیم الٰہی کی تکمیل ہوگی۔ کیونکہ اس کی تعلیم ۲۷ حروف میں مضمر ہے۔ تعجب ہے کہ انبیاء سابقین تو ۲۵ حرف نہیں بتا سکے۔ مگر علمائے عصر (ھمج رعاع) جناب کی مخالفت میں اتر کر تمام علوم کے مدعی بنے بیٹھے ہیں اور اپنے آپ کو انبیاء سابقین سے بھی زیادہ عالم تصور کرتے ہیں۔ "ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ۰ ان ھم الا کالا نعام بل ھم اضل سبیلا (فرقان)" "ہشتم کافی میں ہے کہ: "جاء فی لوح فاطمة فی وصف القائم علیه بهاء عیسیٰ وکمال موسیٰ وصبر ایوب فیذل اولیاوه فی زمانه ۰ وتتهادی رؤسهم کما تتهادی رؤس الترك والدیلم فیقتلون ویحرقون ویکونون خائفین مرعوبین وجلین ۰ تصبغ الارض بدمائهم ۰ ویفشق الویل والزته فی نسائهم اولئك اولیائی حقا" اگر شریعت جدیدہ درمیان میں نہ ہوتی تو ایسے علامات کیوں ظاہر ہوتے۔ نہم روضۂ کافی میں بروایت معاویہ بن وہب عن ابی عبداللہ مذکور ہے کہ: "قال اتعرف الزوراء قلت جعلت فداءك یقولون انها بغداد قال لا ۰ ثم قالت دخلت الری قلت نعم قال دخلت سوق الدواب قلت نعم ۰ قالت رایت جبل الاسود عن یمین الطریق ۰ تلك الزوراء ۰ یقتل فیها ثمانون رجلا من ولد فلان کلهم یصلح الخلافة قلت من یقتلهم قال یقتلهم اولاد العجم" "لوگ دیکھ چکے ہیں کہ ان اصحاب کو رے شہر میں بدترین عذاب کے ساتھ قتل کیا جا چکا ہے۔ مگر ان خراطین الارض کو پھر بھی عقل نہیں آتی اور صرف چند روایات لے کر منکر ہو گئے ہیں۔ مگر سب شرارت علمائے عصر کی ہے کہ جن کے متعلق امام صادق کا قول ہے کہ: "فقهاء ذلك الزمان شر فقهاء تحت ظل السماء منهم خرجت الفتنة والیهم تعود" "اب میں علمائے عصر کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ اس مظہر علوم کا مقابلہ چھوڑ دیں اور اپنے علوم وفنون کو بالائے طاق رکھ کر مظہر علوم نامتناہی کی طرف رجوع کریں۔ مگر ایک رجل اعور جو رئیس القوم ہے اور جس کے اشارے پر سب چلتے ہیں۔ اس نے مخالفت پر خوب کمربستہ ہو کر اظہار عداوت کر رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے اہل حق جلاوطن ہو گئے ہیں اور کچھ مارے بھی گئے ہیں۔ امید ہے کہ اہل بیان ہماری اس تقریر سے مستفید ہوں گے۔ اگرچہ حسد وبغض کی ہوا دور تک چلی گئی ہے۔ جس کی نظیر ابتدائے افرینش عالم سے (اگرچہ اس کی کوئی ابتداء نہیں) آج تک نہیں ملتی اور اس عہد کے مخالفت میں طرح طرح کی

اذیت کے وسائل سوچ رہے ہیں۔ حالانکہ میں کسی سے مخالفت نہیں کرتا۔ ہر ایک کا مصاحب رہا ہوں۔ کسی پر فخر نہیں کیا اور علماء و فضلاء کے سامنے بھی سر تسلیم خم رکھا ہے۔

ہجرت

میں جب یہاں آیا تو پہلے سے ہی مجھ کو معلوم ہو چکا تھا کہ نئی نئی شرارتیں کھڑی کی گئی ہیں۔ تو میں نے ہجرت کی ٹھان لی اور پورے دو سال ہجرت میں گذارے۔ حالت یہ تھی کہ آنکھوں سے چشمہ جاری تھا اور دل سے غم والم کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ مگر اس تنہائی میں پڑھ بھی مجھے سرور کامل حاصل تھا اور یہ خیال بھی نہ تھا کہ میں واپس جاؤں گا اور موجب اختلاف ثابت ہوں گا۔ مگر مصدر حکم سے حکم جاری ہوا کہ واپس جاؤ۔ مجبوراً واپس آیا تو وہ حالات دیکھے کہ جن کے بیان سے قلم قاصر ہے۔ اب واپس آئے ہوئے بھی دو سال ہو رہے ہیں کہ لوگ میری جان کے درپے ہیں اور میں بکمال تسلیم اپنی جان ہاتھ پر رکھ کر حاضر ہوں کہ میری جان خدا کی راہ میں چلی جاوے۔ واللہ اگر یہ مقصد نہ ہوتا تو میں مدت سے اس شہر کو خیر باد کہہ کر چلا جاتا۔" اختم القول بلا حول ولا قوۃ الا باللہ وانا للہ وانا الیہ راجعون " دہم مفضل کی روایت ہے کہ: "سئل عن الصادق فکیف یا مولای فی ظھورہ فقال فی سنۃ الستین یظھر امرہ وبعد وذکرہ "اس میں زمانہ ظہور ظاہر کیا گیا ہے۔ یازدہم "فی البحار ان فی قائمنا اربع علامات من اربعۃ نبی العلامۃ من موسیٰ الخوف والانتظار واما العلامۃ من عیسیٰ ما قالوا فی حقہ والعلامۃ من یوسف السجن والتقیۃ والعلامۃ من محمد یظھر باثار مثل القرآن "مجھے امید نہیں کہ مخالف اب بھی ہماری گذارش پر کان دھریں گے۔" الا من شاء ربک ان اللہ سمع من یشاء وما انا بمسمع من فی القبور"

ابتلاء وامتحان

واضح رہے کہ کلام ائمہ دو طرح پر ہے۔ ایک وجہ ظاہر جس کا مطلب ہر ایک سمجھ سکتا ہے۔ جیسا کہ روایات مذکورہ میں بیان ہو چکا ہے۔ دوم وجہ باطن کہ جس میں اصل مقصد پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔ تاکہ ایمان کا امتحان لیا جائے اور کھرے کھوٹے کی پہچان ہو سکے۔" عن الصادق واللہ لیمحصن واللہ لا یغربلن لکل علم سبعون وجھا ولیس بین الناس الاواحد واذ اقام القائم یبث باقی الوجوہ بین الناس نحن نتکلم بکلمۃ ونرید منھا احدے سبعین وجھا ولنا لکل منھا المخرج "اب جن روایات کو مخالفین

پیش کرتے ہیں ان کا حل مظہر حق کے سوا کسی اور سے نہ پوچھنا چاہئے۔ کیونکہ روایت مذکورہ بالا کی یہی ہدایت ہے۔ لیکن یہ لوگ ارض نسیان میں ساکن ہو رہے ہیں اور اہل نفی وطغیاں کے تابعدار ہیں۔" لكن الله يفعل بهم كما هم يعلمون وينساهم كما نسو القائه فی ایامه ۰ وكذلك قضى على الذين كفروا يقضى على الذين كانوا باياته يجحدون ۰ واختتم القول بقول تعالىٰ ومن يعش عن ذكر الرحمن نقيض له شيطانا فهو له قرين (زخرف) ومن اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكاً (طه) وكذلك نزل من قبل لوانتم تعقلون ۰ المنزول من الباء والهاء والسلام على من سمع نغمة الورقاء فی سدرة المنتهى ۰ فسبحان ربنا الاعلى (۱۳۱۸ھ، ۱۹۰۰ء قل هذا يوم فيه تمت الحجة وظهرت الكلمة ولاح البرهان انه يدعوكم بما ينفعكم ويامركم بما نفر بكم الىٰ الله مالك الاديان) "نوٹ! خطوط وحدانیہ کی عبارت کتاب مستطاب کے پہلے صفحہ پر درج ہے۔

۸...... بہائی مذہب کے متعلق اہل اسلام کے خیالات

۱...... بہائی مذہب کو ماننے والے قرآن مجید کو منسوخ سمجھ کر اس کی بجائے کتاب اقدس کو جو جناب بہاء پر نازل سمجھی جاتی ہے۔ وحی آسمانی سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی غیر بہائیوں کو اپنے مذہب کے رو سے اور قرآن مجید کے رو سے بھی بے ایمان اور کافر یقین کرتے ہیں۔

۲...... جن لوگوں نے ابتداء میں ان سے مذہبی بحث ومباحثہ کیا یا جنہوں نے حکومت ایران سے اس مذہب کی روک تھام کے لئے کوشش کی اور تحریرات تنقیدانہ کے ذریعہ ان کی تردید کی خواہ وہ اہل ثروت تھے یا اہل علم۔ ان کو اس نفرت سے دیکھتے ہیں کہ شیطان بھی اس سے کم نظر آتا ہے۔

۳...... عہد بہائی سے پہلے عہد بابیت میں اس مذہب کے پیرو شمشیر بدست ہو کر اپنی حفاظت خود اختیاری میں ایسے ثابت قدم ہوئے کہ حکومت ایران کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ: "اقتلوهم حيث وجدتموهم"

۴...... گوان کی اخلاقی تحریر کا فقرہ تو یہ ہے کہ تمام مذاہب اپنی اپنی جگہ سچے ہیں اور تمام لوگ ایک ہی درخت کے پتے ہیں۔ مگر عملی طور پر مسلمانوں کو دوسروں کی نسبت زیادہ خطا کار اور قابل احتراز جانتے ہیں اور ان کو مظہر شیطان اور ہمج رعاع کا خطاب دیتے ہیں۔

۵...... عہد بہائیت میں اس مذہب نے حکومت کے ساتھ خاموش مقابلہ اختیار کیا اور اب تک بھی ان کا یہی دستور العمل ہے کہ گوش شنواء بہت ہیں۔ مگر چشم بینا نہیں ملتی۔

۶...... جو اصول پہلے لکھے جا چکے ہیں۔ ان کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بابیت اور بہائیت کی ہدایات تمدن یورپ اور بالشوزم پر مبنی ہیں اور ان کی اپنی عبادات کی طرز ادائیگی بھی یہود ونصاریٰ سے ملتی جلتی ہے۔

۷...... تقدس کا اتنا زور ہے کہ بانیان مذہب نے اپنی ادنیٰ کامیابی اور نکتہ آفرینی کو بھی علم الٰہی اور مظہر الٰہی کا نتیجہ ظاہر کیا ہے اور دعویٰ اس زور سے کیا ہے کہ آج تک اس دنیا میں ان کی نظیر پائی نہیں گئی۔

۸...... عربی دانی میں اگرچہ اپنے آپ کو سبحان وقت سمجھتے ہیں۔ مگر عربی مبین کے اصول پر ان کی عربیت بالکل طفل نوآموز کی تک بندی معلوم ہوتی ہے۔ ناظرین اہل دانش خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو عربی عبارات اس موقعہ پر نقل کی گئی ہیں۔ وہ کس قدر عربی مبین سے دور ہیں۔ ہاں روزمرہ کے محاورات اور گفتگو میں گورے شاہتی اور بابو انگلش کی طرح ان کو بھی ید طولے کا دعویٰ ہے اور اپنی غلط نویسی کو بھی تجدید اللسان کا معجزہ سمجھتے ہیں۔

۹...... ان کے بانیان مذہب گو بظاہر کسی سکول یا مکتب میں باقاعدہ تعلیم یافتہ نہ تھے۔ مگر چونکہ عرب وفارس کے باہمی گہرے تعلقات کی وجہ سے اعلیٰ طبقہ کے لوگ عام طور پر اتنی عربی ضرور حاصل کر سکتے ہیں جو ملا آن ست کہ بند نہ شود کا سہارہ پیدا کر سکے۔ تو علم لدنی کے دعویٰ کرنے میں آسانی کے ساتھ کامیاب ہو گئے۔ کیونکہ یہ اصول ناقابل تردید ہے کہ دار الخلافہ کے باشندے عام رعایا سے علم وفضل میں اگرچہ باقاعدہ تعلیم نہ بھی پائیں کسی قدر بڑھے ہوتے ہیں۔ بالخصوص طبقہ وزارت اور نظم ونسق کے مالک تو روزمرہ کے چشمدید واقعات سے تجربہ حاصل کرتے ہوئے اور مختلف ممالک کی زبانوں سے آشنائی کی وجہ سے باقی سکنائے دار الخلافہ سے اور بھی فوقیت رکھتے ہیں۔ اس لئے اگر ان کا ہر ایک فرد بشر علم لدنی کا مدعی بن کر اعجاز نمائی کرنے لگے تو بے جا نہ ہوگا۔

۱۰...... بہائی تعلیم میں لفاظی بہت ہے۔ مگر اصل مطلب صرف اتنا نکلتا ہے کہ (جیک اوف آل ماسٹر اوف نن) وہ تمام مذاہب کو صحیح مانتے ہیں اور عمل درآمد کسی پر نہیں تو گویا ہر ایک مذہب سے شائستہ طور پر بیزاری کا طریق سکھانے میں یہ مذہب عام دہریت سے بھی بڑھ کر ثابت ہوا ہے۔

۱۱...... قرآن وحدیث کوعموماً اس تعلیم میں ایک چیستاں اور معما کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ جس کا مطلب ہزار سال کے بعد صرف طہران اور شیراز میں چند مدعیان ربوبیت کی تعلیم میں کھلا ہے اور یہ کتنا بڑا خدا پر افتراء باندھا گیا ہے کہ اس نے ہزار سال تک مسلمانوں کو یہ بصیرت ہی نہیں بخشی کہ وہ قرآن وحدیث کو اس طرح سمجھیں۔ جس طرح کہ شیرازی اور طہرانی بہائی سمجھتے ہیں تو وہ رحمان ورحیم کیسے رہا۔

۱۲...... عہد رسالت سے لے کر آج تک جو شاہراہ اسلام نظر آتا ہے۔ اس میں اس مذہب کی نکتہ آفرینی اور دماغ سوزی کا ایک شمہ بھی نظر نہیں آتا۔ اس لئے اسلامی اصطلاح میں اس قسم کی تاویلات کو تحریف کہا جاتا ہے۔ یا یوں کہو کہ مذہبی الفاظ کو محاورات عرب اسلوب اسلام اور تعارف مذہب سے نکال کر اپنی طرف سے ایک نیا جامہ پہنایا گیا ہے اور معانی جدید کے مقابلہ میں از سر نو ان کو وضع کر کے ان کی اصلی کایا پلٹ کردی ہے۔ مثلاً:

۱...... قیامۃ: کسی نبی کا قائم ہونا یا مظہر الٰہی کا عہد تبلیغ۔

۲...... نفخ صور: نبی جدید کا اعلان نبوت۔

۳...... خلق جدید: نبوت قبل سے دستبردار ہوکر نبوت جدید کو ماننا۔

۴...... صراط مستقیم: شریعت جدیدہ۔

۵...... اشراق: ارض نبوت جدید کی روشنی۔

۶...... یوم الحساب: نبوت جدید ماننا یا نہ ماننا۔

۷...... جنۃ: نبوت جدید کو تسلیم کرنا اور عبادات سابقہ سے ہاتھ دھو بیٹھنا۔

۸...... نار: نبوت جدیدہ سے انکار کرنا اور عبادات میں پابندی کرنا۔

۹...... کسوف وخسوف: شریعت سابقہ کی عبادات میں تاثیر نہ رہنا۔

۱۰...... تکویر الشمس: شریعت محمدیہ کا منسوخ ہونا۔

۱۱...... ’’انکدار نجم‘‘ علمائے اسلام کا بگڑ جانا۔

۱۲...... لقاء اللہ: مدعی نبوت جدید کو تسلیم کرنا۔

۱۳...... ارض وسماء: قلوب اور ان کی ترقی۔

۱۴...... سحاب: ظلمت شریعت سابقہ۔

۱۵...... صوم: مظہر الٰہی کی حکم برداری۔

۱۶...... صلوٰۃ: مظہر کی جانب توجہ کرنا۔

۱۷...... حج: مظہر کا قصد زیارت۔

۱۸...... طواف: مظہر کی خدمت میں حاضر باشی۔

۱۹...... حشر: تابعداروں کا مظہر کے پاس جمع ہونا۔

۲۰...... نشر: شریعت جدیدہ مان کر نئی زندگی حاصل کرنا۔

۲۱...... مظہر: وہ انسان جو غیرت کے سات پردے اتار کر ذات باری سے متحد ہو گیا ہو۔

۲۲...... نبی: جو فرشتے کے ذریعہ خدا سے تعلیم پائے۔

۲۳...... رجعت: کسی کا دوبارہ پیدا ہونا۔

۲۴...... بروز: رجعت انسانی۔

۲۵...... الرب الاعلیٰ: جناب بہاء اللہ۔

۲۶...... باب: باب العلوم یا باب الوصول الی اللہ۔

۱۳...... باب و بہاء کی مادری زبان فارسی تھی۔ جہاں اسلام سے پہلے کا وطنی مذہب زردشتی تھا۔ اس لئے فارسی لکھنے میں اور زردشتی اصول کی نشر اشاعت میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ مگر چونکہ عربی زبان سے ان کے آباد اجداد آشنا ہو چکے تھے اور اسلام کی باقاعدہ تعلیم بھی صرف ذاتی قابلیت سے حاصل کی تھی۔ اس واسطے ان کی عربی پھسپھسی اور مذہبی استدلالات از قسم لا تقربوا الصلوٰۃ تھے اور یہی وجہ تھی کہ اس مذہب کو صرف ان لوگوں نے قبول کیا تھا کہ جن کی عربی مبین کمزور تھی اور مذہبی استدلال میں جدت پسند تھے۔ ورنہ صاف ظاہر تھا کہ جس قدر بھی قرآن وحدیث سے استدلال پیش کئے ہیں۔ ان کا ماحول ہی مخالف ہے اور ماقبل و مابعد ان کی تردید کر رہا ہے۔

۱۴...... اس مذہب میں ایک صاف کمزوری یہ بھی ہے کہ احادیث نبویہ اور روایات ائمہ معصومین کی رو سے امام آخر الزمان جس کو قائم بامر اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ شخص واحد ثابت ہوتا ہے۔ مگر تاریخ بابیت کی قوت استدلالیہ نے صرف آٹھ سال کے اندر گیارہ شخص ایسے پیش کئے ہیں جو امام آخر الزمان بن کر باب ہونے کے بھی مدعی ہوئے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ: ''قائم بامر اللہ'' ان کے نزدیک مفہوم کلی ہے۔ جس کے افراد متعدد ہو سکتے ہیں اور امید دلائی جاتی ہے کہ جس طرح ایک ہزار کے بعد رجعت اور بروز کے ذریعہ امام آخر الزمان مختلف مواقع اور متعدد شخصیتوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔ پھر ہزار سال کے بعد اسی طرح یا کسی اور طرح ظاہر ہوں گے۔ اس تحدید مدت کی کوئی وجہ سوائے اس کے نہیں بتائی گئی کہ ہم نے فرما دیا ہے۔ چون وچرا کی گنجائش نہیں۔

۱۵...... بہائی تعلیم نے اور بھی کمال کر دکھلایا ہے کہ اپنے لئے ایک ایسا نام تجویز کیا ہے کہ اولیاء واصفیاء بلکہ انبیاء ورسل کو بھی اس میں شامل کرلیا ہے۔ مگر اخیر میں آ کر سب پر برتری اور فوقیت کا دعویٰ کر کے درجہ اعتبار سے ایسا گرادیا ہے کہ اب ان بزرگوں کی تعلیم پر عمل پیرا ہونا دخول فی النار کے مساوی سمجھ لیا گیا ہے۔

۱۶...... اگر مرزائی تعلیم نے یہ اعجوبہ پیش کیا ہے کہ مسیح اور مہدی دونوں کو ایک ہستی تسلیم کرلیا ہے تو بابی اور بہائی تعلیم نے کچھ کمی نہیں رکھی۔ القائم بامر اللہ کی صداقت کے نشانات گیارہ مشہور ابواب اور باقی غیر مشہور بابوں پر تقسیم کر دیئے ہیں اور جو باقی بچے تھے وہ ظہور اعظم نے توڑ موڑ کر اپنے اوپر منطبق کر لئے ہیں اور آئندہ کے لئے مدعیان امامت کے لئے راستہ صاف کر دیا ہے کہ تحریف وتبدیل کے ذریعہ سے ایک دو نشانات اپنے اوپر منطبق کر کے باقی نشانات کے متعلق کہہ دیں کہ ان کے معانی کچھ اور ہیں۔ اس لئے ہماری طرف رجوع کر کے رفع شکوک کر لینا ضروری ہے۔

۱۷...... جس تعلیم کی دعوت بہائی مذہب دے رہا ہے۔ یورپ کے مصلحین قوم مدت سے اس کی تکمیل کے لئے سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں اور آئے دن اصلاح معاملات پر بحث ہوتی رہتی ہے۔ پس اگر یہی اصلاحات ملحوظ خاطر تھیں تو ان کے لئے نہ مظہر الٰہی بننے کی ضرورت تھی اور نہ باب الوصول الی اللہ کا دعویٰ ضروری تھا۔ بلکہ صرف یہی کافی تھا کہ انسان اسلامی تمدن چھوڑ کر تمدن یورپ کا پیرو بن جائے اور اگر یہی تمدن اصلاح الٰہی ہے تو مظہر الٰہی بننے کا سہرہ مصلحین یورپ کے سر ہونا چاہئے تھا کہ انہوں نے قوم کو بردہ فروشی اور وحشیانہ سلوک سے روک دیا۔ غربا اور مفلس افراد قوم کے حقوق قائم کئے اور جہالت کی راہ بند کر کے سائنس اور حکمت کے دریا بہا دیئے اور غیر اقوام کے لئے باہمی ہمدردی اور ترقی کے اسباب پیدا کر دیئے۔ بالخصوص جب کہ ان میں کچھ ایسی ہستیاں بھی گذر چکی ہیں کہ جنہوں نے بت پرستی سے روک کر خدا کی بادشاہت قائم کرنے پر اپنی جان ومال تک خرچ کر ڈالا یا جنہوں نے اپنی پیشین گوئیوں اور غیبی آواز سن کر قوم کو ایک ایسے صراط مستقیم پر لا کھڑا کر دیا کہ جس سے ان کی سلطنت کی بنیاد پڑ گئی اور دنیا میں تمام اقوام کے قلب میں جگہ لے کر باعث رشک بن گئے۔ ہر ایک عقلمند تعجب کر سکتا ہے کہ ایسی قوم کے سرکردوں نے باوجود اس قدر اصلاحات اور ایجادات کے اور باوجود احصائے حدود عالم کے اور باوجود رفاہیت عوام کے اسباب پیدا کرنے کے اور بام ترقی پر پہنچنے کے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ مظہر الٰہی بن کر بروز کمالات خداوندی کے دعویدار ہیں۔

۱۸...... اپنی نبوت تسلیم کرانے کے لئے قرآن مجید پیش کیا جاتا ہے کہ ہرایک قوم میں منذر ہو گذرے ہیں اور آریہ یا ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے رام چندر، کرشن وغیرہ کو نبی منوایا جاتا ہے۔ مگر یہ کیسی بے انصافی ہے کہ یورپ کا کوئی نبی نام لے کر پیش نہیں کیا جاتا۔ کیا شکسپیئر علم لدنی کی رو سے مظہر الٰہی نہیں بن سکتا؟ کیا جینی جس نے کہ فرانس کے تخت وتاج کو غیبی آوازوں سے برسراقتدار کیا تھا۔ آج کے نبیوں سے کم ہے جو اپنی پیشین گوئیوں کی نشر واشاعت میں قوم کے ہزاروں روپے برباد کر رہے ہیں۔ یا وہ جماعت کوئی ان سے کم حیثیت رکھتی ہے کہ جس نے یورپ کے اصلاحی قوانین مرتب کر کے تعزیرات ہند کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا تھا؟ اس لئے جو شخص الہام فروشوں کو نبی ماننے پر آمادگی ظاہر کرتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ جن ممتاز ہستیوں کو ہم نے پیش کیا ہے۔ ان کو بھی اپنے پیش نظر رکھے تاکہ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکے۔

۱۹...... دنیا میں جس قدر مسلمہ فریقین نبی پیدا ہوئے ہیں۔ وہ سب ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے ایک صراط مستقیم پر لوگوں کو دعوت دیتے رہے ہیں اور اسلام کا دعویٰ ہے کہ میں تمام انبیاء کا تسلیم شدہ اور متفقہ دستور العمل ہوں۔ مگر حیرت ہے کہ خود اسلام کے اندر ہی آج اس قدر نبوت فروش پیدا ہو رہے ہیں کہ ہر ایک کی تعلیم جدا ہے۔ اصول جدا ہیں طرز تعلیم جدا ہے اور طرز معاشرت میں تو ایسے ناگفتہ بہ ہیں کہ بہائی مرزائی کو کافر مانتا ہے۔ مرزائی بابی اور بہائی دونوں کو کافر مانتے ہیں۔ صوبہ بہار کے مہدی اپنی تعلیم ہی کو مدار نجات سمجھے ہوئے ہیں۔ فرمان کا مصنف یحییٰ مدعی الوہیت اپنی ہی ہانکتا ہے اور خصوصاً مرزائی تعلیم پر چلنے والے چھوٹے چھوٹے حشرات الارض کی طرح اس قدر نبی پیدا ہو گئے ہیں کہ ہر ایک الہام کا مدعی ہے۔ مگر تماشا یہ ہے کہ یہ برساتی نبی آپس میں بھی ایک ایک کو کاٹ کر کھا رہے ہیں اور ہر ایک نے دوسرے کے خلاف پیشین گوئیوں کے کئی ایک اشتہار بھی دے رکھے ہیں تو اندریں حالات جو شخص اسلام چھوڑ کر ان میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرنا چاہے تو اس کا فرض اوّلین ہوگا کہ وہ پہلے اس سوال کا جواب سوچ رکھے کہ موجودہ زمانہ کی اشتہاری نبوت جب اپنے اندر تصدیق اور اتحاد کا مادہ نہیں رکھتی اور کسی صورت سے بھی اصلاح وتمدن یورپ پر فوقیت نہیں رکھتی تو پھر کیوں اس تکفیری طوفان میں کودا جائے اور کس لئے اسلامی اتحاد کو چھوڑ کر تفرقہ اندازی اور پارٹی بازی میں تضیع اوقات کی جائے؟

۲۰...... مانا کہ ہر ایک مذہب میں کسی ایک ہستی کا انتظار باقی ہے جو اصلاح عالم کو تکمیل تک پہنچائے گی۔ مگر یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ وہ تمام ادیان عالم کے لئے ایک مخصوص ہستی

ہو گی۔ جو قادیان یا شیراز میں رونما ہو چکی ہے۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ جو شخص تمام علوم وفنون کا مدعی ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ جہل مرکب کا شکار ہوتا ہے اور یا اس میں دیانتداری کے اصول بہت کم پائے جاتے ہیں۔ ورنہ یہ جائز ہوگا کہ ایک ہی شخص شاہ انگلستان بن کر یہ بھی کہہ دے کہ میں شاہ فرانس اور شاہ افغانستان بھی ہوں۔ مگر سخت افسوس ہے کہ ایک نہیں دو نہیں جس قدر بھی ہندوستان اور ایران میں مدعی بنے۔ سب معجون فلاسفہ کی شکل میں رونما ہوئے ہیں اور سب نے ہی مہدی، مسیح، کرشن، رشی وغیرہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اب غیر جانبدار مسلمان ترجیح دے کر سچا مانے تو کس کو اور جھوٹا مانے تو کس کو؟ سب کے اصول دعویٰ ایک ایک دوسرے کی تغلیط وتکفیر ایک اور اپنی کامیابی کی اشتہار بازی ایک اس لئے اگر ''لا نفرق بین احد منهم'' کا فیصلہ دیا جائے تو سب سے نجات ہو سکتی ہے۔

۲۱...... خدا کے فضل وکرم سے اس وقت تمام مدعیان نبوت بھی اس امر پر متفق ہیں کہ قرآنی تعلیم نجات پانے کے لئے کافی ہے اور جس طریق پر نبی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام جادو پیا تھے وہ خدا تک پہنچاتا ہے۔ گو ان لوگوں نے یہ چکمہ ضرور دیا ہے کہ اس وقت اسلامی تعلیم اصلی صورت میں دکھائی نہیں دیتی۔ یا اس وقت اپنی لاعلمی کی وجہ سے اسلام کا پیرو بام ترقی پر نہیں پہنچ سکتا۔ مگر جب ہمارے پاس قرآن شریف اپنی اصلی صورت میں موجود ہے اور اس کی اصلی تشریحات اور عمل درآمد کی تصویریں ہمارے سامنے ہیں۔ خود عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ کا تمام علمی اور عملی مجموعہ ہمارے پاس موجود ہے تو پھر اسے چھوڑ کر یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ اصلی اسلام نہیں ملتا۔ تشریعی تجدید کی ضرورت درپیش ہے۔ اس لئے ان نبوت فروشوں کی روک تھام کے لئے علمائے اسلام کا فرض ہے کہ دنیا کے سامنے اصلی اسلام پیش کریں اور عوام الناس کا بھی فرض ہے کہ وہ خود بھی علمائے اسلام کی طرف متوجہ ہو کر اصل اسلام کی تعلیم حاصل کریں۔ تاکہ جو فروشوں کی گندم نمائی سے اپنی جان بچا سکیں۔

۲۲...... خدا کی قدرت ہے کہ قادیانی اور ایرانی نبوت کے دعویداریا ان کے ماتحت تابعدار نبی جس قدر بھی ہیں۔ گو کسی قدر اردو فارسی میں طبع آزمائی کی کچھ قوت رکھتے ہیں۔ مگر اسلامی زبان اور قرآنی عربی میں کہ جس پر اسلام کو آج ایک بڑا ناز ہے۔ یہ سب طفل مکتب ہی ثابت ہوئے ہیں۔ شاید قدرت نے ان کو اس میں فوقیت حاصل کرنے سے صرف اس لئے روک دیا ہوا ہے کہ کہیں قرآن شریف کا مقابلہ نہ کر سکیں اور اس کے اعجازی دعویٰ کو نہ توڑ سکیں۔ ایرانیوں نے اپنی کمزوری چھپانے کے لئے اعجاز قرآنی کا دارومدار عربی مبین کی لفظی حیثیت قرار نہیں دی

اور قادیانیوں نے اپنی کمزوری کو الہام جدید کے پردہ میں چھپا دیا ہے۔ لیکن حقیقت شناس طبائع اس حکمت عملی کو تاڑ گئی ہیں اور کہہ چکی ہیں۔

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

۲۳...... قرآن مجید کی عربیت پر عہد رسالت کے تمام فصحاء و بلغاء کا اتفاق تھا کہ: ''ماھذا قول البشر'' اور کسی اشد ترین عرب نے بھی اس پر نکتہ چینی کرنے کا موقعہ نہیں پایا اور جو کچھ آج قرآنی عربیت پر اعتراضات نظر آتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے ہیں کہ جن کو خود عربیت سے دور کا واسطہ کبھی نہیں اور مسٹر گلیڈسٹون وغیرہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ اس خیال سے لکھا ہے کہ انگریزی بندش الفاظ کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن شریف میں ایسی ویسی عبارتیں ہونی چاہئیں۔ جن کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ متشرقین یورپ کی طبع نارسا کے موافق قرآنی بندش نہیں ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک قرآن کا اعجازی دعویٰ غلط ہے۔ مگر اس دعویٰ کی تصدیق تو تب ہوتی کہ عربی مبین میں یہ لوگ بھی کوئی ایسی کتاب ہی لکھ کر پیش کرتے جو کم از کم مقامات حریری کے توازن پر ہی پوری اترتی۔ اس لئے ایسے جہالت آمیز اعتراضات قابل توجہ نہیں ہوتے۔ یہ تو ہوا اعجاز قرآنی، اب اعجاز ایرانی اور قادیانی پر نظر دوڑائیے۔ کہاں تک اس میں صداقت ہے۔ ادھر الہامی عبارتیں شائع ہوئیں ادھر ہم عصر علمائے عربیت نے تغلیط شروع کردی۔ ایک طرف اعجازی دعویٰ ہے تو دوسری طرف مخالفین نے اعجاز کے بخئے ادھیڑ کر رکھ دیئے۔ لیکن ملا آن ست کہ بند نہ شود انہوں نے اپنا پلہ یوں چھڑایا کہ لوگ قرآن پر بھی تو لفظی نکتہ چینی کرتے رہے ہیں تو اس سے اس کی صداقت اور اعجاز میں کیا کوئی فرق آ گیا ہے۔ کبھی یوں کہہ دیا کہ خداوند تعالیٰ قواعد انسانی کے پابند نہیں رہے اور کسی وقت یوں تعلّی دکھائی کہ ہم الفاظ کو اصولی زنجیروں سے رہا کرانے آئے ہیں۔ اہل دانش دیکھ سکتے ہیں کہ کہاں تک یہ بہانہ سازی کارگر ہوسکتی ہے اور یہ کس قدر ظلم ہے کہ ان کے تابعداروں نے ان کو ''سلطان القلم'' اور اعجاز رقم بنا رکھا ہے۔ مگر خدا کی شان یہ لقب دینے والے بھی عربیت میں اسی طرح کمزور ہیں کہ جیسے ان کے نبی کمزور تھے۔ اب من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو، کا معاملہ نہ ہو تو اور کیا ہو؟

۲۴...... ایرانی نبی اپنی مادری زبان میں (فارسی) جو کچھ لکھ گئے ہیں۔ رنگین عبارات میں ید طولے دکھا گئے ہیں۔ عربی لکھنے لگے تو طفل مکتب سے بڑھ کر یا ایک آریہ سے بڑھ کر قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ شاید انگریزی یا اردو اور پنجابی لکھتے تو معلوم نہیں کیا کیا گل کھلاتے اور قادیانی نبی چونکہ پنجابی آب وہوا میں نشوونما پا چکے تھے اور سلطنت مغلیہ کا زمانہ قریب تھا اور

باقاعدہ فارسی کی تعلیم بھی پا چکے تھے۔ اس لئے گو ایرانی نبی کے مقابلہ پر فارسی نویسی میں فیل ہو چکے تھے۔ مگر تاہم شد بود اچھی اور خاصی جانتے تھے اور پنجابی محاورات کو فارسی عبارات میں گھسیڑ دینے میں پورے طور پر کمزوری ظاہر کر چکے تھے۔ اگر پنجابی لکھتے تو غالباً صحیح لکھتے۔ کیونکہ ان کی مادری زبان یہی تھی۔ مگر ان کو اس سے نفرت تھی اور اس کی بجائے اردو میں نظم و نثر لکھنے میں کچھ دن مشق کی۔ مگر چونکہ کسی استاد نے اصلاح نہیں دی۔ وہی پھسپھسی اردو اور پنجابی نما شعر کہتے رہے۔ اب رہی عربی تو اس میں بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے اور قرآنی آیات کی طرح ایرانی نبی کے تتبع میں ردیف وار لکھنا شروع کر دیا۔ مگر آخر قافیہ تنگ ہوا اور قلم توڑ کر بیٹھ گئے اور ان کی ضمیر ملامت کرتی تھی کہ اس میدان میں قدم نہ رکھئے گا۔ مگر ان کو ایک نئی بات سوجھی کہ اپنی عبارات میں صرف ان لوگوں کو مخاطب کیا تھا جو عربی علم ادب سے نا آشنا تھے اور مرید بھی ایسے ہی اہل علم مشہور ہوئے کہ جو آج تک عربی مبین سے نا آشنا تھے اور اب بھی وہی لوگ اپنے نبی کو اعجازی مرتبہ دے رہے ہیں کہ جن کو خود عربی لکھنا نہیں آتا۔ اگر لکھتے بھی ہیں تو غلط سلط لکھ کر کاغذ کا منہ کالا کر دیتے ہیں۔ غرضکہ جب تصدیق کنندگان اور آویزش کنندگان عربیت سے نا آشنا تھے تو نبی قادیان کو اندھوں میں کانا سردار بننے کی کیوں نہ سوجھتی۔ اس نظریہ کو جانے دیجئے۔ خود براہین احمدیہ کی جلد چہارم اٹھا کر دیکھئے۔ قرآن شریف کی حمایت میں عیسائیوں کو چیلنج دیتے ہیں کہ اگر تم کو قرآنی عربیت پر اعتراض ہے تو تم آؤ ہم ایک فرد عربی پیش کرتے ہیں۔ اس سے ایک گھنٹہ تک گفتگو کرو۔ تب ہم سمجھیں گے کہ معترض عیسائی بھی عربی جانتے ہیں۔ اس موقعہ پر گویہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ قرآن مجید کی عربیت پر اعتراض کرنے والے خود عربی نہیں جانتے۔ اس لئے ان کے اعتراضات بے سمجھی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں اور یا ان کا دارومدار اسلام سے عناد اور دشمنی پر ہے۔ لیکن ایک یہ اہم مسئلہ بھی اس ضمن میں حل ہو جاتا ہے کہ مرزا قادیانی خود بھی عربی میں قادر الکلام نہ تھے۔ حالانکہ ان کو الہام بھی ہوتا تھا اور قرآنی معارف بیان کرنے کا بھی بڑا دعویٰ تھا۔ ورنہ پدرم سلطان بود کو پیش نظر رکھ کر عیسائیوں کے مقابلہ پر کسی عربی آدمی کے خواہاں نہ ہوتے۔

۲۵...... اسلام کی عربی زبان عبادات و معاملات اور ضروری گفتگو یا تعارف میں عربی تھی۔ جس کی وجہ سے ساری دنیا کے مسلمان ایک جگہ عبادت کر سکتے تھے اور باہمی تعارف آسانی کے ساتھ پیدا کر کے عقد اخوت پیدا کر لیتے تھے۔ مگر آج کل کے پیغمبروں نے اس زبان کا ایسا ستیاناس کیا ہے کہ قرآن مجید کو بھی عربی زبان میں دیکھنا ممنوع قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ ان کو خود بھی اقرار ہے کہ غیر زبان عربی زبان کا مفہوم ادا کرنے میں پورے طور پر متحمل نہیں

ہوسکتی۔ اس لئے قرآن مجید کا خالی ترجمہ خواہ کسی زبان میں دیکھ لیا جائے۔ اس فرض کی ادائیگی سے قاصر ہوگا۔ مگر ان مدعیان نبوت کا غالباً اصل مقصد یہی ہے کہ نہ قرآن رہے نہ قرآنی زبان، نہ ہمارے سوا کوئی عربی دان کہلائے سو جو ہم کہیں لوگ اسی کو قرآن سمجھ لیں۔

۲۶...... چنگیز خان نے مسلمانوں کو برباد کیا۔ تیمور نے خیر خواہی کی آڑ لے کر تورہ چنگیز خانیہ کو رواج دیا اور اپنی زیر حکومت میں اسلامی شرائع کی بجائے اسی کو دستور العمل قرار دیا۔ جس کا اثر عالمگیر کے زمانہ تک باقی رہا۔ بعد میں ترک شیرازی نے اپنا دستور العمل قائم کر کے اس کو منسوخ کر دیا۔ جس سے سلطنت ترکیہ متاثر ہو کر اسلام کو خیر باد کہہ رہی ہے اور باقی حکومتیں بھی لبیک کہنے کو تیار ہیں۔ اخیر میں پنجابی ترک نے وہ کام کیا کہ پہلوں کے فلک کو بھی یاد نہ تھا کہ بظاہر تو یہ فتویٰ لگا دیا کہ قرآن کا ایک شوشہ منسوخ سمجھنے والا بھی کافر ہے۔ مگر خود اس میدان میں نکلے تو تمام عقائد منسوخ کر دیئے۔ دبی زبان سے سود جائز کر ڈالا اور اعلان کر دیا کہ جہاد منسوخ ہے۔ تصویر کشی ایک حد تک مفید اور جائز ہے وغیرہ وغیرہ اور اپنے تکفیری فتویٰ سے یوں بچ کر نکل گئے کہ میں حکم بن کر آیا ہوں اور مجدد ہوں جو چاہوں کروں۔ کوئی مجھے کافر نہیں کہہ سکتا۔ آخر بات وہی بنی کہ کسی نے اسلام کو اپنی شریعت سے یا اپنے تورہ سے بدل دیا اور کسی نے اس کو روشن پہلو دکھا کر اسلام جدید پیش کر دیا۔ مگر ارباب بصیرت پر روشن ہے کہ یہ سب حکمت عملیاں صرف اس لئے کھیلی جاتی ہیں کہ قرآن شریف کا نام دنیا سے مٹ جائے۔

بہر قدے کہ خواہی جامہ میپوش
من انداز قدت را مے شناسم

۲۷...... حلقہ بگوشان اسلام سے درخواست ہے کہ ترکی نبوت سے متاثر ہو کر کہیں اپنا اسلام نہ کھو بیٹھیں۔ کیونکہ اس نبوت کے ماننے والے مسلمانوں کے اندرونی دشمن ہیں اور طرح طرح کے حیلوں سے چاہتے ہیں کہ نہ قرآن دنیا میں رہے اور نہ قرآن ماننے والے، صرف فرق اتنا ہے کہ کوئی سیدھا منکر ہے اور کوئی ذرہ دو تین چکر کھا کر انکار پیش کرتا ہے۔ بہر حال یہ ایک فتنہ ارتداد ہے کہ لفظ اسلام کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور میٹھی چھری بن کر اسلام کا گلا کاٹ رہا ہے۔

من از بیگا نگاں ہر گز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

۲۸...... نبوت ترکیہ کے ماننے والے جس جس جگہ حکمران ہیں۔ وہاں پر مسلمانوں کو اس بے رحمی سے قتل کیا جا رہا ہے کہ شاید ہی دنیا کے کسی کونے میں اس کی نظیر مل سکے اور جبراً اپنی

شریعت تسلیم کرانے میں سارا زور خرچ کررہے ہیں۔ حکومت برطانیہ کا سایہ اگر مسلمانوں پر نہ ہوتو معلوم نہیں یہاں کی ترکی نبوت کیا کیا فتنہ ارتداد پیدا کرے۔ گویہ حکومت خصوصیت کے ساتھ اسلام کی حامی نہیں۔ مگر اس میں اتنا وصف قابل ستائش ضرور ہے کہ اگر داہنی آنکھ سے ہمارے مخالفوں کو دیکھتی ہے تو مسلمانوں کو بھی بائیں آنکھ ضرور دیکھ کر اغیار کے تجبر واستبداد کی تباہ کن آندھیوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن اس حکومت کا تسلط روز افزوں بام اوج تک پہنچ رہا ہے اور باقی حکومتیں اپنے بے جا تشدد اور بے ہنگام استبداد سے تباہ ہورہی ہیں۔ جس کی وجہ سے آئے دن وہاں راعی ورعیت کے درمیان جدال وقتال کا بازار گرم ہے۔

۹......مقتبس من الکتاب الاقدس الذی نزل علی البهاء

الصوم والصلوٰۃ

''قد کتب علیکم الصلوٰۃ تسع رکعات حین الزوال وفی البکور والاصال وعفونا عدة اخری امرا فی کتاب الله۰ واذ اردتم الصلوٰۃ ولو اوجوهکم شطری الاقدس (عکاء) المقام المقدس۰ الذی جعله الله مطاف الملاء الا علی۰ ومقبل اهل مدائن البقاء ومصدر الامر لمن فی الارضین والسموات۰ والمقر الذی قدرناه لکم۰ انه لهو العزیز العلام۰ قد فصلنا الصلوٰۃ فی ورقة اخری۰ طوبی لمن امربه من لدن مالك الرقاب۰ قد نزلت فی صلوٰۃ المیت ست تکبیرات من الله منزل الایات۰ والذی عنده علم القرأة له ان یقرأ ما نزل قبلها وعفا الله عنه۰ لا یبطل الشعر صلوتکم ولا مامنع عن الروح مثل العظام وغیرها۰ البسوا السمور کما تلبسون الخزو السنجاب ومادونهما۰ وما نهی فی القرآن ولکن اشتبه علی العلماء۰ فرض علیکم الصلوٰۃ والصوم من اوّل البلوغ من کان فی نفسه ضعف من الهرم والمرض عفا الله عنه۰ قد اذن الله السجود علی کل طاهرو رفعنا عنکم الحد۰ من لم یجد الماء یذکر خمس مرأت بسم الله الا طهر الاطهر والبلد ان التی طالت فیها اللیالی والایام فلیصلوا بالساعات والمشاخص التی فیها تحدت الاوقات۰ عفونا عنکم صلوٰۃ الایات اذا ظهرت۰ کتب علیکم الصلوٰۃ فرادی قد رفع عنکم حکم الجماعة الا فی صلوٰۃ المیت عفا الله عن النساء

حين ما يجدن الدم الصوم والصلوٰة٠ ولهن ان يتوضان ويسحن خمسا وتسعين مرة من زوال الیٰ زوال "سبحان الله ذی الطلعة والجمال" ولكم ولهن فی الاسفار اذانزلتم واسترحتم مكان كل صلوٰة سجدة واحدة واذكر وافيها سبحان الله ذی العظمة والاجلال والموهبة والافضال٠ والعاجز يقول سبحان الله٠ بعد اتمام السجود لكم ولكن ان تقعدوا على هيكل التوحيد وتقولو اثمانی عشرة مرة سبحان الله ذی الملك والملكوت٠ يا قلم الا علی قل يا ملأ الا نشاء قد كتبنا عليكم الصيام ايا ما معدودات (من اوّل مارس الیٰ تاسع عشرمنه) وجعلنا النور وزعيدا لكم (حادی عشرين فارس) اجعلوا الايام لزائدة عن الشهور قبل شهر الصيام عيدا (كل شهر تسعة عشر يوما والشهور ايضاً تسعة عشر فصارت ايام السنة ثلثماية واحد اوستين يوما والملحق به لتكميل السنة اربعة ايام وبعداربع سنين خمسة ايام٠ فهذه الايام ايام زائدة كل سنة قبل مارس) انما جعلناها مظاهر الهاء٠ لذاما تحدت بحدود السنة والشهور ينبغی لا هل البهاء ان يطعموا فيها انفسهم وذوی القربیٰ ثم الفقراء والمساكين ويهللنويسبحن ويمجدن ربهم٠ واذ تمت ايام الاعطاء قبل الامساك فليد خلن فے الصيام ليس على المسافر والمريض والحامل والمرضع من حرج كفوا انفسكم عن الاكل والشرب من الطلوع الیٰ الافول٠ قد كتب لمن دان الله ان يغسل يديه ثم وجهه ويقعد مقبلا الیٰ الله ويذكر خمسا وتسعين مرة الله ابهی كذلك الصلوٰة٠ حرم القتل والزنا والغيبة والافتراء"

المواريث

"قد كتبنا المواريث على عدد الزاء منها٠ منها قدر لذرياتكم من كتاب الطاء على عدد المقت وللازواج من كتاب الهاء على عدد التاء والفاء وللباء من كتاب الراء على عدد التاء والكاف٠ وللامهات من كتاب الواو على عدد السميع وللاخوان من كتاب الهاء عدد السين وللاخوات من كتاب الدال عدد الراء والميم وللمسلمين من كتاب الجحيم عدد القاف والفاء٠ انا سمعنا ضجيج الذريات فی الاصلاب اذا ما نقصت ما لهم ونقضا عن الاخری٠ من

مأت ولم يكن له ورثة ترجع حقوقهم الىٰ بيت العدل يصرفوا امناء الرحمن في الايتام والارامل وما ينتفعوا به جمهور الناس ۰ وللذى له ذرية مالم يكن مادونها عما حددني الكتاب يرجع الثلثان مما تركه الىٰ الذرية والثلث الىٰ بيت العدل والذى لم يكن من يرثه وكان له ذوالقربى من ابناء الاخ والاخت وبناتهما فلهم الثلثان والالالاعمام والاخوال والعمات والخالات من بعدهم ۰ وبعدهن لا بائهم وابنائهن وابنائهم وبناتهن والثلث يرجع الىٰ مقرالعدل ومن مأت ولم يكن له من الذين نزلت اسمائهم من القلم الاعلى ترجع الاموال كلها الىٰ المقر المذكور جعلنا الدارالمسكونة والالبسة المخصوصة للذرية من الذكر ان دون الاناث والوراث ۰ والذى مأت في ايام والده وترك ذرية ضعافا سلمو امالهم الىٰ الامين ليتجرلهم الىٰ ان يبلغوا اشدهم والى محل الشراكة ثم عينو اللامين حقا مما حصل من التجارة ۰ كل ذلك بعد اداء حق الله والديون والتجهيزو حمل الميت بعزة والاعتزاز ۰ تلك حدود الله لا تعتدوها باهواء انفسكم‘‘

بيت العدل

’’قد كتب الله علىٰ اهل كل مدينة ان يجعلوا فيها بيت العدل ۰ ويجتمع فيه النفوس على عدد البهاء ۰ وان ازداد لا بأس ويشاورو افى مصالح العباد ۰ عمروا بيوتكم باكمل مايمكن في الامكان وزينوها بما ينبغى لها لا بالصور والامثال ۰ قد حكم الله لمن استطاع منكم حج البيت دون النساء ۰ وجب على كل واحد الاشتغال بامر من الصنائع ۰ وجعلنا اشغالكم نفس العبادة ۰ لا تضيعوا اوقاتكم بالبطالة والكسالة قد حرم عليكم تقبيل الايادى ۰ ليس لا حد ان يستغفر عند احد ۰ توبوا الىٰ الله تلقاء انفسكم ۰ لما جاء الوعد والموعود اختلف الناس وتمسك كل حزب بمالديه من الظنون‘‘

التقدس وتكفير المدعى النبوة

’’والاوهام ۰ من الناس من يقعد صف النعال طلبا اصدر الجلال ۰ قل من انت يا ايها الغافل الغرار ۰ ومنهم من يدعي الباطن وباطن الباطن ۰ قل يا ايها الكذاب تالله ما عندك انه من القشور تركناها لكم كما تترك العظام

للکلاب ۰ من یدعی قبل اتمام الف سنة کاملة انه کذاب مفتر ۰ نسال اللّٰه بان یؤیده علی الرجوع ان تاب ۰ وان اصریبعث علیه من لا یرحمه من یاول من الایة اویفسرها بغیر ما نزل فی الظاهر انه محروم من الروح ۰ یا اهل الارض اذا غربت شمس جمال قوموا علی نصرة امری وارتفاع کلمتی بین العالمین انا معکم من کل الاحوال وبنصرکم بالحق انا کنا قادرین ۰ لا تجرعوانی المصائب لا تحلقوا روسکم قد زینها اللّٰه بالشعر ۰ ولا ینبغی ان یتجاوز عن الاذن ۰ قد کتب علی السارق النفی والحبس ۰ وفی الثالث فاجعلوا علی جبینه علامة یعرف بها ۰ من ارادان یتعمل اوفی الذهب والفضة لا بأس به ایاکم ان تنغمس ایادیکم فی الصحاف والصحان ۰ تمسکوا یالنظافة فی کل الاحوال کتب علی کل اب تربیة ابنه وبنته بالعلم والخط ودونهما ۰ والذی ترک ما امر به فعلے الامناء ان یا خذوا منه ما یکون لازما لتربیتهما ان کان غنیا والایرجع الیٰ بیت العدل ۰ ان الذی ربی ابنه اوابنا من الابناء کانه ربی احد بنائی علیه بهائی ۰ قد حکم اللّٰه لکل زان وزانیة دیة مسلمة الیٰ بیت العدل وهی تسعة مثا قیل من الذهب ان عادمرة اخری عردوا بضعف الجزاء ۰ انا حللنا لکم اصغاء الاصوات والنغمات ۰ ایاکم ان یخرجکم الاصغاء عن شان الادب والو قار ۰ قد ارجعنا ثلث الدیات الیٰ مقر العدل ۰ یا رجال العدل کونوا رعاة اغنام اللّٰه واحفظوهم عن الذئاب الذین ظهروا بالاثواب ۰ اذا اختلفتم فی امرنا رجعوا الیٰ اللّٰه مادامت الشمس مشرقة من افق هذه السماء ۰ واذا غربت ارجعوا الیٰ ما نزل من عنداللّٰه ۰ اما الشجاج والضرب مختلف احکامها باختلاف مقادیرها لکل مقداریة معینة لو نشاء نفصلها بالحق وعدا من عندنا ۰ قدرتم علیکم الضیافة فی کل شهرمرة واحدة ولوبالماء ۰ ایاکم ان تفرقوا اذا ارسلتم الجوارح الیٰ الصیدا ذکروا اسم اللّٰه اذاً یحل ما اسکن لکم ولوتجدوه میتا ۰ من احرق بیتا متعمدا فاحرقوه ومن قتل نفسا عامدافا قتلوه ۰ ان تحکموا لهما حبسا ابدیا لا باس علیکم کتب اللّٰه علیکم النکاح ایاکم ان تتجاوزوا من ا لاثنتین انه قد حدد فی البیان برضاء الطرفین انا لا زدیاد المحبة علقناه باذن الابوین“

النکاح والطلاق

"لا یحقق الاصحار الابالا مهار۔ قد قدر للمدن تسعة عشر مثقالا من الذهب الا بریز والقری هی من الفضة۔ ومن اراد الزیاده حرم علیه ان یتجاوز من خمسة وتسعین مثقالا۔ قد کتب لکل عبدار ادالخروج من وطنه ان یجعل میقاتا الصاحبة فی ایة مدة ارادان اتی وفی بالوعد۔ وان یعتذر بعذر حقیقی فله ان یخبر قرینة ولکون فے غایة الجهد للرجوع الیها وان مات فلها تربص تسعة اشهرو بعد اکمالها لاباس علیها باختلا الزوج صبرت فانه یحب الصابرات والصابرین وان اتاها خیر الموت اوالقتل بالشیاع والعدلین لها ان تلبث فی البیت اذا مضت اشهر معدودات فلها الاختیار فیما تختاروان حدث بینهما کدورة..... لیس له ان یطلقها وله ان یصبر سنة کاملة۔ لعل تسطع علیهما رأئحة المحبة والافلا بأس بالطلاق۔ قدنهی الله عما عملتم بعد طلقات ثلث۔ والذی طلق له الاختیار الیٰ الرجوع بعد انقضاء کل شهر مالم تستحصن والذی سافر وسافرت معه ثم حدث بینهما الاختلاف فله ان یاتیها نفقة سنة کاملة ویرجعها الیٰ مقرها الذی خرجت عنه اویسلها بیدامین لیبلغها الیٰ محلها۔ والتی طلقت لما ثبت علیها منکر لا نفقة علیها ایام تربصها۔ قدحرم علیکم بیع العبید والاماء لا یعترض احد علی احد۔ قد حکم الله بالطهارة علی ماء النطفة طهروا کل مکروه بالماء الذی لم یتغیر بالثلاث۔ ایاکم ان تستعملواماء تغیر بالهواء وبشئی آخر۔ قدرفع الله عنکم حکم دون الطهاره عن کل اشیاء وعن ملل اخری۔ وحکم باللطافة الکبری وتغسیل ماتغیر بالغبار وکیف الاوساخ المنجمدة ودونها۔ والذی یری فی کسائه وسخ انه لا یصعد دعائه الیٰ الله۔ استعملوا ماء الودوثم العطر الخالص قد عفا الله عنکم مانزل فی البیان من محوالکتب قد اذناکم ان تقرٌ وامن العلوم ما ینفعکم لا ماینتهی الیٰ المجادلة (اعلم ان البیان نزل علی الباب وامر البابیة باحرق جمیع ما نزل قبله من الکتب وتعطیلها اومازاحمه من العلوم الیٰ ان ینزل الکتاب الاقدس علی البهاء وینسخ ما شاء من الاحکام ما جاء فی البیان فهذا هو من الاحکام المنسوخة)"

نداء التبليغ

”یا معشر الملوك قداتی الملك توجهوا الیٰ وجه ربكم قد نزل الناموس الاكبر اتت الساعة وانشق القمر۔ لا نريد ان نتصرف فی ممالك بل جئنا التصرف القلوب۔ طوبیٰ لملك قام على نصرة امری فی مملكتی وانقطع عن سوائی انه من اهل السفينة الحمراء۔ ينبغی لكل ان يعزروه ويوقروه وينصروه۔ يا ملك النسمة كان مطلع الاحدية فی سخن عكاء اذمررت وما سألت عنه۔ قد اخذتنا الاخر ان تملأ اخشانا تدور لا سمنا ولا تعرفنا امام وجهك يا ملك برلين اسمع النداء من هذا الهيكل انه لا اله الا انا الباقی الفرد القديم۔ اذكر من كان اعظم شانامنك اين هوانه نبذ لوح الله ورائه انه اخذته الذلة۔ يا ملوك امريكا اسمعوا ما تغن به الورقاء على غضن البقاء انه لا اله الا انا قدر ظهر الموعود فی هذا المقام المحمود ان بقاء نهيرلكم يا معشر الامراء اسمعوا ما ارتفع من الكبرياء انه لا اله الا انا يا معشر الروم نسمع فيكم صوت البوم يا ايتها النقطة الوقعة فی شاطئ البحرين نرى فيك الجاهل يحكم على العاقل۔ سوف تفنی ورب البرية وتنوح البنات والارامل والقبائل۔ يا شواطئ نهر الرين قدر اينالك مقطاة بالدماء ونسمع حنين البرلين ولوانها اليوم فی غرمبين۔ يا ارض الطعاء افرحی بماولد فيك مطلع الظهور سوف تنقلب فيك الامور ويحكم عليك وجمهور الناس۔ يا ارض الخاء طوبیٰ ليوم تنصب رايات الاسماء باسمی الابهیٰ۔ يومئذ يفرح المخلصون وينوح المشركون۔ يا بحر الاعظم رش ما امرت به وزين به هيا كل الانام والذی تملك ما ية مثقال من الذهب فتسعة عشرة مثقالالله۔ فذلك تطهير اموالكم۔ يا معشر العلماء لا تزنوا كتاب الله بما عندكم من القواعد والعلوم“

المعاملات

”توجهو اياقوم الیٰ البقعة الحمراء فيها تنادی سدرة المنتهی انه لا اله الا انا۔ يا معشر العلماء هل يقدر احد منكم ان يستن معی فی ميدان المكاشفة والعرفان والحكمة والتبيان۔ انا مادخلنا المدارس اسمعوا

مـايـدعوكم به هذا الامي الىٰ الله · قد كتب عليم تقليم الاظفار والد خول فى ماء يـحيـط هيـا كـلـكـم فـى كـل اسبوع وتنظيف ابدانكم ادخلوا ماء بكر او المستعمل لا يجوز اتركوها والذى يصب على بدنه الماء يكفى عن الدخول فيـه · حرمت عليكم ازدواج امهاتكم ونستحيي ان نذكر حكم الغلمان · ليس لا حـدان يحرك لسانه امام الناس اذ تمشى فى الطرق والاسواق بل فى مقام بـنـى لذكر الله اوفى بيته قد فرض لكل نفس كتاب الوصية · انتهت الاعياد الىٰ العيدين الاعظمين الاوّل ايام فيها تجلى الرحمن واليوم الاخر يوم بعثنا فيـه من بشر الناس بعد الاسم (اوّل مارس واخره) اذا مرضتم فارجعوا الىٰ حذاق من الاطباء قد كتب الله على كل نفس ان يحضر لدى العرش بما عنده مـمـا لا عـدل لـه · طوبى لمن توجه الىٰ مشرق الافكار وهو كل بيت الله بنى لـذكـر الله فـى الاسحار ذاكرا مستغفرا · اذا دخل يقعد صامتا لا صغاء ايات الله · الـذيـن يتلون آيات الرحمن باحسن الالحان يدركون منهاما لا يعادله ملـكـوت السـمـاء والارضيـن · يـا قـوم انصروا صفياى الزى قاموا بارتفاع كـلـمتي والذى يتكلم بغير ما نزل فانه ليس مني به اذن الله ان يتعلم الالسن الـمـختـلـفة ليبـلـغ شـرق الارض وغربها ليس للعاقل ان يشرب مايذهب به الـعـقـل · زيـنـوا رؤسكم باالامانة والوداء وقلوبكم برواء التقوى والسنتكم بـالـصـدق وهـنـالـكـم بـطراز الادب · ان الحرية تـخرج الانسان عن شئون الاداب وتـجـعـلـه مـن الارذليـن · حرم عليكم السوال فى البيان فاسئلوا ما يـنـفـعـكم فى امرالله ان عدة الشهور تسعة اشهر · حكم الله دفن الاموات فى البـلـور والاحـجـار الـمـمتـنعة اوالاخشاب الصلبة اللطيفة ووضع الـخواتيم الـمـنـقـوشة فـى اصابعهم · يكتب للنساء فيهالله ملك السموات والارض وما بيـنـهـما وكان الله على كل شئى قديرا وللرجال لله ما فى السموات والارض وما بينهما وكان الله لكل شئى عليما · لوينقش مانزل فى الحين انه خيرلهم ولهـن · قـد بـدات مـن الله ورجـعـت اليه منقطعا عما سواه ومتمسكا باسمه الـرحـمـن الـرحيـم · ان تـكـفنوه فى خمسة اثواب من الحرير اوالقطن من لا يستـطيـع يكتفى بواحدة منهما حرم عليكم نقل الميت ازيد من مسافة ساعة

من المدينة ۰ اسمعوا فداء مالك الاسماء من شطر سبحنه الاعظم انه لا اله الا انا۰ ارفعن البيتين فی المقامين جبل کرمل والمقامات التی استقر فيها عرش الرحمن۰ ياملاء البيان انما القبلة من يظهر الله متى ينقلب تنقلب الیٰ ان يستقر من اقرٔ من اياتی خبر له من ان يقرأ کتب الاولين والاخرين۰ عاشروا مع الاديان بالروح والريحان اياكم ان تدخلوا بيتا عند فقدان صاحبه الا بعد اذنه وان تاخذكم حمية الجاهلية فی البرية۰ قد کتب عليكم تزكية القلوب وما دونها بالزكوٰة سوف نفصل لكم نصابها۰ لا يحل السوال ومن يسئل حرم عليه العطاء قد کتب علی الكل ان يكسب والذی عجز فللو كلا والا غنيا ان يعنيواله ما يكفيه۰ قد منعم عن الجدال والنزاع والضرب من يحزن احد افله ان ينفق تسعة عشر مثقالا من الذهب لا ترضوا لاحد ما لا ترضونه لا نفسكم اتلوا ايات الله فی كل صباح ومساء۰ لا يغيرنكم كثرة القرأة والاعمال۰ علموا ذر ياتكم ليترٔوا الواح الرحمن۰ كتب عليكم تجديد اسباب البيت بعد تسع عشرة سنة والذی لم يستطع عفا الله عنه اغنلوا ارجلكم كل يوم فی الصيف وفی الشتاء كل ثلاثة ايام مرة واحدة من اغتاظ عليكم تابلوه بالرفق والذی يزجركم لا تزجروه قد منعم عن الارتقاء الیٰ المنابر۰ من اراد التلاوة فليقعد علی الكرسی الموينوع علی السرير۰ قد احب الله الجلوس علی السرير والكراسی۰ حرم عليكم الميسر الافيون۰ اياكم ان تستعملوا ما تكسل به هياكلم ويضرا بدانكم۰ اذا دعيتم الیٰ الولائم والعزائم اجيبو۰ حرم عليكم حمل الآت الحرب الاحين الفروره واحل لكم لبس الحرير۰ قدرفع الله عنكم حكم الحدو اللباس واللحی۰ يا ارض الكاف والراء سوف يظهر الله فيك اولیٰ باس شديد يذكروننی باستقامة۰ انكروا الشيخ محمد حسن لما ظهر الحق اعرض عنه۰ يا معشر العلماء لا تكونوا سبب الاختلاف اذكرو الكريم اذدعوناه الیٰ الله استكبر الیٰ ان اخذته زبانية العذاب يا ملا البيان انا دخلنا مكتب الله اذانتم راقدون۰ قد احطنا الكتاب قبل كن قد خلق الله ذلك المكتب قبل خلق السموات والارضين۰ لا تحملوا علی الحيوان ما يعجز عن حمله۰ من قتل

نـفسا خـطـأفله دية ماية مثقال من الذهب۰ اختاروا لغة ليتكلم بها من على الارض وكـذلك مـن الـخـطـوط قـد حـرم عليكم شرب الافيون والذى شرب ليس منى۰ يا اهل الارض لا تجعلوا الدين سببا للاختلاف تمسكوا بالكتاب الاقـدس الـذى انزله الرحمن لا تسبوا احد وان ليسبكم احد ويمسكم ضرفى سبيل الله"

وقائع الاحوال

"فـاصبـروا اوتمسكوا بما ينتفع به انفسكم واهل العلم يا رب كنت راقـد اقـد هـزنى هزنى نسيم يوم ظهورك وانا ايقطنى والمنئ ما كنت غافلا عـنـه۰ يـا بـديع كن فى النعمة منفقا وفى فقدها شاكر افى الحقوق امينا فى الـوجـه طـلـقـا ولـلـفقراء كنزاللاغنيا عنها صحا للمنادى مجيبا فى الوعدو فيـافى الامور منصفا فى الجمع صامتا فى القضاء عادلا للانسان خاضعاً فى الـظـلـمة سـراجـا لـلهـموم فرحا للظلمان بحر اللمكروب بلحا بلظلوم ناصر اوعـضـد او ظهـر افـى الاعمال متقيا للغريب وطنا للمريض شفاء للمستجير حـصـنـا للضرير بصرالمن ضل صراط ولوجه الصدق جمالا ولهيكل الامانة طـراز اولبيـت الاخـلاق عرشا لجسد العالم روحا لجنود العدل رايه ولا فق الـخيـر نـور اولـلارض الـطيبة رذا ذوالبـحـر الـعـلـم فلكا لسماء الكرم نجما وبـراس الـحـكـمة أكليلا للجبين الدهر بياضا ولشجر الخضوع ثمرا۰ اتقوا ولا تتبـعـوا كل مشرك مرتاب۰ تاالله لقد صعدت زفراتى ونزلت عبراتى بكت عيـن شـفـقتـى نـاح قـلـبـى بما امرى العباد معرضين عن بحررحمى وشمس فـضلى وسماء كرمى الذى احاط من فى السموات والارضين۰ يبشرهم لسان الـمـقـصـود ويـدعوهم الىٰ المقام المحمود ولهم يفتون عليه بظلم مبين هذه ارض ارتـفـع فيهـا نـدأ ابن مريم الذى بشر الناس بهذا الظهور الذى اذ ظهر نطق الـمـلاالا عـلـى قـداتـى الـعيب المسكنون بسلطان مشهود۰ قل يا ملأ الانـجيـل قد فتح باب السماء واتى من صعد اليها وانه ينادى فى البر والبحر ويبشـر الـكـل بهذا الظهور للذى به نطق لسان العظمة قداتى الوعد وهذا هو الموعود۰ ان ياتكم فاسق بكتاب السجين دعوه وراءكم سوف تنتشر الواح

النار فی الدیار ۔ انا نذکر الالف والجیم قبل الالف والجم لیشکر به ۔ انا فزت بلوح الله فول وجهك شطر السجن وقل لك الحمد یا الهیٰ قل تالله لقد ظهر ما هوالمسطور فی کتاب الله انه هو الذی سمی فی التوراۃ بیهواه وفی الانجیل بروح الحق وفی القرآن بالنبا العظیم تمسکوا بما وعدتم به من قبل بلسان النبیین والمرسلین ایاکم ان تمنعکم الواح النار وکتاب السجین ۔ یا ملأ الادیان دعواما عندکم تالله قداتی الردمن بالحجة والبرهان ۔ لیس لا حد ان یتوجه الیٰ شطر السجن الا بعد اذنه ۔ یا قوم قداتی یوم القیام قوموا عن مقاعدکم وسبحوا بحمدربکم ۔ قدارتفعت الصیحة واتت الساعة وظهرت القارعة لکن القوم فی حجاب غلیظ ۔ قد انکر علماء الاحزاب اذانی محمد رسول اللهﷺ وعلماء التورة اذا اتی الروح منهم الفتنة ظهرت والیهم رجعت ۔ انا اظهرنا الصحیفة المکنونة المختومة التی کانت مرقومة باصبع القدرة ومستورة خلف حجب الغیب ۔ تالله انی انا الصراط المستقیم وانا المیزان الذی یوزن به کل صغیر وکبیر ۔ یا اهل البهاء خذوا کتاب الله بقوة القوم فی وهم عجاب یعبدون الاوهام قد زینوارؤ سهم بالعمائم ضلوا اوضلوا الا انهم لا یعلمون ۔ یا ملأ البیان لا تقتلونی بسیوف الاعراض تالله کنت نائما ایقظتنی یدارادة ربکم الرحمن وامرنی بالنداء بین الارض والسماء لیس هذا من عندی لوانتم تعلمون ۔ لویری احدا قائما علی الامرنا طقاما اقامتی وما انطقنی بکلمة ۔ قد اخذ المختار ومن کفی زمام الاختیار واقا منی کیف شاء وانقطنی کیف اراد ۔ یا ملأ البیان دعونی لاهل القرآن انهم احاطونی اتقوالله ولا تکونوا من الظلمین"

تکفیر اهل البیان

"قد انکر ملأ البیان حجة الله وبرهانه ۔ ان الذین اتخذوا الاوهام لا نفسهم اربابامن دون الله اولئك اصحاب النارقد احاطت المظلوم ذئاب الارض واشرار هاقد انکروه ان الذی ربینناه اراد سفك دمی فلما ظهر الامرصاح فی نفسه متمسکا بمفتریات لا ذکرلها عند الله ۔ امیرزا یذکرك

مولی الاسماء فی هذا المقام۔ ان قلمی ینوح بما ورد علی من الذین کفروا یذکرون نقطة البیان ویفتون علی مرسله ویقرؤن الایات وینکرونها الا انهم من اصحاب النار۔ یا عباد الرحمن اذا جاءکم ناعق دعوه بنفسه متوکلین علی اللّٰہ تاللّٰہ ان البیان مانزل الالذکری وما بشر العباد الا بظهوری ان کنتم فی ریب اقرء وا ایات اللّٰہ وما عندکم ثم انصفوا یا اولی الابصار۔ اتقوا الرحمن ولا تسفکوا ادم الذی نصرکم بجنود الوحی والالهام۔ قد انکر نی من خلق لخدمتی قد اراد سفك دمی من حفظته تحت جناح الفضل فی سنین متوالیات۔ هل منکم من احد یجول فارس المعانی فی مضمار الحکمة والبیان یا اهل الارض اسمعوا تاللّٰہ هذا نداء سمع الحبیب فے المعراج والکلیم فی الطور والروح حین صعوده الی اللّٰہ۔ قداتی المظلوم لنجاة العالم ولکن الامم قاموا علیه بظلم تغیرت به الافاق۔ هذا هو الذی بشرکم محمد رسول اللّٰہ هذا هو الذی ذکرتموه فی القرون الاعصار قد اهتز القوم شوقا اللقائه۔ ای رب تعلم انی ماردت الاحریة عبادك ونجاتهم من سلاسل التقلید والاوهام۔ انا وصیناهم بالظهور الاعظم وبشرناهم بهذا الیوم العظیم فلما ظهر اعرضوا عن الذی اتی بالحق یا ملأ البیان انکروا ما انزله الرحمن فی القرآن یوم یقوم الناس لرب العلیمن۔ ان الذی اتخذ تموه ربا لانفسکم من دون اللّٰہ کان یضرمن مقام الی مقام یشهد به الانام۔ ان ترید والایات انها احاطت الافاق ترید والبینات انها ظهرت لا ینکرها الا کل معتد اثیم۔ ان یعذب اللّٰہ احدا امن بهذا الظهور فبای حجة لا یعذب الذین امنوا بنقطة البیان ومن قبله بمحمدٍ وبابن مریمٍ وبموسے الکلیم الی ان یرجع الامرالی البدیع الاوّل فاتقوا اللّٰہ ولا تتبعوا الاصنام الذین کفروا بالشاهد والمشهود لیس لا حدان یتذال عند نفس۔ حرم علیکم التقبیل والسجود والانطراح والانحناء ان السجود ینبغی لمن لا یعرف ولا یری۔ والذی یری لیس لا حدان یسجدوه والارجع ویتوب الی اللّٰہ قد ثبت بالبرهان ان السجدة لم تکن الالحضرة الغیب۔ من المعرضین من قال انه سرق الایات ونسبها الی اللّٰہ ومنهم من قال انه نهی الناس عن

المعروف ويل لك ايها الغافل الكذاب ۰ قد كنتم رقداء خلف الاستاد وقلمی الاعلی يجول فی مضمار الحكمة والعرفان ۰ قد فتحنا باب النصح علی وجوهكم اذوجدناكم اشقی العباد ۰ لما نشر الصبح لرائه واتی مكلم الطور قام العلماء علی الارض منهم من كفره ومنهم من اعرض ومنهم من اعترض ومنهم من افتی عليه بظلم به ذرفت عيون الابرار"

المنكر هو الكافر

"كذلك سولت لهم انفسهم نشهد انهم من اصحاب النار ۰ انا فی اوّل الايام قمنا امام وجوه العالم وعن يمينی رايات الايات وعن يساری اعلام البينات ودعونا الكل الی الله قد قام علينا الاحزاب باسياف الاعتساف ۰ منهم من قال انه افتری علی الله ومنهم من انكر ما نزل من الله قل هذا نور به استضاء العالم ونار به احترقت افئدة كل جاهل مردود ۰ يا ملا البيان لا تكونوا من انكروا حجة الله لوتنكر ونه فبای برهان ثبت ما عندكم فاتوا به ولا تعترضوا علی الذی بامره نطق كل نبی وكلم كل رسول ۰ واعلم ان كلام الله اجل من ان يكون مما تدركه الحواس لا نه ليس بطبيعة ولا بجوهر قد كان مقدسا عن العنام المعروفة ۰ انه ظهر من غير لفظ وصوت ۰ لما ملئت عيون اهل الشرق من صنائع اهل الغرب لذاها موافی الانسان ليعلم ان اكثرها اخذوا من حكماء القبل والقد ماء اخذوا العلوم من الانبياء"

الحكمة القديمة

"ان ابيد قليس كان فی زمن داؤد وفيثا غورس فی عهد سلمان واخذا الحكمة منهما ۰ انا نذكرلك بناء يوم تكلم فيه احد من الانبياء فلما انفجرت ينابيع الحكمة من الناس من اخذ هذا القوم ووجد فی زعمه الحلول ومنهم من فاز بالرحيق المختوم ۰ ان الفلاسفه ما انكروا الله القديم ان بقراط اعترف بالله وسقراط اعتزل فی الغار ومنع الناس عن عبادة الاوثان فخذوه وقتلوه فی السجن هو الذی اطلع علی الطبيعة الموصوفة با الغلبة بانها تشبه الروح الانسانی قد اخرجها من الجسد الحوانی وعجز

حكماء العصر ان ادراكه افلاطون تلميذ سقراط اقر بالله ۰ وبعده ارسطو طاليس الذی ادرك القوة البخارية ۰ ثم جالينوس ابوالحكمة صاحب الطلسمات وانتشرمنه من العلوم مالا انتشر من غيره قال فی مناجاته انت لا اله الا غيرك ۰ اننا ما قرانا كتب القوم وكلما اردنا ان تذكر بيانات العلماء والحكماء يظهر ما ظهر فی العالم امام وجه ربك نذكر نبأ مورطس صنع الة تسمع علی ستين ميلا ۰ انا نحب الحكماء الذين ظهر منهم ما انتفع به الناس وايدناهم بامر من عندنا انا كنا قادرين ۰ اياكم ان تنكروا عبادی الحكماء الذين جعلهم مطالع اسمه الصانع انا نتبرء عن كل جاهل ظن بان الحكمة هو التكلم بالهوی والاعراض عن الله ۰ تفكر فی بلائی وسجنی وغربتی وماورد علی وما ينسب الیٰ الناس الا انهم فی حجاب غليظه ينبغی لكل اسم امن بالله ان يعمل بما امربه فی الكتاب الاقدس الذی من لدی الحق علام الغيوب قل ا ملأ الارض ضعوا الا قوال وتمسكوا بالاعمال كذلك يا مركم الغنی المتعال لوانتم تشعرون ۰ هذا يوم الذكر والثناء هذا يوم المكاشفة واللقاء ولكن الناس عنه معرضون"

ورقة بيضاء

"انا كنا مستو يا علی العرش دخلت ورقة نور اولا بستة ثيابا رفيعة بيضاء اصبحت كالبدر الطالع من افق السماء۰ تعالیٰ الله موجدهالم ترعين مثلها لما حلت اللثام اشرقت السموات والارض هی تبسم وتميل كغصن البان ۰ ثم طافت من غير ارادة تمشی والجلال يخد مها والجمال يهلل ورائها من بديع حسنها ودلالها واعتدال اركانها ثم وجدنا الشعرات السودا علی طول عنقها البيضاء كان الليل والنهار اعتنقا فی هذا المقر الا بهیٰ ۰ لما تفرسنا فی وجهها وجدنا النقطة المستورة تحت حجاب الواحدية مشرقة من افق جبينها كان بها فصلت الواح محبة الرحمن وحكمت عن تلك النقطة نقطة اخری فوق ثديها الايمن ۰ وقام هيكل الله يمشی وتمشی ورائه سامعة متحركة من ايات ربها ثم ازدادت سرورا الیٰ ان انصعقت فلما افاقت تقربت وقالت نفسی الفداء لسبحنك يا سرالغيب ۰ كانت منتظر الیٰ شرق

العرش كمن بات فی سکر الیٰ ان وضعت یدها حول عنق ربها وضحته الیها ۰ فلما تقربت تقربنا وجدنا منها ما نزل فی الصحیفة المخزونة الحمراء من قلمی الاعلی ۰ ثم مالت براسها واتکأت بوجها علی اصبعیها کان الهلال اقترنت بالبدر التمام عند ذلك صاحب وقالت کل الوجود فداء لبلائك یاسلطان الارض والسماء الام اودعت نفسك فی معاینة عکاء اقصد ممالکك الاخری التی ما وقعت علیها عیون اهل السماء ۰ عند ذلك تبسمنا وقد تصادف هذا الذکر یوماً فیه ولد مبشری الذی نطق بذکری واخبر الناس بسماء مشیتی وعزرناه بیوم اخری الذی فیه ظهر العیب للکون الذی به اخذ الاضطراب سکان ملکوت الاسماء وانصعق من فی الارض والسماء الامن قنقذ ناه بسلطان من عندنا وانا المقتدر علی ماشاء لا اله الا انا العلیم الحکیم"

التواب والعقاب

"انا زیهم افق الیقین وهم یعرضون عنه ۰ یذکرهم قلم الوحی وهم لا یتذکرون ۰ یتبعون الجهلاء ویسمونهم بالعلماء الا انه لا یفقهون ۰ ان الذین لا یمیزون الیمین عن الشمال یدعون العلم وبه استکبروا علی الحق علام الغیوب ۰ قل ومالك الابداع انتم هج رعاع تبرأ منکم جوار حکم وانتم لا تشعرون ۰ سوف یری المشرکون مثوهم فی النیران والموحدون فی ملکوت الله قد خرقت الاحجاب وظهر الوهاب بسلطان لا تمنعه جنود العالم ولا ضوضاء الا مم ینطق فی کل حین الملك لله ۰ ان الذی اقبل الیٰ مطلع الایات انه اقبل الیٰ الله یا قوم لا ینفعکم الیوم شئی الا ان تتوبوا وارجعوا الیٰ الله انا نذکر الذین اقبلوا الیٰ الله سوف یجعل الله کنز الهم اذا تشرفت بلوح الله اقرأ باللیالی والایام ۰ انه یقربك الیٰ المقام الرفیع ۰ یا اهل البهاء تالله ربحتم فی تجارتکم ۰ سوف ترون انفسکم لا یسعه البیان ولا تحیطه اوصاف العارفین ۰ اشکروالله انه معکم فی کل الاحوال ویؤیدکم علی ما انتم علیه قد ظهرت الکلمة ونادت الساعة وتهول القیمة بشری لکم یا ملأ الارض بهذا الیوم المبارك انتبهوا من رقد الهوی قداتی مالك الوریٰ ۰ ایاکم

ان تحجبکم زماجر اهل النفاق زین لسانك بالذکرانه یذکرك فی المقام الذی سمی بالسجن مرة واخری بالمقام الکریم ۔ کتاب نزل بالحق لمن توجه الیٰ الافق الا علی قل ظهر ام الکتاب ینطق انه لا اله الا انا۔ قد خلقت الخلق لعرفانی فلما اظهرت نفسی کفروا واعروضوا الا من شاء اللّٰه۔ قد انتظر الکل ایام الوصال فلما اتیٰ الغنی المتعال اعرضوا عنه ۔ کن علی شان لا تجیك احجاب العالم ۔ کذلك یعلمك من علم ادم الاسماء کلها یا اهل البهاء اسمعوا النداء من البقعة النوراء من لدی اللّٰه تمسکوا بحبل الوفاء۔ هذه جنة لها انهار تجری فی ظلال هذا السدرة التی ارتفعت بالحق ۔ نهر سیمی بالوفاء من شرب منه فاز بالاستقامة الکبری ویجد نفسه فی مقام لا تمنعه الاسماء عن مالکها ولا المسمی عن صراط المستقیم ۔ انه ممن شهدله الرحمن فی کتابه قال وقوله الحق لا یمنعه ذکر النبی عن الذی بقوله یخلق النبیین والمرسلین قد اجتمع العلماء علی ضرنا لکن اللّٰه اخذهم بالعدل فلما رجعوا الیٰ مقرهم قام بعد هم من سمی بباقر بظلم بکت منه عیون الذین طافوا حول العرش ۔ افا ارکسنا ثم تاخذه ونرجعه الیٰ مقریفر منه الجحیم ۔ نعیما لمن تزین بطراز الاستقامة فی هذا الامر الخطیر قد جری الکوثر والسبیل وظهر السبیل بهذا الاسم المهیمن وکذلك اشرقت شمس الوحی من ربك لتتوجه الیها بقلبك واشکروا کن من الحامدین‘‘

السجن ونزوله تعالیٰ

’’یا علی اسمع النداء من سجنی الاعظم انه لا اله الا هو تمسك بحبل اللّٰه لیحفظك من الذین کفروا بیوم الدین کن مستقیما علی حب اللّٰه لا یمنعك نفاق کل شیطان رجیم انه یلهم اولیائه کما الهم فی القرون الاولی تجنب عنه وتوکل علی اللّٰه سراج اللّٰه ینادی بینکم ویقول الیٰ الیٰ یا شعبی وعبادی لعمری اظهرت نفسی لکم اتبعوا امری لا تعقبوا الذین کفروا باللّٰه رب العلمین ۔ قیل هل نزلت الالواح قل ای وربی ۔ من الناس من توجه الیٰ الغیب الغراب ۔ اتقوا اللّٰه ولا تعارضوا علی الذین ظهرت به الحجۃ ۔ شهد القیوم لهذا المظلوم انه لا اله الا هو قد فتح باب السماء وهو هذا الباب الذی

بـالاسـم الاعـظـم علی من فی الملك والملكوت ۰ قد ظهر المنظر الاكبر ولكن الـنـاس عـنـه معرضون والذی اعرض انه من اصحاب القبور سبحان الذی الهم عبـاده الاصفياء وعرفهم هذا اليوم الذی كان مسطورا ۰ ان اليوم يمشی وينطق ولكن القوم اكثرهم من الغافلين انه بنفسه ينادی العالم ويقول تاالله قداتی مالك القدم الاسم الاعظم توجهوا ولا تكونن من الغافلين''

الهيكل

''قـد ظهرت الكلمة العلياء وبها هدرت الورقاء علی السدرة المنتهیٰ انـه هـو هـوتـوجهـوا اليـه ان الـذيـن اعرضوا عن الوجه اولئك فی خسران عـظـيـم ۰ انـا اظهـرنـا الامـانة علی هيكل الانسان وانه يقول كل الفضل لمن تـمسك بی ان الذين اعرضوا عنی ليس لهم نصيب فے الكتاب ۰ اسمع ماقاله الـمشـرك بالله بعد ما اويناه فی ظل الشجرة وحفظناه بسلطانی المهيمن قد افتـی بـالـظـلـم عـلی الـذيـن يـنبغی له ان يخدمهم ثم قال ما لا قاله احد من الـمشـركين مثله مثل الحية الرقطاء تلدغ وتصيئ سبحان الذی نطق وانطق كـل شـئی علی انه لا اله الا هو ۰ قد نـار افق العالم بشمس اسمی الاعظم لكن اكثـرهـم لا يشـعرون ۰ كتاب انزله المظلوم فی السجن الاعظم لمن امن بالله انـا نـذكـر من يـذكـرنـا ونبشرمن اقبل الیٰ الله ۰ طوبی لمقبل اقبل الیٰ الله ولـقـاصـد قصد المقصود اذ كان فی سبحنه الاعظم كذلك ذكرناك وانزلناك مـا انجذب منه العالم ۰ هنيأً لمن فاز باياMی وبرئياً لمن شرب كوثراالحيوان من هذا القلم''

طبع فی مطبع الناصری فی شهر محرم الحرام فی بمبئ ۱۳۱۴ھ

۱۰......اقتباسات کتاب البریہ

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ:''میرا شجرہ نسب یہ ہے۔غلام احمد،غلام مرتضیٰ،عطاء محمد،گل محمد،فیض محمد،محمد قائم،محمد اسلم،محمد دلاور،الہ دین،جعفر بیگ،محمد بیگ،عبدالباقی،محمد سلطان،ہادی بیگ۔میری قوم مغل برلاس ہے۔میرے بزرگ (اپنی برادری کو چھوڑ کر) سمرقند سے پنجاب قادیان میں آئے تھے۔جو لاہور سے پچاس میل کے فاصلہ پرشمال مشرق پر واقع ہے۔جہاں اس

وقت ایک جنگل تھا۔ جس کو آباد کر کے اسلام پور نام رکھا جو کچھ عرصہ بعد اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا۔ پھر صرف قاضی ماجھی رہ گیا۔ پھر قادی پھر قادیان۔ اس علاقہ کا طول ساٹھ کوس ہے۔ یہ سارا علاقہ ماجھا کہلاتا تھا۔ کیونکہ اس میں مجھ یعنی بھینس بکثرت پائی جاتی ہے۔ میرے بزرگ والیان ملک کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جو کسی وجہ مخاصمت سے ان کو سمرقند چھوڑنا پڑا سکھوں کے عہد میں میرے دادا گل محمد کے پاس پچاسی گاؤں تھے۔ سکھوں کے متواتر حملوں سے کچھ گاؤں ہاتھ سے نکل گئے۔ مگر پھر بھی دریادلی سے آپ نے چند تفرقہ زدہ رفقاء کو کچھ بطور جاگیر دے دیئے۔ جو اب تک ان کے پاس ہی ہیں اور تقریباً پانچ سو آدمی آپ کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے اور ایک جماعت طلباء وعلماء آپ کی وظیفہ خوار بھی تھی اور تمام ملازم تہجد تک صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ لوگ اس وقت اسے مکہ کہتے تھے۔ کیونکہ یہ گاؤں اس وقت اسلام کی جائے پناہ تھا اور مرزا صاحب کرامات مشہور تھے اور آئین حکومت سے بھی باخبر تھے۔

گل محمد اور ریاست

میں نے کئی بار اپنے باپ سے سنا تھا کہ سلطنت مغلیہ کا ایک وزیر (غیاث الدولہ) قادیان آیا اور آپ کی مدبرانہ حکومت دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر مجھے اس بیدار مغز کا پتہ معلوم ہوتا تو ایام کسل سلطنت مغلیہ میں آپ کو تخت نشین کر دیتا۔ مرض موت کے ایام میں ہچکی نے آگھیرا تو شراب پینے کو کہا گیا تو آپ نے انکار کر دیا۔ کہا کہ اس کی اور دوائیں بھی ہیں۔ تو آپ کے بعد مرزا عطاء محمد گدی نشین ہوئے۔ اس وقت سکھوں کی دستبرد سے صرف قادیان کا قلعہ قبضہ میں رہ گیا۔ جس کی چاروں طرف موروں میں فوج رہتی تھی۔ فصیل کی اونچائی ۲۲ فٹ اور عرض بقدر تین چھکڑے تھا۔ فرقہ رام گڑھیا اجازت لے کر اندر آگھسا اور دھوکے سے قابض بن گیا اور تمام مال واسباب لوٹ کر تمام مساجد کو مسمار کر دیا۔ جن میں سے اب تک ایک مسجد سکھوں کے پاس ہے۔ جس پر انہوں نے دھرم سالہ بنا رکھا ہے اور ایک کتب خانہ جلا دیا۔ جس میں پانچ سو قرآن مجید تھے اور میرے بزرگوں کو کسی دوسری سلطنت میں بھیج دیا۔ جہاں میرے دادا کو زہر دیا گیا۔ رنجیت سنگھ کے آخری عہد میں میرے والد غلام مرتضیٰ قادیان واپس آئے تو ان کو پانچ گاؤں واپس ملے اور رئیس تسلیم کیے گئے اور گورنر جنرل کے دربار میں ان کو کرسی ملتی تھی۔ ۱۸۵۷ء میں آپ نے پچاس آدمی گھوڑ سوار حکومت کو پیش کیے اور آئندہ امداد کا بھی وعدہ دیا تو آپ کو حکومت کی طرف سے اعزازی سرٹیفکیٹ عطاء کیے گئے۔ جن کا تذکرہ سرلیپل گریفن نے اپنی کتاب تاریخ رئیساں میں کیا ہے اور کئی دفعہ خود ڈپٹی کمشنران کو گھر پر ملنے آیا کرتا تھا۔

پیدائش مسیح قادیان

میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔ جب کہ سکھوں کا آخری زمانہ تھا اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ یا سترہ برس کا تھا۔ میرے والد نے میری پیدائش سے پہلے ایک دفعہ ہندوستان کا سفر پیدل کیا تھا۔ مگر اب وہ تنگی دور ہو چکی تھی اور میں نے ان مصائب سے کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ گو مسیح کی طرح مجھے سر رکھنے کی بھی جگہ نہ تھی اور موروثی جائیداد ختم ہو چکی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ایک نیا سلسلہ شروع کرے۔ میں توام تھا۔ میرے ساتھ لڑکی پیدا ہو کر مر گئی۔ جس سے ثابت ہوا کہ مجھ میں انوثیت کا مادہ باقی نہیں رہا۔ براہین میں الہام درج ہے کہ: ''سبحان اللّٰہ تبارك وتعالیٰ۔ زاد مجدك وينقطع اباؤك ويبدا منك ''اور یہ بھی بشارت دی کہ میں تجھے برکت دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

مرزا قادیانی کی تعلیم

میں چھ سات برس کا تھا کہ فضل الٰہی کو نوکر رکھا گیا۔ جس سے میں نے قرآن شریف اور کچھ فارسی پڑھی۔ دس برس کا تھا تو فضل احمد سے عربی پڑھی۔ سترہ برس کا تھا تو گل علی شاہ سے منطق، حکمت اور نحو وغیرہ پڑھی اور علم طبابت اپنے باپ سے حاصل کیا۔ (کوئی نبی چار پانچ استادوں سے نہیں پڑھا اور نہ ہی کتب بین ہوتا ہے) اور کتب بینی اس قدر غالب تھی کہ اس وقت گویا میں دنیا میں نہ تھا۔ جس سے والد صاحب مجھے ہمیشہ روکتے تھے اور اسی وجہ سے مجھے مقدمات میں لگا دیا۔ جو انہوں نے دوبارہ واپس دلائے۔ جا نے دیہات مذکورہ کے دائر کر دیئے تھے اور عرصہ دراز تک مجھے زمینداری میں بھی لگا دیا۔ مگر چونکہ میں اس فطرت کا نہ تھا۔ اس لئے والد صاحب ناراض رہتے تھے اور رو تخلق کرنے میں کوشش کرتے تھے۔ مگر میں اس سے متنفر تھا۔

باپ کی ناراضگی

ایک دفعہ ڈپٹی کمشنر صاحب آئے تو مجھے آپ نے کہا کہ پیشوائی کے لئے دو تین کوس جانا چاہئے۔ مگر میں بیمار تھا اور کراہت بھی تھی۔ اس لئے نہ جا سکا تو یہ امر بھی ناراضگی کا باعث ہوا۔ مگر تاہم میں نے اپنے آپ کو تحصیل ثواب کے لئے محو خدمت کر دیا اور وہ بھی مجھے ''بر بالوالدین'' جانتے تھے۔ فرماتے تھے کہ میں صرف ترحم کے طور پر متوجہ بدنیا کرنا چاہتا ہوں۔ ورنہ مجھے معلوم ہے کہ جس کی طرف اس کی توجہ ہے۔ سچ ہے ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں۔ آپ کے زیر سایہ چند سال کراہت طبع کے ساتھ انگریزی ملازمت میں بسر ہوئی۔ مگر چونکہ میری جدائی پسند نہ تھی۔ اس لئے میں نے نوکری چھوڑ دی۔ مگر مجھے معلوم ہو گیا کہ ملازم عموماً

بددیانت اور غیر متشرع ہوتے ہیں۔ بہتوں کو اخوان الشیاطین پایا۔ جن کو اخلاق فاضلہ سے خالی پایا اور اخلاق رذیلہ سے پر تھے۔ واپس آ کر زمینداری مشاغل میں مصروف رہا۔ مگر اکثر حصہ قرآن وحدیث کے تدبر اور تفاسیر میں گذارتا تھا اور وہ کتابیں زیر مطالعہ آپ کو سناتا بھی تھا۔ آپ نے مقدمات میں ستر ہزار روپے خرچ بھی کرڈالے۔ مگر آخر ناکام رہے۔ یہ موقعہ میری پاک تبدیلی کے لئے بہت زرین تھا۔ کیونکہ آپ کے غموم کا نقشہ مجھے بے کدورت زندگی کا سبق دیتا تھا۔ باوجودیکہ چند دیہات آپ کے قبضہ میں تھے۔ پنشن بھی آتی تھی اور سالانہ انعام بھی مقرر تھا۔ مگر جو کچھ آپ نے دیکھا ہوا تھا۔ اس کے مقابلہ میں ہیچ تھا۔ اس لئے مغموم ہو کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

عمر بگذشت ونماندست جز ایامے چند
بہ کہ دریاد کسے صبح کنم شامے چند
از در تو اے کسے ہر بے کسے
نیست امیدم کہ بروم ناامید
بآب دیدۂ عشاق وخاکپائے کسے
مراد لے ست کہ درخون تپد بجائے کسے

ایک خواب

ایک دفعہ حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ استقبال کے لئے دوڑے اور نذرانہ پیش کیا تو ایک کھوٹا روپیہ جیب سے نکلا۔ اس کی تعبیر حب دنیا سے کیا کرتے تھے۔ اسی غم پر دادا صاحب کا ایک شعر بھی پڑھا کرتے تھے۔ جس کا ایک مصرعہ بھول گیا ہوں۔

کہ جب تدبیر کرتا ہوں تو پھر تقدیر ہنستی ہے

مرنے سے پہلے چھ ماہ آپ نے ایک جامع مسجد وسط آبادی میں تیار کروائی اور وصیت کی کہ مسجد کے ایک کونہ میں میری قبر ہو۔ مسجد مکمل ہوگئی فرش باقی تھا کہ پیچش سے چندروز بیمار رہ کر (جون ۱۸۵۷ء) کو فوت ہوگئے۔ آپ کی عمر ۸۰ یا ۸۵ سال تھی اور اس وقت میری عمر ۳۴ یا ۳۵ سال تھی۔ میں اس وقت لاہور میں تھا۔ مجھے خواب میں بتایا گیا کہ آپ کی موت قریب ہے۔ میں قادیان آیا تو دوسرے دن آپ فوت ہوگئے۔ حالانکہ آرام بھی ہوگیا تھا۔ مجھے کہا کہ گرمی بہت ہے۔ آرام کرو۔ میں چوبارہ میں چلا گیا۔ نوکر پاؤں دبانے لگا۔ تو غنودگی میں الہام ہوا۔ ''والسماء والطارق'' (قسم ہے آسمان کی جو قضاء قدر کا مبداء ہے) اور قسم ہے اس حادثہ

کی جو غروب شمس کے بعد نازل ہونے والا ہے۔ یہ خدا کی طرف سے تعزیت تھی کہ رات کو تیرا باپ مرجائے گا۔ جب مجھے غم ہوا تو فوراً یہ الہام ہو کہ: ''الیس اللہ بکاف عبدہ ''اور یہ پہلا الہامی نشان تھا۔ جو نگینہ میں کھدا ہوا اب تک موجود ہے۔ میرے چالیس برس کے قریب جب والد صاحب نے وفات پائی تو مکالمہ زور سے ہونے لگا۔ حالانکہ نہ کوئی میں نے محنت کی نہ مجاہدہ۔ نہ گوشہ نشینی نہ چلہ کشی نہ رہبانیت۔ بلکہ بدعتیوں سے بچتا رہا۔ ہاں خواب میں ایک معمر آدمی نے مجھے روزہ رکھنے کو کہا تو میں نے مخفی طور پر اس سنت نبوی کو نبھایا۔ مردانہ نشست میں میرا کھانا آتا تو ان کو یتیموں پر تقسیم کر دیتا۔

مجاہدہ اور ابتدائی الہامات

دو تین ہفتہ بعد معلوم ہوا کہ کم کھانے میں لطف ہے تو کھانا بالکل ہی کم کر دیا کہ جس پر دو تین ماہ تک کا بچہ بھی صبر نہیں کر سکتا اور مکاشفات کھلے، انبیاء و اولیاء بھی ملے۔ ایک دفعہ عین بیداری میں پنج تن پاک کی زیارت ہوئی۔ بعض ستون سرخ و سبز دلکش دلستان نظر آتے تھے۔ درحقیقت وہ ایک نور میرے دل سے نکلتا تھا اور دوسرا نور خدا کی طرف سے نازل ہوتا تھا اور دونوں سے ایک ستون پیدا ہو جاتا تھا۔ فاقہ کشی سے ثابت ہوا کہ انسان تنعم پسندی میں ترقی نہیں کر سکتا۔ میں ہر ایک کو مشورہ نہیں دیتا کہ وہ ایسا کرے۔ کیونکہ بعض صوفی مجاہد یبوست دماغ کی وجہ سے مجنون ہو جاتے ہیں۔ یا سل، دق اور دوسری امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جو کمزور دماغ ہو۔ اس کے لئے اس قسم کے مجاہدوں سے پرہیز بہتر ہے۔ مگر جو الہام کے ذریعہ ہو اس کا کرنا ضروری ہے۔ روحانی سختی ابھی باقی تھی۔ جسمانی سختی آٹھ نو ماہ تک لگاتار رہی۔ اب روحانی سختی کشی کی باری آئی۔ تو اپنی قوم کے مولویوں نے بدزبانی اور تکفیر اور عوام کی دشنامی سے یہ حصہ مل گیا۔ جو حضور ﷺ کے بعد کسی کو نہیں ملا۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھ کو دونوں حصے مل گئے۔

الہام اور مسیحیت

جب چودھویں صدی کا آغاز ہوا تو مجھے الہام ہوا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے اور یہ الہام ہوا۔ ''الرحمن علم القرآن لتنذر قوما ما انذر آباؤھم ولتستبین سبیل المجرمین ۔ قل انی امرت وانا اوّل المؤمنین ''یعنی خدا نے تجھے قرآن سکھلایا اور صحیح معنی اس کے تجھ پر کھول دیئے۔ تا ان لوگوں کو ڈرائے بدانجام سے جو بباعث پشت در پشت غفلت اور نہ دیئے جانے تنبیہ کے غلطیوں میں پڑ گئے اور تا ان مجرموں کی راہ کھل جائے جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست پر نہیں آئے۔ ان کو کہہ دے کہ میں مامور من اللہ ہوں اور اوّل

المؤمنین ہوں۔ یہ الہام براہین احمدیہ میں اٹھارہ سال قبل شائع ہو چکا ہے۔ میں کیوں اس خدمت کے لئے مامور کیا گیا؟ کیا زمانہ کی حالت مقتضی نہ تھی کہ اسلام پر بیرونی حملوں اور فسق و بدعات کی روک تھام کے لئے صدی کے سر پر ایک مجدد کی ضرورت ہے۔ براہین احمدیہ کے زمانے تک مولوی میرے ثنا گو رہے اور اس پر ریویو بھی لکھا۔ حالانکہ اس میں مجھے مسیح موعود اور عیسیٰ بھی لکھا تھا اور جب تک صریح طور پر میں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا لوگ مخالف نہ تھے۔ مگر مسیحیت کا دعویٰ ہوا تو عجیب شور اٹھا۔ تکفیری استفتاء تیار ہوا۔ جس پر کم فہم اور موٹی عقل والوں نے دستخط کئے اور یہ نوشتہ پورا ہوا کہ امام موعود کی تکفیر ہو گی۔ اب لوگ تین قسم کے ہو گئے۔ موافق مخالف اور غیر جانبدار، میرے موافق اگرچہ تھوڑے ہیں۔ مگر غیر ممالک تک پہنچ گئے ہیں۔ ہمارے گروہ میں اکثر خواص ہیں اور ذی عزت عہدہ دار ہیں۔ اکثر تعلیم یافتہ تاجر، تعلقہ دار، جاگیر دار اور غوثوں، قطبوں کی نسل۔ خدا ہماری جماعت کو فوق العادت ترقی دیتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ خدا چاہتا ہے کہ نیک دل، پارسا طبع، اولوالعزم، سعادت مند لوگوں کو اس جماعت میں داخل کرے۔ مسیحیت کا وہ دعویٰ تھا کہ جس کے تمام منتظر تھے۔ گو قرآن شریف میں یہ وعدہ اجمالی تھا۔ مگر احادیث میں تواتر کے درجے تک پہنچا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ علماء نے لکھا ہے جو شخص اس پیشین گوئی کا انکار کرے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ متواتر کا انکار گویا اسلام کا انکار ہے۔

فیج اعوج کے تناقضات

مگر فیج اعوج کے علماء نے اس کے معنی سمجھنے میں دھوکہ کھا کر تناقضات پیدا کر لئے ہیں۔

اوّل...... قرآن وحدیث سے ان کو ماننا پڑتا ہے کہ مسیح کی وفات ہو چکی ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ زندہ آسمان پر موجود ہیں۔

دوم...... حضور ﷺ کو خاتم النبیین مان کر مسیح کے منتظر ہیں۔

سوم...... دجال کے غلبہ کے وقت مسیح کی آمد مانتے ہیں اور ساتھ ہی حسب تصریح بخاری مسیح کا ظہور غلبہ صلیب کے وقت قرار دیا ہے کہ عیسائیت غالب ہو گی اور عیسائی طاقت سب پر غالب ہو گی اور اس کا مسقط سوائے حرمین کے اس جگہ ہو گا۔

چہارم...... مسیح اور مہدی دو شخص ہیں۔ حالانکہ مسیح کے سوا دوسرا کوئی مہدی نہیں۔

ان چار تناقضوں سے تذبذب پیدا ہوا اور نیچریوں نے اس کا انکار ہی کر دیا۔ مناسب تھا کہ نیچری ان معنوں کو رد کر دیتے۔ جو ناقص الفہم اور نادان مولویوں نے کئے تھے۔ اب خدا نے سچے معنے سمجھنے کا موقعہ دیا ہے۔ انصاف پسند تلاش کریں اور مکذبین میں شامل نہ ہوں۔ ملا کی نبی کی

پیشین گوئی میں ایلیا کا ظہور تمثیلی تھا۔ مگر یہود نے جسمانی سمجھ کر مسیح کا انکار کر دیا اور آسمانی بادشاہی کو زمینی بادشاہی سمجھ بیٹھے۔ مگر یہودی نص صریح پیش کرتے تھے اور عیسائی تاویل سے مسیح کی صداقت پیش کرتے تھے۔ پس جب یہودی جھوٹے ثابت ہوئے تو مولوی کیسے سچے نکل سکتے ہیں۔ کیونکہ صحیحین میں موجود ہے کہ: ''امامکم ، امکم ''مسیح امام وقت ہوگا۔ عمر بھی ایک سو بیس برس لکھی ہے اور ۱۲۰ اء میں آپ فوت ہو چکے ہیں۔ جس پر قرآن شاہد ہے۔ ہمارے عقیدہ کی نظیر موجود ہے اور مولویوں کے عقیدہ کی نظیر موجود نہیں۔ تنگ آکر کہتے ہیں کہ ہم مدعی نبوت ہیں اور معجزات یا ملائکہ کا انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ ہم حضور ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتے ہیں اور تمام عقائد اہل سنت کے معہ معجزات اور ملائکہ کے قائل ہیں۔ مگر فرق صرف اتنا ہے کہ مخالف نزول مسیح جسمانی مانتے ہیں اور ہم صوفیاء کی طرح روحانی نزول کو بروزی طور پر ثابت کرتے ہیں۔

دلیل صداقت

اور میری صداقت یہ دلیل ہے کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو مجدد عیسائیت کو فرو کرنے کے لئے ظاہر ہوگا۔ اس کا نام حضور ﷺ نے بلحاظ اصلاح عیسائیت کے مسیح رکھا ہے۔ مگر عوام نے دھوکہ کھایا ہے کہ مسیح آسمان سے نازل ہو کر مجدد بنے گا اور چودھویں صدی کے سر پر آئے گا۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ جو نبی اپنی طبعی عمر پا کر دار النعیم میں داخل ہو چکا ہے۔ دوبارہ دار الابتلاء میں کیوں آئے۔ کیا وہ نبوت جس پر مہر لگ چکی ہے اور وہ کتاب جو خاتم الکتب ہے۔ فضیلت ختمیت سے محروم رہ جائے گی؟ درحقیقت استعارۃ یہ بتانا مقصود تھا کہ ایک وقت عیسائیت کا غلبہ ہوگا۔ جب عیسائی انسان پرستی اور صلیب پرستی میں کمال دجل وتحریف کی رو سے دجال ہو جائیں گے۔ تب ان کی اصلاح کے لئے آسمانی مسیح پیدا ہوگا۔ جو دلائل سے ان کی صلیب توڑے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس پیشین گوئی میں اسرائیلی مسیح مراد نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ: ''لا نبی بعدی ''اور یہ حدیث مشہور ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں اور قرآن شریف کہ جس کا ایک ایک لفظ قطعی ہے۔ اپنی آیت ''وخاتم النبیین ''میں اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ نبوت کے حقیقی معنوں کے اعتبار سے مسیح آپ کے بعد تشریف لائیں اور یہ کہنا بہت بے حیائی ہے کہ آپ نبوت سے معطل ہو کر آئیں گے۔

وفات مسیح

الغرض قرآن وحدیث کی رو سے کوئی نبی حقیقی معنی نبوت کے رو سے آپ ﷺ کے بعد نہیں آسکتا۔ ''امامکم ''اور ''امکم ''نے بھی تصریح کر دی ہے۔ ''توفیتنی ''نے موت ہی کا فیصلہ

کردیا ہے۔ یہاں ماضی کو مضارع ماننا بے جا ہے۔ کیونکہ توفی اور فساد نصاریٰ بالترتیب مقدم ومؤخر ہیں تو جب فساد نصاریٰ تسلیم ہے۔ تو وجود توفی بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے اجماع کا کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ مسیح زندہ ہیں۔ ورنہ وہ سخت نادان سخت خیانت پیشہ اور دروغگو ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب محسوس کیا کہ حضور ﷺ کو وفات کے بعد زندہ تصور کیا جارہا ہے۔ ''تو قد خلت من قبله الرسل'' سے ثابت کردیا کہ نبی سارے فوت ہوگئے ہیں اور کوئی نبی زندہ نہیں ہے اور کوئی منکر نہ ہوا۔ امام مالک، ابن حزم، امام بخاری، ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن عربی اور فرقہ معتزلہ سب وفات مسیح کے قائل ہیں تو اجماع کیسے ہوا۔ درحقیقت یہ اس زمانہ کے خیالات ہیں۔ جب کہ دین میں ہزارہا بدعات پیدا ہوگئے تھے اور یہ وسط کا زمانہ تھا۔ جس کو فیج اعوج کہا گیا ہے اور اس زمانہ کے لوگوں کو ''لیسوا منی ولست منهم'' کہا ہے۔ اب لوگوں نے حیات مسیح تسلیم کرنے سے چار طرح قرآن شریف کی مخالفت کی ہے۔

اوّل...... وہ کہتا ہے کہ مسیح علیہ السلام مرگئے اور یہ کہتے ہیں کہ زندہ ہیں۔

دوم...... وہ کہتا ہے کہ کوئی انسان زمین کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور یہ کہتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں۔ حالانکہ زمین پر گو تمام سامان مہیا ہیں۔ کوئی شخص انیس سو سال تک زندہ نہیں رہا۔ تو پھر آسمان پر کیسے اتنی دیر زندہ رہ سکتا ہے۔

سوم...... وہ کہتا ہے کہ انسان کا آسمان پر چڑھنا خلاف عادۃ اللہ ہے اور یہ کہتے ہیں کہ وقوع پذیر ہے۔

چہارم...... وہ کہتا ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ آنے والا مسیح حقیقی نبی ہے اور اس کی نبوت حقیقی نبوت ہے۔

اگر مسیح نبوت کے ساتھ آئے تو آپ خاتم الانبیاء کیسے رہ سکتے ہیں؟ رفع جسمانی کی دلیل قرآن وحدیث سے نہیں لاسکتے۔ بلکہ صرف نزول کے ساتھ اپنی طرف سے آسمان کا لفظ بڑھا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کیونکہ کسی حدیث مرفوع متصل میں من السماء کا لفظ نہیں ہے۔ حالانکہ نزول مسافر کے لئے آتا ہے۔ نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کہاں سے اترے ہیں۔ یہ مراد نہیں ہوتا کہ آپ کس آسمان سے اترے ہیں۔ اگر تمام فرقوں کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا وضعی حدیث بھی ایسی نہ پاؤ گے کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے تھے اور پھر واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش آئے تو ہم بیس ہزار روپیہ تاوان دے سکتے ہیں۔ توبہ کرنا اور اپنی کتابیں جلادینا اس کے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں تسلی کرلیں۔

سادہ لوح علماء لفظ نزول سے اس بلا میں گرفتار ہیں اور منتظر ہیں کہ ایک دن آسمان سے فرشتوں کے درمیان ہو کر اتریں گے۔ جو ان کو آسمان سے اٹھا کر لائیں گے۔ فرشتے تو ہر ایک انسان کے ساتھ ہیں اور طالب علموں پر سایہ ڈالتے ہیں۔ اگر مسیح کو مانیں تو کس نرالی صورت میں مانیں۔ قرآن شریف میں تو ''حملناھم فی البحر والبر'' کی رو سے خدا ہر ایک کو اٹھائے کھڑا ہے۔ کیا وہ کسی کو نظر آتا ہے۔ یہ استعارہ ہے۔ بیوقوف فرقہ چاہتا ہے کہ اس کو حقیقی رنگ میں دیکھے اور مخالف اعتراض کر سکیں۔ اگر احادیث کا مقصد یہی تھا تو نزول کی بجائے رجوع کا لفظ مناسب تھا تو پھر نزول کا لفظ حضورﷺ کی طرف کیوں منسوب کیا جاتا ہے۔ ان کم فہم علماء کو ایک اور دھوکہ لگا ہوا ہے کہ ''ماقتلوہ'' میں قتل اور صلب کی نفی ہے اور رفع کا مقتضا یہ ہے کہ آپ آسمان پر بجسم عنصری اٹھائے گئے ہیں۔ گویا زمین پر حفاظت کے لئے خدا کے پاس کوئی جگہ نہ تھی۔ حضورﷺ کو تو سانپ بھری غار کافی ہوگئی۔ مگر یہودیوں سے خدا ایسا ڈرا کہ ان سے عاجز ہو کر سوائے آسمان کے مسیح کے لئے کوئی جگہ تجویز نہ کی۔ قرآن میں تو رفع الی السماء کا ذکر بھی نہیں اور رفع الی اللہ ہر مؤمن کو ہوتا ہے۔ یہ لوگ شان نزول کو بھی نہیں سوچتے کہ یہود و نصاریٰ میں صرف رفع روحانی کا جھگڑا چلا آیا ہے اور اب بھی ہے کہ مؤمن کا رفع الی اللہ ہوتا ہے اور مصلوب کا رفع الی اللہ نہیں ہوتا۔ اس لئے مسیح صلیب پر لعنتی موت سے مرا ہے۔ نالائق عیسائیوں نے بھی تین دن تک مسیح کو لعنتی ٹھہرایا ہے۔ اب قرآن نے فیصلہ کر دیا کہ رفع الی اللہ ہوا ہے۔ علمائے یہود سے پوچھ لو کہ رفع جسمانی زیر بحث تھا کہ رفع روحانی؟ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ سچا مسیح اس وقت آئے گا جب ایلیا دوبارہ دنیا میں آچکا ہوگا۔ مگر ایلیا نہ اترا اور خدا نے یہود کو ابتلاء میں ڈال دیا اور ابن مریم نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تو یہود نے کہا کہ اگر یہ سچا ہے تو تورات باطل ہے۔ اس لئے وہ آپ کے دشمن ہوگئے اور آپ کو کافر ملحد مرتد اور دجال کہا۔ تمام علماء کا فتویٰ ان کے کفر پر ہوگیا۔ کیونکہ مسیح نے نزول کی تاویل کی کہ نزول سے مراد وہ شخص ہے جو ایلیا کی خو اور طبیعت کا ہو۔ یعنی وہ شخص اب یوحنا (یحیٰ بن زکریا) ہے۔ مگر یہود نے آپ کو ملحد یعنی نصوص کو ظاہر سے پھیرنے والا کہا۔ مگر یہ تاویل خدا کو منظور تھی۔ بعض نے کہا کہ اگر مسیح سچا نہیں تو انوار الٰہی اس پر کیوں نازل ہوتے ہیں۔ پس اس خیال کے دور کرنے میں یہودیوں کے مولوی ہر وقت اسی تدبیر میں رہے کہ کسی طرح عوام کو یہ یقین دلایا جائے کہ مسیح کاذب اور ملعون ہے۔ آخر یہ سوچا کہ اگر آپ کو صلیب پر کھینچا جائے تو البتہ ہر ایک پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ شخص لعنتی ہے اور رفع الی اللہ سے محروم ہے۔ کیونکہ تورات میں صاف لکھا تھا کہ جو شخص صلیب پر کھینچا جاوے وہ لعنتی ہے۔ سو انہوں نے اپنی دانست میں ایسا ہی

کیا اور نصاریٰ بھی کہنے لگے کہ آپ مصلوب ہوگئے ہیں۔ مگر اس لعنت کو دور کرنے کے لئے ان کو یہ سوجھی کہ ان کو خدا کا بیٹا بنا دیا۔ جس نے دنیا کی تمام لعنتیں اپنے سر پر اٹھائیں اور لعنتی موت سے مرا۔ کیونکہ وہ جرائم پیشہ اور قاتلوں کو صلیب کے ذریعہ سے ہی ہلاک کیا کرتے تھے اور ملعون قرار دیتے تھے۔ عیسائیوں کو بڑا دھوکہ لگا۔ کیونکہ لعنت خدا کے اس عمل کا نام ہے جو اس وقت ظہور میں آتا ہے کہ انسان عمداً بے ایمان ہوکر خدا سے تعلقات توڑ دے اور وہ خدا سے بیزار ہوجائے اور ایک ذرہ بھی خدا کی محبت اس کے دل میں نہ رہے۔ اسی وجہ سے شیطان کا نام لعین ہے۔ مگر آپ اس سے پاک تھے اور یہودیوں نے شرارت سے اور عیسائیوں نے حماقت سے آپ کو ملعون ٹھہرادیا۔ کیونکہ لعنت رفع کی نقیض ہے۔ اس لئے مسیح جہنم رسید ہوگئے اور عیسائیوں کے نزدیک بھی تین روز تک آپ جہنم میں رہے۔ مگر اسلام نے کہا کہ آپ نبی وجیہ اور مقرب الی اللہ تھے۔ نہ قتل ہوئے نہ مصلوب ہوئے اور ان کا رفع الی اللہ ہوا۔ اب اس کلام سے چھ سو برس کی لعنت دور ہوگئی۔

رفع جسمانی

اور یہ ضروری تھا کہ ان احمقوں اور شریروں کی تہمت سے آپ کو بری کردیا جاتا۔ اب ثابت ہوا کہ رفع جسمانی کے نہ ہونے سے آپ کا کاذب ہونا یا ملعون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اگر مقرب الی اللہ ہونے کے لئے رفع جسمانی ضروری تھا تو ان نادان علماء کے نزدیک وہ تمام مقرب الی اللہ نہیں ہوسکتے کہ جن کا رفع جسمانی نہیں ہوا۔ پس رفع جسمانی صدق وکذب کا معیار ہی نہیں تو کیوں اس مقام پر یہ فضول لغو اور بے تعلق جھگڑا کیا جاتا ہے۔ اگر توریت میں یوں ہوتا کہ جو شخص مصلوب ہو تو اس کو رفع جسمانی نہیں ہوتا تو ممکن تھا کہ خدا آپ کو آسمان پر پہنچادیتا۔ مگر اب تو یہ خیال سراسر بے تعلق ہے۔ خدائی تعلیم راہ نجات بتاتی ہے اور انبیاء سے وہ الزام اٹھاتی ہے کہ جن سے ان کا ناجی اور منجی ہونا مشتبہ ہوجاتا ہے۔ مگر رفع جسمانی الی السماء کو نجات اور قرب الی اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ نادان مولوی یہ بھی نہیں سوچتے کہ اگر توراۃ کا یہ مطلب ہو کہ صلیب پر مرنے والا رفع جسمانی سے محروم ہوتا ہے تو اس میں کیا ہرج ہے۔ کیونکہ اس وقت باقی انبیاء رفع جسمانی کے نہ ہونے سے ناجی نہیں ٹھہرتے۔ پس رفع جسمانی کو تقرب الی اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو قرآن کو اصل مقصد سے پھیرنا اور شان نزول سے لاپرواہ ہونا اور خودبخود رفع جسمانی مراد لینا کس قدر گمراہی ہے۔ یہ بھی تو آتا ہے کہ بلعم کا رفع خدا نے کرنا چاہا۔ مگر وہ زمین کی طرف جھک گیا۔ کیا یہاں کہو گے کہ خدا اس کو رفع جسمانی کے ذریعہ آسمان پر لے جانا چاہتا تھا۔ سو ہر ایک یاد رکھے اور

بے ایمانی کی راہ اختیار نہ کرے۔ کیونکہ قرآن شریف میں ہر ایک جگہ رفع سے مراد رفع روحانی ہے۔ نادان علماء کہتے ہیں کہ ادریس کو رفع جسمانی ہوا اور ’’رفعناہ مکاناً علیاً‘‘ کے لئے ایک قصہ گھڑتے ہیں۔ حالانکہ یہاں بھی رفع روحانی مراد ہے۔ کفار کا رفع روحانی نہیں ہوتا۔’’لا تفتح لھم ابواب السماء۔ فیھا تحیون ‘‘میں قطعی فیصلہ ہے کہ کوئی انسان آسمان پر زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ خواہ عیسیٰ ہو یا ادریسؑ۔ ’’فیھا تموتون ‘‘ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کی قبریں زمین پر ہوں گی اور لازم آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح وہ بھی کسی وقت آسمان سے نازل ہوں گے۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ان کی قبر بھی موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ زندہ ہوکر دنیا میں آئیں گے۔ گویہ عقیدہ ’’ویمسک التی قضیٰ علیھا الموت‘‘ کے خلاف ہے کہ دوبارہ کوئی شخص دنیا میں زندہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن کسی حدیث یا قول صحابہؓ سے اس عقیدہ کی تائید نہیں ہوتی۔ ہمارے مخالفین جھوٹے عقیدہ میں پھنس کر گلے پڑا ڈھول بجا رہے ہیں۔ نیچریوں نے جب سنا کہ دجال کا گدھا تین سو گز لمبا ہوگا۔ مردے زندہ کرے گا۔ بارش برسائے گا۔ اہل حق قحط میں پڑیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو صاف منکر ہوگئے۔ کیونکہ ایسا گدھا کبھی نہیں دیکھا گیا اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ کافر تو دم عیسوی سے مر جائیں مگر دجال نہ مرے اور یہ بھی ناممکن ہے کہ خدا اپنے بندوں کو سخت فتنہ میں رکھے۔ عیسیٰ سے تو ایک چوہا بھی نہ بن سکا۔ پھر بھی اس کے ماننے والے چالیس کروڑ ہیں اور دجال جب خدائی کا مالک ہوگا تو معلوم نہیں کہ اس کے تابعدار کتنے کروڑ ہوں گے اور کیا وجہ ہے کہ ان کو معذور نہ سمجھا جائے۔ نیچریوں کا حق تھا کہ ایسے امور سے ضرور انکار کردیتے۔ کیونکہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی اور آیت ’’سبحان ربی ‘‘میں اس کی تکذیب موجود ہے۔ یہ گناہ ہمارے علماء کی گردن پر ہے کہ جنہوں نے دجال کو خدائی جامہ پہنا دیا ہوا ہے۔ جس سے محققین متنفر ہو رہے ہیں۔ اگر صحیح اور صاف معنی کرتے تو وہ اس تواتر سے متنفر نہ ہوتے۔ کیونکہ یہ تواتر تمام تواتروں سے بڑھ کر ہے۔ دجل کا معنی ہے۔ گندم نمائی اور جو فروشی اور دھوکہ دہی کے پیشہ کو کمال تک پہنچانا۔

دجل ودجال

احادیث میں ہے کہ وہ خدائی دعویٰ کرے گا اور نبوت کا بھی مدعی ہوگا اور یہ دونوں ادعا جمع نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ نبی خدا کا مقرب ہوتا ہے اور خدا کا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ درحقیقت دجال اس جماعت کا نام ہے جو اپنے آپ کو متدین اور امین ظاہر کرتی ہے اور فی الواقع ایسی نہیں ہوتی تو دجل نبوت عیسائیوں میں موجود ہے۔ جو اصل انجیل کھو بیٹھے ہیں اور طبع

زادتراجم کو خدا کا کلام بتاتے ہیں اور وہ کلام الٰہی پیش نہیں کر سکتے۔ جس کی نسبت مسیح نے کہا تھا کہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا نے مجھے کہا تھا۔ کیونکہ جعل سازی سے انہوں نے منصب نبوت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ جو چاہتے ہیں لکھ کر خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ پس یہ طریق مشابہ نبوت ہے اور دجل الوہیت فلاسفروں میں ہے۔ کیونکہ وہ اپنی کلوں سے دھوکہ دیتے ہیں کہ ان کو خدائی میں دخل ہے اور ان کے نزدیک قدرت الٰہی پر ایمان رکھنا کوئی چیز نہیں ہے۔ اس گروہ کے تابع خواص عیسائی ہیں۔ جو ہمیشہ اس دھن میں رہتے ہیں کہ بارش کس طرح برسائی جاتی ہے اور بچہ کس طرح پیدا ہوتا ہے۔ گویا یہ خدائی دعویٰ ہے۔ انسان کو جب نظام عالم میں کچھ کامیابی حاصل ہوتی ہے تو اس میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ جو خاص صفت الٰہی ہے۔ پھر انانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کو خدائی دعویٰ کہہ سکتے ہیں۔ جب وہ کسی طوفان بادی یا آبی پر قادر ہوتا ہے تو خدا کی عظمت اس کے دل میں گھٹ جاتی ہے۔ اس کے نزدیک علل ومعلول کی ناسمجھی کی وجہ سے خدا کا اقرار پیدا ہوا ہے اور اس نادانی کی وجہ سے یہ باتیں خدا سے مانگتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب کچھ انسان خود کر سکتا ہے۔ یہی خدائی کا دعویٰ یورپ میں پیدا ہوا اور لوگوں نے یہ عظمت دیکھ کر ان میں خدائی کا ایک حصہ ثابت کر دیا ہے۔ ایک ہندو کا قول ہے کہ لوگ جب کنہ اشیاء سے عاجز آتے ہیں تو خدا کی قدرت بتانے لگتے ہیں۔ انگریزوں نے وہ خدائی دکھلا دی ہے کہ قدرت کے پردے کھول دیئے ہیں۔ یہ اثر تو تعلیم یافتوں میں بہت ہے۔ اگر کہا جائے کہ انگریز صبح آم بیج کر شام کو پھل لے سکتے ہیں تو شاید ان میں کوئی منکر نہ ہو۔ بہت نادان کہتے ہیں کہ انگریزوں کے نزدیک کوئی بات ناممکن نہیں۔ قاعدہ ہے کہ چند تجربہ کے بعد مبالغہ اس حد تک پہنچا دیتے ہیں کہ اگر مخول سے سرسید وغیرہ کو کہا جائے کہ انگریزوں نے ایسا مادہ تیار کیا ہے کہ درخت کے سامنے رکھ دیں تو وہ خود بخود اس کی طرف دوڑ آتا ہے۔ تو وہ انکار نہیں کر سکتے۔ مگر جب حضور ﷺ کے متعلق درختوں کا چلنا بیان کیا جائے تو روایت کو موضوع ثابت کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ غرضیکہ دجال کے دو جبڑے یہی دونوں پادری اور فلاسفر ہیں۔ خواص فلاسفروں کے تابع ہیں اور عوام پادریوں کے۔ یقیناً یہی سمجھو کہ یہ دجال ہے۔ دجال کی خدائی سے یہی منشاء تھا جو ظاہر ہو گیا۔ خود دجل کا لفظ بتا رہا ہے کہ دجال میں حقیقی نبوت نہیں اور یہ ایسا فتنہ ہے کہ از آدم تا ایندم اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس سے خدا کی عظمت سرد ہو گئی۔ ایمان خطرہ میں پڑ گیا۔ بعض پر پورا محیط ہو گیا اور بعض پر کچھ اثر ہوا۔ سوچو یہی سچ ہے جو صحیفہ قدرت کا مطالعہ کرنے والے ہیں۔ ان کو موقعہ ہے کہ مجھے مان لیں۔ ان کو وہ مشکلات

پیش نہیں جو دوسروں کو ہیں۔ کیونکہ وہ پہلے سے ہی مسیح کو زندہ نہیں سمجھتے اور تواتر سے انکار بھی نہیں کر سکتے۔ ان کو ضرور ماننا پڑتے گا کہ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہوگا۔

اثبات مسیحیت

رہا یہ سوال کہ ہم کس طرح مسیح ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ میرے ملک میرے وجود اور میرے زمانہ میں تمام علامات مسیح (قصبہ ملک جس میں اس کا ظہور ہونا ہے۔ اس کی علت غائی اور حوادث ارضی وسماوی اور علوم ومعارف خاصہ) سب موجود ہیں۔

چوں مرا حکم از پے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

آسمان بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پے تصدیق من استادہ اند

حضور علیہ السلام مثیل موسیٰ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد یہودی بگڑے اور ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے تو مسیح آئے اور تمام اختلافات مٹا دیئے۔ بھیڑ، بکری کو ایک جگہ پانی پلایا۔ اسی طرح اب پھر احادیث سے اختلاف میں پھنس گئے۔ ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے تو ''لما یلحقوا'' کے ماتحت مسیح کا حکم ہو کر آنا قرار پایا۔ سو اس زمانہ میں یہودیوں کی طرح ایک حکم کی ضرورت تھی تو خدا نے مجھے بھیج دیا۔ مسیح، موسیٰ علیہم السلام کے بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوئے۔ اسی طرح میں حضور ﷺ کے بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوا۔ خدا نے میرا نام غلام احمد قادیانی رکھ کر بتلایا کہ تیرہ سو سال پر تیرا ظہور ہوگا۔ ''یکسر الصلیب'' میں اشارہ ہے کہ عیسائی مذہب زور پر ہوگا۔ ''اومیٰ الیٰ المشرق'' سے ظاہر ہے کہ دجال کا ظہور مشرق میں ہوگا تو ضرور ہے کہ مسیح بھی مشرق میں دجالیت دور کرنے کے لئے پیدا ہو۔ پنجاب مکہ سے مشرق پر ہے اور حدیث دمشق بھی مشرق کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ مہدی موعود کا ظہور قصبہ کدعہ یا کدیہ ہے۔ جو قادیان کا مخفف ہے۔ یہ غلط ہے کہ احادیث میں کدعہ یمن کا ایک قصبہ بتایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث کا لفظ نہیں بلکہ کسی نے بعد میں شامل کر دیا ہے۔ شاید پہلے ہو۔ مگر اب وہاں یہ قصبہ موجود نہیں اور نہ اس میں کسی نے دعویٰ کیا ہے۔ مگر قادیان اور مدعی مہدویت دونوں موجود ہیں۔ وجود مسیح کی علت غائی اور ضرورت دجل دور کرنا تھا۔ سو میں نے عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا ہے کہ مسیح کی طرف لعنتی موت منسوب نہیں ہو سکتی۔ عقلمند سمجھ چکے ہیں کہ کسر صلیب ہوگئی۔ عیسائی تحریرات بتا رہی ہیں کہ ضرور صلیبی مذہب کی بنیاد گر جائے گی اور وہ گرنا نہایت خوفناک ہوگا۔

"یرجی برء من جرحه السنان ولا یرجی برء من غزقه البرهان" میں نے ثابت کردیا ہے کہ رفع جسمانی بالکل جھوٹ ہے۔ مدت تک عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ مسیح فوت ہوگئے ہیں اوران کا رفع روحانی ہو چکا ہے۔ مگر ثبوت نہ دے سکے۔ اس لئے یہودیوں کے مقابلہ پر یہ بات بنائی کہ یسوع کو آسمان پر جاتے وقت فلاں آدمی نے دیکھا ہے۔ مگر آسمان پر جانے سے اصل مطلب پھر بھی حل نہ ہوا۔ کیونکہ یہودی یوں نہ کہتے تھے کہ صلیبی موت سے آسمان پر جسم نہیں جاتا اور نہ یہ کہ جوملعون نہیں ہوتے۔ ان کا جسم آسمان پر چلا جاتا ہے۔ تورات میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں چار سو برس بعد موسیٰ علیہ السلام مصر سے کنعان کی طرف لے گئے تھے۔ جس سے ثابت ہوا کہ انسان مرکر مٹی میں چلا جاتا ہے اور تمام انبیاء خاک میں گئے۔ اگر ملعون کی علامت یہ ہو کہ اس کا جسم آسمان پر نہیں اٹھایا جاتا تو معاذ اللہ تمام انبیاء ملعون ہوں گے۔ تورات کی رو سے جو شخص لکڑی پر لٹکایا جائے وہ لعنتی ہے۔ مگر لعنت کو جسم سے تعلق نہیں ہے اور نہ عدم لعنت رفع جسمانی کے لئے ضروری ہے۔ لہٰذا یہودی آپ کو اس مقام سے بے نصیب ثابت کرتے تھے۔ جہاں ابراہیم، اسرائیل اور یعقوب وغیرہ کی روحیں گئی ہیں۔ تو اب رفع جسمانی اور الوہیت کا نظریہ یہودیوں کے اعتراض سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا۔ معلوم ہوتا کہ اس زمانہ کے گذرنے کے بعد یہ دعویٰ کہ یسوع آسمان پر چلا گیا ہے۔ اس غرض سے تھا کہ لعنت دور کی جائے اور اس وقت عیسائیوں کا بھی یہی خیال تھا کہ فقط روح اٹھائی گئی ہے۔ دوسرے زمانہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مسیح کا جسم آسمان پر چلا گیا ہے اور وہ خدا ہے۔ حالانکہ اصل مطلب یہ تھا کہ رفع روحانی سے لعنت دور کی جائے اور تورات کی رو سے وہ لعنت سے دور ہوسکتا ہے کہ جس کا رفع روحانی ہو نہ رفع جسمانی، عیسائی جانتے ہیں کہ صلیبی موت سے وہ اس الزام کے نیچے آگئے تھے کہ مسیح ابدی لعنتی ہیں۔

ابدی لعنت سے رہائی

اس پر یہ اعتراض ہوتا تھا کہ شیطان سیرت ہوکر مسیح کا لعنتی ہونا تین دن تک کیوں محدود ہے؟ کیا تورات میں مصلوب کی لعنت تین دن تک محدود ہے؟ اس کے رو سے صلیبی موت سے روح جہنم میں جاتی ہے اور عیسائی بھی مانتے ہیں کہ تین روز تک مسیح جہنم میں رہے۔ پھر اس ملعون جسم کے ساتھ آسمان پر چلے گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ لعنت کے دنوں کا یہ تقاضا ہوا کہ آپ کی روح جہنم میں جائے اور لعنت سے پاک ہونے کے دنوں کا یہ تقاضا ہوا کہ آپ کی روح پاک ہوکر خدا سے جاملے۔ تو اب اس تقاضا کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا رفع صرف روحانی تھا۔ رفع جسم کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ وہ صلیب سے ناپاک ہو چکا تھا۔ کیونکہ جب جسم قبر میں رہا اور صرف

روح جہنم میں گئی تو سزا کے بعد خدا کی طرف (جو صرف روح ہے) جسم کیوں گیا۔ حالانکہ جہنم میں جسم کا جانا ضروری تھا۔ کیونکہ جسم بھی معاذ اللہ آپ کے لعنتی دل کے ساتھ شریک تھا اور اس لئے بھی کہ عیسائیوں کا جہنم ایک جسمانی آتش خانہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عیسائیوں نے رفع جسمانی کے عقیدہ سے کئی ایک غلطیوں اور تناقضات کا اقرار کرلیا ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ رفع روحانی ہوا۔ مگر واقعہ صلیب کے بعد مدت دراز کے بعد ثابت ہوا کہ خدا کی طرف رفع الوہیت ثابت نہیں کرتا۔

بات یہ ہے کہ یہودیوں نے ستانا شروع کیا تھا کہ مسیح لعنتی ہوگیا ہے اور یسوع گو زندہ بچ گیا تھا۔ مگر ظالم یہودیوں کے سامنے جانا بہتر نہ سمجھتا تھا۔ اس لئے عیسائیوں نے یہ کہہ کر پیچھا چھوڑا لیا کہ فلاں مرد یا عورت کے سامنے آسمان پر چلا گیا ہے۔ مگر یہ بات بالکل جھوٹا منصوبہ یا کسی مراقی عورت کا وہم تھا۔ کیونکہ اگر خدا کا یہی ارادہ ہوتا تو دس بیس یہودیوں کے سامنے آسمان پر مع جسم اٹھایا جاتا۔ نہ یہ کہ کوئی عورت مجہول الحال یا کوئی عیسائی دیکھتا۔ جس پر لوگ مخول اڑاتے عیسائی خود جھوٹے ہیں۔ کیونکہ روح جب جہنم میں گئی تھی تو وہی پاک ہوکر خدا کی طرف بھی گئی ہوگی۔ ورنہ جسم کو کیا تعلق تھا اور ہم تو سرے سے مانتے ہی نہیں کہ مسیح کسی وقت ملعون بھی ہوئے تھے۔ اب تحقیق جدید سے دو باتیں ثابت ہیں۔ اوّل یہ کہ رفع جسمانی نہیں ہوا۔ کیونکہ اس کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی اس کا ثبوت ہے۔ ہاں واقعہ صلیب کے بعد ۸۷ برس رفع روحانی ہوا ہے۔ جو قرآن سے ثابت ہے۔ علماء کی غلطی ہے کہ صلیب کے بعد رفع جسمانی مانتے ہیں۔ حالانکہ ۱۲۰ برس عمر بھی مانتے ہیں اور جب اناجیل اور رومی تواریخ سے ثابت ہے کہ صلیب کے وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی تو ۱۲۰ برس میں رفع جسمانی کیسے ہوا۔ حالانکہ یہ حدیث صحیح اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ۱۲۰ برس کی حد لگا دینا بھی اس امر کی شہادت ہے کہ بعد موت واقع ہوچکی ہے۔ جب مصلوب ہونا رفع روحانی کا مانع تھا تو عیسائیوں کا یہ عذر بیہودہ ہوگا کہ تین دن تک لعنتی ہونے کے بعد رفع جسمانی ہوگیا تھا۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ تورات کا حکم اوروں کے لئے ابدی ہو اور مسیح کے لئے صرف تین دن کے لئے ہو۔ تین دن کی تخصیص کوئی عیسائی نہیں دکھا سکتا اور یہ بھی تعجب خیز ہے کہ فلاں نے رفع جسمانی دیکھا ہے۔ کاش یہودی بھی دیکھ لیتے اور تورات منجانب اللہ نہ رہتی۔ مگر اب تو یہودیوں کا ہاتھ خود عیسائیوں نے اوپر کردیا ہے۔ کیونکہ جب مصلوب مانا تو لعنتی ابدی بھی مان لیا اور تین دن کی تحدید بھی نہیں دکھا سکتے۔ اگر یہ تحدید مان بھی لیں تو پھر بھی رہائی نہیں۔ کیونکہ لعنت کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ خدا کی بیزاری اور شیطان خصلت ہونا ایک لحہ کے

لئے بھی ہم مسیح کے لئے تجویز نہیں کر سکتے۔ اگر لعنت نہیں پڑی تو یسوع مصلوب بھی نہیں ہوا۔ کیونکہ اس نے کہا تھا کہ یونس کی طرح تین دن قبر میں زندہ رہوں گا۔ کیونکہ یونس خود مچھلی کے پیٹ میں تین دن زندہ رہا تھا۔ ممکن نہیں کہ یہ مثال غلط نکلے۔ جب پاک ہونے کو صرف روح جہنم میں گئی تھی تو ناپاک جسم آسمان پر کیسے چڑھ گیا اور جہنم میں کیوں نہ گیا۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ سزا بھگتنے روح جائے اور خدا کے پاس جانے کو جسم ناپاک بھی ساتھ ہو جائے۔ حالانکہ ان کا عقیدہ ہے کہ جہنم جسمانی آتش خانہ ہے۔ جس میں گندھک کے بڑے بڑے پتھر ہیں۔ تو وہ جسم کیوں نہیں وہاں گیا۔ جس پر تمام دنیا کی لعنت برسی تھی۔ اگر باپ نے صرف روحانی سزا تجویز کی تھی اور اسے تین دن تک محدود کیا تھا تو یہ رعایت مخلوق سے بھی کی ہوتی۔ کیونکہ یہ بے انصافی جب بیٹے کے لئے جائز ہوئی تو مخلوق کے لئے بھی جائز ہونی چاہیئے۔ یہ تمام غلطیاں ہیں جن پر خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تا کہ میں گمراہوں کو مطلع کر دوں۔ میں نے صرف معقول طور پر ان کو مطلع نہیں کیا۔ بلکہ ساتھ ساتھ آسمانی نشان بھی دکھائے ہیں۔ مسلمانوں کو بھی متنبہ کر دیا ہے کہ جو فرضی دجال کے منتظر تھے جس کے ماننے سے از سر نو شرک کی بنیاد پڑتی ہے اور ختم نبوت بھی ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔

میں کب اور کیوں مجدد بنا

سو خدا نے مجھے بھیجا تا کہ میں راہ توحید دکھاؤں اور کمزور ایمان والوں کو قوی الایمان بناؤں۔ کیونکہ ان کو خدا پر بھروسہ نہیں رہا۔ حضرت مسیح نے بھی یہودیوں کو اسی حالت پر پایا تھا۔ سو میں بھیجا گیا ہوں تا کہ سچائی کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میری علت غائی ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ آسمان پھر زمین کے قریب ہوگا۔ بعد اس کے کہ دور ہو گیا تھا۔ قرآن وحدیث کے متعلق یقین بخشا دو طور سے ظاہر ہوا ہے۔ اوّل قرآن شریف کی صداقت ظاہر کرنا۔ چنانچہ میری کتابیں نکات و معارف قرآنیہ سے پر ہیں اور ان سے ایمان ترقی پاتا ہے۔ دوم آسمانی نشان ہیں اور استجابت دعا جو نشان اتنے ہیں کہ جن کے تسلیم کرنے سے گریز نہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ پادری معجزات نبویہ کے منکر تھے اور آج ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکتے۔ کیونکہ نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ مدت ہوئی رمضان میں کسوف وخسوف ہو چکا۔ ستارہ ذوالسنین بھی نکل چکا۔ تکفیر بھی ہو چکی اور معارف بھی ظاہر ہو گئے۔ ماموریت کا دعویٰ مکمل تین طریق سے ہو سکتا ہے کہ خلاف قرآن نہ ہو۔ عقلی دلائل اس کے خلاف نہ ہوں اور آسمانی نشانات تائید کریں۔ میری مؤید حدیث اختلاف حلیہ کی روایت ہے جو (بخاری ص ۴۸۵، ۱۰۵۵) پر درج ہے۔ عالم کشف میں حضورﷺ نے

مسیح موعود کو طواف کعبہ کرتے دیکھا کہ وہ گندم گوں تھا۔ بال سیدھے تھے۔ مسیح ناصری سرخ رنگ تھے۔ بال گھنگرالے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے دو مسیح قرار دیئے ہیں اور بعض مناسبات کی وجہ سے دونوں کو ابن مریم بھی کہہ دیا ہے۔ نیز مسیح موعود کے ساتھ مسیح دجال کا بھی ذکر کیا ہے اور مسیح ناصری کے ساتھ دجال کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابن مریم دو شخص ہیں اور اہل شام گندم گوں نہیں ہوتے اور اہل ہند (آدم) گندم گوں ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح موعود کا ظہور ہند میں ہوگا۔ شام میں نہ ہوگا۔ تاریخ عیسائیت بھی شاید ہے کہ آپ سرخ رنگ تھے۔ گندم گوں نہ تھے۔ حدیث ''من یجدد لھا دینھا'' بھی میری مصدق ہے۔ (رواہ ابوداؤد و مستدرک) مجدد کا فرض تھا کہ عیسائیوں کے خطرناک فتنہ کو فرو کرنے کے لئے کسر صلیب کرے اور احادیث کی رو سے وہی مسیح ہوگا۔ اگرچہ فسق و فجور عام ہے۔ مگر سب کی اصل یہی ہے کہ انسان یسوع کے خون نے سب کے گناہوں کی باز پرس سے کفایت کر دی ہے۔ اسی وجہ سے یورپ سب سے بڑھ کر گناہوں میں پھنسا ہوا ہے اور ان کی اس متعدی بیماری سے اور ان کی مجاورت سے تمام قومیں بگڑ گئی ہیں۔ کیونکہ یہی عقیدہ تمام آزادیوں کی جڑ ہے۔ جس سے کئی ایک بے ایمان ہو گئے ہیں اور کئی ایک متلاشی بن کر اندرونی طور پر مرتد ہو چکے ہیں۔ اس لئے خدا نے چاہا کہ جس دجالیت سے انسان کو خدا بنا تا جاتا ہے۔ اس کے پردے کھول دے اور چونکہ یہ مصیبت اس صدی میں کمال تک پہنچ چکی تھی۔ اس لئے اس صدی کے مجدد کا کام کسر صلیب ٹھہرا اور کسر صلیب کرنے والا مسیح ہوا۔ تفصیل یہ ہے کہ حجج عقلیہ، آیت سماویہ اور دعا سے کسر صلیب ہوگا۔ ان تینوں میں خدا نے وہ اعجازی طاقت رکھی کہ کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پس اسی طرح اسے توڑ کر توحید کے دروازے کھولے جائیں گے اور یہ کام تدریجی ہوگا۔ اسلام بھی تدریجی پھیلا ہے۔ یہ سوال کہ تم نے اب تک کس قدر کسر صلیب کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے پادریوں کا منہ بند کر دیا۔ پیشین گوئیاں پوری ہوئیں اور قرآنی تعلیم نے جو میری طرف سے ہوئی مخالفین کا سر جھکا دیا۔ جلسہ مذاہب لاہور میں میرا مضمون اعلیٰ رہا۔ عیسائی اصول ایسے توڑے کہ کبھی کسی کو میسر نہ آیا۔ کسی کو شک ہو تو کوئی ایسا اعتراض پیش کرے کہ جس کو ہم نے کالعدم نہیں کیا۔ یا ہم سے پہلے کسی نے کالعدم کیا ہو۔

میں مہدی کیسے ہوا؟

ظہور مہدی کا نشان بھی یہی ہے کہ اس سے پہلے زمین ظلم و فساد سے پر ہوگی اور وہ عدل وانصاف سے پر کرے گا۔ اب ظاہر ہے کہ فسق و فجور زور پر ہے۔ مخلوق پرست شرک پھیلانے میں

سرگرم ہیں۔ ایمان صرف زبان پر رہ گیا ہے۔ پس یہ وہی زمانہ ہے کہ جس میں ہر ایک قسم کی بدکاری اور شرک جو ظلم عظیم ہے۔ پھیل رہا ہے اور روشن پیشانی اور اونچی ناک میں علاوہ ظاہری علامت کے ایک باطنی حقیقت بھی اس میں مضمر ہے کہ ناک کی بڑائی کبریائی ظاہر کرتی ہے اور روشن پیشانی نور صداقت ہے۔ اگرچہ دونوں علامتیں بندگان خدا میں ہوتی ہیں۔ مگر مہدی موعود میں قوت سے موجود ہیں۔ نور پیشانی دلوں کو جذب کرے گا۔ لوگ کہیں گے کہ یہ جادوگر ہے۔ کبریائی سے شریروں کے سامنے تذلیل نہیں کرے گا۔ بلکہ شریر اس کے سامنے تذلیل کریں گے۔ ۱۸ برس پہلے براہین میں الہام درج ہو چکا ہے۔ ’’القیت علیك محبة منی نصرت بالرعب ‘‘ جو اس علامت کی تشریح ہے۔ مجھ میں یہ دونوں علامتیں موجود ہیں۔ نیک دل کھچے آتے ہیں اور مخالف پر رعب ہے۔ ’’لوکان الدین عند الثریا ‘‘ کی حدیث بھی میری مؤید ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام ضعیف ہوگا تو ایک فارسی الاصل اسلام کو پھر زمین پر لائے گا اور وہی مہدی موعود ہے اور ’’لا مهدی الا عیسیٰ ‘‘ نے بتا دیا کہ وہ مسیح موعود بھی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ فارسی النسل ایمان قوی کرے گا۔ عقائد کی تصحیح کرے گا۔ حقائق قرآنی سمجھائے گا۔ ہتھیار نہیں اٹھائے گا۔ نہ لڑائی لڑے گا۔ بلکہ حجج سماویہ اور براہین عقلیہ سے غیر ملتوں کو ہلاک کرے گا اور اس کا حربہ آسمانی ہوگا نہ زمینی۔ سو شکر کرو کہ تم نے یہ زمانہ پایا ہے۔

(براہین ص۲۴۱، خزائن ج۱ ص۲۶۷) میں ہے کہ: ’’لوکان الایمان بالثریا لنا له ۰ انار الله برهانه …… انا فتحنا لك فتحا مبینا فتح الولی فتح ۰ قربنله نجیا ۰ اشجع الناس ۰ یا احمد فاضت الرحمة علی شفتیك انی رافعك الیّ ۰ القیت علیك محبة منی ۰ خذوا التوحید یا ابناء فارس ۰ بشر الذین اٰمنوا ان لهم قدم صدق عند ربهم ۰ اتل علیهم ما اوحی الیك من ربك ۰ لا تصعر لخلق الله ولا تسام من الناس ۰ اصحاب الصفة ما اصحاب الصفة ۰ تری اعینهم تفیض من الدمع ۰ یصلون علیك ربنا اننا سمعنا منا دیا ینادی للایمان وداعیا الیٰ الله وسراجا منیرا ۰ املوا ‘‘ ہم تجھے دیں گے ولی کی فتح۔ ہم نے اسے راز دار اور مقرب بنایا ہے۔ وہ سب سے زیادہ بہادر ہے۔ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو وہ وہاں سے لے آتا۔ خدا اس کی برہان کو روشن کرے گا۔ اے احمد رحمت تیری لبوں پر جاری ہے۔ میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور اپنی محبت تجھ پر ڈالوں گا۔ (اور لوگ تجھ سے محبت کریں گے) فارس کے بیٹو توحید پکڑو۔ ان کو خوشخبری دے جو تجھ پر ایمان لائے ہیں کہ وہ صادق ٹھہر گئے ہیں اور ان کا صدق قدم صادق ثابت

ہوا تو میرے ان کو الہام سنا اور مخلوق سے منہ مت پھیر۔ ملاقات سے ملول مت ہو۔ (وہ وقت آتا ہے کہ لوگ فوج در فوج آئیں گے) ایک وہ گروہ ہوں گے جو اصحاب صفہ ہوں گے جو حاضر رہیں گے۔ ان کی شان بڑی ہے تو دیکھے گا کہ اکثروں کے آنسو جاری ہیں اور تجھ پر درود بھیجیں گے۔ (یعنی معارف سنیں گے۔ نشان دیکھیں گے اور انشراح صدر کی حالت ان پر غالب ہوگی۔ تو فرط محبت سے تجھ پر درود بھیجیں گے اور دعاء کرتے ہوئے کہیں گے کہ) اے اللہ ہم نے سنا ہے جو ایمان کی منادی کرتا ہے۔ خدا کی طرف بلاتا ہے اور وہ چراغ روشن ہے۔ لکھ لو میرا کام ایمان کی منادی ہے کہ تازہ ہو۔ کیونکہ اس وقت وہ کمزور ہو گیا ہوگا تو نہ بت رہیں گے اور نہ صلیب۔ سمجھدار دلوں سے ان کی عظمت اٹھ جائے گی۔ وہ جنگ نہیں کرے گا۔ بلکہ دلائل سے اسلام کی طرف لائے گا۔ وہی منکر ہوں گے کہ جن کے دل مسخ ہیں۔ خدا ایک ہوا چلائے گا اور روحانیت نازل کرے گا۔ جو مختلف ممالک میں پھیل جائے گی۔ جن مذاہب پر اس کی توجہ ہوگی۔ ان کو پیس ڈالے گا۔ دلوں کو حق کی طرف پھیرے گا۔ کسی اہل مذہب کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ نرمی کرے گا تو سمجھیں گے کہ ہمارے عقائد صحیح نہیں ہیں۔ جب دیکھو کہ سچا خدا سمجھنے کی طرف دل متوجہ ہیں تو یہ سمجھ لو کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ یہ باتیں پوری ہوں۔ موسم بہار میں سوکھی لکڑی سے پتے اور پھول اور پھل نکلتے ہیں۔ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ محبت الٰہی میں وہی زیادہ ترقی کریں گے جو پاس رہیں گے۔ وہ خدا کے پیارے ہیں۔ مسیح عیسائیوں کی طاقت کے زمانہ میں پیدا ہوگا۔ ریل گاڑی ہوگی۔ نہریں نکلیں گی۔ پہاڑ چیرے جائیں گے۔ اونٹ بیکار ہوں گے۔ (دیکھو مسند احمد ابواب مہدی و عیسیٰ اور چہل حدیث مرتبہ محمد احسن قادیانی جو ابھی شائع ہوگی) فصوص الحکم میں ابن عربی نے لکھا ہے کہ وہ خاتم الولایت ہے اور توام پیدا ہوگا اور چینی ہوگا۔ میرے ساتھ بھی ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اور ہمارے بزرگ سمرقند میں جو چین سے تعلق رکھتا ہے رہتے تھے۔

اشتہار برائے توجہ سرکار

(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۴۵۶،۳۰۷ ملخص) کے اوّل گورنمنٹ برطانیہ کی شکرگذاری میں یوں لکھا ہے کہ مجھ پر ۱۸۹۷ء میں یہ الزام لگایا گیا تھا کہ میں نے عبدالحمید کو ڈاکٹر کلارک (مشنری علاقہ گورداسپور) کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ مگر ۲۳ راگست ۱۸۹۷ء کو یہ دعویٰ بعدالت ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور دائر ہوا۔ یہ الزام امرتسر میں مجسٹریٹ کے سامنے لگایا گیا تھا۔ مگر ڈپٹی کمشنر صاحب ممدوح نے کپتان لیار چند ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کو دوبارہ تفتیش پر لگایا تو معاملہ صاف ہو گیا۔ یہ مقدمہ عیسائیوں کی جماعت کی طرف سے تھا۔ ہم تہہ دل سے دعاء کرتے

ہیں کہ خدا ایسے حکام کو خوش رکھے۔ ڈاکٹر صاحب نے میرے چال چلن پر بھی الزام قائم کئے تھے اور یہ بھی کہا کہ میرا وجود گورنمنٹ کے لئے مضر ہے۔ حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے۔ کیونکہ میرا والد غلام مرتضیٰ سچا وفادار سرکار تھا۔ ۱۸۵۷ء میں پچاس سوار اور گھوڑے امداد سرکار کے لئے دیئے تھے اور چٹھیاں بھی حاصل کی تھیں۔ چنانچہ ولسن صاحب نے ۱۱؍جون ۱۸۴۹ء کو بمقام انارکلی لاہور یوں لکھا تھا کہ سرکار انگریزی تمہارے احسانات فراموش نہ کرے گی۔ رابرٹ صاحب بہادر کمشنر لاہور نے ۲۰؍ستمبر ۱۸۵۸ء کو لکھا کہ مدد پہنچی اور آج تک تم خیر خواہ سرکار رہے۔ فنانشل کمشنر صاحب نے ۱۹؍جون ۱۸۷۶ء کو لکھا کہ ہم کو تمہارے والد غلام مرتضیٰ کی وفات سے افسوس ہے۔ ہم تمہاری عزت بدستور قائم رکھیں گے۔ اسی طرح کی اور بھی چٹھیاں تھیں۔ مگر گم ہوگئی ہیں۔ میرے والد کے بعد میرا بھائی غلام قادر خدمت گذار سرکار رہا۔ تموں کی لڑائی میں سرکار کی طرف سے لڑا بھی تھا۔ بھائی کی وفات کے بعد میں گوشہ نشین تھا۔ تاہم سرکار کی امداد اور تائید میں سترہ برس سے اپنی قلم سے کام لیتا ہوں جتنی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سرکار کی اطاعت کی ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کی ہزار ہا روپیہ صرف کر کے ممانعت جہاد میں عربی فارسی کتابیں غیر ممالک میں بھیجیں۔ تا کہ کسی وقت ان کا اثر پیدا ہو۔ کیا میری نظیر مخالف پیش کر سکتے ہیں۔ وہ کتابیں یہ ہیں۔

(۱) براہین احمدیہ نمبر۳، مطبوعہ ۱۸۸۲ء الف سے ب تک ایضاً نمبر۴ الف سے د ل تک۔ (۲) آریہ دھرم دربارہ توسیع دفعہ ۲۹۸، مورخہ ۲۲؍ستمبر ۱۸۹۵ء ص۵۷، ۶۴ و ۴۰۱ و ۴۷، ۷۹۔ (۳) خط دربارہ توسیع دفعہ ۲۹۸، مورخہ ۲۱؍اکتوبر ۱۸۹۵ء ص۱، ۸۔ (۴) آئینہ کمالات اسلام فروری ۱۸۹۳ء نمبر۱۷، ۲۰، ص۵۱۱، ۵۲۰۔ (۵) نور الحق نمبر۱ ۱۳۱۱ھ ص۲۳، ۵۴، نمبر۲ ص۴۹، ۵۰۔ (۶) شہادت القرآن ۲۲؍ستمبر ۱۸۹۳ء الف، ع۔ (۷) سر الخلافۃ ۱۳۱۲ھ ص۷۱، ۷۳۔ (۸) اتمام الحجۃ ۱۳۱۱ھ ص۲۵، ۲۷۔ (۹) حمامۃ البشریٰ ۱۳۱۱ھ ۲۵؍مئی ۱۸۹۷ء ص۱۵۳، ۱۵۴۔ (۱۰) انجام آتھم جنوری ۱۸۹۷ء ص۲۸۳، ۲۸۴۔ (۱۱) سراج منیر مئی ۱۸۹۷ء ص۴، ۷۔ (۱۲) تکمیل تبلیغ ۱۲؍جنوری ۱۸۸۹ء ص۴، ۶۔ (۱۳) اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ ۲۷؍فروری ۱۸۹۵ء۔ (۱۴) اشتہار سفیر روم ۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء ص۱، ۳۔ (۱۵) اشتہار جوبلی ۲۳؍جون ۱۸۹۷ء۔ (۱۶) اشتہار شکریہ جوبلی ۷؍جون ۱۸۹۷ء۔ (۱۷) اشتہار بزرگ ۲۵؍جون ۱۸۹۷ء ص۱۰۔ (۱۸) اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ ۱۰؍دسمبر ۱۸۹۴ء ص۱، ۷۔ (۱۹) اشتہار ۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء۔

پس میں امن دوست ہوں اور اطاعت سرکار میرا اصول ہے اور شرائط بیعت میں داخل

ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بحکم سرکار پیشین گوئیاں روک دی گئی ہیں۔ نہیں اجازت لے کر انذاری پیشین گوئیوں پر کوئی قانون عائد نہیں ہو سکتا۔ جب تک مجسٹریٹ ضلع اجازت نہ دے۔ کوئی انذاری پیشین گوئی نہ کی جائے گی۔ ہر جگہ جوابی طور پر سخت لفظ میں نے استعمال کے ہیں۔ ورنہ ابتدائی سختی مخالفین سے شروع ہوئی ہے اور کتاب البریہ میں میں نے مخالفین کے تمام لفظ جمع کر کے شامل مثل کر دیئے ہیں اور جوابی سختی بھی اس لئے تھی کہ مخالفین تہذیب سے کام لیں۔ چنانچہ لیکھرام، اندرمن، دیانند اور عمادالدین پادری سے خوف تھا۔ مگر چونکہ جواب میں ذرہ سختی سے کام لیا گیا۔ اس سے عام مسلمانوں کا جوش دب گیا اور یہ طرز قابل تعریف نہیں۔ اس سے بداخلاقی پھیلتی ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ کسی پیشوائے قوم اور کتاب کی توہین قانوناً ممنوع قرار دی جائے اور واقعات معلوم کئے بغیر کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔ درخواست تیار ہے کافی دستخط ہو جائیں تو پیش کر دوں گا۔ بے جا الزام اور ہتک آمیز لفظ سے فتنہ کا زہریلا بیج بویا جاتا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا کہ میں نے سخت لفظ استعمال کئے ہیں۔ مگر وہ بھی جوابی اور کمزور تھے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے روک دیا ہے۔ میں سخت لفظ استعمال نہ کروں گا اور اس حکم پر کاربند رہوں گا اور اس اشتہار کے ذریعہ اپنے مریدوں کو حکم دیتا ہوں کہ دفعہ چہارم شرائط بیعت کے ماتحت سرکار اور بنی نوع کی سچی خیر خواہی کرتے ہوئے اشتعال سے پرہیز کریں۔ خلاف ورزی کرنے والا جماعت سے خارج ہوگا اور مجھ سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ ہمارے نصائح کا خلاصہ تین امر ہیں۔ اوّل عظمت الٰہی اور پاک زندگی۔ دوم بنی نوع انسان سے ہمدردی اور بھلائی کرنا یا کم از کم اس کا ارادہ رکھنا۔ سوم سرکار کی سچی خیر خواہی کرنا۔ مخالفین کو نوٹس دیا جاتا ہے کہ ہتک آمیز لفظ شائع نہ کریں۔ ورنہ ہمارا فرض ہوگا کہ عدالت میں چارہ جوئی کریں۔ بحث کرنے والوں کا فرض ہے کہ بیہودہ اعتراض نہ کریں۔ بلکہ ہماری طرح حکیمانہ طرز اختیار کریں کہ اگر مسیح کو خدا کا اپنا بیٹا بنا کر دنیا میں بھیجنا قدیم ہے تو اس سے پہلے کئی بیٹے آئے ہوں گے اور مصلوب ہوئے ہوں گے۔ حادث ہے تو اس عادت کو اس نے کیوں بدل دیا اور یہ کیسے صحیح ہے کہ مسیح لوگوں کے گناہوں کے بدلے لعنتی ٹھہرے۔ ہمارا اصول ہے کہ ہم کسی گذشتہ نبی کی توہین نہیں کرتے۔ کیونکہ مفتری کی عزت نہیں ہوتی کہ مقبولوں کی طرح ہزارہا قومیں اور افراد اس کو مان لیں۔ اس کا دین جم جائے اور عمر پاوے تمام فارسی، چینی، ہندی، عبرانی نبی حق تھے اور جو باتیں خلاف حق پھیل گئی ہیں۔ وہ سب الحاقی ہیں۔ یہی اصول اختیار کرو اور جو مخالفین کی گالیوں پر صبر نہ کر سکے اس کو قانونی چارہ جوئی کرنے کا اختیار ہے۔ مگر سختی کا مقابلہ سختی کے ساتھ کر کے مفسدہ پردازی نہ کریں۔ حکومت کا فرض ہے کہ مخالفین کی بدزبانی کا تدارک

کرے۔ بعض نادانوں کا خیال ہے کہ میں نے افتراء سے الہام کیا ہے۔ یہ خدا کا کام ہے کہ جب خدا پر ایمان کم ہو جاتا ہے تو اس وقت میرے جیسا انسان پیدا کیا جاتا ہے اور عجائبات دکھاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ خدا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو ایسی گورنمنٹ عطاء کی۔

(۲۰ رستمبر ۱۸۹۷ء مرزا غلام احمد از قادیان)

کتاب البریہ کیوں لکھی؟

کتاب البریہ ۱۸۹۸ء اس لئے لکھی گئی ہے کہ معلوم ہو جائے کہ خدا تعالیٰ اپنے راست بازوں کو کس طرح بہتان سے بچاتا ہے اور خدا کے نشانات ظاہر ہوتے ہیں۔ مسیح کو بھی یہود نے صلیب دلانے کی ٹھہرائی تھی۔ مگر پیلاطوس بیوی کی خواب سے ڈرا اور مسیح کو بغیر ہڈی توڑنے کے تین دن کے اوّل ہی اتار لیا تو کشمیر میں جا کر فوت ہوئے اور وہاں ان کی قبر موجود ہے۔ جو یوز آسف یعنی مسیح غمگین کی قبر سے مشہور ہے۔ صلیب کے بعد جس قبر میں رکھا تھا تو ایک بڑا وسیع کمرہ تھا۔ تین دن کے بعد وہاں سے نکل کر کباب کھائے اور چالیس روز تک مرہم حواریین کے ساتھ علاج کیا جو ہزار کتاب میں مذکور ہے۔ آپ کو زخم لگے تو الہام کے ذریعہ یہ دوائیں معلوم ہوئیں تو اس مرہم سے معلوم ہوا کہ آپ صلیبی موت سے بچ گئے تھے اور رفع روحانی تھا اور رفع جسمانی غلط ہے۔ کیونکہ اس کا جھگڑا نہ تھا ''ما قتلوہ'' میں یہی اشارہ ہے۔ کج فہم علماء پر کہاں تک غباوت چھائی ہوئی ہے اور بلادت طاری ہے۔ وہ نہیں سمجھتے کہ: ''متوفيك'' اور ''رافعك'' میں جسمانی کا موقع ہی کیا ہے؟ تورات میں ہے کہ مصلوب کا رفع الی اللہ نہیں ہوتا۔ یعنی مرنے کے بعد رفع روحانی نہیں ہوتا تو خدا نے بچا لیا۔ اس لئے ''رافعك الیٰ السماء'' نہیں کہا۔ کیونکہ خدا کی طرف روح جاتی ہے۔ جسم نہیں جاتے توفی کے بعد رفع بھی بتا رہا ہے کہ رفع بعد توفی ہے۔ نہ یہ کہ رفع قبل از موت ہے۔ قرآن شریف وہ الٹتے ہیں کہ جن کی روحیں یہودیوں کی ہیں۔ ہم بغیر دلیل محکم کے نہیں بدل سکتے۔ ''توفیتنی'' میں بعد وفات ہے۔ موسیٰ کو بھی خدا نے دشمنوں سے بچا لیا۔ حضورﷺ کو بھی بچایا۔ غار ثور تک سراغ پہنچا تو سراغ رسان نے کہا کہ آپ اندر ہیں یا آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔ مگر روسائے مکہ نے کہا کہ اس بڈھے کی عقل ماری گئی۔ اس پر تو کبوتر کا آشیانہ ہے اور ایک درخت ہے کہ حضورﷺ کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے اور یہ سانپوں کا غار ہے۔ جب تک درخت نہ کٹے اور آشیانہ نہ ہٹے کوئی اندر نہیں جا سکتا۔ یہ کبوتری حضرت نوح کی کبوتری کے مشابہ تھی۔ پس خدا راست باز کو بچاتا ہے اور مصیبت کو نشان ظاہر کرنے کے لئے بھیجتا ہے۔ مگر نادان احمق نہیں سمجھتا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی اس مقدمہ میں میرے خلاف اس لئے گواہ

بنا تھا کہ مجھے ذلت ہو اور جو وارنٹ گرفتاری یکم اگست ۱۸۹۷ء کو جاری ہوا وہ امرتسر سے گورداسپور تک کئی روز نہ پہنچا۔ وارث دین عیسائی اور دیگر مولوی اسٹیشن پر منتظر تھے کہ میں کس طرح گرفتار ہو کر امرتسر آتا ہوں۔

کارروائی مقدمہ قتل

۷راگست تک تعمیل نہ ہوئی۔ ڈپٹی کمشنر صاحب امرتسر کو معلوم ہوا کہ غیر ضلع میں وارنٹ گرفتاری نہیں جا سکتا۔ گورداسپور تار بھیجی کہ تعمیل روک دی جائے اور وہ حیران تھے کہ وارنٹ کب آیا تھا۔ مثل گورداسپور آئی، ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو معلوم ہوا کہ یہ مقدمہ صحیح نہیں ہے۔ سمن بھیجا تو میں نو بجے بٹالہ پہنچ گیا اور مجھے کرسی ملی۔ مخالفین کے لئے یہ ایک عذاب عظیم تھا۔ ڈاکٹر کلارک نے مولوی محمد حسین کو کرسی کے لئے سفارش کی مگر منظور نہ ہوئی۔ اس نے کرسی طلب کی تو جواب دیا گیا کہ پہلے بھی نہیں ملتی تھی۔ اپنے باپ رحیم بخش کی کرسی نشینی پیش کی۔ مگر ثبوت نہ ملا۔ کہا ہمارے پاس چٹھیاں ہیں۔ حاکم نے کہا بک بک مت کر سیدھا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو جا۔ تب یہ الہام سچا ہوا کہ: ''انی مهين من اراد اهانتك'' وہ چشم بصیرت سے دیکھتا تو اس کو یہ قدرت الٰہی نظر آ جاتی۔ اوّل وارنٹ کی غیبت۔ دوم اس کی بجائے سمن کا اجراء۔ سوم ذلت کی بجائے میری عزت۔ چہارم محمد حسین کی اپنی ذلت کہ ہزار آدمی کے سامنے اسے جھڑک دی گئی۔ اردلی کے کمرہ میں آیا تو اس نے بھی اٹھا دیا۔ پھر پولیس کے کمرہ میں کرسی پر بیٹھنے لگا تو انہوں نے بھی روک دیا۔ پنجم میں بری ہو گیا۔ حاکم نے کہا کہ یہ وارث دین وغیرہ کی بناوٹ ہے۔ محمد حسین نے دو جھوٹ بولے کہ اسے اور اس کے باپ کو کرسی ملتی تھی۔ خود خشک اور نیم ملا تھا۔ جو نذیر حسین سے چند حدیثیں پڑھ آیا تھا۔ جس کے ہم جنس مسجدوں کے حجروں میں روٹیوں پر گذارہ کرتے ہیں۔ اس کا باپ ایک رئیس کے ہاں ملازم تھا۔ ایک دفعہ بٹالہ کے میاں صاحب رئیس نے روٹی پر اس کو ملازم رکھا تھا یا تنخواہ پر۔ ایک دفعہ ہمارے پاس بھی آیا تھا۔ مگر ملازم نہ ہو سکا اور ہمیشہ ارادت اور خوش اعتقادی سے آتا تھا۔ محمد حسین پر ناراض تھا۔ ایسے لفظ کہتا تھا کہ میں نہیں کہہ سکتا۔ اس کی چٹھیاں میرے پاس موجود ہیں۔ جن میں ناگفتنی حالات درج ہیں۔ اس کا باپ اسے عدالت میں پہنچانا چاہتا تھا۔ مگر میں نے اس کو اس کے قدموں پر گرا دیا تھا۔ ورنہ غلام علی امرتسری وغیرہ تو اس کو برانگیختہ کرتے تھے۔ مگر میں اس کو اس کی پردہ دری سے روکتا تھا تو اس کے باپ دادا کرسی نشین نہ تھے۔ ورنہ گریفن صاحب اپنی کتاب میں ذکر کرتے۔ بہتر تھا کہ گواہی دے کر چلا جاتا۔ مگر ایسا ذلیل ہوا کہ باہر ایک آدمی کی چادر پر بیٹھنے لگا تو اس نے بھی اٹھا دیا کہ عیسائیوں کے جھوٹے

مقدمہ میں گواہی دینے آیا تھا۔ میری چادر پلید ہو جائے گی۔ عام خیال تھا کہ یہ کینہ لینے آیا ہے۔ ایک پیر مرد نے آہ! کھینچ کر کہا کہ مولوی مشکل سے ایمان لے جائیں گے۔ خدا نے مجھے اس سے بچالیا۔ لیکھرام کے مقدمہ میں میری تلاشی ہوئی تو میں بری ہو گیا۔ اس کے متعلق کمشنر صاحب نے کہا کہ وہ مرزا کا دشمن ہے۔ وہ مجھے عیسائیوں کے ہاتھ میں پھنسانے آیا تھا۔ شریف خود کرسی چھوڑتے ہیں تو مالک مکان کرسی دیتا ہے۔ کیوں شیخی ماری؟ بن مانگے موتی ملیں، مانگیں نہ ملے بھیک۔ اس نے بیان دیا کہ لیکھرام کا پتہ بھی اس سے پوچھنا چاہئے۔ کیونکہ الہام کا مدعی ہے۔ مگر لیکھرام نے پیشین گوئی مانگی تھی تو خدا نے مجھے الہام کر دیا تھا اور قاتل کا نام نہیں بتایا تھا۔ محمد حسین کو چاہئے تھا کہ ہندوؤں کے ملہموں سے قاتل کا نام دریافت کر لیتا۔ یا گورنمنٹ کو توجہ دلاتا کہ الہام کے ذریعہ سے مجھ سے قاتل کا نام طلب کرتی۔ مگر میں خدا پر زور نہیں ڈال سکتا کہ وہ ضرور مجھے اس کا نام بتائے۔ خدا نے تو یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے کا حال نہیں بتایا تھا اور چالیس برس روتے رہے تھے۔ مجھے لیکھرام سے ذاتی عداوت نہ تھی کہ میں جھوٹی پیشین گوئی کرتا۔ کیونکہ یہ شریروں کا کام ہے۔ یہ کس قدر حماقت ہے کہ ہم نے مرید بھیج کر اسے قتل کروایا تھا۔ کیا وہ قاتل مرید رہ سکتا تھا کہ منصوبہ باندھ کر قتل کرایا جاتا ہے۔ گویا محمد حسین مجبور کرتا تھا کہ خدا قاتل کا نام بتلائے۔ حالانکہ وہ ''لا یسئل عما یفعل'' کا مالک ہے۔ مناسب تھا کہ کہہ دیتا کہ یہی قاتل ہے اور پیشین گوئی کا بہانہ ہے۔ تب گورنمنٹ میرا امتحان کر لیتی۔ اگر میں پیشین گوئیوں میں جھوٹا نکلتا تو بے شک میں ہی قاتل ہوتا۔ خدا کا شکر ہے کہ گورنمنٹ عادل ہے۔ ورنہ یہ ملا کب چھوڑتے۔

پیشین گوئیاں

اس کا یہ قول درست ہے کہ ایک پیشین گوئی تب سچی ہوتی ہے کہ دوسری تمام پیشین گوئیاں بھی سچی ہوں۔ مگر میری تمام پیشین گوئیاں سچ ہیں۔ کیونکہ احمد بیگ اور آتھم کی پیشین گوئی مشروط تھی اور لیکھرام کی غیر مشروط۔ احمد بیگ کے سامنے خوف کا کوئی نمونہ پیش نہ تھا۔ اس لئے نہ ڈرا اور مر گیا۔ مگر اس کے عزیزوں نے نمونہ دیکھ لیا اور فائدہ اٹھایا۔ اگر وہ ڈر جاتے تب بھی پیشین گوئی میں مہلت ہوتی۔ جیسا کہ یونس علیہ السلام کی پیشین گوئی میں ہوا ہے۔ کیونکہ ''لا یخلف المیعاد'' وارد ہے۔ ''لا یخلف الوعید'' وارد نہیں ہوا۔ بعض دفعہ عوام پر اشتباہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ مسیح کی بادشاہت مشتبہ رہی اور ایلیا کا نزول جسمانی نہ ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کی نجات دلانے میں شک ہوا۔ حدیبیہ میں تاخیر ہوئی۔ محمد حسین جہلاء کا بھائی ہے۔ جن پر یہ پیشین گوئیاں مشتبہ رہیں۔ وہ ایسا لفظ نہیں کہتا جو پہلے انبیاء کے متعلق نہیں بولا گیا۔ حال میں ایک یہودی نے اپنی

کتاب میں ایک فہرست دی ہے کہ یہ پیشین گوئیاں مسیح کی پوری نہیں ہوئیں اور یہ کہ اس کی تعلیم تورات کے خلاف ہے۔ ایلیا نہیں آیا یہ غلط ہے کہ ایلیا یحییٰ تھا۔ کیونکہ تب خدا یوں نہ کہتا کہ ایلیا خود آئے گا۔ بلکہ یوں کہتا کہ اس کا مثیل آئے گا اور صریح کو تحریف کرنا جھوٹے کا نشان ہے۔ پیشین گوئیوں کے سمجھنے میں دقت ہوتی ہے۔ کیونکہ ان میں استعارات غالب ہوتے ہیں۔ عقلمند وہ ہے جو دوسروں کی نصیحت قبول کرے۔ مسلمان نزول مسیح میں ظاہر پر زور دیتے ہیں۔ جس کی نظیر نہ ہو اس پر اڑے رہنا بیوقوفی ہے۔ ''فاسئلوا اھل الذکر '' وارد ہے۔ ۲۹ رجولائی ۱۸۹۷ء میں مجھ کو الہام ہوا کہ مقدمہ ہوگا۔ باز پرس ہوگی اور جھوٹے الزام سے بریت ہوگی۔ ۲۲ راگست تک اطمینان کے الہام ہوتے رہے اور ۲۳ راگست کو بری کر دیا گیا۔ اپنی جماعت کو یہ الہام سنائے گئے تھے۔ جن میں یہ لوگ بھی تھے۔ حکیم نور دین، محمد علی، فضل دین، عبدالکریم سیالکوٹی، کمال الدین، رحمت اللہ وغیرہ۔ انہوں نے چار نشان دیکھے۔ ''انی مھین '' کی صداقت، اظہار قبل از وقت، مدعی کا ملزم ہونا اور محمد حسین کی ذلت اور سات مشابہتیں مسیح کے ساتھ۔

مسیح علیہ السلام سے مشابہت

اوّل...... یہودا مرید نے مسیح علیہ السلام کو رشوت لے کر گرفتار کرایا تو عبدالحمید ادعائی مرید نے مجھے گرفتار کرانے کی کوشش کی۔

دوم...... مسیح علیہ السلام کی طرح میرا مقدمہ بھی امرتسر سے گورداسپور منتقل ہوا۔

سوم...... ڈگلس نے پلاطوس کی طرح کہا کہ میں اس کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا۔

چہارم...... رہائی کے دن ایک چور تین ماہ کے لئے قید ہوا۔

پنجم...... یہودیوں کے سردار کاہن کی طرح محمد حسین نے مجھ پر بغاوت کا الزام لگایا۔

ششم...... ڈگلس نے سمجھ لیا کہ وہ جھوٹا ہے۔

ہفتم...... حضرت کی طرح مجھے بھی مقدمہ کی خبر پہلے دی گئی تھی۔

مقدمہ کی سازش دو وجہ سے ثابت ہوئی۔ اوّل یہ کہ عبدالحمید نے بیان بدل دیا۔ دوم یہ کہ پادری نور الدین اور گرے نے کہا تھا کہ عبدالحمید پہلے ہمارے ہاں آیا تھا۔ روٹی نہ ملی تو کلارک کے پاس چلا گیا۔ اگر سازش کے لئے آتا تو سیدھا کلارک کے پاس جاتا۔ مگر محمد حسین اس کو پہچاننے میں ناکام رہا۔ اسے کیوں ہدایت نہ ہوئی؟ اس لئے کہ انسان بدی کرتا ہے تو اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ نزول مسیح بروزی طور پر محقق تھا۔ اکابر دین مان چکے تھے اور ابن عربی لکھ چکے تھے کہ وہ بروزی رنگ میں ظاہر ہوگا۔ مگر ان کو تعصب نے دور پھینکا ہاں یہ فائدہ ضرور ہوا

کہ ان کے فعل سے ان کی ریاکاری کے پردے کھل گئے کہ کس قدر خود بینی، حسد، بخل اور تکبر کا سرچشمہ ہیں۔ امید قوی ہے کہ ان کو چشم بصیرت حاصل ہو جائے گی۔ جس سے وہ خطرناک راستوں سے مجتنب ہو جائیں گے۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ اطمینان قلب کے تین طریق ہیں۔

وسائل ثلثہ اطمینان قلبی

کتاب الٰہی، عقل اور نشان آسمانی۔ جس کا سرچشمہ نبیوں کے بعد مجدد وقت، امام الزمان ہوا کرتا ہے۔ اصل وارث ان نشانوں کے انبیاء ہیں۔ مگر جب مدت کے بعد منقولی بن کر کمزور ہو جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کے قدم پر کسی ایک کو پیدا کرتا ہے۔ تا کہ لوگ ایمان تازہ کر لیں۔ بدنصیب ہیں جو ہدایت نہیں پاتے۔ (بیرونی اور اندرونی مخالف) مولویوں کو وفات مسیح ازروئے قرآن وحدیث دکھائی گئی۔ عقلی طور پر بھی شرم دلائی کہ آسمان سے آج تک کوئی نہیں اترا۔ پھر ان کو نشان بھی دکھایئے۔ مگر تعصب نہ چھوڑا۔ پادریوں کو بھی ان وسائل ثلثہ سے زِم کیا گیا کہ پہلی تعلیم سے ان کے جسمانی اور مخلوق خدا کا پتہ نہیں چلتا۔ یہودیوں کو جو چودہ سال سے تعلیم انبیاء سے باخبر تھے۔ یہ معلوم ہوا کہ ایک شخص خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تو کہا کہ یہ دعویٰ مسلسل تعلیم مذہبی کے خلاف ہے۔ اس سے بڑھ کر دلیل بطلان اور کیا ہو سکتی ہے کہ یہودیوں کو اس جدید عقیدہ کا خیال تک بھی پیدا نہ ہوا اور یہ کیسے ممکن تھا کہ انبیاء سابقین ایسی پیشین گوئیاں درج کرتے جو توحید کے خلاف ہوتیں۔ اس لئے پادریوں کا یہ استدلال درست نہ ہوا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ تعلیم میں صراحت اور تفصیل ہوتی ہے اور پیشین گوئی میں استعارات اور مجاز بھی ہوتا ہے۔

تثلیث مسیح علیہ السلام

اس لئے جب ان میں مخالفت پیدا ہو تو تعلیم کو مقدم سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے افادہ واستفادہ مطلوب ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے مقاصد کسی طرح مخفی نہیں رہ سکتے۔ برخلاف پیشین گوئیوں کے کہ اکثر گوشۂ گمنامی میں پڑی رہتی ہیں۔ اس لئے یہودی سچے ہیں اور ان کے معنی اس لئے بھی مستند ہیں کہ وہ انبیاء سے ایسا ہی سنتے آئے ہیں۔ شام میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ایک فرقہ موجود ہے۔ وہ بھی عیسائیوں کے اس عقیدہ کے برخلاف ہے۔ عقلاً بھی جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک جہاں تثلیث کی آواز نہیں پہنچی وہاں توحید سے سوال ہوگا۔ نشانوں کا ذریعہ بھی ان میں مفقود ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک معجزات کا سلسلہ بھی پیچھے رہ گیا ہے۔ مسیح علیہ السلام نے اگر چند ماہی گیروں کو خدائی کے نشان دکھائے تھے تو اب ضرورت ہے کہ جدید تعلیم یافتوں کو نشان دکھائے جائیں۔ کیونکہ ان کو اس کی خدائی سمجھ میں نہیں آتی اور نہ کوئی فلسفہ بتاتا ہے کہ اس شخص کو

خدا کیوں نہ سمجھا جائے کہ جس کی دعا ساری رات منظور نہ ہوئی اور جس کی روح ناپاک اور نادان بھی ہے۔ زندہ ہے تو اپنی جماعت کو مدد دے۔ کیونکہ انسان ہمیشہ خداشناسی کا طالب ہوتا ہے۔ سوسچا مذہب خداشناسی کا دروازہ بندنہیں کرتا۔ عیسائی مذہب تینوں ذرائع سے خالی ہے۔ نہ مسلسل تعلیم نہ عقل۔ کیونکہ عقلی امر ہمیشہ قاعدہ کے ماتحت ہوتا ہے تو کیا یسوع جیسے اور بھی خدا تھے یا ہوں گے؟ جواب ملتا ہے کہ نہیں عقلی نشان بھی موجود نہیں۔ کیونکہ وہ تو خود بیچارہ اور بے خبر تھا۔ دوسروں کی کیا سنے؟ اگر تمام مذاہب کے زوائد اور مخلوق پرستی کو دور کیا جائے تو صرف توحید باقی رہ جاتی ہے۔ جو اسلام کا بنیادی اصول ہے۔ تو عیسائیوں کے خلاف چار گواہ ہیں۔

اوّل...... یہودی جو تین ہزار برس سے تثلیث کے خلاف ہیں۔

دوم...... یحییٰ علیہ السلام کا فرقہ جو اس کو یحییٰ کا شاگرد اور انسان مانتا ہے۔

سوم...... عیسائیوں کا موحد فرقہ جس کا مناظر اہل تثلیث سے تیسری صدی میں قیصر روم کے سامنے ہوا تھا اور غالب رہا تھا اور قیصر روم نے بھی تثلیث ترک کردی تھی۔

چہارم...... حضور علیہ السلام اور دیگر ہزاروں راست باز گواہی دے رہے ہیں کہ مسیح علیہ السلام صرف انسان تھے اور خدا نے اب مجھے کھڑا کردیا ہے کہ تثلیث کو توڑوں۔ ہماری مجلس خدانما ہے۔ دہریہ بھی ہماری مجلس میں خدا کا اقراری بن سکتا ہے۔ عیسائی میری صحبت سے دیکھ سکتا ہے کہ کس طرح نشان دیئے جاتے ہیں۔ عیسائیو! درماندہ اور ضعیف الخلقت کو خدا نہ بناؤ۔ ان کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ تقدس صرف عیسائیوں میں باقی ہے۔ کیونکہ کئی ایک ان میں قابل شرم زندگی بسر کرتے ہیں۔ انجیل ایسی بگاڑی کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ طمانچہ کے لئے دوسری گال پیش نہیں کرتے۔ بلکہ افتراء سے مجھ پر جھوٹا مقدمہ دائر کردیا ہے۔

آتھم اور قسم کھانا

وارث دین، پریم داس، عبدالرحیم اور یوسف خاں نے جھوٹی قسمیں کھائی تھیں۔ آتھم کے مقدمہ میں لکھتے تھے کہ جھوٹی قسمیں کھانا جائز نہیں۔ آتھم سے بھی تقاضا کیا گیا تھا کہ قسم کھا کر کہہ دے کہ میں نہیں ڈرا۔ عدالت کے سوا قسم جائز نہیں تو مسیح اور پولوس نے بغیر عدالت آئے قسم کیوں کھائی تھی۔ نیز عدالت میں مجلس ثالثی بھی درج ہے۔ ہم نے قسم پر چار ہزار روپیہ دینا بھی منظور کیا اور الہام پہلے ہی ہو چکا تھا کہ اگر وہ خوف کھائے گا تو ہلاکت سے رہائی پائے گا۔ اس کے افعال خود گواہی دے رہے تھے کہ وہ اندر سے ڈر گیا ہے۔ اب قسم کیسے کھا سکتا تھا۔ عیسائی یہ تو سوچتے کہ اس کا یہ کہنا کہ سانپ چھوڑے گئے، بندوقیں دکھائی گئیں، تلواروں سے حملہ ہوا۔ تب صحیح

تھا کہ عدالت میں قسم کھانا الہام میں یہ بھی تھا کہ اگر سچائی کو چھپائے گا تو جلد ہلاک ہوگا۔ تو ہمارے آخری اشتہار سے چھ ماہ کے اندر مر گیا۔ ان کو یہ شرم بھی آئی کہ لیکھرام عید کے دوسرے روز مارا گیا۔ جلسہ مذاہب لاہور میں انہوں نے دیکھ لیا کہ ہماری تقریر بالا رہی اور سول ملٹری گزٹ نے اس پر شہادت دی۔ ایک اور ندامت ان کو یہ ہے کہ ہم نے تردید عیسائیت میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ جن سے ان کی قلعی کھل گئی ہے۔ اس لئے مجھے خود خطرہ تھا کہ تنگ آ کر یہ لوگ مجھ پر حملہ کر دیں گے۔ چنانچہ یہ مقدمہ بنایا گیا اور یہ ضروری تھا کہ آریہ اور محمد حسین بھی شامل ہوتا کہ ان کی ذلت بھی ہو جائے۔ پادریوں کو اس لئے زیادہ جوش تھا کہ ان کو میرے اعتراضات نے تنگ کر دیا ہوا تھا۔

عیسائیت پر اعتراضات

۱...... جو شخص ملعون ہو کر خدا کا دشمن ہو وہ کفارہ کیسے بن سکتا ہے۔

۲...... یسوع بیٹا ہے تو اور بھی بیٹے ہو سکتے ہیں۔

۳...... یہود کی مسلسل تعلیم سے تثلیث کا ثبوت نہیں ملتا۔

۴...... کفارہ سے گناہ کا وجود معدوم نہیں ہوا اور اگر اس سے بدکاری جائز ہوگئی ہے تو شریعت فضول ہوگی۔

۵...... اس مذہب کی بنیاد صرف قصوں پر ہے۔ پسو سے صانع کا پتہ لگ سکتا ہے۔ مگر اس مذہب سے کچھ ثابت نہیں ہوتا جو اپنے پیٹ میں مردہ بچہ رکھتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مسیح نے مردے زندہ کئے اور تصدیق کے لئے مردے قبروں سے نکل کر بیت المقدس میں داخل شہر ہوئے تھے۔ ایسا ہی ہندو کہتے ہیں کہ مہادیو کی لٹوں سے گنگا بہہ نکلی تھی۔ رام چندر نے انگلیوں پر پہاڑ اٹھایا تھا۔ راجہ کرشن نے ایک تیر سے کئی لاکھ آدمی مار ڈالے تھے۔ یہ مذہب خدا کی ہستی ظاہر نہیں کرتے اور دہریت کا اثر باقی رہتا ہے۔ انسان سم الفار سے ڈرتا ہے۔ بادشاہ سے خوف کرتا ہے۔ مگر خدا سے نہیں ڈرتا۔ حالانکہ تمام سعادت خداشناسی میں ہے اور تمردانہ زندگی میں اسے موت آجاتی ہے۔ کسی کے کھانے سے ہم سیر نہیں ہوتے اور کسی کی خداشناسی سے ہم کو فائدہ نہیں ہوتا۔ وید اور انجیل اتنا تو ثابت کرتے ہیں کہ خدا ہونا چاہئے۔ مگر یہ ثابت نہیں کرتے کہ یقینی طور پر وہ موجود بھی ہے۔ جو شخص جلالی تجلیات کے نیچے زندگی بسر کرتا ہے اس کی شیطنت مر جاتی ہے۔ انجیل نے سوائے کفارہ کے کوئی خداشناسی کا طریق نہیں بتایا۔ جس سے یسوع نہ اس وقت لعنت سے سبکدوش ہے اور نہ آئندہ کسی وقت کوئی نسل اس کو سبکدوش کرے گی۔ یہ کیا ظلم ہے کہ ایک

خبیث یسوع پر ایمان لے آوے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ مسلسل لعنتوں سے فارغ ہو کر یسوع کب اس سے ملے گا۔ اصل نجات دینے والی چیز سے یہ لوگ بے خبر ہیں کہ آسمانی نور تمام تاریکیاں دور کرتا ہے اور نشانوں کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اب جو خدا شناسی سے محروم ہے وہ اسے آئندہ بھی نہیں دیکھ سکتا۔ خدا نے کہا ہے کہ میں اپنے طالب کا دل اپنے نشانوں سے منور کروں گا۔ یہاں تک کہ وہ خدا کو دیکھے گا۔ مکالمات میں بھی یہی باتیں میں نے سنی ہیں۔ ہم نے یہ حقیقت قرآن سے پائی ہے اور اس کی آواز سنی ہے۔ اس لئے بصیرت کی راہ سے اوروں کو دعوت دیتے ہیں کہ ہم نے نور پایا۔ ظلمت دور ہوئی۔ اب انسان اپنی خواہشات سے ایسا باہر آ جاتا ہے۔ جیسا سانپ اپنی کینچلی سے۔

۶...... کہتے ہیں کہ انجیل اپنی تعلیم کی رو سے آسمانی نشان ہے۔ مگر مسیح نے یوں کیوں نہیں کہا تھا کہ میرے بعد فارقلیط نقصان کا تدارک کرے گا۔ نیز اس میں صرف عفو کا ذکر ہے جو کسی وقت مجرم کو سر چڑھا دیتا ہے۔ انسان میں کئی ایک قوتیں ہیں۔ سوائے عفو کے انجیل میں دوسری قویٰ کے متعلق کوئی تعلیم موجود نہیں۔ جسمانی اعتدال خورد و نوش کے اعتدال پر قائم ہے۔ روحانی قویٰ کا اعتدال ان کے معتدل استعمال پر قائم ہے۔ حسد نیک طریق پر ہو تو غبطہ (رشک) بن کر موجب فضیلت ہے۔ ورنہ خساست ہے۔ اس لئے عیسائیوں کو اپنے قوانین بنانے پڑے۔ قرآن کی روشنی میں انجیل مدہم پڑ گئی اس لئے انجیل کو آسمانی نشان بتانا سخت غلطی ہے۔

۷...... کہتے ہیں کہ خدا کے تین حصے اقنوم کہلاتے ہیں۔ ایک اقنوم نے کہا کہ کوئی پاک دامن انسان پیدا ہو تو اس سے یکجان ہو جاؤں۔ چنانچہ یسوع کے سوا کسی کو بے گناہ نہ پایا۔ اس لئے اس سے متحد ہو کر جسمانی صورت میں ہمیشہ کے لئے آ گیا اور یسوع جسمانی خدا بن گیا۔ دوسرے اقنوم روح القدس نے کبوتری کی شکل اختیار کی۔ اقنوم اوّل، یعنی باپ کا وجود یسوع اور روح القدس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ توحید کافی نہ تھی۔ جب تک کہ خدا انسانی راہ سے تولد نہ ہوتا اور مرنے کے بعد لعنت اس پر نہ برستی۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہر ایک پاک دامن سے اگر اقنوم کا تعلق اتحادی ہو سکتا ہے تو ملک صدق سالم سے ایسا تعلق پیدا کیوں نہ ہوا۔ جو پاک دامن تھا اور مسیح سے پہلے ہو گذرا تھا۔ یسوع کا انتظار کیوں تھا؟ آتھم کی جماعت کہتی ہے کہ اقنومی کبوتری جب نظر آئی تھی تو اس وقت مسیح تیس برس کے تھے اور اسی وقت اقنوم کا تعلق بھی ہوا تو کیا یسوع پہلے تیس سال پاک دامن نہ تھا؟ شاید اسی اشتباہ کی وجہ سے کسی عیسائی نے یسوع کی ابتدائی زندگی نہیں لکھی اور حالات کو قابل ذکر نہیں سمجھا۔ یہ ظاہر ہے کہ خدا بھوک پیاس تولد و موت دکھ درد اور عجز و نادانی سے

پاک ہے۔ مگر یسوع ایسا نہ تھا۔ وہ خدا تھا تو یہ کیوں کہا کہ مجھے قیامت کی خبر نہیں اور مجھے نیک نہ کہو اور کیوں اس کی دعاء قبول نہ ہوئی۔

۸...... ان کا یہ عقیدہ بھی صحیح نہیں ہے کہ بہشت صرف روحانی ہے جسمانی نہیں ہے۔ کیونکہ روح بغیر جسم کے کوئی کام نہیں کرسکتی۔ جسم کا ایک حصہ خراب ہو جاتا ہے تو خیال یا حافظہ کام نہیں کرسکتا۔ اس لئے جب راحت یا عذاب تسلیم ہے تو ضرور ہے کہ جسم بھی ساتھ ہو۔ ورنہ ادراک ناممکن ہوگا۔ گو یہ ممکن ہے کہ موت کے بعد کوئی دوسرا جسم اس کو مل جاتا ہوگا۔ جس کے ذریعہ اس کو پورا انکشاف، راحت، خوشی، عذاب یا مسرت حاصل ہوسکتی ہے۔ یوں تو عذاب میں جسم اور روح دونوں کو شریک سمجھتے ہیں۔ مگر بہشت کے لائق صرف روح سمجھی جاتی ہے۔ کیا یہ بے انصافی نہیں کہ دنیا میں تو روح اور جسم دونوں نیک و بد کمائیں اور بہشت میں جسم محروم رہ جائے۔ قرآن شریف میں ''وجوه يومئذ ناضرة'' وارد ہے۔ جس میں نضارت روحانی اور بصارت جسمانی دونوں کا ذکر ہے۔ مسیح نے بھی اشارۃً یہی ذکر کیا ہے۔

۹...... پادری یہ بھی مانتے ہیں کہ بہشت میں جسم ہوگا۔ جو ادراک اور شعور رکھے گا۔ مگر یہ نہیں مانتے کہ اس کو لذات جسمانی بھی حاصل ہوں گی۔ حالانکہ وہ جسم یا راحت میں ہوگا یا غیر راحت میں۔ تو ہر صورت میں لذت جسمانی کا حصول تسلیم کرنا پڑے گا۔

۱۰...... کہتے ہیں کہ عدل وعفو جمع نہیں ہوسکتے۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ عدل بنی نوع کے باقی نوع کے لئے رحمت بن جاتا ہے۔ خونی کو قتل نہ کیا جائے تو قوم لڑلڑ کر فنا ہو جائے گی۔ اس لئے خدا عادل اور رحیم دونوں صفات سے متصف ہے۔ یہ کیا انصاف یا رحم ہے کہ بے گناہ یسوع کو ساری دنیا کی لعنتوں کا متحمل بنایا جاتا ہے۔

۱۱...... کفارہ سے گناہ کی معافی نہیں ہوئی۔ کیونکہ انجیل میں ہے کہ اگر تیری آنکھ گناہ کرتی ہے تو اسے نکال دے اور تجھے کانا رہنا بہتر ہوگا۔

۱۲...... رحم وعدل میں تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ عدل کا دارومدار قانون اور عقل پر ہے تو جب انسان کو عقل دی گئی ہے تو اس سے برتاؤ بھی عدل کے ساتھ کیا جائے گا۔

۱۳...... یہ کہنا بھی غلط ہے کہ جانوروں کی موت آدم علیہ السلام کے گناہ کے باعث ہے۔ کیونکہ آدم علیہ السلام اپنے گناہ سے پہلے ضرور گوشت کھاتا ہوگا تو جانور مرتے ہوں گے۔ پانی پیتا ہوگا تو اس میں باریک جانور مرتے ہوں گے۔ یا یوں کہو کہ آدم علیہ السلام سے پہلے بھی دنیا آباد تھی۔ جس میں جانور مرتے بھی تھے تو ان صورتوں میں آدم کا گناہ موت کا سبب کیسے ہوا؟

۱۴...... اناجیل اس لئے غیر معتبر ہیں کہ ان میں لکھا ہے کہ یسوع نے اتنے کام کئے کہ اگر وہ لکھے جاتے تو وہ کتابیں دنیا میں نہ سما سکتیں۔ کیا خوب ہے کہ تین سال میں تو اس کے کام سمٹ گئے۔ مگر کاغذات میں نہ سمٹ سکے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ یسوع کو دنیا میں سر رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ حالانکہ اس کی اپنی ماں کا مکان موجود تھا اور اس کے پاس روپیہ بھی کافی جمع رہتا تھا اور یہودا خزانچی مقرر تھا۔ جو کچھ کچھ چرا بھی لیتا تھا۔ یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ اس نے خدا کی راہ میں کچھ دیا بھی تھا؟

۱۵...... یہ جھوٹ ہے کہ پہلی کتابوں میں لکھا ہے کہ مسیح ناصری کہلائے گا۔ پھر ایک پیشین گوئی کے مطابق ناصرہ بمعنی شاخ ہے اور عبرانی میں اس کا معنی تر و تازہ ہے۔

۱۶...... یہ حوالہ بھی غلط ہے کہ مسیح نے کہا کہ پہلی کتابوں میں لکھا ہے کہ پڑوسی سے محبت کر اور دشمن سے نفرت کر۔

۱۷...... قرآن مجید اس انجیل کا مصداق ہے جو مسیح پر نازل ہوئی تھی۔ نہ وہ انجیل جو حواریوں نے بعد میں تصنیف کر لی ہے اور اصل انجیل پیش نہیں کر سکتے۔

۱۸...... انجیل کی رو سے برائی اپنے اندر اثر رکھتی ہے تو نیکی بھی اپنے اندر اثر رکھتی ہوگی۔ اس لئے کفارہ باطل ٹھہرا۔ کیونکہ نہ اس سے تمام اشیاء حلال ہوگئی ہیں اور نہ ان کا وجود معدوم ہوا۔

۱۹...... مسیح علیہ السلام کو خسرہ نکلا تھا۔ بھوک پیاس سے تکلیف بھی ہوتی تھی۔ اپنی والدہ سے گوشت پوست بھی حاصل کیا تھا۔ موسمی اور بچپن کی تکالیف بھی ہوئی ہوں گی تو بے گناہ کیسے ثابت ہوا۔ کیونکہ ان کا اصول ہے کہ جسمانی تکلیف گناہ کا نتیجہ ہے۔ اس سے بڑھ کر ملک صدق ہی زیادہ پاک تھا تو یہ ضروری تھا کہ روح القدس کا تعلق اس سے ہوتا مسیح علیہ السلام نہ ہوتا۔

۲۰...... ان کا اصول ہے کہ اصلی نجات گناہوں کو چھوڑنے سے حاصل ہوتی ہے تو کفارہ کو باعث نجات کیوں سمجھا گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا سے تعلق پیدا ہو تو نجات ہوتی ہے۔ اس سے میلان یا قطع تعلق ہو تو عذاب ہوتا ہے۔ جناح میلان عن الحق کا نام ہے اور جرم قطع تعلق کا نام ہے اور یہ دونوں انسانی اپنے فعل ہیں۔ اس میں کسی کا مطلوب ہونا یا نہ ہونا کچھ اثر نہیں کرتا۔ پس عمل کے بغیر نجات کا مفت میں حاصل کرنا غلط ہوگا۔ ورنہ کیا ضرورت تھی کہ مسیح چالیس روز روزہ رکھتے۔ اسی سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکیاں برائیوں کا کفارہ ہیں۔ زوال صحت بیماری کا نام ہے۔ اس طرح زوال نیکی برائی ہوتی ہے۔ تو نیکی جب اپنی جگہ موجود ہو جائے تو اس کا زوال جاتا رہے

گا۔"تطلع علی الافئدہ" سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کا تعلق دل سے ہے۔ کیونکہ بدی دل سے ہی اٹھتی ہے۔ ورنہ نیک دل کو آنچ تک نہیں لگتی۔ جزا و سزا کا تعلق انسان کے فعل پر مرتب ہوتا ہے۔ جیسا کہ تجربہ بتا رہا ہے۔ اس لئے اسلام نے کہا ہے کہ توحید موجب نجات ہے۔ جو قرآن اور نبی آخر الزمان کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے تو یہ عقیدہ کہ بدی کا بدلہ ضرور ملے گا۔ غلط ہو گیا کیونکہ خدا اس آدمی کی طرح تنگ دل نہیں ہے جو اپنے نوکر کو سزا ضرور دیتا ہو یا اس کے عوض دوسرے کا گلا گھونٹ دیتا ہو اور درگذر کرنا نہ جانتا ہو۔

۲۱...... توحید تین قسم کی ہے۔ عام کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہو۔ خاص کہ غیر کو موثر نہ سمجھا جائے۔ خاص الخاص کہ نفسانیت بھی ترک کی جائے۔ تورات میں یہ توحید نہیں ملتی۔ سورہ اخلاص کے مقابلہ میں وہاں کون سی آیت ہے۔ سیاسیات اور اقتصادیات کو کہاں ذکر کیا ہے تو پھر کیوں کہتے ہیں کہ قرآن کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ تورات صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی اور قرآن شریف تمام دنیا کے لئے نازل ہوا ہے۔

۲۲...... اناجیل کے معجزے اور بیانات قابل اعتبار نہیں ہیں۔ کیونکہ انجیل نویس مدعی نبوت نہ تھے کہ ان کا کلام بیہودگی سے پاک ہوتا۔ صرف وقائع نگار تھے۔ مگر وقائع نگار کے لئے بھی ضروری ہے کہ صادق القول صحیح الحافظہ عمیق الفکر محقق یا عینی شہادت رکھتا ہو۔ مگر ہم ان کے غلط حوالے لکھ چکے ہیں۔ باتیں بھی ناممکن لکھی ہیں کہ مردے نکلے مخلوق نے خدا کے منہ پر تھوکا۔ صلیب دیا، ذلیل کیا اور عاجز ہوا۔ ماں کے پیٹ میں خون پیتا رہا، پیشاب کے راستے سے باہر نکلا۔ پھر کچھ انسان بنا اور کچھ کبوتر اور اپنے دونوں جسموں میں تقسیم ہو کر رہ گیا۔

۲۳...... اناجیل تمام قوائے انسانی کی مربی نہیں ہیں صرف چند قوائے نفسانی کے متعلق لکھا ہے اور یوں کہنا کہ تبدیل شرائع کو ملحوظ رکھ کر اس نے کچھ نہیں بتایا۔ غلط ہے کیونکہ قرآن شریف نے جہاں تفصیلی احکام بتائے ہیں۔ وہاں اجمالی طور پر قواعد کلیہ بھی لکھ دیئے ہیں۔ جو ہمیشہ کے لئے کارآمد ہوتے ہیں۔ چنانچہ "السن بالسن" کے ساتھ "جزاء سیئۃٍ سیئۃ" بھی لکھ دیا ہے۔ تاکہ اس مجرم کو بھی سزا دی جائے کہ جس کے منہ میں دانت نہ ہوں۔

۲۴...... یسوع کے ابتدائی حالات نہیں ملتے۔ ہاں لوقا کہتا ہے کہ فرشتہ نے مریم سے کہا تھا کہ بچہ کا نام یسوع رکھنا۔ مگر مریم اور مسیح کا بھائی کیوں منکر تھے اور مسیح ان سے کیوں بیزار تھا۔

۲۵...... یوحنا لکھتا ہے کہ یسوع نے کہا کہ ہیکل چار برس میں تیار ہوئی اور یہودکی

کہتے ہیں کہ آٹھ برس میں تیار ہوئی تھی اور قرین قیاس بھی یہی ہے۔

۲۶...... یوحنا نے کہا ہے کہ مسیح کا نیا قول ہے کہ آپس میں محبت رکھو۔ حالانکہ احبار میں یہ قول مذکور تھا۔

۲۷...... کہا جاتا ہے کہ اناجیل کی سند اسلام سے زیادہ معتبر ہے۔ مگر ریلنڈ اپنی کتاب محمد ازم میں لکھتا ہے کہ معجزات نبویہ کے راوی بڑے مشہور اور معتبر فاضل تھے۔ جنہوں نے پشت در پشت کی اسناد سے ان کو بہم پہنچایا ہے اور ان کی سچائی تسلیم شدہ ہے۔ اگر یہ طریق اختیار نہ کیا جاتا تو دوسرا کون سا طریق تھا؟ خصوصاً جب کہ حضورﷺ نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے اس کی سزا آگ ہے تو اور بھی تصدیق ہو جاتی ہے۔ مگر یہ طریق اناجیل کو نصیب نہ ہوا۔

۲۸...... اسلام صرف قصوں پر مبنی نہیں بلکہ آسمانی نشانات سے ایمان کو تازہ کر رہا ہے اور ایسے لوگ بھی پیدا کئے ہیں جن سے تائیدی نشان ظاہر ہوئے ہیں۔ جیسے جناب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، ابوالحسن خرقانیؒ، بایزید بسطامیؒ، جنید بغدادیؒ، ابن عربیؒ، ذوالنون مصریؒ، معین الدین اجمیریؒ، بختیار کاکیؒ، فریدالدینؒ پاک پٹنی، نظام الدینؒ دہلوی، شاہ ولی اللہؒ دہلوی اور شیخ احمدؒ سرہندی۔ اس قسم کے اور بھی ہزاروں آدمی ہو گذرے ہیں۔ اب بھی ایک آدمی موجود ہے۔ کیا تم نے کبھی اسے دیکھا ہے؟ یسوع کی تائید تو صرف قصوں سے ہوتی ہے۔ مگر حضورﷺ کی تائید میں اب بھی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔

۲۹...... شملر لکھتا ہے کہ انجیل، یوحنا کے سوا باقی تین جعلی ہیں۔ ڈاڈویل لکھتا ہے کہ دوسری صدی کے وسط تک ان چار انجیلوں کا نام ونشان نہ تھا۔ سیموئل لکھتا ہے کہ موجودہ عہدنامہ نیک نیتی کے بہانہ سے مکاری کے ساتھ دوسری صدی کے آخر میں لکھا گیا ہے۔ ایولسن پادری انگلستان کا باشندہ لکھتا ہے کہ متی کی یونانی انجیل دوسری صدی میں ایسے آدمی نے لکھی تھی جو یہودی نہ تھا۔ کیونکہ جغرافیہ اور رسوم کی غلطیاں اس میں موجود ہیں۔

۳۰...... وہ اقراری ہیں کہ مذہب کے رو سے کوئی عیسائی سوسائٹی میں نہیں رہ سکتا اور نہ تجارت کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں کل کی فکر کرنے کی ممانعت ہے اور نہ فوج میں داخل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دشمن سے محبت کرنے کا حکم ہے اور شادی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ بھی منع ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کے احکام مختص القوم اور مختص الزمان تھے۔

۳۱...... ''الوہیم، آلِہ'' کی جمع ہے مگر اس سے تثلیث ثابت نہیں ہوتی۔

کیونکہ سامرا اور دجال واحد بمعنی جماعت ہیں اور الوہیم جمع بمعنی واحد ہے اور خدا کے سوا قاضی اور فرشتہ کو بھی الوہیم کہتے ہیں۔ قاضیوں میں ہے کہ جب منوحا سمون کے باپ نے خداوند کا ایک فرشتہ دیکھا تو اس نے کہا کہ ہم نے الوہیم دیکھا ہے۔ خروج میں ہے کہ الوہیم بمعنی قاضی ہے اور ہے کہ اے موسیٰ میں نے تم کو فرعون کے لئے الوہیم بنایا ہے۔ استثناء میں ہے کہ اس نے الوھا کو چھوڑ دیا۔ جس نے اس کو پیدا کیا تھا۔ کئی جگہ الوھا، الوہیم کی جگہ آیا ہے۔ یسعیا میں الوہیم ہے اور الوھا۔ معلوم ہوا کہ اظہار طاقت کے لئے جمع کا صیغہ واحد پر اطلاق ہوسکتا ہے۔ پیدائش میں ہے کہ ہم انسان کو اپنی شکل پر بنائیں گے۔ یہاں قدرت کا اظہار مراد ہے۔ یہاں عبرانی میں نعسہ مذکور ہے جو نصنع کا مرادف یا محرف ہے۔ اگر اس سے کثرت مراد ہے تو تین تک کیوں محدود ہوئی؟

۳۲...... قانون قدرت ہے کہ چھوٹے کو بڑے پر قربان کیا جاتا ہے اور انسانی زندگی پر کیڑے مکوڑے مارے جاتے ہیں تو مسیح کو ہم پر کیوں قربان کیا گیا؟ کہتے ہیں کہ الزبتھ کے عہد میں سرسنانی نے لڑائی کے موقعہ پر ایثار کر کے دوسرے زخمی کو پانی کا پیالہ دے دیا تھا اور خود پیاسا مر گیا تھا۔ شاید اس لئے مرا ہوگا کہ سپاہی کام میں آئے تو یہ انسانی ایثار ہے جو زیر بحث نہیں۔ کیونکہ خدا ایسا ایثار نہیں کرتا کہ مخلوق کو بچانے کے لئے آپ ذبح ہو جائے۔ کیونکہ وہ ایثار کر کے ترقی مدارج کا محتاج نہیں ہے۔ یہ بھی ایثار نہیں کہ خدا اپنی صفت کسی کو دے دے اور خود معطل ہو کر بیٹھ جائے اور یہ بھی ایثار نہیں کہ بلا احتیاج خوراک دوسرے کو دیدے اور خود بھوکوں مرے۔ بلکہ یہ بیوقوفی ہے۔ ایثار میں عزت افزائی بھی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ جائز نہ ہوگا کہ کوئی اپنی بیوی دوسرے کو دیدے یا ایک جرنیل بکری کی جان بچانے کے لئے اپنی جان دیدے۔ اس لئے ہندوؤں کا ایثار قابل تعریف نہیں کہ بتوں کے سامنے اپنے ہاتھ پاؤں کاٹ دیتے ہیں۔ یا جگن ناتھ کے پہیے کے نیچے کچلے جاتے ہیں۔

۳۳...... ابن اللہ جب تین روز مرا رہا تو دنیا کا منتظم کون تھا؟

۳۴...... محویت کے الفاظ سے الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

الہامات محویت

کیونکہ مجھے (مرزا) بھی ایسے الہام ہوئے ہیں کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔ زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں۔ جیسا کہ میرے ساتھ ہیں۔ تو ہمارے پانی میں سے ہے اور لوگ خشکی سے ہیں۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسے کہ میری توحید۔ تو مجھ سے اس مقام اتحاد میں ہے کہ کسی کو معلوم نہیں۔ خدا عرش پر تیری تعریف کرتا ہے تو اس سے نکلا۔ اس نے تمام دنیا سے تجھ کو

چنا۔ تو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔ میں نے اپنے لئے تجھ کو پسند کیا۔ تو جہان کا نور ہے۔ تیری شان عجیب ہے۔ میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ تیرے گروہ کو قیامت تک غالب رکھوں گا۔ تو برکت دیا گیا۔ خدا نے تیری مجد کو زیادہ کیا۔ تو خدا کا وقار ہے۔ پس وہ تجھے ترک نہیں کرے گا۔ تو کلمۃ الازل ہے۔ پس تو مٹایا نہیں جائے گا۔ میں فوجوں سمیت تیرے پاس آؤں گا۔ میرا لوٹا ہوا مال تجھے ملے گا۔ میں تجھے عزت دوں گا اور تیری حفاظت کروں گا۔ یہ ہوگا یہ ہوگا یہ ہوگا۔ پھر انتقال ہوگا۔ تیرے پر میرے کامل انعام ہیں۔ لوگوں کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے پیار کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے چلو تا خدا تم سے بھی پیار کرے۔ میری سچائی پر خدا گواہی دیتا ہے۔ پھر تم کیوں ایمان نہیں لاتے۔ تو میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا۔ ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ تیرے پر درود بھیجتے ہیں۔ اگرچہ چاہیں گے کہ اس نور کو بجھائیں۔ مگر خدا اس نور کو جو اس کا اپنا نور ہے کمال تک پہنچائے گا۔ ہم ان کے دلوں پر رعب ڈالیں گے۔ ہماری فتح آئے گی۔ زمانہ کا کاروبار ہم پر ختم ہوگا۔ اس دن کہا جائے گا کہ کیا یہ حق نہ تھا؟ میں تیرے ساتھ ہوں جہاں تو ہے، جس طرف تیرا منہ ہے۔ اس طرف خدا کا منہ۔ تجھ سے بیعت کرنا ایسا ہے جیسا کہ مجھ سے تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ لوگ دور دور سے تیرے پاس آئیں گے۔ خدا کی نصرت تیرے اوپر اترے گی۔ تیرے لئے لوگ خدا سے الہام پائیں گے اور تیری مدد کریں گے۔ کوئی نہیں جو خدا کی پیشین گوئیوں کو ٹال سکے۔ اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری ہے۔ تیرا ذکر بلند کیا گیا ہے۔ خدا تیری حجت کو روشن کرے گا۔ تو بہادر ہے۔ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو تو اس کو پالیتا۔ خدا کی رحمت کے خزانے تجھے دیئے گئے ہیں۔ تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع ہوگا اور ابتداء تجھ سے کرے گا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم یعنی تجھ کو پیدا کیا۔ ''اوآ ہن'' یعنی خدا تیرے اندر اترا۔ خدا تجھے ترک نہیں کرے گا اور نہ چھوڑے گا۔ جب تک پاک اور پلید میں فرق نہ کرے۔ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو مجھ میں اور مخلوق میں واسطہ ہے۔ میں نے اپنی روح تجھ میں پھونکی تو مدد دیا جائے گا۔ گریز کی جگہ کسی کو نہیں رہے گی تو حق کے ساتھ نازل ہوا۔ تیرے ساتھ انبیاء کی پیشین گوئیاں پوری ہوئیں۔ خدا نے اپنے فرستادہ کو بھیجا تاکہ اپنے دین کو قوت دے اور سب دینوں پر اس کو غالب کرے۔ اس کو خدا نے قادیان کے قریب نازل کیا۔ حق کے ساتھ اترا اور حق کے ساتھ اتارا گیا۔ ابتداء سے ایسا ہی مقرر تھا۔ تم گڑھے کے کنارے پر تھے۔ خدا نے تمہیں نجات دینے کے لئے اسے بھیجا۔ اے میرے احمد تو میری مراد اور میرے ساتھ ہے۔ میں نے تیری بزرگی کا درخت اپنے ہاتھ سے لگایا۔ میں تجھے لوگوں کا امام

بناؤں گا اور تیری مدد کروں گا۔ کیا یہ لوگ اس سے تعجب کیا کرتے ہیں۔ کہہ خدا عجیب ہے چنتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا۔ خدا کا سایہ تیرے پر ہوگا۔ آسمان بندھا ہوا تھا اور زمین بھی ہم نے دونوں کو کھول دیا۔ تو وہ عیسیٰ ہے جس کا وقت ضائع نہ ہوگا۔ تیرے جیسا موتی ضائع نہیں ہوسکتا۔ ہم تجھے لوگوں کے لئے نشان بنائیں گے۔ یہ امر ابتداء سے مقدر تھا۔ تو میرے ساتھ ہے تیرا بھید میرا بھید ہے۔ تو دنیا وآخرت میں وجیہ ومقرب ہے۔ تیرے پر انعام خاص ہے۔ تمام دنیا پر تجھے بزرگی ہے۔ بخرام کہ وقت تو نیک رسید پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ مگر خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔ اس کے لئے وہ مقام ہے جہاں انسان اپنے قوت اعمال سے نہیں پہنچ سکتا۔ تیرے لئے رات اور دن پیدا کیا گیا۔ تیری میری طرف وہ نسبت ہے کہ مخلوق کو آگاہی نہیں۔ اے لوگو! تمہارے پاس خدا کا نور آیا۔ تم منکر مت بنو۔

مکاشفات محویت

غرضکہ اسی قسم کے الہامات اور بھی بہت ہیں اور اب وہ مکاشفات ذکر کرتا ہوں کہ جن میں محویت نظر آتی ہے۔ میں نے مکاشفہ میں دیکھا کہ میں اور مسیح ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔ اس کو براہین میں شائع کر چکا ہوں۔ اس لئے ثابت کرتا ہے کہ ان کی مجھ میں تمام روحانیت اور کمالات موجود ہیں۔ ایک اور کشف (آئینہ کمالات ص ۵۶۴، خزائن ج ۵ ص ایضاً) میں درج ہے کہ میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا ارادہ خیال اور کوئی عمل نہ رہا اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہوگیا یا اس شئے کی طرح کہ جس کو کسی نے بغل میں دبا لیا ہو۔ اللہ کی روح مجھ پر محیط ہوگئی۔ مجھ پر مستولی ہوکر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کرلیا۔ یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ باقی نہ رہا۔ میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضاء اس کے اعضاء، میری آنکھ، میرے کان اور میری زبان اسی کی بن گئی تھی۔ مجھے ایسا پکڑا کہ میں اس میں بالکل محو ہوگیا۔ اس کی قدرت اور قوت مجھ میں موجزن تھی۔ میرے دل کے چاروں طرف اس کے خیمے لگائے گئے تھے۔ سلطان جبروت نے میرے دل کو پیس ڈالا۔ سو نہ تو میں ہی رہا اور نہ ہی میری تمنا رہی۔ میری اپنی عمارت گرگئی اور اس کی عمارت نظر آنے لگی۔ الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب آگئی۔ سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخنوں تک اس کی طرف بھینچا گیا، ہمہ مغز ہوگیا۔ جس پر کوئی پوست نہ تھا اور تیل بنا کہ جس میں میل نہ تھی۔ مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈال

دی گئی۔ اس شئے کی طرح ہو گیا جو نظر نہیں آتی یا اس قطرہ کی طرح جو دریا میں مل جاتا ہے اور دریا اس کو اپنی چادر کے نیچے دبالیتا ہے۔ اب میں نہیں جانتا تھا کہ میں پہلے کیا تھا۔ الوہیت میرے پٹھوں اور رگوں میں سرایت کر گئی اور اپنے آپ سے کھویا گیا اور اس نے میرے تمام اعضاء اپنے کام میں لگا لئے۔ اس زور سے اپنے قبضہ میں کر لیا کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کی گرفت سے بالکل معدوم ہو گیا۔ مجھے یقین تھا کہ میرے اعضاء میرے اعضاء نہیں بلکہ اس کے اعضاء ہیں۔ میں خیال کرتا تھا کہ اپنے وجود سے معدوم اور اپنی معیت سے قطعاً نکل چکا ہوں۔ اب کوئی شریک اور روک کرنے والا نہیں رہا۔ وہ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب، علم، تلخی، شیرینی اور حرکت سکون سب اسی کا ہو گیا اور اس حالت میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نئی زمین و آسمان بنانا چاہتے ہیں۔ سو پہلے تو زمین و آسمان کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی تفریق اور ترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے منشاء حق کے مطابق اس کی ترکیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں اور پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا کہ ''انا زینا السماء الدنیا بمصابیح'' میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف بدل گئی اور میری زبان پر جاری ہوا کہ ''اردت ان استخلف فخلقت ادم۔ انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم'' براہین میں اس قسم کے الہامات ۲۵ برس ہوئے شائع کر چکا ہوں۔

خدائی میں مقابلہ

پادری مسیح کے ان الہامات سے مقابلہ کریں۔ جن سے الوہیت مسیح ثابت کرتے ہیں۔ پھر بتائیں کہ کس کے الہام بڑھ کر ہیں؟ اگر مسیح کے الہامات سے خدائی ثابت ہوتی ہے تو میرے الہامات سے اس سے بڑھ کر ثابت ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر حضور ﷺ کی خدائی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ صرف نہیں کہ آپ کی بیعت خدا کی بیعت ہے۔ یا آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے یا آپ کا فعل خدا کا فعل ہے یا آپ کا تمام کلام ''وما ینطق عن الھویٰ'' کہہ کر خدا کا کلام ٹھہرایا ہے۔ بلکہ قل یا عبادی میں تمام لوگوں کو آپ کے بندے ٹھہرایا ہے۔ تم نہیں سوچ سکتے تو تین منصف حلفاً کہہ دیں کہ یسوع کی خدائی زیادہ ثابت ہوتی ہے تو میں ایک ہزار روپیہ ان کو دے سکتا ہوں۔ بشرطیکہ وہ کہہ دیں کہ اگر ہم اپنے بیان میں سچے نہ ہوں تو ایک سال میں خدا ہم کو برباد کر دے۔ اگر کہا جائے کہ یسوع کا کلام خدا کا کلام تھا اور تمہارا کلام خود تمہارا ہی ہے تو جواب یہ ہے کہ کسی نے یسوع کی اپنی زبان سے اپنی خدائی کے متعلق کچھ نہیں سنا۔ صرف چند

کلمات مروڑ تروڑ کر یسوع کی طرف منسوب کر دیئے ہیں اور میرے الہام اور کشوف ان سے صدہا درجہ بڑھ کر ہیں۔ اگر کہا جائے کہ ان کے الہام خوارق سے ثابت ہیں تو میں کہوں گا کہ ان کی عینی شہادت موجود نہیں اور میرے پاس عینی شہادت موجود ہے۔ پھر کہتا ہوں کہ سوچو کہ ہم دونوں کے الہامات میں سے الوہیت پر کس کے الہام قوی الدلالۃ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آمد مسیح کی خبر پہلی کتابوں میں تھی۔ میں کہتا ہوں میری آمد کی خبر خود مسیح نے دی تھی کہ دوبارہ آؤں گا اور میری تصدیق زلزلوں سے ہوئی۔ قوموں کے غلبہ سے وباء پڑنے سے اور آسمان پر بھی نشان ظاہر ہوئے۔ مسیح کے وقت ایلیا کے آسمان سے نہ اترنے کا عذر پیش کیا گیا تھا اور اس وقت بھی یوں کہا جاتا ہے کہ مسیح زندہ آسمان سے نہیں اترا۔ تم نے میرے نشان دیکھ لئے ہیں۔ میرے پاس آؤ ایک برس کے اندر کئی نشان پاؤ گے۔ خدا اس عاجز کے دل پر تجلی کر رہا ہے۔ یسوع بن مریم خدا نہیں ہے۔ یہ کلمات جو اس کے منہ سے نکلے ہیں اہل اللہ کے زبان سے نکلا کرتے ہیں۔ مگر ان سے کوئی خدا نہیں بن سکتا۔ پادریوں کو میرے سبب بہت ندامت ہوئی تو مجھ پر مقدمہ بنا دیا۔ مگر اس میں بھی ان کی پردہ دری ہوئی۔ محمد حسین نے لدھیانہ میں وفات مسیح پر مجھ سے مناظرہ کیا۔ مگر حیات مسیح ثابت نہ کر سکا۔ میں نے اس کے مقابلہ پر عربی کتابیں لکھیں۔ وہ ان کا جواب بھی نہ دے سکا اور سب سے پہلے لدھیانہ میں ہی ایک پیر مرد موحد کریم بخش نے کہا کہ میرے مرشد نے کہا تھا کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا۔ اس کا نام غلام احمد ہوگا۔ گاؤں کا نام قادیان ہوگا اور لدھیانہ میں آئے گا۔ مولوی اس کو کافر ٹھہرائیں گے۔ مگر وہ سچ پر ہوگا اور تو اسے دیکھے گا۔ یہ ہمارا پہلا نشان صداقت تھا۔ دوسرا نشان صداقت کسوف وخسوف تھا۔ جو کسی مدعی مہدویت کے لئے ظاہر نہ ہوا تھا۔ تیسرا نشان ستارہ دمدار تھا۔ جو عیسیٰ کے وقت نکلا تھا اور خبر دی گئی تھی کہ مسیح موعود کے وقت نکلے گا۔ چوتھا نشان آتھم کا شرط کے مطابق بچنا پھر مرنا۔ پانچواں احمد بیگ ہوشیار پوری کا مرنا چھٹا نشان لیکھرام کا مرنا۔ ساتواں جلسہ مہوتسو (مذاہب عالم لاہور) میں میرے مضمون کا اعلیٰ رہنا۔ آٹھواں مقدمہ کلارک میں یہ خبر پانا کہ بریت ہوگی۔ نواں محمد حسین کی ذلت پہلے یہ الہام ہوا کہ ''قد ابتلی المؤمنون'' پھر الہام ہوا کہ ''انی مع الافواج اتیک بغتۃ'' پھر حفاظت کا الہام۔ دسواں راولپنڈی کے بزرگ کی پیشین گوئی اور توبہ اس نے اخبار چودھویں صدی میں ۱۸۹۷ء میں میری توہین کی تھی کہ۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

مجھے رنج ہوا، دعاء مانگی کہ یا اللہ یا اسے توبہ بخش یا اسے ہلاک کر۔ تو الہام سے اس کی توبہ معلوم ہوئی۔ سو اس کو خدا سے الہام پا کر ایک خط لکھا جو اخبار چودھویں صدی کی اشاعت نومبر ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا اور میں اصل تحریر شائع کرتا ہوں تاکہ سرسید کے لئے قبولیت دعاء کا تیسرا نمونہ ہو۔ وہ بزرگ پنجاب کے رئیس جاگیر اور ملہم ذی علم ہیں۔ انہوں نے ۲۹ر اکتوبر ۱۸۹۷ء کو مجھے ایک معذرت نامہ لکھ کر بھیجا تھا کہ میں اخبار چودھویں صدی ۱۸۸۷ء والا مجرم ہوں۔ فدوی خاکسار خطاکار خط کے ذریعہ حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہے۔ جس نے جولائی ۱۸۹۷ء و جولائی ۱۸۹۸ء کے درمیان جرم کا اقرار کر لیا ہے۔ میں متلاشی تھا اب نوے فیصدی یقین ہو گیا ہے۔ قادیانی آریوں نے کہا کہ آپ پاکباز ہیں۔ جوانی میں عبادت گذار رہے۔ تصنیفات میں زندہ روح ہے اور آپ کا مشن حکومت کی بغاوت کی طرف رہنمائی نہیں کرتا۔ مثنوی کا شعر اس لئے لکھا تھا کہ میں نے لاہور میں اپنے دوستوں سے برے کلمات سنے تھے کہ آپ خاتم المرسلین ہیں۔ ترک تباہ ہوں گے، سلطان قتل ہوگا اور دنیا کے مسلمان آپ سے التجا کریں گے کہ ایک سلطان مقرر کروں۔ یہ امر باعث رنج تھا۔ کیونکہ وہ مقامات مقدسہ پر قابض ہیں۔ ورنہ ہم ہندوستانیوں کی خبر مطلقاً انہوں نے نہیں لی۔ مناسب تھا کہ ان کے حق میں دعاء بخیر کی جاتی اور آپ نے مسیح کے متعلق سخت لفظ استعمال کئے ہیں۔ ترکیوں کی تباہی کا اشتہار جب آپ نے نکالا تو مثنوی کا شعر میرے منہ سے بیساختہ نکلا۔ مگر جلسہ مذاہب لاہور کی تقریر اور ازالہ اوہام سے معلوم ہو گیا کہ آپ کے متعلق دعویٰ رسالت بہتان ہے اور مسیح کے متعلق آپ کے لفظ الزامی طور پر ہیں۔ جیسا کہ کسی نے حضرت علی کے متعلق کہا ہے کہ۔

آں جوانے بردت مالیدہ
بہر جنگ دوغا سگالیدہ
بر خلافت دلش بسے مائل
لیک بوبکر شد میاں حائل

آخر دل تڑپ اٹھا کہ توبہ کروں۔ مومن آل فرعون کا قصہ یاد آیا کہ: ’’ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ‘‘ اس کا اثر خارج میں بھی محسوس ہوا۔ میں اب حاضر نہیں ہوسکتا۔ شاید جولائی ۱۸۹۸ء سے پہلے حاضر ہو جاؤں۔ امید کہ خدا معافی کی تحریک کرے گا۔ حضور کا مجرم (دستخط راولپنڈی ۲۹ر اکتوبر ۱۸۹۷ء۔ اس بزرگ اور آتھم کے متعلق پیشین گوئی یکساں مشروط تھی۔ مگر بزرگ میں ایمان تھا۔ معذرت بھیج دی اور آتھم میں ظلمت تھی۔ اس لئے وہ احساس خوف پر حلف

نہ کھا سکا اور ہلاک ہوا۔ بعد میعاد پیشین گوئی کے اس نے شور مچایا کہ امرتسر، لدھیانہ اور فیروز پور میں مجھ پر بندوق، سانپ اور دروازہ توڑ کر حملے ہوئے۔ اگر سچ تھا تو نالش کرتا اس کا داماد عدالت میں ملازم تھا۔ وہی ہمت کرتا یا کم از کم میری ضمانت ہی کرواتا۔ مگر وہ تو مارے خوف کے مراہی جاتا تھا۔ بہر حال خدا اس بزرگ کو معاف کرے۔ ہم معاف کرتے ہیں۔ ہماری جماعت اس کو دعائے خیر سے یاد کرے۔ (غلام احمد از قادیان ۲۰ر نومبر ۱۸۹۷ء)

حکومت کی خدمت میں اظہار مظلومیت

چونکہ حکومت سب کو ایک آنکھ سے دیکھتی ہے اور اس کی شفقت ہر ایک قوم کو شامل ہے۔ اس لئے ہمارا حق ہے کہ اپنی تکالیف حکومت کے پیش کریں کہ عیسائی ہماری نرم سے نرم تقریر کو بھی سخت بنا کر بطور شکایت پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ ہمارے نبی کو سخت گالیاں دیتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کے مقابلہ پر بالکل خاموش رہیں۔ ہمارا حق تھا کہ سخت الفاظ کی شکایت کرتے۔ مگر وہ الٹے ہماری شکایت کرتے ہیں کہ مسیح کو یہ لوگ برا کہتے ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ ہم مسیح کو سچا نبی اور راست باز جانتے ہیں۔ اسی بناء پر انہوں نے مجھ پر مقدمہ کھڑا کر دیا تھا۔ جو خارج ہوگیا۔ اس لئے اطلاعاً مرقوم ہے کہ پادری اور ان کی تقلید میں آریہ جو سخت لفظ استعمال کرتے ہیں ہم ان کی زیادتی برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ ظاہر ہے کہ کوئی بھی اپنے مقتداء کے حق میں مفتری یا کاذب کا لفظ نہیں سن سکتا۔ مسلمان بار بار توہین سن کر زندگی کو بے شرمی کی زندگی جانتا ہے تو پھر اپنے ہادی کے متعلق کیونکر توہین سن سکے گا۔ عماد الدین امرتسر نے گالیاں دیں۔ ٹھاکر داس نے برا کہا، رامچند ر نے رسالہ مسیح دجال بنایا، سوانح عمری واشنگٹن میں بھی سخت الفاظ ہیں۔ نور افشان بھی بدزبانی کرتا ہے۔ آپ سوچیں ان بدزبانیوں کے کیا نتائج ہیں۔ کیا ایسے الفاظ کسی مسلمان کی زبان سے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق نکل سکتے ہیں۔ ان سے سخت وہ لفظ ہیں جو انہوں نے خود ہمارے نبی کے متعلق لکھے ہیں۔ جس پر کروڑوں فدا ہیں۔ جن کی نظیر دوسری اقوام میں نہیں مل سکتی۔ پھر ہم پر الٹا شکایت کرنا صریح ظلم ہے۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ حکومت اس رویہ کو پسند نہ کرے گی اور نہ عیسائیوں کو ہم مسلمانوں پر بیجا رعایت دے گی۔ گالیوں کی فہرست اس لئے پیش کی جاتی ہے کہ گورنمنٹ ستم رسیدوں کی اعانت کرے۔ (یہاں پر وہ فہرست ہے جس کو درج کرنا مناسب نہیں) غالباً حکومت کو معلوم نہیں کہ پادری اس قدر بدزبان ہیں۔ ورنہ خود ہی ضرور انسداد کرتی۔ ڈاکٹر کلارک نے عدالت میں لکھوایا تھا کہ سخت کلامی سے ہم پر حملہ کیا گیا ہے۔ اگر عدالت کو معلوم ہوتا کہ ان کی طرف سے کئی سخت حملے ہو چکے ہیں تو کبھی یہ لفظ قلمبند نہ کرتی۔

مذہبی کتابوں کی سختی نرمی بالمقابل رکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ صرف تردید سختی کا مواد نہیں ہو سکتی بلکہ توہین اور سختی یہ ہے کہ کسی قوم کے مقتداء کو نہایت درجہ کی بے عزتی کے ساتھ یاد کیا جائے یا ناپاک افعال کی نسبت دی جائے۔ ہم کیسے سختی کر سکتے ہیں۔ ہم تو خود مسیح کی توقیر پر مامور ہیں۔ ہاں ان کو خدا نہیں سمجھتے۔ مگر پادری ہمارے حضرت ﷺ کے متعلق کیا حسن ظن رکھ سکتے ہیں ان کے نرم لفظ یہ ہیں۔ (نقل کفر کفر نہ باشد۔ آ سی) کہ معاذ اللہ وہ مفتری تھے۔ سو کوئی مسلمان اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ انصاف یہ تھا کہ وہ بھی یہ لفظ چھوڑ دیتے۔ کیونکہ جن لفظوں سے مسیح کی خدائی ثابت کرتے ہیں۔ ان سے بڑھ کر ہمارے نبی ﷺ میں موجود ہیں اور آپ کے نشانات بھی صدہا سے زیادہ ہیں۔ جن میں سے اب بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ گالیاں اس لئے جمع کی گئی ہیں کہ حکومت کو معلوم ہو جائے کہ ابتداء کس سے ہوئی ہے۔ پادریوں نے اپنی شکایت کو ایک روک بنالیا تھا کہ کوئی مسلمان ان کا مقابلہ نہ کر سکے کہ ان کے لفظ سخت متصور ہو کر قانون کے نیچے لائے جاتے ہیں اور پادریوں کو گالیاں دینے کا موقعہ مل جائے۔ مگر دوسرا شخص نرمی کے ساتھ بھی سر نہ اٹھائے۔ امید ہے کہ حکومت مذہبی معاملہ میں کسی کی رعایت نہ کرے گی اور ایسے نوٹس کو دھوکہ کھانے کی وجہ سے لکھا گیا ہے۔ منسوخ سمجھے گی۔

گندی کتابوں کی فہرست

اسی کتاب کے ص۹۱ پر یوں فہرست دی ہے کہ یہ کتابیں اسلام کے خلاف لکھی گئی ہیں۔

۱...... دافع البہتان، از پادری رانکلن ۱۸۴۲ء
۲...... مسیح دجال، از رام چند ۱۸۷۳ء
۳...... سیرۃ المسیح ومحمدؐ، از ٹھا کر داس پادری ۱۸۸۲ء
۴...... اندرونہ بائبل، از آتھم
۵...... تواریخ کا اجمال، از ولیم ۱۸۹۱ء
۶...... ریویو براہین احمدیہ، از ٹھا کر داس ۱۸۸۹ء
۷...... سوانح عمری محمد صاحب، از واشنگٹن
۸...... نور افشاں از مارچ ۱۸۹۶ء لغایت دسمبر ۱۸۹۶ء
۹...... تفتیش الاسلام، از راجرس ۱۸۷۰ء
۱۰...... نبی معصوم، ۱۸۸۴ء از اہل ہنود
۱۱...... پاداش اسلام، ۱۸۶۶ء

۱۲...... ستیارتھ پرکاش، از دیانند ۱۸۷۵ء

۱۳...... خبط احمدیہ، از لیکھرام پشاوری ۱۸۸۸ء

۱۴...... تکذیب براہین احمدیہ، از لیکھرام ۱۸۹۰ء

۱۵...... ثبوت تناسخ، از لیکھرام ۱۸۹۵ء

۱۶...... دشنامہ بر مسیح قادیانی، از نذیر حسین دہلوی ومحمد حسین بٹالوی وعبدالجبار وعبدالصمد وعبدالحق

۱۷...... تائید آسمانی، از محمد جعفر تھانیسری ۱۸۹۲ء

۱۸...... نظم حقانی واسرار قادیانی، از سعدی نومسلم لدھیانہ ۱۳۱۳ھ

۱۹...... بت شکن، از محمد رضا شیرازی

۲۰...... خبط قادیانی کا علاج، از راجندر سنگھ ۱۸۹۷ء

۱۱...... کتاب البریہ پر ایک سرسری نظر

۱...... اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب عالم شباب میں اپنے والد کو خوش رکھنے کی کوشش نہ کرتے تھے اور عہد تعلیم میں قرآن وحدیث کا مطالعہ از خود کیا تھا۔ اس لئے ایسی ٹھوکریں کھائیں کہ مسلمانوں کو اب تک ان کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اور ''یضل به کثیراً'' کا منظر دکھائی دے رہا ہے اور جب ہم عہد تعلیم کے بعد جناب کی اشاعت اسلام کا نقشہ کھینچتے ہیں تو اس میں جابجا ہمیں سخت گیری اور خودستائی کی بدنما شکلیں نظر آتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب کو شروع سے اغیار پر نکتہ چینی کا ایسا ڈھب آیا ہوا تھا کہ دوشالہ میں لپیٹ کر جوتوں کی ایسی مار کرتے تھے کہ مخالفین مجبور ہو جاتے تھے کہ کھلم کھلا دشنامی مقابلہ کریں یا عدالت سے چارہ جوئی کرتے ہوئے ایسی دلدل میں پھنسائیں کہ جناب کو نکلنا مشکل ہو جائے۔ مگر جناب بھی کوئی معمولی ہستی نہ تھے۔ رئیس اعظم تھے۔ آباؤاجداد سے حکومت برطانیہ کے پکے وفادار اور مددگار غیبی تھے۔ کیا مجال تھی کہ جناب کو رہائی دلانے کے وجوہات نہ سوچے جاتے اور مخالفین کو ناکام نہ رکھا جاتا۔ غالباً اسی استظہار کے حوصلہ افزائی پر قبل از وقت جناب کو فرشتے بھی نازل ہوتے ہوئے نظر آتے تھے اور الہام کی بارش بھی ہونے لگتی تھی۔

۲...... قادیان کے متعلق جو لفظی ارتقاء بیان کیا گیا ہے۔ اس کی تصدیق سرکاری کاغذات سے پیش نہیں کی گئی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وجہ تسمیہ میں صرف دماغ سوزی سے کام

لیا گیا ہے۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ جس قدر بھی قادیان کے دورونزدیک دوسرے گاؤں اسی نام سے آباد ہیں۔ وہاں بھی یہی ارتقاء لفظی پیدا ہوا تھا۔ حالانکہ ان کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملتی کہ وقائع مذکوران میں بھی نمودار ہوئے تھے۔ پھر لطف یہ ہے کہ جس نام کے لئے اتنی جدوجہد کی جاتی ہے۔ وہ کدعہ یا کرعہ موضع ظہور مہدی ہے۔ مگر اس ارتقاء میں کسی سٹیج پر یہ بروز نہیں دکھایا گیا اور نہ کوئی سرکاری شہادت پیش کی گئی ہے کہ قادیان کو کسی وقت کدعہ یا کرعہ بھی لکھا گیا تھا۔ اس لئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ کسی غلام قادر یا قادر بخش کے نام پر یہ اور دوسرے گاؤں آباد ہوئے ہیں۔ کیونکہ پنجاب میں ایسے نام کو مختصر کرتے ہوئے اب بھی کادی بولتے ہیں یا یوں کہیں کہ کادی کسی خاص قوم کی عرف عام ہوگی۔ جو اس کے آرائیں (راعین) ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔ بہر حال اگر ہمارا خیال درست نہیں ہے تو جناب کی رائے بھی پایہ یقین تک نہیں پہنچتی۔ بہائی مذہب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ تمام مراحل طے کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ کیونکہ ان کے مہدی کا ظہور ایک ایسے گاؤں سے ہو چکا ہے جو ایران میں اس وقت موجود تھا۔ بہت ممکن ہے کہ اس مذہب کے دوش بدوش چلنے کی خاطر قادیان کو بھی یہ نام دینے کی کوشش کی جارہی ہو اور یہ امر بھی مشتبہ ہے کہ لاہور سے قادیان پچاس میل کے فاصلہ پر مغرب شمال کے کونہ پر کس طرح وقوع پذیر ہے۔ حالانکہ بٹالہ اور گورداسپور وہاں سے مشرق وجنوب میں واقع ہیں۔ جن کے پاس ہی قادیان بھی واقع ہے۔ شاید اس میں بھی کوئی مخفی راز ہو جواب تک نہیں کھلا۔

۳...... جناب کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتدائی تعلیم کو آپ نے دو تین استادوں سے حاصل کی تھی۔ مگر قرآن وحدیث کا مطالعہ اس قدر تھا کہ ان دنوں آپ کو اپنے ماحول کی بھی خبر نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مسائل اسلامیہ میں اور عقائد اسلام کے بیان کرنے میں ہمیشہ رائے تبدیل کرتے رہتے تھے اور نیم ملا بن کر بچارے مسلمانوں کے ایمان خطرہ میں ڈالتے رہے۔ گو اہل دانش اس تعلیمی نقص کو ایک تذبذب ایمانی جانتے ہیں۔ مگر جناب اس کو اپنا مایۂ ناز سمجھتے رہے باب اور بہاء بھی اس نقص کو اور اپنے امی ہونے کو نشان صداقت پیش کرتے رہے اور جس قدر اسلام کو ان کے وجود سے نقصان پہنچا ہے۔ وہ اس قدر نہیں کہ جس قدر جناب کے وجود سے پہنچا ہے۔ کیونکہ ان کا سارا منبع علم مطالعہ ہی تھا اور جناب کا علمی سرمایہ کچھ باقاعدہ تعلیم پا کر بھی حاصل ہوا تھا۔ الغرض ایسے خود رائے مولویوں نے نہ صرف اپنی خود رایوں کو الہامی رنگ چڑھایا ہے۔ بلکہ یہاں تک علم لدنی کے دعویدار ہو کر آگے بڑھے ہیں کہ اپنے اغلاط اور فاسد خیالات کو تجدید اسلام اور تجدید لسان کے پیرایہ میں پیش کرتے ہوئے خوردہ گیر کو کمال پائے استحقار سے ٹھکرا دیا

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن کے نزدیک جہل مرکب ایک لاعلاج بیماری ہے۔ وہ بابی، بہائی اور قادیانی تعلیم کو قبول کرنے سے استکراہ واستنکاف سے کام لیتے ہیں۔

۴...... اسلام جدید کے گروہ اپنے اپنے بانیان مذہب کی علمی طاقت کو قرآنی فصاحت کے مساوی سمجھ کر اپنی لاعلمی اور ناقدرشناسی کا ثبوت دیتے ہوئے یہاں تک بڑھ گئے ہیں کہ لفظی یا معنوی کمزوریوں کے متعلق وہی جواب دیتے ہیں جو آج تک مسلمان قرآن شریف کی حمایت میں پیش کرتے رہے ہے۔ حالانکہ قرآنی عربیت کو اہل زبان عربی فصحاء لاجواب پا کر اس کے سامنے ہتھیار ڈال چکے تھے اور شیرازی یا قادیانی عربیت کو خود معاصرین اہل علم نے بنظر تحسین نہیں دیکھا تو بھلا عرب کے اہل قلم اور فصحائے حجاز سے کب امید ہوسکتی ہے کہ ایسی عربیت کو کم ازکم عربیت کا ہی درجہ بخشیں۔ کہا جاتا ہے کہ اعتراض تو قرآن مجید پر ہوئے ہیں مگر یہ کبھی غور نہیں کیا کسی عرب نے بھی آج تک اس پر اقدام کیا ہے؟ بلکہ جو کچھ آج پیش کیا جاتا ہے وہ ان لوگوں کی کراہت طبع کا نتیجہ ہے جو خود عجمی الاصل یا عرب مستعربہ اور عرب مولدین ہیں۔ اس لئے اس موقعہ پر یہ قیاس مع الفاروق ہوگا۔

۵...... بہاو باب اپنے اصل کے رو سے عربی النسل تھے اور اپنی موجودہ ہستی میں عجمی النسل بن کر ابناء فارس کا مصداق بننے کی کوشش میں تھے اور جناب اپنی موجودہ ہستی میں پنجابی النسل تھے اور خاندان کی رو سے سمرقندی النسل ہونے پر مفتخر ہو کر ابناء فارس میں داخل ہونا چاہتے تھے اور ایک الہام کے رو سے آپ عربی النسل بھی بن چکے تھے۔ لہٰذا مکمل طور پر ابناء فارس نہ بہاو باب تھے اور نہ جناب۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ابناء فارس کا صحیح مصداق صرف وہ لوگ تھے جو اپنے آپ کو اوّل سے آخر تک حضرت سلمان فارسیؓ کی طرح فارسی النسل ہی کہلاتے رہے ہیں۔ باقی دخیل کار اس کا صحیح مصداق نہیں بن سکتے۔ ہاں جناب نے اس موقعہ پر ابناء فارس میں داخل ہونے کا فخر اپنے الہام ’’خذو التوحید یا ابناء فارس‘‘ کی وساطت سے بھی حاصل کرنا چاہا ہے۔ مگر جب اس الہام کو واقعات کے پیش کیا جاتا ہے تو حدیث النفس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ علاوہ بریں اسلامی تعلیم کی رو سے مہدی یا مسیح کا عجمی النسل ہونا سرے سے ضروری ہی نہیں تو پھر معلوم نہیں کہ خواہ مخواہ اس معاملہ کو کیوں چھیڑ دیا ہے۔

۶...... کتب بینی کے استغراق نے جناب کے علم لدنی کو مشکوک کر دیا تھا۔ اس سے پہلے باب نے علوم اکتسابیہ کے متعلق عدم جواز کا فتویٰ دے دیا تھا اور حضرت بہاء صرف ان علوم کی تعلیم جائز سمجھتے تھے کہ جن سے شکم پروری حاصل ہو ورنہ دوسرے علوم عالیہ کے متعلق ان کا

بھی یہی خیال تھا کہ وہ جہالت اور اوہام کے مدارج ہیں اور ان دونوں (باب و بہا) کے نزدیک علم صرف ان تعلیمات کا نام تھا کہ جن کے ذریعہ سے انہوں نے قران شریف کو قرآنی مفہوم جدید پیدا کرنے سے منسوخ کر دیا تھا اور جناب بھی گو قرآن شریف کی تنسیخ کو کفر سمجھتے تھے۔ مگر باطن قرآن سے مفاہیم جدیدہ پیدا کرنے میں آپ بھی ان دو بزرگوں سے کسی طرح کم نہ تھے۔ بلکہ دافع البلاء میں تو جناب نے حضرت داؤد و سلیمان کے قصے بیان کرتے ہوئے اعلان ہی کر دیا تھا کہ جب ایک نبی کو دوسرے نبی کے مقابلہ پر معانی جدید سمجھائے جاتے ہیں تو ہمارا باطن قرآن میں معانی جدید کا اختراع کرنا مولویوں کے مقابلہ میں جو کسی طرح بھی نبوت کے مقام پر نہیں پہنچ سکتے، قابل تعجب نہ ہوگا۔ کیونکہ یہاں نبی اور غیر نبی کا مقابلہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک غیر جانبدار مفتش کے نزدیک یہ تینوں بزرگ ایک ہی درجہ کے علم لدنی رکھنے کے دعویدار تھے۔

۷...... کتاب اقدس میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کی بجائے تمام فصول و ابواب کے شروع میں ''بسم العلی الابھی'' وغیرہ لکھا ہوا ہے اور قرآن مجید کی طرح بڑی سورتوں سے شروع کر کے چھوٹی سورتوں میں ختم کیا ہے۔ آیات کے نشان بھی اسی طرح دیئے ہیں۔ اعجاز المسیح اور استفتاء میں گو ''بسم اللہ'' تو نہیں بدلی۔ مگر قرآنی آیات کی طرح فقرات ختم کئے ہیں۔ حال میں علامہ مشرقی عنایت اللہ نے اپنی کتاب تذکرہ میں قرآن مجید کا مفہوم جدید تراشنے میں یہی چال چلی ہے۔ غالباً ان مدعیان الہام کی یہ کوشش نظر آتی ہے کہ وہ اپنی وحی یا الہام کو قرآن شریف کے مقابلہ پر دکھائیں۔ مگر کجا قرآنی اعجاز اور کجا ان کی پھپھسی عربی کہ ابتدائی طالب علم عربی خواں بھی جس کو اصول عربیت سے گری ہوئی خیال کرتا ہے۔ مسیلمہ کذاب نے فرقان اوّل فرقان دوم لکھا تھا اور جناب ابوالعلاء مصری نے بھی اپنا قرآن تیار کیا تھا۔ مگر باوجودیکہ اہل زبان تھے۔ اس کے مقابلہ پر فیل ہوگئے۔ آج کوئی شخص بھی ان کے اقوال کو مقابلہ پر لانے کی جرأت نہیں کر سکتا تو بھلا پنجابی اور شیرازی ملہموں کی کیا جرأت ہو سکتی ہے کہ اس کا مقابلہ کر سکیں۔ کہنے کو تو کہہ دیتے ہیں کہ حضورﷺ نے قرآن اپنے لفظوں میں لکھا تھا۔ مگر اندھے بھی جانتے ہیں کہ حضورﷺ کے خود اپنے اقوال بھی قرآنی عربیت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

۸...... بہاء و باب نے مخالفین کو ہمج رعاع وغیرہ کہا اور جناب نے اپنے مخالفین کو اس قدر گندے الفاظ سے یاد کیا ہے کہ ان کے جواب میں مخالفین نے ترکی بترکی جواب دینے میں جناب کے دانت کھٹے کر دیئے تھے تو مجبوراً حکومت سے پناہ لی کہ ان کو روک دینا ضروری ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد جب لڑائیوں کا خاتمہ ہوا تو قلمی لڑائیاں شروع ہوگئیں۔

وہابیت کی جنگ میں بڑے بڑے تکفیری اور دشنامی گولے چھوڑے گئے۔ عیسائیت کی جنگ چھڑی تو اس وقت بھی مولانا رحمت اللہ مرحوم اور مولانا محمد قاسم وغیرہ کے باہمی مناقشات میں الزامی طور پر مناظرہ و چیلنج کا دار وسکہ استعمال ہوتا رہا۔ بعد میں جناب کا زمانہ آیا تو تیر و تفنگ کی بجائے دشنامی گن چلنے لگی اور فضائے مذہب کو ایسا مکدر کر دیا کہ جب تک جناب دنیا سے رخصت نہ ہوئے۔ آریوں عیسائیوں اور مسلمانوں نے دشنامی ہتھیار نہ ڈالے۔ کتاب البریہ میں جناب نے گالیوں کی فہرست تقریباً چار سو تک دی ہے۔ جو جناب کی خدمت میں پیش کی گئی تھیں۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ جناب نے براہین، انجام آتھم، اعجاز المسیح اور اعجاز احمدی وغیرہ رسائل میں کیا کیا کچھ کہا ہوگا۔ ورنہ بے وجہ کوئی کسی کو گالیاں دینے پر جرأت نہیں کرسکتا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب کا عہد مسیحیت ایسے گندے مواد سے پر تھا کہ ممکن نہیں کہ آئندہ اس کا ریکارڈ بیٹ کیا جائے۔ عہد رسالت میں گو مخالفین نے سخت وست لفظ استعمال کئے تھے۔ جس کا خمیازہ ان کو بھگتنا پڑا۔ مگر آج پرانی کوئی تحریر یا شعر ایسا نہیں ملتا کہ جس میں اسلام کو یا پیغمبر اسلام کو برے لفظوں سے یاد کیا گیا ہو۔ اس لئے قادیانی لٹریچر کو اسلامی لٹریچر سے کوئی نسبت نہیں دی جاسکتی اور حکومت خواہ کتنے ہی آرڈیننس جاری کرے۔ مگر جب تک قصائد مرزا اور تحریرات مرزا دلخراش الفاظ پیش کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ جوابی توہین کا انسداد مشکل نظر آتا ہے۔ میدان صحافت میں قادیانی اخبارات نے بہت کچھ اصلاح کر لی ہے تو اگر اپنے قادیانی لٹریچر کی اصلاح بھی ہو جائے تو کم از کم جناب کی زندگی پر یہ حرف نہیں آئے گا کہ جناب کا ریکارڈ بہت گندہ تھا۔ گو اب یہ کہنا غلط ہے کہ جناب سے پہلے مناظرین نے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ کیونکہ انہوں نے جو کچھ کہا الزامی طور پر کہا اور اپنے تقدس یا الہامات مسیحیت کو پیش کر کے توہین نہیں کی۔ مگر جناب نے یہ غضب کیا کہ اپنے الہام کو کلام مسیح کے مقابلہ پر رکھ کر انعامی اعلان کر دیا کہ جو شخص میرے الہامات کو کلام مسیح سے کم درجہ ثابت کرے۔ وہ انعام کا مستحق ہوگا۔ بہر حال یہ مقدس توہین آج تک لاجواب رہی ہے۔

۹...... جناب نے اپنی تصانیف میں اغیار کو جنون اور خشک دماغی سے مطعون کیا ہے۔ مگر اپنا یہ حال ہے کہ والد کی وفات کے بعد معاً ایک خواب کی بناء پر فاقہ کشی شروع کر دی اور رنگ برنگ ستونوں کا منظر پیش آنے لگا۔ جس کو عالم ثانی سمجھے اور تقدس اور خشک مزاجی میں پھنس گئے۔ طبیعت پر گوشہ نشینی اور غصہ کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ بات بات پر سخت وست لکھنا شروع کر دیا اور دنیائے مذہب پر وہ کالی گھٹائیں اٹھائیں کہ جن کی ژالہ باری اب تک لوگوں کے

سر صاف کر رہی ہے۔ دوسروں سے کہا کہ ایسا کرنے سے سل دق وغیرہ بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ مگر اپنے آپ کی خبر نہ لی کہ مراق، دوران سر، ذیابیطس کے ساتھ صحت جسمانی کا ستیاناس کر رہا ہے اور ایسی غلط فہمی میں مبتلا ہوئے کہ اپنی بیماریاں بھی نشان صداقت میں داخل کر لیں۔

۱۰...... جناب نے عیسائیوں کے مقابلہ پر مجرم کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ سے قطع تعلق کا نام جرم ہے اور جب جناب پر ادعائے مہدویت و مسیحیت کی بناء پر تکفیری فتوے لگے تو بجائے اس کے کہ آپ اپنے لفظ واپس لیتے اور خدمت اسلام یا کسر صلیب کے لئے مہدی یا مسیح بننے کو ضروری نہ سمجھتے اور ابھرے اور مخالفین کو مجرم قرار دیا اور ''لتستبین سبیل المجرمین'' کا الہام شائع کر کے تمام دنیائے اسلام کو مجرم غیر ناجی اور اسلام سے خارج قرار دیا۔ یہ جناب کا پہلا مقدس حملہ تھا کہ جس سے کوئی مسلم جانبر نہ ہو سکا۔ پھر اس کے بعد دوسرے حملے اس سے بھی بڑھ کر کھلے لفظوں میں کئے۔ جن کا نتیجہ اخیر میں یہ ہوا کہ اسلام کو صرف اپنے تابعداروں میں ہی منحصر کر دیا اور شیرازہ اسلام کو ایسا منتشر کیا کہ تیمور اور چنگیز خان کی روح سے بھی خراج تحسین لے کر چھوڑا۔

۱۱...... سرکاری اعزاز کو الٰہی اعزاز یہاں تک قرار دیا کہ عدالت میں کرسی ملنے کو بار بار ذکر کرتے ہوئے مولوی محمد حسین بٹالوی کو کرسی نہ ملنے کی وجہ اس محویت میں بیان کی ہے کہ گویا آپ کو کرسی کیا ملی تھی۔ عرش بریں مل گیا تھا۔ جس کے شکریہ میں اپنے تمام اندازی الہام بھی گورنمنٹ کے قبضہ میں کر دیئے تھے کہ جسے چاہے اشاعت کے لئے منظوری دے اور جسے چاہے مسترد کر دے۔ مگر یہ پابندی اگر کسی اور مدعی الہام پر عائد ہوتی تو جناب کے نزدیک یہی سخت کمزوری اور ذلت کا باعث ہوتی۔

۱۲...... حضور علیہ السلام کے متعلق ایک موقعہ پر جب ابوسفیان سے سوال ہوا تھا کہ کس قسم کے لوگ داخل اسلام ہو رہے ہیں تو تصدیقی جواب یوں دیا گیا تھا کہ وہ غریب لوگ ہیں۔ پھر آباؤ اجداد کا سوال ہوا تھا تو جواب دیا گیا تھا کہ وہ حکمران نہ تھے۔ تو ہرقل نے یہی علامت صداقت پیش کی تھی۔ مگر یہاں یہ عالم ہے کہ کمشنر صاحب گھر آتے ہیں تو یوں سمجھا جاتا ہے کہ خدا ہی آ گیا ہے۔ کرسی ملتی ہے تو بار بار اپنی صداقت کو اس پر جلوہ افروز کیا جاتا ہے۔ جدی جائیداد اور موروثی وفاداری اور مورث اعلیٰ کے عملداری کو اس رنگ میں بیان کیا جاتا ہے کہ صاف یقین کیا جا سکتا ہے کہ یہ تمام جدوجہد اپنی کھوئی ہوئی جائیداد کو واپس دلانے کے لئے کی جا رہی ہے یا کم از کم موجودہ مالیت کے بقا کے لئے حلف وفاداری میں بیسیوں کتابیں لکھی جا رہی ہیں اور

مخالفت جہاد میں اتنی کوشش کی جارہی ہے کہ گویا حکومت سے الجھنا خدا سے الجھنے کے برابر ہے۔ دوسرا پہلو دیکھئے فخریہ طور پر اپنی جماعت کو ان افراد پر شامل کیا جارہا ہے کہ جن میں سودائے دنیاوی وجاہت کے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔

۱۳...... جناب نے علماء اسلام کی جہالت چار وجوہ سے ثابت کی ہے۔ اوّل یہ قرآن مجید مسیح کو مردہ ثابت کررہا ہے اور یہ لوگ اسے زندہ سمجھتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل اسلام نے قرآن سے ہی حیات مسیح ثابت کی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو کاویہ حصہ اوّل باب حیات مسیح بالقرآن دوم یہ کہ خاتم الانبیاء کا عقیدہ رکھ کر نزول مسیح کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جناب نے بھی تو اس جرم کا ارتکاب کیا ہے کہ آخری مجدد کا نام مسیح موعود ہے اور نبی اللہ بھی ہے اور حکم بھی تو اگر آپ یہ تاویل کریں گے کہ یہ صرف اعزازی خطاب ہے یا یہ نبوت بروزی اور بطریق رجعت ہے تو اہل اسلام بھی یہ تاویل کرتے ہیں کہ خاتم الانبیاء کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت صحیح نہیں اور مسیح کی بعثت حضورﷺ سے اوّل ہو چکی ہے اور نزول کے بعد بعثت سابقہ کے ساتھ خاتم الخلفاء ہوں گے۔ سوم یہ کہ نزول مسیح غلبہ دجال اور غلبہ نصاریٰ کے وقت تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ دو قسم کے غلبے ایک وقت جمع نہیں ہوسکتے۔ جواب یہ ہے کہ جناب کو اصلی حالات پر اطلاع نہیں کہ آثار نزول مسیح میں سے غلبہ نصاریٰ شامل کیا گیا۔ جس کے بعد مسیح دجال یہودیوں کا بادشاہ ہونا قرار پایا ہے جو نصاریٰ پر بھی اپنا تبلیغی اثر کرے گا۔ جس طرح کہ آج کل مسیح ایرانی یا قادیانی عیسائیت کو مغلوب کرنے میں مستغرق ہیں۔ ورنہ حکومت صرف یہودیوں پر کرے گا اور ان کی سرکردگی میں دنیائے اسلام کو مٹانا چاہے گا تو اس ارض مقدس میں پہلے امام مہدی کے ساتھ چپقلش ہوگی۔ بعد میں مسیح علیہ السلام اس لڑائی کا خاتمہ کردیں گے۔ گو اس وقت غلبہ نصاریٰ ہے۔ مگر غلبہ یہود کے قرائن بھی موجود ہونے میں بہت امکان ہے۔ کیونکہ اس وقت وہ ارض مقدس میں جمع ہورہے ہیں۔ چہارم یہ کہ مسیح کو امام مہدی مانتے ہیں اور انکار بھی کرتے ہیں تو اس کا جواب بھی ظاہر ہے کہ نزول مسیح کے اوّل امام المسلمین جناب مہدی علیہ السلام ہوں گے۔ کچھ مدت کے بعد دوسرے امام المسلمین مسیح علیہ السلام ہوں گے۔ جن کو حکم اور مہدی وقت کہا جائے گا۔ چونکہ جناب کو اصل واقعات پر عبور کامل نہ تھا۔ اس لئے نو تعلیم یافتہ کی طرح آپ کو تناقض ہی تناقض نظر آتا تھا۔

۱۴...... جناب نے نزول مسیح اور نزول انبیاء کو یکساں قرار دیا ہے کہ جس طرح مسیح ناصری سے پہلے نزول ایلیاء بروزی طور پر تھا۔ اسی رنگ میں خاتم الانبیاء کے بعد نزول مسیح بھی

بروزی رنگ میں ہوگا۔ ورنہ اگر نزول ایلیا جسمانی طور پر مشروط ہوتا تو مسیح ناصری کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ اگر یہ نظریہ تسلیم کیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ نبی کا بروز بھی مستقل نبی ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بروز ایلیا تسلیم کیا جارہا ہے۔ اسی طرح مسیح ناصری کا بروز یا حضورﷺ کا بروز بھی ضروری طور پر نبی مستقل کے طور پر ہوگا اور جناب کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ نبی مستقل ہیں یا حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی صرف اعزازی نبی تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نظریہ ہی غلط ہے۔ کیونکہ غور سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو ایلیاء تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی خود حضرت مسیح نے اپنے آپ کو ایلیاء قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس سے مراد حضور علیہ السلام کا ظہور تھا جو دونوں بزرگوں کے بعد ہوا اور چونکہ ظہور ایلیا کی خبر بڑی سرگرمی سے دی جارہی تھی۔ اس لئے تمام طبائع اس کی طرف لگی ہوئی تھیں اور جو نبی ظاہر ہوتا تھا اسی کو ایلیا تصور کرنے لگ جاتے تھے اور اگر نزول ایلیا نزول مسیح کے لئے شرط تسلیم کیا جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ حضورﷺ کا نزول جسمانی شب معراج کو ہوا اور نزول مسیح جسمانی طور پر آسمان سے بہت جلد ہونے والا ہے۔ کیونکہ نصاریٰ اور جمعیت یہود کے آثار نمایاں طور پر موجود ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ خود جناب کو تسلیم ہے کہ انجیل نویسوں نے معقولیت کے ساتھ صحیح واقعات قلمبند نہیں کئے۔ اس لئے ان کے بیانات سے ایک نظریہ قائم کرنا نہ صرف غلط ہوگا بلکہ دنیائے اسلام کو بڑے مغالطہ میں ڈالنا ہوگا۔ ہاں یہ نظریہ اگر اسلامی تعلیم پیش کرتی تو پھر کسی قدر نزول مسیح کے بالمقابل ایک ضرور سدراہ واقع ہوتی۔ اس مقام پر جناب نے فخریہ طور پر لکھا ہے کہ نزول مسیح کو بروزی رنگ میں پیش کرنا نیچریوں کو بھی تذبذب سے نجات دیتا ہے۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ وہ تو خدا کی ہستی سے ہی منکر ہوئے بیٹھے ہیں تو ان سے نزول مسیح بروزی کی توقع رکھنا خواب وخیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

۱۵...... جناب نے ایک طعنہ دیا ہے کہ نزول بروزی کی نظیر تو موجود ہے۔ مگر نزول جسمانی کی نظیر موجود نہیں۔ گویا مرزائی تعلیم نظائر قائم کرنے کے بعد قائم نہیں رہ سکتی تو بھلا مسیح بن باپ کی نظیر کہاں سے ملتی ہے؟ اور یا اس کی نظیر کہاں سے پیش کی جاسکتی ہے کہ ایک شخص نبی کا بروز ہو۔ مگر حقیقی نبی نہ ہو۔ توفی اور نزول کے نظائر طلب کرتے وقت ذرہ یہ خیال کرلیا کریں کہ خود آپ کس قدر نظائر پیش کر سکتے ہیں۔ جب ضمیر نے ملامت کی ہوگی تو ایک سو بیس سال کی عمر پیش کردی اور کہہ دیا کہ عمر مسیح کی حد بندی ہوچکی ہے۔ مگر اس حدیث کی تفصیل پر جناب کو نظر دوڑانا نصیب نہیں ہوا۔ ورنہ تو پہلا جواب یہ تھا کہ واقعہ صلیب کے متعلق اہل اسلام کو اشتباہ پڑا کہ آیا اس وقت

آپ کی عمر ۳۳ سال تھی یا ۱۲۰ برس تو جن لوگوں نے آپ کی عمر اس وقت ۱۲۰ تسلیم کی ہے وہ ساتھ ہی چالیس برس کا اضافہ کر کے وفات بعد نزول کے وقت آپ کی عمر ۱۶۰ برس قرار دیتے ہیں اور جو لوگ ۳۳ برس عمر قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک آپ کی عمر بوقت وفات ۷۳ برس بنتی ہے۔ بہر حال دونوں گروہ نزول مسیح کے قائل ہو کر عمر مسیح میں مختلف ہو گئے ہیں اور اپنی اپنی روایت کو تقویت دیتے ہیں۔ ۳۳ برس کی روایت کو تقویت دینے والے قول نصاریٰ اور حیات اہل جنت پیش کرتے ہیں اور ۱۲۰ برس پیش کرنے والے وہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جس میں اپنی عمر حضور ﷺ نے اس عمر کا نصف بتایا ہے۔ جو مسیح کو واقعہ صلیب کے وقت حاصل تھی۔ پھر دونوں فریق مسیح کے لئے دو عمروں کے قائل ہیں۔ ایک عمر کا کوئی قائل نہیں۔ ہاں مرزائی تعلیم نے دونوں مذاہب کو جمع کر کے قطع و برید کے ذریعہ سے مسیح کی ایک مسلسل عمر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر ایمانداری سے کام نہیں لیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ۱۲۰ برس کی حدیث ۳۳ سال کی حدیث کے مقابلہ پر کمزور ہے۔ کیونکہ اس کے راوی کمزور ہیں اور عبارت کی ترتیب بھی قواعد عربیت کے خلاف ہے۔ ''عشرون ومایة سنة '' اور کسی صحیح حدیث سے اس کی تائید بھی نہیں ہوتی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو مان لیا جائے تو اس کا یہ مفہوم بھی نکل سکتا ہے کہ مسیح زندہ ہیں۔ (عاش) اور اس کی تمام عمر (صلیبی اور نزولی) بیس اور ایک سو برس ہے۔ جس کا کچھ حصہ گذار چکے ہیں اور کچھ ابھی باقی ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ جب کسی کی وفات بیان کرتے تو یوں کہتے ہیں کہ: ''مات وله سنة كذا '' اور یوں نہیں کہتے ''عاش وله سنة كذا '' اس لئے محاورہ فہمی کو صحیح دماغ کی ضرورت ہے۔

۱۶...... جناب نے قرآن شریف کو خاتم الکتب کہا ہے اور حضور ﷺ کو خاتم الانبیاء تسلیم کیا ہے اور دونوں فقروں کو ملا کر یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک کوئی نبی جدید مبعوث نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی اور نئی کتاب نازل ہوگی۔ کیونکہ حضور ﷺ آخری اور آخر الزمان نبی ہیں اور قرآن آخری پیغام الٰہی ہے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ کتب الٰہی سابقہ سب کی سب کلی طور پر مٹ چکی ہیں اور نہ یہ کوئی نبی سابق بھی اب تک زندہ نہیں۔ کیونکہ خاتم کا لفظ نہ کسی تعلیم سابق کی موجودگی کو معرض فنا میں ڈالتا ہے اور نہ کسی نبی کی ہستی کو منفی کرتا ہے۔ بلکہ ایسے امور کے لئے دوسری بیرونی شہادتوں کی ضرورت رہتی ہے۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ ایک نبی کی زندگی اس جگہ کیوں تسلیم کی جاتی ہے یا کیوں کتب سابقہ کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے اور بعض نادان مبلغوں کا یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں کہ خاتم کا لفظ جمع کی طرف مضاف ہو کر آئے تو اس کا معنی آخری نہیں ہوتا۔ کیونکہ خاتم

الکتب کا فقرہ اس کی تردید کر رہا ہے۔ علاوہ بریں جب بروزی نبوت کو خاتم الانبیاء اور آخر الزمان نبی مان کر بھی ایچ پیچ سے ثابت کیا جاتا ہے کہ وہی نبوت محمد یہ سدا بہار گلاب کی طرح بار بار پھول دیتی ہے تو نزول مسیح کو مان کر بھی کہا جا سکتا ہے کہ مسیح علیہ السلام بھی اسی گلاب کا ایک پھول بن کر ظاہر ہوں گے۔ نہ یہ کہ ان کا رنگ کچھ اور ہوگا۔ کیونکہ دونوں فریق مسیح موعود کو مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ گو جناب نے اس کو مجدد تسلیم کر کے مسیح موعود قرار دیا ہے اور فریق ثانی مسیح موعود مان کر مجدد تسلیم کرتا ہے۔ مگر دونوں نے بغیر تاویل کے اظہار مطلب کو ممتنع ثابت کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جناب نے خاتم کو گو کسی اور جگہ سعید، افضل، نبی ساز یا اعزازی خطاب سمجھا ہو۔ مگر اس موقعہ پر اظہار عقیدت کے لئے آخری معنی خاتم بمعنی آخر الزمان بھی تسلیم کرنا پڑا ہے۔ جس کا یہ معنی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا اور نہ کوئی کتاب الٰہی نازل ہوگی اور یہ عذر معقول نہیں کہ جناب کی نبوت اور جناب کی وحی چونکہ تائیدی طور پر ہے۔ اس لئے لفظ خاتم کے منافی نہیں ہے۔ ورنہ بہائی مذہب بھی یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ ہم قرآنی آیات کے رو سے گو ختم نبوت کا قول کرتے ہیں۔ مگر خود خدا کے روپ بدلنے کو قرآن سے ہی ثابت کرتے ہیں۔ (دیکھو ایقان کا آخری حصہ) بنابریں ہم یہی بہتر سمجھتے ہیں کہ ایسے تمام مخمصوں سے رہائی پانے کے لئے اسلام کا وہی شاہراہ اختیار کیا جائے کہ جس پر آج تک اہل سنت چلے آئے ہیں۔

۱۷...... ہجرت کشمیر کا نظریہ اگر درست تسلیم کیا جائے تو لما توفیتنی کا معنی یوں کیا جائے گا کہ جب تو نے مجھے کشمیر بھیجا۔ اسی وقت سے میری نگرانی ختم ہو چکی تھی اور ماننا پڑے گا کہ آپ کی روپوشی کے عہد حیات میں ہی فساد نصاریٰ کا وقوع ہو چکا تھا۔ کیونکہ جناب کو تسلیم ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد حواریوں نے یوں کہنا شروع کر دیا تھا کہ مسیح آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور یہ اصول خود ہی غلط ہو جاتا ہے کہ توفی کا فاعل اللہ ہو۔ مفعول بہ انسان اور باب تفعل تو ضرور موت کا معنی ہی مراد ہوگا۔ کیونکہ واقعہ صلیب کے بعد متصل موت واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ مفارقت ہوئی ہے۔ جس کی تائید حدیث اصحابی سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں یوں مذکور ہے کہ: ''ما لا تدری ما احدثوا بعدك مند فارقتهم '' اور یہ کہنا غلط ہے کہ حضور ﷺ توفیتنی کا حوالہ دے کر اپنی وفات کو ثابت کریں گے۔ کیونکہ وفات تو حضور ﷺ کی پہلے ہی ثابت ہوگی۔ زیر بحث صرف یہ ہوگا کہ بعد از مفارقت امت کا فساد ہوا ہے یا نہیں؟ تو اس کے واسطے وقوع موت ضروری نہیں بلکہ مفارقت الیٰ کشمیر بھی کافی ہے۔ علاوہ بریں جب تمثیلی طور پر کوئی فقرہ پیش کیا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اب بھی بعینہ وہی حال پیش آ رہا ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ کسی عام

مفہوم میں اس کے ساتھ اشتراک ہے۔ ورنہ "لیست اول قارورة کسرت فی الاسلام" جب ہی صحیح ہوگا کہ کسی نے بوتل توڑی ہو تو حضور ﷺ کا اپنے کلام میں توفیتنی پیش کرنا یا تو اس لئے ہوگا کہ مسیح علیہ السلام سے پہلے بحث ہو چکی ہوگی اور یا اس لئے کہ نزول فی القرآن کا حوالہ مراد ہوگا۔ بہر حال قول حضور ﷺ کو قول مسیح سے تشبیہ ہے یا توفی کو مفارقت سے مساوی کیا گیا ہے۔ ورنہ موت کو زیر بحث لانا امر زائد ہوگا جو مقتضائے مقام سے تعلق نہیں رکھتا۔

۱۸...... "قد خلت من قبله الرسل" سے حضرت ابوبکرؓ نے یہ ثابت نہیں کیا تھا کہ سارے نبی مر چکے ہیں اور نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ وفات مسیح پر تمام صحابہؓ کا اتفاق ہوا۔ کیونکہ زیر بحث حضور ﷺ کی موت تھی۔ جو آپؓ نے "افان مات او قتل" سے ثابت کر دی تھی اور بعض صحابہؓ کا یہ خیال باطل کیا تھا کہ حضور ﷺ بھی مسیح کی طرح آسمان پر چلے گئے ہیں یا یہ کہ آپ جب تک تمام مخالفین کا کام تمام نہ کر لیں گے نہیں مریں گے۔ یا یہ کہ نبوت محمدی اور موت کو ممکن الاجتماع سمجھنے میں ان کو توقف پیدا ہو چکا تھا۔ تو صدیق اکبر نے یہ تمام آیات پیش کر کے ثابت کر دیا کہ جس طرح انبیاء کا خلو ہو چکا ہے آپ کا بھی ہو چکا ہے اور عہدۂ تبلیغ سے سبکدوش ہو چکے ہیں اور جس طرح جماعت انبیاء کو موت آئی آپ کو بھی موت آ چکی ہے۔ زندہ آسمان پر نہیں گئے تو ایک تمثیلی فقرہ پیش کرنے سے انبیاء اور حضور ﷺ کا خلو بہر صورت یکساں نہیں ثابت ہوگا۔ ورنہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہر ایک نبی کی وفات اپنے اپنے حجرے میں ہی ہوئی تھی۔ یا سب بخار کی بیماری سے فوت ہوئے تھے اور یا سب مدینہ شریف میں ہی مرے تھے وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ بریں جن صحابہؓ کا اتفاق پیش کیا جاتا ہے انہی کی زبانی حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی منقول ہے۔ کیا ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ کی مشہور روایات کتب احادیث میں درج نہیں ہیں یا حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی محدثین نے اب تک نہیں مانی؟ تو قد خلت کا صحیح مفہوم یہ ہوگا کہ انبیاء کی ایک جماعت کا خلو آپ سے پہلے ہو چکا ہے نہ یہ کہ آپ سے پہلے جو تمام انبیاء تھے ان سب کا خلو ہو چکا ہے۔ ناواقفیت کی وجہ سے اس آیت کا ترجمہ بگاڑ دیا گیا ہے۔ اس لئے ہم نحوی ترکیب سے یہ معنی صاف کرنا چاہتے ہیں کہ: "من قبله" مفعول فیہ ہے۔ الرسل کی صفت نہیں ہے۔ کیونکہ جب صفت مقدم ہوتی ہے تو صفت نہیں رہتی۔ بلکہ عطف بیان بن جاتی ہے۔ (بکری بشر) یا مضاف ہو کر مرکب اضافی پیدا کرتی ہے۔ (خیر مقدم) یا موصوف کو الگ جملہ میں داخل کیا جاتا ہے۔ "نعم الشاعر زید لے ھو زید" اور من قبله کو اس انقلاب میں حالت بدلتے نہیں دیکھا گیا۔ اس لئے سرگروے سے اس کو صفت کہنا ہی غلط ہے اور صفت مان کر مقدم سمجھنا ڈبل غلطی ہوگی۔ جو قائل کی قابلیت پر عدم واقفیت

کی مہر لگاتی ہے اور جو لوگ اس آیت کو قیاس اقترانی بناتے ہیں ان کو من قبلہ کا لفظ حد اوسط پیدا کرنے میں سنگ راہ واقع ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کو قیاس تمثیلی کے طور پر پیش کرنا درست ہوگا۔ جو مفید یقین کلی نہیں ہوتا۔ اس لئے اسلامی تعلیم کی رو سے بڑے بڑے وثوق کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ثابت کرتا ہے کہ حضور ﷺ کے قبل ایک جماعت انبیاء کا خلو ہوا کسی کا موت سے اور کسی کا رفع الی السماء سے۔ بہر حال وہ اپنی اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہو چکے ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف میں عام طور پر جمع کے لفظ آتے ہیں۔ مگر بعض دفعہ ان سے مراد کچھ لوگ ہوتے ہیں۔ سارے مراد نہیں ہوتے۔ ''یمددکم باموال وبنین'' اسی طرح یہاں بھی بعض رسول مراد ہیں اور بعض نہیں۔ نیز خلو کا لفظ موت کا معنی نہیں دیتا۔ ''خلو الیٰ شیاطینھم'' حرف جار کے بغیر آئے تو استمرار کا معنی دیتا ہے۔ ''خلت سنة الاولین'' یا گذرنے کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ ''خلت الرسل'' من حرف جار صلہ ہو کر آئے تو بے تعلقی کا معنی دیتا ہے۔ ''خلا منه'' زائد ہو تو خلو اپنے اصلی معنی پر قائم رہتا ہے۔ ''خلت من قبله الرسل'' عرف عام میں گو بعض لفظ موت کا معنی دیتے ہیں۔ مثلاً انتقال، صعود، وصال، رحلت وغیرہ مگر اصلی معنی کے رو سے کوئی بھی موت کا معنی نہیں دیتا۔ اس لئے اگر بعض جگہ خلو کا معنی موت مفہوم ہو تو اس سے یہ قاعدہ نہیں گھڑا جا سکتا کہ ہر جگہ موت ہی موت مراد ہوتی ہے۔ ''امة قد خلت'' کیونکہ قرآن مجید میں ایک لفظ کو عرف عام کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور حقیقی معنی یا استعارہ یا مجاز یا عرف خاص کے طور پر بھی پیش کیا جاتا ہے۔ مگر شناخت کے لئے چشم بصیرت کی سخت ضرورت ہے جو آج کل تعلیمات جدیدہ میں کم پائی جاتی ہے۔

۱۹...... خیر القرون کے بعد فیج اعوج کا زمانہ بتایا جاتا ہے اور چودھویں صدی کو عہد مسیح سمجھ کر پھر خیر القرون کا عہد یقین کیا جاتا ہے اور یوں کہا جاتا ہے کہ حیات مسیح کا مسئلہ وسط زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس قسم کی غلطی مدعی نبوت کے قلم سے صادر نہیں ہونی چاہئے تھی۔ کیونکہ پہلے تو یہی کہنا غلط اور بلا ثبوت ہے کہ خیر القرون میں حیات مسیح کا قول کسی نے نہیں کیا۔ حالانکہ مذاہب اربعہ خیر القرون یا اس کے متصل ہی مرتب ہوئے ہیں۔ جن میں حیات مسیح کو اصولی طور پر تسلیم کیا گیا ہے اور قرآن و حدیث سے اس پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔

دوم...... یہ بھی کہنا غلط ہے کہ ابن عربی ابن قیم اور ابن تیمیہ امام مالک اور ابن حزم وغیرہ وفات مسیح کے قائل تھے۔ کیونکہ اس کی تردید کادیہ حصہ اوّل کے باب اتہامات میں بالتشریح موجود ہے۔

سوم...... یہ بھی غلط ہے کہ ابن تیمیہ ابن قیم اور ابن عربی فیج اعوج کے زمانہ میں نہ تھے۔ حالانکہ یہ بزرگ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں ہوئے ہیں۔

چہارم...... یہ کہ جب اہل سنت کا اجماع پیش کیا جاتا ہے تو معتزلہ کا قول پیش کرنا صحیح نہ ہوگا۔

پنجم...... دیدہ و دانستہ کسی پر اتہام لگانا اخلاقی اور شرعی گناہ کبیرہ ہے جو مدعی نبوت کے پاس بھی نہیں بھٹکنا چاہئے اور اگر سرسید کی تحریروں نے یا حاشیہ نشینوں کی خوشامدوں نے جناب کو دھوکہ میں ڈال دیا تھا تو مدعی نبوت کے لئے ایک اور مشکل آپڑتی ہے کہ حقائق اشیاء دریافت کرنے کے لئے اسے نور باطن کافی نہیں ملا تھا اور اگر خود ہی مطالعہ کی کثرت سے الٹا سمجھا تھا تو یہ بھی نقص ہوگا اور غالباً یہی کمی رہ گئی ہے۔ کیونکہ جب عہد شباب میں جناب نے قرآن وحدیث کا مطالعہ شروع کیا تھا تو مشکل سے صحاح ستہ اور تصوف کی عام کتابیں دیکھ ڈالی ہوں گی۔ ورنہ مہدویت اور مسیحیت یا تبلیغ اسلام کی دھن میں آپ کو کب وسیع مطالعہ کی وسعت ملی ہوگی کہ کم از کم ابن تیمیہ اور ابن قیم کی تصانیف ہی مطالعہ کر لیتے۔ یا کم از کم علامہ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ کی مشہور کتاب ''الجواب الصحیح لمن بدل قول المسیح'' جلد دوم ص ۲۸۲ مطبوعہ مصر ہی دیکھ لیتے۔ تاکہ انہیں ان کا اپنا مسلک اور اسلام کا صحیح نقشہ نظر آجاتا۔'' قال الامام وما قتلوه وما صلبوه۰ اضاف الیٰ الیهود وذمهم علیه ولم یذکر النصاری لان الذین تولوا صلب المصلوب المشبه به هم الیهود ولم یکن احد من النصاریٰ شاهداً معهم بل کان الحواریون غائبین خائفین فلم یشهد احدمنهم الصلب وانما شهده الیهود وهم الذین اخبرو الناس انهم صلبوا المسیح والذین نقلوا ان المسیح صَلب من النصاریٰ وغیرهم انما نقلوه عن اولئك الیهود وهم شرط من اعوان الظلمة لم یکونوا خلقا کثیرا یمتنع توالؤهم علی الکذب۰ لیؤمنن به قبل موته۰ معناه قبل موت المسیح قیل قبل موت الیهودی وهو ضعیف کما قیل قبل موت محمد وهوا ضعف ولالنفعه ایمانه...... وهذا یعم الیهود والنصاری۰ فدل علی ان جمیع اهل الکتاب الیهود والنصاریٰ یومنون بالمسیح قبل ان یموت المسیح وذلك اذا نزل امنت الیهود والنصاریٰ بانه رسول الله لیس کاذبا کما یقول الیهود ولا هو الله کما یقول النصاریٰ۰ والمحافظة علیٰ هذا العموم اولیٰ من ان یدعی ان کل کتابی یومن به قبل موت الکتابی لانه خلاف الواقع۰ وارید بالعموم عموم من کان موجود

احین نزولہ لا من کان میتامنهم لقوله لا یبقی بلدالا دخله الدجال الا مکة والمدینة ای المدائن الموجودة حینئذ ۰ فالله ذکر ایمانهم به اذا نزل الیٰ الارض فان الله تعالیٰ ذکر رفعه الیه بقوله انی متوفیك وهو ینزل الیٰ الارض قبل یوم القیمة ویموت حینئذ اخبر بایمانهم قبل موته ۰ ما قتلوه بیان ان الله رفعه حیاء سلماه من القتل وبین انهم یؤمنون به قبل موته وکذالك قوله تعالیٰ ومطهرك ولومات لم یکن بینه وبین غیره فرق ولفظ التوفی معناه الاستیفا والقبض وذلك ثلثة انواع احدها توفی النوم والثانی توفی الموت الثالث توفی الروح والبدن جمیعا فانه بذالك خرج عن حال اهل الارض المحتاجین الیٰ الاکل والشرب واللباس والبول والبراز والمسیح توفاه الله وهو فی السماء الثانیة الیٰ ان ینزل الیٰ الارض لیست اهل السماء کاهل الارض“

۲۰...... جناب نے الزام دیا ہے کہ مسلمان قرآن کے خلاف چار طرح عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح موعود حقیقی نبی ختم الانبیاء ہے اور زندہ ہے اور انسان کا آسمان پر اتنی دیر زندہ رہنا مانتے ہیں۔ حالانکہ زمین پر بھی کوئی شخص اتنی دیر زندہ نہیں رہا۔ جواب یہ ہے کہ مسیح کی نبوت پہلے کی ہے بعد کی نہیں اور آپ کی حیات حافظ ابن تیمیہ نے قرآن سے ثابت کی ہے اور منتہی الارب میں عوج کی زندگی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد تک لکھی ہے۔ (دیکھو لفظ عوج) اور یہ عذر کہ آسمان کا لفظ حدیث میں نہیں ہے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ حدیث معراج میں آپ کی ملاقات آسمان ہی پر ہوئی تھی اور یہ حدیث مرفوع متصل بھی ہے اور نزول الیٰ الارض کا لفظ کئی احادیث میں موجود ہے جو رفع علی السماء کا مقتضی ہے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل غلط ہوگا کہ کسی موضوع حدیث میں بھی رفع جسمانی کا ذکر نہیں ہے اور بیس ہزار روپیہ کا انعام صرف کہنے کو ہے دینے کے لئے نہیں۔ اب اگر اپنے وعدہ کا پاس ہے تو مرزائی اپنی تمام کتابیں جلا دیں اور توبہ کریں۔ کاویہ جلد اوّل میں اور روایتیں بھی درج ہیں جن میں سماء کا لفظ موجود ہے۔

۲۱...... ”حملناهم فی البحر والبر“ کا مفہوم یہ نہیں کہ خدا ان کو اپنے کاندھوں پر اٹھاتا ہے۔ بلکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے اس کو سوار کر دیا ہے۔ مطلب خود نہیں سمجھے استعارہ کی جھٹ سوجھ گئی کہ طالب علموں پر فرشتے سایہ کرتے ہیں۔ حالانکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ وہ پر بچھاتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام کا نزول صحیح معنوں میں فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ جناب

نے جب خدا سے دستخط کرائے تھے تو قلم کی چھڑکی ہوئی سیاہی کی چھینٹیں کرتے پر نمودار ہوگئی تھیں اور کہا گیا تھا کہ الواح موسیٰ کی طرح غیر محسوس کو محسوس ہوگیا ہے۔ مگر اب فرشتوں کو کیوں محسوس نہیں سمجھا جاتا۔

۲۲...... یہ اپنی نادانی ہے کہ لوگوں کو نادان سمجھ کر کہا جاتا ہے کہ یہ دھوکا دیتے ہیں کہ مسیح کو قتل اور صلیب سے چونکہ موت نہیں آئی۔ اس لئے وہ آسمان پر چلے گئے۔ کیا ان کو بچانے کے لئے زمین پر کوئی جگہ نہ تھی؟ جواب یہ ہے کہ رفع مسیح کا عقیدہ آپ کے پیش کردہ اصول پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ اہل اسلام کے پاس صاف لفظ موجود ہیں۔ ''انہ حی ، ان عیسیٰ لم یمت انہ راجع الیکم'' اپنی کمزوری دوسروں کے سر تھوپنی اچھی نہیں اور یہ حملہ خدا کی قدرت پر ہوگا کہ حضور علیہ السلام کو تو غار میں پناہ دی اور مسیح کو آسمان پر۔ کیا خدا تعالیٰ نے طریق نجات صرف ایک ہی رکھا ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو غرق ہونے سے نجات دی تو پانی پھاڑ دیا۔ نوح علیہ السلام کو بچایا تو کشتی تیار کروائی اور لوط علیہ السلام کو بچایا تو ہجرت کا حکم دیا اور ابراہیم علیہ السلام کو بچایا تو آگ سرد کردی۔ اب بھی کہئے کہ ہماری منشاء کے مطابق نجات کا سلسلہ قائم نہیں رہا۔

۲۳...... تورات میں مصلوب کو ملعون قرار دیا گیا ہے۔ اس میں یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ مصلوب صلیب پر مر بھی گیا ہو اور جناب بھی مانتے ہیں کہ مصلوب زندہ رہ سکتا ہے۔ مولوی چراغ علی نے بھی اپنی کتاب واقعہ صلیب میں کئی واقعات لکھے ہیں کہ مصلوب زندہ رہ سکتا ہے۔ اب بتائیے کہ اگر عیسائیوں نے تین دن کے لئے بقول جناب مسیح کو ملعون کر دیا تھا تو آپ نے بھی کچھ کمی نہیں کی۔ آپ بھی تو تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام مصلوب ہوا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہ معاذ اللہ ملعون ہوا اور ۸۷ برس لعنتی حالت میں رہ کر کشمیر میں جا مرا۔ اس لئے اسلام کی نظر میں یہودی عیسائی اور مرزائی تینوں فرقے مسیح کو مصلوب مان کر ملعون قرار دیتے ہیں۔ مگر اسلام کہتا ہے کہ یہودی آپ کو صلیب پر زندہ نہیں لا سکے۔ ''ماصلبوہ'' اور نہ ہی قتل کر کے صلیب پر کھینچ سکے۔ ''ماقتلوہ'' بلکہ ایک دوسرے شخص کو آپ کی بجائے صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ ''شبہ لھم'' اس کی زیادہ تشریح نمبر ۱۹ میں دیکھو۔ افسوس ہے کہ جس کنویں میں گرنے کا الزام اہل کتاب کو دیا جاتا ہے۔ اس میں خود گر رہے ہیں اور اپنی بے بنیاد تحقیق پر اس قدر غرہ ہو رہے ہیں کہ دوسروں کو نادان، کم فہم، جاہل اور عقل کے دشمن سمجھا جاتا ہے اور یہ اپنی کمزوری ہے کہ مسیح کو لعن سے بھی نہیں بچا سکے۔

۲۴...... رفع روحانی کی بحث ہجرت کشمیر کے نظریہ میں گذر چکی ہے کہ رفع روحانی

زیر بحث نہ تھی۔ بلکہ صلیب پر کھینچا جانا زیر بحث تھا۔ یہودی کہتے تھے کہ ہم نے ان کو صلیب دے دیا ہے۔ اس لئے وہ لعنت میں آ گئے ہیں۔ عیسائیوں اور مرزائیوں نے یہ سمجھا کہ صلیب پر مرنا یا مرے رہنا بھی لعنت کے لئے شرط ہے۔ اس لئے انہوں نے آپ کی زندگی بعد میں از سر نو ثابت کی۔ مگر قرآن شریف نے سرے سے انکار ہی کر دیا کہ آپ صلیب پر کھینچے ہی نہیں گئے تھے تو لعنت کیسی؟ اب اناجیل اربعہ یا تحقیق سرسید کی تائید میں صلیب مان کر پھر زندگی کا قول کرنا اور صلب کا معنی صلیب پر مرنا مراد لینا قرآن میں تحریف ہوگی۔ جس کا ثبوت اسلام اور انجیل برنباس میں نہیں ملتا۔ جو عینی شہادت پر مشتمل ہے۔ برخلاف اناجیل اربعہ کے کہ ان میں واقعہ صلیب کی کوئی عینی شہادت موجود نہیں ہے۔ انہوں نے صرف یہودیوں سے سن کر یہ واقعہ لکھا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ نے ثابت کر دیا ہے۔

۲۵...... رفع روحانی ہر ایک راست باز کا ہوتا ہے اور موت بھی ضروری ہے تو یہ کہنا غلط ہوگا کہ مسیح کو انی رافعک میں رفع روحانی اور موت کا وعدہ دیا گیا تھا۔ کیونکہ وعدہ اس چیز کا ہوتا ہے کہ فی الحال موجود نہ ہو اور آئندہ حاصل ہو۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ مسیح کو ان دونوں میں شک تھا۔ اس لئے خدا نے آپ کی تسلی کر دی تھی۔ تو اس آیت کا صحیح ترجمہ رفع جسمانی اور توفی جسمانی سے ہی کرنا پڑے گا۔ تاکہ وعدہ اپنے صحیح معنوں میں پورا ہو اور یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن شریف میں ہر جگہ رفع بمعنی اعزاز اور رفع روحانی ہوتا ہے۔ مانا کہ ایک دو جگہ ہو مگر رفعنا لک ذکرک میں ذکر کی روح کہاں سے لائیں گے۔ رفعنا فوقکم الطور میں کوہ طور کی روح کو مرفوع کیسے مانیں گے اور رفع ابویہ علے العرش کیسے مانا جائے گا کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کی روحیں تخت پر بٹھائی تھیں۔ اس لئے قادیانی تعلیم کا یہ اصول غلط ہے کہ ایک جگہ اگر کوئی محاورہ آ جائے تو سارے قرآن میں وہی برتا جاتا ہے۔ خود توفی کا لفظ جو اپنی اصلیت کی رو سے موت پر دلالت نہیں کرتا کبھی توفی بالموت کے مقام موت کا معنی دیتا ہے اور کبھی توفی بالنوم کے موقعہ پر صرف توفی نفس کا معنی دیتا ہے اور جب رفع کے ساتھ مل کر آتا ہے تو توفی جسمانی مع رفع جسمانی کا معنی دیتا ہے۔ یقین کا لفظ لیجئے سورۃ تکاثر میں یقین علم کے موقعہ پر استعمال ہوا ہے اور حتیٰ یاتیک الیقین میں موت کا معنی دیتا ہے۔ اسی طرح دابۃ الارض سے سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں دیمک مراد ہے اور یاجوج ماجوج کے واقعات میں ایک خاص معجز نما پرند مراد ہے اور ما من دابۃ میں تمام جاندار اشیاء مراد ہیں۔ اس لئے جناب کی تحقیق پر تقلید کرنے والوں سے گذارش ہے کہ اس موقعہ پر جناب کو معذور سمجھیں۔

۲۶...... نیچریوں کی خوشامد میں خلاف قرآن واقعات میں تبدیلی پیدا کرنا راست بازوں کا کام نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ان سے یہ کہا جائے کہ خر دجال سے مراد ریل گاڑی ہے تو وہ پھر تمسخر اڑائیں گے کہ یہ تو مسیح قادیانی کی پیدائش سے پہلے ہی موجود تھی۔ تو نزول مسیح سے اس کا کیا تعلق ہوا اور خود ہی اس پر سوار ہوتے تھے تو دجال کے لئے کیوں مخصوص رہی۔ دجال اگر مشنری اور مشین ساز انگریز ہیں تو ان کا داخلہ قادیان میں کیوں جائز رکھا گیا۔ کیونکہ اس کو جناب نے مکہ لکھا ہے اور اب مرید مدینۃ المسیح کا مصداق لاہور اور قادیان دونوں کو قرار دیتے ہیں تو پھر مستری اور مشنری کیوں وہاں داخل ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر مسلم بین الفریقین ہے کہ مکہ اور مدینہ میں دجال کا داخلہ ممنوع ہوگا۔ وہ مسیح ہی کیا ہوا کہ مکہ مدینہ سے دجال کو بھی نہیں روک سکا اور اگر کہا جائے کہ یہ سب فرضی اور اعزازی نام ہیں تو سارا بھروپ ہی کھل جاتا ہے کہ نبوت بروزی سے بھی مراد صرف فرضی نبوت ہوگی۔ مگر ہمیں تعجب ہے کہ اسلام میں دجال ایک خاصی ہستی کا اسم علم معلوم ہوتا ہے اور جناب نے نیچریوں کو خوش کرنے کی خاطر دو جماعتوں کا نام کیوں رکھ دیا اور پھر یہ کیوں کہہ دیا کہ دجال اسم جمع ہے۔ کیا وہ اتنے ہی عربی زبان سے ناآشناء ہیں کہ جناب کی ملمع سازی پر مطلع نہیں ہوں گے۔ ورنہ صاف کسی لغت کا حوالہ دیا جاتا کہ دجال اسم جمع ہے۔ یا دو جماعتوں (مشنریوں اور مستریوں) نام ہے۔ ورنہ یوں سمجھا جائے گا کہ دجال کی وجہ تسمیہ میں جو محاورات کتب لغت میں پیش کئے گئے ہیں۔ جناب نے غلطی سے ان کو ہی اس لفظ میں موضوع سمجھ لیا تھا۔ غالباً اگر جناب کے پیرو نظر ثانی کرتے تو ضرور جناب کے خلاف اپنی رائے تبدیل کر لیتے۔ لیکن بدقسمتی سے تابعداروں نے اس غلط تحقیق کو الہامی تحقیق سمجھ کر لغوی استناد کو فضول سمجھا ہوا ہے اور اس قدر رغرہ ہو گئے ہیں کہ اپنے تمام مخالفین کو بھی دجال کا لقب دیتے ہوئے ایسے بدنام ہوئے کہ خود بھی اس لفظ کا مصداق سمجھے جانے لگے اور بے جا تحریف کی وجہ سے اپنے شیخ کو بھی اس لفظ سے نہ بچا سکے اور تاویل کی مجبوری پر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اگر دجال کے متعلق تاویل وتحریف نہ کی جائے تو دجال کو دو متضاد دعاوی کا مدعی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ خدا بھی ہے اور نبی بھی۔ مگر جناب ہی بتائیں کہ آپ نے یہ دونوں متضاد دعوے کیوں جمع کر لئے تھے کہ میں نبی بھی ہوں اور ایک دفعہ خدا بھی بن گیا تھا؟ تو ممکن ہے کہ وہ دجال بھی نبی بن کر اپنے مکاشفات کے رو سے خدائی دعویٰ کرے گا یا بڑا مستری یا مشنری بن کر عجیب عجیب کرتب دکھائے گا۔ جو اہل یورپ کو بھی دنگ کر دیں گے۔ کیونکہ دنیا ترقی کر رہی ہے اور ایسے ناممکن امور ممکن ہو رہے ہیں کہ بقول جناب وہ خدائی کام سمجھے جاتے ہیں۔

۲۷...... مسیح ایرانی کے وقت سے مادی ترقیات کا ظہور ہوا ہے۔ اس لئے ریل گاڑی اخبارات مطبع وغیرہ تمام ایجادات کو مخصوص طور پر صرف جناب کی صداقت کا معیار ٹھہرانا صحیح نہ ہوگا اور تقریبی حساب سے یوں کہنا بھی صحیح نہیں کہ حضور ﷺ مثیل موسیٰ تھے اور میں مثیل عیسیٰ ہوں کہ چودھویں صدی میں ظاہر ہوا ہوں۔ کیونکہ پہلے تو اس تقریبی حساب سے مسیح ایرانی بھی مسیحیت کا حقدار ثابت ہوتا ہے۔ دوم حضور ﷺ کو مثیل موسیٰ علیہ السلام قرار دینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ جناب کی طرح حضور ﷺ بھی بروزی رنگ میں ظلی نبی تھے۔ جو صرف غلط ہی نہیں بلکہ حضور ﷺ پر ایک سخت حملہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنی شخصیت ثابت کرنے پر جناب نے دوسروں کی شخصیت کو قربان کر دیا تھا۔ سوم یہ بھی غلط ہے کہ مثیل مسیح لما یلحقوا کے ماتحت حضور ﷺ کی ذات مبارک کا رجعت کے طور پر بعثت ثانیہ کا مصداق ہے۔ کیونکہ شیعہ مذہب کے سوا اہل سنت کی کسی جماعت نے رجعت یا تناسخ کو قبول نہیں کیا۔ حالانکہ جناب کا دعویٰ ہے کہ آپ اہل سنت والجماعت ہیں۔ پھر غضب یہ کیا ہے کہ الوصیت میں پھر اپنی رجعت بتاتے ہوئے کہا ہے کہ میں قدرت ثانیہ ہو کر ظاہر ہونے کو ہوں گا تو جناب کے بعد جب مریدوں نے قدرت ثانیہ بننے میں اپنے اپنے دلائل پیش کئے تو چونکہ خلیفہ محمود گدی نشین ہو چکے تھے اور اپنے باپ سے ”کان اللہ نزل من السماء“ کا خطاب پا کر میدان جیت چکے تھے۔ اس لئے محمد سعید سمبڑیالی، ظہیر گوجرانولہ، یار محمد ہوشیار پوری اور فضل احمد چنگا لوی وغیرہ فیل ہو گئے اور احمد نور کابلی کا بھی بس نہ چلا۔ بہرحال اس بروز اور رجعت نے ایسا فتنہ برپا کیا ہوا ہے کہ جابجا نبوت کا نرخ دھیلے کی بڑھیا سے بھی زیادہ سستا ہو رہا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ فتنہ فتنہ ارتداد سے بھی بڑھ کر اسلام کے لئے ضرر رساں ہے۔

۲۸...... رسالہ (کلام الرحمٰن ص۱۱۲ وید ہے نہ قرآن) میں بھکشو لکھنوی آریہ نے اپنے رشیوں کی بود و باش کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تبت میں چار رشی حضرت آدم علیہ السلام کی طرح پیدا ہوئے تھے اور خدا نے اپنا روپ ان میں لیا تھا تو انہوں نے چاروں وید شائع کئے تو پھر غائب ہو گئے۔ معلوم نہیں کہ اس سے پہلے وہ چار رشی کتنی دفعہ ظاہر ہو چکے ہیں۔ انقلاب زمانہ کے باعث جب وید کی تعلیم پر پابندی کرنا مشکل ہو جاتا ہے تو اس وقت ظاہر ہو کر ویدوں کی تجدید کرتے ہیں اور ان کا مفہوم جدید پیش کر کے غائب ہو جاتے ہیں۔ بعض دفعہ دیانند جیسے راست باز بھی تجدید وید کے اعزاز سے ممتاز ہوتے ہیں اور از سر نو ویدوں کے معانی قائم کرتے ہیں۔ جناب بھی دیانند کے ہمعصر تھے اور ہمیشہ اس سے برسر پیکار رہے ہیں۔ غالباً اس کے مقابلہ

میں آپ نے بھی یہ افسانہ تیار کیا ہوگا کہ نبوت محمدیہ بھی ضرورت زمانہ کے مطابق قرآنی مفاہیم کا روشن پہلو دکھانے کے لئے مجدد دین کی صورت میں بار بار ظاہر ہوا کرتی ہے اور اس کی تائید میں لما یلحقوا اور حدیث مجدد دین کو پیش کرنے کی سوجھی ہوگی اور آسمانی نشانات کے اظہار کے ساتھ دیانند کو خوب حیران کر دیا ہوگا۔ ورنہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک معمولی تعلیم یافتہ مولوی کہ جس نے قرآن وحدیث کی باقاعدہ تعلیم بھی نہ پائی ہو اور اس کو علوم قرآنیہ میں خود بھی دسترس حاصل نہ ہو اور نہ ہی یہ معلوم کیا ہو کہ علمائے اسلام نے قرآن وحدیث کی خدمت میں کیا کیا قلمی لڑائیاں کی ہیں۔ جن سے ناپاک ہستیاں اب تک نالاں ہیں۔ کیسے جرأت کر سکتا ہے کہ مبلغ اسلام بن کر ترقی کرتے ہوئے مہدی، مسیح، کرشن اور خدا بن جائے تو اگر یہ سب کارروائی سب نقلی تھی تو نقل را ہم عقل باید کے بموجب اس پر اصرار نہیں کرنا چاہئے تھا اور اگر دیدہ و دانستہ کسی کے مقابلہ پر یہ طریق اختیار نہیں کیا تھا تو سخت افسوس ہے کہ لما یلحقوا کو اسی مفہوم پر کیوں نہ رہنے دیا۔ جس پر کہ آج تک قرآنی مفہوم قائم تھا کہ حضور ﷺ اپنے زمانہ میں بھی دنیا کے لئے مبعوث تھے اور آئندہ کے لئے بھی قیامت تک باقی نسلوں کے واسطے مبعوث سمجھے گئے ہیں اور یہ معنی غلط نہ تھا۔ کیونکہ دوسرے انبیاء بھی اپنی اپنی وسعت بعثت کے مطابق آئندہ نسلوں کے لئے بھی مبعوث سمجھے گئے تھے اور ان میں یہ ضرورت محسوس نہ ہوئی تھی کہ کچھ مدت کے بعد کوئی ان کا بروز پیدا ہو۔ مگر تعجب یہ ہے کہ ایک غلط راستہ پر خود چل کر دوسروں کی تجھیل کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ قرآن کا صحیح مفہوم جناب پر ہی مکنشف ہوا ہے اور اتنا بھی خیال نہیں کیا کہ اگر بروز محمدی حق تھا تو خلافت راشدہ کو ہی بروز محمدی تسلیم کیا جاتا اور بعد میں جب فیج اعوج کا عہد آیا تھا تو ضرورت زمانہ کو ملحوظ رکھ کر اسی وقت ہی بروز محمدی کا ظہور ہوتا۔ کیا خدا تعالیٰ کو ترس نہ آیا کہ امت محمدیہ تو وسط زمانہ میں گمراہ ہو رہی ہو اور بروز محمدی کو روک دیا جائے اور جب اچھی طرح ستیاناس ہو گیا اور بقول جناب رشد وہدایت کا زمانہ آیا تو خدا کو بھی بروز محمدی کی سوجھی۔ کیا یہی انصاف ہے جو مرزائی تعلیم پیش کر رہی ہے۔ دوسروں کو مخول کرنا ہی آسان ہے۔ اپنی کمزوری کو کمزوری ہی نہیں سمجھا جاتا۔

۲۹...... کہا جاتا ہے کہ جناب نے کسر صلیب کی اور قلمی جنگ کے ذریعہ عیسائی مذہب کے تمام اصول توڑ ڈالے۔ مگر اہل دانش کے نزدیک یہ نعرہ نہیں لگایا جا سکتا۔ بلکہ صرف ان لوگوں کے سامنے یہ آواز کسی جا سکتی ہے کہ جنہوں نے اسلامی واقعات اور اسلامی لٹریچر کو براہ راست نہیں دیکھا اور اگر دیکھا ہے تو انگریزی لٹریچر یا قادیانی تعلیم کے زیر اثر ہو کر دیکھا ہے۔ ورنہ اگر مخلے بالطبع ہو کر دیکھتے تو علامہ ابن قیم اور حافظ ابن تیمیہ کی تصانیف ہی کسر صلیب میں وہ

منظر دکھاتیں کہ براہین احمدیہ کی کوئی ہستی باقی نہ رہتی۔ ان کے بعد القول الفصیح نوید جاوید، اظہار حق کا مطالعہ کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ جناب ان کے سامنے طفل مکتب بھی نہ تھے۔ بعد میں اگر مولانا محمد قاسم مرحوم کے تصانیف پر نظر ڈالتے تو صاف بول اٹھتے کہ واقعی کسرِ صلیب میں کوئی کسر باقی نہیں رہی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ آج چشم بصیرت بند کر کے جناب کے غلط سلط اور طعن آمیز مضامین کو سمجھا جاتا ہے اور یقین دلایا جاتا ہے کہ بس کسر صلیب ان سے ہی ہوئی ہے۔ اس سے پیشتر نہیں حالانکہ نرا جھوٹ ہے اور صاف پردہ پوشی ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں کو گھڑے کا مینڈک بنایا جا رہا ہے۔

۳۰...... ابطال کفارہ کی دلیل جناب نے یوں دی ہے کہ مسیح کا جسم ناپاک بھی جہنم میں جانا چاہئے تھا۔ مگر وہ نہیں مانتے تھے اس لئے ان کا عقیدہ معقول نہیں ہے۔ مگر جناب بھی تو موجودہ جسم کے قائل نہیں کہ یہی بعینہ دوسری دنیا میں موجود ہوگا۔ بلکہ آپ کا بھی تو مذہب یوں ہے کہ یہ جسم فنا ہو جاتا ہے اور ایک دوسرا جسم روح کو ملتا ہے۔ جس میں وہ ساکن ہو کر دوزخ یا جنت میں جاتا ہے تو حضرت مسیح کی روح بھی جب اس جسم عنصری کو چھوڑ چکی تھی تو اس کو بھی ایک قسم کا دوسرا جسم مل گیا ہوگا۔ جس کی وجہ سے اس کو عذاب کا احساس ہوتا رہا۔ اس لئے جناب سے کسر صلیب نہ ہوئی۔

۳۱...... اگر دجال اور مسیح کے ماننے سے اگر شرک کی بنیاد پڑتی ہے یا ختم نبوت کا مسئلہ مخدوش ہو جاتا ہے اور ایمان میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے تو جناب کی تعلیم سے بھی تو شرک کی بنیاد پڑ گئی ہے کہ خلیفہ محمود ''کان اللّٰہ نزل من السماء'' بن گئے اور آپ اپنے مکاشفہ میں خدا کے اندر ایسے جذب ہو گئے کہ آپ کا نام ونشان تک نہ رہا۔ پھر آپ نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ مجھ میں بروز نبوت محمدی ہوا ہے اور جب یہ خدشہ پیدا ہوا کہ ختم نبوت کا مسئلہ مخدوش ہوا جاتا ہے تو آپ نے کہہ دیا کہ میں خود محمد ہوں اور نبوت محمدی، محمد کے پاس ہی رہی۔ مگر اس تاویل کو کون عقل کا دشمن مان سکتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ آپ محمد ہیں مگر محمد ثانی ہوں گے اوّل نہیں ہو سکتے۔ بہر حال یا تناسخ مان کر ایمان کمزور کرنا پڑے گا اور یا مسئلہ ختم نبوت پر ہاتھ صاف ہو جائے گا۔ اس لئے اگر جناب کے پہلے اسلام میں نقائص تھے تو آپ کے آنے پر اسی قسم کے اور نقائص پیدا ہو گئے ہیں۔

۳۲...... تصدیق قرآنی وعقلی وآسمانی کو اپنا معیار صداقت قرار دیا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک کسوف وخسوف اگر صحیح طور پر ہوا تھا تو صرف آپ کے لئے نہ تھا۔ بلکہ بہائی مذہب بھی اس میں شریک کار ہے۔ عقلی دلائل بھی دیکھ لئے ہیں جو صرف اپنے ملفوظات پر ہی مبنی ہیں اور قرآنی

دلائل سے بھی جناب کا مبلغ علم معلوم ہو چکا ہے۔ بہر حال قادیانی تعلیم اپنے ہی پیش کردہ تین اصول سے بھی نا قابل التفات ہے۔

۳۳...... حدیث حلیہ سے جناب نے دو مسیح ثابت کر دیئے ہیں کہ ایک سرخ رنگ کا تھا اور دوسرا گندم گوں۔ مگر عینی شہادت اور فوٹو بتا رہا ہے کہ جناب کا رنگ تو بالکل سفید تھا۔ اس لئے نہ آپ گندمی مسیح تھے نہ سرخ مسیح بلکہ سفید مسیح تھے۔ اس کے علاوہ آپ اپنی کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' کے آخری باب میں لکھ چکے ہیں کہ مسیح کو گورا یعنی سفید رنگ لکھتے تھے تو اس حساب سے چار مسیح بنتے ہیں۔ دو گورے سوم سرخ اور چوتھا گندم گوں اور اگر جناب مسیح ناصری کو سفید اور سرخ مخلوط اللون ثابت کریں گے تو اہل اسلام بھی مسیح کا رنگ سرخ گندمی بتا دیں گے۔ جو عام طور پر خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال یہ تحقیق بھی مشکوک ہے۔

۳۴...... یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ چودھویں صدی کے مجدد کو حضور ﷺ نے مسیح کہا ہے۔ ہاں جناب نے یہ افسانہ ضرور گھڑ لیا ہے کہ شخص واحد چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہوگا اور ظہور مہدی ساتویں ہزار میں لکھا ہے اور مسیح کے سوا اور کوئی مہدی نہیں۔ اس لئے جب میں مجدد ہوا تو محدث اور مسیح بھی بن گیا تو اخیر میں مہدی اور نبی اللہ بن کر خدا میں جذب ہو گیا اور پھر انسان کا انسان۔ اہل اسلام اسی طرح کی افسانہ طرازی کو تحریف اور دجل کہا کرتے ہیں۔ ورنہ اسلام کی مسلسل تعلیم اس معجون مرکب کی تصدیق نہیں کرتی۔ نہ عقل مانتی ہے کہ ایک ہی شخص لائڈ جارج اور لارڈ کرزن کہلانے لگ جائے اور نہ ہی کوئی آسمانی نشان ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ایسے غیر معقول امور کا ارتکاب جائز سمجھیں اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ظہور مہدی سے عدل وانصاف پھیلے گا اور آپ بھی مانتے ہیں کہ فسق وفجور کے وقت اس کا ظہور ہوگا تو جب اس کے وجود سے دنیا کی اصلاح نہ ہوئی۔ فسق وفجور نہ مٹا عیاشی اور بدمعاشی کی روز افزوں ترقی میں فرق نہ آیا۔ بلکہ خود اپنے موضع قادیان سے بھی اس کے زہریلے اثر کو دور نہ کر سکا۔ تو بھلا آپ ہی فیصلہ کریں کہ آپ کے مہدی بننے سے دنیائے اسلام کو کیا فائدہ ہوا؟

۳۵...... الہامات براہینہ میں جناب نے اپنے چند نام بتائے ہیں۔ ولی، نجی، اشجع، احمد مرفوع، حبیب اللہ، ابناء فارس، صادق القدم، تالی وحیہ، منادی، داعی، سراج منیر اور اخیر میں حکم دیا ہے کہ املوا (نوٹ کرلو) اگر یہ الہامی لفظ ہیں تو سامعین بتائے جائیں کہ کس کے تھے اور اگر یہ جناب کے اپنے لفظ ہیں تو جب آپ نے درج کتاب کر لئے ہیں تو دوسروں سے یوں کہنا بے فائدہ ہوگا۔ ممکن ہے کہ خدا نے جناب سے نوٹ کر لینے کی ہدایت کی ہوگی۔ لیکن اس وقت یہ

امر مشتبہ ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث النفس ہے یا الہام۔ کیونکہ ایسا حکم کسی گذشتہ الہام میں نہیں پایا گیا۔ جو انبیاء علیہم السلام کو ہوئے ہیں کہ: ''امـلـوا'' یہ کیسا کریہہ لفظ ہے۔ بہر حال اس قسم کے الہامات اور اس قسم کے کشوف محویت اگر صرف عیسائیوں کو لاجواب کرنے کے لئے لکھے ہیں تو دبی زبان سے گویا یہ اقرار ہے کہ ہم نے خود گھڑ لئے ہیں۔ ورنہ ان کی کچھ اصلیب نہیں اور اگر ان میں کچھ واقعیت بھی ہے تو نزول مسیح یا حیات مسیح سے جو شرک لازم آتا ہے۔ اس سے بڑھ کر موجب شرک ثابت ہو رہے ہیں اور جو کچھ اس قسم کے الفاظ مسلمانوں یا حضور ﷺ کے متعلق پیش کئے ان میں اس قسم کی محویت درج نہیں ہے۔ بلکہ ان میں یہ شان دکھائی گئی ہے کہ جو کارہائے نمایاں اہل اسلام سے یا خود حضور ﷺ سے ثابت ہوئے تھے۔ وہ سب خدائی تائید سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اپنے الہامات کو اسلامی وحی پر قیاس کرنا بالکل بے جا ہوگا اور بالخصوص جب کہ کشوف محویت کا ثبوت عہد رسالت میں نہیں ملتا تو وہ سب خودستائی پر محمول ہوں گے۔ یا ان صوفیوں کے کشوف میں درج ہوں گے کہ جن کو اہل اسلام نے شطحیات میں درج کر کے ناقابل التفات قرار دیا ہوا ہے۔

۳۶...... کتاب البریہ کا مقدمہ کتاب لکھتے ہوئے جناب نے مقدمہ کی کیفیت لکھ دی ہے اور کتاب کے باقی باب یا فصلوں کی کوئی تفصیل نہیں دکھائی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب پر نسیان غالب تھا۔ اس قسم کی غلطی جناب نے ایک اور رسالہ میں بھی کی ہے کہ جس میں ارتقاء انسانی کی دو قسمیں بتائی ہیں اور قسم اوّل میں ایک فحش منظر دکھا کر دوسری قسم کا نام تک نہیں لیا اور وہ فحش تشبیہ غالباً جناب نے کتاب اقدس سے حاصل کی ہوگی۔ جو ''ورقہ نوراء'' کے عنوان سے لکھی گئی تھی۔ ''براہین احمدیہ'' دیکھئے تو اور بھی تعجب آتا ہے کہ باب اوّل ہے تو باب دوم نہیں۔ اگر فصل اوّل کا عنوان دیا ہے تو فصل دوم ندارد اور جب ایسا نسیان تھا اور الہام بھی بھول جاتے تھے تو بتائیے باقی امور میں کس قدر بے اعتمادی ہوگی۔

۳۷...... ڈاکٹر کلارک کے حالات لکھتے ہوئے مولوی محمد حسین بٹالوی کی سخت توہین کی ہے اور کلارک پر بھی بہت حملے کئے ہیں۔ مگر افسوس کہ آپ نے ان کے متعلق کوئی انذاری پیشین گوئی نہیں کی۔ شاید گورنمنٹ نے اجازت نہ دی ہوگی یا ان لوگوں نے منظوری نہ دی تھی۔ بہر حال یہ رنگ بالکل نرالا ہے کہ پیشین گوئیوں کا اجراء بھی مجسٹریٹ اور فریق مخالف کے قبضہ میں ہو۔ اس سے تو شیرازی نبوت ہی طاقتور نکلی کہ جس نے سلطان طہران کو بغیر منظوری کے ہلاک کر دیا تھا اور جو کچھ مقدمہ سے بری ہونے کے متعلق لکھا ہے وہ بھی تصنع اور تعریف نفس پر شامل ہے۔

یا کسی ایسی طاقت کا اظہار ہے جو اندر ہی اندر کا کام کر رہی تھی۔ ورنہ عدالت میں کرسی ملنے یا نہ ملنے پر اظہار ملال یا اظہار خدا نمائی کا کوئی معنی نہ تھا۔

۳۸...... اپنی پیشین گوئیوں کی تکمیل کے لئے کئی عذر کئے ہیں کہ خدا مجبور نہ تھا۔ یا وہ مختصر تھیں، مشروط تھیں، تخلف وعید جائز ہوتا ہے یا فریق مخالف خوفزدہ ہو گیا تھا۔ مگر گذارش یہ ہے کہ جس قدر جناب کی پیشین گوئیوں میں زوردار اور معیار صداقت الفاظ کی بھرمار ہوتی ہے۔ کسی نبی کی پیشین گوئی میں نہیں۔ خود یونس علیہ السلام کے لفظ بالکل سادہ ہیں اور وہ اپنی صداقت کا معیار نہیں ٹھہراتے اور نہ ہی فریق مخالف سے یا اس وقت کی حکومت سے منظوری لے کر ان کا اجراء ہوا تھا۔ بلکہ شروع سے ہی خدا کی مرضی پر منحصر کر دیا گیا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشین گوئی کو اپنا اشتہار بنانا خاص جناب کے لئے ہی مخصوص تھا۔ فتح مکہ کی پیشین گوئی انشاء اللہ پر شامل تھی۔ مگر جناب کی کسی پیشین گوئی میں یہ شان نظر نہیں آتی۔ اس لئے تمام پیشین گوئیاں مشتبہ ہو چکی ہیں۔ اس سے تو بڑھ کر باب اور بہاء کی پیشین گوئیاں تھیں کہ فی الفور پوری ہو گئی تھیں۔

۳۹...... سات وجوہ سے مسیح کے ساتھ مماثلت جس تکلف سے پیدا کی گئی ہے۔ اس کی حقیقت سب پر عیاں ہے۔ ورنہ ابتداہی غلط ہے۔ کیونکہ مسیح پر قتل کا الزام عائد نہ تھا اور نہ ہی جناب کو تین روز کے لئے صلیب پر کھینچ کر کشمیر بھیجا گیا تھا اور نہ ہی دوڈاکو آپ کے ہمراہ سزایاب ہوئے تھے اور عدالت کا باخبر ہونا یا کاغذات کا گم ہو جانا کوئی کرامت نہ تھی۔ بلکہ وہ اندرونی طاقت تھی کہ جس کا اظہار بارہا جناب نے کئی کتابوں میں کر دیا ہوا ہے۔

۴۰...... عیسائیوں کے مقابلہ پر یہودیوں کی طرف سے تین اصول پیش کئے ہیں۔ مسلسل تعلیم کی تصدیق۔ عقل کی تصدیق اور آسمانی شہادت۔ مگر قادیانی تعلیم بھی انہی تین اصول سے ناقابل عمل ثابت ہو رہی ہے۔ ورنہ آپ دکھائیں کہ اسلامی تعلیم میں کہاں پر بعثت ثانیہ کا ذکر ہے۔ کس نے لکھا ہے کہ مہدی اور مسیح موعود ایک ہیں اور دجال ایک جماعت کا نام ہے۔ جس کے دو حصے فلاسفر اور پادری ہیں۔ خدا کو حاضر وناظر یقین کر کے یہ بتائیں کہ اہل سنت والجماعت میں سے کس نے حیات مسیح سے انکار کیا ہے۔ یا کس نے یہ جائز رکھا ہے کہ غیر کے کلام کو قطع وبرید کر کے خود اس کی اپنی ذاتی رائے کے خلاف اتہام باندھنا بھی جائز ہے۔ یہ کہاں کا مسئلہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی توہین کر کے اپنا تقدس بڑھایا جائے۔ یہ کس اسلام میں ہے کہ مدعی تقدس اپنے مخالفین کو چوہڑوں اور چماروں کی طرح فحش گالیاں دے کر مشتہر کرے۔ یا کس نے فتویٰ دیا ہے کہ الہام اور کشوف ایسے بھی گھڑے جائیں کہ جن کی نظیر ہمارے آقا جناب رسالت مآب ﷺ

کے الہامات وکشوف میں نہ ملتی ہو۔ بلکہ فحش منظر اور شرکیہ یا حلولیہ تصویر پیش کرتے ہوں۔ اسلام میں کون سا الہام ہے کہ جس میں یہ بیان ہو کہ بجائے اس کے کہ خدا انسان میں جذب ہوتا ہوا دکھایا جائے۔ الٹا انسان کو خدا میں جذب اور فنا ہوتا ہوا پیش کیا گیا ہو۔ کس اسلام نے آپ کو بتایا ہے کہ مسیح کی قبر کشمیر میں ہے؟ اور کس اسلامی اصول سے آپ کہہ سکتے ہیں کہ نبوت محمد یہ سدا گلاب کی طرح ہمیشہ پھول دیتی رہی۔ مگر نبوت کا پھول اس نے صرف چودھویں صدی میں ہی دیا تھا اور آئندہ کے لئے قدرت ثانیہ کے پھول دیا کرے گی۔ آپ کو کس نے بتایا کہ قرآن وحدیث کے وہ معانی گھڑ لینے بھی جائز ہیں کہ جن سے اسلامی اصول اور اسلامی مسلمات کی بیخ وبنیاد اکھاڑنے پر حمل کیا جاتا ہو۔ آپ کس دلیل سے کہتے ہیں کہ ظہور مہدی اور نزول مسیح کا مقام قادیان ہے اور کسی اسلامی تصریح سے آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ بروز اور رجعت کو یا تناسخ اور حلول کو اسلام میں جائز الوقوع سمجھا گیا ہے۔ منقولی طور پر ان کی سند پیش کرنے پر آپ کی تعلیمات قابل توجہ ہو سکتی ہیں۔ ورنہ عیسائیوں کی طرح آپ کی مسیحی جماعت بھی قعر ضلالت میں پڑی ہوئی نظر آتی ہے۔

اب عقلی دلائل کی رو سے تعلیم قادیانیہ یوں مخدوش ہے کہ ایسے الہام منوائے جاتے ہیں کہ جن میں خدا کی سیاہی کی رنگت بھی نمودار ہوتی ہو۔ مگر الواح موسیٰ کی طرح وہ تحریر ابھی تک محسوس نہ ہو کہ جس پر خدا کے دستخط کرائے گئے تھے؟ ہجرت کشمیر کا نظریہ ایسا بے بنیاد ہے کہ اس کی تائید سچ پوچھو تو کسی تاریخ سے اور کسی مذہب سے نہیں ملتی۔ سوائے اس کے کہ الہام سے ثابت ہو۔ واقع میں کوئی دلیل نہیں وہ زمین وآسمان کہاں ہیں جو مرزا قادیانی نے بنائے تھے اور وہ انسان کہاں رہتا ہے جو اس نئی دنیا میں رہنے کو گھڑا تھا۔ یہ کب قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ ایک انسان عورت بن کر بچہ جنے تو پھر وہ بچہ خود ہی ہو۔ حیض کو کس خدا رسیدہ نے اپنے اوصاف میں درج کیا ہے؟ کسی نبی نے کہا ہے کہ میں خدا کی توحید وتفرید کی بجائے ہوں۔ بہر حال اس طرح کے نقائص کئی ایک مقامات میں موجود ہیں۔ جس کا جواب سوائے متشابہات منوانے کے کچھ نہیں دیا جاتا۔ اب آسمانی نشانات بھی سن لیجئے۔ نمایاں طور پر کوئی نشان پیدا نہیں ہوا۔ جناب کے مخالف متعدد تھے۔ جن میں سے جو مر گئے ہیں۔ ان کے متعلق پیشین گوئیوں کے بنڈل بھی کھول دیئے ہوئے ہیں اور جو ابھی تک زندہ ہیں اور خوشحال ہیں ان کے متعلق ایسی سربستی اور خاموشی ہے کہ ان کا ذکر تک نہیں کیا جاتا۔ طاعون منگوائی تھی منکروں کے لئے تو خود قادیان میں بھی آ گئی۔ اس میں کوئی مخالف نہیں مرا۔ مرے بھی تو وہ غریب جن کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ مرزا قادیانی کون تھے؟ زلزلے آئے تو پھر کسی متشدد اور مخالف کو تکلیف نہ پہنچی۔ غرق ہوئے تو وہ بچارے جو کانگڑے اور مظفر پور میں رہتے تھے

اور جنہوں نے مخالفت کجا نام بھی جناب کا نہیں سنا تھا۔ کسوف وخسوف بھی رمضان شریف میں عادت الٰہی کے مطابق ہوا۔ حالانکہ حدیث میں مذکور ہے کہ ایسا واقعہ ابتدائے آفرینش سے وقوع پذیر نہیں ہوا۔ غرضیکہ اس تعلیم کا یہ پہلو بھی عیسائی تعلیم کی طرح کمزور ہے۔

۴۱...... عیسائیت پر جناب نے کئی ایک اعتراضات جڑ دیئے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارہ اگر صحیح تھا تو اب گناہ کیوں کیئے جاتے ہیں یا وہ کیوں موجود ہیں اور یہ کہ اس وقت عیسائیت میں خدانمائی موجود نہیں رہی۔ مگر یہ نہیں سوچا کہ کفارہ صرف اس شخص کے لئے ہے جو میسیحیت قبول کرتا ہے نہ کہ ساری دنیا کے لئے اور اس قسم کا مفہوم بھی کہیں اس کفارہ یا قربانی سے بڑھ کر نہیں ہے۔ جو اسلام میں بھی موجود ہے۔ اس لئے کسر صلیب کی ذمہ داری سے آپ عہدہ برآ نہیں ہوسکے۔ باقی رہا خدانمائی کا معاملہ سو وہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ نہ تو خدا نے آپ کو اتنی علمی طاقت بخشی تھی کہ جس سے آپ صحیح مطالب کو پہنچ سکے۔ یا اپنے آپ کو نظم ونثر میں مافوق العادۃ قادر الکلام ثابت کر سکتے۔ نہ ہی تاثیر بالنفس آپ کے پاس تھی کہ آپ کے پاس رہ کر انسان خدارسیدہ ہو جاتا۔ ورنہ آپ بتائیے کہ آپ کے کتنے مرید دست شفار کھتے تھے۔ یا کس کس کو جناب نے مسیح یا حواریوں کی طرح صرف توجہ سے اچھا کیا تھا۔ دعا بازی کا ذکر آتا ہے تو پھر یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ کبھی کسی مصلحت سے دعاء کو کسی دوسری صورت میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ بہر حال آسمانی نشان نمایاں طور پر تعلیم مرزائیہ میں نہیں پائے جاتے اور زیادہ سے زیادہ کچھ کچھ پیش از وقت معلوم کر لینا یا کچھ کچھ نفسانی یا روحانی تصرف کرنا۔ جس پر آپ کی تعلیم نازاں ہے۔ یہ سب کچھ ہر ایک محنتی آدمی بھی کر سکتا ہے جو آپ کی طرح کچھ عرصہ روزے رکھ کر گوشہ نشین رہا ہو اور اپنے تقدس کے عہد میں ہی لوگوں سے کنارہ کش ہو کر اپنے خیالات پر نگاہ دوڑاتا ہوا ایک ایک بات نوٹ کرتا رہا ہو۔ کیونکہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہر ایک شخص چوبیس گھنٹہ میں دو چار باتیں ضرور ایسی بھی کرتا ہے کہ اگر ان کو نوٹ کر لیا جائے تو ضرور اس کے تقدس کا سبب بن سکتی ہیں۔ لیکن نبی کی یہ شان نہیں کہ اگر کسی کو کرسی نہیں ملتی تو لگے نعرہ لگانے کہ لو صاحب اس کی ذلت اس لئے ہوئی کہ وہ ہماری ذلت کا خواہاں تھا۔ اس طرح کی انانیت کا بیمار لیل ونہار کے انقلاب کو اپنا زیر اثر سمجھتے ہوئے گمراہی کا باعث بن جاتا ہے۔ سو بالفرض اگر جناب واقعی اپنے اندر خدانمائی کا اثر رکھتے تھے تو اس سے دوسروں کی پیاس کب بجھ سکتی تھی اور وہی اعتراض جو عیسائیوں پر کیا تھا اپنے اوپر لوٹ کر پڑتا ہے۔

۴۲...... عیسائیت پر اعتراض کرتے ہوئے آپ مانتے ہیں کہ مسیح سے اقنوم کا اتحاد

عین شباب میں ہوا تھا تو اب یہ اعتراضات غلط ہو گئے کہ خدا بول کے راستہ سے کیوں پیدا ہوا تھا۔ یا اس کو عوارض جسمانی اور حالات انسانی کیوں پیش آئے تھے وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ یہ اعتراضات اس صورت میں پڑ سکتے تھے کہ شروع سے ہی اقنومی اتحاد ہو چکا ہوتا۔ اس لئے یہاں بھی کسر صلیب کا معاملہ مخدوش رہ جاتا ہے۔ پھر یہ کہنا اور بھی بیجا ہے کہ فلاں سے اتحاد کیوں نہ ہوا۔ کیونکہ جناب خود مانتے ہیں کہ خدا اپنے کام میں کسی کے زیر اثر نہیں ہوتا۔ آپ کے الہام بھی ایسے ہی تھے کہ ان میں کئی باتیں مذکور نہ ہوتی تھیں تو آپ بھی یہی جواب دیتے تھے کہ خدا خود مختار ہے۔ ہمارے زیر اثر نہیں ہے۔ بہر حال عیسائی کہہ سکتے ہیں کہ عین اتحاد کے وقت مسیح کی زندگی بے لوث تھی۔ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اس وقت آپ سے کوئی جرم سرزد ہوا تھا۔ ہاں غلطیوں سے انسان خالی نہیں ہوتا۔ جس سے انسان کو تکلیف بھی ہوتی ہے اور جسمانی عوارض بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے خسرہ نکلنے کا اعتراض بے جا ہوگا اور چونکہ انسان میں انکساری کا مادہ بھی ہے۔ اس لئے مسیح کی لاعلمی کا اقرار بھی صحیح ہوگا اور چونکہ آپ ہمیشہ مسافر رہتے تھے۔ اس لئے آپ کا دوسرے ممالک میں یہ کہنا صحیح ہو گیا کہ مجھے سر رکھنے کو بھی جگہ نہیں ملتی اور یہ بھی یاد رہے کہ مسیحی تعلیم کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ نیکی کرنا بالکل بیکار ہے۔ بلکہ نیکی بدی کو صحیح سمجھ کر کفارہ صرف یہی معنی رکھتا تھا کہ: ’’من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ‘‘ ورنہ اس اصول پر بھی یہی اعتراض عائد ہوں گے۔

۴۳...... اناجیل کے متعلق گو یہ کہنا صحیح ہے کہ ان میں عینی شہادت کی بناء پر سوچ سمجھ کر واقعات نہیں لکھے گئے۔ مگر مرزائی تعلیم بھی تو اس کمزوری سے خالی نہیں۔ اس میں بھی مسیح کو ہندوستان میں لاتے ہوئے کوئی عینی شہادت پیش نہیں کی۔ نہ ہجرت کشمیر میں قطع و برید سے احتراز کیا گیا ہے اور وفات مسیح میں تو اس قدر غلط سلط دلائل پیش کئے ہیں کہ جن کی تصدیق سوائے قطع و برید کے کہیں نہیں ملتی اور غلطی سے ایسے لوگوں کو اپنا ہم خیال پیش کیا ہے کہ جن کی نسبت تمام عالم اسلام گواہ ہے کہ وہ جناب کے برخلاف تھے تو اگر انجیل نویسوں نے واقعات قلمبند کرنے میں یا صحف سابقہ کی سند پیش کرنے میں غلطی کی ہے تو جناب کی تعلیم بھی اس سے مبرا نہیں ہے۔

۴۴...... مسئلہ کفارہ کو جس طریق پر جناب نے غلط ثابت کیا ہے کہ ایثار خدا کی صفت نہیں یا یہ کہ واقعہ صلیب کے وقت دنیا کا منتظم کون تھا وغیرہ، بالکل کمزور طریق ہے۔ کیونکہ اناجیل کی رو سے خدا پر موت نہیں آئی تھی۔ صرف بشریت کی تکلیف سے الوہیت پر اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے ایثار کا تعلق بشریت سے ہوگا اور آپ سے کسر صلیب کی شان ظاہر نہ ہوگی۔

۴۵...... راولپنڈی کا بزرگ ہو یا لدھیانہ کا چونکہ اس کو جناب کی اصلی تعلیم سے خبر

نہ تھی اور نہ ہی جناب نے اس وقت اپنی تعلیم کو پورے طور پر شائع کیا تھا۔ اس لیے حسن ظن کی بناء پر اگر آپ کی تعریف کی تو یہ صداقت کا معیار نہیں بن سکتی۔ کیونکہ بقول جناب بات وہی باوثوق ہوتی ہے جو عینی شہادت اور تعمق نظر، سلامتی عقل، صدق قول اور حافظہ کی سلامتی کے وقت پیدا ہو۔ ورنہ نہیں۔

۱۱......حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم رسول اللہ اور صلیب

مذکور الصدق عنوان کا ایک رسالہ از تصنیف نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم مطبوعہ نولکشور پریس لاہور ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا تھا۔ جس میں سرسید کی تعلیم نے تمام وہ نقشہ واقعہ صلیب کے متعلق کھینچ کر پیش کیا ہے۔ جس پر آج مرزائی تعلیم وحی آسمانی کا رنگ چڑھاتی ہوئی دکھا رہی ہے۔ ناظرین آسانی کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب تک اس تعلیم سے نبی قادیان بے خبر یا محترز تھے۔ مسلمانوں کے ہم نوا رہے تھے اور حیات مسیح ونزول مسیح میں براہین کی جلد چہارم کے زمانہ تک ثابت قدم رہے۔ مگر بعد میں جب سرسید کی تعلیم زیر مطالعہ آئی یا اس نے تاثیر کرنا شروع کیا تو فوراً جناب بھی اس سے متفق ہوگئے۔ نہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے الہامات تبدیل کر ڈالے تھے۔ ورنہ الہام الٰہی یقینی نہیں رہ سکتا اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ الہام کرنے والا بھی علمی ترقی کرتا رہتا ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ براہین میں جناب نے مولویانہ رنگ میں حیات مسیح کا قول کہا تھا تو بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شرک اکبر ہے تو جناب کی زندگی پچاس سال تک مشرکانہ ثابت ہوتی ہے اور یہ قرین قیاس نہیں کہ پچاس سال تک خدا نے اپنے نبی کو شرک کی لعنت میں پڑا رہنے دیا ہو اور ذرہ رحم نہ آیا ہو کہ اس کو اپنی امت کے سامنے اپنی سابقہ عمر کس طرح بے لوث ثابت کرنے کا امکان باقی رہے گا۔ کیونکہ جب مسیح کی زندگی پر یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ اناجیل کی رو سے شیطان نے آپ کو مغلوب کر لیا تھا تو یہاں براہین کی رو سے جناب پر بھی یہ اعتراض پڑتا ہے کہ جو شخص پچاس سال تک مشرک رہا ہو۔ وہ کیسے نبی بن سکتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے واقعات کو یہاں پر دہرایا جاتا ہے۔ مگر وہاں ابتدائی حالت تھی بچپن کا زمانہ تھا۔ دور ونزدیک کے حالات شرک آمیز تھے۔ مگر تاہم نور نبوت کی ہی یہ شان تھی کہ توحید میں کرید کرتے کرتے آخر مقصد پر پہنچ گئے اور بقاء علی الشرک کا زمانہ پیش نہ آنے پایا۔ لیکن یہاں معاملہ ہی دگرگوں ہے۔ اگر یہاں بھی نور نبوت کا امکان ہوتا تو براہین لکھتے لکھتے ہی وفات مسیح کا عقیدہ ظاہر کر دیتے یا بچپن سے ہی نور باطن آپ کو براہین میں شرک نویسی سے بچائے رکھتا۔ اس لئے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ قادیانی نبوت

بقول لاہور پارٹی صرف اعزازی نبوت تھی۔ ورنہ اصلی نبوت کا امکان نہ تھا اور اہل اسلام تو اعزازی نبوت سے بھی منکر ہیں۔ کیونکہ پچپاس سالہ مشرک یا غلطی میں ڈوبا ہوا اس اعزاز کے لائق نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ مشہور ہے کہ: ''النبی نبی ولو کان صبیا''

واقعہ صلیب اور قرآن

بہرحال نواب صاحب ''شبـــہ لھـم'' کا ترجمہ کرتے ہیں کہ ان کے آگے قتل کی صورت بن گئی تھی اور قتل کرنے والوں کو دھوکہ ہوگیا یا ان سے اصل بات پوشیدہ ہوگئی یا ان کو آپ کی موت کا تشابہ ہوگیا۔ حالانکہ وہ یقیناً نہیں مرے تھے۔ البتہ تین گھنٹے تک صلیب پر اذیت سے لٹکتے رہے اور پھر اتارے گئے۔ صلیب پر مصلوب ہونے سے جلدی کوئی نہیں مرتا۔ بلکہ کئی روز تک لٹکے رہنے دھوپ کی تپش اور بھوک کی شدت اور زخموں کی تکلیف سے البتہ مرجاتا ہے۔ یہ معاملہ حضرت سے نہیں ہوا اور جب ایک مقبرہ میں رکھے گئے تو ان کو کہ ابھی زندہ مگر غشی میں تھے۔ بعض مخلصین شب کو مقبرہ سے نکال کر گھر میں کہیں پوشیدہ لے گئے۔ پھر آپ بعض حواریوں کو زندہ نظر آئے۔ مگر یہود کی عداوت اور رومیوں کے اندیشہ سے کہیں دیہات میں اپنے قرابت داروں کے ساتھ رہتے تھے۔ پھر خدا نے ان کو اٹھالیا۔ یعنی اپنی طبعی موت سے مرگئے اور خدا کے پاس چلے گئے اور اس کے داہنے ہاتھ جگہ پائی اور یہ دونوں باتیں مجازاً اور فضیلۃً کہی جاتی ہیں جو لوگ سمجھتے تھے کہ ہم نے ان کو مار ڈالا یا ان کی صورت کا دوسرا آدمی پکڑا گیا۔ قرآن مجید ان کو جھٹلاتا ہے کہ اصل بات ان سے چھپ گئی یا پوشیدہ کی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اضلال کا فتویٰ لگایا گیا تھا۔ جیسا کہ: ''یھود ھذہ الامۃ'' کرتے ہیں اور ایسے شخص کی سزا سنگساری سے قتل کرنے کی تھی۔ (احبار ب۱۴ آیت ۲۴، استثناء ب ۱ آیت ۱۳) بلکہ بغاوت کا الزام بھی لگادیا تھا۔ اس لئے سنگساری کی بجائے صلیب پر چڑھا کر مارڈالنے کی سزادی گئی اور عید فصح کے روز عیسیٰ بارباں کو چھوڑ دیا گیا اور آپ کو مقام جلجہ میں صلیب سے باندھا۔ جس پر کہ میخوں یا رسیوں سے مجرم کو باندھتے تھے۔ صلیب دو متقاطع لکڑیوں سے بنتی تھی اور درمیان ایک عمودی لکڑی مصلوب کے بیٹھنے کے لئے ہوتی تھی۔ ورنہ دھڑ لٹک کر گر جاتا تھا۔ معلوم نہیں کہ آپ کے پاؤں چھیدے گئے تھے یا باندھے گئے تھے۔ مگر پیاس کی شدت میں اسفنج کے ذریعہ سرکہ پلایا گیا۔ جس سے آپ کو بہت تسکین ہوئی اور یہ شربت حمیات میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مصلوب تین چار روز کی بھوک پیاس کی شدت اور زخموں اور دھوپ کی تپش سے مرجاتا تھا اور ایسی کئی ایک مثالیں ہیں کہ مصلوب عذاب میں کئی روز زندہ رہا۔ (تفسیر خازن ج۳ ص۱۵۷، ۱۸۶۸ء) شاگرد اس وقت بھاگ گئے تھے۔ کچھ عورتیں اور

روشناس دور کھڑے دیکھ رہے تھے۔ یوحنا پاس تھا۔ کیونکہ اس نے اس کی بات سن لی تھی۔ صلیب کا دن عید فصح کا دن تھا۔ یہ واقعہ دوپہر کو ہوا۔ اب سبت شروع ہونے کو تھا۔ جس میں بڑے اہتمام سے کام کرنا تھا اور یہ بھی حکم تھا کہ مصلوب کی لاش اسی دن دفن کر دی جائے۔ (استثناء ب ۱آیت ۲۲، یوشع ب ۸ آیت ۲۹) اور یہود سنگسار کر کے مردہ کو صلیب پر چڑھاتے تھے۔ مگر رومیوں نے یہ منسوخ کر دیا تھا۔ لیکن مصلوب مرے یا نہ مرے۔ مگر اسی دن اس کو صلیب سے اتارنا ضروری تھا۔ اس لئے نہ تو انہوں نے صلیب کے متعلق کچھ اہتمام کیا اور نہ بعد صلیب کے صلیب پر رہنے دیا۔ بلکہ درخواست کی کہ آپ کی ٹانگیں توڑ کر اتار لیں۔ کیونکہ مطلق صلیب پر کوئی مصلوب نہیں مرتا۔ مگر آپ کی ٹانگیں نہیں توڑیں۔ کیونکہ آپ مردہ معلوم ہوتے تھے۔ ''شبہ لھم'' اڑھائی گھنٹہ کے بعد برچھی مارنے سے معلوم ہوا کہ ابھی زندہ ہیں اور اسی وقت اتار لئے گئے اور یوسف ممبر آف کونسل سنہدریم لاش لے کر دفن کو لے گیا اور آپ کو لحد میں رکھا گیا اور دروازے پر ایک سل رکھ دی تاکہ پرسوں کو عطریات لا کے قبر میں رکھیں گے۔ عورتوں نے موقعہ دیکھ لیا۔ مگر سب یہودی اور رومی چلے گئے۔ اب دوسرے دن احمقوں کو سوجھی کہ کوئی دشمن لاش نہ نکال لے جائے۔ اس لئے انہوں نے اپنے سپاہی حفاظت کے لئے بٹھائے۔ اتوار کی صبح کو دو عورتیں آئیں تو حضرت کو نہ پایا تو حاکم کے دو تین فرستادوں نے کہا کہ تم زندہ کو مردوں میں ڈھونڈتی ہو اور انہوں نے پطرس یوحنا کو خبر کی کہ وہ جی اٹھے ہیں۔ تو تین دفعہ حواریوں کو زندہ نظر آئے۔ عیسائیوں نے آپ کے جلدی مرجانے اور جی اٹھنے کو معجزہ سمجھ لیا۔ حالانکہ کئی مصلوب علاج سے زندہ ہو چکے تھے۔ سندرکیس کو دارا نے صلیب دیا تھا۔ تریں کھا کر پھر فوراً بچا لیا۔ (تاریخ ہیروڈش ج ۷ ص ۱۹۴) یوسیفس کہتا ہے کہ میں نے طیطوس کے عہد میں بہت سے آدمی صلیب پر دیکھے کہ جن میں سے تین آدمیوں کو اتروا کر علاج کیا گیا۔ مگر دو مر گئے اور ایک بچ گیا۔ (سوانح عمری خود ص ۷۵) یہود تو شاید اس دن صلب گاہ پر بھی حاضر نہ تھے۔ کیونکہ فصح کا دن تھا (خروج ب ۶ آیت ۲، لیوباں ب ۷ آیت ۳) اور عدالت میں بھی حاضر نہ تھے۔ بلکہ فطیری روٹیوں اور قربانیوں کی فکر میں تھے۔ باسالیدیان اور سرن تھیان اور کور پوری تیان وغیرہ قدیم عیسائیوں کے نزدیک شمعون مصلوب ہوا تھا۔

مصلوب اور اس کی زندگی

برنباس لکھتا ہے کہ یہودا مصلوب ہوا تھا۔ مگر قرآن اس کی تکذیب کرتا ہے۔ پس جب صلیب پر آپ کی موت نہیں ہوئی اور قبر میں بھی نہ رہے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یوسف اور نقید موس ان کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے بغیر غسل کے دفن کیا تھا۔ عیسائیوں نے

کہا کہ قرآن واقعی تاریخ کے خلاف ہے۔ مگر قرآن نے کہا ہے کہ نہ تو عیسیٰ کو پتھراؤ کر کے یا تلوار سے مارا ہے اور نہ صلیب پر چڑھا کے مارا ہے۔ یہ کہ وہ صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے۔ کیونکہ یہاں صلیبی موت کی نفی مراد ہے۔ مگر موت کی صورت بنادی گئی کہ منتظمین کو مردہ نظر آئے۔ کیونکہ میخوں کی اذیت سے غشی ہوگئی تھی۔ مگر چونکہ موسم اچھا تھا۔ ابر بھی تھا، دھوپ بھی نہ تھی اور جلدی اتار بھی لئے گئے۔ اس لئے زیادہ صدمہ نہیں پہنچا۔ حشویہ اور مفسرین نے لکھا ہے کہ دوسرے پر صورت القاء ہوئی۔ مگر اس طرح تو معاملات کا اعتبار ہی اڑ جاتا ہے اور اس وقت شبہ کا فاعل نہ مسیح بن سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ مشبہ بہ تھے اور نہ کوئی اور کیونکہ وہ مذکور نہیں۔ پس کسی اور کا ان کی جگہ بصلوب قرین قیاس نہیں۔ کیونکہ شمعون قرینی بعد میں عرصہ تک زندہ رہا اور عیسائیوں سے شریک کار رہا اور یہودا بھی بعد میں مرا۔ ''ماقتلوہ یقینا'' جس طرح قتل کا حق تھا۔ ایسا قتل نہیں کیا یا یقیناً قتل نہیں کیا۔ کیونکہ تین گھنٹے صلیب پر موت کے لئے کافی نہ تھے۔ بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ یہ بات تشریف وتفخیم کے لئے ہے۔ نہ یہ کہ درحقیقت بادلوں میں آسمان کو اڑتے ہوئے نظر آئے اور کسی آسمان پر جابیٹھے۔ جس طرح ''انی ذاھب الی ربی اور من یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللّٰہ'' وارد ہے۔ بعد میں حضرت عیسیٰ یقیناً مر گئے۔ کیونکہ یوں آیا ہے کہ: ''انی متوفیک'' اس کی تفسیر میں بہت الٹ پلٹ کیا گیا ہے۔ یعنی ''رافعک ومتوفیک'' مگر قرآن کی اصل عبارت یوں نہیں۔ شاید مفسرین کے کسی نئے قرآن خودساختہ میں ہوگی۔ پھر فرمایا کہ: ''توفیتنی'' جب مجھے تو نے وفات دی تب تو ہی ان پر نگہبان رہا۔'' اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا'' پس ان کی وفات کی خبر بہت صاف ہے۔ مگر یہ بات کہ کب مرے کہاں مرے معلوم نہیں۔ جیسا کہ حضرت مریم کا حال پھر معلوم نہ ہوا۔ حالانکہ مسیح نے ان کو یوحنا کے حوالے کر دیا تھا اور دور کے دیہات میں چلے گئے تھے۔ بخاری کی ایک روایت جو کتاب ''بدأ الخلق باب ذکر الملائکہ'' میں لکھی ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کو دوسرے آسمان پر ملے تھے۔ مگر یہ روایت بہت ہی مشتبہ ہے۔ ''ھدیہ ضعیف عند النسائی والھمام لہ وھم والخلیفۃ یخطئ والسعید یدلس کثیرا وھشام قدیدلس ۰ وروی انس عن مالک بن صعصعۃ ففیھا عنعنۃ وارسال ۰ ولعل مالک مات قبل روایۃ عنہ (تقریب التھذیب لا بن حجر العسقلانی، مطبوعہ دھلی ۱۲۷۱ھ)''

نوابی فیصلہ پر جرح

اسلام میں آج تک وہی فیصلہ چلا آتا تھا جو مورخ طبری اور برنباس نے کیا ہے۔ مگر

سرسید کی پارٹی عیسائیوں کے چکمہ میں آ گئی۔انہوں نے اناجیل اربعہ کو قرآن سے مطابق کرتے ہوئے یہ نظریہ قائم کیا کہ ماصلبوہ کا معنی ہے کہ انہوں نے آپ کو صلیب پر نہیں مارا۔ حالانکہ کسی لغت سے یہ معنی ثابت نہیں ہوتا اور خود بھی مانتے ہیں کہ مصلوب زندہ بھی رہ سکتا ہے۔تو ''ما صلبوہ '' کا ترجمہ ''ماقتلوہ علی الصلب '' کس طرح صحیح ہوا؟اس کے بعد ''شبہ لھم '' کا ترجمہ ''اوقع الشبھة لھم '' چھوڑ کر مشبہ اور مشبہ بہ کے پیچھے پڑ گئے اور صاف راستہ چھوڑ کر یہ ترجمہ گھڑ لیا کہ مسیح مشبہ بالمقتول بنائے گئے۔حالانکہ اس ترجمہ کا ثبوت منقولی طور پر کسی اسلامی تصریح سے نہیں دکھایا گیا۔اخیر میں ''ماقتلوہ یقیناً '' کا معنی کر دیا ہے کہ وہ پورے طور پر اسے نہ مار سکتے تھے۔تو پھر یہ کیا بات ہوئی کہ وہ پورے طور پر قتل نہ کر سکے۔کیا مصلوب کو مقتول کہا جا سکتا ہے یا مصلوب کا میت ہو جانا بھی ضروری ہے۔یوں کیوں نہیں کہتے کہ نواب صاحب کو یہ دھوکہ لگ گیا تھا کہ: ''ما قتلوہ '' کو ''ماصلبوہ '' سمجھنے لگ گئے تھے۔حالانکہ دو سزائیں الگ الگ تھیں۔قتل بالسیف اور صلب الی الموت مگر تحریف کی دھن میں یہاں پر دونوں کو ایک ہی سمجھ بیٹھے۔''رافعه الیه '' کا ترجمہ ''مهاجر الیٰ ربی '' کا سہارا لے کر یوں کیا ہے کہ خدا نے آپ کو کسی گاؤں بھیج دیا تھا اور یہ نہ کیا کہ کسی آسمان پر بھیج دیا تھا۔کیونکہ انگریز آسمان نہیں مانتے۔ حدیث بخاری کی باری آئی تو راوی کمزور کر دکھلائے اور یہ نہ سوچا کہ یہ حدیث بالفرض اگر ایک طریق سے کمزور ہے تو اس کے لئے اس قدر اور طریق بھی ہیں کہ سب کے ملانے سے تواتر تک پہنچ جاتی ہے۔مگر نوابی دماغ کو یہ تکلیف کب گوارا تھی کہ ایسی محنت میں پڑتے اور جب جاگیردار قادیان بعد میں جلوہ گر ہوئے تو آپ نے اس نظریہ پر اور بھی حاشیے چڑھا دیئے کہ مسیح کشمیر کو گئے تھے اور ان کی ہڈیاں نہیں توڑی گئی تھیں۔''ماصلبوہ '' اور سند پیش کرنے میں ایسی دور کی سوجھی کہ اندھے کو اندھیرے میں بھی نہیں سوجھتی۔ذرہ انصاف نہیں کیا کہ اگر توفی بمعنی رفع جسمانی ہم پیش کرتے ہیں تو ہم پر کئی شرائط لگائے جاتے ہیں کہ جن کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ بعینہ یہ لفظ کسی دوسرے زندہ مسیح کے لئے استعمال ہوتا ہوا دکھاؤ۔اب اپنی باری آئی تو صرف ایجاد بندہ ہی سند کافی سمجھی گئی۔الغرض ہمیں یہ دکھانا منظور ہے کہ وفات مسیح کا نظریہ قائم کرنے میں نواب صاحب کو سبقت حاصل ہے۔جنہوں نے جناب سرسید سے یہ فیض حاصل کیا تھا اور چونکہ جناب بھی جاگیردار تھے۔اس لئے ہم جنس کا نظریہ وحی کے رنگ میں دکھاتے تھے۔مگر اب سوال یہ ہے کہ کسر صلیب میں پہلے کس نے کوشش کی؟چودھویں صدی کا مجدد نواب صاحب یا سرسید ہوئے یا جاگیر دار صاحب قادیان؟اور ہمیں یہ بھی پوچھنا ہے کہ پیٹ چاک کرنے کے بعد مسیح کیسے جانبر ہو سکے

تھے۔ جب کہ وہ پہلے ہی نیم مردہ ہو کر سرد ہو چکے تھے اور دو دن تک بند کمرہ میں پڑے رہے تھے۔ نہ پیٹ سیا گیا نہ اس پر پٹی لگائی گئی اور نہ کوئی خورد ونوش کا انتظام کیا گیا؟ اس لئے ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ اگر بقول جناب مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مرتے تھے تو بعد میں پہلو شگاف زخم سے ضرور مر چکے تھے۔ مگر آپ کہتے ہیں کہ تیسرے روز مسیح ایک جلسہ میں بھی حاضر ہو گئے تھے تو کیا آپ کوئی خواب سنا رہے ہیں یا کوئی افسانہ لکھ رہے ہیں۔ محقق بن کر ایسی غلطی ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ''

۱۲...... سیرۃ المہدی مرزا بشیر احمد ولد مرزا غلام احمد قادیانی سے چند تاریخی نوٹ معہ دیگر رسائل قادیانیہ وتاریخیہ

مرزا قادیانی کے اسلاف واقارب

آپ کے حقیقی ماموں جمعیت بیگ کے دماغ میں کچھ خلل آ گیا تھا۔ اس کی لڑکی حرمت بی بی سے آپ کا نکاح ہوا۔ جس کے بطن سے مرزا سلطان احمد وفضل احمد پیدا ہوئے اور اس کا لڑکا علی شیر احمد بیگ کی بہن حرمت بی بی سے بیاہا گیا اور ایک لڑکی عزت بی بی پیدا ہوئی۔ جو فضل احمد کے نکاح میں آئی۔ سلطان احمد کی پہلی بیوی الپہ ضلع ہوشیار پور کی تھی۔ جس سے عزیز احمد پیدا ہوا۔ اس کی زندگی میں ہی دوسری شادی خورشید بیگم بنت امام الدین سے کر لی تو پہلی بیوی فوت ہو گئی۔ آپ کی دادی کے دماغ میں خلل آ گیا تھا۔ کیونکہ بڑی عمر کی تھیں اور جناب نے اسے دیکھا بھی تھا۔ مرزا غلام قادر کی اہلیہ طائی حرمت بی بی کے نام سے مشہور تھی اور اپنے شوہر سے بڑی تھی۔ پھر جناب سب سے بڑے تھے۔ غلام مرتضیٰ کے ہاں پہلے لڑکا ہو کر مر گیا۔ پھر مراد بی بی پیدا ہوئی۔ پھر غلام قادر پھر دو لڑکے پیدا ہو کر مر گئے۔ پھر پانچ سال بعد ترس ترس کر جناب پیدا ہوئے تو توام تھے اور توام جنت مر گئی۔ منتیں مان کر آپ کی پرورش ہوئی۔ راجا تیجا سنگھ بٹالوی کو پھوڑا ہوا تو غلام مرتضیٰ کے علاج سے تندرست ہوا تو اس نے شتاب کوٹ اور حسن پور (حسن آباد) جو آپ کی پرانی ریاست میں شامل تھے۔ آپ کو انعام دیئے۔ مگر آپ نے انکار کر دیا کہ ہتک سمجھتا ہوں۔ آپ وسیع الاخلاق تھے۔ جوتی ولد دولہ بیمار ہوا تو گو اس نے آپ کے خلاف شہادت بھی دی تھی۔ مگر اس کا علاج کیا۔ آپ کا تخلص تحسین تھا۔ آپ کا شعر ہے۔

اے دانے بما کہ ماچہ کردیم
کردیم ناکردنی ہم عمر

درد سر من مشوطبیا

ایں درد دل است ودرد سرنیست

سلطان احمد نے آپ کا کلام جمع کر کے ایڈیٹر پنجابی اخبار کو دیا تھا۔ جو اس نے ضائع کر دیا۔ غلام قادر کا تخلص مفتون تھا۔ ایک ایرانی آیا تو اس نے کہا کہ غلام مرتضےٰ کا کلام فصیح ہے۔ بٹالہ کے ایک ہندو حجام نے آپ سے کہا کہ میری معافی ضبط ہوگئی ہے۔ آپ ایجرٹن صاحب فنانشل کمشنر سے سفارش کریں تو آپ لاہور گئے اور اس وقت شالامار باغ میں جلسہ ہو رہا تھا تو جلسہ ختم ہونے پر آپ نے حجام کا ہاتھ، صاحب کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ لاج رکھو۔ تو اس نے معافی واپس کر دی۔ رابرٹ کسٹ صاحب کمشنر کی ملاقات کو گئے تو دوران گفتگو میں اس نے پوچھا کہ قادیان سے سری گوبند پور کتنا دور ہے تو آپ نے خوداری میں کہا کہ میں ہرکارہ نہیں ہوں اور ناراض ہو کر رخصت ہونا چاہا۔ مگر صاحب نے بٹھالیا۔ بٹالہ میں غلام قادر نے ایک برہمن پٹواری کو مارا تو ڈیوس صاحب مہتمم بندوبست نے ایک سو روپیہ جرمانہ کر دیا۔ آپ امرتسر میں تھے خبر ہوئی تو ایجرٹن صاحب کے پاس جا کر جرمانہ معاف کرا لیا۔ غلام قادر جب پولیس میں ملازم تھا تو نسبٹ صاحب ڈپٹی کمشنر نے کسی بات پر اس کو معطل کر دیا۔ پھر جب صاحب بہادر قادیان آئے تو اس نے خود ہی کہہ دیا کہ ہم نے آپ کے لڑکے کو معطل کر دیا ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر قصور ثابت ہے تو ایسی سزا دینی چاہیے تھی کہ شریف زادے ایسا کام نہ کریں۔ صاحب بہادر نے سمجھا کہ جب باپ ایسا مربی ہے تو سزا کی ضرورت ہی کیا ہے۔ پھر اس کو دوبارہ بحال کر دیا۔ غلام قادر ضلع کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے ہیں۔ نہر میں بھی کام کیا تھا۔ ٹھیکہ داری بھی کی تھی۔ اور چھینہ کے پاس ایک پل کا ٹھیکہ بھی لیا تھا۔ مہاراجہ شیر سنگھ کاہنووان کے چھنب میں شکار کھیلنے آیا تو آپ بھی ہمراہ تھے۔ تو راجہ کے ایک ملازم جولاہے کو زکام ہو گیا۔ آپ نے دو تین پیسہ کا نسخہ لکھ دیا تو اسے آرام ہو گیا۔ پھر مہاراجہ کو زکام ہو گیا تو آپ نے قیمتی نسخہ لکھا تو راجہ نے کہا کہ جولاہے کو دو پیسے کا نسخہ کیوں لکھ دیا تھا اور مجھے کیوں اتنا قیمتی نسخہ دیا ہے۔ تو آپ نے کہا کہ جولاہا راجہ نہیں ہے۔ راجہ نے خوش ہو کر سونے کے کڑے انعام دیئے۔ مرزا امام الدین نے آپ کے قتل کی ٹھان لی اور سوچیت سنگھ کو اس کام کے لئے مقرر کر دیا۔ مگر جب کبھی دیوان خانہ کی دیوار پھاندتا تو اس وقت اسے دو آدمی پہرے دار نظر آتے۔ اس لئے کامیاب نہ ہو سکا۔ (شاید فرشتے تھے) آپ کا روزمرہ میں یہ تکیہ کلام تھا۔ ”ہے بات کہ نہیں“ اور سنائی یوں دیتا تھا ”ہے با کہ نہیں“ ایک بغدادی مولوی آیا تو آپ نے اس کی کمال خدمت کی۔ مگر اس نے کہا کہ تم نماز نہیں پڑھتے۔ آپ نے کمزوری کا اعتراف

کیا۔ تکرار کے بعد مولوی نے کہا کہ تمہیں خدا دوزخ میں ڈالے گا۔ تو آپ نے جوش میں آ کر کہا کہ تم کو کیا معلوم مجھے کہاں ڈالے گا۔ میں خدا سے بدظن نہیں ہوں۔ تم مایوس ہو تو ہو مگر میں مایوس اور بداعتقاد نہیں ہوں۔ میری عمر ۷۵ سال کی ہے۔ خدا نے میری پیٹھ نہیں لگنے دی تو کیا اب مجھے دوزخ میں ڈالے گا۔ آپ کی اہلیہ فوت ہو گئی تو آپ نے گھر آنا چھوڑ دیا۔ صرف ایک دفعہ اپنی لڑکی سے ملنے آئے تھے۔ آپ نے علم طب حافظ روح اللہ باغبانپوری سے سیکھا تھا۔ پھر دہلی جا کر تکمیل کی تھی۔ آپ کی کتابیں پٹاروں میں تھیں۔ جن میں سے خاندانی تاریخ بھی درج تھی۔ سلطان احمد باپ دادا دونوں کی کتابیں چورا لے جاتا تھا۔ دادا کہتے کہ کتابوں میں جو ہاتھ لگ گیا ہے۔ غلام قادر کی شادی دھوم دھام سے ہوئی۔ ۲۲ طائفے ارباب نشاط کے جمع تھے۔ مگر مرزا قادیانی کی شادی سادگی سے ہوئی۔ آپ کی اہلیہ بڑی مہمان نواز تھی اور آپ نے آخری عمر میں جہاں بڑی مسجد ہے اور مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔ اس جگہ سکھ کارداروں کی حویلی تھی۔ وہ نیلام ہوئی تو ضد میں آ کر دوسروں نے قیمت بڑھا دی۔ مگر آخر سات سو روپے پر آپ نے ہی خرید کر لی۔ جو اس وقت کی قیمت سے زیادہ نہ تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی مہمانی (سلطان احمد کی نانی) مسمات چراغ بی بی جناب سے۔ بہت محبت کرتی تھی۔ باقی سب مخالف تھے۔ کہتی تھی کہ لوگ غلام احمد کو کیوں بددعائیں دیتے ہیں۔ اسے تو میری چراغ بی بی نے منتیں مان کر ترس ترس کر پالا تھا۔ قادیان میں ہیضہ پھوٹا تب مرزا غلام مرتضے بٹالہ میں تھے۔ جب آئے تو چوہڑوں میں کچھ کیس ہو چکے تھے۔ آپ نے ان کو تسلی دی اور مٹی کے بڑے بڑے برتنوں میں آملہ کشتہ اور گڑیا نمک ڈلوا دیا کہ جو چاہے نمکین پیئے اور جو چاہے شیریں تو ہیضہ جاتا رہا۔ ہاکو ونا کو بروالوں کی ماں لاڈو آپ کی دایہ تھی۔ مرزا سلطان احمد و عزیز احمد کو بھی اسی نے ہی جنایا تھا۔ ایک دفعہ آپ نے اس سے اپنی پیدائش کی شہادت بھی لی تھی۔ ایک عورت پس گئی تو اسی سے جنی تھی۔ دوسرے نکاح کے وقت سے اس کو گھر نہیں آنے دیا۔ کیونکہ اس پر کچھ شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ عزیز احمد کو اس نے جنایا تھا تو اسے خارش تھی۔ عزیز احمد کو بھی خارش ہو گئی۔ غلام قادر کے گھر آہستہ آہستہ سب کو ہو گئی۔ آپ کے گھر بھی آ گئی اور آپ کو بھی ہو گئی۔ آپ کی دوسری بیوی کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ مہر ایک سو روپیہ مقرر ہوا تھا۔ اس کا والد میر نواب ناصر ہیں۔ جو خواجہ میر درد صاحب دہلوی کی اولاد ہیں۔ محکمہ انہار پنجاب میں ملازم تھے۔ ۲۵ سال پنشن لیتے رہے۔ شروع میں کچھ مخالف تھے۔ مگر بعد میں داخل بیعت ہو گئے تھے۔ مرزا غلام مرتضٰی صوبہ کشمیر میں صوبہ دار تھے۔ گھر نقدی بھیجتے تھے تو کسی کی گدڑی میں سی کر روانہ کرتے تھے۔ وہ آتا تو گھر گدڑی دے دیتا۔ گھر والے اسے خالی کر

کے واپس کردیتے۔ جناب کی والدہ چراغ بی بی والد صاحب سے پہلے ہی وفات ہو چکی تھی۔ مرزا غلام قادر لاولد مرگئے تو اپنی تمام جائیداد اپنے متبنیٰ مرزا سلطان احمد کے نام کرا گئے۔ مرزا غلام مرتضیٰ نے اپنی زمین میں دو گاؤں اپنے دونوں بیٹوں غلام قادر اور غلام احمد کے نام پر آباد کرائے تھے۔ ایک مشرقی طرف قادر آباد اور دوسرا شمال کی طرف احمد آباد جو چالیس سال تک غیر کے قبضہ میں چلا گیا تھا۔ مگر اب پھر واپس آ گیا ہے۔ جس پر تینوں بھائی مرزا محمود، بشیر اور شریف احمد یکساں قابض ہیں اور سلطان احمد کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ مرزا غلام مرتضیٰ تحصیل علم کے لئے دہلی گئے تو ان کا مراسی بھی ساتھ ہی تھا۔ فاقہ آیا تو کسی نے ایک سوکھی چپاتی دی۔ آپ کھا رہے تھے تو اس نے کہا کہ: "مرزا جی ساڈا اوی دھیان رکھنا" آپ نے وہی چپاتی اس پر پھینک دی۔ جو اس کے ناک پر لگی اور خون نکل آیا۔ آپ نے ملازمت کشمیر وغیرہ سے ایک لاکھ روپیہ کمایا تھا جو قادیان کی جائیداد کے حقوق مالکانہ قائم رکھنے پر خرچ کردیا۔ مرزا قادیانی کہتے تھے کہ اتنے روپے سے تو سوگنا زیادہ جائیداد خریدی جا سکتی تھی۔ مگر ان کو یہ خیال تھا کہ قادیان کے پرانے جدی حقوق ہاتھ سے نہ جائیں۔ کیونکہ قادیان کی ملکیت کو ریاست سے بھی اچھی جانتے تھے۔ واقعی آپ کے بزرگ عہد بابری میں ہندوستان آئے تو قادیان اور کئی میل تک اردگرد کے دیہات بطور ریاست یا جاگیر کے ہمارے قبضے میں آئے۔ رام گڑھیوں کی دست اندازی کے بعد رنجیت سنگھ کے عہد میں جاگیر کا کچھ حصہ پھر واپس ملا۔ مگر حکومت انگریزی کی ابتداء میں کئی حقوق سابقہ ضبط ہوگئے۔ مقدمات کے بعد صرف قادیان اور قریب کے تین دیہات پر حقوق تعلقہ داری تسلیم کئے گئے اور دو دیہات پر حقوق مالکانہ اب تک قائم ہے۔ ہاں درمیان میں مرزا غلام قادر کے ہاتھ سے جائیداد کا ایک بڑا حصہ مرزا اعظم بیگ لاہور کے خاندان کے پاس ۳۵ برس تک چلا گیا تھا۔ مگر اب وہ بھی واپس آ گیا ہے۔ مرزا غلام قادر اسی صدمہ سے دو سال بیمار رہ کر مر گئے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ بھائی صاحب مقابلہ نہ کرو۔ مگر وہ نہ رکے اور چیف کورٹ تک جھگڑتے چلے گئے۔ آخر ڈگری ہوگئی تو کہنے لگے۔ "لے غلام احمد جوتوں کہندا سی او ہوائی ہو یا اے" مگر فریق مخالف کو قبضہ پھر بھی نہ دیا اور اسی حالت میں مر گئے۔ سلطان احمد کو جب ان کا ترکہ ملا۔ کیونکہ یہ متبنیٰ تھا تو آپ نے فرمایا کہ قبضہ دے دو تو اس نے دے دیا۔ مرزا غلام مرتضیٰ نے ۸۰ برس سے اوپر عمر پا کر جون ۱۸۷۶ء میں وفات پائی۔ آپ کی ایک تحریر کے مطابق ۲۰/اگست ۱۸۷۵ء کو غلام قادر کی وفات تقریباً ۵۵ سال کی عمر میں ۱۸۸۳ء کو واقع ہوئی تھی۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۸ء یا ۱۸۳۹ء ایک مشکوک امر ہے۔ کیونکہ سکھوں کے زمانے میں ریکارڈ نہ تھا۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم

ص ۱۹۳) آپ پانچ بہن بھائی تھے۔ سب سے بڑی بہن مراد بی بی تھی۔ جس کی شادی محمد بیگ سے ہوئی۔ کسی بزرگ نے خواب میں اس کو ایک تعویذ دیا تھا۔ بیدار ہوئی تو ہاتھ میں بھوج پتر پر سورۂ مریم لکھی ہوئی موجود تھی۔ اس سے چھوٹے غلام قادر تھے۔ ان سے چھوٹا ایک اور لڑکا تھا جو بچپن ہی میں مرگیا اور اس سے چھوٹی جنت بی بی تھی جو جناب کے ساتھ توام پیدا ہوئی اور جلد مرگئی تھی اور سب سے چھوٹے آپ ہی تھے۔ مرزا گل محمد متوفی ۱۸۰۰ء نے جاگیر کا بڑا حصہ بچائے رکھا تھا۔ مگر مرزا عطاء محمد سے رام گڑھیوں نے ساری جاگیر چھین لی تھی تو آپ بیگووال ریاست کپورتھلہ میں چلے گئے اور چند سال بعد زہر سے مارے گئے اور مرزا غلام مرتضیٰ آپ کا جنازہ قادیان میں لائے تو سکھوں نے مزاحمت کی۔ مگر عوام کی ہمت سے کامیابی حاصل ہوگئی۔ رنجیت سنگھ کے بعد رام گڑھیوں کا زور ٹوٹا اور سب جگہ پر ان کا قبضہ نہ رہا تو مرزا غلام مرتضےٰ نے کچھ حصہ فوراً واپس لیا اور واپس قادیان میں آبسے اور آپ نے اپنے بھائی غلام محی الدین کی معیت میں رنجیت سنگھ کی کئی فوجی خدمات بھی سرانجام دیں اور جب سکھ حکومت کا خاتمہ ہوا تو قلعہ پسراواں میں دونوں بھائی قید کئے گئے اور انگریزوں نے جائیداد ضبط کر کے سالانہ پنشن مقرر کردی جو مرزا غلام مرتضےٰ کی وفات پر ۱۸۰ روپے تک رہ گئی تھی اور مرزا غلام قادر کی وفات پر بند ہوگئی۔ آپ نے برادری کو جائیداد وگذارا کرنے کے لئے بہت کچھ کہا۔ مگر انہوں نے انکار کردیا۔ آخر آپ نے کچھ جائیداد واپس کرائی اور منصرم بن گئے اور قبضہ کرلیا۔ باقی رشتہ داروں کو آمد سے حصہ رسدی ملتا تھا۔ یہ ملکیت پانچ حصوں میں تقسیم ہوئی۔ دو حصے مرزا جیلانی کی اولاد کو ملے۔ دو گل محمد کی اولاد کو اور ایک حصہ مرزا غلام مرتضیٰ کو بطور منصرم ملا تھا۔ جو ان کی اولاد پر تقسیم ہوا۔ مگر اس وقت صرف نظام الدین کا ایک لڑکا گل محمد زندہ ہے۔ جو بیعت میں داخل ہو چکا ہے۔ باقی سب کی اولاد نہیں رہی اور الہام پورا ہوا کہ: ''ینقطع من ابائك ویبدأ منك'' ہمیشہ سے آپ کا خاندان طبابت میں مشہور رہا ہے۔ مرزا محمود کو بھی جناب نے تعلیم طب کی ہدایت کی تھی۔ مگر کسی نے بھی اس سے کچھ نہیں کمایا۔
آپ کی والدہ چراغ بی بی ایمہ ضلع ہوشیار پور کی تھی۔ مرزا غلام قادر کی ایک لڑکی عصمت تھی اور ایک لڑکا عبدالقادر۔ مگر دونوں بچپن میں ہی مرگئے تھے۔ آپ کو عصمت کے ساتھ محبت تھی۔ اس لئے آپ نے اپنی لڑکی کا نام بھی عصمت ہی رکھا۔ آپ کے پہلے نکاح سے فضل احمد عین شباب میں ہی پیدا ہو گیا تھا۔ پھر سلطان احمد پیدا ہوا دوسرے نکاح سے بالترتیب یہ اولاد پیدا ہوئی۔ عصمت، بشیر احمد، بشیر الدین محمود، شوکت بی بی، بشیر احمد، شریف احمد، مبارکہ بیگم، مبارک احمد، امۃ النصیر، امۃ الحفیظ۔ ریویو مئی ۱۹۳۳ء میں مسٹر گوہر بی اے نے آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا ہے کہ: ''ایرو

مــجــی بــرلاس ‘‘فارس کا باشندہ کثیر الاولاد بقول شخصے ۲۹ بیٹوں کا باپ تھا۔اس کے بیٹے ’’سوغنچن‘‘ یہ یہاں’’قراچار‘‘ پیدا ہوا اور اس نے چنگیزی حملہ کے وقت فارس سے نکل کر توران کو اپنا وطن بنالیا۔اس کی قابلیت دیکھ کر چنگیز خان اسے اپنا ابن عم کہا کرتا تھا۔بقول شخصے چھٹی صدی ہجری میں مسلمان ہوا اور اپنی قوم برلاس کا قابل قدر رہنما اور چغتائی خاندان کا داماد اور وزیر تھا۔چنگیز خان چغتائی کے مرنے پر حسب وصیت حکمران ہو گیا۔اس وقت اس کی عمر ۸۰ سال تھی اور یہ ۶۵۲ھ کا زمانہ تھا۔اس کا بیٹا ایچل پیدا ہوا اور اس کا ایلنگیر اور اس کا برکل جس کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔اوّل طراغائی امیر تیمور لنگ کا باپ، دوم حاجی برلاس جو آپ کے خاندان کا مورث اعلیٰ ہے۔یہ سارا خاندان برلاس کہلاتا تھا۔مگر جب تیمور خضر خواجہ شاہ مغل کا داماد مقرر ہوا تو اس وقت سے گورگاں یعنی داماد کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ایروچی پارسیوں کا نام ہے جو بلاشبہ فارسی لفظ ہے اور اس لفظ سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ خاندان دراصل فارسی ہے۔تیمور کی پانچویں پشت میں بابر تھا اور حاجی برلاس حاکم کش کی چھٹی پشت میں مرزا ہادی ہوا ہے جو عہد بابری میں سمرقند سے نکل آیا تھا اور قادیان کو آباد کیا اور میرزا مشہور ہوا۔کیونکہ یہ خاص فارسی نام اس کے آباؤ اجداد سے اس کو حاصل ہو چکا تھا اور لفظ میرزا اصل میں امیر زادہ کا اختصار ہے۔مغلوں کی سلطنت اس وقت سب سے بڑی سلطنت تسلیم کی جاتی تھی اور برلاسی و تیموری خاندان نے ان کے عہد میں بڑی فوقیت بھی حاصل کر لی تھی۔مگر اپنا لقب مرزا ہی رکھا اور اپنے آپ کو خان کے لقب سے کبھی بھی معنون نہ کیا۔کیونکہ یہ لقب خاص مغلوں کے لئے مخصوص ہو چکا تھا۔مگر عوام الناس میں وہ دونوں قومیں مغل اور خان ضرور مشہور ہو گئیں۔کیونکہ مغلوں کی ان سے گہری رشتہ داریاں اور شدید تعلقات قائم ہو چکے تھے اور اس وجہ سے بھی کہ خان کا لقب سلطانی اعزاز اور فخریہ نشان سمجھا جاتا تھا تو جس طرح پنجاب میں ایک شخص غیر سید سادات سے تعلق پیدا کر کے سید کہلاتا ہے۔اسی طرح مرزائیوں نے مغلوں سے حسبی نسبی تعلقات پیدا کر کے اپنے آپ کو مغل اور خان کہلانا پسند کر لیا ہے۔مگر تاہم اپنی اصلیت بتانے کو مرزا کا لفظ ترک نہیں کیا اور خود مرزا کا خطاب ایسا ہردلعزیز تھا کہ تیموریہ خاندان کی تقلید میں مغل بھی مرزا کہلانے لگے۔اگرچہ وہ ترک یا تاتار النسل کے تھے۔ بعد میں مرزا کا خطاب خان کی طرح اعزازی ڈگری بن کر بھی تقسیم ہونے لگا اور نگزیب نے جب راجوری خاندان کشمیر میں شادی کی تو ان کو مرزا کا خطاب عطاء کر دیا۔اسی طرح راجہ جے سنگھ اوف جے پور کو تیموری خاندان کی طرف سے مرزا کا خطاب ملا جو آج تک چلا آ رہا ہے۔سات سو سال بعد مغلوں نے خان کی بجائے مرزا کہلانا ہی بہتر سمجھا۔مگر اپنے ناموں کے ساتھ بیگ کا اضافہ قائم

رکھا۔ تا کہ اپنی اصلیت ظاہر کرتے رہیں اور انگریزی حکومت نے مرزا کی بجائے خان کو اعزازی لقب قرار دیا۔ الغرض کہ مغلوں کے ساتھ باہمی مناکحت کی وجہ سے یہ دونوں خاندان ان میں بالکل جذب ہوگئے۔ یہاں تک کہ ان میں امتیاز کرنا محال ہوگیا۔ مگر چونکہ وہ دونوں خاندان اصل میں فارسی تھے۔ اس لئے مرزا قادیانی کا فارسی النسل ہونا ثابت ہوگیا اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ آپ ذریت ابراہیم میں بھی داخل ہیں۔'' راجع الیٰ کتابی تحفة الهند فی قادیان یباع بروفیه '' کیونکہ احادیث میں وارد ہے کہ: '' اهل فارس هم بنو اسحاق (رواه الحاکم فی تاریخه عن ابن عمر کنزالعمال ج٦ ص٢١٥) فارس عصبتنا اهل البیت لان اسماعیل هم ولد اسحق عم ولد اسماعیل (کنزالعمال ج٦ ص٢٦٤) ولد سام العرب وفارس الروم والخیرفیهم (رواه ابن عساکر عن ابی هریرةؓ) من اسلم من فارس لهم من قریش اخوتنا وعصبتنا (رواه الدیلمی عن ابن عباسؓ) سلمان منا اهل البیت (رواه الطبرانی والحاکم، کنزالعمال ج٦ ص١٧٦) عن صالح بن ابی صالح قال سمعت اباهریرةؓ یقول ذکرت الا عاجم عند النبی ﷺ فقال انابهم اوبعضهم اوثق منی بکم اوبعضکم (ترمذی باب فضائل العجم ص٣٢٨) '' ان احادیث سے تو تمام مرزائی چھوڑ تمام آریہ بھی عجم میں شامل ہیں اور فارس کا اہل عجم ہونا تو سب کو معلوم ہے۔'' انتهی ما فی ریویو ملخصاً ''

ہندوستان کا نقشہ یوں سمجھا جاتا ہے کہ گویا ایک شیر کسی غار سے نکلا ہے۔ جس کا نصف حصہ ابھی غار میں ہی پوشیدہ ہے اور اس کے سامنے پھٹا پرانا کمبل پڑا ہوا ہے۔ جس کے دو چیتھڑے دور تک چلے گئے ہیں اور ان دو چیتھڑوں کے درمیان ایک کھلی زمین ہے۔ پس وہ کمبل بحیرہ عرب ہے اور دو چیتھڑے عرب کے گھیرے ہوئے بحر عمان معہ بحر فارس اور بحر قلزم ہیں۔ شیر کے دو جبڑوں کے درمیان ملک گجرات ہے۔ اس کی داڑھی میں ہندوستان ہے اور سر کی چوٹی میں پنجاب۔ اس کی لمبی ناک میں سندھ واقعہ ہے۔ آنکھ ملتان ہے جو سامنے فارس کو دیکھ رہی ہے۔ پنجاب کے بالمقابل کابل توران اور سمرقند اور بخارا معہ ماوراء النہر واقع ہیں۔ سمرقند اور فارس کے درمیان خراسان واقع ہے۔

کوکب دہلی ۲۵ راپریل ۱۹۲۳ء میں ایم۔ اے لطیف نے لکھا ہے کہ: '' رجال من ابناء فارس '' کا مصداق مرزا قادیانی نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ ایرانی نہ تھے بلکہ جب احادیث متعلقہ خراسان آذربیجان اور اصفہان وغیرہ کو ساتھ ملا لیا جائے تو بالکل ہی اس کا امکان نہیں

رہتا۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۴۷، خزائن ج ۱۷ص ۱۶۷) میں مسیح موعود، دجال موعود اور مہدی موعود تینوں کا سرزمین مشرق سے ظاہر ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔ ازالہ میں فارس ہی مشرق سے مراد لی ہے۔ تفسیر طبری وغیرہ میں ''اخرین منهم '' سے مراد اہل فارس ہیں۔ نہ فارسی الاصل، فصوص الحکم میں ابن عربی کا کشف بھی تریاق القلوب میں یوں لکھا ہے کہ: ''کشفها الی بمدینة فارس حتی رایت خاتم الولایة منه '' (حجج الکرامہ ص ۴۰۸) میں بھی لکھا ہے کہ مراد بمشرق فارس است۔ (براہین احمدیہ ص ۱۸۵، خزائن ج ۲۱ص ۳۵۶) میں ہے کہ میرا دعویٰ یہ نہیں کہ میں وہ مہدی ہوں جو ''من ولد فاطمة ومن عترتی '' کا مصداق ہے۔ (اربعین ص ۱۸، خزائن ج ۱۷ص ۳۶۵ حاشیہ) میں مرزا قادیانی خود اقراری ہیں کہ کوئی تذکرہ ہمارے خاندان کی تاریخ میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ وہ بنی فارس کا خاندان تھا۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۴۱، خزائن ج ۱۷ص ۱۲۷) میں ہے کہ میرے بزرگ، چینی حدود سے پنجاب میں پہنچے ہیں۔ پھر اسی کتاب (تحفہ گولڑویہ ص ۱۹، خزائن ج ۱۷ص ۱۱۶) میں دوسری جگہ یوں لکھا ہے کہ میرے پاس اپنے فارسی ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ سوائے الہام کے جو مخالفین کے لئے سند نہیں ہوسکتا۔ (عسل مصفے ص ۴۴۸) میں ہے کہ: ''ولد نوح ثلاثة سام وحام یافث وولد سام العرب والفارس والروم والخیر فیهم وولد یافث یاجوج وماجوج ولترك ولا خیرفیهم وولد حام القبط والبر برد السودان (ابن عساکر عن ابی هریرۃ) '' ناظرین خود انصاف کریں کہ مرزا قادیانی اپنے دعویٰ میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ وہ اہل پنجاب میں اہل فارس نہیں ہیں اور فارسی الاصل نہیں، ترکی النسل ہیں۔ جس کو گوہر نے بھی تسلیم کرلیا ہے۔ بنی ہاشم سے ہونا ان میں نہیں پایا جاتا۔ سام کی اولاد نہیں تاکہ خیر حاصل کرتے۔ بلکہ یافث کی اولاد ہیں۔ جن میں خیر نہیں۔ مرزا قادیانی کو اقرار ہے کہ کوئی تاریخ ان کے الہام کی تائید نہیں کرتی۔ اس لئے گوہر صاحب کی تحقیق بغیر تنقید کے تسلیم کرلینا مفید نہ ہوگا اور مدعی سست اور گواہ چست کا منظر دکھانا پڑے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی پہلے نمبر پر پنجابی الاصل ہیں۔ پھر ترکی الاصل اور تیسرے نمبر پر تحقیق گوہری کے مطابق فارسی الاصل بنتے ہیں۔ مگر اہل فارس نہیں بنتے جو حدیث میں مذکور ہے۔ اس لئے حدیث سے ان کو دور کا واسطہ بھی نہیں رہا۔ جناب بہاء فارسی الاصل نہیں اہل فارس ضرور ہیں۔ بلکہ عربی الاصل ہاشمی ہیں۔ اس لئے اس حدیث کے مصداق بننے کے کچھ حق دار ہیں۔ لیکن اہل تحقیق کے نزدیک مہدی موعود عربی الاصل اور اہل عرب ہیں۔ فارس سے ان کو کوئی تعلق نسبی نہیں۔ اس لئے دونوں کی مہدویت ہماری نظر میں مخدوش ہے۔ ورنہ دور کے تعلق سے تمام لوگ ہندی الاصل ہیں۔ کیونکہ آدم علیہ السلام ابوالبشر کا تعلق لنکا سے تھا۔

اسی طرح ذیل کا مضمون بھی حل کر لینا چاہئے۔

نام باپ	اولاد
گل محمد	غلام نبی، عطاء محمد، قاسم بیگ
عطاء محمد	غلام مصطفےٰ، غلام محی الدین، غلام مرتضےٰ، غلام حیدر، غلام محمد۔
غلام مرتضیٰ	غلام احمد، غلام قادر
غلام احمد	سلطان احمد، فضل احمد، بشیر اوّل، محمود احمد، بشیر احمد، شریف احمد، مبارک احمد۔
محمود احمد	ناصر احمد، مبارک احمد، منور احمد وغیرہ۔
بشیر احمد	مظفر احمد، حمید احمد، منیر احمد، مبشر احمد وغیرہ۔
شریف احمد	منصور احمد، ظفر احمد، داؤد احمد وغیرہ۔

آپ کا خاندانی سلسلہ ساسانی ہے۔ جو ایران وتوران کے سلاطین وقت سے تعلق رکھتا ہے۔ فریدون کے بیٹے ایرج نے ایران آباد کیا اور تور نے توران اور یہ دونوں صوبے مملکت فارس کے تھے۔ جب کیکاؤس کے بعد اس کا بیٹا کیخسر وتخت نشین ہوا تو اس نے جھن ولد افراسیاب کو قید سے نکال کر توران کی حکومت دے دی اور یوں کہا کہ۔

مرا با تو مہرست وپیوند خوں

بباید کہ آئی زبندم بروں

جس سے ثابت ہوا کہ ان دونوں میں ان دنوں رشتہ داری تھی اور سمرقند جہاں سے آپ کے آباؤ اجداد ہندوستان آئے توران میں واقع ہے۔ اس لئے آپ کا خاندان فارسی ہے نہ مغل اور نہ معلوم کس غلطی کی بناء پر مغلیہ خاندان کے نام پر مشہور ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب یزدجرد بن بہرام بن شاہ پور ساسانی فارس سے ترکستان کو بھاگ گیا اور وہاں پر رشتہ داری پیدا کر لی تو دو چار پشتوں بعد ترک مشہور ہو گیا اور مرزا یا بیگ اعزازی خطاب ہیں جو سلاطین فارس اور ترک بادشاہ اظہار خوشنودی پر دیا کرتے تھے۔

مرزا قادیانی کا عہد طفولیت وتعلیم

مرزا غلام قادر اور دوسرے لوگ آپ کو میسترڈ (مسجد میں گوشہ نشین ہونے والا) کہتے تھے۔ بچپن میں آپ خوب تیرتے تھے۔ ایک دفعہ ڈوب بھی چلے تھے۔ مگر ایک بوڑھے نے بچا لیا جو پھر نہیں دیکھا گیا تھا۔ سوار بھی خوب تھے، سرکش گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس نے آپ کو ہلاک

کرنا چاہا اور آپ کو درخت سے ٹکرایا اور خود مر گیا اور آپ گر کر بچ نکلے۔ آپ کو بچوں نے کہا کہ گھر سے میٹھا لاؤ تو آپ نے بغیر اجازت کے نمک کا بورا کھانڈ سمجھ کر جیبیں بھر لیں اور بچوں میں جا کر خوب منہ بھر کر کھانے لگے تو دم رک گیا اور بڑی تکلیف ہوئی۔ ایک دفعہ آپ نے والدہ سے روٹی کے ساتھ کچھ کھانے کو مانگا تو انہوں نے گڑ پیش کیا۔ آپ نے انکار کر دیا۔ پھر کچھ اور پیش کیا اس سے بھی انکار کر دیا۔ بہت اصرار کیا تو والدہ نے ناراضگی میں کہا کہ جاؤ پھر راکھ سے کھاؤ تو آپ روٹی پر راکھ رکھ کر بیٹھ گئے۔ آپ ایک دن کسی کنوئیں پر لاسا بنا رہے تھے تو ایک چیز کی ضرورت پڑی۔ ایک چرواہے سے کہا کہ تم گھر سے وہ چیز لا دو میں تمہاری بکریاں چراؤں گا تو وہ سارا دن واپس نہ آیا تو گویا سنت انبیاء پوری ہوگئی اور لاسا گوند اور درختوں کے دودھ وغیرہ سے پرندوں کے شکار کے لئے بناتے ہیں۔ آپ والدہ کے ہمراہ ہوشیار پور جاتے تھے تو چوہوں (بارانی نالیوں) میں پھرا کرتے تھے۔ ایک نے آپ کے استاد سے کہا کہ خواب میں ایک مکان دھوئیں سے گھرا ہوا میں نے دیکھا ہے اور عیسائیوں نے اس کا محاصرہ کر لیا ہے۔ اندر معلوم ہوتا تھا کہ حضور ﷺ تھے۔ استاد صاحب تعبیر نہ دے سکے تو آپ نے کہا کہ وہ عیسائی ہو جائے گا۔ کیونکہ انبیاء شیشے ہیں۔ ان سے اپنا منہ نظر آتا ہے تو ایسا ہی ہوا۔ آپ کے استاد فضل الٰہی قادیان کے باشندہ حنفی تھے۔ دوسرے استاد فضل احمد فیروز پور والا ضلع گوجرانوالہ کے باشندہ اہل حدیث تھے۔ مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی انہی کے بیٹے تھے۔ جو خلافت ثانیہ کے رو میں بہ گئے۔ تیسرے استاذ سید گل شاہ بٹالہ کے باشندہ اور شیعہ تھے۔ آپ جمعہ کے دن پیدا ہوئے تھے تو توام تھے۔ آپ اپنے ننھیال (ایمہ ضلع ہوشیار پور) میں کئی دفعہ گئے تو وہاں چڑیاں پکڑا کرتے تھے۔ چاقو نہ ہوتا تو سرکنڈے سے ہی ذبح کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ ننھیال کی چند بوڑھی عورتیں قادیان آئیں تو کہنے لگیں کہ سندھی (مرزا قادیانی) ہمارے گاؤں میں چڑیاں پکڑا کرتا تھا۔ تب دستور تھا کہ چھوٹے بچے کو پیار سے سندھی کہہ کر پکارتے تھے۔ کیونکہ جس بچے کے گلے میں سیندھی (ہنسی) ڈال کر نذر پوری کرتے تھے۔ اس کا نام عموماً سندھی رکھ لیا کرتے تھے۔ (اسلاف کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے کہ سلطان احمد کی نانی کہتی تھی کہ آپ کی والدہ نے منتیں مان کر آپ کی پرورش کی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی آپ کا پیارا نام پہلے سندھی ہی تھا) ہمیں اس سے بحث نہیں کہ آپ کا نام کیا تھا۔ اس میں کیا تبدیلی ہوئی۔ مگر یہ ضرور ماننا پڑتا ہے کہ آپ کو عہد طفولیت دیہاتی بچوں کی طرح نہایت لاپروائی میں گذرا ہے اور جسمانی عوارض کا شکار آپ پہلے سے ہی ہو چکے تھے۔ خلوت نشینی، دل کی کمزوری، ضد کرنا اور چپ چاپ رہنا اور سائیں لوگ یا مسیتو کہلانا

یہ سب ایسے بچے کے عوارض ہوتے ہیں کہ جس کی فطرتی صحت میں کچھ خلل آ گیا ہو۔ معراج دین عمر نے براہین احمدیہ کے اوّل آپ کی سوانح حیات لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آپ کے والد صاحب سے کسی نے پوچھا تھا کہ غلام احمد کہاں ہیں تو آپ نے کہا تھا کہ جاؤ مسجد میں ہوگا۔ یا مسجد کی ٹوٹیوں کے ساتھ لگا ہوا ہوگا۔ اگر وہاں نہ ملے تو کسی نے صف میں لپیٹ دیا ہوگا۔ کیونکہ اس پر کچھ ہوش نہیں۔ مجھے تو یہ فکر ہے کہ بڑا ہو کر یہ اپنا پیٹ کس طرح پالے گا؟'' او کما قال ''مگر آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ شخص ایسا کام کرے گا کہ دنیا میں ان لوگوں کی تعداد میں آئے گا جو انگلیوں پر شمار کئے جاتے ہیں۔ یہ خدا کی قدرت ہے کہ۔

بنا واں آں چناں روزی رسہاند

کہ دانا اندواں حیراں بماند

بہر حال کچھ بھی ہو آپ کا عہد طفولیت کسی نبی کے عہد طفولیت کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا۔ نہ اس میں ابراہیمی طفولیت کا ولولۂ توحید موجود ہے۔ نہ موسوی وجاہت اور جلال کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ نہ عیسوی اعجاز نمائی کا کرشمہ موجود ہے اور نہ احمدی طفولیت کی عصمت قدر افزائی اور آثار نجابت یا تاثر رسالت نمایاں ہیں۔ ہاں اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو رام چندر، کرشن مہاراج، بابا نانک کے عہد طفولیت سے آپ کے حالات ملتے جلتے نظر آتے ہیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ آپ نے کرشن وغیرہ ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ طبی اصول سے اگر آپ کے عہد طفولیت کا موازنہ کیا جائے تو کسی انسان کامل کے بچپن کے ساتھ ہم پلہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جو بچہ پیدائشی ہی دائم المریض ہو اس میں شان رسالت کا نمودار ہونا بالکل ناممکن ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ جو لوگ بچپن ہی میں دماغی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں تو لوگ ان کو مقدس خیال کرنے لگ جاتے ہیں اور وہ بھی اپنا تقدس قائم رکھنے کی دھن میں شب و روز ایسے وسائل سوچتے رہتے ہیں کہ جن سے ان کی دماغی بیماریاں استغراق فے ملکوت اللہ اور فنافی اللہ کا رنگ دکھاتی رہتی ہیں۔ ورنہ حقیقت میں نہ ایسے لوگ خدا رسیدہ ہوتے ہیں اور نہ اولیاء نہ پیغمبر۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ ان کو مجذوب یا کاہن کا خطاب دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ شان رسالت کے لئے عقلاً یہ پہلی شرط ہے کہ مدعی نبوت کو دماغی عارضہ نہ ہو اور جسمانی بیماریوں سے بھی اس کے جسمانی حالات مشتبہ نہ ہوں۔ تا کہ تبلیغ رسالت کا کام اچھی طرح سرانجام دے سکے اور نقص عقل صنف نازک کی طرح نقص دین کا باعث ہو کر مدعی کو اپنے پایۂ اعتبار سے نہ گرادے۔ آپ کے حالات جب یہ ثابت کرتے ہیں کہ ایام شباب میں بھی آپ بہت رویا کرتے تھے اور تنہائی پسند اور مسیتڑ کہلاتے تھے اور دماغی

دورے اس کثرت سے پڑتے تھے کہ آپ روزہ رکھنے سے بھی معذور ہو گئے۔ مسجد کی امامت کرانے کے بھی قابل نہ رہے اور اعتکاف بھی نہ کر سکتے تھے تو ایسا معذور آدمی امامت صغریٰ کی اہلیت نہ رکھتے ہوئے کیسے دعویٰ کرسکتا ہے کہ وہ امامت کبریٰ کا بھی حق دار ہے یا یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ وہ آسمانی بادشاہت کا مدعی بن کر اپنے منکرین کو دین الٰہی کے باغی اور منکر اسلام قرار دے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ انبیاء کی جسمانی طاقت اور دماغی قویٰ مشک وعنبر کے مرکبات کے محتاج نہیں ہوتے۔ بلکہ روکھی سوکھی کھا کر فطرتی طور پر انوار شباب کو ساٹھ سال بلکہ سو سال تک نمایاں طور پر دنیا کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں۔ مریل اور دائم المریض نہیں ہوتے کہ مذہبی فرائض ادا کرنے سے بھی معذور ہوں۔

ولا ینفع الجرباء قرب صحیحة
الیھا ولکن الصحیحه تجرب

مزاج وعادات

سوتے وقت تہ بند باندھتے اور کرتہ اتار دیتے۔ رفع حاجت کے بعد اپنا ہاتھ مٹی سے مل کر پانی سے دھوتے۔ ململ کے سپید رومال میں کچھ پیسے باندھ رکھتے تھے۔ بچے مانگتے تو دے دیتے۔ کام ہوتا تو کہتے پھر آنا ابھی تنگ نہ کرو۔ اس سفید رومال کا دوسرا کنارہ واسکٹ سے سلوا لیتے تھے۔ یا کاج میں باندھ لیتے تھے۔ چابیاں آزار بند سے باندھتے تھے۔ جو بھی لٹک بھی آتا تھا۔ وہ آزار بند عموماً ریشمی ہوتا تھا۔ کیونکہ کثرت پیشاب سے آپ کو بار بار کھولنے میں آسانی ہوتی تھی۔ ورنہ سوتی کی گرہ مشکل سے کھلتی ہے۔ صبح کو ایک دو میل سیر کو جاتے۔ خادم ساتھ ہوتے اور ان سے گفتگو ہوتی تو اخبار والے نوٹ کر لیتے۔ جاتے وقت مولوی نور الدین صاحب اور نواب محمد علی کو ساتھ لے جاتے۔ کئی دفعہ کئی منٹ انتظار بھی کرتے۔ مولوی صاحب پیچھے رہ جاتے تو ٹھہر کر ساتھ ملا لیتے تھے۔ کیونکہ آپ تیز رو تھے۔ سیر کے لئے بسراوان (مشرق قادیان) یا بوئر (شمال) کو نکل جاتے یا اپنے باغ میں جاتے تو شہتوت وغیرہ کھلاتے اور کھاتے۔ کسی کی ٹھوکر سے عصا گر جاتا تو پروانہ کرتے۔ بسراوان سے ایک دفعہ واپس آئے تو راستہ میں مرزا نظام الدین نے جھک کر سلام کیا۔ کیونکہ لوگ بکثرت ہمراہ تھے۔ آخری جلسہ میں بوئر کو نکلے تو زیادہ بھیڑ سے گھبرا کر تھوڑی دور جا کر واپس آ گئے۔ بھیڑ ہوتی تو خادم ارد گرد اپنے بازوؤں سے چکر بنا لیتے تھے۔ آپ میانہ قد، گندم گوں، چہرہ بھاری، بال سیدھے اور ملائیم اور ہاتھ پاؤں بھرے بھرے تھے۔ آخری عمر میں بدن بھاری ہو گیا تھا اور بارعب تھے۔ ایک دفعہ ایک سفر میں اسٹیشن پر گاڑی کو دیر تھی تو آپ

اہلیہ کے ہمراہ پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے۔ مولوی عبدالکریم نے مولوی نورالدین صاحب سے کہا کہ اہلیہ کو کسی جگہ بٹھا دیں تو اچھا ہے۔ لوگ ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم ہی جا کر کہو۔ تو جا کر عرض کی تو جناب نے فرمایا کہ: ''جاؤ جی میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں۔'' جناب کو جب دورے پڑنے شروع ہوئے تو سارا رمضان روزے نہیں رکھے۔ دوسرا رمضان آیا تو آٹھ روزے رکھے تو دورہ شروع ہو گیا۔ تو باقی چھوڑ دیئے۔ تیسرا رمضان آیا تو دس رکھے تو دورہ شروع ہو گیا۔ چوتھے رمضان میں تیرہ رکھے تو مغرب کے قریب دورہ ہوا تو آپ نے روزہ توڑ دیا۔ شروع شروع میں جب برد اطراف اور دوران سر کے دورے پڑے تو بہت کمزور ہو گئے تھے اور رمضان تک بھی طاقت نہ پائی تھی کہ روزے شروع کر دیئے تو پھر جب دورہ پڑتا تھا تو روزے ترک کر دیتے تھے اور فدیہ ادا کر دیتے تھے۔ اوائل عمر میں غرارے پہنتے تھے۔ پھر معمولی پاجامہ پہنتے تھے۔ پگڑی سپید ململ کی ہوتی تھی۔ پگڑی کے نیچے گرم قسم کی روی ٹوپی پہنتے تھے اور گھر صرف وہی ٹوپی ہوتی تھی۔ گرمیوں میں ململ کا کرتہ پہنتے تھے۔ جس پر گرم کوٹ یا گرم صدری ہوتی۔ پاجامہ بھی آپ کا گرم ہوتا تھا۔ جراب پہنے رہتے تھے۔ سردیوں میں دو دو تین تین جرابوں کے جوڑے تہ بتہ پہنتے تھے۔ جوتہ دیسی پہنتے تھے۔ جب سے دورے پڑنے شروع ہوئے۔ سردی گرمی میں گرم کپڑے پہننے شروع کر دیئے۔ گو کبھی تکلیف ہوتی۔ مگر ان کا استعمال نہیں چھوڑا۔ شیخ رحمت اللہ گجراتی (پھر لاہوری) جب سے داخل بیعت ہوئے کپڑوں کے جوڑے وہی لاتے تھے۔ کسی نے گرگابی پیش کی تو الٹے سیدھے کا آپ کو پتہ نہ تھا۔ اہلیہ نے نشان بھی کر دیا مگر تاہم الٹا سیدھا پہن لیتے تھے۔ آخر اسے چھوڑ کر کہا کہ انگریزوں کی کوئی چیز بھی اچھی نہیں ہے۔

بود و باش

انگریزی قمیص کی کالر کے متعلق بھی یہی لفظ فرماتے تھے۔ کیونکہ بٹن کھولنے اور لگانے سے آپ گھبراتے تھے۔ کہتے تھے کہ یہ کیا کان سے لٹکتے رہتے ہیں۔ عام طور پر جیسا کپڑا مل جاتا پہن لیتے تھے۔ جکڑنے والے لباس سے نفرت تھی۔ گھر میں پگڑیاں اور ململ کے کرتے تیار ہوتے تھے۔ باقی کپڑے ہدیۃً آتے تھے۔ کمر پر پٹکہ استعمال کرتے تھے۔ باہر جاتے تو کوٹ ضرور پہنتے۔ عصا بھی لیتے۔ آخری سال اہلیہ نے پورے ایک تھان کے کرتے تیار کرائے تو آپ نے کہا کیا ضرورت تھی؟ جمعہ کے روز کپڑے بدل کر خوشبو لگاتے تھے۔ مغرب کی نماز پڑھاتے تو ''انما اشکوا بثی'' ضرور پڑھتے۔ آپ کی قرأت لہر دار ہوتی اور اعتکاف کبھی نہیں کیا۔ آپ بیت الفکر میں لیٹے ہوئے تھے کہ ملا وامل یا لالہ شرم پت نے دستک دی۔ عبداللہ خادم کنڈہ کھولنے چلا تو

آپ پہلے دوڑ کر کھول آئے۔ کہا کہ حدیث کے مطابق مہمان کی عزت واجب ہے۔ (بیت الفکر قادیانی عبادت گاہ مبارک کا ایک حجرہ ہے جو جناب کے گھر سے ملحق ہے) عبداللہ سنوری نے کہا کہ شیخ حامد علی نے بتادیا کہ میں حقہ پیتا ہوں۔ پیر دبانے لگا تو حامد علی سے کہا کہ حقہ تازہ کر کے لے آؤ۔ پھر مجھے کہا کہ پیتے کیوں نہیں؟ میں نے شرم کے مارے ایک گھونٹ پیا پھر نفرت ہوگئی۔ پھر میرے مسوڑھے پھول گئے تو آپ نے فرمایا کہ بطور علاج پی سکتے ہو۔ کچھ دن پیا پھر چھوڑ دیا۔ آپ نے مجھے ایک ٹوٹا ہوا حقہ کیل سے لٹکا ہوا دکھایا کہ ہم نے تو اسے پھانسی دیا ہوا ہے۔ کیونکہ ہم کو تو اس سے طبعی نفرت ہے۔ شاید یہ حقہ کسی عورت کا ہوگا۔ چوہدری غلام محمد بی۔اے ۱۹۰۵ء کو قادیان آیا تو آپ نے سبز رنگ کی پگڑی پہنی ہوئی تھی۔ مجھے گراں گذرا۔ مگر مقدمہ ابن خلدون پڑھا تو معلوم ہوا کہ سبز پگڑی میں وحی بہت ہوتی ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب اعجاز احمدی کی تصنیف، کے بعد مباحثہ کے لئے آئے تو دستی خط وکتابت شروع ہوئی تو آپ جب اپنی عبادت گاہ سے گھر جارہے تھے تو مولوی صاحب کے آدمی نے کہا کہ فلاں کام کون کرے گا تو آپ نے کہا، تو اس سے پیشتر یہ لفظ کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔ آپ کو کسی نے گھڑی تحفہ دی۔ جس کو رومال میں باندھ کر رکھتے تھے اور وقت دیکھتے تو ایک دو گنتے گنتے اصل وقت پر پہنچ جاتے۔ آپ بڑی عبادت گاہ میں جاتے تو ڈول سے ہی منہ لگا کر پانی پیتے یا ٹنڈ اور آبخورہ سے پیتے۔ تازہ پکوڑے مسجد میں ٹہل ٹہل کر کھاتے تھے۔ سالم مرغ کا کباب بھی پسند تھا۔ ہوشیار پور گئے تو مرغ کا کباب ساتھ لے گئے تھے۔ مولی کی چٹنی، گوشت معہ مونگرہ، بھنی ہوئی بوٹیاں، خوب سینکی ہوئی چپاتی اور پتلا شوربا جس میں گوشت خوب گداز ہو چکا ہو۔ سنگترے بین، چاول شیریں گڑ کے، میٹھی روٹی، چائے میں دیسی شکر مرغوب خاطر تھی۔ کہا کہ صرف گوشت ہی کھانے سے چالیس دن تک دل سیاہ ہوجاتا ہے۔ اس میں سبزیاں بدل بدل کر کھانا چاہئے۔ کیچڑ جیسا شوربا پسند نہ تھا۔ کہا کہ ایک آنہ کے گوشت میں (جو سیر بھر مل جاتا تھا) دس آدمی کے لئے شوربا بنانا چاہئے۔ بھیڑ کا گوشت آپ کو پسند نہ تھا۔ کسی نے تسبیح پیش کی تو عبداللہ سنوری کو دے دی کہ تم اس پر درود شریف پڑھا کرو۔ کیونکہ آپ تسبیح کو پسند نہیں کرتے تھے۔ قادیان کے پہلے جلسہ میں تقریر سے پہلے کہا کہ عبداللہ سنوری ہمارے اس وقت کے دوست ہیں جب کہ ہم گوشۂ گمنامی میں تھے۔ یہ اس لئے کہا کہ تم اس سے واقف ہو جاؤ۔ آپ کا یہ اکثر مقولہ تھا کہ خدا داری چہ غم داری، چوبارے میں رہتے تھے اور وہیں کھانا آتا تھا اور کبھی اعتراض نہیں کیا گیا۔ ایک دفعہ بیمار ہوگئے۔ حالت نازک ہوگئی۔ حکیموں نے لاعلاج کر دیا اور نبض بھی ساقط ہوگئی تو آپ نے کہا کہ

میرے پیٹ پر نیچے اوپر کیچڑ رکھو تو آرام آ گیا۔ کیونکہ زحیر کا مرض تھا۔ عموماً غرارہ پہنتے تھے مگر سفر میں تنگ پاجامہ بھی پہنتے تھے۔ شرم پت اور ملاوامل ہی قادیانی دوست ہے اور کوئی نہ تھا۔ آپ یہ اخبار پڑھا کرتے تھے۔ جب علی کا اخبار سفیر امرتسر، اگنی ہوتری کا رسالہ ہندو بندہ اور منشور محمدی اخیر عمر میں اخبار عام لاہور اور اس میں اپنا مضمون بھی بھیجتے تھے۔ میٹھی روٹی آپ کو مرغوب تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ میٹھی روٹی کھانے لگے تو کچھ تلخی معلوم ہوئی۔ مگر کچھ محسوس نہ کیا۔ پھر تلخی معلوم ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ خادمہ نے کھانڈ کی بجائے کنین ڈال دی تھی۔ جہلم کے مقدمہ میں ایک دن گورداسپور پہلے ہی چلے گئے۔ دعاء کے لئے ایک کوٹھڑی مقرر کر رکھی تھی۔ اس میں جاتے ہوئے اپنی چھڑی مولوی محمد علی صاحب کو دیتے گئے۔ باہر نکلے تو آپ کو دی گئی۔ کہا کہ کیا یہ میری ہی چھڑی ہے؟ محویت میں غرق تھے۔ پہچان نہ سکے۔ حالانکہ وہی چھڑی مدتوں سے آپ کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ ایم ذوالفقار کی روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ سے مسجد کی سیڑھیوں میں ملے۔ جب کہ آپ ایک افغان کو افغانستان میں تبلیغ کے لئے بھیج رہے تھے اور وہ ڈرتا تھا۔ اس لئے آپ ناخوش تھے۔ آپ نے مجھے نہ پہچانا واپس چلے گئے۔ ظہر کے وقت کسی نے کہا کہ تحصیلدار صاحب آئے ہوئے ہیں تو آپ نے بڑے تپاک سے پوچھا کہ آپ کب سے آئے ہیں؟ میں نے کہا کہ اس وقت سے کہ افغان کو آپ بھیج رہے تھے تو آپ نے میری طرف توجہ نہیں کی تھی۔ اس لئے میں روتا رہا کہ یا اللہ آج کیا بات ہے کہ حضور نے بشاشت کے ساتھ ملاقات نہیں کی۔ آپ مسرت اور تبسم سے ملتے تھے۔ چھوٹے بڑے سب کی باتیں غور سے سنتے تھے۔ وہ غیر مہذب ادھر ادھر کے قصے چھیڑ دیتے تو سنتے رہتے تھے۔ مجلس بے قاعدہ ہوتی تھی۔ عموماً بعد از نماز ہوتی تھی۔ کوئی سوال پوچھا یا مخالف کا ذکر آ جاتا یا اپنی جماعت کی تکالیف کا ذکر آ جاتا تو آپ تقریر کرتے ہوئے چھوٹی آواز سے شروع کرتے۔ پھر آواز بڑی ہو جاتی تو دور والے بھی سن لیتے تھے اور آپ کی آواز میں خاص سوز ہوتا تھا۔ فضل الدین وکیل لاہوری غیر احمدی نے عیسائیوں کے مقدمہ میں مولوی محمد حسین پر جرح کرنے کے بعد آپ سے پوچھا کہ اس کا حسب نسب پوچھ کر شہادت کمزور کر دوں تو آپ نے اجازت نہ دی اور کہا کہ: ''لا یحب اللہ الجهر بالسوء'' اور جب مولوی محمد حسین کو عدالت میں کرسی نہ ملی تو اس کی خوب اہانت ہوئی اور یہ الہام پورا ہوا کہ: ''انی مهین من اراد اهانتك'' ڈگلس صاحب کو آپ نے کہا کہ مجھ پر قتل کا الزام لگایا ہے تو اس نے کہا مبارک ہو میں نے آپ کو بری کر دیا ہے۔ ڈگلس پہلے فوجی کپتان تھا۔ پھر ڈپٹی کمشنر ہوا پھر جزائر انڈمان میں چیف کمشنر ہو گیا تھا اور فوجی کرنل کے عہدہ میں پنشنر ہو کر

ولایت چلا گیا۔ مولوی مبارک علی مبلغ قادیان ۲۸ رجولائی ۱۹۲۲ء کو جب صاحب ممدوح سے ملے تو دوران گفتگو میں اس نے کہا کہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ عبدالحمید مستغیث مشنریوں کے پاس رہ کر ہر روز جھوٹ گھڑ کر اپنی مثل مکمل کرتا رہتا ہے۔ اس لئے جب حوالہ پولیس ہوا تو فوراً میرے قدموں پر گر کر اقبالی ہو گیا کہ یہ صاف افتراء ہے۔ پھر کہا کہ مجھے حیرت ہے کہ غلام احمد کا قائم کیا ہوا سلسلہ اتنی ترقی کر گیا۔ آپ کی عادت تھی کہ جماعت کی کمزوری مطالعہ کرتے تو عام تقریر کر کے اصلاح کر دیتے اور بات بات پر ٹوکنے کی بجائے دعاء پر زور دیتے تھے۔ کہتے تھے کہ دل درست ہو جائے جو جڑھ ہے تو اعمال جو شاخ ہیں خود بخود درست ہو جائیں گے۔ تم کو داڑھی کی فکر ہے اور مجھے ایمان کی فکر ہے۔ کہا کہ جو شخص سچے دل سے مجھے خدا کا بھیجا ہوا سمجھتا ہے وہ جب دیکھے گا کہ میں داڑھی رکھتا ہوں تو اس کا ایمان خود داڑھی رکھوالے گا۔ صبر اور ہمدردی پر بہت زور دیتے تھے۔ تکبر، سنگدلی، درشتی اور تنعم و تعیش سے نفرت تھی۔ کہتے تھے کہ سور سے طبعی نفرت مسلمان کو اس لئے ہوئی ہے کہ باقی محرمات کو بھی یوں ہی سمجھے۔ کہا کرتے تھے کہ: ''الاستقامة فوق الکرامة'' آپ کہتے تھے کہ مجھے بعض دفعہ تکلیف سے غصہ کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ غصہ بہت کم پیدا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ مولوی محمد علی ڈھاب میں نہانے لگے تو گہرے پانی میں چلے گئے تو لوگوں نے نکالنا شروع کیا۔ مگر جو جاتا اسے بھی دبا لیتے۔ خوب غوطے کھائے تو قاضی میر حسین نے غوطہ لگا کر نیچے سے ان کو باہر پھینک دیا تو باہر آ گئے تو آپ نے کہا کہ گھڑے کے پانی سے نہا لیا کریں۔ میں تو بچپن میں اتنا تیرتا تھا کہ ڈھاب بھر جاتی تو ساری قادیان کے اردگرد ایک دفعہ ہی چکر لگا لیتا تھا۔ واضح رہے کہ ڈھاب چاروں طرف محیط ہے۔ بارش کے موقعہ پر قادیان جزیرہ بن جاتا ہے۔ نکاح ثانی کو پندرہ سال گذر گئے۔ مگر آپ نے ایک دفعہ بھی گھر میں ناچاقی پیدا نہیں ہونے دی تھی۔ عورتیں کہتی تھیں کہ مرجا بیوی دی گل بڑی من دا اے۔ آپ نے کہا کہ ایک دفعہ میں نے بیوی پر آواز کسی جس سے معلوم ہوا کہ میرے دل میں رنجش ہے تو مجھے استغفار اور صدقہ خیرات اور نوافل ادا کرنے پڑے۔ محمدی بیگم کے نکاح میں دوسری اہلیہ خود دعاء کرتی تھیں کہ یا اللہ یہ کام سرانجام ہو۔ ایک دفعہ اسے دعاء مانگتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ تمہیں سوت کیونکر پسند ہے تو اس نے کہا کہ کچھ ہی ہو مگر آپ کی بات پوری ہو جائے۔ آپ مصروفیت میں محو رہتے تھے۔ معاون تھک جاتے تھے۔ مگر آپ تصنیف و تالیف، تربیت جماعت اور دیگر مشاغل میں ہر وقت مستغرق رہتے تھے۔ مولوی عبدالکریم کا قول ہے کہ میں نے دیکھا کہ مشکل سے مشکل مضمون بھی آپ لکھتے ہوئے ماحول کے شور و شغب سے متاثر نہ ہوتے تھے۔ کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ میں تو سنتا ہی نہیں

تو پھر تشویش کیا ہو؟ تبلیغ لکھنے کے دنوں میں ایک دو ورقہ آپ نے لکھا جس کا ترجمہ فارسی میں کرنے کو مولوی عبدالکریم کو دینا تھا۔ آپ کو دینا یاد نہ رہا۔ سیر کو گئے تو راستہ میں آپ نے وہ دو ورقہ حکیم صاحب کو دے دیا کہ ان کو پہنچادیں۔ مگران سے گر گیا۔ بہت تلاش کیا مگر نہ ملا۔ مولوی صاحب نے مضمون منگوا بھیجا اور آپ اس وقت سیر سے فارغ ہو کر گھر چلے گئے تھے۔ حکیم صاحب کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ مگر آپ مسکرا کر کہنے لگے کہ مجھے خدا سے امید ہے کہ اس سے بہتر عنایت کرے گا۔ سید سرور شاہ کہتے ہیں کہ آپ نے جب مسیحیت کا دعویٰ کیا تو میں لاہور تعلیم پاتا تھا اور دیو بند جانے کو تھا۔ حکیم صاحب کے ساتھ میرے والد صاحب کے تعلقات بہت تھے۔ اس لئے میں حکیم صاحب کے پاس جایا کرتا تھا۔ حکیم صاحب اس وقت مسجد چونیاں لاہور میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی بھی آ گئے تھے۔ جب کہ وہ وضو کر رہے تھے کہا کہ مولوی صاحب آپ جیسے بھی مرزا کے ساتھ ہو گئے تو حکیم صاحب نے کہا کہ: ”علی وجہ البصیرۃ“ مانا ہے اور منجانب اللہ پایا ہے۔ اسی پر تنازع ہو گیا۔ دوسرے دن بحث ہوئی۔ مگر ابھی بحث ختم نہ ہوئی تھی کہ حکیم صاحب کو تار آ گیا کہ جموں فوراً چلے آ ؤ تو حکیم صاحب لدھیانہ آ گئے کہ آپ سے مل کر جائیں۔ کچھ عرصہ بعد میں خود لدھیانہ گیا اور ابراہیم غیر احمدی کے پاس ٹھہرا تو اس نے کہا کہ مرزا قادیانی آج کل یہیں ہیں۔ مخالفت بہت ہے میں تو نہیں جانے کا تم خود مل سکتے ہو۔ میں گیا تو آپ کمرہ سے باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ مصافحہ کیا تو آپ سر نیچے کر کے بیٹھے رہے۔ انگریزی حکومت کا ذکر دیر تک ہوتا رہا۔ مگر آپ نے سر نہیں اٹھایا۔ اس وقت آپ کا رنگ زرد تھا۔ بہت کمزور تھے۔ کچھ دیر بعد مصافحہ کر کے میں اٹھ آیا اور ابراہیم سے کہا کہ لوگ ویسے ہی مخالف ہو رہے ہیں۔ وہ تو چند دن کے مہمان ہیں۔ بچتے نظر نہیں آتے۔ اصل میں ابتدائے دعاوی کے وقت سے دورے بھی شروع ہو گئے تھے۔ مگر بعد میں الہام ہوا کہ: ”نرد الیك انوار الشباب“ تو آپ کی طبیعت سنبھل گئی اور اچھی طرح کام کرنے کے قابل ہو گئے۔ اب اپنے خادموں سے بے تکلف بھی رہتے تھے۔ ایک دفعہ جب خواجہ کمال الدین کے حافظہ کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ان کا کیا کہنا ہے۔ وہ ایک دفعہ پاخانے گئے تو لوٹا وہیں بھول آئے اور نوکروں نے یہ سمجھا کہ لوٹا گم ہو گیا ہے۔ مفتی محمد صادق کے متعلق آپ کہا کرتے تھے کہ ہمارے مفتی صاحب، جس سے معلوم ہوتا تھا کہ مفتی صاحب سے بھی آپ کو بہت پیار تھا۔ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کاربنکل سے بیمار ہوئے تو جناب کے کمرہ کے نیچے کوٹھری میں رہتے تھے۔ ڈاکٹروں نے چیر چیر کر آپ کا بدن چھلنی کر دیا تھا۔ آپ کراہتے تو جناب کو تکلیف ہوتی۔ اس لئے جناب نے

کمرہ بدل لیا تھا اور تادم مرگ مولوی صاحب کو دیکھنے بھی نہیں گئے۔ کیونکہ جناب کو آپ کا دکھ دیکھنا ناقابل برداشت تھا کہ کہیں دیکھ کر اپنا دورہ نہ شروع ہو جائے۔ مولوی صاحب زیارت کے بہت مشتاق تھے۔ غشی میں کہتے کہ سواری لا کر مجھے قادیان پہنچاؤ۔ ہوش سنبھالتے تو کہتے کہ کم از کم ایک دفعہ کھڑے کھڑے مجھے اپنا دیدار دے جائیں۔ مولوی صاحب کی اہلیہ نے جناب سے ملاقات کو لکھا کہ آپ تیار ہو گئے۔ اس نے جلدی سے مولوی صاحب کو خبر کر دی کہ جناب آتے ہیں تو مولوی صاحب نے روک دیا کہ جناب تکلیف گوارا نہ فرماویں میں تو اپنا دکھڑا روتا ہوں۔ ورنہ مجھے معلوم ہے کہ جناب میری تکلیف دیکھ کر برداشت نہ کرسکیں گے۔ ایک دفعہ آپ ریسرچ ورک (تفتیش حوالہ جات) کرا رہے تھے تو کام کرنے والے پرچیاں بھیج کر آپ سے بات پوچھتے تھے۔ معراج الدین عمر لاہوری نے پرچی بھیجی تو السلام علیکم لکھنا بھول گئے تو آپ نے جواب میں یہ بھی لکھا کہ السلام علیکم آپ کو لکھنا چاہئے تھا۔ آپ کو السلام علیکم لکھنے کی اتنی عادت کہ ایک ہندو کو خط لکھا تو السلام علیکم لکھ دیا۔ کاٹ کر پھر لکھ دیا اور تیسری دفعہ پھر لکھ دیا۔ تو آخر آپ نے کاغذ ہی بدل لیا۔ آپ منگل کو برا جانتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کی لڑکی مبارکہ بیگم کی ولادت منگل کو ہو رہی ہے تو بہت دعاء کی تو پھر خدا نے ولادت بدھ کے دن بدل دی۔ آپ کو دوران سر اور ہسٹریا کا دورہ بشیر اوّل متوفی ۱۸۸۸ء کی وفات پر ہوا۔ رات کو اتھو آیا۔ طبیعت خراب ہو گئی۔ ایک دفعہ نماز کو نکلے تو کہا کہ طبیعت خراب ہے۔ حامد علی نے گھر دستک دی کہ پانی گرم کردو۔ اہلیہ نے حال پوچھ بھیجا تو حال خراب معلوم ہوا۔ تو خود پردہ کر کے مسجد میں آئیں تو جناب نے فرمایا کہ اب افاقہ ہے۔ نماز پڑھ رہا تھا کہ کالی کالی چیز سامنے اٹھتی ہوئی نظر آئی جو آسمان تک چلی گئی۔ پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور غشی ہو گئی۔ اس کے بعد باقاعدہ دورے پڑتے رہے۔ جن میں ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے تھے اور خاص کر گردن کے پٹھے تو کھچے بھی جاتے تھے۔ سر میں چکر ہوتا اور بدن سہار نہیں سکتے تھے۔ شروع میں یہ دورے سخت پڑتے تھے۔ بعد میں خفیف معلوم ہونے لگے۔ کیونکہ آپ عادی اور کمزور ہو چکے تھے۔ دوروں کے وقت سے آپ نے نماز پڑھانی چھوڑ دی تھی۔ الہام کے وقت رنگ سرخ ہو جاتا تھا۔ پیشانی پر پسینہ آجاتا۔ ایک دفعہ اپنے مکان میں ہی تھے کہ صبح کے وقت آپ کو غنودگی ہو گئی۔ لیٹ گئے تو ہونٹوں سے کچھ آواز شنوائی دینے لگے جسے ہم نہیں سمجھ سکتے تھے۔ کہا کہ یہ الہام کی حالت تھی۔ عموماً آپ بیدار ہو کر لکھ لیتے تھے۔ پہلے پہل کتاب پر ہی نوٹ کر لیتے تھے۔ بعد میں بڑی کاپی بنائی پھر نوٹ بک تیار کی جو اب تک مرزا محمود کے پاس موجود ہے۔ اخیر عمر میں ٹیڑھی نب سے لکھتے تھے۔ بغیر لکیر کے سفید کاغذ

لے کر دونوں طرف حاشیہ کے لئے شکن ڈالتے تھے۔ کالی اور بلو بلیک دونوں طرح کی سیاہی استعمال کرتے تھے۔ مٹی کا اپلہ بنا کر اس میں دوات نصب کر لیتے تھے۔ عموماً ٹہلتے ہوئے لکھتے تھے اور دوات ایک جگہ پر پڑی رہتی۔ پاس جاتے تو نب تر کر لیتے اور لکھتے ہوئے باریک آواز سے پڑھتے بھی جاتے تھے۔ مگر ہمیں سمجھ نہیں آتا تھا۔ خط شکستہ تھا جس کو مشق ہوتی وہی پڑھ سکتا تھا۔ تحریر بہت باریک تھی اور لفظ کاٹ کاٹ کر لکھتے تھے۔ اوائل میں آپ کو دورہ سخت پڑا تو آپ کے دونوں بیٹے مرزا سلطان احمد اور فضل احمد پاس آ گئے اور ان کے سامنے بھی دورہ پڑا۔ سلطان احمد خاموش رہا اور فضل احمد بیتاب ہو گیا اور گھبراہٹ سے اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ آپ ایک دفعہ مرزا امام الدین کے ہمراہ پنشن وصول کرنے گئے تو وہ آپ کو پھسلا کر کہیں لے گیا۔ جب سارا روپیہ ختم ہو گیا تو وہ کہیں اور جگہ چلا گیا اور آپ شرم کے مارے گھر واپس نہ آئے اور اس نے ایک قافلہ پر ڈاکہ مارا تو پکڑا گیا۔ مگر مقدمہ میں آپ کی وجہ سے رہا ہو گیا۔ ایک دفعہ والد نے نوکری کے لئے بلا بھیجا تو اس وقت آپ کتاب مطالعہ کر رہے تھے۔ جواب دیا کہ میں نوکر ہو چکا ہوں۔ باپ نے کہا کہ اچھا۔ آپ کو یہ چیزیں مرغوب تھیں۔ پرندوں کا گوشت، مچھلی، پکوڑے، مکی کی روٹی۔ مگر ایام طاعون میں بٹیر کا گوشت چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ اس میں طاعونی مادہ ہوتا ہے۔ ناشتہ اور خوراک بے قاعدہ تھی۔ مگر صبح کو دودھ ہر روز پی لیتے تھے۔ گو ہضم نہ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ سکنجبین عرصہ تک پیتے رہے۔ ایک دفعہ چائے کثرت سے پی تھی اور ایک دفعہ صرف دہی سے روٹی کھاتے رہے۔ کھاتے وقت روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتے چلے جاتے تھے۔ اس لئے ریزے بہت ہوتے تھے۔ لنگر خانہ کا انتظام گھر پر ہی کرواتے تھے۔ مہمان مقیم ہوں یا مسافر دونوں کے لئے خاطر خواہ کھانا تیار کراتے تھے۔ ہر چند مشورہ دیا گیا کہ مہمان خانہ کا انتظام کسی کے سپرد کیا جائے۔ مگر آپ نے منظور نہ کیا۔

آپ کے بعد حکیم نور الدین صاحب نے یہ انتظام صدر انجمن احمدیہ کے سپرد کر دیا تھا۔ (انتہی) خونی قے اور اتھو گورداسپور کے مقدمہ میں وقوع پذیر ہوئی۔ جس پر آپ کو ڈاکٹری سرٹیفکیٹ پیش کرنا پڑا۔ پھر اسی موقعہ پر لکھا ہے کہ آپ کی آنکھیں نیم بند رہتی تھیں۔ (دیکھو بحث کرامات) آپ کا دایاں ہاتھ بالکل کمزور تھا۔ کیونکہ ایک دفعہ آپ دریچہ سے گر پڑے تھے۔ (دیکھو بحث کرامات) الوصیۃ میں لکھا ہے کہ آپ کے بال تیس سال میں ہی سفید ہونے شروع ہو گئے تھے۔

عہد شباب

ایک دفعہ آپ کو سل ہو گئی تھی اور ناامیدی ہو چکی تھی۔ تو مرزا غلام محی الدین نے طفل

تسلی دی کہ ڈرنا نہیں چاہیے۔ باپ نے چھ ماہ تک علاج کیا اور چھ ماہ تک بکرے کے پائے کا شوربہ پلایا۔ ۱۸۷۷ء میں آپ کی دوسری اہلیہ بھی اٹھ نو سال کی تھی کہ میر ناصر قادیان آئے اور مرزا غلام قادر کے مکان میں رہے تھے۔ جناب کو نہیں دیکھا کیونکہ اس وقت آپ چالیس سال کی عمر میں گوشہ نشین تھے۔ گوشہ نشینی کا کمرہ وہی تھا۔ جو آج مرزا سلطان احمد کے قبضہ میں ہے۔ دوسری شادی کا الہام آپ کو دلی میں شادی کرانے کا ہوا تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کے پاس تمام خواستگاران اہل حدیث کی فہرست رہتی تھی اور میر صاحب بھی اہل حدیث تھے۔ اس لئے آپ کی بھی ان سے ملاقات تھی۔ مولوی صاحب کے مشورہ سے جناب نے میر صاحب کو دہلی لکھا۔ گو عمر کا فرق تھا۔ مگر آپ رضا مند ہو گئے۔ جناب نکاح کے لئے حامد علی وملا وامل کو بھی ساتھ لے گئے۔ ۲۷ محرم ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے نکاح پڑھایا۔ جناب نے پانچ روپے اور ایک مصلے نذر کیا۔ اس وقت جناب پچاس سالہ تھے۔ نکاح کی تقریب پہلے اتوار کو تھی۔ مگر جناب نے پیر کے دن تبدیل کرائی تھی۔ مولوی میر حسن صاحب سیالکوٹی سرسید کے دلدادہ تھے۔ مگر وہ لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی ۱۸۶۴ء میں سیالکوٹ ملازمت کے لئے آئے۔ آپ عزلت نشین تھے۔ لالہ بھیم سین بٹالہ سے ہی آپ کا دوست بن چکا تھا۔ کیونکہ وہ بھی فارسی دان علم دوست تھا۔ اوائل گرما میں محمد صالح نامی ایک عرب وارد شہر ہوئے۔ تو پرکسن صاحب ڈپٹی کمشنر نے جاسوسی کے شبہ میں اس کے بیانات قلم بند کئے۔ جن میں مرزا قادیانی ترجمان مقرر ہوئے تھے۔ مولوی الٰہی بخش محرر مدارس یعنی ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے منشیوں کے لئے ایک انگریزی مدرسہ قائم کیا۔ ڈاکٹر امیر شاہ پنشنر استاد تھے۔ مرزا قادیانی نے بھی انگریزی کی ایک دو کتابیں پڑھیں۔ آپ کو مباحثہ کا شوق تھا۔ دیسی پادری الائشہ نے کہا کہ عیسائی مذہب کے سواء نجات نہیں ہوتی۔ آپ نے کہا کہ نجات سے کیا مراد ہے؟ وہ خاموش ہو گیا۔ بٹلر صاحب سے آپ کا مباحثہ بہت دفعہ ہوا۔ (یہ ایم۔اے تھے اور موضع گوہد پور میں رہتے تھے) کہا کہ بے باپ پیدا کرنے میں یہ بھید تھا کہ آدم کی شرکت سے بری رہے۔ کیونکہ وہ گنہگار تھا۔ آپ نے کہا کہ مریم علیہا السلام بھی تو آخر آدم کی ہی نسل سے تھی تو بریت کیسی بالخصوص جب کہ عورت ہی گنہ کا باعث بنی تھی؟ پادری صاحب خاموش ہو گئے۔ مگر ولایت جانے لگے تو آخری ملاقات کو آپ کے کمرہ میں فرش پر ہی بیٹھ گئے۔ مراد بیگ متخلص بہ سکتہ وموحد نے آپ سے کہا کہ سرسید نے انجیل کی تفسیر لکھی ہے۔ آپ کو شغف ہے تو منگالیں تو آپ نے عربی میں خط لکھا۔ شیخ الہ داد سابق محافظ دفتر اور مولوی محبوب عالم نقشبندی سے آپ کا انس تھا۔ حکیم منصب علی وثیقہ نویس کی بیٹھک برسر بازار تھی اور

حکیم حسام الدین کی دواسازی محاذ پر تھی۔ اس لئے آپ کا تعارف حسام الدین سے ہوگیا تو اس نے آپ سے قانونچہ اور کچھ موجز پڑھی۔ آپ ملازمت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لئے مختاری کی طرف رخ کیا۔ مگر امتحان میں ناکام رہے۔ پنجاب یونیورسٹی میں ایک استاد کی ضرورت تھی۔ آپ سے درخواست کے لئے کہا گیا کہ مدرسی اچھی نہیں۔ کیونکہ لوگ علم کو ناجائز امر کا آلہ بنالیتے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ نبی کو احتلام کیوں نہیں ہوتا۔ کہا کہ وہ نیک خیال ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ جھگڑا ہوا کہ پاجامہ کی موہری کیسے ہونی چاہئے۔ کہا کہ تنگ تاکہ ستر عورت بھی ہو تو سب نے پسند کیا۔ آپ نے تنگ آ کر ۱۸۶۸ء میں استعفاء داخل کردیا اور ۱۸۷۷ء میں لالہ بھیم سین کے مکان پر آئے اور حکیم حسام الدین نے دعوت دی۔ ان دنوں سرسید نے قرآن شریف کی تفسیر شروع کی تھی۔ میں اور الہ دادلالہ صاحب کے مکان پر گئے تو میں نے کہا کہ تین رکوعوں کی تفسیر میرے پاس آگئی ہے۔ کہا کہ کل لیتے آئیں۔ مگر دوسرے دن تفسیر سن کر خوش نہ ہوئے۔ ۱۸۶۴ء میں آپ کی عمر ۲۸ سال سے متجاوز نہ تھی۔ صاحبزادہ بشیر احمد لکھتے ہیں کہ میں ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا تو قلم دان پر (Red Copying Blue) لکھا ہوا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ (Copying) کا لفظ نہیں پڑھ سکے۔ گویا آپ کو صرف حرف شناسی تھی۔ سرسید نئی روشنی سے مرعوب ہوکر خوارق وغیرہ کے منکر ہوگئے تھے تو آپ نے آئینہ کمالات اسلام میں ان کو دردمندانہ طریق سے متنبہ کیا تھا۔ اوائل میں حکیم نورالدین بھی سرسید سے متاثر تھے۔ مگر آپ کی صحبت سے یہ اثر جاتا رہا۔ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی بھی ایسے ہی تھے۔ چنانچہ ان کا شعر ہے کہ۔

مدتے در آتش نیچر فرو افتادہ بود
ایں کرامت بیں کہ از آتش بروں آید ہمیں

ایک دفعہ آپ چوبارہ کی کھڑکی سے گر پڑے تو دائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور آخر عمر تک وہ ہاتھ کمزور رہا۔ اس سے لقمہ تو اٹھا سکتے تھے مگر پیالہ نہیں اٹھایا جاتا تھا۔ نماز میں بھی دایاں ہاتھ بائیں کے سہارے سنبھالنا پڑتا تھا۔ سارا دن الگ بیٹھ کر پڑھا کرتے۔ کتابوں کا ڈھیر اردگرد ہوتا۔ شام کو پہاڑی دروازہ سے شمال کو سیر کرتے۔ ہر وقت دین کے کام میں لگے رہتے۔ گاؤں والے آپ کو امین کہتے تھے۔ آپ ہی کا فیصلہ مانتے تھے۔ مغل نہیں فقیر بن کر زندگی بسر کرتے تھے۔ ناراض بھی صرف دینی امور میں ہوتے تھے۔ سلطان احمد کو نماز کا حکم دیتے۔ مگر وہ نزدیک بھی نہ جاتا تھا۔ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی سنتے تو فوراً چلے جاتے۔ چہرہ سرخ ہوجاتا۔ جب دسمبر ۱۹۰۷ء کو آریوں نے وچھووالی لاہور میں جلسہ کیا تو آپ نے حکیم صاحب کی معیت میں چند

احمدی دے کرایک مضمون پیش کیا تھا۔ مگر آریوں نے خلاف وعدہ حضورﷺ کے حق میں بدزبانی کی جب آپ کو معلوم ہوا تو سب کو ڈانٹا۔ حکیم صاحب سر نیچے کیے بیٹھے تھے۔ کہا کہ تم کیوں نہ اٹھ کر چلے آئے۔ ایک دفعہ آپ اسیسر بھی مقرر ہوئے تھے۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ جو خادمہ آپ کو کھانا دینے جاتی تھی واپس آ کر کہتی تھی۔ ان کو کیا ہوش ہے یا وہ ہیں یا کتابیں۔ محمد عظیم خادم پیر جماعت علی شاہ علی پوری کا بیان ہے کہ ایام جوانی میں عیسائیوں کا وعظ جگہ جگہ ہوتا تھا۔ آپ امرتسر آتے تو عیسائیوں کے خلاف بڑا جوش رکھتے تھے اور ان کا مقابلہ کرتے تھے۔ میر حسن صاحب سیالکوٹی سے روایت ہے کہ ایک اہل کار کچہری سے گھر کو واپس ہوئے تو تیز دوڑنے کا ذکر آ گیا۔ بلا سنگھ نے سب سے بڑھ کر دعویٰ کیا تو مرزا قادیانی مقابلہ میں آئے اور شیخ الہ داد منصف مقرر ہوئے۔ ننگے پاؤں کچہری سے پل تک جانا تھا۔ جو شہر کے قریب تھی ایک آدمی پہلے بھیجا گیا کہ پل پر انتظار کرے کہ پہلے کون وہاں پہنچتا ہے۔ دوڑ ہوئی تو مرزا قادیانی پہلے پہنچ گئے۔ ۱۸۸۴ء لغایت ۱۸۸۶ء ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے۔ والدہ بیمار ہوئیں تو والد کے حکم سے مستعفی ہو کر واپس آ گئے۔ ابھی امرتسر پہنچے ہی تھے اور یکہ کرایہ کر لیا تھا کہ ایک آدمی قادیان سے آپ کے لینے کو آ حاضر ہوا اور کہا کہ جلدی چلو حالت نازک ہے۔ مگر آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ مر چکی ہیں۔ (انتہی سیرۃ المہدی) اس بیان سے معلوم ہوا کہ: ''عہد شباب میں بھی عوارض جسمانی نے آپ کا پیچھا نہیں چھوڑا اور آپ کے اوّل المؤمنین حکیم صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب بلکہ خود بھی سرسید کے اثرات میں مدتوں متاثر رہے تھے۔''

ادبیات

آپ نے کہا کہ میری جتنی عربی تحریریں ہیں وہ ایک رنگ میں الہام ہی ہیں۔ کیونکہ خدا کی تائید سے لکھی گئی ہیں۔ کئی ایسے فقرات بھی لکھ جاتا ہوں کہ جن کے معنی نہیں آتے۔ پھر لغت دیکھتا ہوں۔ عربی کی کاپیاں اور پروف حکیم نور الدین اور مولوی محمد احسن کے پاس اصلاح کے لئے بھیج دیتے تھے۔ حکیم صاحب تو یوں ہی واپس کر دیتے اور مولوی صاحب کسی جگہ اصلاح کرتے تو آپ کہتے کہ میرا لفظ زیادہ فصیح اور برمحل ہے۔ کسی جگہ ان کا لفظ بھی رہنے دیتا ہوں کہ دل شکنی نہ ہو۔ آپ نے ''ایا ارض مد'' کا قصیدہ لکھا تو حکیم صاحب سے پوچھا کہ کیا ایا حرف ندا ہے۔ آپ نے کہا کہ ہاں کہا کہ مجھے خیال نہیں تھا۔ آپ کبھی ایسا محاورہ بھی لکھ دیتے تھے کہ جو بڑی جستجو سے ملتا تھا۔ آپ نے کہا کہ جن آیات کے معانی ظاہر نہیں اور ان پر اعتراض پڑتے ہیں۔ درحقیقت وہ معارف کا خزانہ ہیں جن پر بدنما قفل لگے ہیں اور زیر زمین انہیں جنگلوں میں

مدفون ہیں۔ اردو، فارسی آپ شعر کہتے تھے اور آپ کا تخلص فرخ تھا۔ آپ کی کاپی سے کچھ شعر دستیاب ہوئے ہیں جن کا نمونہ درج ذیل ہے۔

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا ۔۔۔ ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا مرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے ۔۔۔ تم بھی کہتے تھے کہ الفت میں مزا ہوتا ہے
ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے ۔۔۔ مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اس کے جانے سے دل سے صبر گیا ۔۔۔ ہوش بھی ورطۂ الم میں پڑے
سبب کوئی خداوندا بنادے ۔۔۔ کسی صورت سے وہ صورت ملا دے
کرم فرما کے آء او میرے جانی ۔۔۔ بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہوکر ۔۔۔ دلا اکبار شور وغم مچا دے
نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پاکی ۔۔۔ سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
میرے بت اب سے پردہ میں رہو تم ۔۔۔ کہ کافر ہوگئی خلقت خدا کی
نہیں منظور تھی گر تم کو الفت ۔۔۔ تو یہ مجھ کو بھی جتلایا تو ہوتا
میری دلسوزیوں سے بے خبر ہو ۔۔۔ میرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اس کو دوں یا ہوش یا جاں ۔۔۔ کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا
کوئی راضی ہو یا ناراض ہووے ۔۔۔ رضا مندی خدا کی مدعا کر

کچھ شعر ادھورے ہیں اور کچھ نظر ثانی کے لئے پڑے ہیں۔ آپ کے کاغذات سے یہ چٹھی ملی ہے جو تاریخ سے خالی ہے اور مکتوب الیہ کو نہیں ملی۔ حضرت والد مکدوم من سلامت مراسم غلامانہ وقواعد فدویانہ بجا آوردہ معرض خدمت والا میکند چوں کہ دریں ایام رای العین بے بینم وبچشم سر مشاہدہ میکنم کہ در ہمہ ممالک وبلدہ ہر سال چناں وبائے مے افتد کہ دوستاں وخویشانرا از خویشاں جدا میکند۔ ہیچ سالے مے بینم کہ این نائرہ عظیم وچنیں حادثہ الیم دراں سال شور قیامت بپا نیفکند۔ نظر برآں دل از دنیا سرو شدہ ورداز خوف جان زرد وا کثر ایں دو مصرعہ مصلح الدین سعدی شیرازی بیاد مے ایند واشک حسرت ریختہ میشود۔

مکن تکیہ برعمر ناپائدار
مباش ایمن از بازیئے روزگار

ونیز ایں دو مصرعہ از دیوان فرخ قادیانی نمک پاشی جراحت دل میشود۔

بدنیائے دوں دل مبندائے جواں
کہ وقت اجل سرسید ناگہاں

لہذا میخواہم کہ بقیہ عمر در گوشہ تنہائی نشینم و دامن از صحبت مردم بچینم و بیاد او بخانہ مشغول شوم مگر گذشتہ را عذرے و مافات را تدارکے شود۔

عمر گذشت و نماندست جز ایامے چند
بہ کہ دریاد کسے صبح کنم شامے چند

کہ دنیا را اساسے محکم نیست و زندگی را اعتبارے نے ''وائس من خاف علیٰ نفسه من آفة غیر'' والسلام!

مرزا قادیانی نے براہین حصہ پنجم میں مولوی محمد حسین کی تقریظ کا ذکر یوں کیا ہے کہ:

''ایا راشقی قد کنت تمدح منطقی ۰ وتثنی علی بالفۃ وتوقر ۰ ولله درك حین قرظت مخلصا كتابی وصرت لكل ضال محقر ۰ وانت الذی قد قال فی تقریظه ۰ كمثل المؤلف فینا غضنفر ۰ عرفت مقامی ثم انكرت مدبرا ۰ فما الجهل بعد العلم ان كنت تشعر ۰ كمثلك مع علم بحالی وفطنة عجبت له یبغی الهدی ثم یاطر قطعت ودار اقد غرسناه فی العبا ۰ صادق لا ازور (انتهی ما فی سیرت المهدی) ''اس موقعہ پر اوّل یہ معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کے عہد میں قبل از ادعاء بھی طاعون کا زور تھا اور اس سے خود بھی گھبرایا کرتے تھے۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہوگیا کہ طاعون دعویٰ نبوت کا آسمانی نشان تھا۔ دوم یہ کہ ۱۹۰۷ء تک بھی مرزا قادیانی اپنی نظم میں وہی غلطیاں کرتے رہے جو ۱۹۰۲ء یا اس سے پہلے کرتے تھے۔ کیونکہ براہین حصہ پنجم ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی ہے۔ جس میں اپنے قصیدہ عربیہ متعلقہ تقریظ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پر فخریہ انداز ظاہر کیا ہے۔ کیا ہے کہ ۷۵ فیصدی شعر انداز شاعری سے خارج ہیں۔ امید تھی کہ ۱۹۰۷ء تک کچھ اصلاح ہو جائے گی۔ مگر ''ولن یصلح العطار ما افسد الدهر''

کرامات

محمد یوسف مردانی کے ساتھ ایک مردانی مریض علاج کرانے کا حکیم صاحب کے پاس آیا۔ احمدیوں کے محلہ سے بھی متنفر تھا۔ جب افاقہ ہوا تو محمد یوسف اسے مسجد مبارک میں لے آئے۔ جب کہ وہاں کوئی نہ تھا۔ مگر اسی وقت جناب کھڑکی کھول کر آ گئے۔ نظر پڑی تو فوراً داخل بیعت ہوگیا۔ فخر الدین ملتانی کا باپ سخت بدزبان تھا۔ قادیان آیا تو پھر بھی بند نہ ہوا۔ جناب کے پاس لایا گیا تو ادب سے خاموش ہوگیا اور آپ نے اثنائے تقریر میں بہت ابھارا مگر اس کے منہ پر مہر لگ گئی۔ گجرات کا ایک ہندو کسی برأت میں قادیان آیا تو مسجد میں جناب بیٹھے تلقین کر رہے

تھے۔ اس نے اپنی توجہ ڈالی کہ جناب کے منہ سے بیساختہ کوئی لفظ بلوائے کہ تضحیک ہو۔ مگر پہلی دفعہ کانپا، دوسری دفعہ خوفزدہ آواز نکالی۔ تیسری دفعہ چیخ کر مسجد سے بھاگ نکلا۔ پوچھا گیا تو کہا کہ میں اپنی توجہ جناب پر ڈال رہا تھا کہ مجھے شیر نظر آیا تو میں ڈر گیا۔ دوسری دفعہ حوصلہ کیا تو وہ میرے قریب آ گیا تو میں کانپ گیا۔ تیسری دفعہ توجہ کرنے پر مجھ پر حملہ آور ہو گیا۔ اس لئے میں بھاگ نکلا۔ پھر وہ جناب کا معتقد ہو گیا تھا۔ محمد روڑا از کپورتھلہ۔ کہتا تھا کہ ہم بیمار بھی ہوتے تو جناب کا منہ دیکھ کر شفا پا لیتے تھے۔ کپورتھلہ میں احمدیوں کا غیر احمدیوں سے مسجد کا تنازع تھا اور جج غیر احمدی تھا۔ تو اس نے مخالفت زور سے کی۔ انہوں نے دعاء کے لئے قادیان لکھا تو آپ نے زور سے لکھا کہ اگر میں سچا ہوں تو مسجد تم کو مل جائے گی۔ فیصلہ سنانے کے دن صبح جج نے نوکر سے کہا کہ بوٹ پہنائے وہ مصروف کار ہوا تو کھٹ کی سی آواز آئی۔ دیکھا تو حرکت قلب کے بند ہونے سے جج کرسی پر ہی مرا پڑا تھا۔ دوسرے دن ہندو جج آیا تو احمدیوں کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اس جماعت نے وہی فقرہ مسجد میں لکھوا کر نصب کرا دیا تھا۔ اس جماعت کے متعلق جناب نے کہا تھا کہ جس طرح جماعت کپورتھلہ نے دنیا میں میرا ساتھ دیا ہے۔ امید کرتا ہوں کہ جنت میں بھی میرے ساتھ ہوگی۔ مولوی رحیم بخش صاحب کا دادا (خلیفہ) بدزبان تھا۔ آپ کے والد نے قادیان میں دعاء کی درخواست کی۔ جناب نے لکھ بھیجا کہ اب وہ بدزبانی نہیں کرے گا۔ جواب سب کو سنایا گیا۔ تو جمعہ کے دن لوگ منتظر تھے کہ بدستور گالیاں سنائے گا۔ مگر خاموش ہو کر کہتا تھا کہ گالیوں سے کیا فائدہ۔ مولوی صاحب نے بھی آج یہی وعظ کیا تھا۔ پھر باوجود بھڑکانے کے کبھی نہیں بولا۔ ایک دفعہ مسجد مبارک میں تلقین کر رہے تھے۔ عبداللہ سنوری کی طرف خاص توجہ تھی تو سید فضل شاہ کو رشک ہوا۔ آپ سمجھ گئے اور فرمایا کہ۔

قدریان خود را بیفزائے قدر

بشیر اوّل کی ولادت تھی تو نصف رات کو جناب عبداللہ کے پاس آئے کہ یٰسین یہاں پڑھو اور میں اندر جا کر پڑھتا ہوں۔ کیونکہ وہ بیمار کی تکلیف کم کرتی ہے۔ نزع کی حالت میں بھی اسی لئے پڑھتے ہیں اور ختم ہونے سے پہلے تکلیف دور ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دیر ہوئی کہ آپ مسکراتے ہوئے مسجد میں آئے کہ لڑکا پیدا ہوا ہے۔ میں نے مسجد کے اوپر چڑھ کر کہا کہ مبارک ہو۔ مبارک ہو۔ شادی کے بعد ایک مہینہ ٹھہر کر اہلیہ واپس دہلی گئیں تو جناب نے خط لکھا کہ میں نے خواب میں تمہارے تین جوان لڑکے دیکھے ہیں۔ ۱۸۸۹ء میں جب لدھیانہ میں بیعت کا اشتہار دیا تو بیعت سے پہلے میر علی کے پاس ہوشیار پور بتقریب شادی مدعو ہوئے تو میر عباس علی،

حامد علی اور عبداللہ سنوری ساتھ تھے۔ گو دوسروں کے لئے الگ انتظام تھا۔ مگر جناب نے ہم کو اپنے دائیں بائیں بٹھالیا۔ ان دنوں محمود شاہ ہزاروی کا بہت چرچا تھا۔ اس کے وعظ میں عبداللہ کو اعلان کرانے کے لئے بھیجا۔ پھر آپ بھی گئے۔ مگر اس نے وہ اعلان اخیر میں سنایا۔ جب لوگ جانے لگے تو آپ کو رنج ہوا اور کچھ عرصہ بعد محمود شاہ چوری کے جرم میں پکڑا گیا۔ عبداللہ نے کہا کہ مئی یا جون ۱۸۸۴ء کو آپ نماز فجر ادا کر کے مسجد مبارک کے غسل خانہ میں جو تازہ ہی پلستر کیا ہوا تھا ایک چارپائی پر لیٹ گئے۔ سر شمال کو تھا۔ کہنی کا تکیہ بنا کر دوسری کو چہرے پر رکھ لیا اور سو گئے۔ تاریخ ۲۷؍رمضان یوم جمعہ اور رات شب قدر تھی۔ کیونکہ میں نے سنا ہوا تھا کہ شب جمعہ کو ستائیسویں رمضان ہو تو شب قدر ہوتی ہے۔ آپ کانپے اور میری طرف دیکھا تو آبدیدہ تھے۔ پھر سو گئے۔ پاؤں دباتا ہوا پنڈلی پر آیا تو ٹخنے کے نیچے سخت جگہ تھی۔ اس پر سرخ نشان پایا کہ گویا خون بستہ ہے۔ انگلی لگائی تو ٹخنے پر بھی پھیل گیا اور انگلی پر بھی لگ گیا۔ سونگھا تو خوشبو نہ تھی۔ پھر پسلیوں کے پاس پہنچا تو وہاں بھی گیا سرخ نشان تھا۔ اٹھ کر دیکھا مگر کوئی سبب معلوم نہ ہوا۔ پھر دبانے لگا تو آپ اٹھ کر مسجد میں جا بیٹھے۔ میں مونڈھے دباتا تھا پوچھا کہ یہ سرخی کہاں سے آئی تھی کہا کہ آم کا رس ہوگا۔ میں نے کہا نہیں یہ تو سرخی ہے۔ فرمایا: ''کتھے اے'' میں نے کرتہ کا نشان دکھایا تو خاموش ہو گئے۔ فرمایا کہ خدا کی ہستی وراء الوراء ہے۔ دنیا کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ البتہ اس کے صفات جلالی یا جمالی ظاہر ہوتے ہیں۔ شاہ عبدالقادر نے لکھا ہے کہ میں نے خدا کو اپنے والد کی شکل میں دیکھا۔ پھر دیکھا تو اس نے ہلدی کا ٹکڑا دیا۔ بیدار ہوئے تو ہلدی موجود تھی۔ ایک بزرگ نے کشف میں دیکھا کہ کسی نے نیچے سے مصلے نکال لیا ہے۔ دن چڑھے دیکھا تو وہی مصلے صحن مسجد میں پڑا تھا۔ جب تم پاؤں دبا رہے تھے مجھے ایک وسیع اور مصفا مکان نظر آیا۔ پلنگ پر ایک آدمی تھا جسے میں نے خدا سمجھا اور حاکم اور اپنے آپ کو سررشتہ دار۔ میں نے کچھ احکام قضا وقدر کے متعلق لکھے تھے۔ دستخط کرانے گیا تو پلنگ پر بٹھالیا۔ گویا باپ بچھڑے ہوئے بیٹے سے ملا ہے۔ پھر احکام پیش کئے تو حاکم نے سرخی کی دوات سے قلم ڈبو کر مجھ پر چھڑکی اور دستخط کر دیئے۔ یہ وہی سرخی ہے۔ دیکھو تمہاری ٹوپی پر بھی کوئی نشان ہوگا۔ دیکھا تو اس پر بھی ایک قطرہ تھا۔ میں نے پوچھا کہ تبرک جائز ہے۔ فرمایا ہاں تو پھر اپنا کرتہ مجھے دے دیجئے۔ کہا کہ نہیں کیونکہ مرنے کے بعد لوگ زیارت بنالیں گے اور پوجیں گے میں نے کہا کہ حضور ﷺ کے تبرکات بھی تو آخر تھے۔ فرمایا کہ صحابہؓ نے اپنے ساتھ قبر میں دفن کرا لئے تھے۔ میں نے کہا کہ میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ تو آپ نے کہا اچھا پھر غسل کر کے آپ نے کپڑے بدلے تو میں نے وہ کرتہ سنبھال لیا۔ اس سے پہلے دو تین مہمان

آئے تو میں ان سے کہہ بیٹھا کہ قطرے گرے ہیں۔ انہوں نے تصدیق کرائی تو انہوں نے بھی وہی کرتہ مانگا کہ ہم سب تقسیم کرلیں گے۔ اس لئے میں نے کہا کہ جناب یہ کرتہ میرا ہو چکا ہے تو مسکرا کر کہا کہ عبداللہ مالک ہے۔ اس سے لو مگر میں نے انکار کر دیا۔ آج تک وہی داغ موجود ہے۔ کوئی تغیر نہیں ہوا۔ (نینو کا بنا ہوا ہے) صرف سات روز پہنا تھا۔ میں کسی کو نہیں دکھاتا تھا۔ خلیفۂ ثانی سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ بہت دکھایا کرو تا کہ اس کی رویت کے گواہ بہت پیدا ہوں گے۔ مگر اب بھی خواہش مند کو ہی دکھاتا ہوں۔ از خود نہیں دُکھاتا اور سفر میں پاس رکھتا ہوں کہ معلوم نہیں کہاں مر جاؤں۔ اب اس سرخی کا رنگ ہلکا ہے۔ عبداللہ سنوریؒ کا بیان ہے کہ ۱۸۸۲ء میں جب قادیان آیا تو اس وقت میری عمر سولہ سترہ سال کے درمیان تھی۔ ایک شادی ہو چکی تھی۔ دوسری کا خیال دامنگیر تھا۔ جس کے متعلق مجھے خوابیں بھی آئیں۔ آپ نے کہا کہ مجھے بھی دوسری شادی کا الہام ہوا ہے۔ دیکھئے پہلے کس کی ہو؟ مجھے اپنے ماموں اسماعیل کی لڑکی کا خیال ہوا تو میں قادیان آیا اور ماموں صاحب مجھ سے پہلے حاضری دے چکے تھے تو آپ نے کہا کہ مجھے کہا ہوتا تو اسے کہہ دیتے۔ مگر آپ نے میرے ماموں محمد یوسف کو کہ جس کے ذریعہ سے مجھے بیعت حاصل ہوئی تھی خط لکھا۔ جس میں والد خسر اور دادا کی طرف حکم لکھ بھیجا کہ چونکہ یہ دینی تحریک ہے۔ مزاحمت نہ کریں اور اس پر "الیس اللہ بکاف عبدہ" کی مہر لگائی اور دعا کی۔ ابھی جواب نہیں آیا تھا کہ الہام ہوا۔ ناکامی پھر الہام ہوا: "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ" پھر الہام ہوا کہ: "فصبر جمیل" جواب آیا کہ سب راضی ہیں۔ مگر اسماعیل نہیں مانتا۔ فرمایا کہ اسے ہم خود کہیں گے۔ میں نے کہا کہ ادھر ناکامی ہے۔ ادھر آپ کوشش کرتے ہیں تو فرمایا کہ: "کل یوم ھو فی شان" ممکن ہے کہ کوئی دوسری سبیل کامیابی کی نکل آئے۔ اسماعیل سرہند کے قریب پٹواری تھا۔ آپ انبالہ گئے اور تحصیل سرہند میں حشمت علی کے پاس ٹھہرے۔ جس سے پہلے وعدہ ہو چکا تھا کہ ہم سرہند آئیں گے تو مجدد صاحب کا روضہ بھی دیکھیں گے۔ بعد از فراغت نماز اسماعیل پاؤں دبا رہا تھا۔ سب کو اٹھا دیا اُسے کہہ دیا تو اس نے عذر کیا کہ دو بیبیاں لڑتی ہیں اور اس کی تنخواہ صرف ساڑھے چار روپے ماہوار ہے۔ خسر اوّل بھی ناراض ہوگا۔ آپ نے ذمہ لیا مگر اس نے کہا کہ میری بیوی نہیں مانتی۔ آپ نے کشف میں دیکھا کہ اسماعیل نے میرے ہاتھ پر دست پھر دیا ہے اور اس کی سبابہ کٹ گئی ہے تو سمجھ گئے کہ وہ نہیں مانے گا۔ آپ کو اس سے نفرت ہو گئی۔ مگر مجھے تشویش ہوئی تو آپ نے مجھے قادیان بلا لیا کہ خیالات تبدیل ہوں۔ مگر اسماعیل پر بڑی مصیبت نازل ہو گئی۔ جب کہ اس نے لڑکی کی شادی دوسری جگہ کر دی تھی۔ معافی کا خواستگار رہا۔

مگر اسے ملاقات نصیب نہ ہوئی۔ (دیکھو نشان ۵۵ حقیقت الوحی) دوسری جگہ تجویز ہوئی تو آپ نے کہا کہ لڑکی دیکھو۔ دیکھی تو مجھے اس سے نفرت ہوگئی کہ قے آتی تھی۔ پھر لدھیانہ میں ایک معلمہ سے تجویز ہوئی تو آپ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ پھر ماسٹر قادر بخش کی ہمشیرہ کا ذکر کیا۔ تو فرمایا کر لو۔ آپ نے بھی اسے لکھا تو اس نے کہا کہ میرا باپ ناراض ہے مگر راضی کر لوں گا یا مر جائے تو نکاح کر دوں گا۔ اس وقت آپ باغ کو جا رہے تھے بڑے خوش ہوئے۔ ماسٹر صاحب نے ہمشیرہ کا نکاح خفیہ کر دیا۔ آپ سرہند جاتے ہوئے سنور بھی گئے تھے۔ حکیم نورالدین صاحب کا بیان ہے کہ جب میں پہلی دفعہ قادیان آیا تو چھوٹی مسجد کے پاس چوک میں اترا۔ امام الدین اور نظام الدین کو دیکھ کر دل بیٹھ گیا اور ٹانگہ ٹھہرالیا کہ شاید واپس جانا ہوگا۔ مگر انہوں نے کہا کہ مرزا صاحب کو ملو گے؟ تو میری جان میں جان آئی کہ کوئی اور بھی مرزا صاحب ہیں۔ چھوٹی مسجد میں چھوڑ گئے آپ نے کہا کہ ظہر کو آؤں گا۔ اس وقت آپ براہین میں مصروف تھے تو آپ نے کہا کہ میں دعاء کرتا تھا کہ موسیٰ کی طرح مجھے ہارون دے۔ میری طرف دیکھتے ہی کہا کہ ہذا دعائی میں جب جموں سے فارغ ہوا تو بھیرہ میں مکان تعمیر کرانا شروع کر دیا تھا۔ سامان لینے لاہور آیا تو قادیان کا خیال پیدا ہوگیا۔ یہاں آیا تو آپ نے کہا اب تو فراغت ہے۔ کچھ دن ٹھہرو گے۔ کچھ دن کے بعد فرمایا کہ گھر والوں کو بھی یہیں بلالو۔ عمارت بند کرادی اور اہل وعیال منگوالیا۔ پھر کہا کہ بھیرہ کا خیال ترک کر دو تو میرے دل میں یہ کبھی خیال نہ آیا کہ بھیرہ بھی میرا وطن تھا۔ جہلم کے مقدمہ میں گورداسپور گئے تو تین مہمان آلہ آباد سے آئے۔ جن میں سے قادر بخش نے تبادلۂ خیالات کے بعد بیعت کر لی۔ ایک دفعہ الٰہی بخش صاحب آپ کے ساتھ ساتھ مکان کے صحن میں ٹہل رہے تھے تو کہا کہ میری بیعت سے بہت لوگ اور بھی داخل بیعت ہوں گے۔ آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور کہا کہ مجھے کیا پرواہ ہے۔ یہ خدا کا کام ہے۔ وہ خود لوگوں کی گردنیں پکڑ پکڑ کر میرے پاؤں پر گرائے گا اور گرا رہا ہے۔ دوسرے دن جب واپس جانے لگے تو پوچھا گیا کہ آپ کی تسلی ہوگئی۔ کہا ہاں۔ ذوالفقار علی خان نے کہا کہ پھر بیعت؟ آپ نے کہا کہ تمہارا حق نہیں جانے دو۔ تیسرے چوتھے روز آپ قادیان آئے تو اپنے رومال سے کارڈ نکال کر دکھایا کہ تحصیلدار صاحب آپ تو جلدی کرتے تھے۔ دیکھئے! دیکھا تو الٰہی بخش صاحب لکھنؤ جاتے ہوئے پنسل سے ریل میں سے لکھتے ہیں کہ جب حق کھل گیا تو دیر کیسی۔ راستہ میں مر جاؤں تو کیا جواب دوں گا۔ اس لئے میری بیعت قبول کی جائے۔ آپ نے کہا کہ تنہائی میں آدمی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ مولوی کرم الدین صاحب نے مقدمہ میں ۱۱ر فروری ۱۹۰۴ء کو گورداسپور جانا تھا۔ سردر شاہ صاحب کو معہ حامد

علی وعبدالرحیم نائی کے دوروز پہلے بھیجا کہ حوالہ جات تلاش کر کے پیشی کی تیاری کرو۔ وہاں آ کر انہوں نے ڈاکٹر محمد اسماعیل کو دروازہ کھولنے کے لئے آواز دی تو ڈاکٹر صاحب نے رونا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد آئے تو کہا کہ محمد حسین پیش کار آیا تھا کہ آریوں کا جلسہ ہوا ہے۔ جلسہ کے بعد پرائیویٹ میٹنگ ہوئی میں پاس ہی تھا۔ ایک نے چندولال مجسٹریٹ سے کہا کہ مرزا آریوں کا دشمن اور لیکھرام کا قاتل ہے۔ شکار ہاتھ میں آ گیا ہے۔ ساری قوم کی نظر آپ کی طرف لگی ہوئی ہے۔ آپ چھوڑیں گے تو دشمن ہوں گے۔ چندولال مجسٹریٹ نے کہا کہ مرزا اور اس کے گواہوں کو جہنم رسید کر دوں گا۔ مگر کیا کروں کہ مقدمہ ایسی ہوشیاری سے چلایا گیا ہے کہ ہاتھ نہیں پڑ سکتا۔ مگر میں عدالتی کارروائی پہلی پیشی میں ہی عمل میں لاؤں گا۔ یعنی بغیر ضمانت کے حوالات میں کر دوں گا۔ گو میں مخالف ہوں۔ مگر کسی شریف کو ہندوؤں کے ہاتھ سے ذلیل ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔ یا تو چیف کورٹ میں مقدمہ تبدیل کراؤ یا مرزا قادیانی کا ڈاکٹری سٹوفکیٹ پیش کر دو۔ پس تجویز ہوا کہ ابھی کوئی قادیان جائے۔ یکہ تلاش کیا اور چار گونہ زیادہ کرایہ بھی دیا۔ مگر مخالفت اتنی تھی کہ کوئی نہ مانا۔ آخر شیخ حامد علی عبدالرحیم نائی اور ایک اور آدمی پیدل قادیان آئے اور صبح آپ کو خبر دی۔ آپ نے کہا کہ خیر ہم بٹالہ چلتے ہیں۔ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہور سے آتے ہیں۔ ان سے پوچھیں گے تو انہوں نے کہا کہ تبدیلی مقدمہ میں کامیابی نہیں ہوتی۔ جب گورداسپور پہنچے تو الگ کمرہ میں لیٹ گئے تو مولوی صاحب نے واقعہ سنا دیا۔ تو یک لخت آپ چارپائی پر بیٹھ گئے۔ چہرہ سرخ آنکھیں چمک اٹھیں۔ جو ہمیشہ جھکی ہوئی اور نیم بند رہتی تھیں۔ کہا میں اس کا شکار ہوں؟ نہیں۔ شیر ہوں اور شیر بھی خدا کا۔ وہ بھلا خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ ہاں کشتی کر کے تو دیکھے۔ آواز اتنی بلند تھی کہ باہر کے لوگ بھی چونک اٹھے۔ شیر کا لفظ کئی بار دہرایا کہا کہ میں کیا کروں میں نے تو کہا ہے کہ لوہا پہننے کو تیار ہوں۔ مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں ذلت سے بچاؤں گا اور عزت کے ساتھ بری کروں گا۔ پھر محبت الٰہی پر نصف گھنٹہ تقریر کی۔ پھر ابکائی آئی تو خونی قے ہوئی۔ منہ صاف کیا اور پوچھا کہ کیا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ خون ہے۔ ڈاکٹر انگریز بلایا گیا۔ کہا کہ بڑھاپے میں خونی قے خطرناک ہے۔ آرام کیوں نہیں کرتے۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ مجسٹریٹ تنگ کرتا ہے۔ حالانکہ یہ مقدمہ یونہی طے ہو سکتا تھا۔ ایک ماہ کے لئے سٹوفکیٹ لکھ دیا اور بغیر کسی رکاوٹ کے ہم سب قادیان آ گئے۔ دوسرے روز مجسٹریٹ نے سٹوفکیٹ پر اعتراض کیا۔ مگر ڈاکٹر نے کہا کہ میرا سٹوفکیٹ ہمیشہ عدالتوں میں جاتا ہے۔ پھر وہ تبدیل ہو گیا اور ای۔ اے۔ سی تھا۔ منصف ہو گیا۔ مولوی کرم الدین صاحب کے مقدمہ میں اہلیہ صاحبہ کو خواب آیا

کہ کوئی کہتا ہے کہ آپ کو امرتسر میں سولی پر لٹکایا جائے گا تا کہ قادیان والوں کی آسانی ہو۔ آپ نے تعبیر کی کہ عزت ہوگی۔ چنانچہ امرتسر میں اپیل کے ذریعہ سے آپ کی بریت ہوئی۔ آپ نے گھر والوں سے کہا کہ مجسٹریٹ کی نیت خراب معلوم ہوتی ہے اور اس کی بیوی نے خواب دیکھا ہے کہ اگر مجسٹریٹ کوئی خراب کام کرے گا تو اس پر وبال آئے گا۔ تو اس کا ایک لڑکا مر گیا۔ بیوی نے کہا کہ تم کیوں گھر اجاڑنے لگے ہو۔ فیصلہ کے دن عام مرید بہت روپیہ لے گئے تھے اور نواب محمد علی تو ہزاروں روپیہ لائے تھے کہ اگر جرمانہ ہوا تو ہم ادا کردیں گے۔ درختوں کے نیچے عدالت کے پاس آپ کا ڈیرہ ہوتا تھا۔ کئی دفعہ ڈپٹی کمشنر انگریز گذرتا تو کہتا کہ اگر میں ہوتا تو ایک دن میں ہی فیصلہ کردیتا۔ ماسٹر محمد الدین بی۔ اے نے کہا کہ آپ کی حاضری میں ہمیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طبیعت صاف ہو رہی ہے اور روحانیت ترقی کر رہی ہے۔ الگ ہوتے تو وہ بات نہ ہوتی۔ مولوی شیر علی نے کہا کہ اس وقت خواہ طبیعت کیسی ہوتی خوش ہو جاتی تھی۔ عبداللہ سنوری پہلے پہل قادیان آئے تو آپ نے ان کے والد کا حال پوچھا۔ کہا کہ وہ تو شرابی اور خراب آدمی ہے۔ آپ نے ڈانٹا کہ آخری دم کسی کو معلوم نہیں اچھا ہے یا برا تو ان کا والد اخیر میں تعشق کی حالت میں مرا۔ امام بی بی اور احمد بیگ بہن بھائی تھے۔ امام بی بی کی شادی مرزا غلام حسین سے ہو چکی تھی۔ جو مفقود الخبر ہو گیا تھا اور اس کی جائیداد امام بی بی کے نام ہوگئی تھی۔ اب احمد بیگ نے اپنی ہمشیرہ سے درخواست کی کہ اپنی تمام جائیداد اس کے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام کرادے۔ وہ تو مان گئی مگر قانوناً جناب کی رضامندی کے سوا ہبہ نامہ نامکمل تھا۔ اس لئے احمد بیگ ملتجی ہوا کہ آپ اس پر دستخط کر دیں۔ مگر آپ نے استخارہ پر ٹال دیا اور استخارہ میں الہام ہوا کہ اس کی لڑکی محمدی بیگم کے نکاح کی سلسلہ جنبانی کرو۔ وہ منظور کریں تو خیر ورنہ انجام برا ہوگا۔ اڑھائی تین سال تک بربادی ہوگی۔ آپ نے یہ بھی لکھا کہ مکاشفات نے حوادث کو تین سال کے اندر بھی دکھایا ہے۔ یہ لکھ کر احمد بیگ کو بھیج دیا۔ مگر لڑکی کے ماموں مرزا نظام الدین نے استہزاء کے طور پر یہ تحریر شائع کردی تو آپ کو بھی موقعہ مل گیا۔ ایک نے کہا کہ جلتی آگ میں گھس کر سلامت نکلتا ہوں۔ مرزا قادیانی نبی ہیں تو وہ بھی داخل ہو کر دکھلائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے سامنے اگر آگ میں داخل ہو تو کبھی نہ نکلے۔ ایک دفعہ مہمان آگئے۔ کھانا تیار ہوا کھلانے لگے تو اتنے اور آگئے۔ آپ گھر گئے تو زردہ کو ڈھانپ کر ہاتھ رکھا وہ اتنا بڑھا کہ سب سیر ہوگئے۔ ایک دفعہ آپ کے لئے مرغ کا پلاؤ پکایا گیا تو نواب صاحب کے گھر کے آدمی بھی آپ کے ہاں آگئے۔ ان کے مکان میں دھونی ہو رہی تھی۔ آپ نے کہا کہ ان کو بھی کھانا کھلاؤ۔ چاول کم تھے تو آپ نے دم کیا وہ اتنے بڑھے کہ نواب صاحب

کے آدمی بھی کھا گئے اور دوسرے آدمی بھی تبرک سمجھ کر لے گئے۔ محمد حسین بٹالوی نے جناب کے دعویٰ مسیحیت سے پہلے اپنے وعظ میں بیان کیا کہ ایک دفعہ انبالہ میں ہم دس بارہ آدمی ملاقات کو آئے۔ کھانا آیا تو صرف دو آدمیوں کے لئے کافی تھا۔ مگر سب کو کافی ہو گیا۔ دعویٰ مسیحیت پر یہ انکاری ہو گیا تھا اور اب مر چکا ہے۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل نے کہا کہ جلسہ کے موقعہ پر چائے اور زردہ تیار ہو رہا تھا۔ آپ کا کھانا کشکہ اور دال اندر سے آیا۔ ہم نے خیال کیا کہ بہت لذیذ ہوگا۔ آپ نے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ کھانا ایک آدمی کا تھا۔ مگر ہم سب سیر ہو گئے۔ دھرمپال آریہ مرتد نے ترک اسلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر اعتراض کیا تو حکیم صاحب نے جواب لکھا کہ وہ مخالفت کی آگ تھی۔ جناب نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ ہم خود موجود ہیں۔ ہمیں آگ میں ڈال کر دیکھ لیں۔ گلزار ہوتی ہے یا نہیں؟ آپ نے یہ شعر بھی کہا ہے کہ۔

ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصاں نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے

آپ کا الہام بھی ہے کہ آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام ہے۔ بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ منارۃ المسیح بننے لگا تو لوگوں نے شکایت کی کہ اس سے بے پردگی ہوگی۔ موقعہ پر ایک ڈپٹی آیا۔ آپ مسجد مبارک کے حجرہ میں تھے۔ بڈھا مل رکن اعظم آریہ پاس تھا تو آپ نے کہا کہ اسی سے پوچھو کہ میں نے کبھی فائدہ پہنچانے میں دریغ کیا ہے اور اس نے کبھی ایذا رسانی میں کسر چھوڑی ہے تو وہ ایسا شرمندہ ہوا کہ بول نہ سکا۔ چہرہ کا رنگ سپید ہو گیا تھا۔ عبداللہ سنوری نے کہا کہ مجھے میرے تمام حالات خاتمہ عمر تک بتلا دیئے تھے تو اسی کے مطابق حالات پیش آتے تھے۔ ریاست پٹیالہ میں نوگاؤں کا میں پٹواری تھا۔ سالانہ تنخواہ پچپن روپے تھی۔ میں نے دوسرے پٹواری سے مل کر مائل پور میں تبادلہ کرا لیا۔ مگر وہاں کوئی مسجد نہ تھی۔ تو میں نے آپ سے درخواست کی کہ دعاء کریں۔ مجھے نوگاؤں واپس مل جائے۔ کہا کہ وقت آنے دو تو میرا تبادلہ غوث گڑھ میں ہو گیا۔ جس میں میرا ایسا دل لگا کہ نوگاؤں کا خیال جاتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد غوث گڑھ کا حلقہ خالی ہو گیا اور تحصیل دار نے مجھے نوگاؤں بھی میرے حلقہ سے ملحق کر دیا اور میری تنخواہ سالانہ ایک سو دس روپیہ ہو گئی۔ حالانکہ دونوں حلقوں میں پندرہ میل کا فاصلہ تھا اور درمیان میں اور حلقے بھی تھے اور غوث گڑھ تمام احمدی ہو گیا۔ ایک نے پوچھا کہ کیا آپ واقعی مسیح موعود اور مہدی ہیں؟ تو آپ نے اس انداز سے کہا: ''ہاں'' کہ وہ شخص فوراً بیعت میں داخل ہو گیا اور میرے (عبداللہ سنوری) کے دل پر بھی گہرا اثر ہوا۔ فخر الدین ملتانی سے کہا کہ ۱۹۱۰ء میں نوروز ضلع کانگڑہ

میں رہے تو وہاں کے کورٹ انسپکٹر اوف پولیس نے جو غیر احمدی تھا ایک دعوت قائم کی۔ جس میں مجھے بھی بلایا تو اس نے اثنائے گفتگو میں کہا کہ جب پندرہ ماہی پیشین گوئی کا آخری دن تھا۔ پہرے کا انتظام میرے سپرد تھا۔ چاروں طرف پولیس کھڑی تھی۔ مگر آتھم کوٹھی کے اندر بھی بیتاب تھا۔ بندوق کی آواز آئی تو اور بھی حالت ابتر ہوگئی۔ تو عیسائیوں نے اسے شراب پلا کر بیہوش کر دیا تو دوسرے دن اس کا جلوس نکال کر نعرہ لگاتے تھے کہ مرزا کی پیشین گوئی جھوٹی نکلی۔ انہی دنوں لوئیس صاحب لدھیانہ میں ڈسٹرکٹ جج تھا اور آتھم اس کا داماد تھا۔ دوران میعاد میں آتھم اس کی کوٹھی پر ٹھہرا تو ایک غیر احمدی پنکھا قلی نے بتایا کہ رات بھر وہ روتا رہتا ہے۔ پوچھا گیا کہ کیوں؟ کہا کہ تلواروں والے نظر آتے ہیں اور وہ صرف مجھے ہی نظر آتے ہیں۔ کبھی اسے کتے نظر آتے تھے اور کبھی سانپ۔ اس لئے مخالفوں کا کہنا درست نہیں کہ احمدیوں سے ڈرتا تھا۔ ورنہ اس طرح کی بے چینی نہ ہوتی۔ اس کی حالت تو اسی وقت خراب ہو چکی تھی۔ جب کہ جلسہ مباحثہ میں ساٹھ ستر عیسائیوں کے سامنے کہتا تھا کہ میں نے دجال کا لفظ حضورﷺ کے متعلق نہیں لکھا۔ حالانکہ اندرونہ بائبل میں یہ لفظ موجود تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا علیم بھی ہے اور قدیر بھی۔ پہلی صفت کے ماتحت جو پیشین گوئی ہوتی ہے تو عین تاریخ پر ہوتی ہے۔ جیسے حضورﷺ کی پیشین گوئی۔ جناب فاطمۃ الزہرہؓ کے متعلق تھی کہ وہ چھ ماہ کے اندر دنیا سے رخصت ہو جائیں گی اور دوسری صفت کے زیر اثر جو پیشین گوئی ظاہر ہوتی ہے وہ تخلف عن الوعید کے طرز پر تاریخ کی پابند نہیں ہوتی۔ کیونکہ مجرم کبھی کچھ نیکی یا خوف الٰہی کے عوض تاخیر عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے اور آخر جب وہ باز نہیں آتا اور مغرور ہو جاتا ہے تو اس کا وقوع ہو جاتا ہے۔ جیسے حضرت یونس علیہ السلام کی پیشین گوئی امت کے خوف سے ٹل ہی گئی تھی۔ امرتسر میں جب آتھم سے مباحثہ ہوا تو عیسائیوں نے مادرزاد اندھا، لونجھا وغیرہ پیش کر کے چنگا کرنے کو کہا تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام ایسوں کو تندرست کر دیا کرتے تھے تو آپ نے جواب میں لکھوایا کہ میں تو اس معجزہ کا اس طرح قائل ہی نہیں۔ البتہ تم کہتے ہو کہ جس میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو۔ وہ ایسوں کو چنگا کر سکتا ہے۔ تم تجربہ کرو ہم دیکھیں گے کہ کہاں تک صحیح ہے۔ تب وہ خاموش ہو گئے۔ جب محمدی بیگم ابھی زیر تجویز تھی تو اس کا ماموں جو جالندھر اور ہوشیار پور میں آمد و رفت رکھتا تھا۔ آپ سے انعام کا خواہاں ہوا۔ جب کہ ایک دفعہ آپ ایک ماہ کے لئے جالندھر مقیم تھے اور آپ نے اس سے کچھ انعام کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔ بشرطیکہ وہ نکاح کرا دے۔ مگر وہ بدنیت تھا۔ دوسری جگہ ناطہ دلوانے میں کوشش کر رہا تھا۔ اس لئے آپ نے حکیمانہ طور پر احتیاط برت رکھی تھی اور ایسے موقعہ پر جدوجہد اس لئے کی جاتی ہے کہ عالم اسباب میں کسی چیز کا انصرام

بغیر کسب کے نہیں ہوتا اور خدا بھی خفا ہو جاتا ہے کہ جب بندہ کو ضرورت نہیں تو ہمیں کیا ضرورت ہے۔ اس لئے محبت کا تقاضا ہے کہ اپنے محبوب کے ارادوں کو پورا کرنے میں اپنی کوشش پیش کی جائے۔ نیز چونکہ غلبہ دین مقصود ہوتا ہے تو نبی کا ثواب سمجھ کر اس میں حصہ لیتا ہے۔ اس پیشین گوئی کی اصلی غرض وغایت اظہار قدرت تھا اور تمام الہامات کا یکجائی خلاصہ مضمون یہ نکلتا ہے کہ اس کا بیرونی مضمون یوں تھا کہ اگر یہ لوگ تمردانہ حالت نہ چھوڑیں گے جس کی علامت یہ تھی کہ وہ نکاح قبول نہ کریں تو اس صورت میں وہ تباہ ہوں گے اور بالخصوص جب تک سلطان محمد تمرد نہ چھوڑے تین سال کے اندر تباہ ہوگا اور وہ واپس آئے گی اور اندرونی مضمون یہ تھا کہ اگر وہ تمرد چھوڑ دیں گے تو عذاب سے بچ رہیں گے اور بالخصوص جب سلطان محمد تمرد چھوڑ دے گا تو نہ خود ہلاک ہو گا اور نہ ہی وہ واپس آئے گی۔ اس الہام کو اٹل صرف بیرونی صورت کے لحاظ سے کہا گیا تھا۔ اس تبدیلی کے بعد جب اندرونی صورت رونما ہوئی تو وہ تقدیر بھی ٹل گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس قوم کو ایک نشان دکھلانا مطلوب تھا جو ہمیشہ تخول سے نشان کی طالب تھی۔ تو جس قدر پیشین گوئی نے موقعہ پایا اس نے اپنا کام پورا کر دیا۔ چنانچہ لڑکی کے میاں سرکشی سے باز نہ آئے تو سب تباہ ہو گئے اور ان کی نسل کا صرف ایک بچہ بھی صرف اس لئے بچا ہوا ہے کہ احمدی ہو گیا ہے اور احمد بیگ بھی اسی سلسلہ میں تپ محرقہ سے ہسپتال میں تباہ ہو گیا۔ سلطان محمد نے کبھی بھی جناب کے حق میں گستاخی نہیں کی۔ آریوں اور عیسائیوں نے بہتیرا لالچ دے کر ابھارا بھی مگر اس نے اس جرم کا ارتکاب نہیں کیا۔ اس لئے اس کی جان بچ گئی اور نکاح بھی قائم رہا۔ رہا یہ امر کہ اس نے بیعت کیوں نہ کی یا بیوی کیوں نہ چھوڑی یا وہ نکاح قائم رکھنے کے جرم میں مارا کیوں نہ گیا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کا صرف انکار موجب ہلاکت نہیں ہوتا بلکہ تمرد اور سرکشی موجب ہلاکت ہوا کرتا ہے جو اس سے سرزد نہیں ہوئی اور انکار نبوت کی سزا آخرت میں ملے گی جو اس دنیا سے متعلق نہیں اور دنیا میں طاعون وغیرہ ہلاکتوں کا انکار کے باعث آنا صرف اسی لئے ہوتا ہے کہ قوم بیدار ہو کر نبی وقت کی متلاشی بن جائے۔ اس لئے قومی عذاب کو شخصی عذاب پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا۔ غرضیکہ آسمانی نشان پورا ہو گیا تھا۔ ورنہ آپ کی غرض وجاہت دنیاوی نہ تھی۔ کیونکہ سلطان محمد کا خاندان ادنیٰ خاندان تھا۔ نہ ہی وہ خوبصورت تھی اور نہ ہی نفسانی جذبات کا تقاضا تھا۔ کیونکہ آپ کی عمر پچاس برس کے اوپر ہو چکی تھی۔ حافظ جمال احمد نے کہا کہ مرزا سلطان محمد سے میں نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میرا خسر پیشین گوئی سے مر گیا اور خدا غفور رحیم ہے دوسروں کی سنتا ہے اور ایمان سے کہتا ہوں کہ پیشین گوئی میرے لئے شبہ کا باعث نہیں ہوئی تو پھر بیعت کیوں نہیں کی؟ کہا کہ

جب میں انبالہ چھاؤنی میں تھا تو میں نے ایک احمدی کے استفسار پر ایک تحریر لکھ بھیجی تھی۔ (جو تشحیذ الاذہان میں موجود ہے) اور بھی وجوہات ہیں جن کا بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ میں چاہتا ہوں کہ قادیان آ کر آپ سے وہ سب کچھ عرض کروں۔ پھر چاہیں تو شائع بھی کردیں۔ عیسائیوں اور آریوں نے لاکھ روپیہ دے کر اس کے لئے ابھارا مگر میں نے انکار کر دیا اور جب فرانس میں سلطان محمد کو گولی لگی تھی تو محمدی بیگم کو تشویش ہوئی۔ رات کو رؤیا میں مرزا قادیانی نے دودھ کا پیالہ دے کر فرمایا کہ یہ پی لو فکر نہ کرو۔ تیرے سر کی چادر سلامت ہے تو اسے کمال اطمینان ہوگیا۔ سیالکوٹ آپ کمرہ میں بیٹھے تو بجلی آئی اور گھوم کر چلی گئی۔ جس سے گندھک کی بو آتی تھی اور کمرہ دھوئیں سے بھر گیا۔ پھر تیجا سنگھ کے مندر میں گری اور وہاں پیچ در پیچ طواف کے لئے دیوار تھی۔ جس میں ایک ہندو تھا۔ مگر وہ بجلی تمام چکر کاٹ کر اسی ہندو کو جلا گئی۔ وہیں چھت گرنے کا واقعہ بھی پیش آیا تھا۔ پھر ایک دفعہ لحاف میں بچھو مرا ہوا پایا۔ دوسری دفعہ لحاف کے اندر چلتا ہوا دیکھا۔ ایک دفعہ آپ کے دامن کو آگ لگی تو دوسرے نے بجھائی۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۴۸، خزائن ج۱ ص۲۷۵) میں قطبی کا مشہور خواب دیکھا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کے ہم مکتب تھے۔ جب مولوی بن کر آئے تو ان کے خیالات لوگوں کو ناگوار گذرے۔ ایک نے بحث کے لئے آپ کو بلایا۔ مگر مولوی صاحب کی تقریر میں کوئی مخالفت نہ پائی گئی اور بحث ترک کی گئی تو الہام ہوا کہ خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ پھر کشف میں وہ بادشاہ بھی دکھائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔ عطاء محمد پٹواری ونجوان ضلع گورداسپور کا بیان ہے کہ میں شرابی کبابی تھا۔ قاضی نعمت اللہ خطیب بٹالوی مجھے تبلیغ کرتے۔ مگر مجھے کوئی اثر نہ ہوا۔ تنگ آ کر میں نے ایک دن ان سے کہہ دیا کہ میری تین بیویاں ہیں۔ بارہ سال سے اولاد نہیں ہوئی۔ اگر ان کی دعاء سے خوبصورت لڑکا بڑی بیوی سے پیدا ہو تو سچا مان لوں گا۔ خطیب نے خط لکھ کر دعاء منگوائی۔ آپ نے جواب دیا کہ لڑکا ہوگا۔ بشرطیکہ زکریا والی توبہ کرو۔ یعنی شراب چھوڑ کر نمازی بن جاؤ۔ چار پانچ ماہ کا عرصہ ہوا تو میری بڑی بیوی رونے لگی کہ اب تو حیض بھی بند ہوگیا ہے۔ مجھے میرے بھائی کے پاس بھیج دو۔ جا کر علاج کراؤں تو میں نے یہی دایہ بلالی تو اس نے کہا کہ خدا بھول گیا ہے۔ اس کو تو حمل ہوگیا ہے۔ پھر آثار شروع ہوگئے۔ پھر لڑکا خوبصورت نصف رات کو پیدا ہوا۔ جس کا نام عبدالحق رکھا گیا۔ دھرم کوٹ جا کر سب رشتہ داروں کو اطلاع دی تو ونجواں اور دھرم کوٹ کے باشندوں نے آپ سے بیعت کر لی۔ میں قادیان آیا تو مسجد کا راستہ دیوار سے بند تھا۔ آپ باغ میں تھے میں نے خواب سنایا کہ

میرے ہاتھ میں خربوزہ ہے۔ کھانے میں شیریں ہے ایک قاش عبدالحق کو دی تو وہ خشک ہوگئی۔ آپ نے کہا کہ ایک اور لڑکا پیدا ہو کر مرجائے گا۔ تو ایسا ہی ہوا۔ جس رات امتہ النصیر پیدا ہوئی تو خود مولوی محمد احسن صاحب کے دروازہ پر حاضر ہو کر کہنے لگے کہ لڑکی پیدا ہوئی۔ مگر الہام ہوا ہے کہ: "غاسق اللہ" (جلدی فوت ہو جانے والی) تو ویسا ہی ہوا۔ محمد بخش تھانہ دار کہ جس کی رپورٹ سے حفظ امن کا مقدمہ ۱۸۹۹ء میں دائر ہوا تھا۔ طاعون سے مرا۔ مگر اس کا لڑکا نیاز محمد مرید ہوگیا۔ آخری تقریر میں جب آپ نے کہا کہ عبداللہ آتھم نے حضور ﷺ کے حق میں اندرونہ بائبل میں معاذ اللہ دجال لکھا ہے تو خوف زدہ ہو کر زبان باہر نکال کر کانوں کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ میں نے کب کہا ہے اور کہاں؟ ایک دفعہ اپنے باغ میں پھر رہے تھے۔ اہلیہ نے سنگترہ مانگا اور اس وقت موسم نہ تھا تو آپ نے ایک پودہ پر ہاتھ مار کر سنگترہ حاضر کر دیا۔ آپ ٹانگہ میں سوار ہوئے تو رفیق سفر ہندو نے آپ کو دھوپ میں جگہ دی۔ مگر ابر نے سایہ کر دیا اور قادیان تک یہی حالت رہی تو پھر وہ ہندو پشیمان ہوگیا۔ ایک مقدمہ پر آپ ڈلہوزی گئے۔ راستہ میں بارش آگئی۔ ایک پہاڑی آدمی کے گھر گئے۔ اس نے دوسروں کو تو جگہ نہ دی۔ مگر آپ کو اندر لے گیا۔ کیونکہ اس کی لڑکی جوان تھی اور غیروں کا داخلہ بند کر دیا تھا۔ سیالکوٹ میں ایک نئے مکان پر آپ لوگوں کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ کڑکڑ کی آواز ہوئی۔ کسی نے کہا کہ چوہا ہوگا۔ مگر آپ نے کہا کہ خطرہ ہے۔ لوگوں نے نہ مانا۔ آخر آپ ابھی لوگوں کو اپنے ہمراہ لے کر نیچے اترے ہی تھے کہ مکان گر گیا۔ گویا آپ کا ہی انتظار کر رہا تھا۔ ایک دفعہ عدالت کی پیشی میں دیر تھی تو آپ نے نماز شروع کر دی۔ ابھی ختم نہ کی تھی کہ بہرے نے خبر دی کہ آپ کی فتح ہوگئی ہے۔ جہلم کے مقدمہ میں آپ گورداسپور گئے۔ پیشی بھگت کر کچہری کے پاس ہی آرام کرتے ہوئے لیٹ گئے اور اس وقت مولوی شیر علی اور مفتی محمد صادق ہی پاس تھے۔ آپ نے کہا کہ الہام ہوا ہے۔ لکھ لو۔ قلم دوات پاس نہ تھی۔ مفتی صاحب نے باورچی خانہ سے کوئلہ لا کر لکھ لیا اور بھی الہام ہوئے جن میں سے ایک الہام یہ بھی تھا کہ: "یسئلونك عن شانك قل اللّٰه ۰ ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون" دوسرے دن وکیل مستغیث نے تحفہ گولڑویہ میں سے آپ کی تعلّی کے چند الفاظ پڑھے اور پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ اللہ کی شان ہے۔ قادیان کو جب واپس آئے تو راستہ میں شیر علی نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ وہ عربی الہام پورا ہوگیا ہے۔ تو آپ نے کہا۔ ہاں! جب مرزا کمال الدین نے دیوار بنا کر مسجد کا راستہ بند کر دیا تو مرزا بشیر کو خواب آیا کہ وہ گرائی گئی ہے۔ آپ نے نوٹ کر لیا پھر قانونی چارہ جوئی کی اور کامیاب ہوئے۔ ۱۹۰۵ء میں بڑا زلزلہ آیا تو مفتی محمد صادق کے چھوٹے لڑکے

نے خواب میں دیکھا کہ بکرے ذبح ہو رہے ہیں۔ آپ اس وقت باغ میں ٹہل رہے تھے تو آپ نے یہ خواب معلوم کرنے پر کئی بکرے صدقہ کرا دیئے اور لوگوں نے بکرے ذبح کرائے۔ سب کی تعداد سو سے زیادہ ہوگئی۔ مرزا بشیر کا بیان ہے کہ زلزلہ آیا تو میں نواب صاحب سے ملحق مکان میں بمعہ دوسرے بچوں کے لیٹ رہا تھا۔ ہم ڈر کر صحن کو دوڑے تو آپ اور میری والدہ دونوں صحن کی طرف گھبرا کر آرہے تھے۔ پھر باغ میں چلے گئے۔ جہاں کچے مکان بنا رکھے تھے اور خیمے بھی لگوا دیئے سکول بھی کچھ عرصہ وہیں لگتا تھا۔ قادیان میں امیر حسین قصر صلوٰۃ اس وقت جائز سمجھتے تھے کہ لڑائی شروع ہو۔ حکیم نور الدین صاحب سے بھی بحث کرتے تھے۔ گورداسپور میں آپ جہلم کے مقدمہ کے لئے گئے تو قاضی صاحب کو ظہر کی نماز میں امام بنایا اور کان میں کہا: ''اب تو قصر کرو گے نا؟'' تب سے قاضی صاحب نے اپنا عقیدہ بدل لیا۔ ان کا لڑکا مر گیا تو لڑکے کی ماں اور نانی بہت روئیں۔ آپ جب جنازہ پڑھا کر فارغ ہوئے تو وعظ کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی بیوی سے بھی کہہ دینا۔ پھر دو لڑکے اور بھی فوت ہوئے۔ مگر وہ نہ روئیں۔ ایک دفعہ گورداسپور جاتے ہوئے بٹالہ میں ٹھہرے۔ کسی نے انگور پیش کئے تو آپ نے تناول فرماتے ہوئے کہا کہ گو اس میں ترشی ہوتی ہے۔ مگر زکام کو مضر نہیں ہوتی۔ کلام کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ میرا جی انگور کو چاہتا تھا۔ خدا نے بھیج ہی دیئے۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں کہیں جا رہا تھا تو مجھے پونڈے کی خواہش ہوئی۔ مگر وہاں نہ ملتا تھا۔ اس کے بعد مجھے ایک آدمی ملا جس سے مجھے پونڈے مل گئے۔ جب محمدی بیگم کی شادی دوسری جگہ کرائی گئی تو آپ نے اپنے دونوں لڑکوں کو خط لکھا کہ میرے ساتھ رہو یا مخالفین سے مل جاؤ اور میں تم کو عاق کروں گا۔ سلطان احمد نے کہا کہ میں اپنے رشتہ داروں سے تعلق قائم رکھوں گا۔ فضل احمد سے کہا کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس نے دے دی۔ مگر دوسری بیوی کی فتنہ پردازی سے پھر مخالفوں سے جا ملا۔ شرمیلا بہت تھا مر گیا تو جناب کو بہت غم ہوا۔ ساری رات نہیں سوئے۔ دو تین روز مغموم بھی رہے۔ محمدی بیگم جناب کی چچا زاد بہن عمر النساء کی لڑکی تھی۔ امام الدین و نظام الدین کی بھانجی مرزا غلام قادر کی بیوہ اس کی خالہ تھی۔ احمد بیگ ہوشیار پوری اس کا والد امام الدین کا بہنوئی تھا۔ آپ کی حقیقی ہمشیرہ محمد بیگ برادر کلاں احمد بیگ سے بیاہی ہوئی تھی۔ یہ تمام رشتہ دار بے دین تھے۔ آپ کو خیال پیدا ہوا کہ یا تو ان کی اصلاح ہو جائے یا کوئی اور فیصلہ ہو تو الہام ہوا کہ محمدی بیگم کے نکاح کی سلسلہ جنبانی کر۔ شادی ہوگی تو برکت پائیں گے ورنہ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے۔ لڑکی کا والد تین سال میں مر جائے گا اور جس سے شادی ہوگی وہ بھی اڑھائی سال میں مر جائے گا۔ سو احمد بیگ مر گیا۔ شوہر خوفزدہ ہو گیا اور

عجز و نیاز کا خط لکھا۔ جو تشحیذ الاذہان میں شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے بچ گیا۔ باقی رشتہ دار تباہ ہو گئے۔ اس خاندان کا ایک بچہ رہ گیا۔ مگر وہ بھی احمدی ہو گیا۔ غلام قادر کی بیوہ بھی احمدی ہو گئی۔ باقیوں نے مخالفت چھوڑ دی ہے۔ آپ کا یہ الہام پورا ہوا کہ ہم کچھ حسنی طریق پر داخل ہوں گے اور کچھ حسینی طریق پر۔ سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق آپ نے لکھا تھا کہ یہ ابتر رہے گا۔ کیونکہ اس کا لڑکا نامرد ہے۔ مولوی محمد علی نے کہا کہ ایسی تحریر قانون کے خلاف ہے۔ بہت تکرار کے بعد آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا: ''جب نبی ہتھیار لگا کر باہر آ جاتا ہے تو پھر ہتھیار نہیں اتارتا۔'''' انتھی ما فی سیرۃ المھدی ''ان کرامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو اتفاقیہ واقعات میں کرامت دکھلانے کا بہت بڑا موقعہ ملا تھا اور کرامات دکھانے میں یہ وطیرہ اختیار کیا ہے جو ہر ایک خواندہ آدمی کو حاصل ہو سکتا تھا۔ جب کہ وہ اپنے پاس پاکٹ بک رکھ کر چیدہ چیدہ باتیں نوٹ کرتا رہے۔ سال کے بعد اس کی کئی ایک تخمینی باتیں پوری ہو جائیں گی اور اگر اپنے آپ کو مقدس ظاہر کرے تو کرامات کا ڈھیر بھی لگ جائے گا۔

ان کرمات میں سب سے بڑی کرامت محمدی بیگم کا نکاح ہے جو صرف اس لئے تجویز ہوا تھا کہ مرزا قادیانی مسیح بن کر نئی شادی کر کے صاحب اولاد ہوں۔ جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔ مگر چونکہ کامیابی نہ ہوئی اور تمام پیشین گوئیاں حدیث النفس ثابت ہوئیں۔ اس لئے پہلے تو اس حدیث کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا گیا۔ پھر ناکامیابی کے وجوہات گھڑنے شروع کر دیئے کہ یہ آیات متشابہات سے ہے یا اس سے مراد اولاد در اولاد کا نکاح ہے یا یہ مشروط پیش گوئی تھی یا تخلف عن المیعاد کا جواز ممکن ہے اور یار محمد صاحب وکیل نے تو کمال ہی کر دیا کہ محمدی بیگم میں ہوں۔ میں نے بیعت کی تو آپ کے نکاح میں آ گیا۔ اخیر میں مؤلف سیرت المہدی نے اس کا ظاہر و باطن بنا کر بنائے پیش گوئی وجو تمرد کو قرار دیا ہے اور تفہیمات ربانیہ کے مؤلف نے اس پیش گوئی کو ابھی واجب الوصول قرار نہیں دیا۔ بلکہ عالم آخرت پر چھوڑ دیا ہے کہ یا تو وہاں پر آپ کو کامیابی نکاح کی صورت میں ہوگی اور یا اس کے عوض میں کچھ ور نعمت مل جاوے گی۔ بہرحال یہ پیش گوئی کسی کے نزدیک بھی بظاہر پوری نہیں ہوئی اور جس آن بان سے اس کو شائع کیا گیا تھا اور اپنی صداقت کا معیار اسی کو ٹھہرایا گیا تھا۔ سب کچھ غلط نکلا۔ ہاں اگر نکاح ہو جاتا اور اولاد بھی پیدا ہو جاتی تو آپ کی مسیحیت پر چار چاند لگ جاتے۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ گو ہزار تاویلیں کی جائیں اس سے نشان مسیحیت کا ثبوت ملنا مشکل ہو گیا ہے۔ جو اہل اسلام کے نزدیک ایک بھاری صداقت کا نشان تھا۔

زہد واتقاء

۱۸۸۴ء میں چلہ کشی کا ارادہ کیا کہ باہر جائیں اور ہندوستان کی سیر بھی کریں۔ سوجان پور ضلع گورداسپور میں جانے کا ارادہ کیا اور عبداللہ سنوری کو ہمراہ لے جانا منظور کرلیا تو الہام ہوا کہ ہوشیار پور جاؤ۔ جنوری ۱۸۸۶ء میں روانہ ہوئے تو عبداللہ کو خط بھیج کر منگوالیا۔ شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور کو خط لکھا کہ دوماہ کے لئے ہمارے لئے شہر کے کنارے بالا خانہ والا مکان کرائے پر لے دو تو جناب بہلی میں بیٹھ کر بیاس کے کنارے روانہ ہوئے۔ شیخ حامد علی اور فتح خان بھی ساتھ تھے۔ فتح خان رسول پور متصل ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور کا باشندہ تھا۔ پہلے بہت معتقد تھا۔ بعد میں مولوی محمد حسین صاحب کے کہنے سے مرتد ہوگیا تھا۔ دریا پر پہنچے تو کشتی تک راستہ میں کچھ پانی تھا۔ ملاح نے آپ کو اٹھا کر کشتی میں بٹھایا تو آپ نے اس کو ایک روپیہ انعام دیا۔ کشتی روانہ ہوئی تو عبداللہ سے فرمایا کہ کامل کی صحبت دریا کی مانند ہے۔ پار ہونے کی بھی امید ہے اور ڈوبنے کا بھی ڈر ہے۔ فتح خان مرتد ہوا تو مجھے یہ بات یاد آ گئی۔ راستہ میں فتح خان کے گاؤں میں قیام کر کے دوسرے دن ہوشیار پور پہنچے اور طویلہ کے بالا خانہ میں قیام کیا اور ہم تینوں کے الگ الگ کام مقرر کر دیئے۔ عبداللہ کے سپرد کھانا پکانا تھا۔ فتح خان کے سپرد بازار سے سودا لانا تھا اور مہمان نوازی وغیرہ حامد علی کے سپرد تھی۔ پھر دستی اشتہار دے کر اعلان کر دیا کہ مجھے کوئی ملنے نہ آئے۔ چالیس دن بعد بیس روز ٹھہروں گا۔ ملنے والے دعوت کرنے والے اور سوال و جواب کرنے والے اس وقت آسکتے ہیں۔ کنڈہ لگا رہے۔ گھر میں بھی کوئی نہ بلائے۔ کھانا اوپر بھیجا جائے۔ میں کسی کو بلاؤں تو ضروری بات کر کے واپس آ جائے۔ دوسرے وقت برتن لے جائیں۔ نماز اوپر پڑھوں گا تم نیچے پڑھ لیا کرو۔ ویران مسجد تلاش کرو۔ جہاں جمعہ مل کر پڑھ لیا کریں۔ شہر سے باہر ایک مسجد ویران پڑی تھی۔ وہاں جمعہ پڑھتے تھے۔

ایک دفعہ عبداللہ کھانا دینے آیا تو آپ نے کہا کہ مجھ پر اللہ کے فضل کے دروازے کھل گئے ہیں۔ دیر تک خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ لکھوں تو کئی ورق ہو جائیں۔ پسر موعود کے متعلق بھی الہام اسی جگہ ہوا تھا۔ (اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء، مجموعہ اشتہارات ج اص ۱۰۰) چالیس دن کے بعد بیس روز ٹھہرے تو دعوت کرنے والے تبادلہ خیالات کرنے والے اور دور و نزدیک کے مہمان آ گئے۔ انہی دنوں میں مرلی دھر آریہ سے مباحثہ ہوا۔ جو سرمہ چشم آریہ میں درج ہے۔ دو ماہ کے بعد قادیان کو روانہ ہوئے۔ ہوشیار پور سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک بزرگ کی قبر تھی۔ وہاں بہلی سے اتر کر قبر کی طرف گئے۔ قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر دعاء کی تو عبداللہ سے کہا کہ جب میں نے

ہاتھ اٹھائے تو یہ بزرگ میرے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔تم ساتھ نہ ہوتے تو اس سے باتیں کر لیتا۔اس کی آنکھیں موٹی ہیں اور رنگ سانولا ہے۔مجاوروں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ سو سال سے یہ قبر ہے۔باپ دادا سے سنا ہے کہ یہ ایک بزرگ بزرگ چشم سانولا رنگ تھے۔پھر قادیان پہنچ گئے۔عبداللہ سے پوچھا گیا کہ آپ کس طرح عبادت کرتے تھے تو اس نے لاعلمی ظاہر کی۔مگر کہا کہ ایک دن کھانا دینے گیا تو آپ نے کہا کہ الہام ہوا ہے کہ:''بورك من فيها ومن حولها''من فيها سے میں مراد ہوں اور من حولها سے تم لوگ مراد ہو۔حامد علی اور عبداللہ سارا دن آپ کے پاس رہتے تھے اور فتح علی سارا دن باہر رہتا تھا۔غالباً اس الہام کے وقت بھی وہ باہر ہی تھا۔مگر وہ اتنا معتقد تھا کہ اثنائے گفتگو میں کہا کرتا تھا کہ میں جناب کو نبی سمجھتا ہوں۔مگر میں پرانے معروف عقیدہ کے بنا پر گھبراتا تھا۔

ایک دفعہ میں کھانا چھوڑنے گیا تو جناب نے فرمایا کہ خدا مجھ سے اس طرح کی باتیں کرتا ہے کہ اگر ان میں سے کچھ تھوڑا سا بھی بیان کروں تو جتنے معتقد نظر آتے ہیں۔سب پھر جائیں۔کسی نے حکیم صاحب کو بذریعہ خط پوچھا کہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے جناب کے پاس کہلا بھیجا کہ فوق السرہ کی ہر ایک حدیث مخدوش نظر آتی ہے تو کہا کہ باوجودیکہ اردگرد کے تمام حنفی تھے۔زیر ناف ہاتھ باندھنے سے مجھے نفرت رہی ہے۔تلاش کرو حدیث مل جائے گی۔کیونکہ جس کا ہمیں میلان ہو اس کا حکم مل جایا کرتا ہے۔حکیم صاحب نے آدھ گھنٹہ بھی نہ گذرا کہ حدیث علی الشرط الشیخین پالی اور پیش کر کے کہا کہ یہ حضور کی برکت ہے۔ ایک مہمان آیا تو عصر کے قریب آپ نے اس کا روزہ افطار کرانا چاہا۔مگر اس نے انکار کیا تو آپ نے کہا کہ خدا فرمانبرداری سے راضی ہوتا ہے سینہ زوری سے نہیں۔اس کا حکم ہے کہ مسافر روزہ نہ رکھے تو روزہ کھلوا دیا۔حکیم نورالدین صاحب معتکف تھے۔عدالت میں جانا پڑا تو اعتکاف توڑ دیا۔آپ نے کہا کہ جب جانا ہی تھا تو اعتکاف کیوں بیٹھے تھے۔سراج الحق کو روزہ تھا۔بھول کر کسی نے پانی منگوایا تو اس کو یاد آ گیا۔آپ نے کہا کہ یہ خدا کی مہمانی تھی جو سوال کرنے سے روک دی گئی۔ماہ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ بوقت ۱۰ بجے عبداللہ سنوری سے کہا کہ رعب اور خوف سے بچنے کے لئے تین دفعہ سورہ یٰسین پڑھ کر اپنی پیشانی پر یا عزیز خشک انگلی کے ساتھ لکھ لیا کرو۔حکیم صاحب نے ایک دفعہ زراعتی کنواں ساڑھے تین ہزار میں رہن لیا۔مگر تحریر نہ لی اور مالک کے قبضہ میں ہی رہنے دیا۔آمد کا مطالبہ کیا تو وہ منکر ہو گیا۔جناب کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ مولوی صاحب کو مال کی فکر ہے اور مجھے آپ کے ایمان کی کہ کیوں مالک کو ایسا موقعہ دیا۔لکھوا کیوں نہ لیا؟ اور کیوں

قبضہ نہ لیا؟ عبداللہ سنوری آمین بالجہر اور رفع یدین کے دلدادہ تھے۔ ایک دن آپ نے کہا کہ سنت پر بہت عمل ہو گیا ہے۔ اس دن سے یہ دونوں چھوڑ دیئے اور آپ نے کبھی نہ یہ دونوں کام کئے اور نہ جہر سے بسم اللہ پڑھی اور یہی اکثری عمل حضور ﷺ کا تھا۔ اوائل میں جناب خود ہی مؤذن اور خود ہی امام تھے۔ حکیم نورالدین مقرر ہوئے تو مولوی عبدالکریم کو مقرر کروایا تھا اور ۱۹۰۵ء تک تادم مرگ وہی امام رہے۔ جناب مولوی صاحب دائیں طرف کھڑے ہوا کرتے تھے اور باقی مقتدی پیچھے ہوتے تھے۔ ان کی غیر حاضری میں اور ان کی وفات کے بعد حکیم صاحب امام ہوتے تھے۔ مسجد اقصےٰ میں امام جمعہ بھی مولوی عبدالکریم ہوا کرتے تھے۔ بعد میں جب آپ کی طبیعت ناساز رہتی تو مولوی صاحب مسجد مبارک میں جمعہ پڑھاتے تھے اور اقصےٰ میں حکیم صاحب امام جمعہ ہوتے تھے۔ مولوی صاحب کی وفات کے بعد مولوی محمد احسن صاحب، وہ نہ ہوں تو سرور شاہ صاحب امام بنتے تھے۔ وفات مسیح تک یہی طریق تھا۔ عید کے امام مولوی صاحب یا حکیم صاحب ہوتے تھے۔ جنازہ جناب خود پڑھاتے تھے۔ عیدالاضحیٰ ۱۹۰۰ء پر خطبہ الہامیہ مسجد مبارک میں پڑھا تو مسجد اقصیٰ کو گئے اور خطبہ شروع کیا۔ لکھنے پر مولوی عبدالکریم اور حکیم صاحب مقرر ہوئے۔ ایک دفعہ کہا کہ جلدی لکھو یہ وقت پھر نہیں رہے گا۔ اس وقت آپ کرسی پر تھے۔ بائیں طرف خطبہ نویس تھے آواز متغیر تھی۔

بعد از خطبہ آپ نے کہا کہ یہ خطبہ میری طرح سے نہ تھا بلکہ القاء من اللہ تھا۔ بعض دفعہ لکھا ہوا پیش آ جاتا تھا۔ جب لفظ بند ہو گئے خطبہ بھی بند ہو گیا۔ صاحبزادہ نے کہا کہ ہم اس وقت سات برس کے قریب تھے۔ مگر اتنا یاد ہے کہ آپ کی آنکھیں اس وقت قریباً بند تھیں۔ خطبہ کا باب دوم بعد میں لکھا گیا ہے اور ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا۔ عبداللہ سنوری نے کہا کہ مسجد مبارک میں، میں ظہر کی سنتیں پڑھ رہا تھا۔ بیت الفکر (جو آپ کی مسجد مبارک کے متصل مکان رہائشی کا حصہ ہے) سے آپ نے آواز دی تو میں نماز توڑ کر متوجہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا کیا اور یہ ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے۔ ابھی حکیم نورالدین صاحب جموں میں ملازم تھے تو انہوں نے خط لکھا کہ اگر یہاں تشریف لے آئیں تو مہاراج آپ کی ملاقات کی خواہش رکھتے ہیں تو عبداللہ سنوری سے جواب لکھایا کہ: ''بئس الفقیر علیٰ باب الامیر'' عبداللہ سنوری سے کہا کہ قیامت کو ایک شخص خدا کے سامنے حاضر ہو گا۔ پوچھے گا کہ تم نے کوئی نیک عمل بھی کیا ہے۔ کہے گا کہ نہیں تو پھر کسی بزرگ سے بھی ملا؟ کہے گا کہ نہیں۔ ہاں ایک دفعہ کوچہ میں ایک بزرگ جا رہا تھا تو وہ دیکھا تھا۔ خدا فرمائے گا کہ جا تمہیں اسی کی خاطر بخش دیا۔ یہ بھی کہا کہ جو شخص کامل کے پیچھے نماز پڑھتا

ہے تو سجدہ کرنے سے پہلے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مگر صحت نیت شرط ہے۔ آپ نے کہا کہ انسان دو بیویاں کر کے درویش ہو جاتا ہے۔ کہا کہ مردے کا چہلم غیر مقلدوں کے نزدیک ناجائز ہے۔ مگر چونکہ مردہ کی روح چالیس دن بعد رخصت ہوتی ہے۔ اس لئے غرباء میں کھانا تقسیم کر کے اسے رخصت کرنا چاہئے۔ عبداللہ سنوری نے کہا کہ آپ اس رسم کے پابند نہ تھے۔ مگر حکمت بتادی۔ بچپن میں میاں محمود صاحب خلیفہ ثانی ایک دفعہ دروازہ بند کر کے چڑیاں پکڑ رہے تھے تو آپ نے جمعہ کو جاتے ہوئے دیکھا کہ ایماندار گھر کی چڑیاں نہیں پکڑا کرتے۔ جس میں رحم نہیں اس میں ایمان نہیں۔ مرزا سلطان احمد نے کہا کہ آپ قرآن مجید، دلائل الخیرات اور مثنوی روم بہت پڑھتے تھے اور کچھ نوٹ بھی کرتے تھے۔ یہ بھی کہا کہ آپ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کو ملنے جاتے تھے اور کبھی میاں شرف الدین صاحب المعروف فقیر سماں والا سے بھی ملنے جاتے تھے اور موضع سم طالب پور کے نزدیک ضلع گورداسپور میں ہے۔ وہاں ایک چشمہ بھی ہے شاید اسی واسطے سماں والا کہتے ہوں گے۔

مرزا غلام مرتضےٰ کے پاس جب دونوں بھائی جاتے تو آپ مرزا غلام قادر کو کرسی پر بٹھا دیتے اور جناب خود ہی نیچے بیٹھ جاتے۔ گو خود متنفر تھے۔ مگر والد صاحب کی خاطر افسروں سے ملاقات کر لیتے تھے۔ (از سلطان احمد) ایک دفعہ آپ مغرب کی طرف سیر کو گئے تو قبرستان کے شمال میں کھڑے ہو کر دعاء کی۔ کیونکہ وہاں رشتہ داروں کی قبریں تھیں، امتہ النصیر کو وہیں دفنایا تھا تو خود اٹھا کر لے گئے تھے۔ ایک دفعہ حکیم صاحب کے درس میں جنگ بدر کا ذکر آیا تو حکیم صاحب نے فرشتوں کے متعلق کچھ تاویل کی تو آپ نے کہا کہ نبی کے ساتھ دوسروں کو بھی فرشتے نظر آجاتے ہیں۔ ۴/اپریل ۱۹۰۵ء میں زلزلہ آیا تو آپ نے باغ میں آٹھ نو بجے لمبی نماز پڑھی، سیر کو گئے تو کسی نے کہا: ''لم اخنه بالغیب '' کس کا قول ہے۔ حکیم صاحب زلیخا کا قول بتاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا پر معنی قول حضرت یوسف علیہ السلام کا ہی ہو سکتا ہے۔ زلیخا کا نہیں ہو سکتا۔ ۱۸۸۴ء میں سلطان احمد نے تحصیلداری کا امتحان دیا تو دعاء کے لئے رقعہ لکھا تو آپ نے پھینک دیا اور کہا کہ دنیاداری کے لئے ہی دعاء کراتے ہیں۔ مگر بعد میں کہا کہ الہام ہوا ہے کہ وہ پاس ہوگا۔ چنانچہ پاس ہو گیا۔ آپ نے اور آپ کے والد صاحب نے طبابت کو کبھی ذریعہ معاش نہیں بنایا تھا۔ خیراتی کام سمجھ کر کرتے تھے۔ اس لئے سراج الدین عمر کا یہ قول غلط ہے کہ آپ کے والد صاحب کا ذریعہ معاش طبابت تھی۔ جب منصوری پیسے (موٹے پیسے) چلتے تھے تو کسی نے آپ سے استفتاء کیا کہ مجھے کنچنی کا ترکہ ملا ہے کیا کروں؟ تو آپ نے کہا کہ اسلام کی تبلیغ میں ایسا مال

خرچ ہوسکتا ہے۔ جب دیوانہ کتا حملہ آور ہو اور منصوری پیسوں کے سوا کچھ نہ ہو جو نجاست میں پڑے ہوں تو کیا تم ان کے ساتھ اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے ان کو لے کر کتوں کو نہیں مارو گے؟ صاحبزادہ کہتے ہیں کہ سود کا فتویٰ جواز کچھ شرائط کے ماتحت صرف وقتی ہے۔ ایک دفعہ آپ مسجد متصل اسٹیشن لاہور میں وضو کر رہے تھے تو لیکھرام نے آ کر باہر سے سلام کیا جواب ندارد پھر کیا جواب ندارد اور کہا کہ میرے آقا کو گالیاں دیتا ہے اور مجھے سلام کرتا ہے۔ سوالی نے کچھ مانگا تو آپ نے کثرت شور سے آواز نہ سنی۔ گھر چلے گئے واپس آئے تو وہ چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ خود ہی آ گیا تو آپ نے اسے کچھ نقدی دے دی کہ گویا آپ کے سر سے بوجھ ہلکا ہو گیا ہے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ میں نے دعاء کی تھی کہ وہ فقیر واپس آئے۔ شروع میں آپ نماز کے وقت پہلی صف میں دوسرے مقتدیوں کے ساتھ مل کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ لیکن پھر بعض باتیں ایسی ہوئیں کہ آپ نے اندر حجرہ میں امام کے ساتھ کھڑا ہونا شروع کر دیا اور جب حجرہ گرا کر تمام مسجد ایک کی گئی تو پھر بھی آپ بدستور امام کے ساتھ ہی کھڑے ہوتے تھے۔ باوضو ''سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العلی العظیم'' پڑھا کرتے تھے۔

اشراق وتہجد بھی حتیٰ الوسع پڑھتے تھے۔ رات کو نیند کم آتی تھی اور رات کو یا کثرت پیشاب تھی یا تہجد اور یا مضمون نویسی۔ فجر کی سنت خفیف صورت میں گھر پڑھتے تھے۔ جناب نے شباب میں بھی روزے رکھے اور اخیر عمر میں بھی اور شوال کے چھ روزے ضرور رکھتے تھے۔ دعاء کرنی ہوتی تو روزہ رکھ لیتے۔ مگر اخیر عمر میں کمزوری کے باعث تین سال رمضان کے روزے بھی نہیں رکھے۔ ایک دفعہ آپ نے حجامت کرائی تو قاضی امیر حسین نے تبرک کے طور پر بال اپنے پاس رکھ لئے۔ کچھ بال مرزا بشیر احمد کے پاس بھی اب تک موجود ہیں۔ نماز مغرب میں آپ نے چھوٹی چھوٹی سورتوں سے امامت کرائی تو سوز اور درد دل سے سامعین چیخ اٹھے اور قاضی صاحب سے فرمایا کہ عشاء آپ پڑھائیں مجھے تکلیف ہوئی ہے۔ مرزا بشیر احمد نے ایک دفعہ یوں کہا تھا کہ نظام الدین، تو آپ نے کہا آخر وہ تمہارا چچا ہے۔ بڑوں کا اس طرح نام نہیں لیا کرتے۔ آپ صدقہ میں جائیداد کا دسواں حصہ محتاجوں کو خواہ غیر احمدی کیوں نہ ہوں خفیہ طور پر دیا کرتے تھے۔ قرضہ لیتے تو واپسی میں زیادہ دیتے۔ حکیم نورالدین صاحب نے ایک دفعہ قرضہ لیا جب واپس کرنے لگے تو آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ کیا میرا روپیہ اور ہے؟ حکیم فضل الدین نے بھی آپ سے قرضہ لیا ہوا تھا تو حکیم صاحب نے ان کو کہلا بھیجا کہ اگر تم اپنا قرضہ واپس دلا بھیجو تو کسی اور طریق سے واپس کرو۔ ورنہ مرزا قادیانی ناراض ہوں گے۔ آپ نے حج کا پختہ ارادہ کیا تھا۔ مگر

آپ عہدہ برآنہ ہوسکے۔ وفات کے بعد آپ کی اہلیہ نے آپ کی طرف سے حج کروادیا تھا۔ ''انتھی فی ما سیرت المھدی ''ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا زہداور تشرع کچھ رواج پر مبنی تھا۔ کچھ مذہب اہل حدیث پر اور کچھ تصوف پر اور یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دائم المریض ہونے کی وجہ سے بھی آپ کو کئی جگہ زہد اختیار کرنا پڑا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ آپ کامل انسان نہ تھے۔ کیونکہ جس قدر ایسے انسان ہوگذرے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جو ذیابیطس، کثرت پیشاب، بارچشم، ضرب بازو، نزف دم، غشیان دتے، ضعف وبدہضمی، کزاز وتشنج اعضاء اور مراق وغیرہ میں ہمیشہ کے لئے مبتلا رہا ہو۔ اس لئے ایسا دائم المریض انسان ناقص الاسلام اور ضعیف العمل سمجھا جاتا ہے۔

چنانچہ آپ نے نہ کبھی اعتکاف کیا نہ حج کرنے پر قدرت پائی۔ نہ رمضان کے روزے مکمل طور پر نصیب ہوئے اور نہ ہی نماز باجماعت کی فضیلت پر قیام دکھایا اور نہ ہی نمازوں کو اپنے اپنے اوقات پر ادا کرنے کی فضیلت حاصل کی۔ بلکہ زہد واتقاء کے خلاف روزہ داروں کے روزے بھی تڑوادیئے اور سنن ونوافل اور جمع بین صلوٰتین یا بین الصلوٰت سے اسلام کی رہی سہی وقعت بھی اڑادی۔ اپنی اولاد کو عاق کر کے لاوارث بناتے ہوئے اتنا بھی خیال نہیں کیا کہ اسلام میں عاق ہونے سے کوئی بیٹا لاوارث نہیں بن سکتا۔ اب اگر اس کو اسلامی حکم مانا جاوے تو ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ مرزا قادیانی صاحب شریعت نبی تھے۔ جو احکام جدیدہ کے اجراء پر قادر تھے تو پھر یہ اصول صحیح نہ رہا کہ حضور ﷺ کے بعد تشریعی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ پیغامی جنتری ۱۹۲۱ء ص ۷۴ میں لکھا ہے کہ جو خط دعاء کے لئے آتا فوراً دعاء کرتے کہ کہیں بھول نہ جائے۔ نماز کے قیام میں ایڑیوں کا فاصلہ انگلیوں کی نسبت کم ہوتا تھا۔ نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے۔ آمین بالجہر آپ سے کبھی نہیں سنی گئی۔ نمازی کے آگے سے نہیں گذرتے تھے۔ علالت کی وجہ سے معذور ہوتے تو کہلا بھیجتے کہ نماز پڑھ لو۔ آپ جتنی دفعہ آتے السلام علیکم کہتے۔ نماز جنازہ کی امامت خود کراتے تھے اور باقی نمازوں میں بھی آپ ہی عموماً امام ہوتے تھے۔ سنتیں ونوافل گھر پڑھتے تھے۔ مگر مغرب کی سنتیں مسجد میں ہی پڑھ لیتے تھے اور رمضان شریف میں یہ سنتیں بھی گھر جا پڑھتے۔ آپ کی مجلس بین المغرب والعشاء ہوتی یا بین الظہر والعصر۔

سوانح مختلفہ

ایک دفعہ قضائے حاجت سے فارغ ہوکر آپ نے مرزا بشیر احمد کو قلابازیاں لگاتے ہوئے اپنے گھر چارپائیوں پر دیکھا۔ جب کہ ابھی وہ دوسری جماعت میں تھا تو کہا کہ اسے

بی۔اے پاس کرانا۔ بچوں کو کبھی بھلے برے کی کہانی سناتے کہ بھلے کا انجام بھلا ہوا اور برے کا برا اور کبھی بینگن کی کہ ایک نے نوکر سے کہا کہ بینگن برا ہے۔ پھر کسی اور دن کہا کہ بینگن اچھی چیز ہے، تو نوکر نے کہا کہ ہاں اچھی چیز ہے۔ آقا نے پوچھا کہ تم نے پہلے برا کیوں کہا تھا۔ کہا کہ میں جناب کا ملازم ہوں۔ بینگن کا ملازم نہیں۔ آپ کے تینوں صاحبزادوں نے ہوائی بندوق منگوانے کے لئے قرعہ اندازی کی کہ کس قسم کی منگوائی جائے تو آپ نے جس نام کا قرعہ نکالا وہی منگائی گئی۔ جس سے بہت شکار کیا گیا۔ میاں شریف کو بچے بہت چھیڑتے تھے کہ ابا تم سے پیار نہیں کرتے تو وہ روتا تھا تو ناک سے رطوبت بہت نکلتی تھی۔ آپ کو اپنے پاس بلاتے تو وہ مارے شرم کے پیچھے ہٹتا۔ موضع بسراواں واقعہ جانب شرق قادیان میں مرزا غلام مرتضٰے و مرزا غلام محی الدین کو وہاں پر قلعہ خام میں بند کر کے سکھوں نے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ جب کہ رنجیت سنگھ کے بعد بدامنی پھیل گئی تھی تو مرزا غلام حیدر برادر خورد غلام محی الدین کو خبر لگی تو اس نے لاہور سے کمک منگوا کر بچا لیا تھا۔

آپ کے عہد میں کبھی نماز استسقاء ادا کرنے کا موقعہ نہیں آیا۔ کیونکہ اگر ایک دن گرمی ہوتی تو آپ فرماتے آج بہت گرمی ہے۔ دوسرے تیسرے دن بارش ہو جاتی۔ فصل بھی خوب ہوتی تھی۔ آپ کے بعد مہینوں آگ برستی ہے اور بارش نہیں پڑتی۔ صاحبزادہ مبارک احمد بیمار تھا۔ تو حکیم نورالدین صاحب پوچھنے آئے اور جناب چارپائی پر تھے۔ حکیم صاحب نیچے بیٹھنے کو تھے تو آپ نے حکیم صاحب کو پائنتی پر بٹھالیا۔ آپ نے کہا کہ اللہ کے کاموں میں اخفا ہوتا ہے۔ پسر موعود کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ مگر یہ صفت سب میں موجود ہے۔ کیونکہ خلیفہ محمود اس لئے ایسا ہوا کہ فضل احمد، سلطان احمد اور بشیر اوّل کو ساتھ ملایا گیا۔ بشیر احمد اس لئے کہ صرف زندہ لڑکے شمار کر لئے۔ شریف احمد کو اس لئے کہ صرف نکاح دوم کے زندہ اور متوفی لڑکے شمار کر لئے اور مبارک کو اس طرح کہ نکاح دوم کے صرف زندہ لڑکے اور بشیر اوّل متوفی کو شمار کر لیا۔ حاجی عبدالمجید لدھیانوی کے مکان میں نیم کا درخت تھا۔ آپ نے حاجی صاحب سے کہا کہ دیکھو برسات سے پتے کیسے خوشنما ہیں۔ میں نے دیکھا تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ ازالہ اوہام کے مرتب کرنے کے دنوں میں بروایت سنوری یہ الہام ہوا کہ سلطنت برطانیہ تاہشت سال، بعد ازاں باشد خلاف واختلال اور بروایت حامد علی، سلطنت برطانیہ۔ تاہشت سال بعد ازاں ایام ضعف واختلال۔ اس کا وقوع یا یوم الہام سے ہے یا وفات وکٹوریہ سے یا انیسویں صدی کا آغاز یا جناب کی وفات سے۔ ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ لدھیانہ میں پہلی بیعت ۲۰/رجب ۱۳۰۶ھ مطابق ۲۳/مارچ ۱۸۸۹ء کو لی تو حامد علی کو دروازہ پر بٹھایا تو آپ نے

پہلے حکیم نورالدین صاحب سے بیعت لی۔ پھر عباس علی سے پھر محمد حسین مراد آبادی سے۔ پھر عبداللہ سنوری سے پھر باقی لوگوں سے۔ پہلے الگ الگ بیعت لیتے تھے۔ پھر اکٹھے کر کے لینے لگے۔ بیعت یوں لیتے تھے کہ سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ تادم مرگ گناہوں سے بچوں گا اور دین کو نفس کی لذات پر مقدم رکھوں گا۔ ۱۲ر جنوری کی دس شرطوں پر حتیٰ الوسع پابند رہوں گا۔ اب بھی گذشتہ گناہوں سے معافی چاہتا ہوں۔ ''استغفر اللّٰہ من کل ذنب واتوب الیہ'' تین بار کلمہ شہادت'' رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت'' بیعت میں ہاتھ کی کلائی پر اپنا ہاتھ رکھتے یا ہاتھ میں ہاتھ دیتے۔ بیعت اولیٰ میں مولوی عبدالکریم صاحب وہاں ہوکر شریک نہیں ہوئے۔ بیعت لینے کے بعد آپ علی گڑھ گئے اور سید تفضیل حسین تحصیلدار کے مکان پر ٹھہرے۔ تو سید صاحب کے کسی دوست تحصیلدار نے انگریزی طریق پر عام دعوت میں آپ کو بلایا۔ میر عباس علی نے نفرت کی۔ آپ نے کہا کوئی ہرج نہیں مگر وہ انکاری ہی رہا۔ بعد میں جب وہ مرتد ہو گیا تو عبداللہ نے کہا کہ وہ تو اسی دن سے کٹ گیا تھا۔ آپ کے لیکچر کا وہاں اشتہار ہوا تو سید صاحب سے آپ نے کہا کہ الہام ہوا ہے کہ لیکچر نہ دو۔ بہت اصرار ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں حکم الٰہی کی نافرمانی کیسے کر سکتا ہوں۔ سات دن قیام کر کے واپس لدھیانہ آ گئے۔ ان دنوں ہی اسماعیل علی گڑھی نے آپ کے خلاف ایک کتاب لکھی تھی اور بعد میں مر گیا تھا۔

حکیم نورالدین کا بیان ہے کہ فتح الاسلام اور توضیح المرام شائع ہوئیں تو ابھی میرے پاس نہ پہنچی تھیں کہ ایک مخالف نے دیکھ کر کہا کیا نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی اور نبی ہوسکتا ہے؟ کیا کوئی دعویٰ کرے تو پھر؟ میں نے کہا کہ اگر وہ صادق ہے تو بہرحال لوگ اس کا قول قبول کریں گے۔ یہ سن کر کہا کہ تم قابو نہ ہی آئے ہیں تو چاہتا تھا کہ تم کو مرزا سے الگ کردوں۔ یہ قصہ سنا کر حکیم صاحب کہا کرتے تھے کہ یہ تو صرف نبوت کی بات ہے۔ مرا تو ایمان ہے کہ اگر وہ صاحب شریعت ہونے کا بھی دعویٰ کردیں اور قرآنی شریعت کو منسوخ کردیں تو بھی مجھے انکار نہ ہو۔ کیونکہ ان کو منجانب اللہ حق مان لیا۔ تو جو بھی آپ فرمائیں گے حق ہوگا اور سمجھ لیں گے کہ خاتم النبیین کے کوئی اور معنی ہیں۔ عبداللہ سنوری نے کہا کہ پسر موعود کے پیش گوئی کے بعد ہم سے کہا کرتے تھے کہ دعاء کرو۔ لڑکا پیدا ہوتب امیدواری بھی تھی بارش ہوئی تو مسجد مبارک کے اوپر جا کر میں نے دعاء کی۔ پھر قادیان سے مشرق کو نکل کر جنگل میں دعاء کی تو سارا دن بارش میں دعاء کرتے گذرا۔ شام کو الہام ہوا کہ ان کو کہہ دو کہ انہوں نے بہت رنج اٹھایا ہے۔ ثواب بہت ہوگا۔

میں نے کہا کہ یہ میرے متعلق ہی ہے۔ کیونکہ میں نے بارش میں اور جنگل میں دعاء کی تھی تا کہ قبول ہو۔ آپ نے تصدیق کی اور ایک آنہ کے بتاشے تقسیم کیئے۔ مگر عصمت پیدا ہوئی تو معلوم ہوا کہ دعاء قبول نہیں ہوئی۔ مگر ثواب مل گیا۔ ابھی بیعت لینی شروع نہ ہوئی تھی کہ میں نے کہا میری بیعت لے لیں۔ کہا کہ پیر کا کام بھنگی کا کام ہوتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے مرید کے گناہ دھونے پڑتے ہیں اور مجھے کراہت ہے تم شاگرد بن جاؤ۔ میں نے ایک آنہ کے بتاشے لاکر رکھ دیئے جو تقسیم کر دیئے اور مجھے بھی دیئے۔ ایک ہفتہ کے بعد ایک آیت کا ترجمہ سادہ پڑھاتے تھے اور کبھی کچھ تشریح بھی کر دیتے۔ کہتے کہ تم میں معارف کی برداشت نہیں۔ شاید اس لئے کہ میں مجنون نہ بن جاؤں۔ آپ نے نصف پارہ پڑھایا ہوگا کہ میں نے جانا کہ میرے دل پر معانی کی پوٹلی گرادی جاتی ہے۔ کہتے تھے کہ میں معانی قرآن کے لئے ہی مبعوث ہوا ہوں اور ہماری صحبت سے یہی فائدہ ہے۔ حاجی عبدالمجید لدھیانوی اور حکیم نورالدین صاحب کو بھی یہی جواب دیا تھا کہ: ''لست بما موریه'' تو جب حکم ہوا بیعت لینی شروع کر دی۔

ایک دن بڑی مسجد میں قرآن پڑھ رہا تھا اور آپ ٹہل رہے تھے۔ آپ کی نظر سے میری نظر مل گئی تو میرا دل پگھل گیا اور دیر تک دعاء کرتا رہا۔ پھر آپ نے بند کرادی تو میں نے سمجھا کہ کامل کی نظر میں کیا تاثیر ہوتی ہے۔ میں اور حامد علی آپ کے ہمراہ شمال کو سیر کے لئے نکلے۔ راستے میں بیری کے پاس ایک لال بیر تھا۔ میں نے اٹھالیا تو آپ نے فرمایا کہ کسی کی ملکیت ہوگا نہ کھاؤ۔ تب سے میں نے ایسے بیر نہیں کھائے۔ گو عہد شباب میں ہی آپ نے تبلیغ و تعلیم شروع کردی تھی اور زبانی مباحثہ بھی ہوتا تھا۔ جس کے متعلق ۱۸۶۵ء، ۱۸۸۴ء کو ایک تبلیغی خواب بھی دیکھا تھا۔ سیالکوٹ کی ملازمت میں بھی آپ نے یہ کام شروع رکھا۔ ۷۸،۷۷،۱۸۷ء میں آپ نے مضامین بھی شائع کیئے۔ براہین کا کام گو پہلے شروع تھا۔ مگر اشاعت ۱۸۸۹ء سے شروع ہوئی اور حصہ چہارم ۱۸۸۴ء میں شائع ہوا تو آپ مجدد تسلیم ہوئے اور ایک جماعت تیار ہوگئی اور مخالفین اسلام کھڑے ہوگئے۔ گویا یہ پہلا زلزلہ تھا۔ براہین کے بعد بیس ہزار اشتہارات کے ذریعہ سے اپنی ماموریت کا اعلان کیا۔ ۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور کا جلسہ رونما ہوا۔ جس میں عظیم الشان بیٹے کی بشارت ملی اور ۱۸۸۶ء میں اس کا اعلان کر دیا۔ اب موافق ومخالف منتظر رہے۔ گھر امیدواری تھی تو مئی ۱۸۸۶ء کو لڑکی پیدا ہوئی۔ یہ دوسرا زلزلہ تھا جو ابتلاء ثابت ہوئی اور اعلان کیا گیا کہ الہام میں اس کی تعیین نہیں ہوئی تھی۔ لوگ سنبھل گئے مخالفین نے استہزاء کی اور آمد کا جوش نہ رہا۔ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء سے پہلے دس ماہ سلسلہ بیعت کا اعلان ہوا اور ۱۸۸۹ء میں بیعت اولیٰ لدھیانہ میں لی گئی۔

اس وقت تک لوگ آپ کو بینظیر خادم اسلام سمجھتے تھے۔ ۱۸۹۱ء کے شروع میں فتح اسلام تصنیف ہوئی۔ جس میں آپ نے وفات مسیح اور اپنی مسیحیت کا اعلان کر دیا اور کفر کے فتوے لگ گئے اور مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اس سے پہلے موافق تھا۔ سب پر تکفیر میں سبقت کی اور فتوئے تکفیر شائع کیا۔ یہ تیسرا زلزلہ تھا۔ اس کے بعد پندرہ ماہی پیش گوئی متعلقہ آتھم کے متعلق شور اٹھا۔ مگر جماعت برداشت کر گئی اور یہ چوتھا زلزلہ تھا۔ پانچواں زلزلہ جو زلزلۃ الساعۃ تھا۔ آپ کی وفات تھی۔ مگر آپ کی مقناطیسی طاقت نے جماعت کو الگ نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد خلیفہ اوّل کی وفات پر شور اٹھا۔ مگر یہ صدق دعویٰ سے متعلق نہ تھا۔ صاحبزادہ بشیر احمد کا قول ہے کہ پانچ زلزلوں کی پیش گوئی ان زلزلوں پر بھی منطبق ہو سکتی ہے۔ چھوٹے زلزلے کئی دفعہ آئے اور آئیں گے۔ مگر ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی ملنے گئے تو آپ اپنے مکان میں خربوزے کھا رہے تھے۔ آپ نے ایک موٹا خربوزہ مولوی صاحب کو دے کر کہا کہ موٹا آدمی منافق ہوتا ہے۔ دیکھیں کیسا نکلتا ہے۔ چیرا تو پھیکا تھا لالہ ملاوامل نے کہا کہ آپ نے مجھے صندوقچی کھول کر براہین کا مسودہ دکھایا کہ میرا یہی سب مال اور یہی جائیداد ہے۔

۱۸۷۹ء میں جب آپ نے براہین کا اعلان کیا تو اس وقت تک اس کا حجم دو اڑھائی ہزار صفحہ تک پہنچ چکا تھا۔ جن میں آپ نے اسلام کی صداقت پر تین سو دلائل لکھے تھے اور آپ کا ارادہ تھا کہ اشاعت پر اور بھی اضافہ کیا جائے گا۔ چنانچہ چار جلدیں شائع ہوئیں تو مقدمہ اور حواشی بڑھا دیئے۔ مگر اصل کتاب کے صرف چند ورق درج ہوئے ہیں اور صرف ایک دلیل لکھی گئی ہے اور وہ بھی ادھوری۔ پھر اشاعت رک گئی اور باقی مسودہ جل کر تباہ ہو گیا۔ جلد چہارم کے اخیر پر لکھ دیا کہ ابتداء میں کچھ اور خیال تھا۔ دوران اشاعت میں آپ مامور بن گئے اور پہلے ارادے ترک کر دیئے۔ صاحبزادہ کا قول ہے کہ آپ کی ۸۰ کتابیں اور آپ کا وجود ہی تین سو دلائل صداقت اسلام کی ضمانت ہے جو کہ ہر کہ ومہ پر ظاہر ہے۔ چوہدری حاکم الدین کا بیان ہے کہ جب مرزا امام الدین و نظام الدین نے مسجد کا راستہ بند کیا تو آدمی بھیج کر منت سماجت کی۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ اس وقت قادیان کے قریب کسی موقعہ پر ڈپٹی کمشنر صاحب تحقیق کے لئے آئے ہوئے تھے۔ آپ نے اس کے پاس اپنے آدمی بھیجے۔ مگر اس نے بھی غصہ میں آ کر کہہ دیا کہ میں تم کو جانتا ہوں۔ میں تمہاری خبر لینے والا ہوں تم کو پتہ لگ جائے گا۔ کیونکہ سوائے چند مہاجرین اور مہمانوں کے سارا قادیان آپ کے خلاف تھا۔ آپ نے احمدیوں کی تکلیف دیکھ کر کہا کہ یہاں رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ ہجرت انبیاء کا کام ہے کہیں باہر چلے جائیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ بھیرہ چلیں۔ میرا

مکان حاضر ہے۔ مولوی عبدالکریم نے سیالکوٹ جانا پیش کیا۔ شیخ رحمت اللہ نے لاہور اپنے پاس لے جانے کو کہا اور میں نے کہا کہ میرا گاؤں صحیح وسالم موجود ہے۔ گویا وہاں ہماری ہی حکومت ہے۔ پاس ہی دوسرا گاؤں ہے جس سے تمام اشیاء مہیا ہوسکتی ہیں۔ آپ نے کہا کہ اچھا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ ۱۸۸۷ء میں بھی ہجرت کرنے کا آپ نے ارادہ کیا تھا۔ جس کا ذکر شحنہ حق میں ہے۔ ہوشیار پور میں چلہ کشی کا حساب وکتاب عبداللہ سنوری نے اپنی پاکٹ بک میں درج کیا تھا۔ جس کا نمونہ درج ذیل ہے۔ ۳۱؍مارچ ۱۸۸۶ء مربائے آم، آچار، دودھ، مصری، چٹنی، گوشت، لفافہ، پالک، دال ماش، نمک، دھنیا، پیاز، تھوم، ادرک، مرمت تھیلا، ریوڑی۔ چونڈہ ضلع امرتسر کا ایک معمر سوا سو سال کا بوڑھا پست قد حضرت سید احمد صاحب بریلوی کا مرید اور شریک سفر حج بھی تھا اور اس کے جسم پر زخموں کے نشان بھی تھے، قادیان آیا۔ جبکہ حافظ روشن علی صاحب یہاں ابھی ابھی آئے تھے۔ اس نے بیعت کی حکیم صاحب نے صلوٰۃ خوف کے عملی طریق اس سے سیکھے تھے۔ چار دن رہ کر روانہ ہونے لگا تو آپ نے دو ماہ کے لئے اور ٹھہرا لیا۔ ایک دفعہ پھر آیا تھا۔ مگر جلدی واپس جاکر مر گیا۔ یہ وہ شخص تھا کہ جس نے دو اماموں سے بیعت کی اور صدیوں کے سرپائے احمدیوں کو اہل قادیان خصوصاً ایذاء رسانی کرتے تھے۔ کسی کے کھیت میں کسی نے پاخانہ پھر دیا تو اسی کے ہاتھوں اٹھواتے تھے۔ ڈھاب سے مٹی اٹھائی تو لپٹ گئے۔ مگر آپ نے ہمیشہ صبر کی تلقین کی۔

سید احمد نور کابلی مہاجر نے ایک دفعہ اجازت مانگی تو آپ نے کہا کہ لڑنا ہے تو واپس کابل چلے جاؤ۔ ۱۹۰۶ء میں ایک دفعہ ایک احمدی نے مکان کے لئے ڈھاب سے مٹی اٹھوائی۔ سکھ لاٹھیاں لے کر آپڑے۔ احمدیوں نے بھی مقاومت کی، جانبین زخمی ہوئے۔ پولیس نے سکھوں کا چالان کر دیا۔ مگر جب آپ قادیان آئے تو سکھوں نے غلطی کا اعتراف کیا تو آپ نے معاف کر دیا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ ایذاء رسانی کم ہوتی گئی۔ آج یہ حالت ہے کہ قانونی ایذاء رسانی تو کرتے ہیں مگر دستی ایذاء رسانی پر قادر نہیں رہے۔ کیونکہ خود قادیان میں احمدیوں کی تعداد بہت بن چکی ہے۔ دعویٰ مسیحیت سے پہلے الہام ہوا کہ: ''وسع مکانک'' عبداللہ سنوری سے کہا کہ سردست تین چھپر بنالیتے ہیں۔ امرتسر حکیم محمد شریف کہ جس کے پاس آکر ٹھہرا کرتے تھے کے پاس جاکر مصالحہ اور کاریگر لے آؤ تو اس طرح چھپر تیار ہوگئے۔ وہ بہت مدت رہے آخر خراب ہوگئے۔ منشی احمد جان صاحب سجادہ نشین لدھیانہ آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے پوچھا کہ آپ نے کیا سیکھا ہے۔ کہا کہ علم توجہ سے مخاطب کو گرالیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو پھر کیا ہوا؟ بس

اتنے سے ہی حقیقت کھل گئی اور آپ کے معتقد ہو گئے۔ فیج اعوج کے زمانہ میں صوفیا نے یہی کمال سمجھا رکھا تھا۔ یہ تو ہر ایک دھریہ بھی کر سکتا ہے۔ منشی صاحب دعوائے مسیحیت سے پہلے ہی مر چکے تھے اور آپ کی لڑکی کا نکاح حکیم نورالدین سے ہوا تھا۔ آپ کے دونوں لڑکے پہیں ہجرت کر کے گئے تھے۔ حکیم صاحب کی نرینہ اولاد اسی شادی سے ہوئی۔ منشی صاحب نے ایک دفعہ یوں شعر کہا۔

ہم مریضوں پہ ہے تمہیں کی نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

لالہ بھیم سین سیالکوٹی کو آپ سے عقیدت تھی۔ آپ اس سے قرضہ بھی لیا کرتے تھے۔ جہلم کے مقدمہ میں اس نے اپنا لڑکا کنور سین وکیل پیروی کے لئے مفت پیش کیا۔ مگر آپ نے نہ مانا۔ اس نے آپ کے ساتھ مل کر مختاری کا امتحان دیا تو الہام ہوا کہ بھیم سین کے سوا سب فیل ہیں۔ اس لئے آپ بھی فیل ہو گئے۔ قادیان میں بھی جناب گوشہ نشین رہتے تھے۔ آریہ شرم پت اور ملاوامل تاہم آپ کے پکے دوست تھے۔ ملاوامل دوسری شادی پر دہلی بھی گیا تھا۔ مگر بعد میں اس کا آنا کم ہو گیا تھا تو الہام یہودا اسکریوطی پورا ہوا۔ آپ نے اتمام حجت کے لئے ان دونوں کو اپنا شاہد مقرر کیا تھا کہ واقعات جھوٹ ہوں تو یہ دونوں اشتہار دے دیں۔ ’’الیس اللہ بکاف عبدہ‘‘ والی انگوٹھی بھی لالہ ملاوامل تیار کرانے امرتسر آیا تھا اور پانچ روپے میں تیار ہوئی تھی۔ حکیم صاحب کے کچھ شاگردوں پر بدکاری کا الزام عائد ہوا تو آپ نے کہا کہ وہ قادیان سے چلے جائیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ حضور صرف شبہ ہی ہے تو آپ نے کہا کہ ہم بھی تو شرعی حد نہیں لگا رہے۔ آپ نے اپنے اصحاب کے متعلق لکھا ہے کہ۔

مبارک وہ جواب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

عبدالحکیم مرتد نے کہا کہ صرف حکیم صاحب عملی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے مجھ پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں۔ موسیٰ کے پیروان سے ان کو ہزار ہا درجہ بہتر سمجھتا ہوں۔ ہزار ہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ کہوں تو مال سے دستبردار ہو جائیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ میں تو شان نظر آتی ہے اور ان میں نہیں کیا وجہ ہے جواب یہ ہے کہ:

۱...... ہمعصر اپنے ہمعصر کی قدر نہیں کرتے۔

۲...... اسلامی تاریخ سے بھی خوب واقف نہیں اور ان سے خوب واقف ہیں۔

۳...... صحابہ کے حالات متدون ہیں اور ان کے حالات قلمبند نہیں ہوئے۔

۴...... صحابہ کو ایسے واقعات پیش آئے کہ ان کا ایمان چمکا اور ان کو پیش نہیں آئے۔

۵...... صحابہ کے مقابل طاقت اس قدر زوردار نہ تھی جو ان کے مقابل تھی۔

۶...... مرنے کے بعد یہ بھی ویسے ہی سمجھے جائیں گے۔

۷...... انفرادی اصلاح اور جماعت کی اجتماعی اصلاح میں فرق ہوتا ہے۔

۸...... برائی بہت جلد اور زیادہ نظر آتی ہے۔

۹...... جتنا نفاق آج کل کی زندگی میں ہے شاید ہی کسی زمانہ میں ہو۔ یہ غلط ہے کہ آج کل منافق نہیں اور ہم عملاً دیکھ رہے ہیں کہ احمدی کہلانے والوں میں بھی منافق پائے جاتے ہیں۔ کوئی کسی وجہ سے اور کوئی کسی وجہ سے۔ بہتر ہے کہ ایسے لوگوں کو الگ کر دیا جائے۔

۱۰...... احمدی اور غیر احمدی کا امتیاز مشکل ہوتا ہے۔ پھر صحبت یافتہ کا امتیاز بھی نہیں۔

۱۱...... آپ نے اور خلیفہ اوّل نے بعض دفعہ احمدیوں کی کمزوریاں ظاہر کر دی ہیں۔ مگر جناب لکھتے ہیں کہ میں ان کو ترقیات کی ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا، مگر دل میں خوش ہوں۔

۱۲...... صحابہ کی تعریف قرآن میں ظاہر ہے اور ان کی تعریف الہامات میں مخفی ہے۔

۱۳...... صحابہ کی ترقی دفعی ہوئی اور ان کی تدریجی ہو رہی ہے۔

مبارک احمد بیمار ہوا تو آپ کو قلق تھا۔ فوت ہو گیا تو آپ خط لکھنے بیٹھ گئے کہ الہام پورا ہوا کہ خدا رسیدہ ہوگا یا بچپن میں مرے گا۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھی تو کہا کہ بہت کمزوری ہے۔ کہا کہ آپ کستوری لائیں۔ آپ لانے میں مشغول ہو گئے اور دیر ہو گئی اور وہ چل دیا۔ قبر میں دیر تھی۔ اس لئے باغ میں بیٹھ گئے تو آپ نے خاموشی کے بعد کہا کہ شریعت خدا نے اپنے بندوں کے ہاتھ میں دے دی ہے کہ اس میں آسانی تلاش کر سکے۔ مگر قضا و قدر کا سلسلہ اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ جب اس کی چوٹ آلگتی ہے اور بندہ صبر کرتا ہے تو ایک آن میں اتنی ترقی کرتا ہے کہ چالیس سال کی صوم و صلوٰۃ سے نہیں کر سکتا۔ ایک دفعہ آپ نے کہا کہ ایک بزرگ کا بچہ مر گیا تو کہا سگ بچہ مرد دفن بکنید۔ مگر مقتدائے قوم ایسی بات نہیں کرتے۔ جب آتھم کی موت میں ایک دن رہ گیا تو آپ نے عبداللہ اور حامد علی سے کہا کہ چنے لے کر آن پر فلاں سورۃ پڑھو وہ سورۃ چھوٹی سی تھی۔ ہم نے ساری رات میں وہ وظیفہ ختم کیا۔ ہم چنے لے گئے تو آپ نے قادیان سے شمال کی طرف جا کر فرمایا کہ یہ چنے غیر آباد کنوئیں میں ڈال دوں گا اور جب ڈال

چکوں تو بہت جلدی ہم کو منہ موڑ کر واپس آنا چاہئے۔ چنانچہ آپ نے غیر آباد کنوئیں میں چنے ڈال دیئے اور منہ موڑ کر واپس جلدی سے چلے آئے اور پیچھے نہیں دیکھا۔ آپ کے سوانح حیات میں یہ کتابیں اس وقت تک تیار ہو چکی ہیں۔

اوّل...... سیرۃ المسیح (اردو) از مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی تاریخ تصنیف ۱۹۰۰ء۔ اس میں چشم دید واقعات اور خانگی امور پر خصوصیت سے بحث کی گئی ہے۔ کیونکہ آپ جناب کے اپنے مکان میں ہی رہتے تھے۔

دوم...... احمد علیہ السلام (انگریزی) از مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ آپ ۱۸۹۷ء میں داخل بیعت ہوئے تھے۔ تاریخ تصنیف ۱۹۰۶ء چشم دید سرسری واقعات پر مشتمل ہے۔

سوم...... مسیح کے مختصر حالات (اردو) از معراج الدین عمر لاہوری مہاجر نہ تھے۔ تاریخ تصنیف ۱۹۰۶ء اس میں کوئی خاص بات نہیں۔

چہارم...... حیات النبی (اردو) از شیخ یعقوب علی صاحب تراب عرفانی مہاجر تاریخ تصنیف 1915ء۔ اخبار الحکم سے واقعات قلم بند کر کے اب تک دو جلدوں میں شائع کر چکے ہیں۔

پنجم...... تذکرۃ المہدی (اردو) از پیر سراج الحق نعمانی بہت دلچسپ ہے۔ بیعت ۱۸۸۲ء مسلسل نہیں۔ برجستہ مضامین چشم دید واقعات کے متعلق ہیں۔ تاریخ تصنیف 1915ء دو حصوں میں شائع ہو چکی ہے۔

ششم...... سیرۃ مسیح موعود (اردو) از مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ثانی عام واقعات ہیں۔ تاریخ تصنیف ۱۹۱۶ء۔

ہفتم...... حالات مسیح (انگریزی) از ڈاکٹر گرس فولڈ پروفیسر مشن کالج لاہور۔ کچھ مختصر کچھ غلط اور کچھ تعصب آمیز۔

ہشتم...... حالات مسیح (انگریزی) از مسٹر والٹر سکریٹری ینگ مین ایسوسی ایشن لاہور مختصر احمدیہ لٹریچر سے ماخوذ اور متعصبانہ رنگ۔

آپ کی ۸۰ کتابیں الحکم البدر تشحیذ الاذہان ودیگر رسائل بھی تاریخ پر شامل ہیں۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ آپ کی خصوصیت سے تواریخ کی تعین نہ تھی۔ کیونکہ تجربۃً ثابت ہوا ہے کہ ایسے دماغ اپنے دوسرے قوائے ذہنی میں کمزور ہوتے ہیں۔ بچوں کی شادیاں چھوٹی عمر میں ہی کر دی تھیں تا کہ اختلاط سے عمر خراب نہ ہو۔ شیخ رحمت اللہ لاہوری ایک نوجوان عیسائی کو قادیان لائے کہ داخل بیعت کریں۔ عبدالرحمان مصری بھی حاضر ہو گئے تو ان کی بیعت تو لی گئی مگر عیسائی سے کہا

کہ پھر آ ؤ۔ دوسری دفعہ بھی یہی کہا۔ تیسری دفعہ اس نے بروز منگل تعیین چاہی تو جمعرات بتائی تو ناراض ہوکر چلا گیا اور عیسائی ہوگیا۔ تو آپ نے کہا کہ عیسائی قابل اعتبار نہیں ہوتے۔ اسی واسطے ٹھہرایا تھا۔ مرزا سلطان احمد آپ سے نحو میر گلستان بوستان وغیرہ پڑھتے تھے۔ دادا صاحب نے روک دیا کہ میں نے سب کو ملا نہیں بنانا۔ لاؤ میں پڑھاؤں گا۔ ملا جان محمد کشمیری پرانا امام تھا۔ خلیفہ ثانی نے اس سے کچھ پڑھا تھا۔ پہلے وہی امام مسجد تھا۔ آپ کے سفر وحضر میں حاضر رہتا تھا۔ اس کا بھائی غفار جاہل اور بے نماز تھا۔ آمد ورفت زیادہ ہوگئی تو اس نے یکہ بنالیا۔ اس کی اولاد یہی کام کرتی ہے۔ آپ اسے اعرابی کہتے تھے۔ کیونکہ اس نے نماز شروع کر کے چھوڑ دی تھی۔ جان محمد کا بیٹا دین محمد عرف بگا کو اکثر احمدی جانتے ہیں۔ چونکہ مرزا سلطان احمد وفضل احمد جوانی میں پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے اپنے دادا کے پاس ہی رہا کرتے تھے اور آپ سے میل ملاپ نہ تھا۔ آپ کی ایک بہن تھی۔ مرزا غلام مرتضیٰ کا خیال تھا کہ اس کے دماغ میں خلل ہے۔ اسے خواب بہت آتے تھے۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ کسی سفید ریش بزرگ نے اسے تعویذ دیا ہے۔ دیکھا تو بھوج پتر پر سورۃ مریم لکھی ہوئی موجود تھی۔ ایک دفعہ خواب میں دریا دیکھا اور پانی پانی کہہ کر چلا اٹھی۔ دیکھا کہ پاؤں بھیگے ہوئے تھے اور ریت بھی لگی ہوئی تھی۔ اس لئے خلل دماغ کا شبہ جاتا رہا۔ مسٹر میکائلی ڈپٹی کمشنر نے مرزا غلام مرتضیٰ سے پوچھا کہ ہماری حکومت اچھی ہے یا سکھوں کی۔ کہا کہ قادیان میں جواب دوں گا۔ وہ دورے پر آیا تو کہا کہ یہ میرے مکان سکھوں کے عہد کے ہیں۔ آپ کے عہد میں میری اولاد شاید مرمت بھی نہ کر سکے گی۔ آپ کی دوسری شادی ہوئی تو سلطان احمد کی پہلی اہلیہ آپ کی اہلیہ سے بڑی معلوم ہوتی تھی اور فضل احمد کی شادی اس سے پہلے ہوچکی تھی۔ آپ کے دوسرے خسر کی بدلی ہنودان میں ہوئی تو آپ کی خوشدامن بیمار ہوگئی۔ جوڈولی میں بٹھا کر قادیان پہنچی تو آپ کے والد صاحب نے نسخہ لکھ کر رخصت کردیا۔ ایک دفعہ جب گھر میں آئی تو آپ الگ کمرہ میں قرآن شریف تلاوت کررہے تھے۔ پیٹھ دیکھ کر کہا کہ کون ہے؟ گھر والوں نے کہا کہ یہ غلام احمد کا چھوٹا لڑکا ہے جو بالکل ولی ہے۔ آپ کی دوسری اہلیہ ابھی بہت چھوٹی تھی جو گھر میں اس وقت اکیلی تھی۔ شام کے وقت چلائی مگر والد آگئے تو تسلی ہوئی۔ یوں تو ساری عمر جہاد ہی میں گذری۔ مگر باقاعدہ مناظرے صرف پانچ ہوئے ہیں۔

اوّل…… ہوشیار پور میں مرلی دھر کے ساتھ ۱۸۸۶ء میں جس کا ذکر سرمہ چشم آریہ میں ہے۔

دوم…… مولوی محمد حسین بٹالوی سے لدھیانہ میں جولائی ۱۸۹۱ء میں جو رسالہ الحق لدھیانہ میں مذکور ہے۔

سوم...... محمد بشیر بھوپالوی سے دہلی میں ۱۸۹۱ء کو جس کا ذکر رسالہ الحق دہلی میں ہے۔

چہارم...... مولوی عبدالحکیم کلانوری سے بمقام لاہور جنوری وفروری ۱۸۹۲ء میں جس کی روئیداد شائع نہیں ہوئی۔ مگر اشتہار مورخہ ۳رفروری ۱۸۹۲ء میں کچھ ذکر ہے۔

پنجم...... بمقام امرتسر عبداللہ آتھم عیسائی سے مئی وجون ۱۸۹۳ء میں جس کی کیفیت جنگ مقدس میں مذکور ہے اور دو حملے ہوئے ہیں۔ اوّل بمقام بٹالہ محمد حسین پر ۶۹،۱۸۶۸ء میں جو براہین حصہ چہارم ص ۵۲۰ پر ہے۔ دوم میاں نذیر حسین صاحب دہلوی پر بمقام جامع مسجد دہلی ۲۰ راکتوبر ۱۸۹۱ء کو جو اشتہارات میں درج ہے۔

مخالفین کے مقدمات کی تفصیل یہ ہے۔

اوّل...... غالباً ۱۸۷۷ء میں بابو رلیا، رام عیسائی امرتسر کی مخبر سے ڈاکخانہ کی طرف سے ہوا تھا۔ جس کی تشریح مولوی محمد حسین بٹالوی کو خط لکھتے ہوئے آئینہ کمالات اسلام میں شائع ہو چکی ہے۔

دوم...... محمد بخش تھانہ دار بٹالہ کی رپورٹ مورخہ یکم ردسمبر ۱۸۹۸ء اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی درخواست برائے اسلحہ حفظ خود اختیاری مورخہ ۵ ردسمبر ۱۸۹۸ء بعنوان مقدمہ حفظ امن زیر دفعہ ۱۰۷، ضابطہ فوجداری بعدالت ڈپٹی کمشنر گورداسپور دائر ہو کر ۲۴ رفروری ۱۸۹۹ء کو فیصل ہوا اور ضمانت سے برأت ہوئی۔ جس کی تفصیل الحکم مارچ ۱۸۹۹ء اور اشتہار ۲۶ رفروری ۱۸۹۹ء میں درج ہے۔

سوم...... جہلم کا مقدمہ جو مولوی کرم الدین ساکن بھیں ضلع جہلم کی طرف سے پہلے جہلم میں دائر ہوا۔ پھر گورداسپور میں چلایا گیا تھا۔ بالآخر بعدالت اے ہری سشن جج امرتسر ۷ رجنوری ۱۹۰۵ء کو فیصل ہوا اور آپ بری ہو گئے۔ ماتحت عدالت کا فیصلہ بعدالت آتمارام مجسٹریٹ درجہ اوّل گورداسپور ۸ راکتوبر ۱۹۰۴ء کو ہوا تھا۔ اس کی تفصیل الحکم میں ہے۔

چہارم...... مقدمہ دیوانی جو آپ کی طرف سے مرزا امام الدین پر قائم ہوا کہ اس نے ۷ رجنوری ۱۹۰۰ء کو مسجد مبارک کے سامنے دیوار اٹھا کر راستہ بند کر دیا تھا۔ ۱۲ راگست ۱۹۰۱ء کو بعدالت شیخ خدابخش صاحب ڈسٹرکٹ جج گورداسپور آپ کے حق میں فیصلہ ہوا اور ۲۰ راگست ۱۹۰۱ء کو دیوار گرائی گئی۔ دیکھو تفصیل کے لئے الحکم اور حقیقت الوحی۔

ششم...... مقدمہ انکم ٹیکس جو ۱۷ ردسمبر ۱۸۹۷ء کو بعدالت ٹی ڈکسن ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور فیصلہ ہوا اور ٹیکس نہ لگا۔ اس کی تفصیل ضرورت الامام میں شائع ہوئی ہے۔

ہفتم...... فوجداری مقدمہ جو مارٹن کلارک پادری نے قتل کے الزام پر دائر کیا تھا۔ ابتدائی کارروائی یکم اگست ۱۸۹۷ء کو امرتسر میں بعدالت مارٹینو ڈپٹی کمشنر امرتسر ہوئی اور آخری کارروائی میں ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء کو ایم ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے بری کر دیا۔ دیکھو کتاب البریہ، ۸ اپریل ۱۸۹۷ء کو جناب اندر دالان میں کام کر رہے تھے کہ سپاہی آئے مسجد کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ڈیوڑھی پر بھی ایک سپاہی آ گیا۔ مرزا محمود کو کہہ کر بھیجا کہ جناب آتے ہیں۔ جب مسجد کو نکلے انگریز کپتان مسجد میں کھڑا تھا کہ لیکھرام کے قتل میں آپ کی خانہ تلاشی لوں گا تو کپتان معہ دوسرے سپاہیوں نے ساری خانہ تلاشی خوب لی۔ سردخانہ میں جانے لگا تو سر دروازے سے ٹکرایا اور سخت بے چین ہوا۔ آپ نے تیمارداری کی۔

اثنائے تفتیش میں ایک خط نکلا کہ جس میں کسی نے لیکھرام کے قتل پر مبارک باد لکھی تھی۔ مخالفین نے کہا کہ دیکھئے اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے تو آپ نے بستہ کھول کر اور بھی اس قسم کے خط نکال کر پیش کر دیئے اور کپتان نے کہا کوئی بات نہیں۔ دیکھو اشتہار ۱۱ اپریل ۱۸۹۷ء، لیکھرام ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو قتل ہوا تھا۔ میر ناصر نواب صاحب سے مولوی محمد علی کی کشمکش ہوگئی تو میر صاحب نے آپ کے پاس شکایت کر دی۔ بعد میں مولوی صاحب نے کہا کہ اگر ایسی شکایتیں شروع ہوگئیں تو ہم سے کوئی اسلامی کام نہ ہو سکے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم قادیان سے چلے جائیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ آئے تھے۔ مگر مجھے معلوم نہیں وہ کیا کہہ گئے ہیں۔ میں اپنے خیال میں محو تھا کہ گو میری جماعت نے قوۃ استدلالی میں کافی ترقی کر لی ہے اور مخالف بھی کمزوری ظاہر کرتا ہے۔ مگر اصلی غرض جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔ ابھی اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ یعنی جماعت میں مکارم اخلاق، تقویٰ و اصلاح، اسوہ حسنہ پر عمل درآمد، اسلام کو اپنا شعار بنالینا موجود نہیں ہوا اور یہ فکر شب و روز خلوت و جلوت میں دامن گیر ہے۔ عبداللطیف کی شہادت کی خبر آئی تو خوش ہوئے اور کہا کہ ایمان کا نمونہ قائم ہوگیا ہے اور افسوس بھی کیا کہ ایک متبع الگ ہوگیا ہے۔ وہ جب کابل جانے لگے تھے تو خود ہی کہتے تھے کہ اب میں زندہ نہ رہوں گا۔ یہ موقعہ آخری رخصت کا جانتے تھے۔ آپ رخصت کرنے دور تک چلے گئے تو وہ قدم پر گر کر رونے لگے۔ مگر آپ نے الامر فوق الادب کہہ کر کھڑا کر دیا تو حضرت سے حسرت کے ساتھ رخصت ہوئے۔

عبداللہ سنوری کا بیان ہے کہ میں ایک امیر کے لئے (جو غالباً پٹیالہ کا تھا) دعاء کرانے کو قادیان آیا۔ کیونکہ وہ لاولد تھا اور جائیداد بہت تھی۔ مگر جناب نے اثنائے تقریر میں فرمایا کہ دعاء کے لئے تعلق کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ دعاء کرانے والے کو ضروری ہے کہ کوئی ایسا کام کرے

جس سے دعاء کرنے والے کا دل پگھلے۔ اس کے بعد کہا کہ جاؤ اس سے کہہ دو کہ تبلیغ اسلام کے لئے ایک لاکھ روپیہ دے یا دینے کا وعدہ کرے۔ پھر ہم اس کے لئے دعاء کریں گے۔ پھر ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو لڑکا عنایت کرے گا۔ عبداللہ سنوری نے اس کو جا کر بعینہ یہی لفظ کہہ دیئے اور خاموش ہو گیا اور لاولد ہی مر گیا اور جائیداد تقسیم ہو گئی۔ مولوی فخرالدین ملتانی نے کہا کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی عمر کے متعلق مختلف خیال تھے تو میں مولوی محمد حسین صاحب کے پاس آیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ احمدی ظاہر ہو جاؤں۔ مگر آپ نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ تو میں نے کہا کہ قادیان، تو اثنائے گفتگو میں میں نے کہا کہ آپ تو وفات مسیح کے قائل ہوں گے؟ تو جواب سختی سے دے کر کہا کہ میں مسیح زندہ مانتا ہوں۔ دوران گفتگو میں کہا کہ میں مرزا صاحب کا بچپن میں ہم مکتب بھی تھا اور میری ملاقات بھی رہی ہے اور جوانی سے جانتا ہوں۔ آپ کا مقولہ ہے کہ جو لوگ سادگی میں عمر بسر کرتے ہیں۔ بہت ہی پیارے لگتے ہیں اور یہ بھی آپ کا مقولہ تھا کہ مرضی مولیٰ بہر حال اولیٰ۔

میاں ظفر احمد کپور تھلوی کو دوسری شادی کی ضرورت ہوئی تو آپ نے کہا کہ یہاں دو لڑکیاں ہیں۔ ان میں کوئی ایک پسند کر لیں۔ آپ آ گئے اور ان کو کمرہ کے باہر چک (چق) کے ورے کھڑا کر دیا کہ وہ پسند کریں۔ اس نے دیکھ لیں تو آپ نے ان کو رخصت کر دیا۔ پوچھا کہ کون سی پسند ہے۔ کہا کہ لمبے چہرہ والی مگر آپ نے کہا کہ گول چہرے والی اچھی ہے۔ کیونکہ اس کی خوبصورتی قائم رہتی ہے۔ مگر ان میں سے کسی کا رشتہ نہ ہو سکا۔ عبداللہ سنوری کو جب دوسری شادی کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے کہا کہ بہت جلد اس قلعہ میں آ جانا چاہئے اور زید بکر کی پرواہ نہ کرو۔ آپ خوبصورت چیز کو پسند کرتے تھے۔ اس لئے کہ: ''ان اللہ جمیل ویحب الجمال'' آپ نے غالباً بیعت سے پہلے اشتہار دیا تھا کہ اگر کسی مخالف یا غیر مسلم کو شک ہو تو ہمارے پاس کچھ عرصہ ٹھہرے تاکہ اس کو نشان مل جاوے۔ ورنہ وہ انعام کا مستحق ہو گا تو پھر آپ نے عبداللہ سنوری سے کہا کہ بہت بلایا ہے کوئی نہیں آتا۔ وائٹ بریخت پادری بٹالہ میں ہے۔ تم اس کے پاس متلاشی حق بن کر کہو کہ مرزا نے بڑا شور مچا رکھا ہے۔ آپ اس سے مقابلہ کریں اگر وہ ہار گیا تو میں بلاعذر عیسائی ہو جاؤں گا اور بہت سے لوگ اور بھی عیسائی ہو جائیں گے۔ شام کا وقت تھا۔ سردی اور بارش بھی تھی۔ حامد علی نے مجھے روکا بھی مگر اسی وقت بٹالہ کو چلا آیا۔ تقریباً گیارہ بجے کوٹھی پر پہنچا تو خانساماں نے مجھے ٹھہرا لیا کہ صبح ملاقات کرا دوں گا۔ صبح ہوئی تو پادری اور میم دونوں سے ملاقات کر کے میں نے وہ سب لفظ کہہ دیئے جو آپ نے فرمائے تھے۔ مگر وہ انکاری

ہوگیا کہ ہم ایسے معاملہ میں نہیں آنا چاہتے تو میں مایوس ہوکر واپس قادیان آ گیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی سے لدھیانہ میں جب مناظرہ ہوا تو تحریری مناظرہ تھا۔ حاجی نظام الدین مولوی صاحب کے پاس ہی کھانا کھاتے تھے۔ وہ ایک دفعہ آپ کے پاس آئے کہ خلاف قرآن تم نے کیوں وفات مسیح کا قول کیا ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر کوئی قرآن سے حیات مسیح ثابت کرے تو ابھی عقیدہ بدل لوں گا۔ کہا کہ ابھی مولوی صاحب سے پچاس آیتیں لکھواتا ہوں۔ آپ نے کہا کہ پچاس کی ضرورت نہیں ایک ہی لکھالاؤ۔ پس وہ گئے اور سر جھکائے واپس آ گئے۔ کیوں؟ کہا کہ جب میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ مرزا قادیانی عقیدہ بدلنے کا اقرار کرتے ہیں تو آپ جلدی آیتیں لکھ دیجئے تو آپ ناراض ہو گئے کہ ارے الو ہم تو اسے احادیث کی طرف لاتے ہیں اور تم پھر قرآن کی طرف لے جاتے ہو۔ میں نے کہا کہ کیا قرآن میں حیات مسیح کا ذکر نہیں۔ کہا کہ نہیں میں نے کہا کہ جب قرآن سے وفات ثابت ہوتی ہے تو ہم مخالف حدیثوں کو کیا کریں تو انہوں نے گالیاں دیں تو حاجی صاحب نے آپ سے بیعت کر لی۔ کہتے ہیں کہ جب حاجی صاحب نے کہا کہ ہم تو قرآن کے ساتھ ہیں تو مولوی صاحب نے ساتھیوں سے کہا کہ اس کی روٹی بند کردو۔ تو مذاق کے طور پر حاجی نے دست بستہ ہوکر کہا کہ نہیں نہیں میں قرآن چھوڑ دیتا ہوں۔ آپ میری روٹی بند نہ کریں۔ تو مولوی صاحب شرمندہ ہو گئے۔

مولوی محمد حسین نے مخالفت سے پہلے براہین ہر چہار حصہ پر ایک مبسوط تقریظ لکھی تھی۔ جس کا اقتباس درج ذیل ہے کہ: ”اس زمانہ میں بلحاظ حالات حاضرہ کے یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی نظیر آج تک پیدا نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی، جانی، قلمی، لسانی، حالی اور قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے کہ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں نہیں ملتی۔ کوئی مبالغہ سمجھے تو ایسی کوئی کتاب بتادے کہ جس میں آریہ و برہم سماج سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور اسلام کی نصرت کا بیڑا اٹھالیا ہو اور تحدی کی ہو کہ جس کو الہام میں شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر مشاہدہ کر لے۔ مؤلف ہمارے ہموطن ہیں۔ بلکہ اوائل عمر میں (جب شرح ملا اور قطبی) پڑھتے تھے۔ ہمارے ہم مکتب بھی تھے اور اب تک خط وکتابت بھی جاری ہے۔ اس نے مسلمانوں کی عزت رکھ لی ہے یا اللہ لوگوں کے دلوں میں اس کتاب کی محبت ڈال اور اس گنہگار بندے کو بھی اس کتاب کے خاص برکات سے فیضیاب کر۔

وللارض من کاس الکرام نصیب

(دیکھو اشاعۃ السنہ جلد ششم) فتح اسلام میں وفات مسیح اور مثیل مسیح کا تذکرہ سرسری طور

پر کیا تھا نہ اس میں تحدی تھی اور نہ دلائل تھے۔ مگر اس کے بعد توضیح مرام میں کچھ ان دونوں مسئلوں پر روشنی ڈالی گئی۔ تاہم ایسی نہیں کہ انقلاب نما ہو لیکن اس کے بعد جب ازالۃ الاوہام شائع ہوا تو ان دونوں نے انقلابی رنگ اختیار کر لیا تھا اور جس قدر درمیانی اشتہارات نکلتے رہے ان میں بھی ایسی صراحت نہ تھی۔ جتنی قدر کہ ازالہ میں ہے۔ بہر حال جب یہ اعلان ہوا تو شور مچ گیا اور آپ لدھیانہ، دہلی اور لاہور میں پرزور مباحثات کرنے پڑے اور جب ثابت ہوا کہ آپ مخالفین کے رعب میں آنے والے نہیں ہیں تو محمد حسین نے استفتاء تیار کیا اور میاں نذیر حسین دہلوی سے جواب لکھوا کر دو سو مولویوں کے دستخط کرائے اور ۱۸۹۲ء میں شائع کیا تو وہ پیشین گوئی پوری ہو گئی کہ مسیح موعود پر تکفیری فتویٰ لگے گا۔

جناب مولوی میر حسن نے مرزا قادیانی کے مزید حالات بھی اپنے ایک خط میں لکھے ہیں۔ جو صاحبزادہ کو کچھ عرصہ ہوا آپ نے بھیجا تھا کہ مرزا قادیانی سیالکوٹ محلہ کشمیریاں میں کرایہ کا مکان لے کر مقیم ہوئے تھے۔ مالک مکان کا نام عمرا جولاہا تھا۔ جو میرا قریبی ہمسایہ ہی تھا۔ آپ فراغت کے وقت تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے اور رویا کرتے تھے۔ حاجت مند حسب دستور آتے تو فضل الدین برادر کلاں عمرا جولاہا کو بلا کر کہتے کہ ان کو سمجھا دو یہاں نہ آیا کریں۔ جتنا کام میرے متعلق ہوتا ہے کچہری میں ہی کر آتا ہوں تو فضل الدین چونکہ اپنے محلہ میں موقر تھا۔ اس لئے ان کو نکال دیتا تھا۔ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی بھی اسی محلہ میں رہتے تھے۔ پھر جامع مسجد کے سامنے ایک بیٹھک پر منصب علی حکیم وثیقہ نویس کے ہمراہ رہنے لگے۔ بیٹھک کے قریب فضل الدین دکاندار رات کو دکان کھولے رکھتے تھے اور لوگ وہاں جمع ہو جاتے تھے تو کبھی وہاں پر نصر اللہ عیسائی ہیڈ ماسٹر مشن سکول اور مرزا قادیانی کا مباحثہ بھی ہو جاتا تھا۔ مولوی محبوب عالم صوفی تھے۔ آپ اور آپ کے دوست بھیم سین دونوں ان کی خدمت میں جاتے تھے۔

ا بیعت کا تذکرہ ہوتا تو مرزا قادیانی کہتے کہ انسان کو خود کوشش کرنا چاہئے۔ کیونکہ ''والذین جاھدوا'' وارد ہے تو صوفی صاحب کشیدہ خاطر ہو جاتے تھے کہ بیعت کے بغیر راہ نہیں ملتی۔ پھر آپ نے ایک سکھ سے دوڑ کرنے میں سبقت حاصل کی تھی۔ (دیکھو سوانح شباب)

حکیم نور الدین صاحب کا ایک بھتیجا مسمی عبدالرحمان بدمعاش بھنگڑ قادیان کچھ مانگنے آیا تو آپ کو کچھ شبہ پیدا ہو گیا۔ اس لئے حکیم صاحب سے کہلا بھیجا کہ نکال دو۔ حکیم صاحب نے روپے پیش کئے تو اس نے زیادہ مانگے اور حکیم صاحب کے پاس اتنے ہی روپے تھے۔ اسی کشمکش میں کچھ دیر ہو گئی تو آپ نے پھر کہلا بھیجا کہ آپ اسے رخصت کر دیں یا خود بھی چلے جائیں۔ تو قرضہ لے کر

آپ نے اُسے رخصت کردیا۔ایک غیر احمدی مالدار، راولپنڈی کا رہنے والا حکیم صاحب کو اپنے گھر معالجہ کے لئے لینے آیا اور حکیم صاحب کو لے جانے کے لئے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ گو اگر میں حکیم صاحب سے کہوں کہ پانی یا آگ میں کود پڑو اور ان کو کوئی عذر نہ ہوگا۔مگر ہمیں بھی تو حکیم صاحب کے آرام کا خیال ہونا چاہئے۔ان کے گھر بچہ پیدا ہونے والا ہے وہ کیسے جاسکتے ہیں۔حکیم صاحب نے سنا تو بہت خوش ہوئے کہ ہمارے متعلق آپ کا ایسا خیال ہے۔ایک دفعہ لیکچر دے رہے تھے تو ایک سکھ مسجد میں آکر گالیاں دینے لگا۔لوگ کڑ ہتے تھے۔مگر آپ نے کہا جب خاموش ہو جاوے۔دو آدمی پکڑ کر باہر لے جاؤ۔مزاحمت کرے تو حاکم علی سپاہی کے سپرد کردو۔جو حکومت کی طرف سے یہاں مقرر ہے۔

مرزا نظام الدین مرزا سلطان احمد کا وکیل تھا۔باغ کی تقسیم کے لئے قرعہ تجویز ہوا تھا۔آپ گھر سے نکلتے تو وہ گلی میں کھڑا تھا۔آپ نے دو لفافے پیش کئے۔اس نے ایک اٹھالیا۔جس میں شمالی حصہ تھا۔اس تقسیم کے بعد آپ کی ضرورت درپیش آئی تو اہلیہ ثانی کا زیور لے کر باغ کا اپنا حصہ اس کے پاس رہن رکھ دیا۔جس کی میعاد تین سال رکھی۔عبداللہ سنوری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ نے اپنی ظلی نبوت کا ثبوت دیتے ہوئے یوں کہا کہ ایک بادشاہ نے ایک مستری سے دیوار بنوائی۔جس پر اس نے اعلیٰ قسم کی گلکاری کرنے میں سارا زور خرچ کر ڈالا۔اس کے مقابل پر دوسرے مستری سے کہا کہ تم بھی ایسی دیوار بناؤ اور اس پر کمال جانفشانی سے اپنے نقش ونگار کا انتہائی نمونہ پیش کرو اور دونوں کے درمیان پردہ لٹکوادیا تا کہ ایک دوسرے کے کام پر اطلاع نہ پاسکیں اور جب دونوں دیواریں مکمل ہو چکیں تو بادشاہ اور لوگ دیکھنے آئے اور درمیان سے پردہ اٹھادیا کہ اچھی طرح موازنہ ہو سکے۔مگر یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ جو نقش ایک دیوار پر ہیں۔بعینہ وہی نقش دوسری دیوار پر بھی ہیں۔دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ پہلے مستری نے بیل بوٹے دکھانے میں کمال کیا تھا تو دوسرے نے دوسری دیوار کو اس قدر مصفا اور شفاف کردیا تھا کہ پہلی دیوار کے تمام نقوش اس پر ظاہر ہونے لگے تھے۔آپ کا مکان احباب کا گھر تھا۔مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی حصہ زیریں میں رہے تھے۔محمد علی صاحب بھی آپ کے مکان کے مختلف حصوں میں رہتے تھے۔نواب محمد علی صاحب جب آئے تو وہ بھی ایک حصہ میں رہتے تھے۔پھر اپنا مکان بنالیا تو وہاں چلے گئے۔مفتی محمد صادق کو بھی پہلے پہل وہیں جگہ ملی تھی۔مولوی محمد احسن صاحب بھی کئی بار آپ کے مکان پر ہی ٹھہرے تھے اور ڈاکٹر سید عبدالستار صاحب بھی جب اہل وعیال سمیت آتے تو وہ بھی وہیں ٹھہرتے۔ایک دفعہ آل محمد نے آکر دستک دی اور کہا بڑی فتح کی خبر لایا ہوں۔جناب

کے پاس مفتی محمد صادق تھے۔ آپ نے ان کو دریافت کے لئے بھیج دیا۔ مفتی صاحب نے معلوم کیا کہ ایک مقام پر مولوی محمد احسن صاحب ایک مولوی سے جھگڑے تو اس کو خوب رگیدا۔ آپ نے جناب سے یہی لفظ کہہ دیئے تو آپ نے کہا کہ میں سمجھا تھا کہ یورپ مسلمان ہوگیا ہے۔ آپ نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ کیا مرزا محمود کو اپنا جانشین مقرر کریں تو اس نے کہا کہ آپ کی مرضی اور یہ بھی کہا کہ ہماری جماعت میں تین قسم کے آدمی ہیں۔

اوّل...... وہ کہ جن کو دنیوی شان وشوکت کا خیال ہے۔

دوم...... وہ جو کسی بڑے آدمی مثلاً حکیم نورالدین صاحب وغیرہ کے زیر اثر ہیں۔

سوم...... وہ جو خاص مجھ سے تعلق رکھتے ہیں اور میری خوشی کو مقدم سمجھتے ہیں۔

بیعت اولیٰ لدھیانہ میں چالیس آدمیوں نے کی، کہ آپ مجدد ہیں۔ سب سے پہلے حکیم نورالدین صاحب نے بیعت کی۔ پھر حامد علی نے پھر عبداللہ سنوری نے۔ پھر باقی لوگوں نے۔ قادیان واپس آئے تو اہلیہ اور دوسری عورتوں نے بھی بیعت کرلی اور جب دعویٰ مسیحیت کیا تو آپ نے کہا کہ اب بہت شور اٹھے گا۔ تو جب آپ نے لدھیانہ جا کر یہ اعلان کیا تو بہت شور اٹھا اور کچھ مرید مرتد بھی ہوگئے۔ آپ کے سسرال لدھیانہ میں مقیم تھے تو جناب نے وہاں مسیحیت کا اعلان کردیا۔ اس وقت ڈاکٹر اسماعیل، مرزا محمود کے حقیقی ماموں تیسری جماعت میں پڑھتے تھے تو ان سے ہم جماعت لڑکوں نے کہا کہ مسیح تو زندہ ہیں۔ مگر آپ کے گھر جو مرزا قادیانی آئے ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسیح مرگئے ہیں۔ اس پر ڈاکٹر صاحب متعجب ہوکر گھر آئے تو آپ سے پوچھنا شروع کردیا۔ آپ نے فتح اسلام کی ایک جلد الماری سے نکال کر ان کو دے دی تا کہ خود تشفی کرلیں۔ مرزا امام الدین نے اپنے مکان میں کھڑے ہوکر کسی سے کہا کہ لوگ (مرزا قادیانی) دکانیں کھول کر نفع اٹھا رہے ہیں۔ ہم بھی کوئی دکان بنائیں تو خاکروبوں کا پیر بن بیٹھا۔ قاضی امیر حسین نے کہا کہ ایک دفعہ خواجہ کمال الدین سے میرا جھگڑا ہوگیا تو خواجہ صاحب نے مجھ سے کہا۔ دیکھئے مرزا قادیانی میری کتنی عزت کرتے ہیں تو اس کے جواب میں، میں نے کہا کہ میں ایک دفعہ آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے مجھے چائے تیار کروادی۔ مگر خیال پیدا ہوا کہ کہیں میں منافق تو نہیں سمجھا گیا کہ اتنی عزت ہورہی ہے۔ (مطلب یہ تھا کہ مرزا قادیانی منافقوں کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ اس لئے خواجہ کمال الدین کو مغرور نہ ہونا چاہئے کہ مرزا قادیانی نے آپ کی عزت کی تھی) فضل احمد کی والدہ صاحبہ سے آپ کو بے دینی کی وجہ سے نفرت تھی۔ اسے ''پھجے دی ماں'' کے لقب سے پکارتے تھے۔ دوسری شادی ہوئی تو آپ نے کہلا بھیجا کہ یا طلاق لے لو یا حقوق بخش کر خرچ لیتی رہو۔ تو اس نے خرچ لینا منظور کرلیا۔

محمدی بیگم کے جھگڑے میں وہ مخالفین سے مل گئی۔ تو آپ نے اسے طلاق دے دی۔ (دیکھو اشتہار نصرت دین وقطع تعلق از اقارب مخالف دین مجریہ ۲ رمئی ۱۸۹۴ء) اس کے بعد ایک دفعہ وہ بیمار ہوگئی تو آپ نے دوسری اہلیہ سے کہا کہ دو گولیاں دے آؤ۔ مگر میرا نام نہ لینا۔ مارچ ۱۸۸۲ء کو آپ اصلاح حق کے لئے مامور ہوئے۔ (براہین ج ۳ ص ۲۳۸، خزائن ج ۱ ص ۲۶۴) مگر احتیاطاً توقف کر کے دسمبر ۱۸۸۸ء کو بیعت کا اعلان کیا اور شروع ۱۸۸۹ء کو بیعت لینی شروع کر دی کہ میں مجدد ہوں اور مسیح ناصری کے رنگ میں ظاہر ہوا ہوں۔ ۱۸۹۱ء میں اعلان کیا کہ مسیح مر گیا ہے اور مسیح موعود میں ہوں۔ بیسویں صدی کا آغاز ہوا تو آپ نے اپنے متعلق نبی اور رسول کا لفظ صراحۃً استعمال کرنا شروع کر دیا اور مثیل کرشن ہونے کا دعویٰ ۱۹۰۴ء میں کیا۔" انتهى ما فى سيرة المهدى حصه اوّل "آپ نے جو دعاوی کیئے ہیں۔ ان کی فہرست مختصر طور پر بترتیب سنہ عیسوی و نمبر دعویٰ یوں ہے۔

۱...... "یہ عاجز مؤلف براہین احمدیہ خدا کی طرف سے مامور ہوا ہے تا کہ مسیح کی طرز پر کمال تواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے۔"

(مندرجہ براہین ص ۴۹۱، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳، ۱۸۸۲ء)

۲...... "آپ نے کہا کہ وہ کون آیا۔ جس نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا ایسا دعویٰ کیا۔ جیسا کہ اس عاجز نے کیا ہے۔" (ازالہ ص ۱۵۴، خزائن ج ۳ ص ۱۷۹، ستمبر ۱۸۹۱ء)

۳...... "اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں۔ مگر تاہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔"

(توضیح المرام ص ۱۸، خزائن ج ۳ ص ۶۰، ازالہ ص ۴۷، ۲۲ رجنوری ۱۸۹۱ء)

۴...... "۱۸۹۱ء میں کہا کہ واضح ہو کہ جو پیشین گوئی ابوداؤد کی صحیح میں درج ہے کہ ایک شخص حارث نام ماوراء النہر یعنی سمرقند کی طرف سے نکلے گا۔ جو آل رسول کو تقویت دے گا اور جس کی امداد ہر مؤمن پر واجب ہوگی۔ الہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ پیشین گوئی اور مسیح کے آنے کی پیشین گوئی (جو مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے ہوگا) دراصل دونوں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق بھی عاجز ہے۔" (ازالہ ص ۹۷، خزائن ج ۳ ص ۱۴۱، ۳ رستمبر ۱۸۹۱ء)

۵...... "یک مشت تیرہ دعوے کر دیئے کہ میں آدم ہوں اور شیث، نوح، ابراہیم، اسحاق، اسماعیل، یعقوب، یوسف، موسیٰ، داؤد، عیسیٰ اور آنحضرت ﷺ کا مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔" (حقیقت الوحی ص ۷۳ حاشیہ، خزائن ج ۲۲ ص ۷۶)

۶...... ''پہلے میرا نام خدا نے مریم رکھا اور بعد اس کے ظاہر کیا کہ اس مریم میں خدا کی طرف سے روح پھونکی گئی ہے۔ پھر فرمایا کہ روح پھونکنے کے بعد عیسوی مرتبہ کی طرف منتقل ہو گیا اور اس طرح مریم سے عیسیٰ پیدا ہو کر ابن مریم کہلایا۔''

(ازالہ ص ۶۱۸، ۱۷۲۳، براہین احمدیہ ص ۴۹۶، کشتی نوح ص ۴۷، حقیقت الوحی ص ۲۷، خزائن ج ۲۲ ص ۷۵)

''تعریف اس خدا کی کہ جس نے تجھے (مجھے) مسیح ابن مریم بنایا۔''

(حقیقت الوحی ص ۱۷۲، اربعین نمبر ص ۳۲، خزائن ج ۱۷ ص ۴۲۲)

۷...... ''خدا میں جذب ہو کر یہ منظر دکھایا کہ یقیناً وہ خدا ہی ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴، خزائن ج ۵ ص ایضاً، کتاب البریہ ص ۸۵، خزائن ج ۱۳ ص ۱۰۳)

۸...... ''پہلے اشتہار معیار الاخبار ۱۷ر مارچ ۱۸۹۴ء میں اپنا مہدی ہونا شائع کیا۔ پھر (ریویو نومبر ۱۹۰۲ء ص ۴۰۷) وغیرہ میں بھی اس کو بار بار دھرایا۔''

۹...... ''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

(دافع البلاء ص ۱۱، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱)

''اس کے بعد (ایک غلطی کا ازالہ ص ۲، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۶) یہ بھی لکھا ہے کہ خدا کی وحی جو مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے رسول، مرسل اور نبی ایک دفعہ نہیں صدہا دفعہ موجود ہیں۔''

۱۰...... ''خدا کی ۲۳ برس کی متواتر وحی کو کیسے رد کر سکتا ہوں۔ میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ ان تمام وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔'' (حقیقت الوحی ص ۱۵۰، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۴)

''پھر (حقیقت الوحی ص ۱۵۰) میں بھی اس کو دہرایا ہے۔ انسان جب تک آپ کو مسیح موعود نہیں مانتا۔ قابل مواخذہ ہے اور اس کی نجات نہیں۔'' (حقیقت الوحی ص ۱۷۸، خزائن ج ۲۲ ص ۱۸۴)

۱۱...... ''اور لکھا ہے کہ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے مدار نجات ٹھہرایا۔''

(اربعین نمبر ۴ ص ۶ حاشیہ، خزائن ج ۱۷ ص ۴۳۵ حاشیہ)

اس کو یوں پختہ کیا ہے کہ: ''کفر دو قسم کا ہے۔ اوّل آنحضرت ﷺ کو رسول نہ ماننا۔ دوم مسیح موعود کو نہ ماننا کہ جس کی تصدیق کے لئے خدا اور رسول نے حکم دیا ہے۔ بلکہ پہلے نبیوں نے بھی تصدیق کی۔ تاکید کی ہے اور در حقیقت دونوں کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔''

(حقیقت الوحی ص ۱۷۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۸۵)

۱۲...... ''۱۸۹۱ء میں شروع کر کے ۱۸۹۷ء میں کہا کہ آپ حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل اور زیادہ مقدس ہیں۔ چنانچہ ازالہ ۳ر ستمبر ۱۸۹۱ء اور انجام آتھم ۱۸۹۷ء میں یوں لکھا ہے کہ آپ کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے مسیح کا وجود ہوا۔''

(ضمیمہ انجام ص ۷، خزائن ج ۱۱ص ۲۹۱)

''اسی نادان اسرائیلی نبی نے ان معمولی باتوں کا پیشین گوئی نام کیوں رکھا۔''

(ضمیمہ انجام ص ۴، خزائن ج ۱۱ص ۲۸۸)

''یہ بھی یادرہے کہ مسیح کو جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔''

(ضمیمہ آتھم ص ۵، خزائن ج ۱۱ص ۲۸۹)

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

(دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ص ۲۴۰)

''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ بخدا اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں ہرگز نہ کرسکتا اور جو نشان مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں ہرگز نہ دکھلا سکتا۔'' (حقیقت الوحی ص ۱۴۸،۱۵۳، خزائن ج ۲۲ص ۱۵۲)

ناظرین! یہ تحریر اس شبہ کو بالکل کافور کر دیتی ہے کہ مرزا قادیانی، عیسیٰ علیہ السلام کی توہین صرف الزامی طور پر کرتے تھے اور جس جگہ مرزا قادیانی نے یہ بہانہ کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ گو مسیح علیہ السلام مقدس ہستی تھے۔ مگر مجھ سے کم تھے۔

۱۳...... کتاب البریہ ۱۸۹۸ء میں یوں لکھا ہے کہ: ''آواہن خدا تیرے (مرزا قادیانی کے) اندر اتر آیا۔'' (کتاب البریہ ص ۸۴، خزائن ج ۱۳ص ۱۰۲)

اور اس سے پہلے آئینہ کمالات کا الہام ۱۸۹۳ء میں گذر چکا ہے کہ خدا کے اندر خود آپ مرزا قادیانی اتر کر جذب ہوگئے تھے۔ اس لئے یہ الہام بالکل درست ہوگیا کہ: ''انا منك وانت منی'' اور یہ ایسا الہام ہے کہ افضل المرسلین ﷺ کی بھی نصیب نہیں ہوا۔

(حقیقت الوحی ص ۷۴، خزائن ج ۲۲ص ۷۷)

۱۴...... خدا نے الہام کیا ہے کہ: ''میں لوگوں کے لئے تجھے امام بناؤں گا اور تو ان کا رہبر ہوگا۔'' (کتاب البریہ ص ۸۴، خزائن ج ۱۳ص ۱۰۲، حقیقت الوحی ص ۷۹، خزائن ج ۲۲ص ۸۲)

۱۵...... ''خدا فرماتا ہے میں نے ارادہ کیا کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم کو یعنی تجھے پیدا کیا۔'' (کتاب البریہ ص ۷۶، خزائن ج ۱۳ص ۱۰۲)

۱۶...... ''دانیال نبی نے میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی زبان میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں۔ خدا کی مانند۔'' (اربعین نمبر۳ ص۲۵، خزائن ج۱۷ ص۴۱۳)

۱۷...... ''انت منی بمنزلة اولادی'' خدا نے کہا کہ تو میری اولاد کی بجائے ہے۔ (اربعین نمبر۴ ص۱۹، خزائن ج۱۷ ص۴۵۲)

۱۸...... ''یکے پائے من پوشید ومن گفتم کہ حجر اسود منم۔''

(اربعین نمبر۴ ص۱۵، خزائن ج۱۷ ص۴۴۵ حاشیہ)

۱۹...... ''الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا گیا ہے۔''

(اربعین نمبر۴ ص۱۵، خزائن ج۱۷ ص۴۴۵ حاشیہ)

۲۰...... ''خدا تعالیٰ نے کہا کہ یہ لوگ (منشی الہٰی بخش وغیرہ) خون حیض تجھ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ یعنی ناپاکی اور خباثت کی تلاش میں ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ اپنی متواتر نعمتیں جو مجھ پر ہیں، دکھلا وے اور خون حیض سے تجھے کیونکر مشابہت ہو اور وہ کہاں تجھ میں باقی ہے۔ پاک تغیرات نے اس خون کو خوبصورت لڑکا بنادیا اور وہ لڑکا جو اس خون سے بنا میرے ہاتھ سے پیدا ہوا۔'' (اربعین نمبر۴ ص۱۹، خزائن ج۱۷ ص۴۵۲ حاشیہ)

۲۱...... ''واتخذوا من مقام ابراهیم مصلیٰ'' اسی طرف اشارہ کرتی ہے کہ امت محمدیہ میں جب بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور اس زمانہ میں وہ فرقہ نجات پائے گا جو اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔ (اربعین نمبر۳ ص۳۲، خزائن ج۱۷ ص۴۲۱)

۲۲...... ''خدا نے مجھے کہا ہے کہ: یا اٰدم اسکن انت وزوجك الجنة''

(اربعین نمبر۳ ص۲۳، خزائن ج۱۷ ص۴۱۱)

۲۳...... ''خدا نے مجھے کہہ دیا ہے کہ: ''والذی ارسل رسوله بالهدیٰ'' کا مصداق تو ہی ہے۔'' (اعجاز احمدی ص۱۷، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳)

''اگر کہو کہ صاحب شریعت افتراء کرنے سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ (نہ ہر ایک مفتری) تو (اوّلاً) یہ دعویٰ ہی بے دلیل ہے۔ کیونکہ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ (ثانیاً) یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنے وحی کے ذریعے چند امر ونہی بیان کئے۔ وہی صاحب شریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخاطب ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ ''قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم'' وغیرہ۔ دوسرے الہامات براہین میں درج ہیں اور ۲۳ سال کا عرصہ بھی گذر چکا ہے اور اب تک میری وحی میں امر

بھی ہے نبی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید بھی۔'' (اربعین نمبر ۴ص ۶، خزائن ج ۱۷ص ۴۳۵)

''اور میرے اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں ہے بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی سے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں۔''

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۰، خزائن ج ۱۷ص ۵۱ حاشیہ)

۲۴...... ''اے رودھر گوپال تیری مہما گیتا میں بھی ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ) آریہ جس کرشن کے منتظر ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں۔'' (حقیقت الوحی ص ۸۵، خزائن ج ۲۲ص ۵۲۱)

۲۵...... ''مجھے خدا نے کہا ہے کہ: انت سلمان ومنی یاذ البرکات''

(ریویو اپریل ۱۹۰۶ء)

۲۶...... ''(براہین حصہ پنجم ص ۹۰، تتمہ حقیقت الوحی ص ۸۵) کی اشاعت میں یوں کہا ہے کہ میں یحییٰ بھی ہوں۔'' او کما قال!

۲۷...... ''خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشانات دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔''

(حقیقت الوحی ص ۱۳۷، خزائن ج ۲۲ص ۵۷۵)

''سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی ﷺ کے باقی تمام انبیاء میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ اور یقینی طور پر ملنا محال ہے اور خدا نے اپنی حجت پوری کر دی ہے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۶، خزائن ج ۲۲ص ۵۷۴)

لہ خسف القمر المنیر وان لہ
غسا القمر ان المشرقان اتنکر

(اعجاز احمدی ص ۷۱، خزائن ج ۱۹ص ۱۸۳)

۲۸...... ''محمد ﷺ کے واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں جذب ہو کر اور اس کا نام محمد واحمد سے مسمی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص ۷، خزائن ج ۱۸ص ۲۱۱)

۲۹...... ''بارہا بتلا چکا ہوں کہ بموجب ''لما یلحقوا بھم'' بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص ۸، خزائن ج ۱۸ص ۲۱۲)

۳۰...... ''خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے۔ آریوں کا (آسمانی) بادشاہ۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص ۸۵، خزائن ج ۲۲ص ۵۲۲)

۳۱...... ''اپنا حاملہ ہونا بیان کیا۔''

(کشتی نوح ص۵۰، خزائن ج۱۹ص۵۰، براہین ج۵ص۸۴، خزائن ج۲۱ص۱۱۰)

۳۲...... ''اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں۔ اس سے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطاء کی گئی۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص۱۱، خزائن ج۱۸ص۲۱۵)

۳۳...... تتمہ حقیقت الوحی میں لکھا ہے کہ: ''بخدا اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اس نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشانات ظاہر کئے ہیں۔ جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔''

(تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸، خزائن ج۲۲ص۵۰۳)

۳۴...... ''ہم خدا کے فضل سے نبی اور رسول ہیں۔'' (اخبار عام لاہور)

(قادیانی جنتری ص۹، ۱۹۲۶ء) میں مرزا قادیانی کی طرف سے یوسف نے نظم شائع کی جس کا اقتباس درج ذیل ہے۔

اے امیر المنکریں ہم احمد موعود ہیں — کان دھر کر تم سنو ہم عیسیٰ معہود ہیں
ہم بروز آدمؑ ونوحؑ وخلیل اللہ ہیں — مظہر زرتشت موسیٰ کرشن اور داؤدؑ ہیں
ہم مثیل لوطؑ واسحاقؑ اور اسماعیلؑ ہیں — ہم مثال یوسفؑ ویعقوبؑ صالحؑ وہودؑ ہیں
ہم ہیں عکس ایلیا حزقیل اور ہیں دانیال — ہم ہیں تصویر محمدؐ حامد ومحمود ہیں
ہم نبی اللہ ہیں اور مظہر جملہ رسل — جو نہ مانیں گے ہمیں وہ کافر ومردود ہیں
سب نبی دیتے رہے ہیں جن کے آنے کی خبر — وہ ہیں ہم، حکم خدا سے وقت پر موجود ہیں
ہم سنانے آئے ہیں پیغام ہر ایک قوم کو — اسود واحمر ہمارے سب کے سب مقصود ہیں
جو ہمیں مانیں مسیح اور اپنے جھگڑوں میں حکم — وہ ہمارے متبع ہیں وہ ہمیں مودود ہیں
ہم جو آئے پھر ہوا تجدید حکم اسجدوا — ہو کے آدم سب ملائک کے بنے مسجود ہیں
جو ہمارے در پہ آئے ہو گئے مقبول حق — جو یہاں سے پھر گئے وہ اس کے ہاں مطرود ہیں
انبیاء ہوویں ہمارے بعد یا ہوں اولیاء — اب ہمارے اتباع میں تا ابد محدود ہیں
ہم نے اپنی زندگی میں وحی حق سے دی خبر — جن امور سر واخفی کی وہ اب مشہود ہیں
جانشیں اوّل تو اپنے ہو چکے ہیں نوردیں — بعد ان کے جانشیں فضل عمر محمود ہیں
مؤمنوں میں آتش فتنہ جلانا تھا ضرور — بعض ان اصحاب نے جو ساکن اخدود ہیں
جو مخالف تھے بڑے سب مٹ گئے ان کے نشاں — صفحہ ہستی سے ان کے نقش اب مفقود ہیں

سعدی وڈوئی پگٹ جموئی آتھم ہیں کہاں | خاک میں سب مل گئے اور ناک خاک آلود ہیں
فتنہ گر اعداء جواب ہیں ان کو بھی تم دیکھنا | چند سالوں میں جہاں سے ہوتے یہ نابود ہیں
یہ درد جو نظم میں منظوم یوسف نے کیے | یہ ہماری وحی اور تحریر میں موجود ہیں

عہد وفات

آپ کو وفات کے قریب دفات کے متعلق کثرت سے الہامات منذرہ اور خواب آئے۔ لاہور گئے تو اور بھی کثرت ہوئی۔ اہلیہ نے کہا کہ واپس قادیان چلیں۔ کہا کہ خدا لے جائے گا۔ تب ہی چلیں گے۔ مگر اس وقت بھی آپ رسالہ پیغام صلح کی تالیف میں مصروف رہے اور تقاریر کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ چنانچہ ۲۵ رمئی ۱۹۰۸ء بعد از عصر خواجہ کمال الدین کے مکان پر ایک پرجوش تقریر کی۔ کیونکہ ابراہیم سیالکوٹی کی طرف سے مباحثہ کا چیلنج آیا تھا اور شرائط مناظرہ کے لئے مولوی محمد احسن صاحب کو مقرر کیا تھا۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور اثنائے تقریر میں کہا کہ عیسیٰ کو مرنے دو کہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے اور یہ بھی کہا کہ ہم تو اپنا کام ختم کر چکے ہیں۔ آپ کی وفات پر پانیر الہ آباد نے یوں لکھا کہ اگر کوئی اسرائیلی آسمان سے اتر کر تبلیغ کرے تو غلام احمد قادیانی سے ہی مشابہت رکھے گا۔ ہم کوئی عالمانہ رائے قائم نہیں کر سکتے۔ مگر اسے اپنی صداقت کا پورا یقین تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ بشپ ویلڈن کو چیلنج دیا کہ نشان نمائی میں مقابلہ کرے اور یہ چیلنج ایسا ہی تھا جو الیاس نبی نے بعل کے پروہتوں کو دیا تھا۔ وہ لوگ جنہوں نے مذہب کے رنگ میں دنیا کے اندر ایک حرکت پیدا کر دی ہے وہ اپنی طبیعت میں مرزا قادیانی سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ اگر ارنسٹ رین جو فرانس کا مشہور مصنف ہے۔ آپ کے زمانہ میں ہوتا تو ضرور آپ سے ملتا۔

بہر حال قادیان کا نبی ایسے لوگوں میں سے تھا جو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ ٹائمز اوف لندن نے لکھا کہ آپ ذی وقار جذبہ رکھنے والے خوب ذہین تھے۔ آپ کے متبعین بڑے لوگ بھی ہیں۔ آپ دھوکہ خوردہ تھے۔ دھوکہ دینے والے ہرگز نہ تھے۔ علی گڑھ اسنیڈیٹ نے لکھا کہ آپ اسلام کے پہلوان تھے۔ دی یونیٹی کلکتہ نے لکھا ہے کہ آپ بہت دلچسپ تھے۔ ایمان کے زور سے بیس ہزار متبع پیدا کر لئے تھے۔ صادق الاخبار ریواڑی نے لکھا کہ آپ نے خدمت اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم فاضل اجل حامی اسلام کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جاوے۔ تہذیب نسواں لاہور نے لکھا آپ برگزیدہ بزرگ تھے۔ ہم انہیں مذہباً مسیح تو نہیں مانتے۔ لیکن ان کی رہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔ آریہ پترکا لاہور نے لکھا کہ جو کچھ آپ نے اسلام کی ترقی کے لئے کیا۔ مسلمان ہی

اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ مگر ان کی تصانیف میں پایا جاتا ہے کہ آپ کے خیالات بڑے وسیع تھے اور زیادہ قابل برداشت تھے۔ آریہ سماج سے آپ کے تعلقات دوستانہ نہ تھے۔ اس لئے جب ہم آپ کو یاد کرتے ہیں تو دل میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ اندر نے لکھا کہ مرزا قادیانی ایک صفت (استقلال) میں محمد صاحب (ﷺ) سے مشابہ تھے اور آخر دم تک اس پر قائم رہے۔ برہم چارک نے لکھا کہ آپ بلحاظ لیاقت وشرافت کے بڑے پایہ کے انسان تھے۔ امرتا بازار پتر کا کلکتہ سے لکھا ہے کہ آپ درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے اور سینکڑوں آدمی روز مہمان کے لنگر سے کھانا کھاتے تھے۔ سٹیٹس مین کلکتہ سے لکھا ہے کہ آپ مشہور اسلامی بزرگ تھے۔ اخبار وکیل امرتسر نے لکھا کہ اس شخص کا قلم پر سحر تھا۔ زبان جادو، دماغی عجائبات کا مجسمہ، نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ وہ شخص جو تیس برس تک مذہبی دنیا کے لئے زلزلہ اور طوفان رہا اور شور قیامت ہو کر خفتگان ہستی کو بیدار کیا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔

ایسے شخص دنیا میں ہمیشہ نہیں آتے کہ جن سے مذہبی دنیا میں انقلاب پیدا ہو۔ آپ کی مفارقت سے مسلمانوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ ان سے ایک بڑا شخص جدا ہو گیا ہے۔ جس سے مخالفین اسلام سے مدافعت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ پر آپ کا لٹریچر قبولیت حاصل کر چکا ہے۔ آپ نے قلمی مجاہدوں کی پہلی صف میں کھڑے ہو کر فرض مدافعت ادا کر دیا تھا۔ کثرت مشق ومباحثہ نے آپ میں ایک شان پیدا کر دی تھی۔ تبلیغ وتلقین یہاں تک تھی کہ مخاطب برجستہ جواب سن کر فکر میں پڑ جاتا تھا۔ ہندوستان مذاہب کا گھر ہے۔ آپ کا دعویٰ تھا کہ میں حکم اور ثالث ہو کر آیا ہوں۔ تو بے شک باقی مذاہب پر اسلام کی فوقیت دینے میں آپ خاص قابلیت رکھتے تھے۔ امید نہیں کہ مذہبی دنیا میں کوئی ایسا آدمی پیدا ہو۔ ڈاکٹر والٹر صاحب ایم اے سیکرٹری اوف وائی ایم سی اپنی کتاب احمدیہ مووَمنٹ میں لکھتے ہیں کہ آپ فیاض اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور مخالفین کے سامنے جو جرأت آپ نے دکھائی تھی وہ قابل تحسین ہے۔ صرف مقناطیسی قوت جاذبہ رکھنے والا ہی ایسے لوگوں کی وفاداری حاصل کر سکتا ہے کہ جن میں سے دو نے افغانستان میں جان دے دی۔ مگر آپ کا دامن نہ چھوڑا۔ کئی احمدیوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے آپ کی مقناطیسی طبیعت کو ہی پیش کیا۔ آپ کی وفات لاہور میں ہوئی۔ احمدیہ بلڈنگس متصل اسلامیہ کالج میں کچھ دن آپ نے قیام کیا تھا۔

حکیم نورالدین صاحب نیچے صحن میں روزانہ تبلیغ کرتے تھے اور اوپر کے مکان میں آپ معہ اہل وعیال رہتے تھے۔ پاس ہی دوسرے میدان میں مخالفین نے جلسہ گاہ قائم کر دی تھی۔

مقابلہ میں وعظ ہوتے تھے اور ایک میلہ لگا ہوا تھا۔ تقریباً دو ہفتے یہی کارروائی رہی۔ آخر ایک روز فوری موت کی خبر اڑ گئی کہ آپ رخصت ہو گئے ہیں۔ وجوہات مختلف بیان کئے جاتے تھے۔ کوئی درد گردہ کا دورہ بتاتا تھا۔ کوئی بند ہیضہ کی شکایت پیش کرتا اور کوئی دل کی حرکت کا بند ہونا بتاتا تھا۔ اندر گھر کے ناگہانی واقعہ پیش آیا۔ اس لئے صحیح طور پر کوئی رائے قائم نہ ہو سکی۔ آخر الامر جب مرزا بشیر احمد نے سیرۃ المہدی لکھی تو اس نے صحیح واقعات پیش کر دیئے کہ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ مرض الموت میں بیمار ہو گئے۔ حالت نازک ہو گئی۔ تو آپ کی اہلیہ بہت گھبرا کر کہنے لگیں یا اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے۔ تو آپ نے جواب دیا وہی جو میں کہا کرتا تھا۔ ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ تندرست تھے۔ نماز عشاء کے بعد اپنی اہلیہ کے ساتھ کھانا کھایا۔

مرزا بشیر احمد کہتے ہیں کہ صبح کے قریب میں دیکھتا ہوں کہ آپ اسہال سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے۔ معالج اور تیمار دار اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ تو میرا دل بیٹھ گیا کہ یہ مرض الموت ہے۔ کمزور تو ہو ہی چکے تھے۔ ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد سب سمجھے کہ آپ وفات پا چکے ہیں۔ پھر نبض چلنی شروع ہوئی۔ چارپائی صحن میں تھی اندر لائی گئی روشنی ہو گئی تو اپنے وقت پوچھ کر تیمم کے ساتھ نماز شروع کر دی۔ تو غشی ہو گئی۔ پھر پوچھا تو نماز شروع کر دی۔ مگر کرب بہت تھا۔ آٹھ بجے کے قریب ڈاکٹر نے پوچھا کہ کیا تکلیف ہے تو جواب ندارد۔ لکھنا چاہا تو قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا۔ پھر نو بجے غرغرہ شروع ہو گیا اور لمبے سانس آنے لگے۔ مستورات پلنگ کے پاس نیچے بیٹھ گئیں۔ ڈاکٹر محمد حسین نے قلب کے پاس انجکشن دیا تو جگہ ابھر آئی۔ آخر ایک لمبا سانس آیا تو رخصت ہو گئے۔ مرزا بشیر احمد اس مقام پر اپنی والدہ کا بیان یوں درج کرتے ہیں کہ پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا۔ کچھ دیر بعد دو دفعہ پاخانہ میں رفع حاجت کو گئے۔ زیادہ ضعف ہوا۔ تو مجھے اٹھا کر میری چارپائی پر لیٹ گئے۔ پھر حاجت ہوئی تو چارپائی کے پاس ہی رفع کر لی۔ میں پیر دباتی تھی کہ ایک اور دست آیا۔ (ان پانچوں دستوں کے بعد) قے آئی تو بالکل ہی ناطاقت ہو کر چارپائی پر گر پڑے۔ گرتے ہوئے چوٹ بھی آئی تھی اور حالت دگرگوں ہو گئی تو حکیم نورالدین صاحب اور مرزا محمود (خلیفہ وقت) کو بلا لیا۔

اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہیضہ کے عارضہ سے وفات واقع ہوئی۔ وفات سے پہلے ایک انگریز نے مولوی محمد علی صاحب سے رسالہ الوصیۃ مرتب کرنے کے دنوں میں پوچھا تھا کہ جناب نے اپنے بعد جانشین کسے قرار دیا ہے تو آپ نے اہلیہ سے پوچھا کہ کیا مرزا محمود کو جانشین مقرر کیا جائے؟ تو اس نے کہا کہ آپ کی مرضی۔ آپ نے وفات پائی تو حکیم نورالدین

صاحب سن کر اندر آئے اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ واپس ہو کر دروازے سے باہر نکل رہے تھے تو مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے کہا کہ: "انت صدیقی" تو حکیم صاحب نے کہا کہ قادیان چل کر فیصلہ ہوگا۔ آپ کی تین انگوٹھیاں تھیں۔ ایک پر "الیس اللہ بکاف عبدہ" لکھا تھا۔ جو دعویٰ نبوت سے پہلے کی تھی۔ دوم، دعویٰ کے بعد کی جس پر یہ لکھا تھا کہ: "غرستك بیدی برحمتی وقدرتی" سوم، وفات کی انگوٹھی جو آپ وفات کے وقت پہنے ہوئے تھے۔ یہ کسی نے بنوادی تھی اور اس پر یہ لکھا تھا کہ: "مولا بس" قرعہ اندازی سے پہلی محمود صاحب کو ملی۔ دوسری بشیر صاحب کو اور تیسری شریف احمد کو۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی موجد مفرح عنبری اپنے رسالہ موسوم بہ "خطوط امام بنام غلام" کے ص۹ پر لکھتے ہیں کہ وحی الٰہی کے مطابق ۲۷راپریل ۱۹۰۸ء کو حضور قادیان سے بعزم لاہور روانہ ہوئے۔ دو روز بٹالہ ٹھہر کر ۲۷ر ربیع الاوّل ۱۳۲۶ھ کو لاہور پہنچے۔ ۲۷ روز ہی لاہور میں تشریف فرما رہے اور پھر ۲۷رمئی ۱۹۰۸ء کو ہی مقبرہ بہشتی میں دفن ہوئے۔ غسل میرے ہاتھ سے ہوا اور دوسرے احباب پانی ڈالتے تھے۔ لاہور میں حضور کو تاریخ وفات کے رنگ میں یہ مصرعہ الہام ہوا۔

مکن تکیہ برعمر ناپائدار

(احمدیہ جنتری لاہور ۱۹۲۱ء ص۳۶) میں ہے کہ ۱۹۰۵ء میں جناب نے تبلیغ سلسلہ قادیانیہ کا کام اصحاب ذیل کے سپرد کیا۔ مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ، خواجہ کمال الدین، سید محمد احسن امروہی، صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد، خان صاحب محمد علی رئیس مالیر کوٹلہ، سیٹھ عبدالرحمان مدراسی، غلام رسول پشاوری، میر حامد شاہ سیالکوٹی، شیخ رحمت اللہ لاہوری، مرزا یعقوب بیگ شاہ پور، خلیفہ رشید الدین آگرہ، ڈاکٹر سید محمد حسین لاہور اور ڈاکٹر محمد اسماعیل لاہور۔ چنانچہ ۲۹رجنوری ۱۹۰۶ء کو سیکرٹری نے اپنے تبلیغی اصول شائع کرنے کا کام شروع کر دیا اور جناب نے اس انجمن کو یہ چارٹر عنایت کیا کہ انجمن کے امور وہی صحیح سمجھے جائیں۔ جو کثرت رائے سے پاس ہوں۔ مگر خاص دینی اغراض جو ہم سے تعلق رکھتے ہیں ان کی اطلاع مجھے دینی چاہئے۔ ممکن ہے کہ خداتعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو۔ میری زندگی کے بعد صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔ الراقم مرزاغلام احمد ۲۷راکتوبر ۱۹۰۷ء، ضمیمہ الوصیت کی دفعہ نمبر۶ میں لکھا ہے کہ چونکہ یہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔ اس لئے اسے دنیاداری کے رنگوں سے پاک رہنا چاہئے۔

۲۷رمئی ۱۹۰۸ء کو آپ کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہوکر جملہ اراکین نے متفقہ طور پر حکیم نورالدین صاحب کو خلیفہ المسیح قرار دیا اور آپ کی وفات ۱۳رمارچ ۱۹۱۴ء تک متفقہ کام قادیان

میں ہوتا رہا۔ مگر آپ کی وفات پر ہی وہ انجمن دو حصے ہوگئی اور ایک فریق تو وہیں قادیان میں رہا اور دوسرے فریق نے لاہور کو صدر مقام احمدیہ بلڈنگس قرار دیا۔ جہاں مسیح کی وفات ہوئی تھی اور اپنا امیر جماعت مولوی محمد علی صاحب کو مقرر کرلیا اور ۲ر مئی ۱۹۱۴ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے کام شروع ہوا اور ڈیڑھ سال (یعنی اخیر دسمبر ۱۹۱۵ء تک) کے عرصہ میں اخبار پیغام صلح جو مشترکہ سوسائٹی کی ملکیت تھا۔ اسے خرید کر قومی اخبار بنایا گیا۔ کل آمدنی اس عرصہ میں معہ شمولیت ووکنگ مشن ساڑھے باون ہزار سے اوپر ہوئی اور خرچ پونے اکاون ہزار کے قریب ہوا اور امیر صاحب نے حدیث کا درس دیا اور مولوی فضل الٰہی عربی پڑھاتے رہے۔ انگریزی ترجمہ قرآن مؤلفہ امیر صاحب چھپنا شروع ہوا اور جہاد اکبر اور حدوث مادہ وغیرہ رسائل مفت تقسیم کئے۔ ووکنگ مشن میں مولوی صدرالدین اور شیخ نور احمد اور خواجہ کمال الدین کام کرتے رہے۔ دوسرے سال (اکتوبر ۱۹۱۵ء لغایت ستمبر ۱۹۱۶ء) تقریباً ساڑھے چونسٹھ ہزار آمد ہوئی اور خرچ انگلستان میں پونے چونتیس ہزار ہوا۔ باقی ہندوستان میں پہنچا۔

اس سال تعلیمی طور پر کام شروع ہوا اور امیر صاحب نے النبوۃ فی الاسلام کتاب لکھی اور احمدیہ لائبریری ایڈیشن پر سلسلہ تصانیف احمدیہ کی پہلی جلد براہین احمدیہ ہر چہار جلد شائع ہوئی۔ مولوی محمد احسن امروہی بھی لاہوری فریق میں (قادیانی فریق سے نکل کر) شامل ہوگئے اور خرچ ۳۲ ہزار کے قریب ہوا۔ تیسرے سال (اکتوبر ۱۹۱۶ء لغایت ۱۹۱۷ء) میں انگریزی ترجمہ قرآن شریف باہتمام مولوی صدرالدین چھپ کر ہندوستان پہنچا۔ مسلم ہائی سکول مع کیمبرج کلاس کے جاری ہوا۔ مئی ۱۹۱۷ء میں کوٹ موگل اور موہن پور ضلع سیالکوٹ میں قوم پکھی وارہ کی اصلاح گورنمنٹ کی طرف سے اس انجمن کے سپرد ہوئی اور حسن کارکردگی میں انعام حاصل کیا۔ آمد ۳۷ ہزار کے قریب ہوئی اور خرچ ساڑھے ۳۴ ہزار کے قریب ہوا۔ یہ رسائل بھی جاری ہوئے۔ احمدیہ مؤومنٹ چار جلد، نکات القرآن وغیرہ مؤلفہ امیر صاحب سال چہارم (اکتوبر ۱۹۱۷ء، لغایت ستمبر ۱۹۱۸ء) ۵۵ ہزار کے قریب آمدنی ہوئی اور ۵۲ ہزار خرچ ہوا۔ مبلغین بھیجے اور امیر صاحب نے درس قرآن لاہور اور شملہ میں دیا اور نکات القرآن اور حقیقت المسیح شائع ہوئے۔ سال پنجم (اکتوبر ۱۹۱۸ء لغایت ستمبر ۱۹۱۹ء) ۷۳ ہزار تک آمدنی ہوئی اور ۶۷ ہزار تک خرچ ہوا۔ اسی سال اردو ترجمہ قرآنی، صحیح البخاری مترجم اور سیرت النبی ﷺ امیر صاحب نے مرتب کی۔ چنانچہ سیرت اکتوبر ۱۹۲۰ء میں شائع ہوگئی۔

۱۷......خاص خاص حالات مسیح قادیان

یوں تو سیرت المہدی اور کتاب البریہ کے اقتباسات مطالعہ کرنے کے بعد جناب کے مزید حالات دریافت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ مگر تاہم جن خیالات پر زیادہ زور دیا جاتا ہے ان پر بھی خامہ فرسائی کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

بیماریاں اور دوائیں

اسلاف کے بیان میں گذر چکا ہے کہ دماغی کمزوری آپ کے ورثہ میں تھی اور بچپن سے ہی آپ دائم المریض اور گوشہ نشین چلے آئے ہیں۔ شباب بھی آپ کا بیماریوں میں ہی گذرا اور شیخوخت میں تو اس قدر عوارض جمع ہو گئے تھے کہ آپ کو کتاب الوصیۃ لکھنی پڑی اور مرض الموت میں بھی آپ کو ہیضہ کا عارضہ ہوا تھا اور یہ کہنا کہ کیا کیا دوائیں استعمال کرتے تھے یا کن کن عوارض میں آپ گرفتار رہتے۔ ان کا کچھ بیان تو باب المزاج میں گذر چکا ہے اور کچھ رسالہ مسمے ''بہ خطوط امام بنام غلام'' مؤلفہ حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہوری موجد مفرح عنبری مطبوعہ ۹ر جولائی ۱۹۰۹ء سے اقتباسا درج ذیل ہے۔ جس میں حکیم صاحب نے آپ کے وہ خطوط فخریہ طور پر درج کئے ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً آپ نے ان کے نام روانہ کئے تھے۔ ہم ان کو نمبروار درج کرتے ہیں۔

۳...... مجی اخویم صاحب حکیم محمد حسین صاحب قریشی سلمہ اللہ تعالیٰ اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، چونکہ بباعث بیماری کے میرے گھر مشک خالص کی ضرورت ہے اور مجھے بھی سخت ضرورت ہے اور پہلی مشک ختم ہو چکی ہے۔ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال ہیں۔ دو تولہ مشک خالص دو شیشیوں میں ارسال کریں۔ بروز پنجشنبہ سیالکوٹ جاؤں گا۔ بہتر ہے کہ آپ اسٹیشن پر مجھے دے دیں۔ (غلام احمد ۲۲ر اکتوبر ۱۹۰۰ء)

۵...... آپ بیشک مشک خالص بقیمت خرید کر کے وی پی کر دیں۔

۷...... اس دفعہ دو دواؤں کی ضرورت ہے۔ ایک کیلورانہ جو دو دفعہ پہلے بھی منگا چکا ہوں۔ شاید چار روپے قیمت پر آتی ہے۔ دوسری دائی بیوٹر جو رحم کے لئے ہے۔ اس کے لئے دو روپے کافی ہوں گے۔ بذریعہ وی پی ارسال کریں۔

۱۰...... میرا چھوٹا لڑکا مبارک ضعف ہضم میں گرفتار ہے۔ آپ پیرش فیمیکل فورڈ یعنی شربت فولادی ایک بوتل بہت جلد بھیجیں۔ قیمت دی جائے گی۔ اس کو شدت تپ میں ام الصبیان کا عارضہ بھی ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر محمد حسین سے مشورہ کر کے کوئی اور دوا بھی بھیج دیں۔ جگر کا بھی خیال رہے۔

۱۲...... میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ اس کو اشیاء خود خرید دیں۔ ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں۔

۱۳...... چند روز سے سخت بیمار ہوں۔ بعض وقت جب دورہ دوران سر شدت سے ہوتا ہے تو خاتمہ زندگی محسوس ہوتا ہے۔ ساتھ سر درد بھی ہے۔ اس لئے روغن بادام سر اور پاؤں کی ہتھیلیوں پر ملنا مفید ہوتا ہے۔ بدست محمد یار پانچ روپے ارسال ہیں۔ ایک بوتل روغن بادام تازہ خرید کر کے بھیج دیں۔

۱۴...... آج مولوی یار محمد لاہور گئے۔ افسوس ضروری کام یاد نہ رہا۔ ایک تولہ مشک عمدہ خالص خوشبودار جس میں چھچھڑا نہ ہو۔ درجہ اوّل شرطی یا اپنی ذمہ داری پر بھیج دیں اور دو ڈبیا سر درد کی ٹکیوں کی بھی جو بڑی ہوں بھیج دیں۔

۱۷...... آپ براہ مہربانی ایک تولہ مشک خالص جس میں ریشہ، جھلی اور صوف نہ ہو اور تازہ وخوشبوناک ہو بہت جلد وی پی کریں۔ کیونکہ پہلی مشک ختم ہو چکی ہے اور بباعث دورہ مرض ضرورت رہتی ہے۔ (۲۸ر اپریل ۱۹۰۴ء)

۱۸...... ایک ضروری کام بوقت ملاقات یاد نہ رہا وہ یہ ہے کہ پہلی مشک جو آپ نے لاہور سے بھیجی تھی وہ ختم ہو چکی ہے۔ آپ جاتے ہی ایک تولہ مشک خالص جس میں چھچھڑا نہ ہو اور عمدہ خوشبودار ہو وی پی کر دیں۔ قیمت جتنی ہو مضائقہ نہیں اور ساتھ ہی اس کے انگریزی دکان سے ٹنکچر لونڈر جو ایک سرخ رنگ کا عرق ہے۔ (غالباً وہ انگوری شراب ہوتا ہے) پرسوں تک ضرور بھیج دیں۔ کیونکہ مجھے اپنی بیماری کے دورہ میں ان کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔

۱۹...... اشیاء مفصلہ ذیل ہمراہ لیتے آئیں۔ دوائی بیوٹر از دکان پلومر قیمتی ڈیڑھ روپیہ مشک خالص جس میں چھچھڑا نہ ہو قیمتی اٹھائیس روپے پان بیگمی عمدہ قیمتی ایک روپیہ اور ایک انگریزی وضع کا پاخانہ جس کی قیمت معلوم نہیں۔ اس کی قیمت یہاں سے مل جائے گی۔ مجھے دوران سر کی بہت شدت سے مرض ہو گئی ہے۔ پیروں پر بیٹھ کر پاخانہ کرنے سے کثرت پیشاب کی بہت شکایت ہے۔ تمام رات بار بار پیشاب آنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ پہلے میں نے سوڈا سیلی سلاس استعمال کیا تھا۔ فائدہ ہوا ۱۴ آنے کی خرید کر بھیج دیں۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے ذرے ریت کی طرح براق ہوتے ہیں۔ یہ دوائی دو تولہ بھیج دیں۔ قیمت کی کمی بیشی بعد میں دیکھی جائے گی۔ ساتھ ہی اس کے آٹھ جوڑہ جراب عمدہ ولایتی فی جوڑہ قیمتی ۸ آنے جلد تر وی پی کر دیں۔ کیونکہ ایک طرف دوران سر کی شکایت ہے اور دوسری طرف پاؤں کی سردی کی بھی تکلیف ہے۔ اگر کوئی

پشمینی پوستین کابلی جونئی اور گرم اور کشادہ ہو مل جائے تو اس کی قیمت سے بھی اطلاع دیں۔ جوڑہ جراب کسی رنگ کا ہو مضائقہ نہیں۔ اس قدر پاؤں کو سردی ہے کہ اٹھنا مشکل ہے۔

۲۱...... میری رائے میں مشک (مرسولہ) بہت عمدہ تھی۔ اگر چند ہفتوں میں گنجائش ہوئی تو اور منگوالوں گا۔ بوقت ضرورت جس طرح بن پڑے منگوانی پڑتی ہے۔ وہ مشک تھوڑی سی موجود ہے باقی سب خرچ ہو چکی ہے۔

۲۲...... ۷ر ستمبر ۱۹۰۷ء کو مبارک احمد فوت ہو گیا ہے اب برف نہ بھیجیں۔

۲۴...... میری بیماری کے لئے روغن بادام تازہ بھیج دیں۔ ان خطوط پر عموماً تاریخ روانگی نہیں دی گئی اور حکیم صاحب نے ص ۸ پر ایک نوٹ دیا ہے کہ: ''میں اپنا فخر سمجھتا ہوں کہ حضور (مرزا قادیانی) اس ناچیز کی تیار کردہ مفرح عنبری کا بھی استعمال فرماتے تھے۔ چونکہ دورہ مرض کے وقت اکثر مشک و دیگر مقوی دل ادویات کی ضرورت رہتی تھی۔ جو اکثر میری معرفت جایا کرتی تھیں۔ مجھے خیال آیا کہ میری مفرح عنبری آپ استعمال کریں تو بہت سا خرچ بچ جائے گا۔ لہٰذا میں نے ایک دفعہ دوسری ادویہ کے ساتھ ایک ڈبیہ مفرح عنبری بھی بھیج دی اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ اگر آپ کو موافق آ جائے تو ہمیشہ پیش کر دیا کروں گا۔ میری خواہش پوری ہوئی اور آپ نے ایک ہفتہ بعد میر مہدی حسین کو بھیج کر قیمتہً ایک اور ڈبیہ منگائی تو میں نے قیمت واپس کرتے ہوئے ایک اور ڈبیہ بھیج دی۔ اس کے بعد آپ نے لاہور کو آخری سفر کیا۔''

اور ص ۷ پر لکھا ہے کہ: ''گرم پوستین چالیس روپیہ میں خرید کر کے بھیج دی گئی تھی۔ جس کی نصف قیمت بیس روپے مستری محمد موسیٰ سوداگر بائیسکل نے دی تھی۔''

اور ص ۳ پر لکھتے ہیں کہ: ''آپ مجھ سے ہی مشک منگوایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ خادم امرتسر سے لے گیا تھا تو آپ نے واپس کر دی تھی۔''

اخبار الحکم ۲۸ر مئی ۱۹۰۶ء میں ہے کہ مرزا قادیانی کو اسہال کی بیماری بہت دیر سے تھی۔ دماغی کام کرتے (تو بڑھ جاتی) کھانا ہضم نہ ہوتا۔ دل سخت کمزور تھا۔ نبض ساقط ہو جایا کرتی تھی۔ مشک و عنبر کے استعمال سے واپس آ جاتی تھی۔ لاہور کے آخری قیام میں بھی یہ عارضہ دو تین دفعہ پیش آیا۔ لیکن ۲۵ر مئی ۱۹۰۸ء کی شام کو جب سارا دن پیغام صلح کا مضمون لکھنے کے بعد سیر کو تشریف لے گئے تو واپسی پر پھر یہ دورہ شروع ہو گیا اور وہی دوائی مقوی معدہ جو استعمال ہوتی تھی مجھے حکم بھیج کر تیار کرائی۔ مگر فائدہ نہ ہوا اور قریباً گیارہ بجے ایک اور دست آنے پر طبیعت از حد

کمزور ہوگئی۔ مجھے اور حکیم نورالدین کو بلایا۔ مقوی ادویات دی گئیں۔ اس خیال سے کہ دماغی کام کی وجہ سے یہ مرض ہے۔ نیند آنے سے آرام آجائے گا۔ اس لئے ہم واپس چلے گئے۔ دو تین بجے کے درمیان ایک اور بڑا دست آیا۔ نبض بالکل بند ہوگئی تو حکیم نورالدین اور خواجہ کمال الدین نے مجھے اور میرے برادر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کو گھر سے بلوایا۔ مرزا قادیانی نے یعقوب بیگ سے پاس بلا کر کہا کہ مجھے اسہال کا دورہ سخت ہوگیا ہے۔ دوائی تجویز کریں۔ علاج شروع ہوا مگر حالت نازک تھی۔ نبض واپس نہ آئی۔ اس لئے ہم پاس ہی رہے۔ یہاں تک کہ سوا دس بجے آپ رخصت ہوگئے۔ (البشریٰ ج ۲ ص ۱۰۵) میں ہے کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ یہ الہام پورا نہ ہوا تو لاہوریوں نے لاہور کو ہی مدینۃ المسیح تصور کرلیا اور قادیانیوں نے قادیان کو ہی دارالامان یعنی مکہ بنا ڈالا۔ تا کہ یہ مفہوم پیدا ہوجائے کہ یا لاہور میں مریں گے یا قادیان میں۔ مگر ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کس جرأت سے مکہ و مدینہ، نبی و رسول، بیت المقدس، دمشق منارۂ بیضاء اور باب لد وغیرہ تیار کرلئے ہیں۔ لیکن نقل نقل ہی ہے اور اصل اصل۔ دانش مند نقلی مال کے خواہاں نہیں ہوتے اور اصلی مال کو بڑے داموں پر خریدتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ مسیح موعود حضور ﷺ کے روضہ نبویہ میں دفن ہوں گے۔ اس کی تاویل یوں کی کہ بروزی طور پر بہشتی مقبرہ ہی گنبد خضراء کا مقام ہے۔ اس لئے آپ روضہ نبویہ میں ہی دفن ہوئے ہیں اور یہ بھی وارد ہے کہ مسلمان مسیح پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔ اس کا مطلب یوں گھڑ لیا کہ صرف آپ پر نماز جنازہ حاضر یا غائب پڑھنے والے ہی اس وقت مسلمان ہوں گے۔ باقی اہل اسلام سب کافر ہوں گے۔ یہ بھی وارد ہے کہ مسیح روحا کے درمیان تلبیہ کریں گے تو اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ ایک وسیع میدان یعنی قادیان میں مسیح موعود تبلیغ اسلام کی آواز کو بلند کرینگے۔ یہ بھی وارد ہے کہ مسیح نکاح کر کے اولاد پیدا کرے گا تو آپ نے نکاح ثانی سے اولاد پیدا کرلی تھی۔ مگر محمدی بیگم اس پیشین گوئی کا مصداق نہ بن سکی۔ ورنہ یہ کہنے کی بھی گنجائش نہ رہتی کہ نکاح ثانی دعویٰ مسیحیت سے پہلے تھا۔

تمدن رئیسانہ

پہلے عنوان میں بیان ہوچکا ہے کہ آپ اپنی دماغی بیماریوں کے لئے مشک، وائن اور مفرح عنبری وغیرہ کا استعمال کیا کرتے تھے۔ جو خاص امراء و شرفاء کا حصہ ہے۔ اب ہم حکیم محمد حسین صاحب قریشی کی کتاب موسوم بہ خطوط امام بنام غلام سے چند تحریریں درج کرتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا باقی تمدن بھی امیرانہ تھا۔

۱...... اخویم حکیم محمد حسین صاحب السلام علیکم! مولوی یار محمد آپ کے پاس پہنچتے ہیں۔ کچھ اشیاء خریدنی ہیں۔ آپ اپنے ہمراہ اشیاء خرید دیں روپیہ مرسلہ کم نکلے تو اپنی طرف سے دے دیں میں بھیج دوں گا۔ (۲۰/اکتوبر۱۹۰۴ء خط نمبر۲ ص۲)

۲...... آپ کے جو میرے ذمہ تھے بھیجے گئے ہیں اور ۳۲ دانہ طلائی زیور پونچیاں تاگہ ڈالنے کے لئے بھیجتا ہوں۔ تیار کروا کر بدست حال بھیج دیں۔ (خط نمبر۴ ص۳)

۳...... کل کے خط میں سہواً میں اس بستر کی رسید بھیجنا بھول گیا۔ جو آپ نے اخلاص کی راہ سے بھیجا تھا۔ سردی میں میرے لئے بہت کارآمد ہے۔ جزاکم اللہ خیراً! (خط ۶ ص۳)

۴...... رات کا وقت ہے۔ قیمت نہیں بھیج سکتا۔ آپ مفصلہ ذیل کپڑے ساتھ لے آویں۔ (حکیم صاحب نوٹ لکھتے ہیں کہ) یہ کپڑے مبارکہ بیگم کی تقریب نکاح پر منگوائے تھے۔ (خط۲۳ ص۷)

۵...... حکیم صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے بٹالہ کے راستہ سے قادیان جانے کو آپ سے پینس مانگی تھی۔ کیونکہ میری بیوی حاملہ میرے ساتھ تھی تو آپ نے جواب لکھا کہ سڑک بٹالہ سے لے کر قادیان تک بالکل خراب ہے۔ پینس کی سواری خطرناک ہے۔ حمل کی حالت میں گویا ہلاکت کے ہاتھ میں ڈالنا ہے۔ (خط نمبر۱۲ ص۵)

۶...... ہمارا مکان جو باغ کے ایک طرف واقع ہے۔ خطرناک ہے۔ اس لئے آج خیمہ خریدنے کے لئے بدست شیخ عبدالرحیم صاحب بھیجتا ہوں۔ آپ معہ تجربہ کار احباب کے خیمہ مع قناتوں اور دوسرے سامان کے بہت جلد روانہ فرمائیں اور کسی بیچنے والے کو یہ خیال نہ ہو کہ کسی نواب صاحب نے یہ خیمہ خریدنا ہے۔ کیونکہ نوابوں سے بہت قیمت لیتے ہیں۔ خیمہ نیا ہو پاخانہ وغیرہ کا بھی انتظام ہو۔ (خط نمبر۹ ص۴)

بموجب تاکید والدہ محمود آپ میری لڑکی مبارکہ کے لئے ایک قمیص ریشمی یا جالی کی جو چھ روپے سے زیادہ نہ ہو عید سے پہلے تیار کر کے بھیج دیں۔ (۱۴/فروری۱۹۰۴ء خط نمبر۱۱ ص۵)

۷...... ہمارا پہلا گھنٹہ بگڑ گیا ہے۔ اس لئے ۹ روپیہ بھیجتا ہوں۔ بخوبی امتحان کر کے ارسال فرماویں۔ بشرطیکہ نیم گھنٹہ کی آواز دینے والی کل ہرگز نہ ہو۔ کیونکہ بسا اوقات دھوکا لگ جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اور چیزیں بھی خریدنی ہیں۔ (خط نمبر۱۳ ص۵)

۸...... تمام چیزیں اور کپڑے بڑی احتیاط سے خرید دیں۔ حماموں کی قیمت معہ کرایہ مولوی محمد علی صاحب کو دے دیئے ہیں۔ (خط نمبر۱۵ ص۸)

دعائیں

احمدیہ جنتری ۱۹۲۵ء میں ہے کہ:

۱...... آپ نے اپنی امت کو یوں دعاء کرنے کے لئے ارشاد کیا کہ طریق استخارہ یوں ہے کہ رات کو توبہ نصوح کر کے دو رکعت نماز نفل کی رکعت اوّل میں سورۂ یٰسین پڑھو۔ دوسری میں اکیس دفعہ سورۂ اخلاص نفل کے بعد تین سو مرتبہ درود شریف پڑھو اور تین سو مرتبہ استغفار۔ پھر دعاء کرو کہ اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور مقبول مردود مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری طرف التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک جو مسیح موعود اور مہدی ومجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ کیا حال ہے کیا صادق ہے یا کاذب مردود ہے یا مقبول؟ اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما تا کہ اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے گمراہ نہ ہوں۔ مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک فتنہ سے بچا۔ کیونکہ ہر ایک وقت تجھ ہی کو ہے۔ یہ استخارہ کم از کم دو ہفتے کریں۔ بشرطیکہ دل میں بغض نہ ہو۔ ورنہ خواب میں شیطان آئے گا۔ (بدرج۹)

۲...... صوفی احمد جان لدھیانوی ۱۳۲۲ھ کو حج کرنے گئے تو آپ نے ان کو یہ دعاء لکھ دی کہ میری طرف سے بیت اللہ شریف میں پڑھیں۔ چنانچہ صوفی صاحب نے حج اکبر کے دن بیت اللہ شریف میں یہ دعاء پڑھی اور ساتھ کی جماعت آمین کہتی رہی۔ وہ دعاء یہ ہے۔
''اے ارحم الراحمین ایک تیرا بندہ عاجز اور ناکارہ پر خطا اور نالائق غلام احمد اور جو تیری زمین ملک ہند میں ہے۔ اس کی یہ عرض ہے کہ تو مجھ سے راضی ہو اور میرے گناہ بخش کہ تو غفور رحیم ہے اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو بہت ہی راضی ہو جائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق ومغرب کی دوری ڈال۔ میری زندگی میری موت اور میری ہر ایک قوت جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار اور اپنے ہی کامل محبین میں مجھے اٹھا۔ جس کام کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے۔ اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین اور بے خبروں پر پوری کر اور اس عاجز کو اور اس کے محبوں کو اپنے ظل حمایت میں رکھ کر دین ودنیا میں ان کا متکفل ہو اور سب کو دار الرضاء میں پہنچا اور اپنے رسول اور اس کی آل پر درود اور رحمت نازل فرما۔''

۳...... یہ دعا ہر روز رات دن سجدہ نماز میں کئی مرتبہ پڑھنی چاہئے۔ "یا من هواحب کل محبوب اغفرلی وتب علی وادخلنی فی عبادك المخلصین"
(خط بنام منشی رستم علی ۱۵ار فروری ۱۸۸۸ء)

۴...... بہتر ہے کہ یہ دعا، نماز میں پڑھی جائے۔ کیونکہ یہ اسم اعظم ہے۔ اسے جو پڑھے گا آفت سے نجات پائے گا۔ "رب کل شیٔی خادمك، رب فاحفظنی وانصرنی وارحمنی" ہیضہ کے لئے رات اٹھ کر اس اسم اعظم کا تکرار نماز کے رکوع وجود وغیرہ اور دوسرے وقتوں میں کرو۔ (الحکم ج ۷)

۵...... ہر نماز کے آخری رکعت میں یہ دعاء بکثرت پڑھو تاکید ہے۔ "ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار" (دسمبر ۱۹۹۸ء)

۶...... وبائی بیماری کے لئے یہ اسم پڑھو "یا حفیظ یا عزیز یا رفیق"
(الحکم ج ۷)

۷...... قادر اور کامل خدا! جو ہمیشہ نبیوں سے ظاہر ہوتا رہا اور ظاہر ہوتا رہے گا۔ یہ فیصلہ جلد ظاہر کر کہ پگٹ اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر دے۔ کیونکہ تیرے عاجز بندے اپنے جیسے انسانوں کی پرستش میں گرفتار ہو کر تجھ سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ ان کو اس زہر سے رہائی بخش اور اپنے وعدوں کو پورا کر۔ جو اس زمانہ کے لئے تیرے تمام نبیوں نے کئے ہیں...... اور حقیقی نجات کے سرچشمہ سے ان کو سیراب کر...... کیونکہ نجات تیری محبت میں ہے کسی کے خون میں نہیں ہے۔ ...مخلوق پرستی پر بہت سا عرصہ گذر چکا ہے۔ اب ان پر تو رحم کر...... صلیب اور خون کے خیالات سے ان کو نجات بخش۔ میری دعائیں سن اور آسمان سے نور نازل کرتا کہ وہ تجھے دیکھ لیں...... نوح کے دنوں کی طرح ان کو ہلاک مت کر کہ آخر وہ تیرے بندے ہیں...... جب کہ تو نے مجھے اس کام کے لئے بھیجا ہے۔ سو میں تیرے منہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں نامرادی سے مروں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ اپنی وحی کے ذریعہ تو نے مجھے وعدے دیئے ہیں۔ ان وعدوں کو تو پورا کرے گا۔ ضرور کرے گا کیونکہ تو ہمارا صادق خدا ہے۔ میرا بہشت دنیا میں یہی ہے کہ تیرے بندے مخلوق پرستی سے نجات پائیں۔ وہ مجھے عطاء کر اور ان پر ظاہر کر دے کہ وہ خدا سے بے خبر ہیں۔ (حکم ج ۸ ص ۴)

۸...... گناہوں سے مخلصی کی دعا یہ ہے کہ میں گنہگار ہوں۔ تیری دستگیری کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا تو مجھے گناہوں سے پاک کر۔ (بدر ج ۲ ص ۳۰)

۹...... اے خدا اگر چہ تیری عادت ہے کہ بچوں اور امیوں کو سمجھ عطاء کرتا ہے اور حکیموں اور فلاسفروں کی آنکھ پر پردہ ڈالتا ہے۔ مگر میں عرض کرتا ہوں کہ ان لوگوں سے ایک جماعت میری طرف کھینچ لا۔ تاکہ تیری نعمت کا قدر پہچان کر اس کے حاصل کرنے کو متوجہ ہوں۔

۱۰...... ۲۰/اگست ۱۸۸۵ء میں حکیم نورالدین کو بچہ کی علالت کے لئے یوں لکھا کہ رات کو دوگانہ پڑھ کر یہ دعاء کرو کہ اے میرے محسن خدا میں تیرا پر معصیت بندہ ہوں تو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا تو نے ہمیشہ پردہ پوشی کی ...... تو اب بھی مجھ پر پردہ پوشی کر۔

۱۱...... فروری ۱۸۹۵ء کو نواب محمد علی کو خط لکھا کہ خدا میں تیرے احسانوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ میرے گناہ بخش دے تاکہ ہلاک نہ ہو جاؤں۔ اپنی محبت میرے دل میں ڈال تاکہ مجھے زندگی حاصل ہو جائے۔ میری پردہ پوشی کر اور مجھ سے ایسے عمل کرا کہ تو راضی ہو جائے۔ دنیا اور آخرت کی آفت سے بچا۔

خلاصہ یہ ہے کہ کچھ دعائیں احادیث کا ترجمہ ہیں اور کچھ خود ساختہ ہیں جو عیسائی طرز تعلیم سے ملتی جلتی ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ آپ کی دعائیں منظور نہ ہوئیں۔ ورنہ آج کوئی عیسائی نظر نہ آتا۔ حالانکہ آپ کے زمانہ میں اگر ہندوستان کے عیسائی سات لاکھ تھے تو آج اٹھائیس لاکھ تک بڑھ گئے ہیں تو پھر یہ شوخی کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ ہماری دعائیں قبول ہوتی ہیں اور قبولیت دعاء کو معیار صداقت کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ مرزائی ضرور ہی مسلمانوں سے الگ ہو کر نماز پڑھیں۔ کیونکہ جو دعائیں مرزائی پڑھتے ہیں مسلمان نہیں پڑھتے۔ غالباً درود شریف بھی مرزائیوں کا الگ ہے۔ جس میں ''وصلی اللہ علیٰ عبدہ المسیح الموعود'' کا اضافہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ خدا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو پھر ان کی امت درود کیوں نہ بھیجے۔

مشہور واقعات متعلقہ جماعت مرزائیہ

۱...... ماہ...... جنوری

(۱) مدرسہ تعلیم الاسلام کا اجراء قادیان میں ۱۸۹۸ء	(۱۲) میاں محمود پیدا ہوئے ۱۸۸۹ء
(۳) سعد اللہ لدھیانوی مر گیا۔ ۱۹۰۷ء (۵) مسجد کے سامنے دیوار بنائی گئی۔ ۱۹۰۰ء	(۲۰) ریویو آف ریلیجنز زیر ادارت مولوی محمد علی جاری ہوا۔ ۱۹۰۲ء
(۱۱) رستم علی مر گیا ۱۹۰۹ء	(۲۷) امتہ النصیر پیدا ہوئی۔ ۱۹۰۳ء

۲......سلام......فروری

(۱) تعلیم الاسلام کی ہائی کلاسیں کھلیں۔۱۹۰۰ء	(۲۰) الحکم شروع ہوا۔۱۸۹۸ء
(۱) سیکھواں ضلع گورداسپور میں تعلیم الاسلام کی شاخ کھولی گئی۔۱۹۰۷ء	(۲۵) عبدالمجید دہلوی فالج سے فوراً مر گیا۔ ۱۹۰۷ء
(۱۷) نواب محمد علی مبارکہ بیگم کا نکاح بمعاوضہ مہر ۵۶ ہزار۔۱۹۰۸ء	

۳......عجل......مارچ

(۱) مسیح نے لدھیانہ میں بیعت لی۔۱۸۸۹ء	(۱۳) خلیفہ نورالدین کی وفات۔۱۹۱۴ء
(۱) تشحیذ الاذہان شروع ہوا۔۱۹۰۶ء	(۱۴) رخصتانہ مبارکہ بیگم۔۱۹۰۹ء
(۶) لیکھرام قتل ہوا۔۱۸۹۷ء	(۲۰) لاہوری پارٹی الگ ہوگئی۔۱۹۱۴ء
(۱۳) منارۃ المسیح اور بیت الدعاء کی بنیاد۔۱۹۰۳ء	(۲۲) جلسہ شوریٰ بین الجماعتیں ہوا۔۱۹۱۴ء
(۱۳) انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد ۱۹۱۰ء اور بیت الدعاء کی تیاری رحمت اللہ لاہور کے خرچ سے۔۱۹۰۳ء	

۴......مبارک......اپریل

(۴) زلزلہ پنجاب میں آیا۔۱۹۰۵ء	(۱۳) خطبہ عربیہ الہامیہ عید اضحیٰ پر۔۱۹۰۰ء
(۴) چراغ الدین جمونی طاعون سے مر گیا۔۱۹۰۶ء	(۲۰) بشیر احمد کی ولادت ہوئی۔۱۸۹۳ء
(۸) منشی الٰہی بخش مصنف عصائے موسیٰ طاعون سے مر گیا۔۱۹۰۷ء	(۲۷) لاہور میں درس قرآن شروع ہوا۔۱۹۱۴ء

۵......الرحیل......مئی

(۱) فیض اللہ چک ضلع گورداسپور میں تعلیم الاسلام کی برانچ کھولی گئی۔۱۹۰۷ء	(۲۴) شریف احمد کی ولادت ہوئی۔۱۸۹۵ء
(۵) عبدالرحمٰن ولد منظور الٰہی پیدا ہوا۔۱۹۱۱ء	(۲۶) نصیر الدین ولد میاں محمود احمد تولد ہوا۔۱۹۰۶ء
(۱۴) صدرالدین پہلی دفعہ یورپ گئے۔۱۹۱۴ء	(۲۶) مرزا قادیانی کا انتقال ہوا۔ (بمقام احمدیہ بلڈنگس برمکان سید محمد حسین لاہور) ۱۹۰۸ء
(۲۳) آتھم سے امرتسر میں مباہلہ ہوا۔۱۹۰۳ء	(۲۸) تعلیم الاسلام کالج کا افتتاح ہوا۔۱۹۰۳ء
(۲۷) بوقت ۵ ربجے بہشتی مقبرہ میں جنازہ دفن ہوا۔۱۹۰۸ء	

۶.....فوق.....جون

(۱) صدرالدین یورپ بار اوّل پہنچے۔۱۹۱۴ء	(۲۵) امۃ الحفیظ کی ولادت۔۱۹۰۴ء
(۶) آتھم سے مباحثہ ختم ہوا۔۱۸۹۳ء	(۲۷) محمد احمد ولد مولوی محمد علی ایم اے کی ولادت۔۱۹۲۰ء
(۱۴) مبارک احمد کی ولادت۔۱۴؍صفر ۱۳۱۷ھ،۱۸۹۹ء	(۲۸) شیخ نور احمد ایجنٹ خواجہ کمال الدین یورپ گئے۔۱۹۱۳ء
(۳۰) عبدالحیٔ ولد نورالدین کی آمین ہوئی۔۱۹۰۵ء	

۷.....برکات.....جولائی

(۱) مولوی محمد علی نے قادیان کو ہجرت کی۔۱۸۹۸ء	(۲۲) مولوی محمد حسین سے لدھیانہ میں مباحثہ شروع ہوا۔۱۸۹۱ء
(۱) رسالہ تعلیم الاسلام صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے شائع ہوا۔۱۹۰۶ء	(۲۷) آتھم فیروز پور میں مر گیا۔۱۸۹۶ء
(۲) شیخ نور احمد ولد چوہدری فتح محمد بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے۔۱۹۱۳ء	(۲۹) خواجہ کمال الدین کا لیکچر مذہبی کانفرنس پیرس میں خصوصیات اسلام پر ہوا۔۱۹۱۳ء
(۱۰) پیغام صلح لاہور کا اجراء ہوا۔۱۹۱۳ء	(۳۰) مولوی محمد حسین سے مباحثہ ختم ہوا۔۱۸۹۱ء

۸.....تخت.....اگست

(۱) عبدالحمید جہلمی کی معرفت ڈاکٹر کلارک نے اقدام قتل کا مقدمہ دائر کیا۔۱۸۹۷ء	(۲۰) دیوار مانع مسجد گرائی گئی۔۱۹۰۱ء
(۷) بشیر اوّل پیدا ہوا۔ (۱۶؍ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ،۱۸۸۷ء)	(۲۱) عبدالکریم کو سرطان ہوا۔۱۹۰۵ء
(۱۳) خواجہ کوووکنگ مسجد پر قبضہ ملا۔۱۳۳۱ھ	(۲۳) عبدالحمید والا مقدمہ خارج ہوا۔۱۸۹۷ء
(۱۴) حکیم حسام الدین سیالکوٹی مر گیا۔۱۹۱۳ء	(۳۰) مبارک احمد کا نکاح ڈاکٹر سید ستار شاہ کی لڑکی مریم بیگم سے ہوا۔۱۹۰۷ء

۹......خیر......ستمبر

(۱)اخبار القادیان کا نمونہ بابو محمد فضل نے شائع کیا۔۱۹۰۲ء	(۱۵) تعلیم الاسلام کو سرکار نے منظور کرلیا۔ ۱۹۰۰ء
(۳)لاہور آپ کا لیکچر ہوا۔۱۹۰۴ء	(۱۶) تعلیم الاسلام میں شاخ دینیات کھولی گئی۔۱۹۰۰ء
(۴)خواجہ بمبئی سے یورپ کو گئے۔۱۹۱۲ء	(۱۶)صاحبزادہ مبارک احمد مرگیا۔۱۹۰۷ء
(۵)بشیر کا نکاح سرور سلطان بنت مولوی غلام حسن سب رجسٹرار پشاور سے ہوا۔مہر ایک ہزار ۱۹۰۲ء	(۲۴)خواجہ صاحب یورپ پہنچ گئے۔۱۹۱۲ء

۱۰......بشارت......اکتوبر

(۳)محمود نے آپ کی بیعت کی۔۱۸۹۸ء	(۱۴)محمود کا نکاح ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین کی لڑکی محمودہ بیگم سے ہوا۔۱۹۰۲ء
(۸)اخبار الحکم امرتسر سے شائع ہوا۔۱۸۹۷ء	(۲۲) آپ بمعہ عیال دہلی گئے۔۱۸۹۱ء
(۹)خواجہ نے مدینہ طیبہ کی زیارت کی۔۱۹۱۴ء	(۲۳) آپ کا مباحثہ مولوی محمد بشیر سے دہلی میں شروع ہوا۔۱۸۹۱ء
(۱۰)خواجہ مکہ شریف کو گئے۔۱۹۱۴ء	(۲۹) جماعت احمدیہ کا مباحثہ مولوی ثناء اللہ سے بمقام مد ضلع گورداسپور شروع ہوا۔۱۹۰۲ء
(۱۱)مولوی عبدالکریم کی وفات ہوئی۔۱۹۰۵ء	(۳۱)البدر قادیان سے جاری ہوا۔۱۹۰۲ء
(۳۰)خواجہ نے حج کرلیا۔۱۹۱۴ء	(۳۰)مد کا مباحثہ ختم ہوا۔۱۹۰۲ء

۱۱......قبول......نومبر

(۱) سیالکوٹ میں راجہ کشمیر کی سرائے میں آپ کا لیکچر ہوا۔۱۹۰۴ء	(۱۲)جلسۃ الوداع ۱۴ تک رہا۔۱۸۹۹ء
(۴)فرقہ احمدیہ مردم شماری میں لکھوانے کا حکم ہوا۔۱۹۰۰ء	(۱۵)عید فنڈ کی بنیاد پڑی۔(بہ تحریک جماعت سیالکوٹی)۱۹۰۰ء
(۶) آپ کا لدھیانہ میں لیکچر ہوا۔۱۹۰۵ء	(۱۵) شریف احمد کا نکاح نواب محمد علی کی لڑکی زینب سے بمہر ایک ہزار ہوا۔۱۹۰۰ء

(۷) فضل الٰہی ولد منظور الٰہی بمقام لاہور پیدا ہوا۔ ۱۹۰۹ء	(۱۶) ہیڈ لے مسلمان ہوا۔ ۱۹۱۳ء
(۱۰) دہلی کا مناظرہ ختم ہوا۔	(۲۰) غلام فاطمہ زوجہ مولوی محمد علی پیدا ہوئی۔ ۱۹۰۶ء
(۲۱) منظور الٰہی کا نکاح رسول بیگم سے ہوا۔ بمہر دوصد روپیہ۔ ۱۹۰۸ء	(۲۱) بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئی۔ ۱۹۰۸ء
(۲۵) رقیہ بنت مولوی محمد علی پیدا ہوئی۔ ۱۹۰۶ء	(۳۰) بشیر احمد شریف احمد مبارکہ بیگم کی آمین ہوئی۔ ۱۹۰۵ء

۱۲..... فلک ..... دسمبر

(۸) رسل بابا امرتسری طاعون سے مرا۔ ۱۹۰۲ء	(۲۰) رسالہ الوصیۃ شائع ہوا۔ ۱۹۰۵ء
(۱۶) لارڈ سٹینڈ لے عبدالرحمٰن نے وفات پائی۔ ۱۹۰۲ء	(۲۵) ڈاکٹر محمد حسین نے بیعت کی۔ ۱۹۰۲ء
(۱۸) سجادہ نشین چکوڑی والا دفعۃً لاولد مرگیا۔ کیونکہ آتھم کے ساتھ اس کو بھی خطاب تھا۔ ۱۹۰۷ء	(۲۶) افتتاح مقبرہ بہشتی ہوا۔ جس میں مولوی عبدالکریم کی لاش منتقل ہوئی۔ ۱۹۰۵ء
(۲۷) جلسہ مذاہب اسلام لاہور میں آپ کی تقریر اعلیٰ رہی۔ جو مولوی عبدالکریم نے پڑھی تھی۔ ۱۸۹۶ء	(۲۷) لغایت ۲۹ سالانہ جلسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ جس میں پہلے ۷۶ آدمی شامل ہوئے۔

سنہ مرزائیہ

چونکہ پنجاب میں آپ کی پہلی بیعت ۱۸۸۸ء سے کچھ تغیر رونما ہوا تھا۔ اس لئے اس کی یادگار میں اسی سال ۱۸۸۸ء سے انہوں نے بھی اپنے نئے مہینے تجویز کئے ہیں اور ہر ایک ماہ کے ضمن میں ایک ایک الہام کا مفہوم مضمر رکھا ہے۔ گویا وہ ایک ایک الہام کی یادگار ہیں اور ۱۹۳۳ء میں آپ کا ۴۵ سنہ ہوگا۔

۱..... فلک۔ ''اصنع الفلک باعیننا ووحینا'' (۱۸۵۸ء)

۲..... مانع۔ ''منعہ مانع من السماء'' اعجاز المسیح کی مانند بنانے سے آسمانی روکاٹ نے روک دیا ہے۔ (۱۴؍جنوری ۱۹۰۱ء)

۳..... سلام۔ (۱۰؍فروری ۱۹۰۶ء)

۴...... عجل۔''عجل جسد لہ خوار''لیکھرام بچھڑے کی طرح آواز کرے گا۔ (۶؍مارچ ۱۸۹۷ء)

۵...... مبارک۔''مبارک''(قبولیت خطبہ الہامیہ ۱۳؍اپریل ۱۹۰۰ء)

۶...... الرحیل۔''الرحیل ثم الرحیل''(وفات مسیح ۹؍مئی ۱۹۰۸ء)

۷...... فوق۔''جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا''(جون)

۸...... برکات۔اسمائے مہدی ومسیح کاراز۔(۴؍جولائی ۱۸۹۸ء)

۹...... تخت۔آسمان سے کئی تخت اترے۔مگر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔ (۲۷؍اگست ۱۸۹۹ء)

۱۰...... خیر۔''خیر''(۱۵؍ستمبر ۱۹۰۶ء)

۱۱ بشارت۔بشارت باتر اا اے احمد من تو مراد متی وباممنی،نشاندم درخت بزرگی ترابدست خود۔(۱۵؍نومبر ۱۸۹۶ء)

۱۲...... قبول۔تیری دعاء قبول کی گئی۔(۱۵؍نومبر ۱۹۰۶ء)

ہر سال ماہ عجل ۳۰یوم کا ہوگا۔مگر چوتھے سال ۳۱یوم کا ہوگا۔بشرطیکہ اس سال کے اعداد چار پر تقسیم ہوسکیں۔ہر صدی اور ہزار سال کے اخیر پر بھی ماہ عجل ۳۰یوم کا ہوگا۔مگر چوتھی صدی پر ۳۱یوم کا ہوگا۔بشرطیکہ وہ صدی یا ہزار سال چار پر تقسیم ہوسکے۔

تاریخ ہائے تصانیف مسیح معہ تاریخ اشاعۃ

۱...... براہین احمدیہ جلد اوّل،دوم ۱۸۸۰ء،سوم ۱۸۸۲ء،چہارم ۱۸۸۴ء،پنجم۔۱۵؍اکتوبر ۱۹۰۸ء

۲...... سرمہ چشم آریہ۔۱۸۸۶ء

۳...... شحنہ حق۔۱۸۸۷ء

۴...... عیسائی کے جواب۔۱۸۹۰ء

۵...... توضیح مرام۔۲۲؍جنوری ۱۸۹۱ء

۶...... فتح اسلام۔۲۲؍جنوری ۱۸۹۱ء

۷...... ازالہ اوہام جلد اوّل،دوم۔۳؍ستمبر ۱۸۹۱ء

۸...... الحق بحث لدھیانہ جولائی ۱۸۹۱ء۔بحث دہلی نومبر ۱۸۹۱ء

۹...... آسمانی فیصلہ ۲۷؍دسمبر ۱۸۹۱ء

۱۰...... نشان آسمانی۔۲۲؍مئی ۱۸۹۲ء

۱۱...... آئینہ کمالات اسلام۔ ۲۶؍فروری ۱۸۹۳ء

۱۲...... برکات الدعاء۔ ۲؍اپریل ۱۸۹۳ء

۱۳...... جنگ مقدس۔ ۲۲؍مئی ۱۸۹۳ء

۱۴...... حجۃ الاسلام۔ جون ۱۸۹۳ء

۱۵...... تحفہ بغداد۔ جولائی ۱۸۹۳ء

۱۶...... کرامات الصادقین۔ ۲۴؍اگست ۱۸۹۳ء

۱۷...... شہادت القرآن۔ ۲۲؍دسمبر ۱۸۹۳ء

۱۸...... نور الحق جلد اوّل فروری ۱۸۹۴ء، جلد دوم ۱۸؍مئی ۱۸۹۴ء

۱۹...... اتمام الحجۃ۔ جون ۱۸۹۴ء

۲۰...... سر الخلافۃ عربی۔ ۱۴؍جولائی ۱۸۹۴ء

۲۱...... انوار الاسلام۔ ۶؍ستمبر ۱۸۹۴ء

۲۲...... ضیاء الحق۔ مئی ۱۸۹۵ء

۲۳...... نور القرآن جلد اوّل ۱۵؍جون ۱۸۹۵ء، جلد دوم ۲۰؍دسمبر ۱۸۹۵ء

۲۴...... آریہ دھرم۔ ۲۲؍ستمبر ۱۸۹۵ء

۲۵...... ست بچن۔ یکم؍دسمبر ۱۸۹۵ء

۲۶...... لیکچر جلسہ مہوتسو۔ ۲۷؍دسمبر ۱۸۹۶ء

۲۷...... انجام آتھم معہ ضمیمہ۔ ۲۲؍جنوری ۱۸۹۷ء

۲۸...... سراج منیر۔ ۲۴؍مارچ ۱۸۹۷ء

۲۹...... روئداد جلسہ احباب تقریب جشن دہلی۔ مئی ۱۸۹۷ء

۳۰...... استفتاء۔ ۱۶؍مئی ۱۸۹۷ء

۳۱...... تحفہ قیصریہ۔ ۲۵؍مئی ۱۸۹۷ء

۳۲...... حجۃ اللہ۔ ۲۶؍مئی ۱۸۹۷ء

۳۳...... سراج الدین عیسائی کے جواب۔ ۱۶؍جون ۱۸۹۷ء

۳۴...... محمود کی آمین۔ ۱۸۹۷ء

۳۵...... کتاب البریہ۔ ۲۴؍جنوری ۱۸۹۸ء

۳۶...... ایام الصلح فارسی۔ یکم؍اگست ۱۸۹۸ء

۳۷...... ضرورت الامام۔ ستمبر ۱۸۹۸ء

۳۸...... جلسہ طاعون۔ ۱۸۹۸ء

۳۹...... نجم الہدیٰ۔ ۲۰؍نومبر ۱۸۹۸ء

۴۰...... راز حقیقت۔ ۳۰؍نومبر ۱۸۹۸ء

۴۱...... کشف الغطاء۔ ۲۷؍دسمبر ۱۸۹۸ء

۴۲...... ایام الصلح اردو۔ جنوری ۱۸۹۹ء

۴۳...... حقیقت المہدی۔ ۲۱؍فروری ۱۸۹۹ء

۴۴...... ستارہ قیصریہ۔ ۲۴؍اگست ۱۸۹۹ء

۴۵...... جلسہ دعاء۔ ۲؍فروری ۱۹۰۰ء

۴۶...... گورنمنٹ انگریزی و جہاد۔ ۲۲؍مئی ۱۹۰۰ء

۴۷...... اربعین نمبر اوّل۔ ۲۳؍جولائی نمبر دوم۔ ۲۹ ستمبر، سوم و چہارم ۱۵؍دسمبر ۱۹۰۰ء

۴۸...... اعجاز المسیح۔ ۲۲؍فروری ۱۹۰۱ء

۴۹...... بشیر احمد، شریف احمد، مبارکہ کی آمین۔ ۲۷؍نومبر ۱۹۰۱ء

۵۰...... دافع البلاء۔ ۲۳؍اپریل ۱۹۰۲ء

۵۱...... الہدیٰ۔ ۱۲؍جون ۱۹۰۲ء

۵۲...... نزول المسیح۔ ۲۰؍اگست ۱۹۰۲ء، ۱۹۰۹ء

۵۳...... تحفہ گولڑویہ۔ یکم؍ستمبر ۱۹۰۲ء

۵۴...... کشتی نوح۔ ۵؍اکتوبر ۱۹۰۲ء

۵۵...... تحفہ غزنویہ۔ ۲۲؍اکتوبر ۱۹۰۲ء

۵۶...... تحفۃ الندوہ۔ ۶؍اکتوبر ۱۹۰۲ء

۵۷...... خطبہ الہامیہ۔ ۱۷؍اکتوبر ۱۹۰۲ء

۵۸...... تریاق القلوب۔ ۲۸؍اکتوبر ۱۹۰۲ء

۵۹...... اعجاز احمدی۔ ۱۵؍نومبر ۱۹۰۲ء

۶۰...... ریویو مباحثہ چکڑالوی و محمد حسین۔ ۲۷؍نومبر ۱۹۰۲ء

۶۱...... مواہب الرحمان۔ ۱۴؍جنوری ۱۹۰۳ء

۶۲...... نسیم دعوت۔ ۲۸؍فروری ۱۹۰۳ء

۶۳...... سناتن دہرم۔ ۸؍ مارچ ۱۹۰۳ء

۶۴...... حمامۃ البشریٰ عربی۔ ۲۸؍ فروری ۱۹۰۳ء

۶۵...... تذکرۃ الشہادتین اردو۔ ۱۶؍ اکتوبر ۱۹۰۳ء

۶۶...... سیرۃ الابدال۔ دسمبر ۱۹۰۳ء

۶۷...... تذکرۃ الشہادتین فارسی۔ جولائی ۱۹۰۴ء

۶۸...... اسلام و دیگر مذاہب۔ ۳؍ ستمبر ۱۹۰۴ء

۶۹...... لیکچر سیالکوٹ۔ ۲؍ نومبر ۱۹۰۴ء

۷۰...... تقریروں کا مجموعہ ۲۸؍ دسمبر ۱۹۰۴ء

۷۱...... الوصیۃ۔ ۲۰؍ دسمبر ۱۹۰۵ء

۷۲...... ضمیمہ الوصیۃ۔ ۶؍ جنوری ۱۹۰۶ء

۷۳...... چشمہ مسیحی۔ یکم؍ مارچ ۱۹۰۶ء

۷۴...... تجلیات الٰہیہ نامکمل۔ ۱۵؍ مارچ ۱۹۰۶ء

۷۵...... قادیان کے آریہ اور ہم۔ ۲۰؍ فروری ۱۹۰۷ء

۷۶...... حقیقت الوحی۔ ۱۵؍ مئی ۱۹۰۷ء

۷۷...... دوازدہ نشان۔ ۲۰؍ مئی ۱۹۰۷ء

۷۸...... چشمہ معرفت۔ ۱۵؍ مئی ۱۹۰۸ء

۷۹...... پیغام صلح۔ ۱۵؍ مئی ۱۹۰۸ء

۸۰...... لجۃ النور۔ ۱۹۰۱ء

اشتہارات مسیح

۱...... پانچ سو انعامی پانچ سو روپیہ۔ بمقابلہ آریہ روح بے انت۔ ۲؍ مارچ ۱۸۸۷ء

۲...... شرائط انعام اشتہار نمبر اوّل۔ اپریل ۱۸۸۷ء

۳...... منظوری مباحثہ دیانند۔ ۱۰؍ جون ۱۸۷۸ء

۴...... ابطال تناسخ بمقابلہ کھڑک سنگھ آریہ۔ جولائی ۱۸۷۸ء

۵...... استعانت براہین۔ اپریل ۱۸۷۹ء

۶...... قیمت و تاریخ براہین۔ ۳؍ دسمبر ۱۸۷۹ء

۷...... انتظام سرمایہ براہین۔ ۱۸۸۰ء

۸...... مطالبہ نشانات آسمانی۔۱۸۸۴ء

۹...... دعوت تجدید اسلام۔۱۸۸۴ء

۱۰...... مشاہدہ انعامی نشان آسمانی بمقابلہ اندرمن۔۳۰رمئی ۱۸۸۵ء، باردوم جون

۱۱...... تبلیغ اصلاح النساء۔۱۸۸۵ء

۱۲...... دعوت مشاہدہ نشان برائے ہنود۔اگست ۱۸۸۵ء

۱۳...... سراج منیر اور چند پیشین گوئیاں۔۲۰رفروری ۱۸۸۶ء

۱۴...... تولد فرزند پر پیشین گوئی کی مزید تشریح۔۲۲رمارچ ۱۸۸۶ء

۱۵...... سوالات اندرمن متعلقہ نمبر ۱۵ کا جواب۔۸راپریل ۱۸۸۶ء

۱۶...... خریداری رسالہ سراج منیر۔۱۸۸۷ء

۱۷...... تولد فرزند بہ پیشین گوئی۔۸راپریل ۱۸۸۶ء، ۷راگست ۱۸۸۷ء

۱۸...... وقوع پیشین گوئی امام دین ونظام الدین۔۲۰رمارچ ۱۸۸۸ء

۱۹...... فتح مسیح۔۱۸رمئی ۱۸۸۸ء

۲۰...... پادری وائٹ بریخت وجلسہ مذہبی۔۲۱، ۲۴رمئی ۱۸۸۸ء

۲۱...... اتمام حجت بروائیٹ بریخت ودروغ میاں فتح۔۹رجون ۱۸۸۸ء

۲۲...... نکاح ثانی ونور افشاں۔۱۰رجولائی ۱۸۸۸ء

۲۳...... تتمہ نمبر ۲۲۔۱۵رجون ۱۸۸۸ء

۲۴...... وفات بشیر۔یکم ردسمبر ۱۸۸۸ء

۲۵...... تکمیل تبلیغ وشرائط بیعت۔۱۲رجنوری ۱۸۸۹ء

۲۶...... متعلقہ مستعدین دعوت۔۴رمارچ ۱۸۸۹ء

۲۷...... دعوت عامہ بروفات مسیح۔۲۶رمارچ ۱۸۹۱ء

۲۸...... جواب مباہلہ عبدالحق۔۱۲راپریل ۱۸۹۱ء

۲۹...... قطع تعلق از اقارب مخالف دین۔مئی ۱۸۹۱ء

۳۰...... وفات مسیح بمقابلہ پادریان۔۲۰رمئی ۱۸۹۱ء

۳۱...... دعوت حق بمقابلہ لدھیانویاں۔۲۳رمئی ۱۸۹۱ء

۳۲...... مباحثہ کا انجام بمقابلہ محمد حسین۔یکم راگست ۱۸۹۱ء

۳۳...... نقل اقرار نامہ غلام احمد قادیانی۔۲۳راگست ۱۸۹۱ء

ووکنگ مسجد

۱۸۹۱ء میں جناب نے ایک خواب دیکھا کہ لنڈن میں میز پر کھڑے ہوکر انگریزی میں صداقت اسلام پر لیکچر دے رہے ہیں۔ پھر آپ نے چھوٹے چھوٹے درختوں پر بہت سے پرندے تیتر کی جسامت کے پکڑے۔ اس کی تعبیر یوں کی کہ میرے بعد میری تحریرات وہاں شائع ہوں گی۔ اس خواب کے بعد ۲۱ سال اور وفات کے بعد ۴ سال یعنی اگست ۱۹۱۲ء کو خواجہ کمال الدین نے ولایت جانے کا ارادہ کرلیا۔ شروع ستمبر ۱۹۱۲ء میں آپ رخصت ہوئے۔ ۷؍ستمبر ۱۹۱۲ء کو بارہ بجے بمبئی سے سوار ہوکر ۲۴؍ستمبر ۱۹۱۲ء کو بمقام پورٹ سموتھ انگلستان پہنچ گئے۔ پینتالیس روپے ماہوار پر ایک مکان کرایہ پر لیا اور عیدالضحیٰ کی نماز پچاس ساٹھ آدمیوں کی معیت میں کیکسٹن ہال میں پڑھی گئی اور اشتہار تقسیم کیے۔ فروری ۱۹۱۳ء سے رسالہ مسلم انڈیا اور اسلامک ریویو شائع کیا۔ جنوری ۱۹۱۳ء میں کیمبرج میں پادری فریرے سے مباحثہ ہوا۔ فروری ۱۹۱۳ء میں پہلی خاتون مسز ابراہام ایک کرنیل کی لڑکی جمعہ میں شامل ہوئی۔ مارچ ۱۹۱۳ء میں غلبت الروم کی پیش گوئی شائع کی اور ووکنگ کے مسجد میں پہلے ہفتہ نماز عشاء ادا کی۔ دوسرے ہفتہ جمعہ پڑھایا۔ جس میں عبدالبہا اور حکیم محمود بائی بھی شریک ہوئے۔ مسجد ووکنگ کا بانی ڈاکٹر لائمنر تھا۔ جس نے پنجاب یونیورسٹی اور اورینٹل کالج کی بنیاد ڈالی۔ وہ ہندوستان سے واپسی پر بہت سارا روپیہ ساتھ لے گیا۔ لندن سے تیس میل کے فاصلہ پر شہر ووکنگ میں کچھ مشرقی طریق پر ایک رہائشی مکان تعمیر کیا۔ جس میں مشرقی یادگاریں بھی رکھیں اور سو گز کے فاصلہ پر ۵، ۶ گز مربع مسجد بھی بنائی۔ جس کے مسقف حصہ میں چالیس کے قریب آدمی آسکتے ہیں۔ شروع مئی ۱۹۱۳ء میں ساگر چند جو وکالت کا طالب علم تھا مسلمان ہوا۔ اسلامی نام محمد رکھا گیا۔ اگلے اتوار دہریہ جماعت کو کیمبرج میں لیکچر دیا۔ ۲۶؍مئی کو پکیڈلی میں عورت پر لیکچر دیا۔ ۳۰، ۳۱؍مئی کو فاکسن میں دو لیکچر دیئے۔ جون میں ریسرچ کلب

میں لیکچر دیا۔ کام زیادہ ہوگیا تو حکیم نورالدین صاحب کے حکم سے ۲۸ر جون ۱۹۱۳ء کو چوہدری فتح محمد ایم اے اور شیخ نور محمد ایجنٹ خواجہ صاحب لندن گئے اور جون ۱۹۱۳ء میں خواجہ صاحب ایک خاتون کو تبلیغ کے لئے بلجیم گئے۔ ۲۹ر جولائی کو مذہبی کانفرنس پیرس میں لیکچر دیا۔ ۱۳ر اگست ۱۹۱۳ء کو مسجد ووکنگ کے خواجہ صاحب انچارج ہوئے۔ اب وہیں رہنے لگے۔ ۳۰ر ستمبر کو عیدالفطر کیکسن ہال میں سو آدمی کے ساتھ پڑھی۔ نواب صاحب بہاولپور نے پیش امام سمجھ کر دس پونڈ پیش کئے۔ ۱۶ر نومبر ۱۹۱۳ء کو لارڈ ہیڈلے مسلمان ہوا اور اسلامی نام رحمت اللہ فاروق حاصل کیا۔ پھر دو چار اور مرد و زن مسلمان ہوئے۔ ۲۸ر نومبر ۱۹۱۳ء کو وائی کوٹ ڈی پور سکنہ بلجیم۔ کپتان سٹنلے مارگریٹ مس فلی رسنم اور مسز کلفورڈ مسلمان ہوئے۔ سید امیر علی مرحوم نے لنڈن مسجد فنڈ سے ایک سو پونڈ سالانہ دینے کا انتظام کیا۔ دسمبر ۱۹۱۳ء میں روسی شہزادہ جسرو مسلمان ہوا۔ ۱۹۱۴ء میں خواجہ صاحب واپس ہندوستان آگئے اور مولوی صدرالدین وہاں کام کرتے رہے۔ کچھ عرصہ تک ووکنگ مشن کا کام تیزی سے شروع رہا پھر سرد ہوگیا۔ صدرالدین صاحب واپس آئے تو ۱۹۱۶ء میں خواجہ صاحب پھر ولایت گئے اور علیل ہوگئے اور اپنے بیٹے بشیر احمد بی۔ اے کی وفات سے ان کو صدمہ ہوا۔ ۱۹۱۹ء میں واپس ہندوستان آگئے اور ان کی جگہ مولوی صدرالدین، مولوی عبداللہ جان ابن غلام حسن پشاوری اور دوست محمد اڈیٹر پیغام صلح ولایت گئے۔ خواجہ صاحب کے ایام علالت میں شیخ شیر حسن قدوائی، ملک عبدالقیوم وغیرہ نے کام شروع رکھا۔ شیخ نور احمد صاحب جالندھری اگرچہ انگریزی نہ جانتے تھے اور خواجہ کے ایجنٹ تھے۔ مگر چار پانچ سال اخلاص سے وہاں کام کیا اور ہال ووکنگ کا خطاب پایا اور ۱۹۱۹ء میں لاہور آکر وفات پائی۔ ۱۹۲۰ء میں صدرالدین واپس آئے تو مصطفےٰ خان صاحب بی۔ اے ووکنگ کے امام مقرر کئے گئے۔ (منقول از جنتری احمدیہ لاہور ۱۹۲۱ء)

تعبیر خواب

نیک و بد کی تعبیر الگ الگ ہوتی ہے اور خواب تین قسم ہیں۔ رحمانی (خدا کا پیغام) نفسانی (جیسے بلی کو چھچھڑے کا خواب) اور شیطانی (خوفناک منظر) رحمانی خواب کو روحانی امور سے ہی شناخت کیا جاسکتا ہے اور جو خواب منذر ہے مبشر نہیں ہوسکتی اور جو مبشر ہے منذر نہیں بن سکتی۔ منذر کے لئے صدقہ خیرات کی ضرورت ہے۔ معبر اوّل کی تعبیر کچھ تاثیر نہیں رکھتی۔ تفاول درست ہے۔ مجھے گورداسپور مقدمہ میں جانا پڑا اور ایک شخص کو سزا ملی تھی۔ راستہ میں ایک لڑکے کی بکری کے گلے میں رسی ڈال کر کہا کہ آ وہ پھنس گئی تو میں نے خیال کیا کہ اسے ضرور سزا ہو جائے گی۔ پگٹ کا مقابلہ تھا راستہ میں ایک نے کہا کہ السلام علیکم تو میں نے سمجھا کہ ہماری فتح ہوگی۔

خواب میں اسم سے مسمے یا موصوف سے صفت یا ملزوم سے لازم مراد ہوتی ہے یا بالعکس فطرۃً کوئی برا نہیں ہے۔ اس لئے برے کو بھی نیک خواب آ سکتا ہے۔ خواب مبشر ہو تو پھر نہ سونا چاہئے۔ خواب تہ زمین کے پانی کی طرح ہیں جو محنت سے دستیاب ہوتا ہے۔ فتور حواس کے وقت خواب آتا ہے۔ اسی وجہ سے خواب کی حالت محسوس نہیں ہوتی۔ خواب کے علاوہ ایک حالت غیبت ہے جو نیم خوابی کی حالت میں فنافی اللہ انسان پر طاری ہوتی ہے اور اس کا باعث صرف روحانی طاقت ہے۔ حضور علیہ السلام کا دل بہت صاف تھا۔ اس لئے قرآن مجید میں خدا کی تصویر روشن ہے اور باقی کتابوں میں اس کی دھندلی تصویر نظر آتی ہے۔ صبح کو خواب بیان کرنا سنت ہے۔ خواب اور الہام کا مادہ ہر شخص میں رکھ دیا ہے۔

میرا یہ مذہب ہے کہ بدکار کو بھی سچا خواب اور الہام صحیح بھی ہو جاتا ہے۔ مگر مؤمن کے اکثر خواب سچے ہوتے ہیں اور اس میں بشارت کا حصہ زیادہ ہوتا ہے اور کافر کی نسبت وہ صاف ہوتا ہے۔ کبھی نہ کبھی خواب کا آنا ضرور ہے۔ مگر قضائے مبرم کی طرح اٹل نہیں ہوتا۔ بلکہ قضائے معلق کی طرح ہوتا ہے۔ مبشر ہو تو بشارت کی صورت میں ظاہر ہونے کے لئے دعا کرو۔ منذر ہو تو توبہ واستغفار کرو۔ تعبیرات یوں ہیں۔ ہاتھی کو تیل ملنا (اچھا ہے) گالیاں کھانا (غلبہ کا نشان ہے) بجلی کی چمک (آبادی ہے) ہاتھی پر سواری (طاعون پر سواری ہے) بیسنی روٹی (کچھ تکلیف ہے) زلزلہ (طاعون ہے) خواب میں نام پر خوب غور کرو اس سے تعبیر کھل سکتی ہے۔ دشمن سے فرار (اس پر فتح ہے) نماز پڑھنا یا شیرینی کھانا (نماز میں لطف آئے گا) سورہ تبت پڑھنا (غلبہ ہے) انگوٹھی (ایک حلقہ میں داخلہ ہے) موت کی خبر پانا (بیعت میں داخلہ ہے) دریا دیکھنا (علوم ومعارف ہیں) ابابیل (مستفید لوگ ہیں) ختنہ کرنا (قطع شہوات ہے) قیامت کی خبر پانا (نیک کی فتح اور بد کی بدبختی ہے) سلطان محمد کا آنا (کسی تائید کا ظاہر ہونا ہے۔ کیونکہ سلطان کا نام یہی ظاہر کرتا ہے) لبیں کترے ہوئے دیکھنا (تواضع ہے) مریض قولنج کی موت (صحت ہے) مامور کا آنا (رحمت کا ظہور ہے) دایاں کان دین ہے اور بایاں دنیا۔ اس لئے ان سے کچھ سننا (نیک بات ہے) کتا (لالچی آدمی ہے) بندر (ایک مسخ شدہ آدمی ہے) دانت ٹوٹ کر (ہاتھ میں آئے تو اچھا ہے ورنہ برا) چاندی دینا (اظہار محبت اسلامی ہے) سورہ تبارک وعم یتساءلون دکھلانا (اعتراضات مخالفین اور مشیت الٰہی ہے) کپڑے کو آگ لگنا اور پانی ڈال کر اسے صاف دیکھنا (صحت کی علامت ہے) شہر میں عید پڑھنا (مبارک ہے) منذر کو بری صورت میں دیکھا (اپنی پردہ دری ہے) جوان عورت (دنیاوی اقبال ہے) مردے کا کلمہ پڑھنا (دین کی سرسبزی ہے)

بڑھ (عیسائیت ہے) مردہ کا زندہ ہونا (کوئی بات پھر زندہ ہو) کلیجہ (مال ہے) نورانی کپڑے (کامیابی ہے) مضمون عطاء کردہ مسیح کا نقل کرنا (کامیابی ہے) حضرت عمرؓ کی ملاقات (شجاعت ہے) گالیاں دینا (مغلوب ہونا ہے) کتے کا خفیف کاٹنا اور انڈے دینا (کچھ ایذا رسانی ہے اور انڈے اس کی اولاد ہیں وہ توڑے جائیں تو وہ بھی تلف ہوں گے) قبر سے مردہ کا نکلنا (گرفتار کی رہائی ہے) سبحان اللہ پڑھنا (تصدیق وعدہ الٰہی ہے) پیسے (جھگڑا ہیں) کسی کا کچھ کہنا (کبھی دوسرے کی طرف اشارہ ہوتا ہے) دوائی دینا (شفا بخشی ہے) چنے مولی بیگن یا پیاز وغیرہ (مکروہ ہے) منقہ (اچھا ہے) گنا (فتنہ پردازی ہے)

عقائد اور ملفوظات

آپ چودھویں صدی کے مجدد اور مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں۔ وہ نبی اور رسول نہیں کیونکہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پرانا ہو یا نیا نہیں آسکتا اور مجدد اور محدث آتے رہے ہیں اور آتے رہیں گے۔ پس اگر لفظ نبی یا مرسل کا اطلاق ان پر ہوگا تو مجازی طور پر ہوگا۔ آپ کو دوسرے مجددوں پر اس لئے فضیلت ہے کہ آپ کی آمد کے لئے صریح پیشین گوئیاں موجود ہیں اور جس فتنہ کے اصلاح کے لئے آپ مبعوث ہوئے ہیں کسی دوسری کو ایسی اصلاح سپرد نہیں ہوئی۔ پھر آپ کی دعوت عامہ ہے اور پہلے مجددین کی دعوت مختص الوقت اور مختص المقام تھی۔ پس حقیقی نبوت ختم ہو چکی ہے۔ پہلی امتوں میں انبیاء کے خلفاء حقیقی نبی ہوتے رہے ہیں۔ مگر اس امت میں کوئی خلیفہ حقیقی نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کامل کتاب قرآن سے پہلے نازل نہیں ہوئی اور چونکہ حضور ﷺ رحمتہ للعالمین اور کافۃ للناس کی طرف مبعوث تھے۔ اس لئے کسی مخصوص التعلیم اور مختص القوم کی بھی بعد میں ضرورت نہ رہی۔ مگر سلسلہ تجدید جاری رہا تا کہ بھولوں کو اسلام یاد دلایا جائے اور چونکہ آپ کی نسبت خاص طور پر پیشین گوئیاں وارد ہیں اور اسلامی کامیابی آپ کی ذات سے وابستہ ہے۔ اس لئے دوسرے مجددین کی نسبت آپ کا برحق ماننا زیادہ ضروری ہوا۔ گو کوئی شخص آپ کو نہ ماننے سے خارج از اسلام نہیں ہوتا۔ مگر کسی مسلمان کو یا مسیح موعود کو مفتری یا کاذب جاننے والا ضرور کافر ہوتا ہے۔ (تو پھر انکار بھی موجب کفر ہوا) آپ نے کہا کہ ہماری جماعت میں چندہ دینے والے بہت تھوڑے ہیں۔ جو ماہ بماہ چندہ دیتے ہیں۔ جو چندہ نہیں دیتا اس کے وجود سے اس سلسلہ کو کیا فائدہ ہے۔ جب بچوں کے لئے بازار سے کچھ نہ کچھ ضرور خرید کرلاتا ہے تو کیا یہ عظیم الشان سلسلہ اس لائق بھی نہیں کہ اس کے لئے چند پیسے بھی قربان کر سکے۔ آج دنیا میں کون سا سلسلہ ہے جو بغیر پیسہ کے چل سکتا ہے۔ وہ کس قدر بخیل ہے جو اس مقصد کے لئے چند پیسے بھی

خرچ نہیں کرسکتا۔ صدیق اکبرؓ نے اپنا کل گھر بار نثار کر دیا۔ فاروق اعظمؓ اور ذی النورینؓ نے اپنی طاقت کے مطابق مال قربان کر دیا۔ ایک وہ ہیں کہ بیعت تو کر جاتے ہیں اور اقرار بھی کرتے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم سمجھیں گے مگر امداد کے وقت اپنی جیبوں کو دبا کر پکڑے رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا وجود ہرگز نفع رساں نہیں۔ اس وقت ہماری جماعت تین لاکھ ہے۔ پیسہ پیسہ بھی دیں تو کئی لاکھ پیسے ہوسکتے ہیں۔ چار روٹیاں کھانے والا اگر آدھی روٹی بھی بچادے تو بھی اس کام سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔ مگر اب تک اکثر لوگوں کو کہا بھی نہیں گیا۔ جو رو رو کر بیعت کر جاتے ہیں۔ اگر ان کو چندہ کے لئے کہا جائے تو ضرور چندہ دے دیں گے۔ تم ضرور ان کو باخبر کر دو یہ موقعہ ہاتھ آنے کا نہیں۔ یہ کیسا برکت کا زمانہ ہے کہ جان نہیں مانگی جاتی۔ اس لئے ہر ایک شخص تھوڑا تھوڑا جو لنگر اور مدرسہ اور دوسری ضروری مدوں میں دے سکتا ہے دے۔ باقاعدہ دینے والا اگرچہ تھوڑا ہی دے، بے قاعدہ دینے والوں سے بہتر ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے احادیث صحیحہ میں دی ہے جو بخاری و مسلم و دیگر صحاح میں درج ہیں۔

''وکفیٰ باللہ شہیدا''

۸/اگست ۱۸۹۹ء مرزا غلام احمد۔ جو بیعت کرے اس کو قال اللہ اور قال الرسول کا پابند ہونا ضروری ہے اور یہ ضروری نہیں کہ وہ حنفی ہو یا شافعی۔ کوئی نئی شریعت اب نہیں آسکتی اور نہ کوئی نیا رسول آسکتا ہے۔ مگر ولایت امامت اور خلافت کی ہمیشہ قیامت تک راہیں کھلی ہیں اور جس قدر مہدی دنیا میں آئے یا آئیں گے ان کا شمار خدا کو معلوم ہے۔ وحی رسالت ختم ہوگئی مگر ولایت امامت اور خلافت کبھی ختم نہ ہوگی۔ کسی کو گذشتہ لوگوں میں سے بجز حضور ﷺ کے جمیع کمالات کے رو سے بے مثل نہیں کہہ سکتے اور ممکن نہیں کہ آئندہ بھی کوئی آپ سے مجموعی طور پر بہتر ہو۔ ہاں جزوی لحاظ سے بعض لوگ بیمثل ٹھہر سکتے ہیں۔ مثلاً صحابہ کرامؓ کا حضور ﷺ کی صحبت اٹھانا آپ کے ہمراہ جہاد کرنا اور مال وجان حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ ایسی خصوصیات ہیں جو دوسروں میں نہیں پائی جاسکتیں۔ مگر اس کے سوا ہر ایک کمال کے دروازے کھلے ہیں۔ خدا کے پیارے اور اعلیٰ درجہ کے مقبول بندے اور امام الوقت اور خلیفۃ اللہ فی ارض اللہ اب بھی ایسے ہی موجود ہیں جیسے پہلے ہوئے تھے اور اب بھی اکرام وانعام کی وہ راہیں کھلی ہیں جو پہلے کھلی تھیں۔ کمالات نبوت ورسالت بھی ظلی طور پر حاصل ہوسکتے ہیں۔ جس قدر استعداد ہوگی پر تو نور کا اس پر پڑے گا۔ زندہ اسلام اسی کا نام ہے۔ مگر جو لوگ امامت اور خلافت اور صدیقیت کو پہلے لوگوں پر ختم کر چکے ہیں ان کے ہاتھ میں اب مردہ اسلام ہے جو مذہب آئندہ کمالات کے دروازے بند کرتا

ہے۔وہ انسانی ترقی کا دشمن ہے۔قرآن شریف میں بھاری دعاء یہی ہے کہ:''اھدنا الصراط المستقیم'' یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ کسی رشتہ سے گو رسول سے ہو کوئی فضیلت پیدا نہیں کرتا۔ فقط رشتہ پر فخر کرنا نامردوں کا کام ہے۔صحابہؓ یا ذوی القربیٰ میں سے جو قابل تعریف ہے وہ صرف رشتہ کے لحاظ سے نہیں ہے۔''ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم'' قرآن ہر ایک تصرف سے بکلی محفوظ ہے اور کوئی ایسا قرآن نہیں ہے کہ جس کو کوئی شخص غار میں لے کر چھپا بیٹھا ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ چار یار رضی اللہ عنہم امین شرع تھے۔شرک سے بکلی پاک رہنا ضروری ہے اور بیعت کا مقصد یہ ہے کہ انسان خدا کے غضب سے پرہیز کرے۔

(خط مسیح بنام نواب محمد علی صاحب)

نسخہ جات

دہی وسرکہ سے مچھلی کی ہڈی گلے سے اتر جاتی ہے۔طاعون میں منکنیشیا کا مسہل دے کر کیوڑہ اور نربسی کھلاؤ اور جونک بھی مفید ہے۔ سکنجبین مقوی معدہ یوں بناؤ عرق لیمو ایک سیر الائچی خورد ۴ تولہ کیوڑہ بقدر ضرورت۔اطریفل مقوی دماغ اور دافع قبض یوں بناؤ، پوست ہلیلہ کابلی وزرد وسیاہ بنفشہ وسقمونیا ہر یک مکدہ مثقال گلسرخ وطباشیر ونیلوفر، پوست ہلیلہ وآملہ مکدہ ۲ مثقال تربد دکشنیر مکدہ ۱۰ مثقال، صندل سفید وکتیرا مکدہ امثقال، روغن بادام ۱۵ مثقال۔ یہ سب دوائیں بادام روغن میں چرب کریں۔پھر عناب ۵۰ دانہ، سپستان ۵۰ دانہ، گل بنفشہ ۵ مثقال کے جوشاندہ میں ڈیڑھ وزن شیرۂ مربائے ہلیلہ اور ایک وزن شہد ملا کر گوندھ کر آگ پر رکھیں۔قوام ہو جائے تو مشک ۳ ماشہ ورق نقرہ ۲۵ عدد ورق طلاء ۱۰ عدد ملا کر اتار لیں۔خوراک اوّل ڈیڑھ ماشہ پھر حسب برداشت، اٹھرا کے لئے مشک خالص ۶ ماشہ، نربسی ۳ ماشہ، فولاد قلمی ۳ ماشہ۔ باہم پیس کر روزانہ بوقت شام ۲ رتی استعمال کرائیں اور غم سے بچائیں۔طاعون کا انگریزی علاج یوں ہے کہ جدوار سرکہ میں پیس لیں بڑے کے لے سات سرخ اور چھوٹے کے لئے پانچ سرخ گولی بنا کر کھائیں۔ پھر کیمفر کو ۱۵ قطرہ وائیم اپیکاک ۹ قطرہ سپرٹ کلورافارم ۱۵ قطرہ عرق کیوڑہ ۵ تولہ عرق سرس ۵ تولہ، پانی ۴ تولہ پی لیں۔ یہ مقدار ابتدائی مرض میں ہے۔ ورنہ کیمفر کو بعد میں ۶۰ بوند وائنم اپیکاک ۴۰ بوند اور سپرٹ کلورافارم ۶۰ بوند عرق کیوڑہ ۲۰ تولہ عرق سرس ۲۵ تولہ تک بڑھا سکتے ہو۔طاعون سے بچنے کے لئے روزانہ غسل، تبدیلی پوشاک، مکان اور بدرو کی صفائی اپرسٹوری پر رہائش عود وغیرہ خوشبودار چیزیں جلانا کچے کوئلے اور چونہ جمع رکھنا اور گھر کو گرم رکھنا۔ازبس ضروری ہے مکان میں ہجوم تاریکی اور حبس نہ ہو اور دروغ عقری پر وکر دروازوں پر لٹکانا بھی مفید ہے اور مرہم عیسیٰ

بہت مفید ہے۔ بال پیدا نہ ہوں تو ہڑتال نیچے بیٹھ جائے تو تیل صاف کر کے استعمال کریں۔ حمل گرتا ہو تو یہ نسخہ دیں۔ مروارید اماشہ، درگلاب حل کردہ، عاقر قرحا اماشہ، زنجبیل ۴ ورم، مصطگی زربناد، درونج، کرفس شیطرج قاقلہ، جوز بوالسیاسہ قرفہ مکدہ ۲ درم، قلفل ۳ درم، دار فلفل ۳ م، دارچینی ۵ م، جدوار ۷ م، طباشیر ۵ م، مشک ۲ م، عود ۴ م، نبات سفید دو چند، خوراک حسب برداشت، بچہ کو پیٹ میں قائم رکھنے کے لئے یہ آبزن استعمال کرو۔ گل سرخ ۷ م، گلنار ۵ م، برگ خسک ۴ م، شب یمانی ۳ م، پوست انار ۳ م سب کو جوکوب کر کے دس سیر پختہ پانی میں جوش دیں۔ ۵ سیر رہ جائے تو وہ پانی کسی بڑے برتن میں ڈال کر اس میں حاملہ کو لٹائیں۔

مبلغین قادیانیت

یوں تو ہر ایک قادیانی مبلغ بنتا ہے۔ مگر سرکردہ مبلغ یہ ہیں۔ سید سرور شاہ مفسر قرآن، سید امیر حسین مدرس اعلیٰ مدرسہ احمدیہ، محدث فقیہ اور پنجابی واعظ، میر محمد اسحاق مولوی فاضل، ایک ایک بات کو بار بار دہرانے والے حافظ روشن علی نابینا، مقرر و مباحث شیخ عبدالرحمان مصری مولوی فاضل ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ نومسلم تعلیم یافتہ مصر، مولوی اسماعیل حافظ حوالہ جات تحریرات مسیح فارسی دان خصوصی، مولوی فضل الدین وکیل ماہر تالیف، مولوی شیر علی بی۔ اے سابق ایڈیٹر ریویو اوف ریلجیس نائب خلیفہ ثانی، بوقت ضرورت سادہ گو۔ میر قاسم علی ایڈیٹر فاروق، مناظر حبیب برائے ثناء اللہ و آریہ سماج، برجستہ اور پرزور اور تلخ گو۔ شیخ محمد یوسف (سکھ) ایڈیٹر نور نومسلم مترجم قرآن بزبان گورمکھی و دیگر کتب۔ صوفی غلام رسول راجیکی، ماہر تصوف حافظ غلام رسول وزیرآبادی والد شہید مارشیش، عبید اللہ نابینا واعظ پنجابی، مفتی محمد صادق مبلغ انگلستان نافت سال ماہر علوم عیسوی۔ عبدالرحیم نیر مبلغ نائجیریا و افریقہ، چوہدری فتح محمد ایم۔ اے مبلغ انگلستان و ملکانہ، مولوی اللہ دتہ جالندھری مولوی فاضل مؤلف تفہیمات ربانیہ، بجواب عشرہ مبشرہ، مولوی فاضل سادہ گو جلال الدین شمس سہسوانی پیروکار مقدمہ بہاولپور۔

دس شرائط بیعت مسیح

مسیح احمدی جنتری ص ۱۱، ۱۸۲۶ء میں ہے کہ مرزا قادیانی کی بیعت کے شرائط یہ دس امور تھے۔

۱..... شرک سے تادم مرگ اجتناب۔

۲..... جذبات نفسانیہ اور فسق و فجور چھوڑنا۔

۳..... پنج وقتہ نماز حتی المقدور تہجد درود شریف و استغفار پر مداومت۔

۴...... غیر کو ناجائز تکلیف نہ دینا خواہ فعلی ہو یا قولی۔

۵...... عسر و یسر میں رضا بالقضاء۔

۶...... قرآن و حدیث کو اپنے اوپر حاکم بنانا۔

۷...... ترک کبر و نخوت۔

۸...... ہمدردی حسبۃً اللہ اور خلق اللہ کو فائدہ پہنچانا۔

۹...... اسلامی ہمدردی کو اپنے مال و جان سے زیادہ عزیز سمجھنا۔

۱۰...... اس عاجز سے عقد اخوت باقرار اطاعت در معروف اور اس عقد میں لاثانی ہوکر دکھلانا۔

پھر (ص۱۰) پر آپ کے نصائح لکھے ہیں کہ ظاہری بیعت کچھ نہیں۔ میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اسے مت کھاؤ۔ دعاء کرو جو خدا کو قادر نہیں سمجھتا۔ جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا۔ آخرت کو نہیں دیکھتا، قمار بازی بدنظری خیانت رشوت اور ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا۔ نماز کا پابند نہیں۔ برے رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر برا اثر ڈالتا ہے۔ والدین کی عزت نہیں کرتا۔ اہلیہ اور اقارب سے نرمی نہیں برتتا۔ شرائط بیعت کو توڑتا ہے۔ مجھے فی الواقع مسیح موعود اور مہدی معہود نہیں سمجھتا۔ امر معروف میں میری اطاعت نہیں کرتا۔ مخالفوں کی جماعت میں بیٹھ کر ہاں میں ہاں ملاتا ہے۔ خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا۔ فاسق زانی شرابی خونی چور قمارباز خائن مرتشی، غاصب ظالم دروغ گو، جعلساز اور ان کا ہم نشین اور اپنے بہن بھائیوں پر تہمت لگانے والا، میری جماعت سے نہیں ہے اور تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح سے بچ نہیں سکتے۔ پھر (ص۳۶) پر آپ کا ایک مکالمہ لکھا ہے جو کسی صلح کل سے ہوا تھا۔

۱...... خدا نے کافر و مسلمان کو یکساں حصہ بخشا ہے۔ ہاں سب کو ایک جیسے قویٰ دیئے ہیں۔ مگر ان کا صحیح استعمال اسلام کے سوا کسی دوسرے طریق پر ممکن نہیں۔

۲...... ریل کا سوار گو آرام میں ہے مگر پیدل بھی چلنے والے ہیں۔ مگر خدا سے ملنے کی صرف ایک ہی راہ ہے جو اسلام ہے۔ کیونکہ اسی سے تزکیہ نفس اور یقین حاصل ہوتا ہے۔

۳...... خدا بے انت ہے تو شرع کی پابندی سے بے انت کیسے حاصل ہوگا؟ شرع خدا سے ملنے کی راہ کو کہتے ہیں تو پھر اسے کیوں چھوڑا جاسکتا ہے۔

۴...... ذات پات نہ پوچھے کو، ہر کو بھجے سو ہر کا ہو۔ ہاں خواہ کسی قوم کا ہو خدا کی راہ میں اسلام کے بغیر نہیں چل سکتا۔

۵...... پیروان وید نے کسی شخص کی پیروی نجات کے لئے محصور نہیں رکھی تو مؤلف وید کی بھی پیروی نہ رہی تو ایسا آزاد اگر نجات پائے گا تو وید کی تعلیم بیکار ہوئی۔ اگر نجات نہیں پائے گا تو یہ مقولہ درست نہ رہا۔

۶...... ہر مذہب میں صاحب کمال گذرے ہیں۔ مگر اب کوئی نہیں لیکھرام ہی کو پیش کرو۔

انجام مکذبین

غلام دستگیر قصوری، چراغ الدین جمونی، اسماعیل علی گڑھی، امریکن ڈوی، فقیر مرزا دوالمیالی، نور احمد بھڑی چٹھا، زین العابدین مولوی فاضل، حافظ سلطان سیالکوٹی، سکندر بیگ سیالکوٹی، رشید احمد گنگوہی، شاہدین لدھیانوی، مولوی عبدالعزیز، مولوی محمد عبداللہ لدھیانوی، محمد حسن بھینی، نذیر حسین دہلوی، رسل بابا امرتسری، عبدالرحمان لکھوکے، نور احمد ونور محمد ملتانی، عبدالمجید دہلوی، سعد اللہ لدھیانوی، فضل داد جنگوی، سومراج وبھگت رام آریہ واچھر چند قادیانی، ابوالحسن پنجگرائیں، فیض اللہ جنڈیالہ، عبداللہ آتھم، بابو الٰہی بخش ہلاک ہوئے مگر مولوی ثناء اللہ، پیر جماعت علی شاہ صاحب وپیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی، فضل احمد لدھیانوی، عبدالحکیم سیالکوٹی، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، عبدالحق غزنوی، محمد حسین بٹالوی، جعفر زٹلی لاہور، ظفر علی خان لاہور ایڈیٹر زمیندار، سید حبیب ایڈیٹر سیاست، مولوی محمد علی صاحب مونگیری، مرتضیٰ حسین صاحب دربھنگوی وغیرہ مکذب کے عذاب سے بچے رہے۔ اس لئے نظام دنیا کے عسر ویسر کو اپنی طرف منسوب کرنا کمال خوش فہمی ہوگی۔ پھر یہ تاویلیں کرنا کہ ان کا باطن خوفزدہ تھا یا انہوں نے دعاء کی منظوری نہیں دی تھی اور بھی تعجب خیز ہے۔ کیونکہ جب انسان اپنی بددعاء سے آپ ہلاک ہوتا ہے تو مدعی صداقت میں کیا خوبی ہوئی۔ اس سے تو مسیح ایرانی ہی سخت جان نکلا کہ بغیر منظوری کے دشمن کے ہلاک ہونے کا ثبوت پیش کرتا تھا۔

۱۸...... اقتباسات کتاب ''الوصیۃ'' مصنفہ غلام احمد مسیح قادیان

مرزا قادیانی جب دنیا کو خیرباد کہنے لگے تو تین سال پہلے اپنا ایک وصیت نامہ شائع کر دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: ''چونکہ خدا نے وحی کے ساتھ میری عمر کو جڑھ سے ہلا دیا ہے۔ اس لئے وصیت کرتا ہوں کہ مجھے یہ وحی ہوئی ہے کہ تیرے متعلق ہم ایسی باتوں کا نام ونشان نہیں چھوڑیں گے جو (مخزیات) موجب رسوائی ہوں اور ایسے تمام اعتراضات دفع کریں گے جن سے تیری رسوائی ہوتی ہو۔ ہم قادر ہیں کہ مخالفین کے متعلق جو پیشین گوئیاں ہیں ان میں سے تمہیں کچھ

دکھلائیں یا تجھے ماردیں تو اس حالت میں فوت ہوگا کہ میں تجھ سے راضی ہوں گا اور ہم تیرے لئے کھلے کھلے نشان ہمیشہ موجود رکھیں گے۔ جو وعدہ کیا گیا وہ قریب ہے اپنے رب کی نعمت کا جو تجھ پر ہوئی ہے۔لوگوں کے پاس بیان کر جو تقویٰ اختیار کریں خدا ان کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔''

مخزیات کے دو معنی ہیں۔ایک یہ کہ رسوا کرنے والے اعتراضات ہم دفع کریں گے۔ دوم یہ کہ ایسی شرارت کرنے والوں کو جو شرارت اور بدذکر کرنے سے باز نہیں آتے ہم ان کو دنیا سے اٹھالیں گے اور صفحہ ہستی سے مٹادیں گے اور ان کی نابودگی سے اعتراضات خود بخود معدوم ہو جائیں گے۔اس کے بعد پھر الہام ہوا کہ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔اس دن سب پر اداسی چھا جائے گی۔ یہ ہوگا یہ ہوگا یہ ہوگا۔ بعد اس کے تمہارا واقعہ ہوگا۔تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔حوادث سے مراد موت اور زلزلہ قیامت کا نمونہ ہوگا۔زندگی تلخ ہوگی۔توبہ کرنے والوں پر خدا کا رحم ہوگا۔راستوں کو کچھ غم نہیں اور نہ خوف۔ پھر کہا کہ تو میری طرف سے نذیر ہے۔میں نے تجھے بھیجا تا کہ مجرم نیکوں سے الگ کے جائیں۔دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا اور وہ بڑے زور آور حملوں سے اس کی تصدیق ظاہر کرے گا۔(لوگ دیکھتے تو معلوم ہو جاتا کہ میں صدی کے سر پر ظاہر ہوا۔ ربع صدی چہاردہم بھی گذر گئی اور کسوف بھی رمضان میں ہوا۔ طاعون اور زلزلے بھی آئے اور آئیں گے۔مگر دنیا کے پیاروں نے مجھے قبول نہ کیا) میں تجھے اس قدر برکت دوں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ (آئندہ زلزلہ کے متعلق کہا کہ)

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

(اس لئے زلزلہ شدید آئے گا مگر راست باز محفوظ رہیں گے) پس راست باز بنو تا کہ محفوظ ہو۔کئی آفتیں آئیں گی۔(مگر کچھ زندگی میں اور کچھ میری موت کے بعد) خدا میرے سلسلہ کو ترقی دے گا۔کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد ہمیشہ سے ''لاغلبن انا ورسلی '' کا قاعدہ جاری ہے۔(کہ خدا اور خدا کے رسول غالب رہیں گے) غلبۂ رسل سے مراد یہ ہے کہ ان کی صداقت کے نشانات ظاہر ہوں۔وہ صداقت کے تخم ریزی ان کے ہاتھ سے کراتا ہے۔مگر تکمیل نہیں کراتا بلکہ ان کو وفات دے کر مخالفین کو طعن و تشنیع کا موقعہ دیتا ہے۔اس کے بعد دست قدرت سے جو کمی رہ گئی ہو پوری کر دیتا ہے۔اس لئے جماعت کے لوگ تردد میں پڑ جاتے ہیں اور کئی مرتد بھی ہو جاتے ہیں۔مگر وہ گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔جیسا کہ عہد رسالت کے بعد عہد صدیقی میں ہوا تھا۔پھر ''لیمکنن لھم دینھم ''پورا ہوا (کہ ہم ان کے دین کو غالب

کریں گے) حضرت موسیٰ بھی مصر اور کنعان کی راہ میں منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے وفات پا گئے تھے اور بنی اسرائیل چالیس روز تک روتے رہے۔ واقعہ صلیب کے وقت بھی حواری تتر بتر ہو گئے تھے اور ایک مرتد بھی ہو گیا تھا۔

قدرت ثانیہ

پس دو قدرتوں کا آنا ضروری ہوا اور دوسری قدرت جب تک میں ہوں ظاہر نہ ہوگی۔ اس لئے میرا جانا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق تمہارے ساتھ ہے۔ براہین میں ہے کہ اس جماعت کو قیامت تک غالب رکھوں گا جو تیرے پیرو ہیں۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا ہوں اور خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ میرے بعد اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت کے انتظار میں دعاء کرتے رہو۔ تا وہ آسمان سے نازل ہو۔ چاہئے کہ میری جماعت کے بزرگ نفس میرے نام پر میرے بعد بیعت لیں۔ خدا چاہتا ہے کہ نیک فطرتوں کو یورپ اور ایشیاء سے توحید پر جمع کرے۔ جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اور جب تک کوئی روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب مل کر میرے بعد کام کرو۔ (چالیس آدمی جس پر اتفاق کریں وہ بیعت لے سکے گا۔ خدا نے کہا کہ تیری ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا۔ سو تم منتظر رہو۔ ممکن ہے کہ وہ اس وقت معمولی انسان ہو جیسا کہ ایک کامل انسان بھی پیش از وقت مطغہ اور علقہ ہوتا ہے) طہارت قلبی اور ہمدردی سے روح القدوس کا حصہ حاصل کرو۔ کیونکہ اس کے سوا تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ خدا کی رضا میں تنگ راہ اختیار کرو۔ اگر تم اس کے قریب آ جاؤ تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور تم راست بازوں کے وارث بن جاؤ گے۔ جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔

حصول نبوت

خدا نے کہا ہے کہ تقویٰ ایک درخت ہے جو دل میں لگانا چاہئے وہ جڑ ہے اگر وہ نہیں تو کچھ نہیں۔ اگر وہ ہے تو سب کچھ ہے۔ وہ ہلاک ہے جو دین کے ساتھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے۔ ورنہ وہ کیڑوں کی طرح ہلاک ہو جائے گا۔ اگر تم میں خدا نہیں تو تمہیں ہلاک کر کے خوش ہوگا۔ اگر تم نفس سے مر جاؤ گے تو خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور تمہاری حرکت و سکون خدا کے لئے ہو جائے گی۔ توحید کا اقرار عملی طور پر کرو کہ خدا بھی عملاً تم پر احسان ظاہر کرے۔ کینہ وری چھوڑ کر بنی نوع کی ہمدردی اختیار کرو۔ قرب الٰہی میں داخل ہو جاؤ۔ اچھا موقعہ ہے یہ خیال نہ کرو کہ تم

ضائع ہو جاؤ گے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا پھولے گا اور اس کی شاخیں پھیلیں گی۔ مبارک وہ ہے جو مصائب سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ان کا آنا ضروری ہے اور صابر اخیر میں فتح یاب ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا ہے کہ جو لوگ ایسا ایمان لائے جس میں دنیا کی ملونی نہیں نفاق اور بزدلی سے بھی آلودہ نہیں اور اطاعت سے محرومی نہیں ایسے لوگ پسندیدہ ہیں۔ تم خدا کے ہو جاؤ۔ شریک نہ لاؤ۔ وہ زندہ ہے اب بھی بولتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی بولتا تھا وہ تمثیل کے طور پر اپنے تئیں اہل کشف پر ظاہر کرتا ہے۔ غیر متشکل اور غیر مجسم عرش پر ہے۔ زمین پر بھی ہے۔ منبع جمیع صفات کاملہ ہے۔ منزہ عن العیوب ہے۔ اپنے تئیں نشانات سے ظاہر کرتا ہے اور راست بازوں پر ہمیشہ وجود ظاہر کرتا ہے۔ نادان ہے وہ جو اس کی قدرتوں سے منکر ہے اور اندھا ہے وہ جو اس کی عمیق طاقتوں سے بے خبر ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ بغیر ان امور کے جو اس کی شان کے خلاف ہیں۔ ۸اس کی طرف پہنچنے کا صرف ایک ہی دروازہ قرآن مجید ہے۔ باقی نبوتوں اور کتابوں کی الگ پیروی کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر حاوی ہے۔ اس لئے اس پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور یہ نبوت فیض رسانی میں قاصر نہیں۔ اس کی پیروی خدا سے مکالمہ تک پہنچا دیتی ہے۔ مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی (یعنی مستقل نبی) نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔ ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اس پر صادق آسکتے ہیں اور اس میں اس کی کوئی ہتک نہیں۔ بلکہ اس کے فیضان سے اس کی چمک اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ (نبوت تشریعی کا دروازہ حضور ﷺ کے بعد بالکل مسدود ہے اور قرآن مجید کے بعد کوئی اور کتاب نہیں جو اسے منسوخ کرے یا اس کی پیروی معطل کرے) جب انسان کا مکالمہ خدا سے مکمل ہو جاتا ہے تو نبوت کے خطاب سے موسوم ہو جاتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ یہ ممکن نہ تھا کہ خیر الامم اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہ جاتی اور فیضان نبوت بند ہو جاتا۔ اس لئے نقائص کے رفع کرنے کے لئے خدا نے یہ شرف ایسے افراد کو بخشا جو فنا فی الرسول ہو گئے اور کوئی حجاب نہ رہا اور امتی بننے کا مفہوم اور پیروی کا معنی اتم اور اکمل درجہ پر ان میں پایا گیا۔ ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا۔ بلکہ ان کے محویت کے آئینہ میں حضور کا وجود منعکس ہو گیا اور دوسری طرف مخاطبہ الٰہیہ اور مکالمہ اتم اور اکمل طور پر نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا۔ پس اس طرح بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا۔ یہی اس فقرہ کا معنی ہے کہ: ''المسیح نبی اللہ امامکم منکم'' یعنی وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی۔ مسیح ناصری مر چکے ہیں۔

وفات مسیح

آیت توفی میں مذکور ہے کہ خدا قیامت کو آپ سے پوچھے گا کہ تم نے یہ شرکیہ تعلیم (تثلیث پرستی) دی تھی؟ تو وہ جواب دیں گے کہ میں جب تک ان میں رہا ان کا نگہبان تھا۔ اب وفات کے بعد مجھے کیا علم تھا کہ وہ کس ضلالت میں مبتلا ہوئے۔ اب اگر کوئی چاہے تو یہ معنی کرے کہ جب تو نے مجھے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا۔ مگر نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے ورنہ یہ ممکن نہیں کہ خدا کے سامنے اتنا بڑا جھوٹ بولیں گے۔ کیا جو شخص دوبارہ دنیا میں آئے اور چالیس برس عیسائیوں سے لڑائی کرے تو نبی کہلا کر ایسا جھوٹ بول سکتا ہے۔ اگر وہ نہیں اتریں گے تو کیا ان کی قبر آسمان پر بنے گی؟ جو ''فیها تموتون'' کے خلاف ہے۔ اب کتاب اللہ کی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟ میں نہ آیا ہوتا تو یہ غلطی قابل معافی تھی۔ مگر جب قرآن کے معانی کھل گئے تو غلطی کو نہ چھوڑنا ایمانداری کا شیوہ نہیں ہے۔ زمین و آسمان میں میرے نشان ظاہر ہو چکے ہیں تو اب بھی حق کو قبول نہ کرنا سخت دلی ہے۔ نشان ابھی ختم نہیں ہوئے۔

صداقت کے نشان اور زلزلے

۴/اپریل ۱۹۰۵ء کو جو زلزلہ میری پیشین گوئی کے مطابق آیا تھا۔ اس کے بعد اور زلزلوں کی خبر مجھے دی گئی ہے کہ بہار کے موسم میں ایک اور زلزلہ آنے والا ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ بہار کا آغاز ہوگا یا درمیان یا اخیر۔ چونکہ اخیر جنوری سے پتے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جنوری سے اخیر مئی تک خزاں کے دن ہوں گے۔ (اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ بہار سے مراد کون سی بہار ہے۔ بہر حال بہار کا ہونا ضروری ہے خواہ کوئی ہو) یہ بھی الہام ہوا:

۱...... ''الزلة الساعة''

۲...... ''لك نری آيات ويهدم ما يعمرون'' (یعنی وہ قیامت کا نمونہ ہوگا اور تیرے لئے ہم نشانات دکھلائیں گے اور عمارتیں بناتے ہیں ان کو گراتے جائیں گے)

۳...... بھونچال آیا اور شدت سے آیا زمین تہ و بالا کر دی۔ (یعنی زمین کے بعض حصوں کو تہ و بالا کر دے گا۔ جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا)

۴...... ''انی مع الافواج اتيك بغتة'' (یعنی پوشیدہ طور پر فوجوں کے ساتھ آؤں گا۔ کیونکہ گناہ حد سے بڑھ گیا ہے اور لوگ دنیا سے پیار کر رہے ہیں اور خدا کی راہ بنظر تحقیر دیکھتے ہیں)،

۵...... زندگیوں کا خاتمہ۔

۶...... ’’انه نازل من السماء ما یرضیك رحمة منا وكان امراً مقضیاً‘‘(یعنی ایک امر آسمان سے اترے گا۔ جس سے تو خوش ہو جائے گا اور ضرور ہے کہ آسمان اس کے نازل کرنے سے رکا رہے۔ جب تک یہ پیشین گوئی شائع نہ ہو جائے)

کون ہے جو ہماری باتوں پر ایمان لائے۔ بجز اس کے جو خوش قسمت ہو۔ ہماری نیت ان (چھ) الہاموں سے موت نہیں بلکہ بچاؤ ہے جو توبہ کریں گے بچ جائیں گے۔ مگر جو مخول کرتا ہے وہ گناہ نہیں چھوڑتا۔ اس کی ہلاکت قریب ہے یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ خدا نے میری وفات کی خبر دے دی ہے کہ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تیرا حادثہ آئے گا۔ پس ضرور ہے کہ میری وفات سے پہلے دنیا میں کچھ حوادث پڑیں تاکہ دنیا انقلاب کے لئے تیار ہو جائے۔

بہشتی مقبرہ

پھر میری وفات ہو مجھے میری قبر کی جگہ دکھلائی گئی ہے۔ جو چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی مٹی تمام چاندی کی تھی اور کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔ ایک اور جگہ دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا کہ اس میں بہشتیوں کی قبریں ہیں۔ تب سے مجھے فکر تھی کہ ایک قطعہ زمین قبرستان کے لئے خریدا جائے۔ مگر چونکہ موقعہ کی زمین زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ امر ملتوی رہا۔ جب مولوی عبدالکریم کی وفات کے بعد میری وفات کی خبر آئی تو بہت جلد انتظام کرنا پڑا اور اپنی ملکیت کی زمین جو ہزار روپیہ سے کم نہیں اور میرے باغ کے قریب ہے اس کے واسطے تجویز کر لی۔ میری دعاء ہے کہ خدا اسی کو بہشتی مقبرہ بنائے اور میری جماعت میں سے ان لوگوں کی خوابگاہ ہو کہ جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم سمجھا ہے اور ان میں پاک تبدیلی آ گئی ہے اور صحابہ کی طرح صدق اور وفاداری کا نمونہ ہیں۔ اے میرے خدا میری جماعت میں سے ان لوگوں کی قبریں بنا جو تیرے لئے ہو چکے ہیں۔ ان کو صرف یہ جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور بدظنی اور غرض نفسانی اپنے اندر نہیں رکھتے۔ (بدظنی آگ کی طرح ایمان کو کھا جاتی ہے۔ جو خدا کے مرسلوں پر بدظنی کرتا ہے خدا اس کا دشمن بن جاتا ہے۔

چنانچہ مجھے فرمایا کہ میں رسول کے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں اور جو اسے برا جانتا ہے میں

بھی اسے برا جانتا ہوں۔ میں تجھے وہ دوں گا جو تیرے لئے آسمان پر رتبہ بڑھائے اور ان لوگوں میں جو دیکھتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ تو اسی مقبرہ میں مفسدوں کو جگہ دے گا۔ نہیں میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ جلدی نہ کرو خدا کا حکم آ چکا ہے۔ ڈرو مت۔ رسول نہیں ڈرتے۔ یہ بشارت ہے جو انبیاء نے حاصل کی تھی۔ اے میرے احمد تو میری مراد ہے اور تو میرے ساتھ ہے تو میری توحید وتفرید کی جگہ ہے اور تو میرے ہاں اس مرتبہ میں ہے کہ لوگ اسے نہیں جانتے) یہ مقبرہ ان کے لئے ہے جو تیرے لئے اپنی جان قربان کر چکے ہیں۔ تیری محبت میں کھوئے گئے ہیں اور تیرے فرستادوں سے وفاداری ادب کامل اور انشراحی ایمان سے محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ یہ صرف بہشتی مقبرہ ہی نہیں ہے بلکہ اس کے متعلق یہ بھی الہام ہوا ہے کہ: ''انزل فیها کل رحمة'' (یعنی کوئی ایسی رحمت نہیں کہ جس میں سے اس کو حصہ نہیں ملا) اس لئے میرا دل بذریعہ وحی خفی اس طرف متوجہ ہوا ہے کہ چار شرطیں لگا دوں۔

اوّل...... یہ کہ امیدوار حسب حیثیت چندہ داخل کریں۔ جس کا مقصد اشاعت اعلائے کلمہ توحید ہوگا۔ ایک ہزار روپیہ کی زمین دے چکا ہوں اور ایک ہزار روپیہ کی اور زمین بھی اس میں شامل کرنا ہے اور ایک ہزار روپیہ پل بنوائی اور درخت لگوائی کے لئے بھی درکار ہے۔ تو یہ حکیم نورالدین کے پاس جمع رہے گا اور میرے مرنے کے بعد ایک جماعت کے قبضہ میں دیا جائے۔ جو اشاعت توحید پر خرچ کرتی رہے۔

دوم...... یہ کہ امیدوار اپنی حین حیات میں اپنی کل جائیداد کا دسواں حصہ بطور وصیت لکھ دے جو تبلیغ احکام قرآن اشاعت اسلام پر، پرورش ایتام ومساکین اور نومسلموں کی امداد اور باقی مصالح اسلام پر خرچ ہوگا۔ جن کی تفصیل قبل از وقت مشکل ہے اور یہ جائز ہوگا کہ انجمن اس کو ترقی دینے کے لئے تجارت میں خرچ کرے اور مجھے خطرہ ہے کہ کثرت اموال کی وجہ سے کہیں تم دنیا سے پیار نہ کرنے لگ جاؤ۔

سوم...... یہ کہ امیدوار متقی، محرمات سے مجتنب، شرک وبدعت سے کنارہ کش اور سچا صاف ... مسلمان ہو۔

چہارم...... یہ کہ جو مفلس اسلام پر جان قربان کر چکا ہو۔ بشرطیکہ اس کا ثبوت مل جاوے۔ داخل کیا جائے گا اور ہدایات مفصلہ ذیل بھی واجب التعمیل ہیں۔

۱...... گو وصیت پر عملدرآمد بعد موت میں ہوگا مگر ابھی سے انجمن کی طرف سے اخبارات میں اس کا شائع کرنا ضروری ہوگا۔

۲...... بیرونی امیدوار کی لاش صندوق میں بند کر کے روانہ کی جائے۔ کیونکہ قبر سے لاش نکالنا مناسب نہیں۔ (یہ بدعت نہ سمجھو کیونکہ یہ وحی الٰہی کا حکم ہے اور یہ مقبرہ کسی کو بہشتی نہیں بناتا۔ بلکہ بہشتی اس میں آتے ہیں) اللہ کا ارادہ ہے کہ ایسے تمام آدمی اس میں یکجا جمع ہوں۔ اس کی اشاعت کرو۔ آئندہ نسلوں کے لئے اسے محفوظ رکھو اور مخالفین کے لئے بھی تبلیغ کرو اور بدگو کی بدگوئی پر صبر کرو۔ (غلام احمد ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۵ء)

تنقیدات

اس میں شک نہیں کہ مسیح قادیان نے اپنے آپ کو انبیاء کی صف میں لا کھڑا کر دیا ہے۔ مگر جو دلائل دیئے ہیں وہ اہل اسلام کے نزدیک مخدوش ہیں۔ کیونکہ:

اوّل...... ’’امامکم منکم‘‘ اور ’’المسیح نبی اللہ‘‘ کا مفہوم ہی بدل دیا ہے۔ ورنہ اہل اسلام کے نزدیک تو یہ معنی تھا کہ امام مہدی علیہ السلام امت محمدیہ میں سے ہوں گے اور مسیح علیہ السلام نبی اللہ نازل ہوکر چالیس سال حکومت کریں گے۔ اس لئے یہ تحریف قابل التفات نہیں۔

دوم...... یہ بھی غلط ہے کہ فیضان نبوت محمدی سے کئی لوگ انعکاسی نبوت پر پہنچ چکے ہیں۔ کیونکہ خیر القرون میں بھی کوئی ایسا تابع کامل نہیں پایا گیا کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔ ہاں شطحیات صوفیاء میں ایسے بیانات ضرور پائے جاتے ہیں کہ جن میں وہ مظہر رسالت کے مدعی نظر آتے ہیں۔ مگر تاہم ان کو یہ حوصلہ نہیں پڑا کہ اپنی نبوت کسی سے منوائیں اور اپنے منکر کو کافر غیر ناجی اور ناپاک قرار دیں۔ کیونکہ شطحیات صوفیاء کو اسلام میں دخل نہیں ہوتا اور اس طرح کے بیانات امت محمدیہ کے لئے فتنہ ثابت ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے ہی کئی لوگ پیر پرستی میں ڈوب کر مشرک بن گئے اور کئی ایک جاہل اپنے پیر کو خدا تک اڑا لے گئے۔ جن کا خمیازہ آج تک اہل اسلام کو بھگتنا پڑتا ہے۔ وحدت وجودی بروز رسالت فنافی اللہ اور فنافی الرسول کا یہ مطلب جو مرزا قادیانی نے یا دوسرے ناعاقبت اندیش صوفیاء نے پیش کیا ہے۔ محققین اسلام نے اس کو تناسخ رجعت اور شرک فی الرسالۃ یا شرک فی الالوہیۃ قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی باتیں اسلام کے

علاوہ ہندوؤں، یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ کے تصوف میں بھی مشترکہ طور پر پائی جاتی ہیں اور وہ بھی اوتار اور مظہر الٰہی بن کر اپنی پوجا کراتے ہیں۔ بہاء اللہ اور باب نے بھی اسی قسم کی بے ثبوت باتیں پیش کر کے اپنے آپ کو مظہر الٰہی مظہر نبوت اور مظہر امامت پیش کیا تھا اور مرزا قادیانی بھی وہی چال چلے ہیں تو اب اگر مرزا قادیانی ان لایعنی باتوں سے نبی بن سکتے ہیں تو بہاء اللہ وغیرہ بھی نبی بلکہ امام الزمان اور مظہر الٰہی بننے کے حقدار ہیں۔

سوم...... یہ بھی غلط ہے کہ امت محمدیہ میں اگر کوئی نبوت کے درجہ تک نہ پہنچے تو اس کو خیر الامم کا خطاب نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ اسی دلیل سے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر مخلوق الٰہی میں سے کوئی درجہ الوہیت تک نہ پہنچ جائے تو اس کو احسن تقویم کا خطاب نہیں مل سکتا اور نہ ہی یوں کہا جا سکتا ہے کہ: ''ان اللہ خلق اٰدم علیٰ صورتہ '' اصل بات یہ ہے کہ امت محمدیہ کو خیر الامم کا خطاب قرآن مجید کی رو سے اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کا ہر ایک فرد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرار دیا گیا ہے اور اس لئے بھی کہ یہود و نصاریٰ کے باہمی مناقشات کو رفع کر کے اس کو تعلیم دی گئی ہے کہ انبیائے سابقین پیش کردہ قرآن شریف کو بنظر تحسین دیکھ کر تصدیق کرے اور اس لئے بھی اسے خیر الامم کہا گیا ہے کہ خیر المرسلین کی امت ہے اور امۃ وسط کا طغرا بھی اس کے سر پر ہی چمک رہا ہے اور اس لئے بھی کہ اس میں ایسے اہل علم کا ہونا قرار پایا ہے جو تبلیغی امور میں وہی کام کرتے ہیں جو پہلے نبی کرتے تھے۔

چہارم...... یہ بھی غلط ہے کہ ایک امتی اپنے رسول سے متحد فی الوجود بن جاتا ہے اور خدا سے کامل مکالمہ کا شرف حاصل کرتا ہے اور جس میں یہ دونوں صفات موجود ہو جائیں وہ نبی بن جاتا ہے۔ یہ سب خیالی باتیں ہیں۔ ان کا ثبوت قرآن و حدیث سے نہیں ملتا اور نہ ہی واقعات اس کی تائید کرتے ہیں۔ انہی خیالی اصول پر تو بہاء اللہ اور باب کی مخالفت کی گئی تھی۔ مرزا قادیانی نے بھی آخر وہی چقمہ دے کر اپنی نبوت منوانے کی ٹھان لی۔ اب اہل علم کے لئے یہ مشکل ہے کہ وہ کس دلیل سے ایک کو جھوٹا کہیں اور دوسرے کو سچا۔

۵...... یہ کہنا بھی اصول اسلام میں نہیں ملتا کہ قدرت ثانیہ کا ظہور ہوگا۔ حقیقت میں یہ وہی بات ہے جو بہاء اللہ نے کہی تھی کہ نبوت ایک حقیقت ہے۔ بار بار اسی ایک کا ظہور ہوتا ہے اور نام بدلتے رہتے ہیں۔ یہی ظہور شیعہ کے نزدیک رجعت کے نام سے پکارا جاتا ہے اور

مرزائی تعلیم میں قدرت ثانیہ کے عنوان سے پیش کیا جاتا ہے اور ہندو اسی کو اوتار کہتے ہیں اور اہل تناسخ اسی طرز پر تناسخ کا ثبوت دیتے ہیں۔ مگر اسلام ان سب کے مخالف ہے۔ کیونکہ عہد رسالت سے کوئی ایسی تصریح موجود نہیں ہے کہ جس میں حضورﷺ نے خود بھی کہا ہو کہ میں بطور رجعت یا بروز اور قدرت ثانیہ بن کر آؤں گا۔ کیا حضورﷺ سے بڑھ کر کوئی دعویدار ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ بات اور ہے کہ لوگوں نے اپنی طرف سے اینچ پیچ لگا کر قرآن وحدیث سے بروز یا رجعت اور تناسخ کا ثبوت دے دیا ہے۔ لیکن ایسی تشریحات کے یہ لوگ خود ذمہ دار ہیں اسلام جواب دہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایسے محرف پیدا ہوتے ہیں تو اصل اسلامی تعلیم پر قائم رہنے والے ہر طرف سے ان کی تردید پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

۶...... بہشتی مقبرہ کی زمین واقعی چاندی کی ہے۔ کیونکہ بہت قیمت پر بکتی ہے اور امیدوار کو دو بالشت چوڑی اور اڑھائی گز لمبی زمین معہ کتبہ ملتی ہے۔ جس کی قیمت کم از کم جائیداد کا عشر (دسواں حصہ) ہوتا ہے اور جن کی لاش وہاں نہیں پہنچتی ان کا کتبہ لکھ کر نصف قبری زمین پر لگا دیتے ہیں اور سب قبریں ایک قطار میں آپ کے رشتہ دار اور خلفاء کا داخلہ ہوتا ہے۔ چاروں طرف دیوار اٹھائی گئی ہے۔ مسیح کی قبر پر بھی ایک کتبہ لکھا ہوا ہے۔ گنبد کسی پر نہیں، چار دیواری میں مغرب کی طرف صرف ایک دروازہ ہے۔ جس میں مرزائی داخل ہو کر قبر مسیح پر ''اللھم صل علیٰ عبدك المسیح '' پڑھتے رہتے ہیں۔ مقبرہ کے چاروں طرف چار مربعہ کنال میں زیبائشی پودے لگے ہوئے ہیں۔ مغربی مربعہ قبروں سے آباد ہو چکا ہے۔ مشرقی مربعہ نصف تک آباد ہو رہا ہے۔ جنوبی اور شمالی دو مربعے ابھی خالی پڑے ہیں۔

دوسری خلافت تک ابھی سارا مقبرہ پر نہیں ہوا۔ ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس قدر قبر فروشی سے آمدنی کی توقع ہو سکتی ہے۔ مقبرہ کے مغرب میں آموں کا باغ ہے جس میں مرزا قادیانی معہ خاندان کے چہل قدمی کیا کرتے تھے۔ جس کے جنوب میں پرانی وضع کے ایک دو کمرے بھی کھڑے ہیں۔ جن میں آپ استراحت فرمایا کرتے تھے۔ اب یہ مقامات مقدسہ میں شامل ہیں۔ معلوم نہیں اس باغ کے آم کس تقدس سے فروخت ہوتے ہوں گے؟ کیونکہ تہ زمین میں بہشت دفن شدہ بتایا جاتا ہے۔ بہر حال یہ قبر فروشی ایک ایسی تجارت ہے کہ جس سے وہ جوہڑ کا کنارہ جو کسی وقت بالکل ویران پڑا ہوا تھا۔ سونے سے تل کر بک رہا ہے۔ مگر اس کی نظیر کسی نبی کے

مقبرہ میں نہیں ملتی۔ کیونکہ ان کے ہاں جنت صرف اعمال صالحہ سے ملتا تھا۔ مگر اب جنت فروشی کا وقت آ گیا ہے۔ مالدار کے سوا کون لے سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقبرہ کے مشرقی طرف دو سو قدم کے فاصلہ پر شمال سمت میں غریب مرزائیوں کا قبرستان بری حالت اور سادہ منظر میں چراغ وگل تیار کیا ہوا ہے۔ جس میں ابھی آبادی بہت کم ہے اور اس کے جنوب میں لاہوری پارٹی کا قبرستان ہے جو بالکل ہی کم آباد ہے۔ کیونکہ ان کی جنت فروشی نہیں چل سکی۔

۷...... دور اندیش مرزائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قبر مرزا کی تعظیم قبر پرستی اور شرکیہ استمداد اور عورتوں کی نذر نیاز تک پہنچ چکی ہے۔ چند برس کے بعد باقاعدہ طور پر اس بت کی پوجا شروع ہو جائے گی۔ کیونکہ گدی نشین دوسری تیسری پشت میں صرف شکم پرور ہی رہ جاتے ہیں۔ سالانہ میلہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ر دسمبر کو بلاناغہ بڑی شدومد سے لگتا ہے۔ جس میں گدی نشین کو چڑھاوے بہت ملتے ہیں اور نذر ونیاز کا تو کچھ اندازہ ہی نہیں۔

۸...... مسیح قادیانی کی وفات اگرچہ مئی میں تھی۔ مگر وہ گویا اپنا عرس حکومت کو خوش کرنے کے لئے دسمبر میں ہی کیا کرتے تھے اور اس وقت گویا وہ زندہ پیر کا عرس تھا اور اب مردہ مسیح کا عرس بن گیا ہے۔ مگر دوسرے مزاروں کی طرح اس مزار کے اردگرد ایصال ثواب کے لئے نہ تلاوت کلام اللہ کا اہتمام کیا گیا ہے نہ وضو اور طہارت بدنی کے لئے مسجد حوض اور سبیل کا انتظام ہے۔ بلکہ دور سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا قبرستان ہے۔ وہی ترتیب وہی درخت وہی قبریں کھودی ہوئیں موجود اور وہی قبروں کی قطاریں اور وہی پتھر کے کتبے اور ہونا بھی یونہی چاہئے تھا۔ کیونکہ آخر وہ عیسیٰ ابن مریم تھے اور اپنے مریدوں کو بنی اسرائیل یعنی یہودی کہہ چکے تھے۔ مقبرہ میں اگر عیسائیت کا بروز نہ ہوتا تو وہ عیسیٰ کیسے رہ سکتے تھے۔ ہاں فرق صرف اتنا ہے کہ یہ دیسی عیسائی ہیں اور وہ ولایتی۔

۹...... شرائط بیعت میں داخل ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھو۔ مگر ناظرین کو معلوم رہنا چاہئے کہ دین سے مراد شریعت مسیحی ہے۔ جس کے سامنے شریعت محمدیہ عملی طور پر مؤخر کی جاتی ہے۔ ۱۹۳۴ء میں ان کا عرس رمضان شریف کے پہلے ہفتہ میں منایا گیا تھا۔ ایام عرس میں سب مرزائی تارک صوم تھے۔ کیونکہ بیرونی مہمان مسافر تھے۔ جن کے متعلق شریعت مسیحائی کا حکم تھا کہ کوئی روزہ نہ رکھے اور باشندگان قادیان چونکہ مصروف مشاغل عرس تھے۔ اس لئے ان کی افطاری

بھی ضروری تھی۔ سنن ونوافل سب بالائے طاق فرائض تھے تو وہ بھی نصف یا پانچوں وقت کے ایک دفعہ ہی ادا کیئے جاتے تھے۔

۱۰...... مرزائیوں کے نزدیک یہ تین دن کا عرس ایام حج بیت اللہ شمار ہوتے ہیں۔ قادیان ارض حرم بن جاتی ہے۔ تیسری شب کو پنڈال میں خلیفہ خطبہ دیتا ہے اور جب اپنی اپنی حاجات کی درخواستیں پیش کرتے ہیں اور دیر تک اہل کنیسہ کی طرح بیٹھ کر میز کرسی لگائے ہوئے دیر تک دست بدعا رہتے ہیں۔ گویا پنڈال میدان عرفات کا بروز ہوتا ہے۔ جس میں مرزائی داخل ہوکر حاجی ہونے کی بجائے قدوسی کا خطاب حاصل کر لیتے ہیں اور محمد علی باب کی سنت زندہ کر کے اپنے آپ کو بابیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

۱۱...... اس جلسہ پر خوردونوش کا انتظام انجمن احمدیہ کے سپرد ہوتا ہے اور لنگر خانہ میں تقریباً تین سو آدمی کی خوراک ان دنوں تیار ہوتی ہے جس کے لئے فراہمی چندہ کی کفالت کافی ہوجاتی ہے۔ خلیفہ صاحب اپنی زیارت گاہ میں بیٹھ کر نذرانے وصول کرتے ہیں اور پہلی تقریر میں مزید چندہ کی اپیل سناتے ہیں اور آخری تقریر کے بعد دعاء سے جلسہ برخاست ہوتا ہے۔ ایام حج کی طرح ان دنوں مخالفین کو بھی کشادہ پیشانی سے ملتے ہیں اور ہر ایک کو موقعہ دیا جاتا ہے کہ قادیانیت کے اثرات سے بہرہ ور ہوکر داخل بیعت ہوسکے۔

۱۲...... مطبع اپنا ہے اخبار ''الفضل'' زیر نگرانی خلیفہ جاری ہے۔ ''فاروق'' میر قاسم علی کے ماتحت ہے۔ ''النور'' محمد یوسف کے ماتحت شائع ہوتا ہے۔ ''المصباح'' عورتوں کے لئے مخصوص ہے۔ لاہوری پارٹی نے صرف ''پیغام صلح'' جاری کر رکھا ہے۔

۱۳...... مسیح کے عہد میں ''البدر'' اور ''حکم'' جاری تھے۔ مگر اب ان کا اجراء ملتوی کیا گیا ہے اور اس کی بجائے ''تشحیذ الاذہان'' سکول کی طرف سے ایام تعلیم میں خلیفہ نے جاری کیا تھا جو اب تک جاری ہے۔ ''ریویو اوف ریلیجز'' مسلسل چل رہا ہے جس میں تمام مذاہب پر تنقید کی جاتی ہے۔ لاہوریوں نے اس کے مقابلہ پر ''لائٹ'' ماہواری جاری کیا ہوا ہے۔

۱۴...... اگلے صفحہ پر قادیان کا نقشہ دیا جاتا ہے۔ ناظرین اپنے آپ کو منارۃ المسیح میں کھڑے سمجھ کر چاروں طرف نظر دوڑائیں۔

نقشہ یروشلم پنجاب قادیان
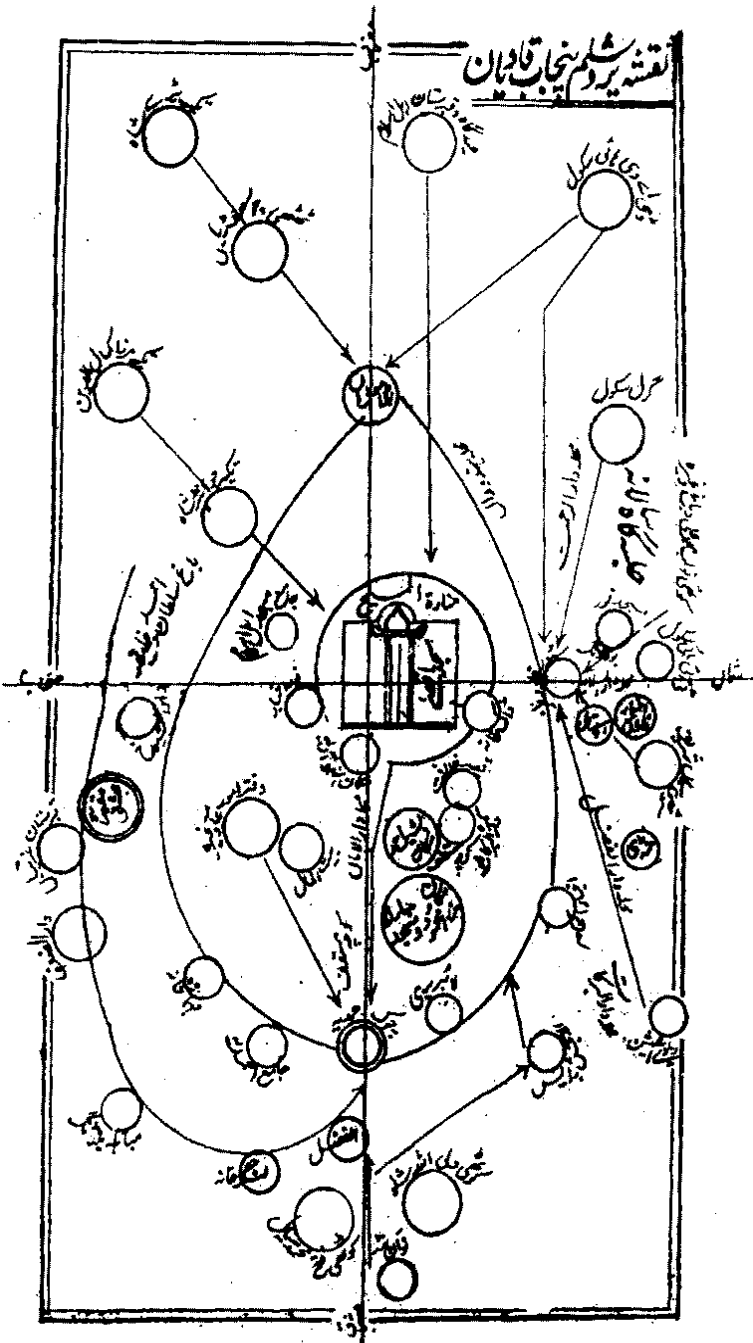
اس نقشہ کے متعلق تفصیلات ذیل ملاحظہ ہوں۔

ا...... دفتر الفضل سے یہ اخبار بھی شائع ہوتے ہیں۔

☆...... سن رائز۔ ☆...... مصباح النسوان۔

☆...... تشحیذ الاذہان۔ ☆...... بدر۔

☆...... حکم، سردست بند ہیں۔

۲...... دفتر امور عامہ میں یہ عدالتیں بھی قائم کی گئی ہیں۔

☆...... نظارت امور خارجیہ۔ ☆...... نظارت امور داخلیہ۔

☆...... نظارت امور اعلیٰ۔ ☆...... نظارت امور عامہ۔

☆...... محکمہ قضاوقدر۔ ☆...... نظارت دعوت وتبلیغ۔

☆...... بیت المال۔ ☆...... احمدیہ ٹریڈنگ کمپنی۔

☆...... نظارت تربیت یتامیٰ ومساکین۔

۳...... دارالبرکات میں مرزا قادیانی کو الہام ہوا کرتا تھا۔ وہ ایک بالا خانہ ہے جو بالکل پرانی وضع کا اب تک موجود ہے۔ اس کے متعلق الہام ہے کہ جو شخص یہاں آکر دعاء کرے گا منظور ہو جائے گی۔ خاص خاص مریدوں کو وہاں جانے کی اجازت ملتی ہے۔ بقول شخصے وہاں کچھ نذرونیاز بھی پیش کرنی پڑتی ہے۔ کمرے کے درمیان ایک چھوٹا سا ستون اینٹوں کا بنا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کے اوپر لکڑی کا ایک ٹب پڑا ہوا ہے اس میں مٹی پڑی ہوئی ہے۔ جو خاک شفائے قادیان سمجھی جاتی ہے۔ واپسی کے وقت اس میں سے تھوڑی سی مقدار تبرکاً عنایت ہوتی ہے۔ جس کو مرید خاک شفا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ کبھی اس ٹب میں پانی بھر دیتے ہیں اور اس پانی کو لوگ آب زم زم کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ کبھی خشک مٹی الگ رکھتے ہیں اور پانی الگ۔ لیکن ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس مٹی اور پانی کا مطلب کیا ہے؟

۴...... منارۃ المسیح کی مسجد اقصیٰ ہے۔ حرم سرا کے ملحق مکانات کی مسجد مبارک ہے۔ ......الاسلام ہائی سکول کی مسجد نور ہے اور قادیان کو دمشق کا خطاب دیا جاتا ہے۔ خود مرزا قادیانی مسیح ہیں۔ آپ کی امت بنی اسرائیل یعنی یہودی اور عیسائی ہیں۔

۵...... منارۃ المسیح مرزا قادیانی کی زندگی میں شروع ہوا تھا۔ سنگ بنیاد رکھنے میں بہت سا روپیہ صرف ہوا۔ زمین سے دو تین گز کی بلندی تک پہنچا کر آپ انتقال فرماگئے۔ آپ کے بعد پہلی خلافت میں مکمل کر دیا گیا۔ دوسری خلافت نے اس پر کلاک لگایا اور سنگ مرمر کے پلستر

سے اس کو المنارۃ البیضاء شرقیہ دمشق یعنی قادیان کا سفید منارہ بنادیا اور یہ مینار اندرونی سیڑھیوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ عموماً اذان اسی کے اوپر چڑھ کر دی جاتی ہے اور یہ اپنی قد وقامت میں ترنتارن کے مینار سے کم نہیں۔ یہ اس لئے نصب کیا گیا ہے کہ قادیان دور سے معلوم ہو اور مرزا قادیانی کے مقامات مقدسہ کا دور سے ہی پتہ چل جائے۔ بقول شخصے اپنی ترقی کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ گویا دوسری خلافت میں مرزائیت پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی ہے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ مسیح خود مینار بنائے گا۔ کیونکہ اس پیشین گوئی سے یہ مطلب ہے کہ مسیح ایک نورانی جگہ میں پیدا ہوگا۔ (خوب بہت خوب)

۱۵...... بہشتی مقبرہ اور گاؤں کے درمیان ایک جوہڑ تین قد آدم گہرا چالیس قدم عرض میں واقع ہے۔ جس میں تمام بستی کی گندگی گرتی ہے اور تعفن اس قدر ہے کہ گویا وہ نہر عسلین یا نہر غساق ہے جو قادیان کو مشرق جنوب اور مغرب سے محیط ہے۔ شمال سے بھی محیط تھی۔ مگر اب وہاں بھرتی ڈال دی گئی ہے۔ گویا یہ دوزخ ہے جس پر پختہ پل باندھا گیا ہے اور پل کی سڑک کو وسیع کر کے رہائشی مکان بھی اہل اعراف کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔ نووارد پل صراط سے گذرتا ہے تو ناک بند کر کے گذرتا ہے۔ مگر وہاں کے اصحاب النار اس تعفن سے، عادی ہو چکے ہیں۔ اسے عبور کر کے آموں کے باغ دیکھو گے اور بائیں طرف مڑ کر بہشتی مقبرہ پاؤ گے۔

۱۶...... پچھلے بیان سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہم اسٹیشن سے چل کر اسلامیہ سکول کو ہوتے ہوئے بہشتی مقبرہ تک نصف دائرہ کا چکر کاٹ چکے ہیں تو اس نصف دائرہ کے مرکز میں خالی میدان پڑا ہوا ہے۔ جس میں مہاجرین زمین کے ٹکڑے خرید خرید کر انگریزی طرز پر مکان بنا رہے ہیں۔ بستی اور اسٹیشن کے درمیان اسی حصہ کے اندر دو چار سڑکیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ جن میں مہاجر رہتے ہیں۔ یا مہاجرین کی صنف نازک کی بود و باش ہے جو مدرسۃ النبات میں داخل ہیں۔ صبح سیر کو نکلو تو صنف نازک اپنے بنگلوں سے نکل کر مشرق کی طرف کھیتوں میں دور تک سیر کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور واپسی کے وقت مزار مسیح کی زیارت اور پرستش سے فارغ ہو کر برقعہ پوش لشکر کی صورت میں نظر آتی ہے۔ جس میں حرم سرا کا برقعہ سیاہ فام ہوتا ہے اور باقی سپید رنگ ہوتے ہیں اور اندرون پردہ نیو فیشن کے نشان ملتے ہیں۔ سیر کے بعد خلیفہ صاحب ایک بڑے ہال میں صنف نازک کو برملا قرآن کی تعلیم دیتے ہیں اور باقی تعلیم استانیوں کے سپرد ہے۔ جس کا انتظام میر قاسم علی کرتے ہیں۔

۱۷...... سالانہ جلسہ کے موقعہ پر خلیفہ صاحب کی وساطت سے مریدوں کے نکاح

وطلاق کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ باقی ایام میں محکمہ قضاء الگ کھلا رہتا ہے۔ جس میں خلیفہ کی زیرنگرانی قاضی جھگڑے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ نئی آبادی کی خرید وفروخت کا محکمہ بھی اسی قضاء خانہ کی ایک شاخ ہے جو مرید قطعہ اراضی خرید کرتا ہے۔ اس سے قیمت وصول کر کے یہ شرط لکھا لیتے ہیں کہ کسی غیر احمدی کے پاس یہ جائیداد فروخت نہ ہوگی۔ بہرحال کسی دن یہ حارۃ المہاجرین قادیان کو ایک شہر کی حیثیت میں لے آئے گا۔

۱۹...... مسیح قادیانی کی وفات

یہ مسئلہ آج تک طے نہیں ہوا کہ مسیح قادیانی کی موت کیوں ہوئی؟ مخالفین کے نزدیک ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کی پیشین گوئی یا پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری قبلہ کی بددعاء کارگر ہوئی تھی اور یا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے مباہلہ رنگ لایا تھا۔ مگر آپ کے مرید کہتے ہیں کہ آپ کو خود اس طرح کے الہام ہو چکے تھے کہ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو وفات ہو جائے گی۔ چنانچہ ریویو نمبر ۶، ۷ جلد سوم میں خلیفہ محمود نے بعنوان ''مسیح محمد کے دشمنوں کے سوالوں کے جوابات'' لکھا ہے کہ:

اوّل...... آپ کو خواب میں جب مولوی عبدالکریم سیالکوٹی دکھائی دیئے تو آپ نے کہا کہ دعاء کرو تبلیغ کے لئے کافی عمر مل جاوے۔ مگر مولوی صاحب نے سینہ تک ہاتھ اٹھا کر صرف یہ کہا تھا کہ: ''اکیس سال'' تو آپ تبلیغی عمر اکیس سال پا کر مر گئے۔ کیونکہ ۱۸۸۸ء مطابق جمادی الاوّل ۱۳۰۶ھ میں آپ نے بیعت کا اعلان کیا تھا اور ۱۹۰۸ء میں مر گئے اور سینہ تک ہاتھ اٹھانے کا بھی یہی مطلب تھا کہ تبلیغ ناقص رہے گی۔

دوم...... یہ بھی رؤیا ہے کہ کوری ٹنڈ میں مجھے پانی دیا گیا۔ باقی صرف دو تین گھونٹ رہ گیا۔ مگر تھا بہت صاف۔ پھر الہام ہوا کہ آب زندگی؟ تو اسی کے مطابق اڑھائی سال بعد آپ کا انتقال ہوا۔

سوم...... ۱۵ را کتوبر ۱۹۰۶ء الہام ہوا کہ: ''علم الدرمان'' (علاج کا علم) ۲۲۳۔ مطلب یہ تھا کہ ۱۵ را کتوبر سے ۲۵ رمئی ۱۹۰۸ء تک ۲۲۳ دن ہوں گے۔ جیسا کہ اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے۔ (ایام ۱۶ را کتوبر، ۳۰ رنومبر، ۳۱ ردسمبر، ۳۱ رجنوری ۱۹۰۸ء، ۲۹ رفروری، ۳۱ رمارچ، ۳۰ راپریل، ۲۵ رمئی) میزان کل ۲۲۳۔ یہ حساب ایک سال بعد شروع ہوا تھا تا کہ فروری ۲۹ دن کا حاصل ہو جائے۔

چہارم...... ۱۸ رتمبر ۱۸۹۴ء کو الہام ہوا: ''داغ ہجرت'' یعنی تیری وفات گھر سے باہر

کسی اور جگہ ہوگی۔ ۲۰ر فروری ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا کہ افسوس ناک خبر آئی اور انتقال ذہن لاہور کی طرف ہوا۔

پنجم...... ۲۰ر مارچ ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا کہ: ''انما یرید الله '' ہے تو بھاری مگر اے خدا اس امتحان کو قبول کر۔ اے میرے اہل بیت خدا تم کو محفوظ رکھے تو وہ ہے جس کی روح میری طرف اڑ آئی ہے۔ کیا تم کو عجیب معلوم ہوتا ہے کہ مر جاؤ گے۔ ان کی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں۔

ششم...... ۲ر دسمبر ۱۹۰۰ء کو الہام ہوا بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید، ۲۷ کو ایک واقعہ، اللہ خیر و ابقی، خوشیاں منائیں گے۔ وقت رسید، تو اس الہام کے مطابق ۲۷ر مئی ۱۹۰۸ء کو آپ قادیان میں دفن ہوئے۔

ہفتم...... ۲۶ر اپریل ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا کہ مباش ایمن از بازیٔ روزگار۔ لاہور جا کر الہام ہوا کہ مکن تکیہ بر عمر ناپائدار اس الہام میں ۱۳۲۶ھ بتایا گیا۔ جس میں آپ فوت ہوئے۔

ہشتم...... ۷ر مارچ ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا کہ ماتم کدہ، پھر دیکھا کہ جنازہ آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی وفات قادیان سے باہر ہوگی۔

نہم...... یہ بھی الہام ہوا۔ موت قریب۔ ''ان الله یحمل کل حمل '' خدا تیرا بوجھ اٹھائے گا۔

ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشین گوئی

ڈاکٹر عبدالحکیم بیس سال مرید رہ کر مرتد ہو گیا تھا۔ (کیونکہ اس نے خط لکھا تھا کہ کیا کوئی اطاعت رسول کے سوا بھی نجات پا سکتا ہے؟ تو آپ نے جواباً لکھا کہ نہیں اور اسی عقیدہ پر بگڑ کر مخالف ہو گیا تھا) آپ کی وصیت شائع ہونے کے بعد اس نے اپنے رسالہ الحکیم نمبر ۴ میں پیش گوئی کی تھی کہ مرزا تین سال تک مر جائے گا اور میں سچا ہوں اور وہ جھوٹا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی وصیت بھی شائع کر دی اور جب مرزا قادیانی نے یہ الہام شائع کیا کہ تیری موت قریب ہے تو اس نے شائع کر دیا کہ: ''مرزا چودہ ماہ کے اندر مر جائے گا'' اس وقت تین سال والی پیشین گوئی سے آٹھ ماہ گذر چکے تھے۔ مگر آپ (مرزا) کو الہام ہوا کہ عمر بڑھا دی گئی ہے اور کہا کہ یہ الہام تین سال والی پیشین گوئی کے متعلق ہے۔ پھر جب آپ کو الہام ہوا ہے اور کہا کہ موت بہت ہی قریب ہے تو اس نے شائع کر دیا کہ مرزا قادیانی ۴ر اگست ۱۹۰۸ء مطابق ۲۱ ساون فوت ہو جائے گا۔ مگر مرزا قادیانی

اس کی تکذیب کرتے ہوئے ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوگئے۔ لعنت ہے اس کی اصلاح پر اور تف ہے اس کی رسالت پر کیونکہ وہ اپنے رسالہ اعلان حق میں خود مقر تھا کہ میں صوم وصلوٰۃ کا پابند نہیں ہوں اور مجھے شیطانی الہام بھی ہوتے ہیں اور رحمۃ اللعالمین بھی ہوں۔ اسی میں سہ سالہ پیشین گوئی بھی درج کی تھی اور ۴ راگست کی پیشین گوئی بھی درج کی تھی۔ جو اخبار اہل حدیث، پیسہ اخبار، بریلی گزٹ اور اخبار وطن میں شائع ہو چکی تھی۔ مگر بعد میں اس نے پھر یوں لکھ دیا تھا کہ میں نے ۴ راگست تک کی پیشین گوئی کی تھی۔ جو پوری ہوگئی۔ لعنة الله علی الکاذبین!

عبدالحکیم کی ہلاکت

آپ نے تبصرہ میں الہام شائع کیا تھا کہ اپنے دشمن سے کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواخذہ کرے گا۔ میں تیری عمر بڑھادوں گا۔ یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ ماہ تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں۔ یا ایسا ہی جو اور دشمن پیشین گوئی کرتے ہیں۔ ان سب کو جھوٹا کروں گا اور تیری عمر بڑھادوں گا۔ جو دشمن تیری موت چاہتا ہے وہ خود تیری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نابود ہو جائے گا اور تباہ ہو جائے گا۔ یہ پیشین گوئی ڈاکٹر کی اس پیشین گوئی کے مقابلہ پر تھی کہ مرزا چودہ ماہ تک مر جائے گا۔ مگر جب اس نے ۴ راگست ۱۹۰۸ء کی پیشین گوئی شائع کردی تو یہ پیشین گوئی استعمال نہ کی گئی اور منسوخ ہوکر کٹ گئی۔ اس لئے ڈاکٹر مرزا قادیانی سے پہلے نہ مرا۔ جیسے کہ کوئی اسلام کو برا کہتا ہے اور ہلاک ہونے کے قریب ہوتا ہے۔ مگر جب مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ ہلاکت منسوخ ہو جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس!

یہ الہام بھی تاخیر میں ڈال دیا گیا کہ: ''رب فرق بین صادقٍ وکاذبٍ ۰ انت تری مصلح وصادقٍ ۰ الم ترکیف فعل ربك باصحاب الفیل ۰ الم یجعل کیدھم فی تضلیل '' تیرے دشمنوں کا اخزاء وافساد تیرے ہی ہاتھ سے مقدر تھا۔ کیونکہ اس میں یہ لفظ نہیں کہ ڈاکٹر تیرے حین حیات میں مرے گا۔ گو مرزا قادیانی نے اجتہادی غلطی کی وجہ سے اس کی تشریح کرتے ہوئے یہ سمجھ لیا تھا کہ ڈاکٹر کی ہلاکت آپ کی زندگی میں مقدر ہے۔ مگر اس سے آپ پر کوئی حرف نہیں آتا۔ کیونکہ سنت انبیاء یونہی چلی آئی ہے کہ وہ اجتہادی غلطی کرتے آئے ہیں۔ جیسے نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے متعلق غلط مفہوم سمجھا تھا اور حضور ﷺ کا مکہ پر قبضہ بعد میں ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمجھا تھا کہ بیت المقدس پہنچوں گا اور عیسیٰ علیہ السلام نے سمجھا تھا کہ میں بادشاہ بن جاؤں گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ پیشین گوئی بھی ڈاکٹر کی چودہ ماہ والی پیشین گوئی کے ساتھ کٹ گئی تھی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے بعد عہد

خلافت بھی آپ کی ہی زندگی کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ (کیونکہ اس میں قدرت ثانیہ کا ظہور ہوا ہے اور آپ نے روپ بدل کر خلیفہ کہلایا ہے) اس لئے اجتہادی ترجمہ بھی صحیح ہوسکتا ہے۔ لوگو! ہمیں ستانا چھوڑ دو اور چار لاکھ آدمیوں کی آہ وزاری سے خوف کرو۔ جو آج اپنے روحانی باپ سے جدا ہو چکے ہیں۔ نومبر ۱۹۰۷ء میں آپ کو موسمی کھانسی ہوگئی تھی جو بعد میں جاتی رہی۔ مگر ڈاکٹر عبدالحکیم نے اعلان حق میں شائع کر دیا تھا کہ مرزا پھیپھڑے کی بیماری سے مر گئے اور وفات کے بعد شائع کر دیا کہ مرزا ہیضہ سے مرا ہے تو کیا سل کا مرض ہیضہ سے تبدیل ہوسکتا ہے؟ پھر اعلان حق میں شائع کیا کہ میں نے الہام شائع کیا تھا کہ مرزا ۴؍اگست تک فوت ہو جائے گا۔ حالانکہ اس کی دستخطی چٹھی عکسی طور پر پیسہ اخبار میں شائع ہو چکی تھی۔ جس میں یہ لفظ موجود تھے کہ مرزا ۱۴؍اگست کو مر جائے گا۔ افسوس ایسے جھوٹے رسول پر جب وہ خود ایسے جھوٹ بولتا ہے تو اس کی امت کیا کرے گی؟

ہلاکت مولوی ثناء اللہ

اوّل...... مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق یوں گذارش ہے کہ جب کتاب ''قادیان کے آریہ اور ہم'' شائع ہوئی تو مولوی صاحب نے لکھا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی جھوٹے ہیں اور ان کے الہام سراسر کذب ہیں تو ان کو لکھا گیا کہ حقیقت الوحی تیار کر کے آپ کو بھیج دی جائے گی۔ اس پر یہ لفظ لکھ دیں اور یہ بھی لکھ دیں کہ: ''اے میرے خدا اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو میری دعاء ہے کہ تیرا عذاب مجھ پر نازل ہو۔'' اس عبارت کے شائع ہونے کے بعد مرزا قادیانی بھی شائع کر دیں گے کہ: ''یہ تمام الہامات خدا کی طرف سے ہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میری دعاء ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین'' مگر مولوی صاحب نے لکھا کہ عذاب کی تعیین کرو تو مباہلہ کروں گا۔

دوم...... مرزا قادیانی نے اپنی طرف سے اشتہار دیا کہ: ''مولوی ثناء اللہ مجھے مفتری جانتا ہے یا اللہ تو جھوٹے سچے میں فرق کر۔ تاکہ دنیا گمراہی سے بچ جائے۔ تو ایسا کر کہ اگر میں سچا ہوں تو میری زندگی میں ہی مولوی ثناء اللہ کو کسی مہلک مرض میں مبتلا کر یا میرے سامنے ہی اسے موت دے۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو اس کی زندگی میں ہی مجھے دنیا سے اٹھالے۔ یہ الہام نہیں دعاء ہے۔ مولوی صاحب جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔'' مگر مولوی صاحب نے اہل حدیث ۲۶؍اپریل ۱۹۰۷ء میں لکھ دیا کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں اور کوئی دانا اسے مان بھی نہیں سکتا۔ اب مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد خود ہی جاہل و نادان بن گئے اور کہنے لگ گئے کہ مرزا قادیانی اسی فیصلہ کے مطابق مر گئے ہیں۔

سوم...... نبی اصلاح کے لئے آتے ہیں۔ نہ افسانہ کے لئے۔ مرزا قادیانی بھی اس لئے نہیں آئے تھے کہ آتھم مرے۔ طاعون پڑے اور زلزلے وغیرہ آئیں۔ مولوی صاحب نے جب دعاء سے انکار کر دیا تو اب اگر مر جاتے تو اس کے تابعدار کہہ دیتے کہ وہ انکاری تھے۔ اس لئے دعاء کے اثر سے نہیں مرے تو اصلاح کی بجائے افساد ہو جاتا۔ اس لئے وہ معاملہ التواء میں ڈال دیا گیا۔ ورنہ ان کو خوف تھا کہ کہیں سزا نہ مل جائے۔ چنانچہ مرقع قادیانی مئی ۱۹۰۸ء میں لکھتے ہیں کہ مجھ پر مباہلہ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ کیونکہ ایک سال میعاد مباہلہ گذر چکی ہے اور چند دن وفات مرزا سے پہلے مرقع جون ۱۹۰۸ء ص ۸ میں لکھا تھا کہ مرزائی جماعت کے جوشیلے ممبرو اب کس وقت کا انتظار ہے۔ تمہارے پیر مغاں کی میعاد کا زمانہ تو گذر گیا۔ درحقیقت وہ دھوکا دیتے تھے۔ کیونکہ وہ مباہلہ اس لئے منسوخ ہو چکا تھا کہ انہوں نے منظوری نہ دی تھی۔

چہارم...... اہل حدیث ۲۶؍اپریل ۱۹۰۷ء میں لکھ چکے تھے کہ مفتری کی رسی دراز ہوتی ہے۔ تو خدا نے اسی اصول پر فیصلہ کر دیا کہ مرزا قادیانی مفتری نہ تھے اور مولوی صاحب مفتری تھے۔ اس لئے جھوٹا زندہ رہا اور سچا مر گیا۔ اس کے برخلاف اسماعیل علی گڑھی، غلام دستگیر قصوری، چراغ الدین جمونی اور فقیر مرزا کا عقیدہ تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے اصول کے مطابق سزا یافتہ ہوگئے اور مولوی ثناء اللہ چونکہ معتقد تھے کہ جھوٹے کی رسی دراز ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اپنے اصول کے مطابق جھوٹے بن کر سزا بھگت رہے ہیں۔ گویا یہ نسخہ الگ ہے اور وہ نسخہ الگ ہے۔ ان کا زندہ رہنا ہی کذب کی علامت ہے اور خدا نے ''سنسمہ علی الخرطوم'' کے پیرایہ میں یہ داغ ان کی ناک پر لگا دیا ہے۔ عبدالحق سرہندی نے اسی مرقع میں لکھا تھا کہ یہ کوئی قاعدہ نہیں ہے کہ سچے کی زندگی میں جھوٹا مرے۔ کیونکہ مسیلمہ بعد میں مرا تھا۔ بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ جھوٹے کی رسی دراز ہوتی ہے۔ اس لئے خدا نے یہی اصول برت کر مولوی صاحب کو زندہ رکھا ہوا ہے اور یہ اعتراض کہ ثنائی پارٹی پر اس کا کیا اثر ہوا۔ بالکل واہیات ہے کیونکہ اس کا اثر تب ظاہر ہوگا جب کہ یہ جھگڑا شائع ہو کر ہر ایک کے پاس پہنچ جائے گا تو لوگ خود بخود غور کر کے فیصلہ دے دیں گے کہ مولوی صاحب نے اپنا ہی نسخہ استعمال کیا ہے۔ اس لئے وہ جھوٹے ہیں۔ شاید یہ نتیجہ ابھی دیر طلب ہو۔ ''لعلك باخع'' کے زیر ہدایت عجلت نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ مرزا قادیانی احمد تھے اور ثناء اللہ مسیلمہ۔ اس لئے ان کا بعد ہی میں مرنا ضروری ہوا۔

پنجم...... اہل حدیث ۱۹؍اپریل ۱۹۰۷ء ص ۴ میں مولوی صاحب لکھ چکے ہیں کہ مباہلہ اور چیز ہے اور قسم اور چیز ہے اور قسم کو مباہلہ کہنا آپ جیسے (مرزائیوں کا) ہی کام ہے۔ مگر پھر

بار بار لکھ رہے ہیں کہ مرزا قادیانی نے مباہلہ میں ہار کھائی ہے۔

ششم...... مولوی صاحب کو تسلیم ہے کہ مباہلہ کی میعاد مرزا قادیانی کی وفات سے پہلے ختم ہو چکی ہے۔ تو اب وفات مرزا کو مباہلہ میں داخل کرنا بالکل غلط ہوگا۔

تنقید و تشریح

ا...... مولوی عبدالکریم کی دعاء کا عجیب ڈھنگ تھا کہ نماز میں رفع الیدین کی طرح دعاء مانگتے تھے اور اگر انہوں نے دعاء کے لئے ہاتھ ملا کر اکیس سال کا لفظ کہا تھا تو اس پر تعجب کیوں کیا گیا تھا کہ صرف سینہ تک ہی ہاتھ اٹھائے تھے۔ کیا دعاء کے لئے سر پر ہاتھ رکھے جاتے ہیں؟ اگر نہیں تو تکمیل تبلیغ کا اشارہ کیوں نہ سمجھا گیا۔ اس کے بعد یہ تاویل اس لئے بھی مخدوش ہے کہ مسیح سے یہ تاویل منقول نہیں معلوم نہیں کہ مسیح نے اس سے کیا سمجھا تھا۔ اس کے علاوہ تاریخ الہام کا بھی پتہ نہیں دیا گیا کہ اس تاریخ سے اڑھائی سال شروع ہوں گے۔

۲...... ٹنڈ کا الہام بھی بغیر تاریخ کے ہے۔ اس لئے وہ مشتبہ رہا اور مسیح کی کوئی عبارت نہیں بتائی کہ گھونٹ کتنے پیے تھے؟ اور ان سے کیا مراد تھی؟

۳...... علم الدرمان کا لفظ ہی غلط ہے۔ شاید قریب المرگ کی طرح فارسی لفظ (درمان) پر الف لام داخل کر لیا ہوگا یا آپ نے اسے عربی ہی سمجھ لیا ہو۔ بہرحال یہ الہام کا لفظ نہیں ہو سکتا۔ صرف حدیث النفس ہی ہے۔ اس کے علاوہ ایک سال چھوڑ کر حساب شروع کرنا کوئی ہوشمندی نہیں ہے۔ بالخصوص جب کہ ملہم نے اس کی تصریح نہیں کی تو یہ الہام اور بھی کمزور ہو جاتا ہے۔

۴...... ۱۸۹۴ء میں داغ ہجرت کا مفہوم مراد وفات لینا بعید از قیاس ہے۔ کیونکہ اس ہجرت کے متعلق کوئی تحریر نہیں ملتی کہ مرزا قادیانی لاہور جانے سے کھٹکا رکھتے تھے۔ یہ نکتہ بعد الوقوع گھڑ لیا گیا ہے۔ جس کا خود ملہم کو بھی علم نہ تھا۔ ۱۹۰۷ء میں آپ کی افسوس ناک خبر آئی۔ مگر معلوم نہیں کہ کس کے متعلق یہ الہام تھا۔ ممکن ہے کہ خواجہ کمال الدین کے مرنے کی طرف اشارہ ہو۔ پس خواہ مخواہ وفات مرزا پر اس کو چپکانا اصول دیانت کے خلاف ہوگا۔

۵...... کفن لپیٹ کر لائے ہیں سے معلوم نہیں ہوتا کہ خاص لاہور میں مرنے کی خبر ہے۔ ممکن ہے کہ اس وقت ملہم کو قادیان کا ہی خیال ہو۔ ہاں اتنا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ چونکہ آپ دائم المریض تھے اور عمر بھی کھا چکے تھے اور مخالفین نے مرنے کے متعلق پیشین گوئیاں بھی شائع کر دی تھیں۔ اس لئے رات دن یہی وہم رہتا ہوگا کہ اب مرے اب مرے تو پھر ایسے الہام کا منجانب اللہ ہونا مخدوش ہو جاتا ہے۔

۶...... ۲۷ کو ایک واقع ہوا سے ہزاروں مثالیں تجویز کی جاسکتی ہیں۔ دفن مرزا کو کیا خصوصیت ہے۔

۷...... مکن تکیہ برعمر ناپائدار میں حساب الجمل سے ۱۳۲۶ھ استنباط کرنا غلط ہے۔ ذرہ سوچ کر یہ دلیل پیش کی جاوے تو شاید سولہویں صدی ہجری میں کسی قدرت ثانیہ کے موت کی طرف اشارہ ہوگا۔

۸...... ماتم کدہ کا لفظ گول مول ہے۔ بلی کو چھچھڑے کی خوابیں عمر کا تقاضا تھا۔ آتھم کی طرح ہر وقت موت کا خوفناک منظر ہی دکھائی دیتا ہوگا۔ ورنہ ایسے مہمل فقرے خدا کی طرف منسوب کرنا کسی عقلمند کا کام نہیں؟

۹...... موت قریب کے فقرہ سے ہر ایک بوڑھے کے لئے الہام تیار ہوسکتا ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ خدا نے بوجھ اٹھایا تھا۔ معلوم نہیں ملہم کا خدا بھی شاید سترا بہترا ہوگیا تھا کہ جو الہام کرتا ہے سب گونگے کے اشارے ہوتے تھے۔

۱۰...... ڈاکٹر عبدالحکیم پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اطاعت رسول کو ضروری نہ سمجھتا تھا۔ اس لئے رجسٹر سے نام کاٹ کر مرتد تصور کیا گیا۔ مگر اس کی تہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یوں کہا ہوگا کہ جو شخص خود رسالت تک پہنچ جائے اسے دوسرے رسول کی اطاعت ضروری نہیں۔ اس پر مرزا قادیانی بگڑ گئے ہوں گے کہ لو جی ایک شریک پیدا ہوگیا۔ ورنہ کسی مسلمان سے یہ امید نہیں ہوسکتی کہ اطاعت رسول کو مدار نجات نہ جانتا ہو۔ خصوصاً جب کہ ڈاکٹر کے اس لیکچر کا مطالعہ کیا جائے جو اس نے مسلمان ہوکر محمڈن ہال لاہور میں دیا تھا تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے فرائض کستوری بہم پہنچانے سے تنگ آ گیا تھا۔ (دیکھو کاویہ جلد اوّل) ہمارے سامنے دونوں مدعی رسالت اپنا اپنا بیان ایک دوسرے کے خلاف دے رہے ہیں۔ اب کسے کہیں کہ جناب آپ کے سر پر بھوتنا سوار ہے؟

۱۱...... چشمہ معرفت طبع اوّل ص۳۲۱ میں مرزا قادیانی ڈاکٹر صاحب کو پیش نظر رکھ کر یوں لکھتے ہیں کہ: ''کئی دشمن مسلمانوں میں سے میرے مقابل پر کھڑے ہوکر ہلاک ہوئے اور ان کا نام ونشان نہ رہا۔ ہاں آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام ڈاکٹر عبدالحکیم خان ہے۔ جس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں چار اگست تک ہلاک ہو جاؤں گا اور یہ اس کی سچائی کے لئے ایک نشان ہوگا۔ یہ الہام کا مدعی ہے اور مجھے دجال کافر اور کذاب جانتا ہے۔ بیس برس تک مرید رہا تو اس نے یہ عقیدہ اختیار کرلیا تھا کہ بغیر اطاعت حضورﷺ کے بھی نجات ہوسکتی

ہے۔ چونکہ یہ عقیدہ جمہور کے خلاف تھا۔ میں نے منع کیا۔ مگر باز نہ آیا تو جماعت سے نکال دیا۔ تب اس نے پیشین گوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴؍اگست تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر خدا نے کہا کہ وہ خود عذاب میں ہوگا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ خدا سچے کی مدد کرے گا۔'' (چشمہ معرفت ص۳۲۱، خزائن ج۲۳ ص۳۳۶، ۳۳۷)

اس عبارت میں ۴؍اگست تک کے لفظ کو آپ نے دو دفعہ دہرایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر نے کسی وقت ''۴؍اگست کو'' کا لفظ لکھ دیا ہوگا۔ مگر فریقین مقدمہ کا متفقہ لفظ یہی ہے کہ اگست تک مرزا مر جائے گا۔ اب اس سے یہ نتائج پیدا ہوتے ہیں کہ:

اوّل...... ''۴؍اگست کو'' کا فقرہ فریق مقدمہ (مرزا) نہیں کرتا۔ اس لئے آج کل کے مرزائیوں کا ''۴؍اگست تک'' کو غلط قرار دینا غلط ہوگا۔

دوم...... اس عبارت میں کوئی ذکر نہیں کہ ڈاکٹر کی ہلاکت تین سال یا چودہ ماہ کی پیش گوئی سے تعلق رکھتی ہے۔ بلکہ اس میں صاف یہ مقابلہ کیا گیا ہے کہ چونکہ ڈاکٹر نے ۴؍اگست تک ہلاکت مرزا پر پیشین گوئی پیش کی۔ اس لئے ہم بھی اس کے مقابلہ پر یہ پیشین گوئی پیش کرتے ہیں کہ: ''ہماری زندگی میں ہی وہ ہمارے سامنے مرے گا اور ہم اس کے شر سے محفوظ رہیں گے'' اب مرزا محمود کی تاویل غلط ہوگی کہ مرزا قادیانی کی بددعاء کا اثر اس لئے پیدا نہ ہوا تھا کہ اس کا تعلق تین سال اور چودہ ماہ کی پیش گوئی سے تھا۔ پس جب وہ غلط نکلی تو مرزا قادیانی کی بددعا بھی اکارت گئی۔

سوم...... مرزا محمود کا یہ کہنا بھی غلط ہوگیا کہ مرزا قادیانی نے اجتہادی طور پر یہ سمجھ رکھا تھا کہ ڈاکٹر کی ہلاکت آپ کی حیات میں ہوگی۔ ورنہ پیشین گوئی میں یہ لفظ درج نہیں ہیں۔ کیونکہ اس کے آخری لفظ یہ ہیں کہ: ''خدا مرزا کو ڈاکٹر کی شرارت سے محفوظ رکھے گا۔ یعنی اس کی پیشین گوئی کو سچا نہ ہونے دے گا۔'' اس سے بڑھ کر اور کیا تصریح ہوسکتی ہے۔ شاید مرزا محمود نے اس پر غور نہیں کیا۔

چہارم...... ہلاکت ڈاکٹر کے متعلق کھلے لفظ ہیں۔ کسی قسم کے شرائط یا فریق مخالف کی منظوری کا کوئی تذکرہ نہیں۔ اس لئے اس پر مزید حاشیہ آرائی کرنا خود اپنے پیغمبر کے کلام کو تحریف کرنے کا ارتکاب لازم آئے گا۔

پنجم...... اس پیش گوئی نے فیصلہ کردیا کہ مرزا قادیانی اپنے اقرار کے مطابق

جھوٹے تھے اور ڈاکٹر سچا تھا۔ کیونکہ اس کے خود اقبالی ہو چکے تھے۔

ششم…… ڈاکٹر کی شرارت یعنی پیشین گوئی نے آپ کو محفوظ نہ رہنے دیا اور ۴؍ اگست کے اندر ہی ۲۶؍ مئی کو مر گئے۔ مگر ڈاکٹر پر مدعی مسیحیت کی دعاء کا اتنا اثر بھی نہ ہوا کہ اسے زکام ہی لگ جاتا۔

ہفتم…… جب یہ صاف ہو گیا کہ مسیح نے یہ بھی پیشین گوئی میں کہا ہے کہ میں ڈاکٹر کے شر سے محفوظ رہوں گا تو ''رب فرق'' کی دعاء کا وقوع بھی مسیح کی زندگی سے ہی وابستہ ہو گا اور اخزاء افساد کا وجود بھی حیات مسیح سے پیوستہ ہو گا۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہو گا کہ مسیح نے اس کو اپنی زندگی سے وابستہ کرتے ہوئے اجتہادی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔

ہشتم…… اجتہادی غلطی کی تمام مثالیں غلط ہیں۔ کیونکہ اگر کسی پیغمبر سے غلطی ہوتی ہے تو فوراً خدا اس کی تصحیح اسی سے کرا دیتا ہے۔ مگر یہاں مسیح مر جاتا ہے تو کئی سال بعد اس کی تصحیح خلیفہ دوم کو سوجھتی ہے۔ مسیح بھی غلطی کا شکار بنا اور خلیفہ اوّل بھی اسی دلدل میں پھنسا رہا۔ ایسی ناپاک امت کو خدا تباہ کرے جو اپنے پیغمبر کو غلط گو کہہ کر اسے وحی کا صحیح مطلب بتاتی ہے۔

نہم…… ڈاکٹر نے اگر کھانسی دیکھ کر کہہ دیا تھا کہ مرزا پھیپھڑے کی بیماری سے مرے گا تو ہیضہ کی بیماری کا اعلان کرنا اسے جھوٹا ثابت نہیں کرے گا۔ کیونکہ ڈاکٹری تشخیص بھی غلط بھی نکلتی ہے اور ہیضہ کی طرف سل کے تبدیل ہونے کا کسی نے دعویٰ نہیں کیا تھا۔

دہم…… یہ تمثیل کہ اسلام کو برا کہنے والا مسلمان ہو کر عذاب سے بچ جاتا ہے۔ اس جگہ غلط ہے کیونکہ ڈاکٹر دوبارہ مرزائی نہ ہوا تھا۔

یازدہم…… مرزا قادیانی اپنے الہام تبدیل کرتے رہتے تھے۔ ڈاکٹر بھی آپ ہی کا دست پرورده شاگرد تھا۔ اسے پیشین گوئی میں ''کو'' کی بجائے ''تک'' کی ترمیم کر ڈالی تو کیا ہو گیا اور بالفرض اگر ۴؍ اگست کو ہی صحیح مان لیا جائے تو پھر بھی نقصان نہیں۔ کیونکہ آتھم کی طرح اصل مقصد ہلاکت تھی جو واقع ہو چکی۔ باقی چند ایام کا پس وپیش ہونا تو جیسا استاذ کے نزدیک وعیدی پیشین گوئی میں خلل انداز نہیں ہوتا۔ اسی طرح شاگرد بھی کہہ سکتا ہے کہ ۴؍ اگست کو ہی مسیح مرتے۔ بشرطیکہ مقابلہ پر پیشین گوئی کر کے تمرد اختیار نہ کرتے۔ مگر انہوں نے بیخوفی کا اظہار کیا۔ اس لئے ہیضہ نے قبل از وقت ہی دبا لیا۔ کیونکہ وعیدی پیشین گوئیاں ہمیشہ حالت ماحول سے مشروط ہوا کرتی ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ:

اوّل…… جب تک دعا بازی کا سلسلہ جاری رہا یہ تصریح نہ کی گئی تھی کہ بددعا زیر بحث مباہلہ تھی یا یکطرفہ بددعا تھی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم کی ہلاکت اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی ہلاکت

کے متعلق یکساں طور پر کہا گیا ہے کہ یہ مقدمہ خدا کے سپرد ہے۔ مگر صرف فرق اتنا ہے کہ ڈاکٹر سے منظوری کی درخواست نہیں کی گئی اور مولوی صاحب سے کچھ مشتبہ الفاظ میں درخواست ضرور کی گئی تھی کہ جو چاہیں لکھ دیں۔ جس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ خواہ آپ منظور کریں یا نہ کریں یہ مقدمہ خدا کی جناب میں پیش کیا جا چکا ہے۔ یہ تحدیانہ فقرہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کی دعا منظور بھی ہو چکی تھی۔ کیونکہ آپ مظلومانہ رنگ میں بددعا دیتے ہیں۔ جس میں ظالم کی منظوری لینا عبث معلوم ہوتا ہے اور مولوی صاحب نے گو اجتہادی غلطی سے اس دعاء کو مباہلہ سمجھ رکھا تھا۔ مگر مرزا قادیانی کی طرف سے یکطرفہ دعاء تھی۔ کیونکہ آپ ۱۹۰۶ء سے تمام قسم کے مباہلے ختم کر چکے تھے۔ اس لئے یہ یکطرفہ دعا ایک سال کے بعد پوری ہوئی اور آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

دوم..... مولوی صاحب کا اہل حدیث ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء میں نامنظوری کا اعلان کرنا اجتہادی غلطی تھی کہ وہ اسے مباہلہ سمجھ چکے تھے۔ ورنہ یہ صاف ظاہر تھا کہ مباہلہ بازی کا کھیل ۱۹۰۶ء سے بند ہو چکا تھا اور اس مضمون کی مظلومانہ نوعیت بتا رہی تھی کہ ظالم خواہ منظوری نہ بھی دے تب بھی یہ دعاء ٹلنے کی نہیں۔ اس لئے یہ بہانہ کرنا کہ مولوی صاحب نے چونکہ منظوری نہیں دی تھی اس لئے یہ کھیل ہی بند کیا گیا تھا بالکل غلط ہوگا۔

سوم..... جب یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ دوطرفہ بددعاء اور مباہلہ تھا اور وفات مرزا سے پہلے ایک سال اس کی میعاد ختم بھی ہو چکی تو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ مباہلہ یکطرفہ دعاء کی حیثیت میں تبدیل ہو چکا تھا۔ کیونکہ مرزا قادیانی عدم منظوری کے بعد دس دن بدر ۲۵ر اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع کر چکے تھے کہ یہ دعاء بے جو اجیب دعوۃ الداع کے زیر اثر ضرور قبول ہو چکی تھی۔ کیونکہ صوفیاء کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعاء ہوتی ہے یا یوں کہنا پڑے گا کہ میعاد مباہلہ ایک ماہ بعد شروع ہوئی تھی۔ جیسا کہ ''علم الدرمان'' کے الہام میں ایک سال بعد میعاد شروع کی گئی تھی تاکہ: ''اجیب دعوۃ الداع'' کا الہام بھی درست رہے اور وفات مسیح کا وقوع بھی۔ اس کے ماتحت عین اختتام میعاد پر ثابت ہو۔

چہارم..... مولوی صاحب کی سلامتی کی وجہ جب یوں پیش کی جاتی ہے کہ خدا ہر ایک کو اس کے عقیدہ کے مطابق گرفتار کرتا ہے اور چونکہ مولوی صاحب کا عقیدہ تھا کہ فتنی کی رسی دراز ہوتی ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی ان کی زندگی میں ہی رخصت ہو گئے تو فوراً یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ مرزا قادیانی کی بددعا یکطرفہ تھی اور ''اجیب دعوۃ الداع'' کا الہام بھی جھوٹا تھا۔ ورنہ لازمی تھا کہ مولوی صاحب مرزا قادیانی کی زندگی میں تباہ ہو جاتے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کا بھی تو یہ عقیدہ

تھا کہ سچے کے مقابلہ میں جھوٹا تباہ ہو جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ مدعی نبوت کا عقیدہ بار آور نہ ہوا اور مولوی صاحب کا عقیدہ استعمال کیا گیا تو کیا مدعی نبوت کا عقیدہ یوں ہی اکارت ہو جایا کرتا ہے؟

پنجم...... یہ کیسی حجت بازی ہے کہ سچے جھوٹوں کی زندگی میں مرجاتے ہیں اور ''فتمنوا الموت ان کنتم صادقین '' میں بھی صداقت کا نشان تمنائے موت ہے اور چونکہ مولوی صاحب مسیلمہ تھے اور مرزا قادیانی احمد اوتار تھے۔ اس لئے مسیلمہ امرتسری کے سامنے احمد قادیانی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس پہلو بدلنے میں صاف اقرار ہے کہ دعاء بازی کا کھیل صرف جنگ زرگری تھا۔ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ مولوی صاحب مسیلمہ کی طرح مدعی نبوت نہیں اور نہ مدعی مسیحیت کی طرح انہوں نے کوئی الہام یا وحی کا دعویٰ کر کے افتراء کا اعزاز حاصل کیا ہوا ہے اور نہ ہی انہوں نے اپنی ذاتی صداقت کی کبھی ڈینگ ماری ہے تو اندریں حالات ان کو مفتری، مسیلمہ اور صادق فی الالہام قرار دینا وہی بات ہوئی کہ دو اور دو چار روٹیاں۔ تمام غیر احمدی مولوی صاحب کی طرح آپ کو سچا نہ سمجھتے تھے تو کیا سارے ہی مفتری مسیلمہ اور کاذب فی الالہام بن گئے؟ اس کے علاوہ مرزا محمود نے ایک اور تقدس آمیز فقرہ لکھ دیا ہے کہ جب لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ مولوی صاحب نے اپنا نسخہ برتا ہے تو جھٹ اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ مولوی صاحب جھوٹے تھے۔ مگر جب لوگ یہ سوچ چکے ہیں کہ مولوی صاحب مدعی الہام نہیں اس لئے الہام بازی کی ہار جیت بالکل بے جا طور پر پیش کی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ صرف یہی ہے کہ مرزا محمود کو ہر ایک مدعی الہام ہی نظر آتا ہے۔ ''المرٔ یقیس علی نفسه''

ششم...... مولوی صاحب نے اس بات پر قسم کھائی تھی کہ میں مرزا کو جھوٹا جانتا ہوں اور مباہلہ اس یکطرفہ دعاء کو کہا ہے کہ مرزائی مباہلہ کے طور پر (مباہلہ بازی کے بعد) پیش کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ ان کا لفظ ہے۔ مولوی صاحب کا نہیں اگر تھا بھی تو اجتہادی غلطی سے استعمال کیا تھا۔ جیسا کہ مسلمان مہاتما گاندھی کا لفظ جو ہندوؤں کا مشہور لفظ ہے استعمال کرتے رہے ہیں۔ ورنہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ وہ ان کے لئے امام الزمان بن کر آیا تھا۔

ہفتم...... مولوی صاحب نے بقول مرزائیہ یکطرفہ دعاء کو مباہلہ کہہ کر پوچھا تھا کہ اگر وہ مباہلہ سچا ہوتا تو میں کیوں نہ مرتا اور یہ مطلب نہ تھا کہ مرزا قادیانی کیوں نہ مرے تھے اور اصل بات یہ ہے کہ جب وفات مرزا سے پہلے وہ مباہلہ مولوی صاحب کے حق میں مضر ثابت نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ یکطرفہ دعاء تھی جو خود داعی کے حق میں مضر واقع ہوئی اور اگر مباہلہ ہی تھا تو کسی کے حق میں مضر ہونے کے باعث ''مادعاء الکفرین الافی ضلل '' کا شکار ہو گیا تھا اور اگر

منسوخ ہو چکا تھا تو مرزا محمود کا فرض تھا کہ ملہم کا کوئی ایسا قول پیش کرتے کہ چونکہ مولوی صاحب نے منظوری نہیں دی۔ اس لئے یہ مباہلہ منسوخ سمجھا جائے۔ جیسا کہ واقعہ نجران میں خود حضور ﷺ کا قول التواء مباہلہ پر مذکور ہے۔

ہشتم...... خلاصہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی ڈاکٹر عبدالحکیم کے الہام سے اپنے حق میں اپنی بددعاء سے یا اپنے اوہام والہامات سے جو مخالفین کے پیشین گوئیوں کے زیر اثر تیار ہوئے تھے۔ ناگہانی موت سے ہیضہ میں گرفتار ہو کر ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ منگل کا دن تھا کڑاکے کی دھوپ تھی۔ تبلیغی کیمپ مصروف کار تھا۔ احمدیہ بلڈنگس کے سفید میدان میں بسر کردگی مولوی حکیم نورالدین صاحب روزانہ نشر و تبلیغ مرزائیت میں ولولہ انگیز تقریریں ہوتی تھیں۔ خیال تھا کہ تبلیغی دورہ سیالکوٹ تک کیا جائے گا۔ دوسری طرف کچھ فاصلہ پر دو سڑکوں کے مغربی تقاطع پر جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب قبلہ علی پوری کا خیمہ تردید لگا ہوا تھا۔

ہلاکت مرزا و کرامت پیر صاحب علی پوری

علمائے اسلام .... مضامین سے مرزائیت کا بخیہ ادھیڑتے چلے جاتے تھے۔ پیر صاحب سرگرم مدافعت تھے اور تقدس باطنی سے ہلاکت مرزا کی خواستگاری بجناب باری جلسہ گاہ کا مطلع و مقطع بنا ہوا تھا۔ ۲۲ رمئی ۱۹۰۸ء کو شاہی مسجد لاہور میں پیر صاحب نے ہلاکت مرزا کی بددعاء بڑی شدومد سے کرائی۔ جس میں ہزاروں مسلمان شریک تھے اور یک زبان ہو کر التجا کرتے تھے کہ یا اللہ اس ابتلائے قادیانی سے اسلام کو رہائی بخش اور مسلمانوں کو راہ راست پر قائم رکھ۔ آمین کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ اس دعاء کے بعد جلسہ گاہ میں متواتر دعائیں ہوتی رہیں۔ آخر ۲۵ رمئی ۱۹۰۸ء کو بروز پیر، پیر صاحب قبلہ نے بڑے زور سے خبر دی کہ چوبیس گھنٹہ کے اندر اندر مرزا قادیانی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ جیسا کہ (تازیانہ نقشبندی ص۲، اطاعت مرید و مرشد صادق ص۵۰، مطبوعہ گلزار ہند پریس لاہور، بفرمائش ایم حسام الدین ایڈیٹر رسالہ خدام الصوفیہ) میں مذکور ہے کہ مرزا بمعہ سٹاف کے لاہور آیا۔ شاہ صاحب نے بھی تردیدی جلسہ بالمقابل قائم کیا۔ ۲۲ رمئی ۱۹۰۸ء کو شاہی مسجد میں اثنائے وعظ میں آپ نے فرمایا کہ میری عادت پیشین گوئی کرنے کی نہیں۔ مگر مجبوراً کہتا ہوں کہ اگر مرزا کو سیالکوٹ جانے کی طاقت ہے تو وہاں جا کر دکھلائے میں کہتا ہوں کہ وہ وہاں کبھی نہیں جا سکتا۔ کیونکہ خداتعالیٰ اسکو توفیق ہی نہیں دے گا کہ سیالکوٹ جا سکے۔ اس سے پہلے ۱۹۰۴ء میں عبدالکریم کی موت سے وہ اپنی رسوائی دیکھ چکا ہے۔ اب سب لوگ گواہ رہو کہ مرزا بہت جلد ذلت اور عذاب کی موت سے مارا جائے گا اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ مرزا کو لاہور سے

نکال کر جاؤں گا۔ کیونکہ یہ محمدیوں کے ایمانوں کا ڈاکو ہے۔ آپ نے ہر روز یہ لفظ دہرائے۔ آخر ۲۵/مئی ۱۹۰۸ء کی شب کو نہایت جوش سے کھڑے ہو کر فرمایا کہ ہم کئی روز سے مرزا کے مقابلہ میں آئے ہوئے ہیں۔ پانچ ہزار روپے کا انعام بھی مقرر کیا ہوا ہے کہ جس طرح چاہے وہ ہم سے مناظرہ کرے یا مباہلہ کرے اور اپنی کرامتیں اور معجزے دکھائے۔ لیکن اب وہ مقابلہ میں نہیں آتا۔ لیکن آج میں مجبوراً کہتا ہوں کہ آپ صاحبان سب دیکھ لیں گے کہ کل ۲۴ گھنٹے میں کیا ہوتا ہے۔ آپ اتنے ہی لفظ کہہ کر بیٹھ گئے مگر رات کو مرزا ہیضہ سے بیمار ہو گیا اور دوپہر تک مر گیا۔ مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی مرحوم پروفیسر اورینٹل کالج لاہور نے فرمایا کہ ہم پہلے تو اس پیشین گوئی کو معمولی سمجھتے تھے۔ آخر وہ تو سب سے بڑھ کر نکلی۔ ایک مخالف نے کہا کہ یہ پیشین گوئی حدیث النفس ہے۔ مگر اس کو یاد رہے کہ وہ بھی توہین آل رسول کر کے خیر نہ منائے۔ مرزا کی تاریخ وفات ہے۔ ’’لقد دخل فی قعر جهنم‘‘

ناظرین! آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس پیشین گوئی کی صداقت نے ۲۴ گھنٹے کے اندر ہی تمام پیشین گوئیوں اور الہاموں سے بڑھ کر نمبر لئے ہیں۔۔ نہ ڈاکٹر کی پیشین گوئی نے تعیین وقت پر جرأت کی نہ مرزا قادیانی کے اپنے الہامات نے کوئی ہفتہ یا عشرہ مخصوص کیا۔ بلکہ جیسا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے آپ کا ارادہ تھا کہ لاہور میں تبلیغی جلسوں کے بعد سیالکوٹ جائیں گے۔ مگر آل رسول کی زبان سیف وسنان کی طرح کاٹتی ہوئی آپ کی تمام امیدوں پر پانی پھیر گئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ پیشین گوئی یوں ہوتی ہے۔ جس میں نہ تاویل کی ضرورت ہے نہ شرائط لگائے گئے ہیں اور نہ فریق مخالف کی منظوری یا عدم منظوری کو دخل ہے اور استجابت دعاء کا بھی اصل مصداق یہی ہے کہ جس میں فریق مخالف کی کسی تلون مزاجی کو داخل نہیں سمجھا گیا اور نہ یہ عذر کرنے کا موقعہ پیش آیا تھا کہ چونکہ فریق مخالف اندر سے ڈر گیا تھا۔ اس لئے یہ دعاء معرض التواء میں ڈال دی گئی اور مزید لطف یہ ہے کہ مرزائیوں نے ہر ایک امر پر بحث کی ہے۔ مگر یہ پیشین گوئی ابھی تک ویسی ہی پڑی ہوئی ہے۔ جیسی کہ پیدا ہوئی تھی۔ کسی کو جرأت نہیں ہے کہ اس پر ژاژ خائی یا خامہ فرسائی کر کے اپنے ہذیان کا ثبوت دے۔ اس لئے ہم کہیں گے کہ موت مرزا کا فوری سبب یہی پیشین گوئی اور دعاء ہے اور بس۔

ہلاکت عبدالکریم

اس پیشین گوئی کے ضمن میں مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کی ہلاکت کا ذکر آ گیا ہے۔ اس میں بھی انہی پیر صاحب نے مرزائیت کا مقابلہ کیا تھا۔ چنانچہ بحوالہ مذکور یوں لکھا ہے کہ مرزا بمعہ

سٹاف کے نومبر ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ پہنچا اور شاہ صاحب قبلہ بھی وہاں پہنچ گئے اور تردیدی مجلس قائم کر دی۔ اسے چیلنج دیئے مگر وہ باہر نہ نکلا۔ ایک دن لنگڑے عبدالکریم مرزائی نے اپنی چار دیواری کے اندر معراج نبوی پر لیکچر دیتے ہوئے یوں کہا کہ لوگ کہتے ہیں براق آیا براق آیا۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ جب ایڑیاں اور گھٹنے رگڑتے ہوئے وہ ہی نبی مکہ سے بھاگ کر پہاڑوں اور غاروں میں چھپتا پھرتا تھا تو اس وقت براق کیوں نہ آیا؟ یہ گستاخانہ کلام جب شاہ صاحب کو جلسہ گاہ میں سنائی گئی تو آپ نے دوران وعظ میں جوش کھا کر کہا کہ وہ بیدین شخص جس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ بہت جلد اور ذلت کی موت سے مارا جائے گا۔ دوسرے دن ایک غیر جانبدار شخص نے خواب دیکھا کہ عبدالکریم کہتا ہے کہ مجھے حضرت امام زین العابدینؒ نے پنجہ مارا ہے۔ اس وقت یوں دکھائی دیا کہ شانہ سے لے کر کمر تک پٹکہ باندھے ہوئے اور دیوار سے سہارا لیتے ہوئے کھڑا ہے۔ اس خواب کی تعبیر یوں کی گئی کہ پیر صاحب نے اثنائے تقریر میں غصہ میں آ کر میز پر زور سے اپنا ہاتھ مارا تھا۔ جو امام زین العابدین کا پنجہ بن کر رات کو ظاہر ہوا تھا۔ چنانچہ ابھی کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ سرطان (گدوں دانہ) سے ہلاک ہو گیا۔ سالنامہ جامعہ احمدیہ ۱۹۳۰ء میں مذکور ہے کہ یہ مولوی عبدالکریم سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مڈل سکول تک تھی اور اس میں بھی کمی حساب کی وجہ سے فیل ہو گئے۔ پھر عربی فارسی کی پرائیوٹ تیار کر کے وہیں مشن سکول میں مدرس فارسی لگ گئے۔ ایک روز پادری سے الجھ کر مستعفی ہو گئے۔ اس وقت آپ نیچری خیال رکھتے تھے۔ مگر مولوی نورالدین صاحب کی وساطت سے مرزائی ہو گئے اور خطیب و امام مسجد قادیان بنے رہے اور سب سے پہلے بہشتی مقبرہ میں داخل ہوئے۔ ناظرین حیران ہوں گے کہ پیرو مرشد اور مریدان بے صفا حساب میں کمزور تھے۔ مرزا محمود بھی مڈل فیل ہیں۔ ہمہ خانہ آفتاب است۔ مولانا غریب مرحوم کا شعر ہے۔

فیل ہونا شیوۂ احرار ہے
پاس تو ہوتے ہیں آخر خر دماغ

مولوی صاحب کے دوست حافظ روشن علی موضع رمل تحصیل پھالیہ ضلع گجرات پنجاب کے تھے۔ حضرت نوشہ صاحب کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ کچھ قرآن بچپن میں اپنے والد سے یاد کیا اور کچھ غلام رسول وزیر آبادی سے اور انہی سے کچھ کتابیں بھی پڑھیں۔ پھر قادیان چلے آئے اور حکیم نورالدین سے تلمذ اختیار کیا۔

۲۰......اقتباسات لیکچر سیالکوٹ ۲ رنومبر ۱۹۰۴ء

منقول از ریویو جلد سوم نمبر ۲

دنیا کے مذہب اس لئے غلط ہو گئے کہ ان کی پرورش مجددین سے نہیں ہوئی۔ مگر اسلام کی پرورش ہر صدی کے سر پر ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ ہدایت اور ضلالت کی آخری جنگ آ گئی اور چودھویں صدی کے آخر پر مجدد آ گیا۔ حضو ﷺ کے بعد دوسرے مذاہب کی تجدید نہیں ہوئی۔ نفس کے پیرو انسانوں نے ان میں بے جا دخل دے کر صورت بدل ڈالی۔ چنانچہ عیسائیوں نے اپنا خدا الگ بنالیا اور تورات کے احکام بدل ڈالے کہ اگر مسیح اس وقت آئیں تو شناخت نہ کر سکیں۔ ہندو مذہب میں بھی بت پرستی نہ تھی اور خدا کو اپنے صفات کے اظہار میں مادہ کا محتاج نہیں جانتے تھے۔ مگر یہ بھی عیسائیت کی طرح اسلام سے پہلے بگڑ چکا تھا تو اصلاح عام کے لئے حضو ﷺ مجدد اعظم بن کر آئے اور وحشیوں کو ایسا بنا دیا کہ بکریوں کی طرح ذبح ہونے لگے۔ مگر اسلام نہ چھوڑا۔ پس روحانیت قائم کرنے کے لئے آدم ثانی بلکہ حقیقی آدم تھے اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے لحاظ سے ہوا۔ بلکہ اس لئے بھی کہ تمام کمالات آپ پر ختم ہو گئے اور آپ صفات الٰہیہ کے مظہر اتم ٹھہرے اور آپ کا جلالی نام محمد ہوا اور جمالی احمد۔ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ پہلا ہزار ہدایت کے لئے تھا۔ دوسرا گمراہی کے لئے تو بت پرستی آ گئی۔ تیسرے میں توحید آئی تو چوتھا پھر عیسائیت میں گمراہی لے کر آیا۔ پانچویں میں حضو ﷺ پیدا ہوئے اور ہجرت کے بعد تین سال سے چھٹا ہزار شروع ہوا جو گمراہی کا تھا اور جسے فیج اعوج کا زمانہ کہتے ہیں۔ پھر چودھویں صدی پر ہدایت کا ہزار سالہ شروع ہوا۔ جس میں امام آخر الزمان موجود ہے۔ اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو ظل کے طور پر (مظہر قدرت ثانیہ ہو) کیونکہ اب دنیا کا خاتمہ ہے۔

یہودی بھی مانتے ہیں کہ یہ ساتواں ہزار سال ہے۔ سورہ عصر کے اعداد بھی ساتواں ہزار ظاہر کرتے ہیں۔ سب انبیاء کا اتفاق ہے کہ مسیح چھٹے ہزار کے آخیر پر ضرور پیدا ہوگا۔ خلق عالم کے چھٹے روز (جمعہ کی آخری ساعت میں) خدا نے آدم کو پیدا کیا اور دن خدا کے نزدیک ہزار سال کا ہوتا ہے۔ اس لئے آخری امام بھی جمعہ کے دن چھٹے ہزار کے آخیر پر پیدا ہوا تا کہ اوّل و آخر یکساں ہو جائے۔ آدم جوڑا پیدا ہوا تھا۔ تو مسیح بھی جوڑا پیدا ہوا تھا۔ پہلے لڑکی پیدا ہوئی تھی تو جمعہ کے روز مسیح پیدا ہوا۔ عیسائی کہتے تھے کہ اسی وقت مسیح نازل ہوگا۔ مگر جب نہ اترا تو کلیسا کو ہی مسیح مان بیٹھے۔ اس دلیل کا رد کرنا تمام نبوتوں کا رد کرنا ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں۔

کیونکہ اگر چہ خاص وقت کا علم نہیں مگر آثار اور اعداد سورہ عصر سے اس کا علم یقینی ہو گیا ہے اور ریل گاڑی، اخبارات وغیرہ سب کچھ ظاہر ہو چکا ہے۔ دو تین صدیاں اور بڑھ جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ کسر کا اعتبار نہیں ہوتا۔ پس شریعت کا یہ مطلب نہیں کہ قیامت ہر پہلو سے مخفی ہے۔ کیونکہ اخبار الانبیاء اور آیہ ''قد اقتربت الساعة '' اس پر شاہد ہے۔ حمل کی مدت بھی ۹ ماہ ہے۔ مگر خاص وقت کسی کو معلوم نہیں۔ قرآن شاہد ہے کہ جب نہریں جاری ہوں گی تو انقلاب ہوگا۔ قومیں ایک دوسرے کو دبائیں گی تو آسمان سے نرنا پھوکدی جائے گی۔ یہ سب کچھ یاجوج ماجوج کے ذیل میں لکھا ہے جو آگ سے کارخانہ چلانے والی قوم کی طرف اشارہ ہے تو اس وقت آسمان سے ایک بڑی تبدیلی کا انتظام ہوگا اور صلح و آشتی کے دن ظاہر ہوں گے۔ مخفی خزانے زمین سے نکلیں گے۔ اونٹ بیکار ہوں گے۔ یہ سب علامتیں پوری ہو چکی ہیں۔ سات ہزار کی نص قرآنی ہے۔ سات کا عدد بھی وتر ہے اور خدا بھی وتر ہے۔

حجج الکرامہ میں بھی ساتویں صدی کے سر سے آگے ظہور مسیح کا زمانہ نہیں بتایا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو ہلاک کیا تو حضور ﷺ نے ابوجہل کو ہلاک کیا۔ ملت موسوی میں آخری نبی مسیح تھے جو جہاد کے مخالف تھے۔ آخری زمانہ میں بھی مسیح آیا اور جہاد اٹھا دیا۔ جب کہ اسلام کی اندرونی حالت خراب ہو چکی تھی۔ ''لننظر کیف تعملون (یونس)'' میں ہے کہ تم کو خلافت دی جائے گی۔ مگر آخری وقت میں بداعمالی کی وجہ سے یہود کی طرح چھن جائے گی۔ ''لیستخلفنهم (نور)'' میں ہے کہ مسیح نے جہاد ترک کر دیا تھا تو اس مسیح نے بھی ایسا ہی کیا۔ یہودی ''مغضوب علیهم '' تھے۔ تو سورہ فاتحہ دی گئی کہ امت یہودی نہ بنے مگر بن گئے اور مسیح کے بھی مخالف ہو گئے۔ جس کو عیسیٰ کہہ کر پکارا گیا۔ جیسا کہ ابوجہل کو فرعون اور نوح کو آدم ثانی اور یوحنا کو ایلیا کہا گیا اور یہ سنت اللہ ہے کہ ایک نام دوسرے کو دیا جاتا ہے۔ یہودی اپنی حکومت کے بعد روم کے ماتحت ہو چکے تھے تو مسیح آیا۔ مسلمان بھی انگریزوں کے ماتحت ہو گئے تو یہ مسیح آیا۔ مسیح پورے طور پر اسرائیلی نہ تھے۔ صرف ماں کی طرف سے تھے۔ یہ مسیح بھی صرف ماں کی طرف سے سید ہے۔ کیونکہ اس کی بھی دادی سید تھی۔ چونکہ اسرائیلی گنہگار تھے۔ اس لئے خدا نے چاہا کہ تنبیہ کے طور پر یہ نشان دکھائے تو ان میں سے صرف ایک بچہ صرف ماں سے بغیر شرکت باپ کے پیدا کیا۔ (اس مسیح کو توام پیدا کرنے میں) یہ اشارہ تھا کہ اس میں انوثیت کا مادہ بالکل نہ رہے۔ پس سلسلہ مثیل موسیٰ سے شروع ہوا اور مثیل مسیح پر ختم ہوا۔ تا کہ اوّل و آخر مشابہ رہیں۔ (وفات مسیح کا ذکر ختم کر کے لکھا ہے کہ) جن لوگوں نے اس مقام پر غلطی کھائی ہے ان کو معاف ہے۔ کیونکہ ان کو

کلام الٰہی کے حقیقی معنی نہیں سمجھائے گئے تھے۔ پھر ہم نے تم کو صحیح معنی سمجھا دیئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو رسمی تقلید کا ایک عذر بھی تھا۔ لیکن اب کوئی عذر باقی نہیں۔ زمین و آسمان میرے گواہ اولیائے کرام نے میرا نام بتا دیا۔ کچھ شاہد تیس برس پہلے گذر چکے ہیں۔ بعض نے عالم رؤیا میں حضورﷺ سے میری تصدیق بھی کرالی ہے۔ ہزار ہا نشان ظاہر ہو چکے۔ تمہارے ہاتھ پاؤں میرے لئے گواہ ہیں۔ کیونکہ سب کمزور ہو کر دستگیر کے محتاج ہو چکے ہیں۔ مجھے دجال کہا گیا۔ بدنصیب وہ ہیں جن کی طرف دجال بھیجا گیا۔ مجھے لعنتی بے ایمان کیا گیا۔ مسیح کو بھی یہودی یہی کہتے تھے۔ مگر قیامت کو کہیں گے کہ کیا ہو گیا کہ ہم ان شریروں کو دوزخ میں نہیں پاتے۔ اگر یہ دنیا سے پیار نہ کرتے تو مجھے شناخت کر لیتے۔ مگر اب وہ شناخت نہیں کر سکتے۔ (رفع جسمانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ) یہ خیالات نہایت قابل شرم ہیں گویا خدا ڈر گیا تھا کہ کہیں یہود نہ پکڑ لیں۔ اس میں حضورﷺ کی کی بھی بے عزتی ہے۔ کیونکہ آسمان پر چڑھنے کے مطالبہ میں آپ نے یوں کہہ دیا تھا کہ: ’’ھل کنت الا بشراً رسولاً ‘‘ اور خدا کا وعدہ ہے کہ تم زمین پر ہی مرو گے۔ یہ خیال غلط ہے کہ مسیح کی بیعت ضروری نہیں۔ یہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کیونکر کر سکتے ہیں۔ جب کہ وہ اپنے رسول کا حکم نہیں مانتے کہ امام جب ظاہر ہو تو اس کی طرف دوڑو۔ برف چیر کر بھی اس کی طرف پہنچو۔ کیا لاپروائی مسلمانی ہے۔ بلکہ مجھے گالیاں دی جاتی ہیں۔ دجال کہا جاتا ہے۔ درحقیقت بغیر تازہ یقین کے جو انبیاء کے ذریعہ آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ ان کی نمازیں صرف رسم و عادت ہیں اور روزے فاقہ کشی۔

یہ حقیقت ہے کہ معرفت الٰہی کے سوا گناہ سے حقیقی نجات نہیں ہوتی اور نہ ہی خدا سے محبت پیدا ہوتی ہے اور معرفت دعاء سے حاصل ہوتی ہے اور دعاء۔ سے روح قیام کرتی ہے اور احکام الٰہی مانتی ہے۔ رکوع کرتی تو یک رخ ہو کر خدا کی طرف جھکتی ہے اور سجدہ کرتی ہے تو فنا کا مقام حاصل کرتی ہے۔ جسمانی نماز چونکہ اس کی محرک ہے۔ اس لئے وہ بھی ضروری ہوئی۔ سنت الٰہی ہے کہ جس پر چاہے روح القدس ڈالتا ہے تو محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ معرفت الٰہی سے یہ تعلق شناخت ہو سکتا ہے۔ گویا پتھر کی آگ کے لئے وہ چقماق ہے۔ پھر ہمدردی بنی نوع انسان کا عشق بھی پیدا ہوتا ہے۔ جس سے دوسروں کو سورج کی طرح اپنی طرف کھینچتا ہے اور یہی انسان، نبی، رسول اور محدث ہے اور وہ مخاطبہ الٰہیہ، استجابت دعاء اور خوارق پاتا ہے۔ گو بعض لوگ اس سے کچھ حصہ پاتے ہیں۔ مگر کجا جگنو کجا آفتاب۔ ان میں تاثیر ہے کہ جو ان سے رشتہ جوڑے پھل پاتا ہے توڑنے والا خشک ٹہنی بن جاتا ہے۔ اس کے ایمان پر غبار آ جاتا ہے۔ کیا بے تعلق رہنے والا یہ نہیں

سوچتا کہ جب اس کو جسمانی باپ کی ضرورت ہے تو کیا روحانی باپ کی اسے ضرورت نہیں؟
''اھدنا الصراط المستقیم''میں یہی بتایا ہے کہ جو انعام انبیاء کے پاس ہیں تم بھی حاصل کرو۔ میں صرف مسلمانوں کے لئے نہیں آیا۔ بلکہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے مسیح ہوں اور ہندوؤں کے لئے کرشن اوتار ہوں اور بیس سال کے زائد عرصہ سے اعلان کر رہا ہوں اور اب سب کے سامنے اظہار کرتا ہوں کہ کرشن ہندوؤں میں کامل انسان تھا۔ جس کی نظیر ان کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی۔ وہ فتح مند بااقبال تھا۔ جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے پاک کیا۔ وہ اپنے زمانے کا حقیقی نبی تھا۔ خدا نے بھی کہا ہے کہ وہ اوتار اور نبی تھا۔ اس کا وعدہ تھا کہ آخر زمانہ میں کرشن کا اوتار یعنی بروز ظاہر کرے جو مجھ سے پورا ہوا اور الہام ہوا کہ:''ہے ردر گوپال تیری مہما گیتا میں بھی لکھی گئی ہے۔''سو میں کرشن کا محب ہوں۔ کیونکہ میں اس کا مظہر ہوں اور یہ تین صفات (پاپ دور کرنا، دلجوئی، تربیت) مسیح اور کرشن میں ہیں۔ اس لئے وہ روحانیت میں ایک ہی ہیں۔ فرق صرف قومی اصلاح میں ہے۔ سو میں بحیثیت کرشن ہونے کے آریوں سے کہتا ہوں کہ ذرات اور روحوں (کرتی اور پرمانو) کو قدیم نہ جانو۔ ورنہ ان کا اتصال بھی خدا کا محتاج مان لو۔ آریوں کا عقیدہ ہے کہ روحیں محدود ہیں۔ اگر مکتی خانہ نے ان کو میعادی نجات کو پہنچا دیا جائے تو کسی دن جونوں کے لئے ایک روح بھی باقی نہ رہے گی اور خدا معطل ہو کر بیٹھ جائے گا۔ اس لئے جو نجات پاتے ہیں۔ ان کا ایک پاپ باقی رکھ کر پھر جونوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔ اگر ذرات انادی ہیں تو وہ اپنے خدا آپ ہی ہیں۔

تناسخ صحیح ہے کہ کیڑوں کی تعداد زیادہ؟ چاہئے تو یہ تھا کہ انسان زیادہ ہوتے۔ کیونکہ کیڑوں میں گیان نہیں جب دوبارہ انسان بنتا ہے تو ممکن ہے کہ اپنی ماں بہن سے شادی کرتا ہوگا۔ نیوگ قابل شرم اور ناقابل برداشت ہے۔ خدا ایسا محتاج نہیں کہ ہماری طرح متصرف نہ ہو۔ ظالم نہیں کہ کئی ارب جون بدلنے کے بعد بھی مکتی نہیں دیتا۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ ایسی تعلیم دیدوں میں نہ ہوگی۔ عیسائی انبیاء کو گالیاں دیتے ہیں۔ صرف خون کھانے سے نجات کیسے ہوگی۔ نجات یوں ہے کہ توبہ کر کے نئی زندگی حاصل کرے۔ پھر دعاء کیا کرے اور نیک صحبت میں رہے۔ کیونکہ ایک چراغ دوسرے سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ گناہ کرنا تو جانوروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ تم دو شربت پیو۔ شربت کافوری کہ غیر کی محبت جاتی رہے اور شربت زنجبیل کہ جس سے خدا کی محبت جوش مارے۔ آریہ انسان پرستی چھوڑ رہے ہیں اور عیسائی اس کی دعوت دیتے ہیں۔ مسیح نے خدائی دعویٰ نہیں کیا۔ جن لفظوں سے اس کی خدائی ثابت کرتے ہیں۔ ان سے بڑھ کر تو میری وحی میں

الفاظ موجود ہیں تو کیا میں بھی خدائی کا حقدار ہوں۔ ہاں شفاعت پر آپ کے کلمات شامل ضرور ہیں۔ میری شفاعت سے بھی کئی بیمار اچھے ہوئے اور کئی مصائب دور ہوئے۔ اقانیم ثلثہ کی ترکیب غیر معقول ہے اور کفارہ کے بعد گناہ کا وجود کیوں ہے۔ نبی کے نشان دو قسم کے ہیں۔ بشارت وانذار، خسوف القمرین فی رمضان میرے لئے نشان رحمت ہے۔ جو بروایت خاندان رسالت ثابت ہے۔ مگر لوگوں نے بیعت کی بجائے گالیاں دیں اور طاعون نشان عذاب ہے جو ''معذبوا عذاباً شدیداً'' سے ثابت ہے کہ قیامت سے کچھ دن پہلے مری پڑے گی۔ نبی کی شناخت تین طرح ہے۔

اوّل..... عقل سے کہ آیا ضرورت ہے یا نہیں۔

دوم..... پیشین گوئیوں سے کہ آیا اس کے آنے کی کسی نے خبر دی ہے یا نہیں؟

سوم..... نصرت الٰہی سے۔

دانیال نبی کی پیشین گوئی مشہور ہے۔ صحیحین میں بھی ہے کہ اسی امت میں مسیح ہوگا۔ ۲۴ برس سے پہلے کا الہام ہے کہ: ''یاتیک من کل فج عمیق'' مال ہر طرف سے آئے گا۔ لوگ بھی آئیں گے۔ تنگ نہ ہونا۔ براہین سے پہلے سات آٹھ سال کا عرصہ ہوا میں اسی شہر میں گمنام تھا۔ آج میرا استقبال ہوا اور لوگ جوق در جوق بیعت میں داخل ہو رہے ہیں۔ حکیم حسام الدین میرے دوست ہیں۔ یہیں اوائل عمر کا ایک حصہ گذار چکا ہوں۔ اس لئے قادیان کی طرح مجھے اس سے بھی انس ہے۔ براہین بیکسی میں لکھی اب اس عظیم الشان نشان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کہتے ہیں کہ آتھم میعاد پر نہیں مرا اور احمد بیگ کا داماد زندہ ہے۔ مگر جب کئی نشان پورے ہو چکے اور دو تین نشان ان کی سمجھ میں نہیں آتے تو مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے کہ اصل بات کیا ہے۔ یوں تو تمام انبیاء پر اعتراض ہوں گے۔ یہودی کہتے ہیں کہ مسیح نے کہا تھا کہ بارہ حواری بہشت میں تخت نشین ہوں گے۔ مگر ایک مرتد ہوگیا۔ یہ بھی کہا تھا کہ اس زمانہ کے لوگ نہیں مریں گے۔ جب تک کہ میں دوبارہ واپس نہیں آؤں گا۔ ۱۸ صدیاں گذریں واپس نہ آئے۔ بادشاہ بننے کے لئے بھی کہا تھا مگر نہ بنے۔ مجھے خوف ہے کہ ان پر اعتراض کر کے اسلام سے ہی ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ بعض دفعہ وحی مجمل اور خبر واحد کی طرح ہوتی ہے اور صلح حدیبیہ کی طرح اس میں اجتہاد کو دخل ہوتا ہے جو کبھی غلط بھی نکلتا ہے وعیدی پیشین گوئیوں کا ایفا ضروری نہیں۔ یونس علیہ السلام کی پیشین گوئی ٹل گئی تھی اور صدقہ خیرات بھی ٹال دیتا ہے۔ ہمارے دعویٰ کی جڑ وفات مسیح ہے خدا اس کو اپنے ہاتھ سے پانی دیتا ہے۔ خدا کا قول مصدق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج کو اسے مردہ

انبیاء میں دیکھا۔ حضرت ابوبکر نے "قد خلت" کہہ کر ثابت کردیا کہ کوئی نبی بھی زندہ نہ تھا تو صحابہ کا اس پر اجماع ہوگیا۔ گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس نے ہم کو آزادی دے رکھی ہے۔ کئی لاکھ کی جاگیر دیتی تو اس کے مقابلہ میں ہیچ تھی۔ اب میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس محسن گورنمنٹ کے تہ دل سے شکر گذار رہیں۔ "من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ"

تنقیح عقائد قادیانیہ

۱...... اس لیکچر نے فیصلہ کردیا ہے کہ:

☆...... مرزا قادیانی مستقل نبی اور کرشن اوتار تھے اور عکسی بروزی کا کھیل ختم کر چکے تھے۔

☆...... معرفت اور حقیقت میں پڑ کر وہی کفر آموز عقائد پیش کئے ہیں جو ایقان میں ہیں۔

☆...... اندرونی بیرونی نقول تصدیق اور حال وماضی کے اقوال مصدقہ بھی پیش کئے ہیں جو ایقان میں پیش ہو چکے ہیں کوئی نئی بات پیش نہیں کی۔

☆...... تنسیخ قرآن کا دعویٰ بھی قادیانیت اور بہائیت میں مشترک ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ بہائیت نے لفظ بھی بدل ڈالے تھے۔ مگر قادیانیت کو یہ قدرت حاصل نہ تھی تو انہوں نے نئے مفاہیم تیار کر کے پہلے مفاہیم کو غلط قرار دے دیا۔

☆...... اور اپنی بیعت بہاء اللہ کی طرح باعث ایمان اور موجب نجات ٹھہرائی ہے۔

۲...... عیسائیوں اور ہندوؤں پر افسوس کیا ہے کہ مذہب تبدیل کر ڈالا۔ مگر آپ نے بھی وہی کیا جو دوسروں نے کیا اور تجدید اسلام کے پردے میں سب کچھ بدل ڈالا۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلے مجددین اسلام جو چالیس کے قریب گذر چکے ہیں۔ (دیکھو کاویہ حصہ اوّل آخری باب) کیا وہ بھی اسی قسم کی تجدید کرتے رہے ہیں کہ قرآن کا مفہوم بدل کر پہلے لوگوں کو فیج اعوج کہہ کر گمراہ ثابت کیا تھا؟ واقعات بتارہے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں بدلا تھا اور ان کی تجدید صرف مذاہب جدیدہ کی تردید پر مبنی تھی۔

۳...... تجدید کا معنی بہائیت کی طرح تبدیل شریعت کیا ہے اور اسی وجہ سے حضورﷺ کو بھی مجدد اعظم بتایا ہے اور اسی بناء پر لاہوری پارٹی آپ کو صرف مجدد مان کر وہی مطلب حاصل کر لیتی ہے جو قادیانی نبی مان کر حل کرتے ہیں۔

۴...... کسی دلیل شرعی سے یہ ثابت نہیں کہ حضورﷺ مثیل موسیٰ علیہ السلام تھے اور مسیح موعود مثیل مسیح ہوگا۔ ورنہ یہ لازم آتا ہے کہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام اصل نبی ہوں اور حضورﷺ بروزی نبی مانے گئے ہوں۔

۵...... اپنی ندامت چھپانے کے لئے کہہ دیا کہ حضورﷺ کامل مظہر الٰہی تھے۔ حالانکہ حضورﷺ نے کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کیا۔

۶...... کسی نبی کو مظہر الٰہی تصور کرنا شرک فی الالوہیۃ ہوتا ہے۔ جس کے مرتکب بہائی اور مرزائی دونوں یکساں طور پر نظر آتے ہیں اور انسان پرستی کی دعوت دینے میں ایک دوسرے سے کم نہیں۔ کیونکہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ مرزائی دنیا کے تمام انقلابات کو مرزا کی ذات سے وابستہ یقین کرتے ہیں۔ کوئی زلزلہ آئے تو تکذیب مسیح پیش کی جاتی ہے۔ کوئی دکھ پاتا ہے یا مرجاتا ہے تو جھٹ پیشین گوئیوں کا پلندہ کھول کر رکھ دیا جاتا ہے۔ مگر مرزائیوں کی کامیابی ذرہ بھر بھی ہو تو اس کا باعث اطاعت مرزا تصور کی جاتی ہے۔ مصیبت آئے تو دوسروں کو نحوست تصور کی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اپنوں کا سکھ اور غیروں کا دکھ تو مرزا قادیانی کی ذات سے پیوستہ سمجھا جاتا ہے اور تقدیر الٰہی سے خارج کہا جاتا ہے۔ مگر اپنا دکھ اور اغیار کا سکھ خدا کی طرف منسوب ہے۔ گویا ان کے نزدیک خدائی دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ جس کے نصف میں ان کا خدا متصرف ہے اور باقی نصف میں دنیا کا خدا تصرف کر رہا ہے۔ مگر اس شرکیہ عقیدہ کے باوجود پھر اپنے آپ کو مبلغ توحید جانتے ہیں۔ حضورﷺ نے جو کچھ اس زمانہ کے متعلق زلازل، شگاف زمین اور نئے نئے انقلابات بیان کئے ہیں۔ ان کو اپنی ذات سے وابستہ نہیں کیا۔ مگر افسوس ہے کہ ایک غلام سب کچھ اپنے لئے ہی رجسٹری کر چکا ہے۔ اس لئے ہم خلوص قلب سے کہتے ہیں کہ مرزائیو ایسی شرکیہ تعلیم سے بچو۔ تم تو حیات مسیح کو شرک بتاتے تھے۔ اب کیا ہو گیا کہ اپنے مرشد کو خدا ہی بنالیا۔

۷...... یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ ایک ہزار سال ہدایت کا ہوتا ہے اور دوسرا گمراہی کا؟ کیا اپنی صداقت پیش کرنے کے لئے تو یہ بات نہیں گھڑ لی؟ ذرہ ماحول کی بھی تو خبر لینی تھی۔ کیا دنیا صرف مرزائیوں میں منحصر ہو چکی ہے۔ کیا یہی زندہ مردہ چار لاکھ آدمی ہدایت کا ثبوت ہیں۔ مگر باقی چالیس کروڑ مسلمان اگر گمراہ ہیں تو ہدایت کا ظہور کیا ہوا؟ شاید یہ مطلب ہوگا کہ اس میں ہدایت جدیدکا اعلان کیا گیا ہے۔ اس لئے ہدایت کا ہزار سال شروع ہوا۔ مگر آنکھ اٹھا کر دیکھئے دنیا میں کس ہدایت کی پیروی کی جارہی ہے اور کس گمراہی اور حیا سوز تمدن کی طرف قدم اٹھایا نہیں جاتا۔ گھڑے کے مینڈک بن کر قادیانی جماعت کو ہی انسان نہ سمجھو اور قول مرزا پر فتویٰ نہ لگاؤ کہ ؎

بن کے رہنے والو تم ہرگز نہیں ہو آدمی
کوئی ہے روباہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار

نہیں نہیں دنیا میں اور بھی انسان رہتے ہیں قادیان سے باہر نکل کر دیکھو تمہیں کم از کم جو چالیس کروڑ مسلمان دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہیں نظر آئیں گے۔ جن میں نسبتہً تمہارے جیسی انسان پرستی بہت کم ہے اور جن میں انسان پرستی کے خلاف آواز اٹھانے والے ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔

۸...... یہ خوب مسئلہ گھڑ لیا ہے کہ حضور ﷺ کو آخرالزمان نبی تھے۔ مگر مسلمانوں میں نبوت جاری رہی اور غیر اقوام محروم ہوگئیں۔ مسیح پیدا ہوا تو امامت کا خاتمہ بھی یوں ہوا کہ اب مرزائی ہی امام بنا کریں گے۔ دوسرے مسلمان حقدار نہیں رہے۔ اگر امامت کے لئے اپنا ہی خاندان مخصوص کر لیا جاتا تو آج احمد نور کابلی نکلا قادیان میں اور فضل احمد جنگا بنگیال میں اور صدیق دیندار صوبہ بہار میں مظہر قدرت ثانیہ اور امامت کے دعویدار نہ بنتے۔ پس اگر یہی تجویز ہے تو کسی سالانہ جلسہ میں اس کا تصفیہ کرنا ضروری ہوگا۔ مگر یہ باور ہے کہ اس خود ساختہ اصول کو اہل اسلام کا مسلمہ اصول قرار دینے کی تکلیف گوارا نہ کریں۔ کیونکہ ہم اسے تحریف اسلامی اور دجل وفریب میں داخل سمجھتے ہیں۔

۹...... اس ہزاری ترتیب سے ماننا پڑتا ہے کہ جو نبی گمراہی کے ہزار میں مبعوث ہوئے تھے وہ سچے نہ تھے اور حضرت یحییٰ وحضرت مسیح علیہم السلام کی شخصیت نہایت ہی مخدوش ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ گمراہی کے ہزار میں تھے۔ نوح علیہ السلام کی آخری تبلیغ بھی گمراہی کے ہزار میں تھی اور باقی پیغمبر بھی سارے کے سارے ہدایت کے ہزاروں میں نہیں ہوئے تو پھر یہ قاعدہ کیسے صحیح ہوا؟ اور یہ بھی قابل غور ہے کہ امت محمدیہ ایک ہزار سال تک گمراہی کے دور میں رہی ہو اور اس کے دس مجدد بھی اس لپیٹ میں آگئے ہوں اور خصوصاً مجدد الف ثانیؒ کا وجود تو بالکل ہی گمراہ کن ثابت ہوا۔ حضرت پیران پیر بھی جو چوتھی صدی میں گذرے ہیں وہ بھی اسی سیلاب میں بہ گئے ہوں۔ براہ کرم اس تکفیری فتویٰ کو قادیان کے بہشتی مقبرہ میں دفن کر دیجئے اور ہزار سال کے کروڑوں اہل اسلام کو کافر قرار نہ دیں اور انبیاء کرام پر ہاتھ صاف نہ کریں۔ ہاں اگر فیج اعوج کا معنی نہیں آتا تو کسی اہل علم سے دریافت کرو۔ کس لئے اپنا بیڑہ غرق کر رہے ہیں؟

۱۰...... دنیا جانتی ہے کہ چودھویں صدی کے آغاز میں اس قدر مدعیان نبوت اور دعویداران امامت برساتی کیڑوں کی طرح نمودار ہوئے ہیں کہ جن کی نظیر ازمنہ متوسطہ میں نہیں ملتی۔ (یعنی تمہارے فیج اعوج کے زمانہ میں نہیں ملتی) اس وقت تو جو سر اٹھاتا تھا اس کی حجامت ہو جاتی تھی۔ مگر جب دنیا نے مذہب کو خیرباد کہہ دیا اور آئین حکومت کو قواعد مذہب کے خلاف

اپنے خانہ ساز اصول پر چلانا شروع کر دیا۔ یعنی ملکہ وکٹوریہ کے عہد سے تھوڑا ہی پہلے آزادی نے قدم جمانا شروع کر دیا تھا۔ تو ایران، مصر، ہندوستان اور افریقہ والوں کو بھی امام یا رسول بننے کا شوق پیدا ہو گیا۔ کیونکہ اب حجامت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ رفتہ رفتہ ایک دوسرے کی تکذیب وتوہین میں برسر پیکار ہو گئے اور مذہب کی فضا ایسی مکدر کر ڈالی کہ متلاشی حق کے سامنے ایک نہیں دو نہیں گیارہ باب، ایک مظہر الٰہی بہاء اللہ، مسیح قادیانی، مرزا محمود خیر الرسل اور اس پارٹی کے دس مدعی اور یحییٰ بہاری، مہدی سوڈان اور مہدی جونپوری اکٹھے سو دو سو ہر ایک مدعی اپنی اپنی ہانکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ کوئی اب فیصلہ کرے تو کس کے حق میں کرے۔ آخر مجبور ہو کر اپنے آقا حضور ﷺ کو نہیں چھوڑتا اور آپ کی پیشین گوئی سامنے دیکھتا ہے کہ ایک وہ زمانہ آئے گا کہ دعویدار بہت ہوں گے اور قرآن کی تعلیم کی بجائے اپنا اپنا نیا نصاب تعلیم پیش کریں گے۔ یعنی اسلام قدیم سے دستبردار ہو جائیں گے۔ مگر ایمانداری کا ثبوت بہت مشکل ملے گا۔ چنانچہ آج مذاہب جدیدہ کے بانی جب معرض امتحان میں لائے جاتے ہیں تو ان کی تمام شخصیت مخدوش نظر آنے لگتی ہے اور سوائے شکم پروری کے اور دعویٰ فروشی کے کچھ نظر نہیں آتا۔

۱۱...... مادی ارتقاء کی روز افزوں تحریک بتا رہی ہے کہ جب اہل یورپ نے مذہب چھوڑ کر خود ساختہ اصول اور تمدن جدید کے منوانے میں جدوجہد شروع کی تو ان کو یہ ضرورت پیش نہ آئی کہ پیغمبر رسول بن کر نئی معاشرت کی بنیاد ڈالیں۔ کیونکہ عیسائی قوم پہلے سے ایسے مذہب کی پیرو تھی جو بقول پولس حواری تمام احکام شرعیہ سے آزاد ہو چکا تھا اور جو کچھ بھی ان میں شرم وحیا تھا ہمسایہ اقوام کے زیر اثر تھا۔ لیکن ایشیاء میں چونکہ مذہب کو تمام اصول پر مقدم سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے یا تو اندرونی طور پر اہل یورپ اشاروں سے اور یا قومی بہبود کو اپنے خیال میں مدنظر رکھ کر اور یا کسی اور غرض سے ناسخان شرع محمدی نے امامت، رسالت اور تجدید کا لباس پہن کر مسلمانوں کو آہستہ آہستہ اصول اسلامی سے دل برداشتہ کر کے مادی ترقی کی خدمت کے انجام دہی میں اپنی سرخروئی حاصل کی اور اپنا نام ان لوگوں کی فہرست میں (اہل یورپ کے ہاں) داخل کرایا۔ جنہوں نے ایک نئی روح پھونک کر مسلمانوں کو اس پلیٹ فارم کے قریب کر دیا جس پر کہ اہل یورپ قائم ہیں اور کم از کم اس قدر کامیاب ضرور ہوئے ہیں کہ اسلام قدیم پر قیام کرنا بقول حضور ﷺ ایسا ہی مشکل ہو گیا ہے کہ ہاتھ میں انگیاری تھامنا ناممکن ہے۔

۱۲...... یہ عجیب افسانہ پردازی ہے کہ مسیح قادیانی کے ظہور کے لئے علامات (ریل وغیرہ) قرآن میں مذکور ہیں۔ شاید قرآن کے نئے مفہوم میں جو بہائیت کے زیر تعلیم گھڑا

گیا ہے مذکور ہوں گے۔ مگر اسلام قدیم کے ماننے والوں کے نزدیک ایسے خیالات گوزشتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور یہ نظریہ بھی عجیب ہے کہ یہودیوں کی حکومت اٹھ گئی تھی تو مسیح آئے تھے۔ ایسا ہی مسلمانوں کی حکومت اٹھ گئی تو قادیانی مسیح آیا۔ آنکھ کھول کر دیکھئے مسلمان ابھی تک ایشیاء کے نصف حصہ سے زیادہ پر حکمران ہیں تو پھر یہود سے تمثیل کیسے درست رہی؟ اگر صرف ہندوستان کے مسلمان ہی مراد ہوں تو اس تنگ چشمی اور بوالہوسی کے بعد ریاست بہاولپور اور حیدرآباد دکن کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی ضروری ہوگا کہ جن کی یہودیوں میں مثال نہیں ملتی۔ بہرحال یہ نظریہ اس شخص کے لئے ہے جو آنکھ بند کر کے ہمیشہ کے لئے خادم قدرت ثانیہ قادیانیہ بن چکا ہو۔

۱۳...... ترک جہاد کا مسئلہ غدر ۱۸۵۷ء سے طے ہو چکا ہے اور سرسید و دیگر علمائے اسلام نے حالات کا مطالعہ کر کے پہلے سے ہندوستان میں بے جا قرار دیا ہوا ہے اور ایران میں بابی اور بہائی مذہب نے بھی قادیانیت سے پہلے منسوخ کر دیا ہے۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ مسیح قادیانی نے اس پر قلم نسخ پھیر دیا تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کے ہم درس نے بھی اس مسئلہ پر چار مربعے حاصل کر لئے تھے۔ مگر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مدعیان مسیحیت نے بڑھ کر یہ کام ضرور کر دیا ہے کہ یہ مسئلہ اسلام سے نکال ہی دیا ہے۔ لیکن پھر بھی اپنے مخالفین سے وہی اسلامی جنگ کا اجراء ضروری سمجھے ہوئے ہیں اور اغیار کو تہ تیغ کرنے سے بھی پیچھے ہٹتے نظر نہیں آتے۔ مگر کیا کریں حکومت درمیان میں حائل ہو جاتی ہے۔

۱۴...... مسئلہ جہاد کے متعلق یوں سمجھنا چاہئے کہ جب شریعت محمدی پر آج کوئی سلطنت پورے طور پر عمل پیرا نہیں۔ اس لئے جس طرح باقی احکام اسلامیہ کے اجراء کے لئے انقلاب زمانہ نے جگہ نہیں چھوڑی اسی طرح جہاد کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ یہ حکم منسوخ ہی ہو چکا ہے ورنہ یہ لازم آئے گا کہ جو احکام عہد رسالت میں جاری تھے۔ سب ہی منسوخ ہو چکے ہیں۔

۱۵...... مسیح قادیانی ''مغضوب علیهم'' کہہ کر تمام اہل اسلام کو یہودی کہہ دیا ہے اور اسلام سے خارج کر دیا ہے۔ اب یہ بہانہ پیش نہیں کیا جا سکتا کہ مرزا قادیانی نے کسی کو کافر نہیں کہا اور لوگ ان کو کافر کہہ کر خود کافر ہو رہے ہیں اور اس سے پہلے ناظرین پڑھ چکے ہیں کہ ایک ہزار سال کے تمام مردہ مسلمانوں کو قرآن سے گمراہ قرار دیا ہے تو گویا سارا جہان قادیانیوں کے نزدیک کافر ہوا اور وہ مٹھی بھر مسلمان ہیں۔ اسے کون مان سکتا ہے اس سے بہتر تو یہ

ہوگا کہ ان کو اسلام جدید کے پیرو مان کر اسلام قدیم کی رو سے کافر اور بے ایمان سمجھا جائے۔
(عوض معاوضہ گلہ ندارد)

۱۶...... حیات مسیح کے ماننے والوں کو فیج اعوج میں داخل کر کے پھر ان کو معافی دے کر جناب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ پہلے لوگ اس لئے معذور تھے کہ ان پر قرآن کے اصلی معانی نہیں کھلے تھے۔ لیکن ہم نے کادیہ جلد اوّل میں ثابت کر دیا ہے کہ حیات مسیح کا قول نہ صرف تمام مجددین اسلام اور تمام اہل سنت نے تسلیم کیا ہے۔ بلکہ عہد رسالت اور عہد خلافت سے بھی اسی پر اتفاق چلا آیا ہے۔ لیکن مسیح قادیانی پر اس کا انکشاف نہیں ہوا۔ اس لئے مسلمانوں کو دو جماعتوں میں تقسیم کر کے ایسے افتراق و انشقاق کا باعث ہوئے کہ بھائی بھائی کا دشمن بن گیا ہے اور بیٹا باپ کا نہیں رہا۔ ترک سوالات غیر مسلم سے کرنا تھا۔ الٹا مسلمان آپس میں کر رہے ہیں۔ قادیانی تحریک سے پہلے مسلمان گو حنفی وہابی کے جھگڑوں سے چور ہو چکے تھے۔ مگر آخر میں کسی حد تک باہمی مصالحت ہو چکی تھی۔ مگر قادیانی تحریک نے ایسی پھوٹ ڈال دی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی اور پھوٹ کی ضرورت نہیں رہی۔ حکومت کے بھاگ جاگے۔ ہندوستان کا میوہ پھوٹ پیدا ہو گیا اور ایسا تقسیم ہوا کہ غیر ممالک میں بھی ٹکے سیر ہو گیا ہے تو گویا یہ مسیح حکومت کے لئے ہی آیا تھا۔ ورنہ مسلمانوں کی اصلاح اسے منظور نہ تھی۔ کیونکہ تعلیمی اصلاح سرسید کر چکا تھا اور راعی و رعیت کے باہمی معاملات کو بھی ایسے طور پر سدھارا تھا کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی بن چکے تھے۔ صنعت و حرفت اور تجارت کی طرف زعمائے قوم توجہ دلا رہے تھے اور مذہبی تعلیم کے لئے مولانا مولوی محمد قاسم دیوبندی نے توجہ دلائی تھی۔ اب صرف پھوٹ رہ گئی تھی جو مسیح قادیانی نے کھلانی شروع کر دی۔ ورنہ کوئی بتائے کہ اس کی شخصیت سے مسلمانوں کو کون سا معراج ترقی حاصل ہوا۔

۱۷...... مثیل مسیح بنتے ہوئے ضمناً توہین مسیح کا بھی ارتکاب کر لیا ہے کہ مسیح کی والدہ گنہگار قوم کا فرد تھی اور اپنی ایک دادی سید تھی۔ جس کی وجہ سے آپ کی والدہ اس دور کے تعلق سے بیگناہ قوم کی فرد بن چکی تھی۔ پھر یہ بھی کہا ہے کہ مسیح میں صرف انوثیت کا مادہ تھا اور مجھ سے تمام انوثیت کا مادہ نکال دیا گیا تھا۔ کیونکہ کچھ دن پہلے ایک لڑکی پیدا ہو کر مر گئی تھی۔
(گویا مسیح ناصری مرد ہی نہ تھے)

۱۸...... آپ پیر دستگیر بن کر یہ افسوس کرتے ہیں کہ مجھے دجال کہا۔ کیا پھر خوش بھی ہوتے ہیں کہ مسیح کو بھی یہودیوں نے برا کہا تھا۔ آج کل تبلیغی رسائل میں تکفیر مرزا کو صداقت مرزا

کانشان بتایا جاتا ہے اور یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فتویٰ دینے والے علمائے اسلام سب یہودی ہیں اور بدترین مخلوقات ہیں۔ کیونکہ ان سے فیج اعوج کے علمائے اسلام بھی نالاں تھے۔ کون سا پارسا تھا کہ جس پر انہوں نے فتوائے تکفیر جاری نہ کیا ہو اور کون سا امام تھا جس پر ان کا تکفیری قلم نہ چلا ہو۔ مزید برآں آپس میں بھی ایک دوسرے کو کافر کہتے رہتے ہیں۔ اس لئے ان کی تکفیر مضر نہیں بلکہ صداقت کا نشان ہے۔ انبیائے سابقین کے وقت بھی یہی لوگ تھے جنہوں نے انبیاء کی مخالفت کی تھی۔ دیکھئے بہائی بابی اور مرزائی تینوں ایک ہی راگ گاتے ہیں۔ ایقان میں بہاء اللہ نے علمائے اسلام کا نام ہمج رعاع رکھا ہے اور قادیانی تعلیم میں ان کا نام سب سے بڑھ کر شرارتی، یہودی، دجال اور فیج اعوج رکھا گیا۔ گو ان کے پیغمبر نے فیج اعوج کا زمانہ چودھویں صدی سے پہلے گذار دیا تھا۔ مگر یہ لوگ اس کو بھی اجتہادی غلطی بتا کر اب بھی فیج اعوج کا ہی زمانہ بتا رہے ہیں تو جو جوابات مرزائی مذہب بہائی مذہب کے مقابلہ پر پیش کر سکتے ہیں ہماری طرف سے بھی مرزائیوں کے مقابلہ پر وہی وار دسکہ استعمال ہو سکتا ہے۔ اگر حقیقی فیصلہ یوں ہے کہ فتوائے تکفیر دو قسم کا ہوتا ہے۔

ایک اصلاحی جو مسلمان اور اہل علم ایک شریعت کو مان کر آپس میں لگایا کرتے ہیں اور اس کی اصلی غرض اس غلطی کی اصلاح مقصود ہوتی ہے جو فریق مخالف سے سرزد ہوتی ہے تو پھر جب اصل واقعات کھل جاتے ہیں اور فریقین کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اصل میں وجہ مخالفت صرف نافہمی معاملات تھی تو فتویٰ منعدم ہو جاتا ہے اور فریقین آپس میں ویسے ہی موالات اور اتحاد سے معاشرت کرنے لگ جاتے ہیں جیسے پہلے تھے بلکہ بعض دفعہ ایسے تکفیری فتویٰ کی موجودگی میں بھی باہمی رشتہ ناتہ کے تعلقات پوری موالات کے ساتھ قائم رکھتے ہیں۔ دیوبندی، بریلوی، حنفی، وہابی وغیرہ کا جھگڑا اسی قسم میں داخل ہے اور مرزائی تعلیم میں اس کی نظیر پیش کرنے میں پیغامی اور محمودی تکفیر و تلفین اور تجہیل وتوہین بہترین نمونہ ہیں۔ فتویٰ کی دوسری قسم تکفیر بیزاری ہے اور یہ فتویٰ عہد رسالت سے لے کر آج تک ان مدعیان امامت و رسالت پر جاری کیا گیا ہے کہ جنہوں نے نئی رسالت نئی وحی نیا اسلام یا انوکھی ترمیم تجدید اسلام پیش کر کے اپنے آپ کو پھر بھی مسلمان ہی کہلایا ہے۔ اس کی غرض وغایت یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو دھوکہ نہ دینے پائیں۔ بلکہ یہ ظاہر کر دیں کہ جس اسلام کو ہم سمجھتے ہیں وہ اسلام قدیم سے الگ ہے۔ تاکہ نئے پرانے اسلام میں امتیاز قائم ہو جائے اور اس قسم کا فتویٰ مرزائیت میں بہائیت کے خلاف خود موجود ہے۔ ایسے فتوے کا اثر اولین یہ ہوتا ہے کہ فریقین میں ترک موالات اور باہمی متارکت شروع ہو کر تنافر اور مخاصمت تک پہنچ جاتی ہے۔ اب ناظرین بتائیں کہ اگر مسلمانوں نے قادیانی

مسیح پر تکفیری فتویٰ از قسم دوم جاری کیا تو کون سا گناہ کیا۔ یا وہ کس طرح یہودی اور کافر بن گئے اور اگر بلا تحقیق ہی بنانا ہے تو بہائیوں کے مقابلہ پر مرزائی خود یہودی، شرالناس اور ہمج رعاع وغیرہ ثابت ہوں گے۔ اگر قسم دوم کے فتویٰ سے مرزا قادیانی کی صداقت پیدا ہوتی ہے تو سب سے پہلے بہاء اللہ اور باب کی صداقت بھی تسلیم کرنی پڑے گی۔ اس لئے مرزائیوں کا یہ کہنا غلط ہوگیا کہ تکفیر مرزا صداقت مرزا کی دلیل ہے۔

۱۹...... یہ کہنا بھی غلط ہے کہ آج کل کے علماء اسلام فیج اعوج اور بدترین مخلوقات ہیں۔ کیونکہ بقول مسیح قادیانی فیج اعوج کا زمانہ چودھویں صدی کے آغاز پر ختم ہو چکا ہے اور اب ہدایت کا ہزار شروع ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ غیر احمدیوں میں فیج اعوج اب بھی جاری ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ فیج اعوج میں پہلے بھی دو قسم کے علمائے اسلام چلے آئے ہیں۔

اوّل...... علمائے ربانی جو وارث انبیاء ہوتے ہیں اور اعلائے کلمتہ الحق میں بیدریغ ہو کر اپنی جان قربان کر دیتے ہیں اور جن کے متعلق وارد ہے کہ وہ حزب اللہ بن کر اہل باطل کے مقابلہ پر مظفر ومنصور رہیں گے اور یہ جماعت وہ ہے کہ جنہوں نے آج تک تمام مذاہب جدیدہ کی تردید اور مدعیان نبوت کی (خواہ بروزی ہوں یا ظلی) تکفیر کی ہے اور جن کے متعلق لکھا ہے کہ یہ جماعت اصلی مسیح کے ساتھ شامل ہو کر دجال مدعی الوہیت ورسالت بروزی کو جان سے مار ڈالے گی۔

دوم...... علمائے سوء، شریرالناس اور بدترین مخلوقات جو مذاہب جدیدہ اور تعلیمات جدیدہ کی طرف دعوت دے کر اسلام کا مفہوم ہی بگاڑ ڈالتے ہیں اور لفظی مباحث کے آسرے پر بروز الوہیت ورسالت یا بروز کرشن ورام چندر وجے سنگھ بہادر اور مظہر جیٹیا وغیرہ بن کر اپنی شخصیت کو بھول بھلیاں کا نمونہ بنا کر پیش کرتے ہیں اور یہی فیج اعوج کا مصداق ہیں۔ پس احادیث نبویہ دو قسم کے علمائے اسلام بتا رہی ہیں۔ اس لئے یہ حد بندی کرنا کہ فیج اعوج کے وقت علمائے ربانی کا وجود نہیں ہوتا کمال خوش فہمی ہوگی۔

۲۰...... روحانی نماز سکھلانے کے بعد آپ نے دعاء اور محبت الٰہی کے ذریعہ نبی بنے کا طریق سکھلایا ہے۔ مگر اپنی شخصیت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نبوت کو خدا کے سپرد کر دیا ہے کہ جسے چاہے فنافی اللہ محبت الٰہی اور کثرت مکالمہ ومخاطبہ سے نبی بنا دیتا ہے اور وہی محدث اور مجدد بھی کہلاتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۴ء میں آپ کو مستقل طور پر نبی بنا دیا گیا تھا اور اصل میں تزکیہ نفس کو اس کا بہترین سبب قرار دیا ہے اور ضمناً کہہ دیا ہے کہ نبوت کسب واجتہاد سے

بھی حاصل ہوسکتی ہے اور وہ عرف وہی امر نہیں ہے۔ گویا فلاسفہ کا مذہب آپ کے نزدیک حق ہے اور قرآن کا حکم قابل تاویل ہے کہ بغیر استعداد تامہ کے نبوت کا فیضان نہیں ہوتا۔ اگر اس طریق سے نبوت بروزی مراد ہو تو پھر بھی قرآن کا خلاف ہوگا۔ کیونکہ اس میں کسی طرح کی نبوت بروزی کا ذکر تک نہیں۔

۲۱...... پاپ دور کرنا جب کرشن اور مسیح میں مساوی طور پر پایا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزا قادیانی بھی پاپ دور کرنے کے مدعی ہیں اور کفارہ کا مسئلہ جس کو کتاب البریہ میں غلط اور ناممکن قرار دے آئے ہیں۔ اپنے لئے بڑے زور سے ثابت کر رہے ہیں اور یہ دعویٰ نہ صرف شرک ہے۔ بلکہ خدا کو خدائی سے ہی جواب دینے کے برابر ہے اور بعینہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح سزا و جزاء کا مالک ہے۔ خدا نے یہ کام مسیح کے ہی سپرد کر دیا ہوا ہے۔ ناظرین! غور کریں کہ آیا حیات مسیح کا عقیدہ شرک ہے یا یہ عقیدہ رکھنا کہ مسیح قادیانی ثواب و عقاب پر قابض ہے۔

۲۲...... بہاء اللہ نے موعود کل بن کر اپنے مریدوں کو آزاد کر دیا ہوا ہے کہ خواہ وہ کسی مذہب میں شمار ہوں بغیر بیعت کے بھی بہائی ہوسکتے ہیں۔ مگر مرزا قادیانی یہ مسلک نہیں جاری کر سکتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک شرائط ضروری ہیں۔ اس لئے ان کو نسبۃً کامیابی نہیں ہوئی اور نہ آریوں نے آپ کو قبول کیا ہے نہ سکھوں نے اور نہ عیسائیوں نے بلکہ سب نے آپ کو اس تحقیر سے دیکھا ہے کہ کسی دشمن کو بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔ ہاں مسلم قوم پر آپ کا افسوں چل رہا ہے۔ کیونکہ ان میں مذہبی تعلیم سے ناواقف بہت ہیں اور صوفیائے کرام کے زیر اثر ہو کر ضعیف الاعتقاد ہو رہے ہیں اور وحدت وجود کی دھن میں یا شطحیات صوفیا کے لپیٹ میں آ کر ایسے لاجواب ہو جاتے ہیں کہ مرزائیوں کے سامنے اف نہیں کر سکتے۔ لیکن جنہوں نے ایمان کی قدر کی ہے وہ اس سودے میں جب تک کہ اسے امتحان کی کسوٹی پر بار بار نہ پرکھ لیں۔ اپنا نقد ایمان نہیں کھو بیٹھے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی ایک اس وقت اندر ہی اندر پچھتا رہے ہیں۔ مگر اب ان کو چھوڑنا مشکل ہو رہا ہے۔

۲۳...... سورج کی کشش بہت زبردست ہے۔ جبراً اپنی طرف کرۂ ارض کو کھینچ رہی ہے۔ مگر مرزا نبی بن کر اس کشش کے مدعی ہوئے تو ہیں۔ لیکن بہاء اللہ کے مقابلہ پر اپنی طرف لوگوں کو کھینچ نہیں سکے اور جن لوگوں نے آپ سے قطع تعلق کیا ہے۔ ان کے لئے برباد ہونا لازمی امر نہیں ہوا۔ کیونکہ اس وقت پیر جماعت علی شاہ صاحب اور پیر مہر علی شاہ صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب روز افزوں ترقی کر رہے ہیں۔ کسی قسم کا کھٹکا نہیں اور سختی نرمی جیسی کہ مرزائیوں پر آتی ہے۔ ویسی دوسروں پر بھی آتی ہے۔ ورنہ امتیازی طور پر ہمارے سامنے کوئی نظر پیش نہیں کی جا سکتی

اور اگر یہ نظریہ پیش کیا جائے کہ مقربین بارگاہ الٰہی تکالیف میں بہت مبتلا ہوتے ہیں تو سارا معاملہ ہی بگڑ جاتا ہے۔ ہاں حضرت نوح علیہ السلام کے دشمن آناً فاناً تباہ و برباد ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے دشمن فوراً ہلاک ہو گئے۔ ھود و لوط و صالح اور شعیب علیہم السلام کے دشمن نیست و نابود ہو گئے اور حضور ﷺ کے دشمن لڑائیوں میں جو عذاب الٰہی تھیں مارے گئے اور یہ وعدہ سچا نکلا کہ ہم اپنے رسولوں کی امداد کرتے ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آج وہ شخص جو خود خدا اور ابن اللہ بلکہ ابو اللہ بنتا ہے۔ (استغفر اللہ) اپنے دشمنوں کو ہلاک نہیں کر سکا۔ بلکہ اپنے دشمنوں کے سامنے ان کی پیشین گوئیوں کے مطابق بغیر اس کے کہ ان میں تاویل کی جائے مر چکا ہے اور دنیا جانتی ہے کہ اس کے دشمن اب تک زندہ ہیں اور پھولتے پھلتے ہیں اور جو مرے بھی تھے وہ امتیازی طور پر نہیں مرتے تھے۔ ورنہ ان کے متعلق حاشیہ آرائیوں کی ضرورت نہ پڑتی کہ بددعاء کبھی اندرونی خوف سے ٹل جاتی ہے یا صدقہ خیرات اسے دفع کر دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ سب کچھ درست ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ جس پیشین گوئی یا بددعاء کو اپنی صداقت کا معیار قرار دیا جائے تو کیا اس کا پورا ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ اگر یہی بات تھی تو کیوں اچھل اچھل کر اسے پیش کیا تھا۔ دیکھئے انبیاء علیہم السلام نے بددعائیں دیں اور پیشین گوئیوں سے اپنی اپنی قوم کو متنبہ کیا۔ مگر کبھی بھی وقوع عذاب کو اپنی سچائی کا معیار قرار نہیں دیا اور نہ ہی اپنے اوپر مغلظات اور گالیاں لی ہیں۔ مگر وہ پھر بھی پوری اتریں اور یہاں اگر کوئی بہانہ نہیں چلتا تو کہہ دیتے ہیں کہ فریق مخالف اندر سے تائب تھا یا خوفزدہ ہو گیا تھا یا یوں کہا جاتا ہے کہ اس کا وقوع عہد خلافت میں ہوگا۔ کیونکہ قدرت ثانیہ کا بروز بھی آپ کا ہی عہد ہے۔ مگر تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔

شیر برفی دیگر و شیر نیستاں دیگر است

۲۴...... روح کا بار بار دنیا میں آ کر جنم بدلنا جس طرح باطل ہے۔ اسی طرح مسیح قادیانی کا بار بار بروز بھی باطل ہے۔ اگر یہ درست تھا تو جس طرح مسیح قادیانی پر انبیاء کا بروز ہوتا رہا ہے۔ اسی طرح بعد میں دوسرے کے اندر بھی جاری رہنا چاہئے تھا۔ یہ کیا غضب ہے کہ آپ نے باقی انبیاء کا بروز بند کر دیا ہے اور اپنا بروز جاری رکھا ہے تو گویا یہ مطلب ہوا کہ اب حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ براہ راست مفید نہیں جب تک کہ مسیح قادیانی کے اسوۂ حسنہ کو درمیان میں واسطہ نہ سمجھا جائے۔ باقی رہے دوسرے انبیاء تو ان کو تو سرے سے بے تعلق ہی کر دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تقدس کی بیماری نے زور پکڑ کر نخوت کا مادہ بھی پیدا کر دیا تھا اور ہمچو ما دیگرے نیست کا مرض ایسا پیدا ہو گیا تھا کہ اپنے آقائے نامدار کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی اور کہہ دیا کہ گو ان کے ذریعہ سے ہی ہم نے ترقی حاصل کی

ہے۔ مگر خدا کے ساتھ ہمیں ایسا تعلق ہے جو کسی کو حاصل نہیں۔ اسی وجہ سے تو ایک دفعہ آپ خدا بن گئے تھے اور بہاء اللہ سے بڑھ کر صفات الٰہیہ، تکوین، تفرید اور توحید بالمادہ و بغیر مادہ اور کن فیکون پر قبضہ کر لیا تھا۔ دوسری دفعہ ابن اللہ بن کر خدا سے یہ لفظ سنتے تھے کہ اے میرے بیٹے میری بات سن۔ تیسری دفعہ جب عروج ہوا تو اپنی قدرت ثانیہ مرزا محمود کو خیر الرسل اور خدائے نازل من السماء کہہ کر دنیا کے سامنے پیش کیا تو گویا ''کل یوم ھو فی شان'' آپ کے لئے ہی شایان ہے۔ مگر ایک مسلم جو خدائے قدوس کو ان حیاسوز آلائشوں سے پاک سمجھتا ہے اور ایسے مدعی کو غلط گویا ماؤف الدماغ یقین کرتا ہے۔ نہ اسے ایسے بروز کی ضرورت ہے اور نہ ایسے مومی خدا کی ضرورت ہے کہ جھٹ بیٹا بن گیا پھر خیال آیا تو باپ یا دادا بن گیا۔ خدا ایسی گمراہ کن شرکیہ تعلیم سے مسلمانوں کو بچائے۔ مرزائیوں کو شکایت ہے کہ عہد [illegible] میں انسان پرستی کی تعلیم موجود ہے۔ مگر اپنا گھر سارے کا سارا ہی آتش شرک [illegible] سے [illegible] ہو چکا ہے اور خبر تک نہیں۔

۲۵...... جناب کا الہام ہے کہ: ''کسف الشمس والقمر فی رمضان فبای آلاء ربکما تکذبان'' تعجب ہے کہ پہلے تو کسوف و خسوف کا مطلب غلط سمجھے پھر تاویل ایسی کی کہ جس پر طفل مکتب بھی ہنسی اڑاتا ہے۔ پھر اتنی شوخی دکھائی کہ سورۂ رحمان کی ایک آیت کا نمونہ پیش کر دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کا ملہم فصیح اللسان نہ تھا۔ ورنہ کچھ بعید نہ تھا کہ آپ بھی مسیلمہ کے فرقان اوّل و ثانی کا بروز پیش کر دیتے۔ پھر یہ غضب ڈھایا ہے کہ: ''معذبوھا'' سے یہ مطلب لیا ہے کہ ہماری صداقت کے لئے مخالفین کو طاعون سے عذاب دیا جائے گا اور جاہلوں کو ایسا الو بنایا ہے کہ وہ اس تحریف قرآنی کو معارف قرآنی سمجھنے لگ گئے۔ کیا اسی گھمنڈ پر کہہ دیا تھا کہ چودھویں صدی سے پہلے ہزار سال تک قرآن مخفی رہا اور اس کے معارف کھلے ہیں تو صرف چودھویں صدی میں مگر وہ بھی صرف ہم پر۔ جناب اگر ایسے ہی معارف ہیں تو تمام ملاحدہ وزنادقہ آپ سے بڑھے ہوئے ہیں اور وہ لوگ بھی آپ سے نمبر زیادہ لے جاتے ہیں جو قرآن کی آیت ''تنزل علی کل افاک اثیم'' سے آپ پر فتویٰ شیطانی لگا دیتے ہیں۔ قربان جائیں ایسے معارف پر کہ جنہوں نے اسلام ہی بدل ڈالا اور قرآن پاک کو ایسا بازی طفلاں بنا ڈالا ہے کہ آج وہ لوگ بھی معارف بیان کرنے لگ گئے ہیں کہ جن کو ایک حرف بھی پڑھنا نہیں آتا اور معارف بیانی ایسی بدنام ہو گئی ہے کہ جب ہم معارف کا نام سنتے ہیں تو فوراً یہ نقشہ ذہن میں جم جاتا ہے کہ معارف بتانے والا ضرور ماؤف الدماغ ہو گا یا مولانا جناب (جاہل و نادان وابلہ بیوقوف) ہوں گے۔ ورنہ کسی مسلم کو یہ جرأت نہیں پڑتی کہ اسلام کو نئی طرز پر پیش

کرے۔ کیونکہ اس کا یہ معنی ہوتا ہے کہ ہم نے ایک مذہب تیار کیا ہے اور اس کا عنوان ہم نے بھی اسلام ہی رکھا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ بہت مانوس ہو چکا ہے۔

۲۶...... نبی کی شناخت کے تین طریق (عقل ونصرت الٰہی وتصدیق سلف) اگر تسلیم کیے جائیں تو جناب کی ذات میں نہیں پائے جاتے۔ کیونکہ عقلی دلیل یہی دی جاتی ہے کہ جب دنیا میں ظلمت آتی ہے تو روشنی کا تقاضا پیدا ہو جاتا ہے۔ ہزار سال سے قرآن مخفی تھا۔ کیونکہ فیج اعوج گمراہی کا ہزار تھا۔ اس لئے ظلمت تھی۔ چودھویں صدی کا آغاز ہدایت کے لئے آیا اور روشنی پیدا ہوگئی۔ یہ دلیل بہائیت میں بھی موجود ہے اور ہر ایک مدعی نبوت اپنی تصدیق کے لئے ادھر ادھر کی باتوں سے استدلال پیش کر سکتا ہے اور یہ دلیل بھی اصولی طور پر غلط ہے۔ کیونکہ یہ ساتواں ہزار ہے جو ہدایت کا شمار کیا جاتا ہے۔ چھٹا ہزار فیج اعوج کے لئے اور گمراہی کا سال تھا۔ پانچویں ہزار میں بھی صرف تین سو سال (قرون ثلثہ) ہدایت کے لئے تھے۔ باقی سات سو سال گمراہی کا دور تھا۔ پھر چوتھے ہزار میں صرف ۳۳ سال ہدایت کے لئے تھے جو مسیح کا زمانہ تھا اور اسی کے قریب قریب حضرت یحییٰ علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک گمراہی کا زمانہ آ جاتا ہے۔ ناظرین غور کریں کہ خیر الانام کے حصہ میں ہدایت کا زمانہ صرف چار سو سال ہے اور ہزار سال امت گمراہی میں رہی ہے۔ خدا بڑا ہی بے رحم ہے کہ رحمتہ اللعالمین بھیج کر بھی خیر الامم کو دھوکے میں رکھتا ہے۔ پھر باقی پڑتال کی جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ خدا اپنے بندوں سے نیک سلوک نہیں رکھتا۔ کیونکہ ایک ہزار سال تک خبر گیری ہی نہیں ہوتا اور جب ہدایت کے ہزار میں خبر لیتا ہے تو اس میں بھی مٹھی بھر انسان ہدایت پاتے ہیں۔ باقی گمراہی میں پھنسے رہتے ہیں تو گمراہ ثابت ہوا کہ مرزائیوں کے نزدیک سبقت رحمتی غضبی غلط ہوگا اور یہ ماننا پڑے گا کہ خدا اپنی مخلوق کو گمراہ کرنے میں بہت خوش ہوتا ہے اور ''قلیل من عبادی الشکور'' کی مثال مرزا قادیانی سے ہی پوچھ کر قائم کرتا ہے۔ نصرت الٰہی کا مفہوم بہاء اللہ نے اپنی درخواست میں بیان کیا ہے۔ غالباً وہی مفہوم جناب نے بھی مراد لیا ہے کہ تسخیر قلوب مراد ہے۔ ورنہ ظاہری حکومت مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ پیر صاحب تو ہمیشہ قید میں ہی رہتے تھے اور مرید صاحبان کو مقدمہ بازی اور دعاء بازی، مباہلہ بازی اور لیاقت بازی یا نبوت بازی سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی اور حکومت کا پاس ہر وقت پیش نظر تھا تو اب محکوم کو حاکمانہ نصرت ہو تو کیسے ہو۔ اس لئے یہ بہانہ بنایا کہ ہم دلوں پر حاکم ہیں اور دلوں کی تسخیر ہماری فتح مندی اور نصرت الٰہی ہے۔ مگر اس میں بھی پیر کے نمبر زیادہ ہیں۔

۲۷...... مورخ طبریؒ نے روایت کی رو سے ثابت کیا ہے کہ دنیا کی کل عمر سات ہزار سال ہے۔ جن میں سے چھ ہزار سال گذر چکے ہیں۔ ساتویں ہزار میں حضورﷺ کی امت جارہی ہے۔ یوں بھی وارد ہے کہ: ''الدنیا سبعة الاف سنة انافی آخرها الفاً'' حضورﷺ فرماتے ہیں کہ دنیا سات ہزار سال ہے اور میں آخری ہزار سال (ساتویں ہزار سال) میں ہوں۔'' رواه الطبرانی والبیهقی فی دلائل النبوة'' اس تحقیق کی رو سے مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ غلط ہوگیا کہ میں ساتویں ہزار سال میں بھیجا گیا ہوں اور ثابت ہوگیا کہ غلام نے صریحاً اپنے آقا پر ڈاکہ مارا ہے۔

۲۸...... امام سیوطیؒ اپنے رسالہ'' بسط الکف فی مجاوزه هذه الامة الالف'' میں لکھا ہے کہ ساتویں ہزار سال پر کچھ صدیاں اس امت کے لئے بڑھائی گئی ہیں۔ اب مرزا قادیانی کا یہ کہنا غلط ہوگیا کہ چودھویں صدی پر دنیا ختم ہو چکی تھی۔ اس کے بعد نئے سرے سے دنیا کا دور جدید شروع ہوا۔ جس کا (دنیا ختم ہونے کے بعد اس کے دور جدید کا) میں آدم ہوں اور خدا نے کہا کہ: ''اسکن انت وزوجك الجنة'' (تو اور تیری بیوی جنت میں رہو) یہ خیال دراصل بہائی تعلیم سے اڑایا ہوا ہے۔ ورنہ یہ بلند پروازی جناب کو کہاں سے حاصل تھی؟

۲۹...... صحیحین کی حدیث میں خود آپ نے ٹھوکر کھائی ہوئی ہے۔ کیونکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ نزول مسیح کے وقت پہلے امام الزمان موجود ہوں گے۔ جو مسلمانوں کو مسیح کے سپرد کردیں گے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ مسیح امت محمدیہ کا ایک فرد ہوگا۔ جیسا کہ کادیہ جلد اوّل میں مذکور ہے۔ بہرحال یہ پیشین گوئی بھی دانیال کی پیشین گوئی کی طرح آپ پر چسپاں نہ ہوئی۔ مال کا آنا اور سیالکوٹ میں کامیابی دیکھنا اور براہین کا بیکسی میں لکھنا صداقت کا نشان نہیں ہے۔ کیونکہ نہ تو سرسید کے برابر آپ کو کامیابی ہوئی۔ نہ ہی اس کے برابر بیکسی میں ایسا اعجاز دکھایا کہ اسلامی یونیورسٹی قائم کی ہو۔ آپ سے بڑھ کر تو دیانند اور مہاتما گاندھی کو زیادہ کامیابی حاصل ہو چکی ہے تو پھر یہ کیا معیار رہا۔ شاید ''یدخلون فی دین الله افواجاً'' کو اپنے اوپر چسپاں کرنے کا خیال کرلیا ہوگا۔ مگر شرع دامنگیر ہوگئی ہوگی۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

۳۰...... کتاب الاعداد ب۱۶ میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو ملک کنعان کے پاس کوہ فاران کے قریب لے آئے اور بنی عناق سے لڑنے کو حکم دیا تو بنی اسرائیل نے انکار کردیا تو آپ نے داتن اور ابیرام کو بلا بھیجا تو دونوں نے انکار کردیا۔ دوسری طرف قورح

نے اڑھائی سو آدمی لے کر بغاوت پھیلا دی کہ موسیٰ علیہ السلام ہم پر کیوں ناحق حکومت کرتے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو خدا کے حضور کھڑا کر کے بددعاء کی تو وہ آگ میں بھسم ہو گئے۔ پھر داتن اور ابیرام کے گھر آ کر کہنے لگے کہ اگر تم پر وہی حوادث آئیں جو لوگوں پر آتے ہیں تو یوں سمجھو کہ تم پر عذاب نہیں آیا اور میری صداقت بھی ظاہر نہ ہوگی۔ ورنہ تمہاری ہلاکت یقینی ہے۔ سو وہ دونوں اپنے گھروں کے دروازوں میں کھڑے ہو گئے تو فوراً پاؤں کے نیچے سے زمین پھٹ گئی اور تمام بال بچے اور مال و متاع زمین میں چلا گیا اور اوپر سے زمین پھر مل گئی۔ اس واقعہ نے بتا دیا کہ جو پیشین گوئی اظہار صداقت کے لئے ہوتی ہے اس میں انوکھا پن ہوتا ہے اور عام حوادث کے ماتحت نہیں ہوتی۔ اب اگر اس معیار کے ساتھ مرزائیت کی پیشین گوئیوں کو پرکھا جائے تو کوئی بھی صحیح نہیں نکلتی۔ مگر مرزا صاحب کہتے چلے جا رہے ہیں کہ ہماری پیشین گوئیاں سچی ہیں ایک دو اگر سچی نہیں نظر آتیں تو ہم سے پوچھیں تا کہ ہم بتا دیں کہ اس میں کبھی اجمال ہوتا ہے۔ کبھی مشروط ہوتی ہے۔ کبھی صدقہ خیرات سے وہ ٹل بھی جاتی ہے۔ کبھی فریق مخالف قوم یونس علیہ السلام کی طرح تائب ہو جاتا ہے اور کبھی اس کی عقبیٰ کا ذخیرہ بنایا جاتا ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اس کا وقوع بعد الموت ہوتا ہے اور ملہم سمجھتا ہے کہ میری زندگی میں ہوگا۔ بہر حال ایسے بہانوں سے کچھ فائدہ نہیں۔ ہم تو سیدھا جانتے ہیں کہ نبی کی بددعاء نہیں ٹلتی اور نہ ہی وہ حاشیہ آرائیوں کی محتاج ہوتی ہے۔ دعائے یونس علیہ السلام کو بھی خواہ مخواہ بدنام کر رکھا ہے۔ کیونکہ زیر بحث وہ دعائیں ہیں جو معیار صداقت ٹھہرائی جائیں۔ لیکن حضرت یونس علیہ السلام نے نہایت سادگی سے ان کو عذاب الٰہی کی خبر دی تھی اور خود وہاں سے چل دیئے تھے۔ تب قوم نے اپنے نبی کی ناراضگی کو موجب ہلاکت سمجھا اور ایمان لا کر ان کی تلاش میں نکلے تو جناب باری میں ٹاٹ پہن کر کمال عاجزی کے ساتھ آہ و زاری کرنے لگے تو خدا نے ان کو معاف کر دیا۔ مگر ہمیں یہاں یہ دیکھنا ہے کہ جن کی نسبت توبہ یا خوف الٰہی کو منسوب کیا جاتا ہے کیا انہوں نے کبھی بھول کر بھی مرزا قادیانی کو نبی مانا تھا؟ یا ان کی ہلاکت اگر ہوئی تھی تو کیا عام حالات کے ماتحت نہ ہوئی تھی؟ خدا کا شکر ہے کہ مرزا قادیانی کی اپنی وفات بھی فوری اور غیر معمولی حوادث سے ہوئی تھی۔ ورنہ اگر کسی کی موت ایک دست یا چلی بھرتے سے بھی ہوتی تو یہ لوگ شور مچا دیتے کہ دیکھئے وہ عذابی موت سے مرا ہے۔ مگر اب کیا کریں کوئی پیش نہیں جاتی۔ ادھر ادھر ہاتھ مارتے ہیں۔ کوئی پیشین گوئی بھی عام حالات کے خلاف ثابت نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ معیار صداقت نہیں بن سکتیں۔

۳۱...... اپنے لیکچر کو ختم کرتے ہوئے پھر کہہ دیا ہے کہ وفات مسیح کا مسئلہ ہمارا بنیادی پتھر ہے۔ جس کی تائید شب معراج سے ہوتی ہے کہ حضورﷺ نے مسیح علیہ السلام کو مردہ انبیاء میں دیکھا تھا اور خطبہ صدیقیہ میں آپ کی وفات صراحۃً مذکور ہے۔ گو اس دلیل کی تردید کاویہ جلد اوّل میں ہو چکی ہے۔ مگر یہاں پھر بھی اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جب مرزائیت میں معراج جسمانی صرف ایک قسم کا زبردست کشف ہی تھا جس کے مدعی خود مرزا قادیانی بھی تھے۔ تو یہ کہاں سے ضروری معلوم ہو گیا کہ کشف میں صرف مردے ہی نظر آئیں یا صرف زندے؟ یہ کیسی بے بنیاد بات کہہ دی۔ اس پر تو بچے بھی ہنسی اڑائیں گے۔ پھر نبی بن کر ایسی لایعنی دلیل دی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ!

دانیال علیہ السلام کی پیشین گوئی

کوکب دہلی یکم راگست ۱۹۲۸ء میں لکھا ہے کہ:

اوّل...... دانیال نے ایک فرشتہ کو یوں کہتے ہوئے سنا کہ ایک مدت دو مدت اور ڈیڑھ مدت پھر کہا کہ ۱۲۹۰ دن میں دائمی قربانی موقوف ہو جائے گی۔ پھر کہا کہ مبارک وہ ہے جو ۱۳۳۵ تک انتظار کرتا ہے۔ (اور کتاب الاعداد ب۱۴ میں مذکور ہے کہ یوشعؑ اور کالب کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک کنعان کا حال دریافت کو بھیجا تھا تو وہ چالیس روز کے بعد واپس آئے تھے۔ مگر بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم فاران ہی میں رہیں گے۔ ملک کنعان کو کبھی نہ جائیں گے۔ کیونکہ وہاں کے باشندے ہم کو مار ڈالیں گے۔ اب خدا کا حکم آیا کہ ان چالیس دن کے بدلے چالیس سال تک تم کو ملک کنعان سے محروم کر دیا گیا ہے۔ یہیں مرو گے اور تباہ ہو جاؤ گے۔ چالیس سال کے بعد تمہاری نسلیں وہاں داخل ہوں گی)

دوم...... اس سے معلوم ہوا کہ تورات میں یوم سے مراد سال ہوتا ہے اور مدت سے مراد ایک سال شمسی ۳۶۰ یوم ہوتے ہیں اور جب اس کے ساتھ ایک اور سال ۳۶۰ یوم اور نصف سال ۱۸۰ یوم جمع ہوں تو کل یوم ۱۲۶۰ ہوئے۔ جن سے مراد پھر سال ہوں گے اور ۱۲۶۰ ہجری کی طرف اشارہ ہوگا۔ جس میں حضرت باب ظاہر ہوئے تھے۔

سوم...... سال قمری ۳۵۴ یوم کا ہوتا ہے اور سال شمسی بحساب اہل نجوم ۳۶۵ یوم کا تو ۱۲۶۰ ظہور باب کو سال قمری ۳۵۴ میں ضرب دے کر ۴۴۶۰۶۰ حاصل کرو اور اسے سال شمسی ۳۶۵ پر تقسیم کرو۔ تاکہ ۱۲۲۲ کا عدد حاصل ہو اور ۶۲۲ اس میں جمع کرو۔ (کیونکہ اسی ۶۲۲ء میں سنہ ہجری کا آغاز ہوا ہے) تو ۱۸۴۴ء، ۱۲۶۰ھ حاصل ہوگا۔ تو گویا ۱۲۶۰ھ میں ۱۸۴۴ء کی طرف بھی

اشارہ موجود ہے۔ اسی واسطے اس پیشین گوئی میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ راز مخفی ہے۔ دانشمند ہی اسے معلوم کریں گے اور آج اس کا انکشاف باب کے ذریعہ سے ہو چکا ہے۔ پھر چھ سال بعد ۱۸۵۰ء کو شیراز میں باب کو بمعہ احباب کے گولی سے اڑایا گیا۔

چہارم...... یوحنا ب ۹، ۱۰ میں مسیح علیہ السلام کا قول مذکور ہے کہ میں باب الوصول الی اللہ ہوں۔ اس لئے باب نے بھی (بروزی رنگ میں) اپنا نام باب رکھ لیا تھا۔ ملاکی ب ۳، ۱ میں ہے کہ مسیح اپنے ظہور سے پہلے اپنا ایک مبشر بھیجے گا۔ (تو باب بہاء کے مبشر بھی بن گئے) مکاشفات میں بھی مذکور ہے کہ خدا اور مسیح آخری ایام میں ظاہر ہوں گے اور مسیح خدا کی حکومت قائم کرے گا اور خدا ہیکل انسانی میں ظاہر ہو کر روپ لے گا۔ تو وہ انسان مظہر الٰہی اخوت عامہ اور امن کلی پھیلائے گا۔ (تو وہ مسیح جناب بہاء ہیں۔ جنہوں نے اتحاد ملی اور وحدت بین الاقوام والا دیان کا حکم دیا ہے)

پنجم...... امریکا میں ''ملوانٹ'' فرقہ نے (جو تشریح مکاشفات بائبل میں مشہور ہے) لکھا ہے کہ مسیح کا ظہور ۱۸۴۴ء میں ہوگا۔ مگر انہوں نے یہ سمجھا کہ مسیح جسمانی طور پر امریکا میں ظاہر ہوگا۔ حالانکہ اس کا ظہور ایران میں مقدر تھا۔ اس لئے وہ ناکام رہے۔

ششم...... مفاوضات عبدالبہاء مطبوعہ ۱۹۰۸ء بریل لیڈن ہالینڈ کے حصہ اوّل میں یوں لکھا ہے کہ:

۱...... دانیال کی پیشین گوئی میں اڑھائی سال کا ذکر ہے۔ جن کے مہینے ۴۲ ہوتے ہیں اور ایام ۱۲۶۰ جو میلاد بہائیہ کی تاریخ ہے اور ۱۲۹۰ (یعنی ۱۲۸۰ھ) میں آپ نے باغ رضوان بغداد میں ۱۲ روز اقامت کے بعد اعلان نبوت کیا (اور کتاب ایقان لکھی) اور ۱۲۹۰ میں سے دس عدد اس لئے کم کئے ہیں کہ حضورﷺ نے چالیس سال بعد دعویٰ نبوت کیا تھا اور اعلان نبوت تین سال بعد (۴۳ سال کی عمر میں) ہوا تھا۔ پھر ہجرت ۵۳ سال میں ہوئی اور وفات ۶۳ میں تو چونکہ اعلان نبوت ہجرت سے پہلے پورے دس سال ہوا تھا۔ اس لئے ۱۲۸۰ء میں دس سال ملا کر ۱۲۹۰ بتایا گیا تاکہ اعلان نبوت بہائیہ کی تاریخ اعلان نبوت محمدیہ سے شروع کی جائے اور مقابلہ درست ہو۔

۲...... دانیال علیہ السلام کی یہ بھی پیشین گوئی ہے کہ دو ہزار تین سو روز (یعنی سال) تک بیت المقدس تعمیر ہو جائے گا۔ یعنی ولادت باب تاریخ تجدید عمارت بیت المقدس ۲۳۰۰ سال کو ہوگی۔ کیونکہ ولادت مسیح اور آغاز تجدید کے درمیان ۴۵۶ سال کا عرصہ تھا اور میلاد مسیح و میلاد باب کے درمیان ۱۸۴۴ سال کا عرصہ ہوا ہے۔ دونوں کو ملائیں تو وہی ۲۳۰۰ سال کا عرصہ نکلتا ہے۔

۳...... کتاب عزرا فصل اوّل میں ہے کہ میلاد مسیح سے پہلے ۵۳۶ سال کو شاہ کورش نے تجدید بیت المقدس کا حکم دیا تھا۔ فصل ہفتم میں مذکور ہے کہ شاہ ارتخشستا جب سات سال حکومت کر چکا تو قبل از میلاد ۴۵۷ میں اس نے بیت المقدس کو از سر نو تعمیر کرایا اور نحمیا فصل دوم میں ہے کہ قبل از میلاد مسیح ۴۴۴ میں ارتخشستا نے حکم دیا تھا کہ بیت المقدس کی تجدید کرائی جائے تو خلاصہ یہ ہوا کہ چار دفعہ بیت المقدس مسمار ہوا اور چار دفعہ از سر نو تعمیر ہوا اور ہمارے زیر نظر شاہ ارتخشستا کی تعمیر کی تاریخ ہے اور اسی کو سامنے رکھ کر ولادت باب کا سنہ میلاد اخذ کیا ہے۔

۴...... ۴۵۷ سال کو دانیال علیہ السلام نے ۷۰ ہفتہ کے عنوان سے بھی ذکر کیا ہے۔ کیونکہ ۷۰ × ۷ ہفتہ کے دن ۴۹۰ ہوتے ہیں۔ جو ۴۹۰ سال کے برابر ہیں اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ ۴۵۷ میں مسیح کی ولادت ہوئی اور ۳۳ سال میں واقعہ صلیب پیش آیا تو واقعہ صلیب اور تجدید بیت المقدس میں ۴۵۷ + ۳۳ = ۴۹۰ سال ہوئے۔

۵...... دانیال فصل نہم میں بھی یہی مدت مذکور ہے۔ کیونکہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ سات ہفتہ یعنی ۴۹ سال تک بیت المقدس زیر تعمیر رہا۔ پھر ۶۲ ہفتہ تک ولادت مسیح ہوئی اور ایک ہفتہ بعد صعود مسیح ہوا تو کل مدت ۷۰ ہفتہ ہوئی۔

۶...... تورات میں وعدہ ہے کہ رب الجنود اور مسیح آئیں گے۔ انجیل میں ایلیا اور مسیح کا رجوع مذکور ہے اور اسلام میں مہدی و مسیح کا انتظار ہے۔ یعنی تینوں میں دو دو موعود کا ذکر ہے۔ (جو باب و بہاء سے پورا ہوا) کہ وہ زمین کو خلد بریں بنا کر وحدت بین الادیان والاقوام پیدا کریں گے۔ قادیانی مذہب نے بھی دانیال علیہ السلام کی پیشین گوئی کو اپنے مسیح قادیانی پر چسپاں کیا ہے کہ ۱۲۶۰ میں آپ موجود تھے۔ لیکن ادعائے نبوت اور ولادت یا وفات کا صحیح وقت نہیں بتا سکتے۔ آپ کی وفات ۱۳۲۶ میں ہوئی ہے۔ اگر اس میں بہائی مذہب کی طرح دس سال اور ملا کر ۱۳۳۶ سمجھا جائے تو پھر بھی آپ کا وجود دنیا میں پایا نہیں جاتا۔ ہاں اگر یہ اشارہ ہوتا کہ مسیح ۱۳۳۶، ۱۳۲۶ میں مر جائے گا تو اس پیشین گوئی کا یہ مطلب نکلتا کہ وفات مسیح قادیانی کے بعد خیر و برکت کا سارا استدلال اس کا زمانہ فیج اعوج کے زمانہ میں داخل ہوگا۔ مگر ہم قادیانیت شروع ہوگی اور اس کتاب سے پیش کریں گے۔ جو ناظر دعوت و تبلیغ قادیان زین الدین ولی اللہ شاہ نے ۵ر دسمبر ۱۹۳۱ء کو مرتب کر کے سالانہ جلسہ قادیان دسمبر ۱۹۳۱ء میں سنا کر خراج تحسین حاصل کیا تھا اور اس کا نام رکھا تھا۔ ''انبیاء کی آسمانی بادشاہت اور اس کی تکمیل مسیح موعود کے ہاتھ سے۔''

۲۱...... بائبل کی پیشین گوئیاں

دسمبر ۱۹۳۱ء کے سالانہ جلسہ قادیان میں ناظر شعبہ تبلیغ مرزائیت ایم ولی اللہ نے ایک مطبوعہ مضمون زیر عنوان ''آسمانی بادشاہت اور اس کی تکمیل مسیح موعود کے ہاتھ سے'' پڑھ کر خراج تحسین حاصل کیا تھا۔ جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ جو کام پہلے نبی نہیں کر سکے یا جس کو وہ ادھورا چھوڑ گئے ہیں۔ وہ کام مسیح قادیانی پایہ تکمیل تک پہنچا کر دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ ہم ناظرین کے سامنے وہ مضمون پیش کرتے ہیں اور بعد میں اس پر تنقید کریں گے خلاصہ مضمون یہ ہے۔

دانیال علیہ السلام نے کہا کہ مقدس لوگ جھوٹے سینگ کے قبضہ میں دیئے جائیں گے۔ یہاں تک ۱۲۶۰ھ کا زمانہ گذر جائے گا۔ یہ بھی کہا کہ جب سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی اور مکروہ چیز قائم کی جائے گی تو اس کا اخیر ۱۳۳۵ھ ہوگا۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے اور ۱۳۳۵ھ تک آتا ہے۔ ڈمبل بی لکھتا ہے کہ ۱۸۹۸ء میں مسیح آئے گا۔ تمام نبی ایسی بادشاہت کے قائم ہونے کی خبر دیتے آئے ہیں کہ جس میں قیدیوں کی رہائی ہوگی۔ اندھے بینا ہوں گے۔ خدا کا جلال ظاہر ہوگا اور تمام بنی نوع انسان راہ نجات دیکھیں گے۔ یہی وہ جنت ہے کہ جس سے آدم نکالے گئے اور اس کا نام سعادت اور خوشحالی کا جنت ہے۔ تمام نبی اس کو مکمل کرنے میں کوشش کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر ان سے مکمل نہ ہو سکا۔ چنانچہ یسعیا علیہ السلام کا قول ہے کہ کوہ سلع کے باشندے ایک نیا گیت گائیں گے۔ یحییٰ علیہ السلام نے کہا کہ آسمانی بادشاہت نزدیک ہے اور یہ وہی ہے جو یسعیا علیہ السلام نے کہا تھا کہ بیابان میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے۔ دانیال علیہ السلام کا یہ بھی قول ہے کہ انہی ایام میں خدا ایک سلطنت قائم کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہوگی اور دوسروں کے قبضہ میں نہ پڑے گی اور ابد تک قائم رکھے گی۔ (ب۲،۴۴)

باب ہفتم میں دانیال کا قول درج ہے کہ چار حیوان ہیں۔ یعنی سلطنتیں ہیں۔ چوتھی سلطنت روم جس کے دس بادشاہ آپ کو دس سر نظر آتے تھے اور یہ سلطنت ۶ عیسوی میں تقسیم ہوگئی۔ پھر دیکھا کہ دس سینگوں کے درمیان ایک چھوٹا سینگ ہے۔ جس میں آنکھ اور منہ نہیں۔ خوفناک تھا اور مقدسوں سے لڑتا تھا۔ اس نے خدا کے مخالف باتیں کیں اور شریعت بدلنا چاہتا تھا۔ یہ سینگ دجال ہوگا جو مقدسوں سے سلطنت چھین لے گا۔ یہاں تک کہ ۱۲۶۰ھ گذر جائے گا اور مقدس اس سے سلطنت واپس لے کر اسے تباہ کریں گے۔ اب وہ سلطنت عالمگیر ہوگی اور سب اس کے ماتحت ہوں گے۔ (ب۱۴، ۱۵) میں زکریا علیہ السلام کا قول ہے کہ خدا آ کر ساری دنیا کا

بادشاہ بنے گا اور ساری زمین عرأیا کے میدان کی طرح ہموار ہو جائے گی۔ ملا کی کا قول ہے کہ عہد کا رسول (یعنی خدا کی بادشاہت کی بنیاد رکھنے والا رسول) ناگہان آئے گا۔ متی ب ۹، ۱۰ میں مسیح کا قول ہے کہ آسمانی بادشاہت نزدیک ہے۔ عہد کے رسول کا انتظار تھا۔ یحییٰ علیہ السلام سے یہود نے پوچھا کہ میں وہ نہیں ہوں۔ قرآن شریف میں ہے کہ: ''ربنا واتنا ما وعدتنا علیٰ رسلك'' یعنی وہ بادشاہت جو نبی قائم کرنا چاہتے تھے۔ ہمیں عنایت کر۔ عیسائی کہتے ہیں کہ یہ بادشاہت دوسری دفعہ مسیح ۱۲۶۰ یا ۱۲۳۵ یا ۱۲۶۸ میں کریں گے۔ ڈمبل بی لکھتا ہے کہ ہم اس زمانہ کے قریب ہیں کہ جس کے متعلق مسیح علیہ السلام نے لوقا ب ۲۱، ۵۲ میں فرمایا ہے کہ جب تک غیر اقوام کی میعاد پوری نہ ہو۔ یروشلم ان سے پامال رہے گا۔ سورج چاند میں نشان ظاہر ہوں گے۔ دنیا تکلیف میں ہوگی۔ سمندر کی موجیں اور بلائیں ڈرائیں گی اور آسمان کی قوتیں بلائی جائیں گی۔ اس وقت ابن آدم بڑے جلال کے ساتھ آسمان سے اترے گا۔

نئے زمانہ کا آغاز اور غیر ممالک کا خاتمہ ۱۸۹۸ء اور آمد ثانی کی حد ۴/۱، ۱۸۹۸ء ہے۔ جس کے بعد تیس سال میں آپ نشان ظاہر کریں گے اور یہود یروشلم میں آباد ہوں گے۔ ٹرکی کا خاتمہ ہوگا۔ اس عرصہ میں عالمگیر بادشاہت کی بنیاد ڈالی جائے گی۔ اس کی انتہاء ۴/۱، ۱۸۲۸ء تک ہے۔ جیسا کہ دانیال کا قول گذر چکا ہے کہ جس وقت سے قربانی ہوگی۔ ۱۲۹۰ دن ہوں گے۔ مبارک وہ جو ۱۳۳۵ تک آتا ہے اور اس وقت سے ساتواں ہزار شروع ہوگا۔ جسے مبارک کہا گیا ہے۔ ڈمبل بی لکھتا ہے کہ مسیح پہلی دفعہ درمیانی آسمان میں آئے گا اور فرشتہ بھیج کر اپنے مقدسوں کو آسمان پر بلائے گا۔ دوسری دفعہ جب اترے گا تو تمام قدوسیوں کے ساتھ اترے گا اور بوجہ ضلالت کے شناخت نہ کیا جائے گا۔ مگر راست باز اسے ضرور شناخت کرلیں گے۔ پہلی آمد کی آخری حد ۱۸۹۸ء ہے۔ دوسری آمد کے وقت اس حیوان (دجال) کو آگ میں ڈالا جائے گا اور سعادت کا ہزاروں سال شروع ہوگا اور ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان پیدا کیا جائے گا۔ یہ سینگ دجالی حکومت ہے اور اس کے ظاہر ہونے کی میعاد بھی وہی ۱۲۶۰ ہے اور یہ زمانہ اس وقت شروع ہوتا ہے کہ جب بیت المقدس تباہ کرنے والا (روم) تباہ ہوگا اور سوختنی قربانی بند ہو جائے گی۔ گبن لکھتا ہے کہ بیت المقدس ۴/۱، ۶۳۷ کو فتح ہوا۔ اگر اس میں ۱۲۶۰ شامل کئے جائیں گے تو ۴/۳، ۱۸۹۷ء مدت ہوتی ہے۔ جس کو ڈمبل ۴/۱، ۱۸۹۸ء لکھتا ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ دجال رومن کیتھولک ہیں جن کا خاتمہ ۱۸۷۸ء میں ہوا۔ ڈمبل اسلامی حکومت کو دجال کہتا ہے۔ جس کا خاتمہ ۴/۱، ۱۸۹۸ء پر ہوا۔ مگر چونکہ اسلامی حکومت کا قیام ظہور دجال، اسلامی حکومت کی دجال کے ہاتھ

سے تباہی مسیح موعود کی آمد اور دجال حکومت کے خاتمہ کا آغاز یہ پانچوں امور ایک ہی مدت میں مقدر ہیں۔ اس لئے ڈمبل کو یہ کہنے کا موقعہ مل گیا کہ حکومت اسلام ہی دجال ہے۔ جس کے خاتمہ کے لئے دانیال نے ۱۲۶۰ یا ۱۲۹۰ سال کی میعاد بتائی ہے اور یہ غلط ہے۔ کیونکہ ہمارے نبی علیہ السلام میں یہ علامتیں نہیں پائی جاتیں کہ دجال روم سے پیدا ہو کر شمال سے نکلے گا اور حیوانی بادشاہت کرے گا اور وہ سیاسی حیوان ہوگا۔ پالیسی سے اپنی تجارت کو فروغ دے گا۔ دھوکے سے عجیب طرح اوروں کو تباہ کرے گا۔ الغرض ایسٹر ۱۸۹۸ء میں نزول مسیح قرار پایا تھا۔ حجج الکرامہ ۱۳۹ میں بھی چودھویں صدی کا آغاز ہی ظہور مسیح کا زمانہ مقرر ہے۔ عیسائیوں کے نزدیک ۱۸۹۸ء کی مارچ آخری حد تک تھی۔ مگر تیس سال اور بھی گذر گئے اور آخری میعاد ۱۸۹۸ء اور ۲۱/مارچ بھی گذر گئی۔ لیکن آنے والا نہ آیا باوجود یہ کہ سب نشان پورے ہو چکے تھے۔ چھوٹے سینگ کے قبضہ میں مقدس بھی دیئے گئے اور دجال کے قبضہ میں ۱۸۹۸ء سے پہلے ہی دیئے جا چکے تھے۔ ٹرکی حکومت بھی اٹھا دی گئی۔ یہودی بھی آباد ہوگئے۔ ۱۹۲۸ء کو تیس سال بھی گذر گئے۔ جس کے بعد ساتواں ہزار سال شروع بھی ہو گیا۔ گو قادیان میں مسیح نے اپنی مسیحیت کا دعویٰ ۱۸۹۱ء میں کر دیا تھا۔ مگر لوگوں نے شناخت نہ کیا تھا۔

عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح کی آمد روحانی تھی۔ جس کا بروز یورپ کی ترقی میں ہوا اور خدائی بادشاہت کا بروز یورپ کی مالداری میں ہوا۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ یورپ کی حکومتیں شہوانی ہیں اور دجل وفریب سے پر ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ خدائی حکومت کی حقدار نہیں۔ کیونکہ مسیح کا قول ہے کہ دنیادار کو آسمانی بادشاہت میں داخل نہیں کیا جاتا۔ ''سخر لکم ما فی الارض جمیعا'' کے تحت میں حیوانی حکومت نے ترقی کرتے کرتے انسانوں کو بھی غلام بنالیا ہے۔ مگر تسخیر قلوب نہیں کر سکی۔ اس کام کے لئے روحانی حکومت انبیاء قائم ہوگئی اور جس نبی نے اس بادشاہت کو تکمیل تک پہنچایا وہی اس بادشاہت کا حقدار ہوا۔ یعنی وہ نبی جس کو امی پکارا جاتا ہے اور امی کا معنی ہے جامع جمیع صفات کاملہ۔ کیونکہ یہ مشہور ہے کہ: ''الام لکل شئ هو المجمع'' جامع اشیاء کو ام کہا جاتا ہے۔ اس نبی نے غلام وآقا کو ایک صفت میں کھڑا کر دیا اور غلامی کی قیدیں توڑ ڈالیں۔ قرآن شریف میں سرکش حکام کو جن کہا گیا ہے اور مظلوم رعایا کو انس بتایا ہے۔ شریر اولیوں کو ''جنان الجبال'' کہتے ہیں۔ ''نولی بعض الظالمین بعضها'' میں محکوم کو بھی ظالم کہا گیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے حق عبودیت قائم نہیں رکھا تھا۔ حکام کو ظالم اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے قلوب پر تسلط کرنا چاہا تھا۔ مگر ان پر کامیاب نہ ہو سکے۔ کیونکہ وہ تخت گاہ الٰہی ہیں۔ ''الجن

والانس فی النار ، دخلت امة لعنت اختھا ، سادتنا وکبراء نا‘‘ میں بھی حاکم ومحکوم ہی مراد ہیں۔حضورﷺ کا زمانہ شیطانی حکومت کا خاتمہ تھا۔’’بلغنا اجلنا الذی اجلت لنا‘‘ میں بھی مذکور ہے کہ ہم مسلمان اس مدت کو پہنچ گئے ہیں جو یا اللہ تو نے مقرر کر رکھی تھی اور اس سے پیشتر شیطان کو ایک خاص مدت تک مہلت دی گئی تھی۔آپ نے نماز ادا کرنے سے مساوات اور عبودیت کو قائم کیا جو آسمانی بادشاہت کی صحیح تصویر ہے اور آپ نے جس آسمانی بادشاہت کی بنیاد ڈالی وہ دنیا کی تمام حکومتوں سے نرالی ہے۔پس اس عہد کے رسول نے اس بادشاہت کی بنیاد ڈالی جس پر نماز کو نشان ٹھہرایا۔نماز سے پہلے اذان ہوتی ہے۔جس کے بعد دعاء میں کہا جاتا ہے کہ’’وابعثہ مقاماً محمودا ‘‘ یہ وہ مقام محمود ہے کہ جس تک پہنچانے کے لئے وسیلہ کی ضرورت ہے اور یہ وسیلہ وہ سلطان’’نصیر من لدن الرب القدیر ‘‘ ہے۔جو مسیح موعود کے نام سے ظاہر ہوا اور نبی اللہ پکارا تھا۔

’’تبت یدا ابی لھب ‘‘ میں پیشین گوئی ہے کہ عہد احمدیت میں اللہ کا دشمن آتشی سامانوں سے حکومت کرے گا۔مگر ناکام رہے گا۔یہ ابولہب وہی دجال اکبر ہے جو مسیحی کلیساؤں سے نکلا اور سینگ بن کر نمودار ہوا اور ۱۸۹۸ء سے پہلے مقدسوں کو منتشر کر دیا اور یہ وہ مسیح ہے جو مقدس کا دوسرا گروہ ہے اور جس نے دجال سے حکومت چھین لی ہے یوحنا باب ۱۲ میں ہے کہ ایک حیوان سمندر سے نکلے گا منہ ببر کا سا ہوگا۔جس کو اژدھا یعنی شیطان نے اپنا تخت دے دیا ہے۔ اس کے سر پر دس سینگ تھے۔جن پر کفر کا لفظ لکھا ہوا تھا۔کفر بکنے کے لئے ایک منہ دیا گیا اور ۴۲ ماہ کام کرنے کا اس کو اختیار ملا تا کہ مقدسوں پر آجائے۔ڈمبل اپنی کتاب کے ۱۹۴ میں لکھتا ہے کہ یہ حیوان پولیٹکل حکومت ہے اور اسی کو چھوٹا سینگ اور دجال بھی کہتے ہیں۔چالیس ماہ اڑھائی سال کے مساوی ہیں اور دن سے مراد پیشین گوئیوں میں سال مراد ہوتے ہیں۔ایک دفعہ شیطان حضورﷺ پر آگ کا شعلہ لے کر حملہ آور ہوا تھا۔تو آپﷺ نے پکڑ کر چھوڑ دیا تھا۔اس میں یہ اشارہ تھا کہ اللہ کا دشمن مغلوب رہے گا۔محکمہ ہائے احتساب قائم ہیں۔جن میں جھوٹ ،باطل ،فساد اور شرارت کا رواج موجود ہے۔شریف نے اپنی حیات سے فائدہ نہیں اٹھایا۔قید خانے بھرے پڑے ہیں۔چور اور ڈاکو بکثرت ہیں۔کوتوالیاں بھی ہیں مگر پھر زنا اور بدکاری ترقی کر رہی ہے۔ تربیت کے لئے درسگاہیں ہیں مگر صحیح تربیت نہیں تو کیا اس کا نام دجل نہیں۔ڈمبل لکھ چکا ہے کہ دجال کوئی اوپرا جانور نہیں بلکہ وہ انسان ہے۔وہ عظیم الشان بدعت اور دہریت ہے جو زمین پر پھیلے گی اور وہ گناہ کا آدمی ہوگا۔جو شریعت کی پابندی کو لعنت قرار دے گا اور الٹی راہ دکھائے گا۔وہ

سیاسی حیوان ہوگا۔ جس کی بنیاد مکاری اور فریب کاری پر ہوگی۔ آج وہ آتشی اسلحہ کے ساتھ مسلح ہوکر توپ وتفنگ لئے کھڑا ہے اور صرف احمدی ہیں جو اس کے مقابل اس غرض سے کھڑے ہیں کہ اس کی حکومت کو ملیا میٹ کر کے آسمانی بادشاہت قائم کریں۔ وہ خدا کا دشمن ابولہب ابلیس میدان میں آیا ہے اور آسمانی بادشاہت کو ملیا میٹ کرنے کی فکر میں ہے اور لوگ اس کی غلامی میں جکڑے جارہے ہیں۔

تنقید

پیشتر اس کے کہ ہم اس مضمون پر خامہ فرسائی کریں باب وبہاء اور مرزا کی حیات وممات کا نقشہ پیش کرتے ہیں تاکہ آئندہ بحث کرنے میں آسانی ہو۔

جناب باب	جناب بہاء	جناب مرزا
۱۸۵۰ء وفات ۱۲۶۸ھ	۱۸۹۲ء وفات ۱۳۱۰ھ	۱۹۰۸ء وفات ۱۳۲۶ھ
۱۸۱۹ء پیدائش ۱۲۳۷ھ	۱۸۱۷ء پیدائش ۱۲۳۵ھ	۱۸۳۹ء پیدائش ۱۲۵۷ھ
۳۱ عمر ۳۱	۷۵ عمر ۷۵	۶۹ عمر ۶۹
۱۸۴۴ء دعویٰ ۱۲۶۰ھ	۱۸۵۳ء دعویٰ مخفی ۱۲۷۱ھ	۱۸۷۲ء دعویٰ ۱۲۹۰ھ
	۱۸۶۳ء اعلان دعویٰ ۱۲۸۱ھ	بقولے شخصے

اس نقشہ سے معلوم ہوا کہ دانیال علیہ السلام کی پیشین گوئی کا تعلق اگر سنہ ہجرہ سے وابستہ خیال کیا جائے تو ۱۲۶۰ سال کی مدت باب اور مرزا قادیانی دونوں کے لئے ہوگی۔ کیونکہ ۱۲۶۰ھ میں آپ نے مہدویت کا دعویٰ کیا تھا۔ جب کہ باب ۲۵ سالہ جوان تھے اور مرزا قادیانی ابھی دو تین سال کے بچہ تھے۔ مگر دانیال علیہ السلام لکھتے ہیں کہ ۱۲۶۰ھ کو ایک مکروہ چیز قائم کی جائے گی تو اگر مکروہ چیز ان مدعیان مہدویت کا وجود یا ان کی تعلیم ہو (یقیناً ہے) تو دونوں مذہب دانیال علیہ السلام کے نزدیک قابل اجتناب ہوں گے اور بہتر ہوگا کہ ان سے پرہیز کیا جائے اور اگر کوئی اور چیز مراد ہے جو ان بزرگوں کے وقت مکروہانہ حالت میں پیدا ہوئی تو اس کا بیان کرنا بھی ضروری تھا۔ مگر افسوس ہے کہ نہ مرزائیوں نے کچھ بتایا اور نہ بابیوں نے۔ اس لئے ناظرین خود ہی فیصلہ کریں کہ وہ کیا ہے؟ دوسری مدت جو دانیال علیہ السلام نے بیان کی ہے۔ وہ ۱۲۹۰ ہے۔ جس میں مرزا قادیانی مدعی مکالمہ صراحۃً نظر آتے ہیں اور بہاء اللہ نے بھی تقریباً اسی مدت میں کچھ تاویل کر کے دعوائے مسیحیت کیا ہے (دیکھو مفاوضات) بہرحال دونوں مدعی مساوی طاقت

سے لڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس لئے کسی کے حق میں فیصلہ نہیں دیا جا سکتا۔ تیسری مدت ۱۳۳۵ھ جس میں دونوں کی کوشش ضائع ہو چکی ہے۔ کیونکہ:

اوّل...... اس میں لکھا ہے کہ مبارک وہ ہے جو ۱۳۳۵ روز تک انتظار کرتا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ۱۳۳۵ تک تمام مدعیان مہدویت ومسیحیت کا شوروغل ہو جائے گا اور دعوت مذاہب جدیدہ کا زمانہ ختم ہو جائے گا۔

دوم...... وفات مسیح قادیانی ۱۳۲۵ھ تھی۔ اب اگر سنہ اعلان نبوت سے یہ مدت شروع کی جائے تو بیشک بابیوں کی تاویل سے ۱۳۳۵، ۱۳۲۵ھ بن جاتا ہے اور اگر سنہ بعثت سے یہ شروع کیا جائے تو تیرہ سال کرنے پڑیں گے۔ کیونکہ ہجرت سے تیرہ سال پہلے آپ نے دعویٰ رسالت کیا تھا اور اعلان تین سال بعد کیا تھا۔ مگر بابی مذہب اس مقام پر خاموش نظر آتا ہے۔ کیونکہ ان کے کسی عہد پر بھی یہ مدت چسپاں نہیں ہوتی۔ چوتھی مدت ۲۳۰۰ ہے۔ جس میں بابیوں نے یہ پیش کیا ہے کہ دانیال علیہ السلام نے یہ مدت تعمیر بیت المقدس سے شروع کی تو ولادت مسیح سے پہلے ۴۵۶ سال گذر چکے تھے اور میلاد مسیح کے بعد ۱۸۴۴ میں باب کی ولادت ہوئی ہے۔ اس لئے آپ کی ولادت ۲۳۰۰ مقدسی میں واقع ہوئی تھی۔ مگر مرزائی یہاں خاموش ہیں تو تیسری مدت کا گلہ نہ رہا۔ مگر غیر جانبدار کے نزدیک اس طرح سے اپنی صداقت پر بائبل کو پیش کرنا سراسر حماقت ہے۔ کیونکہ وہاں روز یا صبح وشام کے لفظ ہیں اور یہاں سال مراد اس لئے لئے جاتے ہیں کہ ایک دفعہ دن کا مقابلہ سال سے کیا گیا تھا۔ ناظرین خود سوچیں کہ یہ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ اس کی مثال تو ہوئی کہ کسی نے کہا تھا کہ قرآن مجید میں وارد ہے کہ خدا کے ہاں ایک روز کی مقدار ہزار سال ہوگی تو دنیا کی پیدائش چھ ہزار سال میں ہوئی ہوگی اور ایک ہزار سال خدا نے تھکاوٹ اتاری ہوگی۔ رمضان کے روزے تیس ہزار سال کے روزے ہوں گے اور کفارہ کے ساٹھ ہزار سال کے اور سال کی گنتی بارہ ہزار سال تک پہنچ جائے گی۔ کیونکہ قرآن مجید میں مہینوں کی گنتی بارہ بتائی گئی ہے۔ اس کے بعد دوسری قباحت یہ ہے کہ ایک جگہ تو یہ کہا جاتا ہے کہ دانیال علیہ السلام نے اپنا حساب سنہ مقدسی سے شروع کیا تھا اور دوسری جگہ سنہ ہجری اور سنہ بعثت پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دونوں مذہب ایک دوسرے کو کاٹنا چاہتے ہیں ورنہ خود بھی جانتے ہیں کہ ہماری یہ چال صحیح راستہ پر نہیں۔ تیسری قباحت یہ ہے کہ سنہ مقدسی میں سال مذکور ہیں تو اگر دنوں سے مراد ہر جگہ سال مراد ہوں تو سالوں سے مراد صدیاں لینی پڑیں گی۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ دانیال کی پیشین گوئی میں دونوں مذہب کامیاب نہیں ہو سکتے۔ چوتھی قباحت یہ ہے کہ

عیسائیوں کی طرح دونوں نے اس پیشین گوئی کے مقام کو تبدیل کر ڈالا ہے۔ جیسا کہ مقابلہ سے معلوم ہوسکتا ہے۔ پانچویں قباحت یہ ہے کہ جب ہلاکت مرزا کا سوال پیش آتا ہے تو خاص تاریخ پر زور دیا جاتا ہے کہ وہ پیش ہونے والی پیشین گوئیاں سچی نہ تھیں۔ مگر جب اپنی باری آتی ہے تو دس سال تک بھی چکمہ دیا جاتا ہے۔ کیا یہی انصاف اور اسلام ہے جس کو بانس پر چڑھایا جارہا ہے؟

۱...... اصل بات یہ ہے کہ دانیال کی کتاب خوابوں سے پر ہے۔ جن کی تاویل کے متعلق آخری سطروں میں لکھا ہے کہ یہ راز آخری دنوں تک سربمہر رہیں گے۔ اب ان دونوں کو دیکھئے خواہ مخواہ مہر شکن بنتے ہیں اور یہ ظاہر نہیں کرتے کہ ان ایام کے واقعات سے ہماری مہر شکنی موافق بھی ہے یا ہم تحریف و دجل سے کام لے رہے ہیں۔ پس ان حرکات ناشائستہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں مذہب دھوکا دینے میں ایک دوسرے سے کم نہیں۔ خدا ان سے محفوظ رکھے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

۲...... ۱۸۹۸ء میں بقول ڈمبل مسیح کا ظہور قادیان میں ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی ڈمبل کے کسی قول سے ثابت کیا گیا ہے کہ ایک نقلی مسیح قادیان میں ظاہر ہوگا۔ اب اگر اس کا قول معتبر ہے تو اس کے باقی خیالات بھی پیش کئے جائیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ کس جگہ ظہور مسیح کا منتظر تھا۔

۳...... عہد مسیح کو جنت سعادت بتایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اسی جنت سے آدم نکالا گیا تھا تو مرزائی تعلیم کسی محسوس جنت کی معتقد نہیں اور پھر دعویٰ ہے کہ اہل سنت والجماعت ہیں۔ (ہمیں تو اہل سنت والجماعت کے کسی عقیدہ کی جھلک مرزا قادیانی یا ان کے کسی حواری میں دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن یہ مرزائی دیدہ دلیری کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ ناظرین کو متحیر نہیں ہونا چاہئے) اتنا بڑا دھوکا کچھ تو شرم کرو۔ بابی مذہب نے پہلے ہی بتادیا ہوا ہے کہ عہد مسیح آزادی، عیاشی اور کمال امن وامان اور مساوات کا زمانہ ہوگا۔ جس کا بہترین نمونہ کسی زمانہ میں یونان کے اندر دیوجانس کلبی کے عہد میں ملتا ہے یا آج کل بالشویک کے عہد سے روس میں نمبر اوّل پر اور پیرس یا دیگر حصص یورپ میں دوسرے نمبر پر اور ہندوستان اور ایشیاء میں تیسرے نمبر پر نظر آتا ہے۔ مگر مرزائی ڈگمگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کبھی تو پوسٹ کارڈ پر دکھاتے ہیں کہ بکری اور شیر دونوں ایک جگہ پانی پیتے نظر آرہے ہیں اور قیامت خیز زلازل سے دنیا کو آئے دن تباہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور کبھی حکومت برطانیہ کو ظل الٰہی کا خطاب دے کر تحفہ قیصریہ پیش کرتے ہیں

اور کبھی اس سلطنت کو چھوٹا سینگ اور سیاسی دجال بناتے ہیں تو گویا اس وقت ہند کا علاقہ بہشت ودوزخ دونوں کا بروز بنا ہوا ہے۔ کیونکہ یہاں کا مسیح بھی نقلی (بروزی) ہی تھا۔ بہرحال ان گورکھ دہندوں سے بابی مذہب پاک ہے۔اس لئے جو اسلام کو چھوڑ کر کسی جدید مذہب میں جنم لیتا ہے۔ اس کے لئے بہتر ہوگا کہ بابی یا بہائی مذہب اختیار کرکے باعث امن ثابت ہو نہ کہ قادیانی بن کر ہندوستان کا میوہ پھوٹ بیچنے کا ٹھیکہ دار بنتے ہوئے اپنے بھائیوں کا گلہ کاٹے۔ابھی خدا کا شکر ہے کہ ملہم قادیانی نے ژالہ باری کے متعلق کوئی الہام نہیں کیا اور نہ ہی شدت کی برف اور کڑاکے کی دھوپ پر کچھ لکھا۔ ورنہ معلوم نہیں کہ آپ کی رحمتہ للعالمینی ہندوستانیوں پر کیا کیا غضب ڈھاتی۔

۴...... ۱۲۶۰ھ گذرنے کے بعد بتایا ہے کہ دجال یورپ مقدس مسیح کے مقابلہ پر مغلوب ہوجائے گا اور اس سے یہ مراد لی ہے کہ ملہم قادیانی نے دو چار رسالے لکھ کر کسر صلیب کرلیا ہے اور اس تمدن کا خاتمہ کردیا ہے جو ترک مذہب کا درس دیتا ہے۔ مگر آج اندھے بھی دیکھ رہے ہیں کہ ملہم قادیانی کے بعد یورپ کی آزادی روز افزوں ترقی کررہی ہے۔لوگ عملی طور پر ہر ایک مذہب سے دستکش ہوکر اسے لعنت کا طوق سمجھ رہے ہیں۔ زن ومرد میں صورت وسیرت کا امتیاز نہیں رہا۔ برراگ ورنگ میں حیاسوز وہ طریق اختیار کئے جارہے ہیں کہ ۱۲۶۰ھ میں بطور خواب وخیال بھی کسی کو معلوم نہ تھے۔ خود اسی رسالہ میں اس زمانہ کے دجال کا زمانہ لکھا ہے تو پھر آپ ہی بتائیں کہ یہ کہاں تک صحیح ہوا کہ ۱۲۶۰ھ کے بعد خدائی بادشاہی قائم ہوگی۔ ہاں اگر یہ مراد ہو کہ قادیانی ملہم دوسروں کو یوں پکارتا تھا۔

بن کے رہنے والو تم نہیں ہو آدمی
کوئی ہے روباہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار

اور اپنی چھ لاکھ فرضی جماعت کو انسان بلکہ قدوسی بتا کر بروز صحابہ بتایا کرتا تھا۔اس لئے خدائی بادشاہت بالکل چھوٹی حدود کے اندر قائم ہوچکی تھی تو اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اوّل...... یہ کہ تلخ تجربہ سے ثابت ہوچکا ہے کہ ہر جگہ راعی ورعیت کے درمیان شکررنجی کا باعث یہی جماعت ہوتی ہے اور جھوٹ، دجل وفریب قدوسیت کے پردہ میں خباثت کا منظر دیکھنا ہو تو اسی جماعت میں ملتا ہے۔

دوم...... یہ کہ اس صورت میں خدا بڑا کمزور ثابت ہوتا ہے کہ دجال کی حکومت کا مقابلہ نہیں کرسکا۔ بلکہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر محکومانہ اور اعیانہ پہلو اختیار کرکے یہ معاہدہ کرلیا ہے کہ ہمیں ٹرکی کی طرح وجہ معاش کے لئے کچھ حکومت دے دیں۔ تاکہ ہماری شکم پروری

ہو جائے۔ باقی تم جانو تمہارا کام اور ہم بھی سچے رہیں اور تم بھی۔ عقل کے دشمن بہتیرے ہوں گے جو ہم کو تم پر غالب سمجھیں گے۔ معاذ اللہ! اگر یہی فیصلہ الٰہی ہو چکا ہے تو ایسے اسلام کو صد سلام اور ایسے مسیح پر ہزار پوست گندہ رنج و آلام۔

۵...... ''ماوعدتنا'' سے مراد عہد مسیح لینا قرآن شریف کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں اہل جنت کا بیان دوسری دنیا سے تعلق رکھتے ہوئے ظاہر ہوتا ہے۔ ہاں اگر بہائیوں کی طرح آج کی دجالی حکومت بہشت ہے تو یہ معنی ہوگا کہ دجالی حکومت کے ماتحت رہنا مرزائیوں نے دعائیں مانگ مانگ کر حاصل کیا ہے۔ پھر اس کے حاصل ہونے کے بعد اسے مٹانے پر بھی آمادگی ظاہر کردی ہے۔ یہ عجیب گورکھ دھندہ ہے۔ ہم سے اس کی عقدہ کشائی نہیں ہوسکتی۔

۶...... یہ عجیب منطق ہے کہ مسیح کی بادشاہت کا ذکر آتا ہے تو بہائیوں کی طرح تسخیر قلوب مراد لی جاتی ہے اور جب اس کے مقابلہ پر دوسری حکومتوں کی تباہی کا تذکرہ آتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو روما تباہ ہوگیا۔ ٹرکی کا خاتمہ ہوگیا۔ یہودی بیت المقدس کے پاس آباد ہو رہے ہیں۔ مگر اب دنیا ہوشیار ہو چکی ہے۔ اب اس طرح کے چکموں میں دنیا نہیں آسکتی۔ بلکہ جو لوگ پھنس چکے ہیں وہ بھی بیزار نظر آتے ہیں۔

۷...... ناظرین! کی آنکھ میں دھول ڈال کر ظہور مسیح کا وقت بقول ڈمبل وغیرہ دو طرح بیان کیا ہے۔

اوّل...... سنہ ہجری ۱۲۶۰ یا ۱۳۳۵۔

دوم...... سنہ عیسوی ۱۸۶۸ یا ۱۸۹۸، اور اتنا بھی نہیں سوچا کہ عیسائیوں کو یا بالخصوص دانیال علیہ السلام کو کس بات نے مجبور کیا تھا کہ سنہ ہجری کے مطابق اپنا خیال بیان کریں۔ اس کے بعد یہ بھی خیال نہیں کیا کہ جب عیسائیوں نے ۱۸۹۸ء کے بعد تیس سال گذر جانے پر ظہور مسیح کا وقت دیا ہے تو ملہم قادیانی کو کب موقعہ مل سکتا ہے کہ وہ مدعی مسیحیت بنے۔ کیونکہ ۱۹۲۸ء سے پہلے مرزا کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ علاوہ اس کے جس مسیح ناصری کو عیسائی پیش کر رہے ہیں۔ ملہم قادیانی وہ مسیح نہ تھا اس لئے عیسائی تحریرات سے اپنی مسیحائیت ثابت کرنا دانشمندوں کے نزدیک خوش فہمی ہوگی اور خوش فہموں کے نزدیک ابلہ فریبی۔

۸...... یہ عبارت آج کل کی بائبل میں نہیں ملتی کہ مبارک وہ جو ۱۳۳۵ تک آتا ہے۔ اگر مان بھی لی جائے تو اس میں مرزا قادیانی کی صداقت ظاہر نہیں ہوتی۔ کیونکہ ۱۳۲۶ھ تک ختم ہو چکے تھے اور دنیا سے چلے گئے تھے۔ اگر کسی تاویل سے ''آتا ہے'' کا مطلب ''زندہ رہتا

ہے" کیا جائے تو بابی اور بہائی صداقت پیش کرنے کے حقدار ہوں گے۔ کیونکہ وہ بھی اس مدت سے پہلے زندہ مدعی رکھتے تھے۔

۹...... ڈمبل کو بیوقوف بنایا جاتا ہے (کہ شکست دجال کا آغاز اس وقت ہوا ہے جب کہ اسلامی حکومت اٹھ چکی تھی) اس لئے اس نے حکومت اسلامیہ کو ہی دجال سمجھ لیا تھا۔ حالانکہ حکومت یورپ ہی دجال تھی جو دنیا کو مذہب سے بیزار کر رہی ہے اور اس کو دور کرنے کے لئے ۱۸۹۸ء میں خدائی بادشاہی قائم ہوئی جس کا دارالخلاف قادیان تھا اور جس کا گورنر ابن مریم خود مریم، مسیح بن اللہ، خود اللہ، ابوالالہ، مظہر انبیاء واولیاء وکرشن اوتار، جٹیہ بٹالوی، جے سنگھ بہادر، حجر اسود، سنگ افتادہ، خالق ارض وسماء، پیدا کنندہ آدم وحوا اور خود آدم، خود کوزہ خود گل کوزہ مالک بہشتی مقبرہ ہے۔ مگر افسوس ہے تو یہ کہ اپنی خیالی بادشاہت پیش کرنے پر اس جرأت سے کام لیا جاتا ہے کہ بابی مذاہب بھی ایسی ابلہ فریبی سے کنارہ کش نظر آتے ہیں۔

۱۰...... زمانہ حال کو جنت سعادت یا ہزار ہفتم عہد سعادت کا خطاب دیا جاتا ہے اور دنیا جانتی ہے کہ روحانی اعتبار سے دنیا بربریت اور وحشیت کے وہی پہلے منازل طے کر رہی ہے۔ جو ظہور اسلام سے پہلے زمانہ میں طے کئے جاتے تھے۔

۱۱...... یہ افسوس کیا ہے کہ ۱۸۹۱ء میں مسیح ظاہر ہو چکا تھا۔ مگر عیسائیوں نے شناخت نہ کیا اور ہم بھی ان پر افسوس کرتے ہیں کہ واقعی یہ ناقدر شناس واقع ہوئے ہیں۔ قادیانی ملہم سے پہلے ایرانی مسیح بھی گذر چکا تھا وہ اسے بھی شناخت نہیں کر سکے تھے۔ مگر جب انہوں نے اسے شناخت نہ کیا۔ حالانکہ علم وفضل اور جاہ وجلال میں قادیانی ملہم سے بڑھ کر تھا تو یہ کمال ابلہ پن ہوگا کہ قادیانی مسیح کی ناقدر شناسی پر افسوس کیا جائے تو فیصلہ کن بات ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آج یورپ ہی تمام معاملات کا فیصلہ کرتا ہے اور یہیں کے لوگ آج کل نیک وبد کے امتیاز کرنے میں ثالث مقرر ہو چکے ہیں اور دنیا کے ہر گوشہ سے یہ آواز آ رہی ہے کہ۔

بجا کہے جسے یورپ اسے بجا سمجھو
اسی کا فیصلہ نقارۂ خدا سمجھو

۱۲...... "سخر لکم" کی تفسیر کرتے ہوئے حکومت یورپ کو حیوانی حکومت کا خطاب دیا ہے۔ صرف اس لئے کہ مصنف کے خیال میں یورپ نے تسخیر قلوب کا کام نہیں کیا۔ حالانکہ صاف غلط ہے۔ کیونکہ تمدن یورپ اور احکام حکومت کے سامنے سر انقیاد کی خمیدگی نظر آ رہی ہے اور آزادی ونشاط کا تسلط آج دلوں پر اس شدومد سے ہو رہا ہے کہ خود تقدس مآب ہستیاں بھی

اس عیاشی کے سیلاب میں بہہ کر اپنا آپ چکنا چور کر چکی ہیں اور شراب تمدن یورپ میں ایسی مدہوش ہو رہی ہیں کہ ان کو یورپ کی ہر ایک حرکت وسکون مذہبی جذبات کا نمونہ دکھائی دیتی ہے اور اسی کی خاطر ہزاروں روپے خرچ کئے جارہے ہیں۔ غرضیکہ یورپ نے ایسی تسخیر قلوب کی ہے کہ عیاشی کے کلورافارم سونگھنے سے لوگ یہی سمجھے ہوئے ہیں کہ ہم ابھی مذہب کے دلدادہ ہیں۔ حالانکہ مذہبی تسخیر کورخصت ہوئے تیس سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ یعنی جب کہ مرزا قادیانی نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تھا اور تمام دنیا کو اسلام جدید کی دعوت دی تھی جو تمدن یورپ کا پہلا زینہ تھا تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چونکہ مسیح قادیانی حیوانی حکومت کا خود معین ومددگار تھا۔ اس لئے نہ وہ نبی تھا اور نہ اس میں تسخیر قلوب تھی۔

۱۳...... اس مقام پر امی کا معنی جامع صفات کمالی کیا ہے جو کسی لغت سے نہیں ملتا اور ہم سنتے تھے کہ مرزا قادیانی کو ہی نئے معنی کشف ہوتے تھے۔ مگر نہیں آپ کی امت نے معنی تراشی میں آپ کے بھی کان کتر ڈالے ہیں۔ آج اگر وہ زندہ ہوتے تو اس میں شک نہیں کہ اپنی امت کی شاگردی اختیار کرنے میں ان کو فخر حاصل ہوتا۔

۱۴...... دروغ گو را حافظہ نباشد، آپ پہلے لکھ آئے ہیں کہ آسمانی بادشاہت کا آغاز ۱۸۹۸ء سے ہوا۔ مگر اب ص ۴۲ پر لکھتے ہیں کہ حضورﷺ نے اس کی بنیاد ڈالی تھی اور عہد رسالت میں اس کا آغاز ہوا تھا۔ شاید یہ خیال گیا ہوگا کہ بنیاد اور آغاز میں فرق ہوتا ہے۔ اس لئے گو عہد رسالت میں اس کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ مگر چونکہ بہت جلد فیج اعوج کا زمانہ ہزار ششم (عہد ضلالت) سے شروع ہو گیا تھا۔ اس لئے مسیح موعود نے ہزار ہفتم (عہد سعادت) میں آغاز کر دیا۔ گو اس تاویل سے عہد رسالت کی توہین تو ہوتی ہے۔ مگر ساتھ ہی عہد مسیح کی عزت وتوقیر بھی کافور ہو جاتی ہے۔ کیونکہ دعویٰ تو یہ تھا کہ مسیح موعود نے اس بادشاہت کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا کہ جس کی تکمیل کے لئے تمام انبیاء شائق تھے۔ مگر مکمل نہ کر سکے اور اب کہا جاتا ہے کہ مسیح موعود تکمیل کا بیج بو کر چلے گئے ہیں۔ جن کو کوئی قدرت ثانیہ آ کر مکمل کرے گی تو پھر بتایئے مسیح کس مرض کی دوا ٹھہرا؟

۱۵...... توہین رسالت کرتے ہوئے مؤلف نے یہ بھی بتایا ہے کہ تیرہ سو سال تک مسلمان خواہش مند ہو کر خدا کے سامنے دست بدعا رہے کہ حضورﷺ کو معاذ اللہ قادیان (مقام محمود) میں مبعوث فرما۔ مگر اس کو تحریف کرتے ہوئے ذرہ شرم دامنگیر نہ ہوئی۔ کجا مقام محمود عرش عظیم کے پاس جگہ جو حضورﷺ نے مقام شفاعت ٹھہرائی ہے اور کجا مغلوں کی بستی قادیان جو متعفن ڈھاب کے کنارہ پر جو اپنے اندر ہزاروں مصائب لپیٹے ہوئی ہے۔ کیا مرزا قادیانی نے

تمہیں یہی ہدایت کی تھی کہ ہر ایک لفظ کے مفہوم کو بدل کر اپنی خوش فہمی کا ثبوت دیا کرو۔ مگر ہم تو اس وقت آپ کو شاگرد رشید سمجھیں گے کہ آپ قادیان کے لفظ سے کچھ قیدی ثابت کریں اور قادیان سے کچھ کیاد اور مکار کا استنباط کریں یا کم از کم لفظ مرزا سے یہ ثابت کریں کہ ایک دفعہ مر جاؤ۔ پھر زندہ ہو کر قدرت ثانیہ کا ہی ظہور دکھاتے رہو۔

۱۶...... ص ۷۰ پر قرآن شریف کی خانہ زاد اور ہی تفسیر کی ہے کہ ابولہب دجال (حکومت یورپ) ہے جس کو مسیح موعود نے تسخیر قلوب کی حکومت سے بے دخل کر دیا ہے۔ مگر مؤلف نے یہاں پر صرف تین جھوٹ بولے ہیں۔

اوّل...... مرزائی تعلیم پیٹ پیٹ رہی ہے کہ مرزا قادیانی سے اپنے مشن کی تکمیل نہیں ہوسکی اور آپ بتاتے ہیں کہ تکمیل ہو چکی ہے۔ بتایئے جھوٹا کون ہوا۔

دوم...... اسلام میں ابولہب سے حضورﷺ کا چچا ہے۔ جس کی مخالفت مشہور ہے اور آپ کہتے ہیں کہ ابولہب دجال حکومت یورپ ہے۔ آپ یہ اعلان کر دیں کہ یہاں ابولہب سے مراد حضورﷺ کا چچا نہیں ہے تو دنیا خود فیصلہ کر لے گی۔

سوم...... تسخیر قلوب کے مقابلہ میں عیسائی مشن کی تسخیر تو اب کمزور پڑ گئی ہے۔

حالانکہ یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ آج سب سے برا مذہب تمدن یورپ کی محبت ہے کہ جس نے بڑی بڑی مقدس ہستیوں کو بھی سیر یورپ کا گرویدہ کر لیا ہے اور تبلیغ کے بہانہ سے ہزاروں روپے اس بیدردی سے خرچ کر ڈالے ہیں کہ جس کے حساب دینے سے بھی ان کو چکر آتے ہیں۔ صرف ہندوستان میں ہی خاص عیسائیوں کی آبادی بیس لاکھ سے زیادہ ہے اور مرزائی مشکل سے پانچ لاکھ بھی ہوں تو بڑی کامیابی سمجھی جائے گی۔ اس کے علاوہ سکھ، ہندو اور مسلمان محبت یورپ میں اپنے اپنے مقدور کے مطابق مستغرق نظر آتے ہیں اور مذہب کو لعنت بتا کر آزاد ہو رہے ہیں۔ نہ ہندو ہندو رہا ہے اور نہ مسلمان مسلمان۔ بلکہ یہاں کی نئی نسل کا تو یہ حال ہے کہ ہر ایک بچہ لارڈ کرزن کا بروز بننا چاہتا ہے اور ہر ایک لڑکی مس روفن کے روپ میں عریاں ہو کر ڈانس کی ڈیوٹی دینے کو تیار ہے۔ گو غریب اور جاہل مسلمان اس سیلاب سے بچ کر بر کنار دریا نظر آتے ہیں۔ مگر تعلیم یافتہ اور مالدار ہندوستان جن میں مغل قوم زیادہ مستور نظر آتی ہے سب کے سب قعر دریائے غوایت وضلالت میں تہ نشین ہو چکے ہیں اور کسی طرح بھی اس امر کے باور کرنے کی کوئی وجہ پیدا نہیں ہوسکتی کہ قادیانی خلیفہ یا اس کا باپ اسلامی محبت پیدا کرنے میں محبت یورپ کے مقابلہ پر کامیاب ہو چکا ہے۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قادیان کا تمام نظم ونسق اور سب کاروبار اور ہر

طرح کا نشیب وفراز تعشق یورپ کی جھلک دکھا رہا ہے تو اب ؎

آنکس کہ گمراہ است کرا رہبری کند؟

۱۷...... مرزائی مذہب میں عہد مسیح کو ہزار ہفتم اور سعادت وہدایت کو زمانہ بتایا جاتا ہے اور مؤلف نے ص ۲۷ پر حکومت برطانیہ کے نظم ونسق پر نکتہ چینی کرتے ہوئے ثابت کر دیا ہے کہ حکام بھی اس وقت سیاسی دجال بن گئے ہیں۔ حالانکہ مرزا قادیانی نے کتاب البریہ میں ثابت کیا تھا کہ مشنری اور مستری دونوں دجال ہیں اور حکام رحمت الٰہی ہیں۔ اب پیر ومرید آپس میں اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ کوئی شخص صحیح الرائے سمجھے تو کسے سمجھے؟ شاید مرید صاحب کہہ دیں گے کہ دیسی حکام دجال ہیں اور انگریزی حکام رحمت الٰہی ہیں۔ مگر ایک کچہری دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا کہ رحمت الٰہی اور دجال جب آپس میں مل کر کام کرتے ہیں تو غلبہ کس کا ہوتا ہے۔ پس اگر دجال کو غلبہ حاصل ہو، تو مسیح مغلوب ہوا اور اگر رحمت الٰہی کو غلبہ حاصل ہو تو ص ۲۷ کا بیان غلط ثابت ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزائیت میں ایک یہ بھی تاثیر ہے کہ دماغی طاقتیں قائم نہیں رہتیں۔ کیونکہ آخری سطروں میں صاف لکھ دیا ہے کہ قادیانی اور ابولہب (دجال) برسرپیکار ہیں اور بہت جلد اس سے حکومت چھین لیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بانی مذہب قادیانی دجال سے حکومت حاصل کر سکا۔ حالانکہ مؤلف نے اس رسالہ کا اصل مدعا یہ قرار دیا تھا کہ وہ ثابت کرے کہ مرزا قادیانی نے وہ بادشاہت مکمل کر دی ہے کہ جس کی تکمیل کے لئے تمام انبیاء سابقین کوشاں نظر آتے تھے۔ مگر اپنی ہی تخالف بیانی سے مؤلف کی وہ خوش فہمی ظاہر ہو چکی ہے کہ اگر انسان ہوگا تو آئندہ کبھی کوئی تحریر شائع کرنے پر آمادگی ظاہر نہ کرے گا۔

۲۲...... مکاشفات بائبل

مرزائیوں نے شاید بائبل کو موڑ توڑ کر اپنے مذہب پر چسپاں کیا ہوگا۔ مگر دانیال علیہ السلام کی پیشین گوئی کی بحث میں جب دیکھ چکے ہیں کہ وہ اپنے پیر ومرشد باب وبہاء کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو ہمیں یقین ہو چکا ہے کہ فن تحریف میں مکاشفات بائبل کے متعلق بھی ان سے بڑھ کر ثابت نہیں ہو سکتے۔ ذیل میں مفاوضات عبدالبہاء کے ابتدائی ابواب سے چند کلمات نقل کئے جاتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ بائبل کو اپنے اوپر چسپاں کرنے میں بہائی کس قدر چالاک ثابت ہوئے ہیں۔ اب ذیل میں مکاشفہ کی عبارت نقل کی جاتی ہے اور خطوط وحدانیہ میں بہائی مذہب کی تشریح درج ہوگی۔

۱...... مکاشفہ نمبر۲۱ میں ہے کہ میں نے ایک نئے زمین وآسمان (شریعت جدیدہ) کو دیکھا۔ کیونکہ پہلا زمین وآسمان (شریعت قدیمہ) جاتے رہے تھے اور سمندر (لغزش مذہبی) بھی نہ رہا۔ پھر میں نے نئے بیت المقدس (شریعت بہائیہ) کو خداوند کے پاس سے اترتے دیکھا۔

۲...... مکاشفہ نمبر۱۲ میں ہے کہ ایک عورت (شریعت محمدیہ) نظر آئی جو آفتاب کو اوڑھے ہوئی تھی۔ (یعنی سلطنت فارس پر حکمران تھی۔ جس کا قومی نشان سورج تھا) اور چاند (لڑکی جس کا قومی نشان چاند ہے) اس کے پاؤں کے نیچے تھا اور بارہ ستاروں (بارہ اماموں) کا تاج اس کے سر پر تھا اور بچہ (بہاء اللہ) جننے کی تکلیف میں تھی۔ پھر سرخ اژدھا (حکومت بنی امیہ) جس کے سات سر (ہفت اقالیم بنی امیہ مصر، افریقہ، روم، فارس، عرب، فارس، اندلس، ترک، ماوراء النہر) تھے اور دس سینگ (بنی امیہ کے دس بادشاہ جو بلا تکرار نام گذرے ہیں جن کا پہلا بادشاہ ابوسفیان اور آخری مروان الحمار) تھے اور اس کی دم نے آسمان کے تہائی ستارے (اڑھائی سال جو دانیال علیہ السلام نے بتا کر ۱۲۶۰ کی مدت ظہور باب کے لئے مقرر کی تھی) کھینچ کر زمین پر ڈال دیئے۔ پھر وہ اژدھا اس عورت کے پاس گیا تا کہ اس کے بچے کو نگل لے۔ مگر وہ بچہ جنی جو لوہے کے عصا (قوت قدسیہ) سے حکومت کرے گا اور بہت جلد خدا کے پاس بھیجا گیا اور وہ عورت (شرع محمدی) بیابان (حجاز) کو بھاگ گیا۔ تا کہ ۱۲۶۰ دن (سال) تک اس کی پرورش کی جائے۔

۳...... مکاشفہ نمبر۱۱ میں ہے کہ مجھے عصا کی مانند (معین ومددگار ہر عاجز) ایک (مرد کامل) نے ناپنے کی لکڑی دی اور کہا گیا کہ مقدسوں کو ناپوں (اور ان کا حال دریافت کروں) اور صحن کو نہ ناپوں (کیونکہ اس پر دوسروں کا قبضہ ہے) دوسرے لوگ ۴۲ ماہ (۱۲۶۰ سال) تک پامال کریں گے۔ (شریعت روحانی عقائد نہیں بدلتی اور شریعت جسمانی کے عبادات ومعاملات وغیرہ بدل جاتے ہیں اور یہی صحن اور مقدس کی حقیقت مبدلہ ہے) اور میں اپنے دو گواہوں (محمد وعلی) کو اختیار دوں گا اور وہ ٹاٹ اوڑھے ہوئے (اور پرانی شریعت کی تصدیق کرتے ہوئے) ۱۲۶۰ دن نبوت کریں گے اور یہ وہی دو (محمد وعلی) چراغ دان ہیں جو خدا کے حضور کھڑے ہیں۔ جوان کو ضرر پہنچاتا ہے۔ اسے ان کے منہ (احکام شرعیہ) سے آگ نکل کر کھا جاتی ہے۔ (اور دشمن مغلوب ہو جاتا ہے) ان کو اختیار ہے کہ آسمان کو بند کر دیں تا کہ ان کی نبوت کے زمانہ میں اپنی نہ برسے (اور فیض حاصل نہ ہو) اور پانیوں پر اختیار ہے کہ انہیں خون بنا ڈالیں (کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام ویشوع علیہ السلام کی طرح ہیں) اور جتنی دفعہ چاہیں زمین (عرب) پر ہر طرح کی آفت

(عربی قوم) لائیں۔ جب وہ اپنی گواہی دے چکیں گے تو وہ حیوان (حکومت بنی امیہ) جو ہاویہ سے نکلے گا ان سے لڑ کر غالب آئے گا۔ (اور بنی ہاشم مغلوب ہوں گے) اوران کو مار ڈالے گا اور ان کی لاشیں (شرع محمدی) اس بڑے شہر (ملک سوریا و بیت المقدس پایۂ تخت بنی امیہ) کے بازار میں پڑی رہیں گی۔ جو مصر اور سدوم کہلاتا ہے۔ جہاں ان کا خداوند بھی مصلوب ہوا تھا اور لوگ ان کی لاشوں کو (شریعت محمدی مردہ اور بے فیض کو) ساڑھے تین دن (۱۲۶۰سال) تک دیکھتے رہیں گے اور دفن نہ کرنے دیں گے اور خوشیاں منائیں گے۔ کیونکہ ان دونوں نبیوں نے ان کو بہت ستایا تھا۔ ساڑھے تین دن (۱۲۶۰سال) کے بعد ان میں زندگی کی روح (باب وبہاء کا ظہور) داخل ہوئی اور کھڑے ہوگئے۔ لوگ ڈر گئے اور آسمان سے آواز آئی کہ اوپر آجاؤ تو بادل پر سوار ہو کر آسمان پر چڑھ گئے۔ (یعنی باب وبہاء شہید ہوگئے) دشمن ان کو (ان کی عظمت) دیکھ رہے تھے پھر اسی وقت ایک زلزلہ آیا (اور قتل باب کے وقت شیراز میں زلزلہ آیا اور وباء پھیل گئی) اور شہر کا دسواں حصہ گر گیا اور ۷۰۰۰ آدمی مرے۔ دوسرا افسوس (باب) ہو چکا۔ تیسرا افسوس (بہاء اللہ) ہونے کو ہے۔ حزقی ایل فصل نمبر۳۰ میں ہے کہ اے آدم زاد (بہاء اللہ) نبوت کر اور خداوند کہتا ہے کہ افسوس اس روز پر۔ پھر مکاشفہ نمبر۱۱ میں ہے کہ ساتویں فرشتہ (مبشر بامسیح) نے نرسنگا پھونکا تو آسمان پر یہ آواز بلند ہوئی کہ دنیا کی بادشاہت خداوند اور مسیح (بہاء اللہ) کی ہوگئی اور وہ ابدالآباد تک بادشاہی کرے گا اور چوبیس بزرگوں نے جو خدا کے پاس تخت پر بیٹھے تھے سجدہ کر کے کہا کہ شکر ہے کہ اے خدا تو نے بادشاہی کی (ہر ایک دور نبوت میں بارہ اصفیاء گذرے ہیں۔ چنانچہ دور ابراہیمی میں یعقوب کے بارہ بیٹے، اصفیاء تھے۔ دور موسوی میں بارہ نقیب اور دور محمدی میں بارہ امام تھے۔ لیکن دور بہاء میں چوبیس اصفیاء ہیں) اور وہ وقت آگیا ہے کہ مردوں (محبت الٰہی سے خالی آدمیوں) کا انصاف ہو اور تیرے بندوں اور نبیوں کو جو تجھ سے ڈرتے ہیں اجر دیا جائے۔ (اور ابر پر از فیض جاری کیا جائے) اور خدا کا مقدس (تعلیم بہائی کی فلاح) جو آسمان پر ہے کھولا گیا اور اس کے عہد کا صندوق (کتاب عہد) دکھائی دیا۔ بجلیاں (انوار) پیدا ہوئیں۔ بھونچال آیا اور اولے پڑے (اور غضب الٰہی منکروں پر نازل ہوا)

یہ امر ناقابل تردید ہے کہ مرزائی مذہب نے بہائیت کا ہر امر میں تتبع کیا ہے۔ مگر اس موقعہ پر مکاشفات کی تحریف میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ جس قدر کہ بہائیوں نے قطع و برید سے کام لے کر مکاشفات کو اپنے بانیان مذہب پر چسپاں کر دکھلایا ہے۔ لیکن حقیقت شناس طبائع خوب سمجھ چکی ہیں کہ ان دونوں کی نکتہ آفرینی صرف ابلہ فریبی کا کام دے سکتی ہے۔ ورنہ اگر

مکاشفات کا خود مطالعہ کیا جائے تو ساری کتاب میں اوّل سے آخر تک نہ مسیح قادیانی کا وہاں ذکر ہے اور نہ مسیح ایرانی کا۔ کیونکہ یوحنا حواری کے عہد میں عیسائیوں کے صرف سات گرجے تھے۔ جن کی طرف اس نے خط وکتابت کے سلسلہ میں یہ مکاشفات لکھے تھے جن کا ماحصل یہ ہے کہ میں خواب میں مسیح علیہ السلام کے پاس آسمان پر گیا ہوں۔ جب کہ وہ خدا کے سامنے ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے اور چوبیس فرشتے آس پاس تھے تو آپ نے سات گرجوں کے متعلق سات پیغام الگ الگ روانہ کئے۔ پھر سات فرشتے دکھائی دیئے۔ جنہوں نے مخالفین کے ہلاکت کے سامان دکھائے اور مریم علیہا السلام کو دیکھا کہ لوگوں نے آپ کی مخالفت میں بڑا زور لگایا ہے۔ مگر آپ کا بیٹا مسیح دوسری دفعہ دنیا میں نازل ہوا ہے اور نزول سے پہلے یاجوج ماجوج ہلاک ہو چکے ہیں۔ شیطان کی حکومت جاتی رہی ہے۔ بت پرستی کے شہر بابل وغیرہ تباہ ہو چکے ہیں۔ اس لئے عیسائیوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ آمد مسیح کے منتظر رہیں اور عیسائیت پر ثابت قدم رہیں۔ یہ خواب تھا مگر انہوں نے خواہ مخواہ دخل درمعقولات دے کر اصل مقصد بگاڑ دیا اور لوگوں کی آنکھوں میں مٹی ڈال کر اپنی مسیحیت منوانی چاہی تو گواندھی تقلید کے پتلے ان کے چکمہ میں آ گئے۔ لیکن دیکھ بھال کرنے والوں کا شکار کرنا مشکل تھا اور ہے۔

۲۳...... اعلان نبوت مسیح قادیانی اور ایک غلطی کا ازالہ

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ آپ نے آہستہ آہستہ دعاوی کے مراتب طے کئے تھے اور شروع میں دبی زبان سے مدعی نبوت نظر آتے تھے۔ لیکن منتظر تھے کہ جماعت کافی ہو جائے تو گول مول اقوال کو وحی کا رنگ دے کر اعلان نبوت کے عنوان سے پیش کیا جائے تو جناب کی خوش قسمتی نے آپ کو یہ زریں موقعہ دیا کہ آپ سے سوال ہونے لگے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین مان کر کون مدعی نبوت ہوسکتا ہے تو اس کے جواب میں اسلامی تعلیم کے خلاف یوں کہا کہ میں محمد ثانی ہوں۔ اس لئے میری نبوت کوئی الگ نبوت نہیں اور نہ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی پیدا ہوا اور جن تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی شخصیت کو چھوڑ کر کوئی دوسرا نبی نہیں ہوسکتا یا یوں کہہ کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہوسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کر ڈالے۔ لیکن سورہ جمعہ میں لکھا ہوا ہے کہ آخری زمانہ میں آپ روپ بدل کر مسیح موعود کہلائیں گے۔ اس لئے نبوت قادیانی، نبوت محمدی کا ہی بروز ٹھہرا۔ کوئی الگ چیز نہ ہوئی۔ مگر ناظرین غور کریں کہ یہ تاویل آپ نے کہاں سے سیکھی؟ ظاہر ہے کہ جناب بہاء نے یہ سبق پڑھایا

تھا۔ کیونکہ ایقان میں آپ نے صاف لکھ دیا تھا کہ شمس حقیقت ایک ہے۔ کبھی موسیٰ بن کر نمودار ہوتا ہے کبھی عیسیٰ اور کبھی محمد یا بہاء اللہ۔ تو جو شخص اس کے مظاہر میں سے ایک کا بھی منکر ہے وہ تمام مظاہر نبوت کا منکر ہوگا۔ جیسے کہ اگر کوئی آج سورج سے انکار کرتا ہے تو گذشتہ ایام کے سورج کا بھی اسے انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ سورج ایک ہی ہے اور لیل ونہار کے اختلاف سے اس میں جزوی اور رسمی اختلاف پیدا ہو رہا ہے۔ مرزا قادیانی نے بھی اپنی تصنیف (ایک غلطی کا ازالہ ص۲، خزائن ج۱۸ص ۲۰۶، ۲۰۷ ملخص) میں اس حقیقت کو یوں بے نقاب کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ: ''ایک پر یہ اعتراض ہوا کہ تیرا مرشد نبوت کا مدعی ہے۔ اس کا جواب نفی میں دیا گیا۔ مگر حق یہ ہے کہ جو پاک وحی مجھ پر نازل ہوتی ہے اس میں ایک دفعہ نہیں صدہا دفعہ نبی، رسول اور مرسل کے لفظ موجود ہیں اور اس وقت تو پہلے کی نسبت زیادہ صراحت موجود ہے۔ براہین احمدیہ شائع ہوئے ۲۲ برس ہو چکے ہیں۔ اس میں مکالمہ الٰہیہ موجود ہے کہ: ''ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ (الآیہ ص۲۹۸) جری اللہ فی حلل الانبیاء ''یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلوں (کپڑوں) میں ہے۔

''محمد رسول اللہ والذین معہ '' دنیا میں ایک نذیر آیا۔ دوسری قرأت یہ ہے کہ دنیا میں ایک نبی آیا۔ اسی طرح براہین میں مجھے متعدد جگہ رسول کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ یہ کہنا کہ خاتم النبیین کے بعد دعوائے نبوت کیسے صحیح ہوا، غلط نکلا۔ کیونکہ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا۔ مگر آپ لوگ چالیس برس مسیح کو اتار کر نبی مانتے ہیں اور سلسلہ وحی کو چالیس برس تک حضور ﷺ سے بھی بڑھ کر جاری رکھتے ہیں۔ بے شک یہ عقیدہ معصیت ہے اور لفظ ''خاتم النبیین ''اور ''لا نبی بعدی ''اس کے خلاف زبردست شاہد ہیں اور کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہیں اور ہمارا یہ عقیدہ نہیں۔ ہاں ''خاتم النبیین ''میں ایک پیشین گوئی ہے جس کا علم مخالفین کو نہیں کہ خدا نے پیشین گوئیاں کرنے والے (نبیوں) کا خاتمہ کر دیا ہے اور قیامت تک پیشین گوئی کے دروازے بند کر دیئے ہیں اور ممکن نہیں کہ کوئی ہندو، عیسائی یا رسمی مسلمان نبی کا لفظ اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ سیرت صدیقی کے سوا تمام کھڑکیاں بند کی گئی ہیں جو اس کھڑکی سے آتا ہے اس پر ظلی طور پر نبوت محمدی کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔ کیونکہ نبی کے چشمہ سے نبوت لیتا ہے۔ تاکہ اپنے نبی کا جلال ظاہر کرے۔ اس لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی بروزی طور پر ملی اور آیت کا یہ معنی ہوا کہ: ''وخاتم النبیین ولا سبیل الیٰ فیوض اللہ من غیر

تــوسـطــہ ’’تو میری نبوت میرے محمد اور احمد ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ نام مجھے فنافی الرسول ہونے سے ملا۔ تو خاتم النبیین کے معنی میں کوئی فرق نہ آیا۔ لیکن عیسیٰ کے اترنے سے ضرور فرق آجاتا ہے۔ سو میں اب ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے منکر نہیں۔ خدا نے مجھے آنحضرت ﷺ ہی کا وجود قرار دیا ہوا ہے۔ اس لئے میرے وجود سے ختم رسالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اثر سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ اس لئے ختم رسالت کی مہر نہیں ٹوٹی اور محمد کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔ محمد ہی نبی رہا نہ کوئی اور۔ جب کہ میں بروزی طور پر محمد ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمد یہ معہ نبوت محمد یہ میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا انسان ہوا جس نے الگ ہو کر نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔ غرضیکہ ’’خــاتــم الــنبیین ‘‘ کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے جو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر لگ گئی ہے۔ ممکن نہیں کہ یہ مہر ٹوٹ جائے۔ مگر ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں اور بروزی رنگ میں نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز ایک قرار یافتہ عہد تھا جو ’’وآخــریــن منهم ‘‘ میں مذکور ہے۔ نبیوں کو اپنے بروز پر غیرت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ انہی کا نقش اور صورت ہوتا ہے۔ لیکن دوسرے پر ضرور غیرت ہوتی ہے۔ پس جو شخص شرارت سے مجھ پر الزام لگاتا ہے کہ میں نے نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا ہے وہ جھوٹا اور ناپاک ہے۔ مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے (اور اسی بناء پر اللہ نے مجھے نبی اللہ اور رسول اللہ کہا ہے) مگر بروزی رنگ میں میرا نفس درمیان نہیں ہے بلکہ محمد مصطفی ﷺ کا ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا اور نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ بلکہ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔‘‘

تنقید

مرزا قادیانی کے طرز کلام سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ آپ کو نبوت کا درجہ حاصل ہو چکا تھا۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ نبوت نقلی تھی یا اصلی۔ تناسخ یا رجعت اور بروز کے طور پر تھی یا حقیقی یا مجازی طور پر تھی اور یا محدث کو ہی نبی سمجھ بیٹھے تھے۔ اس سے ہمیں کوئی بحث نہیں۔ کیونکہ اخیر دم تک آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ میں ہوں کیا۔ طبیعت مراقی تھی جس طرف خیال جم گیا اپنے ہی خلاف کہتے چلے گئے۔ چنانچہ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۴، خزائن ج۱۷ ص۶۱ حاشیہ،۱۹۰۲ء) پر لکھتے ہیں کہ محدث پر نبی کا اطلاق فصیح استعارہ ہے۔ (استفتاء ص۱۶، خزائن ج۲۲ ص۶۳۷ مطبوعہ ۱۹۰۷ء) پر لکھ دیا کہ میرا نام مجازی طور پر نبی رکھا گیا ہے۔ تقریر واجب الاعلام دہلی میں لکھا تھا کہ منکر ختم نبوت کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ (حمامۃ البشریٰ ص۸۱، خزائن ج۷ ص۳۰۰) میں لکھا کہ محدث میں نبوت کے

اجزاء بالقوہ موجود ہوتے ہیں۔ بالفعل نہیں ہوتے۔ پس محدث بالقوہ نبی ہے۔ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا۔ شہادۃ القرآن طبع دوم ص ۲۷ میں لکھ دیا کہ حضورﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔ ۱۹۰۲ء میں جب بمقام لاہور مولوی عبدالحکیم کلانوری مرحوم سے مباحثہ ہوا تو آٹھ گواہوں کے سامنے آپ نے حقیق نبوت سے دستبردار ہوتے ہوئے ایک تحریر دی کہ: ''ابتداء سے میری نبوت یہی ہے کہ میں محدث کو نبی جانتا ہوں۔ جو مکلم کے نام سے مشہور ہے۔ (مسلمان اگر محدث کو نبی کہنا مناسب نہیں سمجھتے) تو اپنے بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہوسکتا ہے۔ سو ہر جگہ میری تصانیف میں نبی کی بجائے محدث کا لفظ سمجھیں اور اس (لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال کریں۔'' یہ اقرار نامہ قول مجد میں مولوی احسن امروہی نے بھی نقل کیا ہے۔ ناظرین کو تعجب ہو گیا ہوگا کہ کوہ کندن اور کاہ برآوردن کا معاملہ ہوا کہ لوجی سنا تھا کہ مرزا قادیانی نبی ہیں۔ چودم برداشتم مادہ برآمد۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

دیکھا تو اقرار نامہ میں بالکل ہی مکر گئے اور قول مجد میں اس مقام پر یہ لکھا ہے کہ آپ نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ ایسے مشتبہ الفاظ نہ لکھوں گا۔ مگر یہ وعدہ بھول گئے اور ۱۹۰۷ء میں پھر وہی دلآزار لفظ لکھ دیا کہ میں نبی ہوں اور ۱۹۰۸ء کو مئی کے پرچہ اخبار عام میں شائع کر دیا کہ: ''خدا کے فضل سے ہم نبی اور رسول ہیں۔'' اس حرکت ناشائستہ کا ارتکاب اور وعدہ خلافی کا اختیار کرنا ایسا عیب ہے کہ جو معمولی اخلاق کا مالک انسان بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ تو اگر ایک مقدس ہستی اپنے لفظوں سے پھر جائے تو سخت افسوس ہوگا اور یہ کہنے کا موقعہ نہیں رہے گا کہ اس کی زندگی بے لوث تھی۔ اصل بات یہ تھی کہ مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری مرحوم کو بھی آپ نے چقمہ دے کر پیچھا چھوڑایا تھا کہ میں محدث ہوں نبی نہیں ہوں۔ کیونکہ آپ کے نزدیک محدث کی شخصیت وہ نہیں جو اسلام میں مشہور ہے کہ وہ نور ایمان کی وجہ سے واقعات کا پس وپیش اس طرح عیاں دیکھتا ہے کہ گویا اس کو کسی نے کچھ بتا دیا ہوا ہے۔ اس حالت کا نام فراست ایمانیہ ہے اور یہ صفت اولیاء اللہ میں کبھی کبھی پائی جاتی ہے۔ جس سے کوئی شخص بالقوہ بھی نبی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ کو حضورﷺ نے محدث تسلیم کیا تھا۔ وہ اس لئے اوّل المحدث سمجھتے مگر باجود اس کے آپ نے کسی طرح کی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ نہ بالفعل نہ بالقوہ، نہ مجازی نہ حقیقی، نہ اصلی نہ نقلی اور نہ بروزی نہ

عکس اور نہ مستقل اور نہ غیر مستقل۔ یہ تمام اصلاحی الفاظ مدعیان نبوت کے زیر استعمال رہے ہیں اور کبھی صوفیائے کرام نے بھی شطحیات کہہ دیے ہیں۔ لیکن بعد میں یا تو انہوں نے خود انکار کر دیا تھا اور یا اہل حق نے تکفیری ڈنڈے سے اصلاح کروا ڈالی تھی تو فتنہ فرو ہو گیا تھا۔ مگر اب ایسی آزادی ہے کہ تکفیری فتویٰ کو معیار صداقت ٹھہرایا جاتا ہے۔

بدنام بھی ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

ہاں مرزا قادیانی کے نزدیک محدث کی شخصیت اتنی بڑی ہوئی ہے کہ کبھی وہ خدا میں بھی گھس سکتی ہے اور کبھی خدا اس میں گھس جاتا ہے اور تمام انبیاء و اولیاء کا مظہر بنتی ہے اور جامع جمیع صفات کمالیہ بن کر اور تمام انبیاء سے مساوات پیدا کر کے کہ۔

آنکہ داد ست ہر نبی را جام

داد آں جام را مرا بتمام

توہین انبیاء میں بھی اتنی جرأت دکھاتی ہے کہ۔

عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

(درثمین فارسی از مرزا ملعون)

پس اس شخصیت کا محدث تمام انبیاء سے افضل ٹھہرا تو اسے نبی یا رسول بننے کی کیا ضرورت تھی۔ اس لئے مولوی صاحب کو چقمہ دے دیا کہ آئندہ میں نبی کا لفظ اپنے لئے استعمال نہ کروں گا۔ مگر پھر جب خیال آیا کہ محدث کی اصلیت سوائے اظہار نبوت کے منکشف نہیں ہوسکتی تو پھر خلاف وعدہ اپنے آپ کو نبی کہنا شروع کر دیا اور یہاں تک بڑھ گئے کہ اربعین نمبر ۴ میں نبی تشریعی اور مستقل ناسخ شرع ہونے کا بھی دبی زبان سے دعویٰ کر دیا۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی محدثیت میں کیا کیا دھرا پڑا ہے۔ آپ غور سے اعلان نبوت کی عبارت پڑھیں تو آپ کو مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوں گی کہ:

ا...... جناب نے یہ پیش کیا ہے کہ نبوت جس طرح پہلے جاری تھی اسی طرح حضور ﷺ کے بعد میں بھی جاری چلی آئی ہے اور قیامت تک چلی جائے گی۔ مگر فرق صرف اتنا ہے کہ عہد رسالت سے پہلے ہر ایک مذہب میں جاری تھی اور عہد رسالت کے بعد مذہب اسلام سے خاص ہوگئی اور مسلمانوں میں اس نبوت کو وہ لوگ حاصل کرتے رہے جو فنا فی الرسول ہو کر صدیقی کھڑکی سے داخل ہوتے آئے ہیں اور باقی تمام مسلمانوں کو اس سے محروم کر دیا۔ مگر ہمارے نزدیک یہ افسانہ طرازی صرف اس شخص پر مؤثر ہوسکتی ہے جو اسلامی تعلیم سے ناواقف ہو

اور یہ بھی سمجھتا ہو کہ علوم مروجہ کے حاصل کرنے سے میں نے اسلام بھی سیکھ لیا ہے۔ ورنہ ٹھوس لیاقت کا انسان اسے بلا ثبوت اور بلا دلیل ہونے کی وجہ سے صرف مرزا قادیانی کے کہنے پر ماننے کے لئے تیار نہیں۔

۲...... تعلیم بہائیہ اور ہندو تاثرات کے ماتحت آپ نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ جناب محمد ﷺ بار بار دنیا میں روپ بدل کر آتے رہے ہیں اور ہزاروں دفعہ قیامت تک روپ بدل کر آتے رہیں گے۔ اس روپ دھارنے کو رجعت تناسخ اور بروز وغیرہ کے الفاظ سے سمجھایا جاسکتا ہے۔ بہرحال یہ مسئلہ یہود ونصاریٰ سے حاصل کیا گیا ہے۔ یا ہندوؤں اور سکھوں سے اڑایا ہے۔ کیونکہ آپ کو کرشن اوتار اور جٹیا بننے کی سخت ضرورت تھی۔ مگر نہ آریوں نے مانا اور نہ سکھوں نے۔ مسلمان بھی پھنسے تو وہی جو عقل کے دشمن تھے یا جن کے پیچھے عقل ڈنڈا لئے پھرتی تھی۔

۳...... نمبر دوم کے خلاف آپ نے دعویٰ کیا کہ میں محمد ثانی ہوں اور میری بعثت بعثت محمدی ہی ہے اور خدا نے میرا نام محمد رکھا ہوا ہے۔ کیونکہ خدا اپنے پیاروں کو نبیوں کے نام دیا کرتا ہے۔ مگر یہ دعویٰ ایسا ہے کہ جس پر سوائے اس کے کوئی اور دلیل نہیں کہ ہم نے کہہ دیا ہے اور بس۔ کیونکہ ہم کرشن ہیں اور رجعت وتناسخ کا ثبوت اس نے اپنی کتاب گیتا میں بار بار پیش کیا ہے۔

۴...... آپ نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ مجھ میں حضور ﷺ کے تمام صفات کمالیہ حاصل ہوگئے ہیں اور خاتم الانبیاء بھی بن گیا ہوں تا کہ یہ ثابت ہوسکے کہ آئندہ رسالت میری اولاد میں ہی جاری رہے اور ان لوگوں میں جو میرے مخلص تابعدار بن کر صدیقی کھڑکی سے داخل ہوں۔ یہاں تک تو آپ نے ثابت کر دیا کہ مجھ میں اور حضور ﷺ میں کوئی فرق نہیں رہا۔ سوائے اس کے کہ آپ اصلی محمد ہیں اور میں نقلی، یا وہ اصل ہیں اور میں ان کا سایہ۔ بہرحال اس قسم کی مساوات اہل اسلام کے لئے جانفرسا ہے کہ اس سے بڑھ کر تکفیر کے لئے کوئی مکمل سامان نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جب حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ جیسی شخصیت آپ کے مساوی نہ ہوسکی تو دوسرے امتی کی کیا وقعت ہے کہ آپ کے غبار پا کے برابر بھی ہوسکے۔

۵...... محدث کی شخصیت کو آپ نے اتنا بڑھایا کہ حضور ﷺ کے مساوی لا کھڑا کر دیا اور جب دوسرے دعوؤں کا خیال کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس مساوات کے حاصل کر لینے کے بعد آپ کو وہ مدارج بھی حاصل ہوگئے تھے جو کسی نبی کو حاصل نہیں تھے۔ مثلاً خدا سے متحد ہونا خدا کی صفت بننا۔ خدا کا کار مختار بننا اور تمام انبیاء کا مظہر بننا وغیرہ۔ یہ ایک ایسی حرکت

ہے جوکسی ایماندار سے سرزدنہیں ہوسکتی۔سوائے اس کے وہ اسلام چھوڑ کر مستقل نبوت کا مدعی ہو۔

٦...... ایک جگہ آپ نے اپنی حرکت کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خدا نے لوگوں سے خوب چال چلی کہ براہین میں مجھے نبی بنا کر لوگوں کو اشتباہ میں ڈالے رکھا اور جب یہ مخالفت میں ہلاک ہوچکے تو میری نبوت کا صریح اعلان کروادیا تو گویا ۲۲ برس تک خدا امت محمدیہ کو دھوکا دیتا رہا ہے اور آپ بھی دھوکا دیتے رہے۔حق بزبان جاری۔اصل بات نکل آئی کہ آپ نے شروع سے ہی نبوت کی ٹھان لی تھی۔مگر اخلاقی کمزوری سے ۲۲ برس ایچ پیچ میں ہی گذار دیئے اور جب اپنی جماعت بن گئی تو اعلان کردیا کہ میں ایسا محدث نبی ہوں کہ جو کمالات ایک ایک نبی میں تھے۔وہ سارے ہی مجھ میں پائے گئے ہیں تو بھلا ایسا چالاک نبی کب خدا کا پیارا بن سکا ہے اور تکفیر سے بچ کر اپنی پوزیشن اخلاقی کمزوری سے کیسے پاک رکھ سکتا ہے؟

٧...... بہائی مذہب کی پیروی کرتے ہوئے جناب نے یہ بھی پیش کیا ہے کہ حضورﷺ بھی تین سال تک اعلان نبوت نہ کرسکے تھے۔(جیسا کہ ۱۳۳۵ھ کی تقریر میں بیان ہوچکا ہے)اور بقول شیعہ غیبت صغریٰ میں رہے تھے اور میں بھی بائیس برس تک اسی غیبت میں رہا۔کیونکہ میری مخالفت ان سے بڑھ کر تھی۔مگر جب حکومت برطانیہ آپ کے ساتھ تھی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ پہلے دن ہی نبی نہ بن جاتے۔شاید یہ ڈر ہوگا کہ مجھ پر میرا ہی نسخہ نہ برتا جائے کہ مفتری علی اللہ اور مدعی نبوت قطع وتین کے عذاب سے فوری موت کے ساتھ مرتا ہے۔مگر خدا کی قدرت دیکھئے اعلان نبوت کرنا ہی تھا کہ سات برس کے اندر ہی ہیضہ سے فوری موت نے پیر صاحب کی بددعاء کے زیر اثر آدبوچا اور یہ ظاہر کردیا کہ واقعی آپ کی نبوت دھوکے کی ٹٹی تھی۔

٨...... اس تقریر میں آپ نے فیصلہ کردیا ہے کہ:''خاتم'' کا مفہوم یہ ظاہر کرتا ہے کہ جس پر مہر لگ جائے اس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی اور حضورﷺ آخری نبی تھے۔جن کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا۔مگر آپ کے مرید اس ضد پر اڑے ہوئے ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں بلکہ کامل نبی مراد ہے۔جس کے ماتحت اور نبی بھی ہوسکتے ہیں تو گویا جس چال پر آپ چل رہے ہیں اسے چھوڑ کر مریدوں نے دوسری آسان چال نکال لی ہے۔جس سے ہم حیران ہیں کہ آیا ان کے نبی کو ناقص البیان سمجھیں یا ان لوگوں کو گستاخ جانیں کہ اپنے نبی کی مخالفت کرنے سے بھی شرم نہیں کرتے۔مگر۔

نیش عقرب نہ از پے کین ست
مقتضائے طبیعتش این است

۹...... نبوت کا بنڈل چاروں طرف مہروں سے بند کیا ہوا موجود تھا۔ آپ نے اپنے کیمرہ وجودی میں اس کا فوٹو حاصل کر کے دعویٰ کر دیا کہ جو کمالات اس بنڈل میں تھے سب ہی مجھ میں موجود ہو گئے ہیں۔ مگر پہلے تو ہم بلا دلیل کیسے مان لیں کہ آپ فوٹو کا کیمرہ بن چکے تھے۔ اس کے بعد ہم کیسے مانیں کہ کسی چیز کی تصویر میں اس کی خاصیتیں بھی موجود ہو جاتی ہیں۔ خود آپ کی تصویر مریدوں کے پاس موجو رہتی ہے۔ مگر اس میں نہ آپ کی کوئی تاثیر موجود ہے اور نہ وہ بول کر آپ کی طرح کسی کو لپیٹ میں لا سکتی ہے۔ بہر حال یہ ایسا چکمہ دیا گیا ہے کہ سادہ مزاج فوراً پھنس جاتے ہیں۔ مگر حقیقت شناس جانتے ہیں کہ آپ وہی ہیں جو ہیں۔

بہر رنگ کہ خواہی جامہ مے پوش

من انداز قدت را مے شناسم

۱۰...... اپنے آپ کو نبوت محمدی کا حقدار ثابت کرنے میں جو طریق جناب نے اختیار کیا ہے وہ وحدت وجودیوں کو بھی نہیں سوجھا۔ آپ نے کمال کر دیا ہے۔ اپنی نبوت کو محدثیت بنا کر اس طرح بانس پر چڑھایا کہ تمام نقلی نبوتوں کے دانت کھٹے کر دیئے اور پھر امتی کے امتی بنے رہے۔ بلی سات چوہے کھا کر پھر حاجن کی حاجن۔ یہ چال اگر عقل سلیم تسلیم کرتی ہے تو جارج پنجم کا ایک مخلص دوست کہہ سکتا ہے کہ میں فنافی الجارج ہو کر جارج ثانی بن گیا ہوں۔ اس لئے انگریزی حکومت کا وارث میں ہی ہوں اور میرے بعد وہ لوگ وارث ہیں جو میری نسبی یا روحانی اولاد ہوں گے۔ بہر حال یہ ایک ایسی مکروہ حرکت ہے کہ جس سے ادنیٰ درجہ کا مسلم بھی نفرت کرتا ہے۔

۱۱...... اگر آپ کو تمام کمالات محمدی کے حاصل کرنے میں سچا مان لیا جائے تو امتحان کرنے سے بالکل فیل نظر آتے ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کا کوئی کمال بھی آپ میں موجود نہ تھا۔ نہ صحت اور تنومندی تھی۔ نہ فصاحت و بلاغت تھی کہ آپ کے اقوال بھی ضرب المثل بن جاتے۔ نہ شجاعت و شہامت، نہ سلطنت و بادشاہت تھی۔ نہ بیکسی اور یتیمی تھی۔ نہ جود و سخا تھا نہ جان کے خطرہ میں وطن چھوڑنا پڑا۔ نہ حکومت کی مخالفت تھی۔ نہ دشمنوں کے بار بار حملوں سے سینہ سپر ہو کر جوابدہی کے طور پر جنگ آزما ہونے کا موقعہ پیش آیا تھا۔ نہ قومی احساس تھا۔ نہ قومی ہمدردی میں جانثاری تھی۔ نہ یہ موقعہ حاصل تھا کہ ایک پست قوم کو عرش معلیٰ تک پہنچایا ہوتا اور نہ پیشین گوئی کا بغیر تاویل کے پورا ہونا۔ نہ بددعاؤں کی تاثیر کاری طور پر تھی۔ نہ خوش بیانی تھی۔ نہ شیریں گفتاری اور تحمل تھا۔ نہ برائی کے بدلے نیکی تھی۔ نہ عبادت تھی نہ زہد تھا۔ نہ تقویٰ تھا نہ پرہیز

گاری تھی۔ نہ دنیا سے بے تعلقی تھی۔ نہ سادہ خوراک تھی۔ نہ سادہ لباس تھا۔ نہ قناعت تھی نہ صبر تھا، نہ توکل تھا۔ نہ تبتل الی اللہ تھا۔ غرضیکہ کچھ بھی نہ تھا۔ تو پھر کس شیخی سے کہہ دیا کہ مجھ میں حضورﷺ کے تمام صفات کمالیہ حاصل ہو گئے ہیں۔ کیا یہ دعویٰ موجب تکفیر نہیں ہو سکتا؟

۱۲...... جب محمد ثانی کا دعویٰ تھا تو کرشن کے مدعی کیوں بنے؟ جیٹا کیوں ہوئے؟ جے سنگھ بہادر کیوں بنے؟ حجراسود، خدا، خدا کا بیٹا، خود خدا، بلکہ خدا کا باپ، مریم، ابن مریم، معجون مرکب، سنگ قادیان (قادیانی پتھر) اپنے آپ کو کیوں بنایا؟ کیا کبھی ہمارے نبیﷺ نے ان دعاوی میں سے کبھی ایک دعویٰ بھی کیا تھا؟ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں۔ کوئی صریح آیت یا حدیث دکھا دیجئے ہم مان لیں گے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ کیوں شیخی بھکاری کہ میں محمد ثانی ہوں۔ پس اگر یہ چقمہ دیا ہے تو اپنی ہستی خراب کر لی۔ نہیں دیا تو حضورﷺ سے بڑھ کر دعویٰ ہوا تو پھر تکفیر سے کیا ڈر؟

۱۳...... خلاصہ یہ ہے کہ اس اعلان نبوت کا ایک ایک لفظ ہمارے اسلام کے خلاف ہے اور جو امور آپ نے پیش کئے ہیں۔ ان میں کا ایک بھی تو انسان کو خارج از اسلام کر دینے کے لئے کافی ہے تو بھلا جب سارے اکٹھے ہو جائیں تو ایسے شخص کو کیوں ایسا نہ سمجھا جائے کہ اس نے نیا اسلام اور نئی نبوت پیش کی تھی اور جو کچھ بہائی مذہب نے کیا تھا وہی رنگ مرزائیت کو دیا تھا؟ اور کیوں ہم یوں نہ کہیں کہ جب بہائیوں کے نزدیک مرزائیت کفر ہے اور مرزائیت کے نزدیک بہائیت کفر ہے تو ہمارے نزدیک دونوں مذہب کیوں کفر نہ ہوں گے۔ بالخصوص جب کہ ہم کو دونوں مذہب مخالف نبوت بنا کر جہنمی اور کافر قرار دیتے ہیں۔

۲۴...... دشنامۂ قادیانی مسیح

مرزا قادیانی نے اپنا اتحاد حضورﷺ سے پیش کیا ہے۔ مگر ذیل کا دشنامہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جناب کو حضورﷺ سے دور کی بھی نسبت نہ تھی۔ کیونکہ حضورﷺ ''لم یکن فحاشاً'' فحش گو نہ تھے اور آنجناب کی کوئی تحریر بھی فحش گوئی سے خالی نہ تھی۔ چنانچہ کتاب البریہ میں جناب خود مان چکے ہیں کہ مجھے تقریباً چار سو گالیاں دی گئیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کم از کم زیادہ نہ سہی تو جناب نے بھی تو لوگوں کو چار سو گالیاں دی ہوں گی۔ جن کا خلاصہ بلا تکرار لفظی کتاب ''تحریک قادیان'' مصنفہ مدیر ''سیاست'' لاہور سید حبیب صاحب سے نقل کیا جاتا ہے۔ جو کہ ردیف وار ہے۔

الف...... اے بدذات فرقہ مولویاں تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کوبھی پلایا۔اندھیرے کے کیڑو۔ایمان وانصاف سے دور بھاگنے والا اندھے نیم دھریہ ابولہب، اسلام کے دشمن، اسلام کے عار، اے جنگل کے وحشی، اے نابکار، ایمانی روشنی سے مسلوب، احمق، مخالف، پلید، دجال، اسلام کے بدنام کرنے والے۔اے بدبخت مفتریو، اعمی، اشرار، اوّل الکفرین، اوباش، اے بدذات، خبیث دشمن اللہ ورسول، ان بیوقوفوں کو بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور صفائی سے ناک کٹ جائے گی۔

ب...... بے ایمان، اندھے مولوی، بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔بے حیائی سے بات بڑھانا، بددیانت، بے حیا انسان، بدذات، فتنہ انگیز، بدقسمت منکر، بدچلن، بخیل، بداندیش، بدباطن، بدبخت قوم، بدگفتار، بدعلماء، باطنی جذام، بخل کی سرشت والے، بیوقوف، جاہل، بیہودہ، علمائے بے بصر۔

پ...... پاگل بدذات، پلید طبع۔

ت...... تمام دنیا سے بدتر، تنگ ظرف، ترک حیاء، تقویٰ اور دیانت کے طریق کا بکلی چھوڑ دینا۔ترک تقویٰ کی شامت سے ذلت پہنچ گئی۔تکفیر ولعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کے لئے۔

ث...... ثعلب۔’’ثم اعلم ایها الشیخ الضال والدجال البطال‘‘

ج...... جھوٹ کی نجاست کھائی۔جھوٹ کا گوبر کھایا۔جاہل وحشی، جادہ صدق وصواب سے منحرف، جعلساز، جیتے ہی جی مرجانا۔

چ...... چوہڑے چمار۔

ح...... حمار، حمقاء، حق سے منحرف، حاسد، حق پوش۔

خ...... خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں۔خنزیر سے زیادہ پلید۔خطا کی ذلت انہی کے منہ میں۔خالی گدھے، خائن، خیانت پیشہ، خاسرین، خالیۃ من نورالرحمان، خام خیال، خفاش۔

د...... دل سے محروم دوکھادے۔دیانت وایمانداری سے خالی، دجال، دروغ گو، دشمن سچائی، دشمن حق، دشمن قرآن، دلی تاریکی۔

ذ...... ذلت کی موت، ذلت کے ساتھ پردہ داری، ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کوسوروں اور بندروں کی طرح کردیں گے۔ذلت سے غرق ہو جاؤ۔

ڈ...... ڈوموں کی طرح مسخرہ۔

ر...... رئیس الدجال۔ ریش سفید کو منافقانہ سیاہی کے ساتھ قبر میں لے جائیں گے۔روسیاہ،روباہ،بان رئیس المنافقین،رئیس المعتدین،راس الغاوین۔

ز...... زہرناک مارنے والے،زندیق،زورکم یغشوالی موحی الغرور۔

س...... سچائی چھوڑنے کی لعنت انہی پر برسی،سفلی ملاں،سیاہ دل منکر،سخت بے حیا،سیاہ دل فرقہ کس قدر شیطانی افتراؤں سے کام لے رہا ہے،سادہ لوح سانسی،سفہاء،سفلہ،سلطان المتکبرین،الذی اضاع نفسہ بالکبر والتوہین۔سگ بچگان۔

ش...... شرم وحیاء سے دور،شرارت خباثت وشیطانی کارروائی والے۔شریف از سفلہ نمے ترسد،بلکہ از سفلگی اومیترسد،شریر مکار،شیخی سے بھرا ہوا،شیخ نجدی۔

ض...... ضال،ضرر ہم اکثر من ابلیس لعین۔

ط...... طالع منحوس،طبتم نفاقا بالغاء الحق والدین۔

ظ...... ظلمانی حالت۔

ع...... علماء السوء، عداوت اسلام، عجب دیندار، عدو العقل، عقارب، عقب الکلب (کتے کی نسل) عدوہا۔

غ...... غول الاغوال،غدار سرشت،غالی،غافل۔

ف...... "فمت یا عبدالشیطان "فریبی فن عربی سے بے بہر،فرعونی رنگ۔

ق...... قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے۔قست قلوبہم،قد سبق الکل فی الکذب۔

ک...... کینہ ور،کمہارزادے،کوتاہ،نطفہ،کھوپری میں کیڑا،کیڑوں کی طرح خود ہی مرجائیں گے،کتے،کمینہ،کج دل قوم۔

گ...... گدھا،گندے اور پلید فتویٰ والے۔گندی کارروائی والے،گندی عادت،گندے اخلاق،گندہ دہانی،گندی روحوں۔

ل...... لاف وگزاف والے۔لعنت کی موت۔

م...... مولویت کو بدنام کرنے والو،مولویوں کا منہ کالا کرنے کے لئے منافق،مفتری،مورد غضب،مفسد،مرے ہوئے کیڑے،مخذول،مہجور،مجنون،مغرور،منکر،محجوب،مولوی مگس طنیت،مولوی کی بک بک،مردار خوار،مولویو!نجاست نہ کھاؤ۔

ن...... نااہل مولویو، ناک کٹ جائے گی، ناپاک طبع لوگوں نے، نابینا علماء، نمک حرام نفسانی، ناپاک نفس، نابکار قوم، نفرتی ناپاک شیوہ، نادان متعصب، نالائق، نفس امارہ کے قبضہ میں نااہل حریف، نجاست سے بھرے ہوئے نادانی میں ڈوبے ہوئے نجاست خواری کا شوق۔

و...... وحشی طبع، وحشیانہ عقائد والے۔

ہ...... ہالکین، ہندوزادہ۔

ی...... یک چشم مولوی، یہودیانہ تحریف، یہودی سیرت، یا ایہا الشیخ الضال والمفتری البطال، یہود کے علماء، یہودی صفت

مندرجہ ذیل نظم بھی جناب کی گندہ ذہنی کا ثبوت ہے۔

اک سگِ دیوانہ لودیانہ میں ہے — آج کل وہ خرشتر خانہ میں ہے
بدزباں بدگوہر وبدذات ہے — اس کی نظم ونثر واہیات ہے
آدمیت سے نہیں ہے اس کو مس — ہے نجاست خوار وہ مثل مگس
سخت بدتہذیب اور منہ زور ہے — منہ پہ آنکھیں ہیں مگر دل کور ہے
حق تعالیٰ کا وہ نافرمان ہے — آدمی کا ہے کوہے شیطان ہے
چیختا ہے بے ہدے مثل حمار — بھونکتا ہے مثل سگ وہ باربار
مغز لونڈوں نے لیا ہے اس کا کھا — بکتے بکتے ہوگیا ہے باؤلا
کچھ نہیں تحقیق پہ اس کی نظر — اس کا اک استاد ہے سو بد گہر
دوغلا استاد اس کا پیر ہے — اس کی صحبت کی یہ سب تاثیر ہے
جہل میں بوجہل کا سردار ہے — بولہب کے گھر کا برخوردار ہے
سخت دل نمرود یا شداد ہے — جانور ہے یا کہ آدم زاد ہے
ہے وہ نابینا ویاخفاش ہے — مسخرہ ہے منہ پھٹا اوباش ہے
وہ مقلد اور مقلد اس کا پیر — پھر حدث بنتے ہیں دونوں شریر
اس کو چڑھتا ہے بخاری سے بخار — پھیرتا ہے اس سے منہ اب نابکار
شورشیخی ان کی ہر رگ رگ میں ہے — جس طرح کہ زہر ماروسگ میں ہے
ہائے صد افسوس اس کے حال پر — لاکھ لعنت اس کے قیل وقال پر
آدمی ہے یا کہ ہے بندر ذلیل — مل گیا کفار سے وہ بے دلیل
وہ یہودی ہے نصاریٰ کا معین — پادری مردود کا ہے خوشہ چین

ذیل میں وہ فحش گوئی درج کی جاتی ہے جو مخالفوں کو پیش کی ہے۔ مثلاً: ''کل مسلم یقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا'' (آئینہ ص ۵۴۷، خزائن ج ۵ ص ۵۴۷)

جو مسلمان ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اسے ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں ہے۔ حرامزادہ کی یہی نشانی ہے کہ وہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔ (انوار الاسلام ص ۳۰)

''ان العدی صار واخنازیر الفلا۔ ونسائھم من دونھن الاکلب''
(نجم الہدیٰ ص ۱۰، خزائن ج ۱۴ ص ۵۳)

''اذیتنی خبثاً فلست بصادق ان لم امت بالخزی یا ابن بغاء''
(تمۂ حقیقت الوحی ص ۱۵، خزائن ج ۲۲ ص ۴۴۶)

''من ینکر فا فھو کافر'' (حقیقت الوحی ص ۱۶۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۷)

درثمین اردو میں ہے۔

بن کے رہنے والو تم ہرگز نہیں ہو آدمی
کوئی ہے روباہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار

ہم اس مبحث میں دور نہیں جانا چاہتے۔ کیونکہ آپ کے متعلق یہ مسلم الثبوت نظریہ ہے کہ آریوں، عیسائیوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کو اس تحقیرانہ اور نا قابل برداشت الفاظ سے مخاطب کیا ہے کہ جن کے سننے کی ادنیٰ غیرت بھی اجازت نہیں دیتی۔ آپ کی پہلی کتاب براہین سے لے کر آخری کتاب نزول مسیح تک مطالعہ کرنے والا تحقیرانہ پیرایہ کے فقرات اور مقدسانہ گالیاں نوٹ کرنے لگ جائے تو شاید کوئی مقام بھی ایسا دکھائی نہ دے گا کہ جس میں مخاطب کو دوشالہ میں لپیٹ کر جوتا سے تواضع نہ کی ہو اور اس دل آزار رویہ پر آپ کو پھر ناز بھی ہے کہ قرآنی آیات میں مخالفین کو اسی محقرانہ طرز پر خطاب کیا گیا ہے اور البشریٰ کے ایک مقام پر ایک الہامی شان نزول بھی لکھا ہوا ہے کہ جناب ابوطالب نے حضور ﷺ سے کہا تھا کہ تم گالیاں نہ دیا کرو تو آپ نے جواب دیا تھا کہ میں اپنا رویہ نہیں بدل سکتا۔ یہ روایت جس طریق پر بگاڑ کر اپنی تائید میں پیش کی ہے۔ اس کی ذمہ داری خود مرزا قادیانی پر ہی ہے۔ مگر تا ہم اتنا ضرور ماننا پڑتا ہے کہ آپ کو قول اللہ اور قول النبی ﷺ میں امتیاز نہ تھا یا عمداً دونوں کو ایک ہی سمجھ رکھا تھا۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ گو قول الٰہی میں تندی آمیز الفاظ موجود ہیں۔ مگر قول الرسول میں ایک لفظ بھی ایسا موجود نہیں کہ جو قابل اعتراض ہو۔ لیکن یہاں یہ حالت ہے کہ آپ کی وحی بھی گالیوں اور تحقیر آمیز الفاظ سے پر ہے اور

آپ کا ذاتی قول بھی حیا سوز فقرات سے موجب اعتراض بنا ہوا ہے۔ خلاصہ یوں ہے کہ حضورﷺ کا ذاتی کلام اشتعال آمیز بالکل نہیں تھا اور مرزا قادیانی کا کلام جابجا اشتعال آمیز اور نفریں آلود تھا۔ اس لئے یوں کہنا کمال گستاخی ہوگی کہ معاذ اللہ محمدؐ نے اپنے دوسرے روپ میں فحش گوئی بھی اختیار کر لی تھی۔ ورنہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مرزا قادیانی حضورﷺ کا بروز نہ تھے۔

ہم نے جو فہرست یا نظم پیش کی ہے اس کے متعلق اگر یہ اعتراض ہو کہ کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا تو جواب یوں ہوگا کہ جو تحریرات قادیانیہ ہم نے اس کتاب میں پیش کی ہیں۔ ان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مرزا قادیانی کس درجہ پر جانفرسا تھے۔ ابھی معترض کو ہمارا شکر گذار ہونا چاہئے کہ ہم نے تفصیلی طور پر فحش گوئی پر بحث نہیں کی۔ کیونکہ یہ ہمارا موضوع نہیں ہے۔ ورنہ اگر انجام آتھم اور براہین کے حواشی کی ہی فہرست پیش کی جائے یا قصیدہ اعجازیہ سے گالیوں کی فہرست مرتب کی جائے تو کم از کم ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہوگی۔ اس لئے اس مختصر فہرست اور نظم پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے اور یقین دلایا جاتا ہے کہ اگر یہ گالیاں اور پایہ نظم مرزا قادیانی کی پیدا کردہ نہ بھی ہوں تو ان کے طرز تحریر کا نمونہ ضرور ہیں۔ جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ فحش گوئی کے عیب سے ایک بزعم خود بڑی مقدس ہستی بے لوث ثابت نہیں ہوسکتی۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

۲۵...... مسیح قادیانی کے الہامات، کشف اور خوابیں

قرآن مجید میں مکالمہ الٰہیہ کے تین طریق مذکور ہیں۔ پس پردہ، بوساطت فرشتہ اور وحی۔ مگر مرزا قادیانی کا خدا سے مکالمہ بحوالہ براہین احمدیہ پانچ طرز پر تھا۔ ژالہ باری، غوطہ زنی، قلبی خیال، رویت تحریر یا فرشتہ بشکل انسان وغیرہ اور بیرونی آواز کی شنوائی، قرآن کی رو سے آپ نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ شیطانی وحی بدمعاشوں پر نازل ہوتی ہے اور وحی رحمانی نیک آدمیوں پر نازل ہوتی ہے۔ مگر مکالمہ الٰہیہ کو مطلب خیز شاہی اقتدار کے ساتھ نازل ہونے والا اور غیب پر بکلی اطلاع دینے والا لکھا ہے۔

وحی رحمانی اور شیطانی میں امتیاز

اور شیطانی مکالمہ کو قلیل المقدار غیر فصیح بدبودار صرف ایک فقرہ یا دو فقرہ پر مشتمل بتایا ہے۔ کیونکہ شیطان بخیل گنگا، گلا ہوا ہوتا ہے۔ اونچی آواز سے بول ہی نہیں سکتا۔ اس کا کلام رعب اور شوکت سے خالی ہوتا ہے۔ تو ملہم بھی سختی کے وقت اس کا الہام چھوڑ بیٹھتا ہے اور الہام الٰہی اکثر

معظمات امور میں ہوتا ہے۔ کبھی غیر زبان میں اور کبھی غیر مستعمل الفاظ میں ہوتا ہے۔ اس وحی سے نہ مجھے کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے اور نہ مجھے اس سے کچھ غرض ہے۔ ''اجرد نفسی من ضروب الخیال'' یہ خدا کا فعل ہے۔ میرا اس میں دخل نہیں ہے۔ میں نے براہین میں لکھا تھا کہ مسیح آسمان سے نازل ہوں گے۔ اگرچہ مجھے بتایا گیا کہ تو ہی مسیح ہے اور تیرے ہی آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی ہے۔ مگر میں نے اس وحی کو مشتبہ سمجھ کر تاویل کی اور عقیدہ نہ بدلا۔ مگر جب بارش کی طرح بار بار وحی نازل ہوئی کہ مسیح تم ہی ہو اور صد ہا نشان بھی مل گئے تو مجبوراً مجھے کہنا پڑا کہ آخری زمانہ کا مسیح میں ہی ہوں۔ پھر اس الہام کو قرآن کی رو سے پیش کیا تو معلوم ہوا کہ مسیح مر چکے ہیں۔ پھر قرآن وحدیث نے مجھے مجبور کیا کہ میں اپنے آپ کو مسیح موعود مانوں۔ میں پوشیدگی کے حجرہ میں تھا۔ اس نے مجھے جبراً نکالا اور عزت کے ساتھ شہرت دلانے کا وعدہ کیا۔ میرا یہ بھی عقیدہ تھا کہ میں کجا اور مسیح ابن مریم کجا۔ مگر جب مجھے نبی کا خطاب دیا گیا اور امتی بھی ٹھہرایا گیا تو ۲۳ برس کی وحی نے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ پہلی وحیوں پر ایمان ہے۔ مسیح سلسلہ موسوی کے آخری خلیفہ تھے اور سلسلہ محمدیؐ کا میں آخری خلیفہ ہوں۔ اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ میں اس سے کم رہوں۔ میں عالم الغیب نہیں۔ میں وحی کے تابع ہوں۔ اس وقت آسمان پر غیرت الٰہی جوش زن ہے۔ کیونکہ عیسائی حضورﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ سو خدا نے دکھا دیا کہ حضورﷺ کے ادنیٰ غلام، مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہیں، میری نبوت وہ نہیں جو پہلے زمانہ میں براہ راست ملتی تھی۔ بلکہ مصلحت الٰہیہ نے حضورﷺ کے افاضۂ روحانیہ کی تکمیل کے لئے مجھے نبوت تک پہنچا دیا ہے۔ اسی وجہ سے میرے الہام اور حدیث میں مجھے امتی بھی کہا گیا ہے اور نبی بھی۔ (حقیقت الوحی ص ۱۴۸، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲ تا ۱۵۴ ملخص)

قلیل المقدار الہامات

۱..... براہین احمدیہ کے لئے امداد مانگی تو الہام ہوا: ''بالفعل نہیں'' کچھ عرصہ بعد الہام ہوا: ''ھزی الیک بجذع النخل'' کھجور کا تنہ ہلاؤ تو تازہ پھل گرے گا۔ پھر آمدنی ہونے لگی۔ چنانچہ الہام ہوا: ''عبداللہ ڈیرہ اسماعیل خان'' تو ڈاکخانہ سے اس کا خط آ گیا۔

۲..... ایک مدقوق ہندو کے لئے دعاء کی تو الہام ہوا: ''قلنا یا نارکونی بردا'' تو اس کا بخار سرد ہو گیا۔

۳..... غلام علی قصوری کا شاگرد مولوی نور احمد قادیان آیا اور الہام کی تصدیق طلب کی تو علی الصباح مجھے ایک کاغذ دکھایا گیا جس پر دو فقرے لکھے تھے۔ ''آئی ایم کوائرلر۔ ہذا

شاہدنزاع'' شام کوامرتسر سے سمن آ گیا کہ رجب علی پادری مالک مطبع سفیر ہند کا کسی سے مقدمہ ہے تم گواہی کے لئے آ ؤ اور نزاع (تباہ کن) بنو۔ تو ثابت ہوا کہ پہلے فقرہ سے مراد رجب علی تھا اور دوسرے سے میں مراد تھا۔ اس سے پہلے دس دن روپیہ پاس نہ تھا۔ تو الہام ہوا کہ دس دن کے بعد موج دکھاتا ہوں۔''الا ان نصر الله قریب فی شائل مقیاس ۰ وین ویل یوگوٹو امرتسر ''(یعنی اونٹنی بچے جننے کے لئے کچھ دن تک دم اٹھاتی ہے۔ بس اتنی ہی دیری ہے روپیہ آجائے گا۔ مگر بتاؤ تم امرتسر کب جاؤ گے) تو گیارھویں روز راولپنڈی سے روپے بھی آ گئے اور امرتسر بھی شہادت کے لئے جانا پڑا۔

۴...... مخالفوں نے قرآن پر اعتراض کیے تو الہام ہوا: ''گاڈ از کنگ بائی ہز آرمی۔ ہی از ودہ یوٹو کل اینمی'' (خدا فوج لے کر آتا ہے وہ تیرے ہمراہ دشمن کو ہلاک کرنے کے لئے ہے) میری فتح ہوئی۔ خدا ان کو جلا دے گا۔ والله والله سدھا ہو یا اولاً۔ خوشیاں منائیں گے۔ بلائے ناگہانی، یا الله فتح مسیح کا مہمان، غلام احمد کی جے۔ ان کے لئے بہتر ہے، پوری ہوگئی، طوفان آیا، شرائی تلوار کی تیز دھار، احمد غزنوی، بلائے دمشق، سلطان عبدالقادر، تکلیف کی زندگی، پچیس دن، ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہیں رہے گا، روشن نشان، بادشاہ آیا، مبارک آسمانی بادشاہت، فوق حمید، خدا اس کو پنج بار ہلاکت سے بچائے گا۔ امین الملک جے سنگھ بہادر، پیٹ پھٹ گیا، دشمن اضطراب میں ہے۔ ایک دم میں دم رخصت ہوا۔ ربنا عاج، عالم کباب، شادی خان، کلمتہ الله خان، کلیسا کی طاقت کا نسخہ، دشمن کا بھی ایک وار نکلا، زلزلہ آیا، بشیر الدولہ، دردناک دکھ، دردناک واقعہ، میری بیوی یکا یک مرگئی، ایک کلام اور دو لڑکیاں، زندگی، ۲۵ رفروری کے بعد جانا ہوگا، ایک دانہ کس کس نے کھانا، سلام اخبار شائع ہوگیا۔ کرنسی نوٹ، تین بکرے ذبح کیے جائیں گے، کمبل میں لپیٹ کر صبح قبر میں رکھ دو، دن تھوڑے رہ گئے، سب پر اداسی چھا گئی، رہا گو سپندان عالیجناب، پیشاب کا دورہ تھا، تو صحت کا الہام ہوا، السلام علیکم، دو شہتیر ٹوٹ گئے، رد بلا بامراد، آتش فشاں، مصالح العرب، مسیر العرب، انا الله، اس پر آفت پڑی، ان لوگوں کی شرارت جن پر تو نے انعام کیا، میں ان کو سزا دوں گا، میں اس عورت کو سزا دوں گا۔ لنگر اٹھا دو، زمین تہ وبالا کردی، آہ نادر شاہ کہاں گیا۔ ہماری فتح نمایاں المبارک، اس کے آگے فرشتے پہرہ دے رہے ہیں۔ میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا۔ (یہ فقرہ کسی کی فریاد تھی) چوہدری رستم علی، روز نقصان، بر تو نیاید، غلام قادر صاحب آئے گھر نور و برکت سے بھر گیا، دخت کرام (شریفوں کی لڑکی) ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت، فضل الرحمان نے دروازہ کھول دیا۔ تم سب جانے والے

ہو۔ خدا کے نزدیک اس کی موت کا واقعہ بڑا بھاری ہے۔ بلا زال یا حادث یا آثار صحت، سلیم حامداً مستبشراً، مجموعہ فتوحات، اس میں خیر و برکت ہے، تم (مردوں) میں سے کوئی نہیں مرے گا۔ ینادی منادمن السماء (ایک پکارنے والے نے آسمان سے پکارا) اگلی عبارت یاد نہیں رہی، نتیجہ خلاف مراد نکلا، افسوس صد افسوس، راہگرائے عالم جاودانی شد، محموم، رستن الخمر (بخار والا، ناخواندہ مہمان کی خبر) سلطان القلم، فیئر مین (معقول آدمی) خاکسار، پیپر منٹ، مضر صحت، کمترین کا بیڑہ غرق، ۲۵دن۔

اس قسم کے الہام وکشوف اور بھی ہوں گے۔ جن میں ملہم نے اپنی طرف سے کچھ بیان نہیں کیا کہ یہ کس کے متعلق ہیں۔ یا ان کا کیا مطلب ہے۔ مجذوب کی بڑ یا گونگے کے اشاروں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوئے۔ مگر مریدوں نے اس سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ کوئی واقعہ درپیش آجاتا ہے تو فوراً اس پر چسپاں کر لیتے ہیں اور کئی دفعہ چسپاں کرنے میں غلطی بھی کر جاتے ہیں اور کبھی ان میں اختلاف بھی پڑ جاتا ہے۔ بہرحال ان کے اس طرز عمل سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نبی کو جو باتیں معلوم نہ ہو سکیں ان کو معلوم ہوگئی ہیں۔

بے معنی الہام

۱...... ''غثم غثم غثم ۰ لہ دفع الیہ من مالہ دفعۃ'' (دیا گیا اس کو مال اس کا اچانک)

۲...... (الف) ۲۸۔۲۷۔۱۴۔۲۔۲۷۔۲۔۲۶۔ (ب) ۲۔۲۸۔۱۔۲۳۔۱۵۔ ۱۱۔ (ج) ۱۔۲۔۲۷۔۱۴۔۱۰۔۱۔۲۸۔۲۷۔۴۷۔۱۶۔۱۱۔۳۴۔۱۴۔۱۱۔ (د) ۷۔۱۔۵۔۳۴۔ ۲۳۔۳۴۔۱۱۔۱۴۔۷۔۲۳۔۱۴۔۱۔۱۔ (ہ) ۱۴۔۸۔۲۸۔۷۔۳۴۔۱۔۷۔۳۴۔۱۱۔۱۶۔۱۔۱۴۔ ۷۔۲۔۱۔۷۔۵۔۱۴۔۱۔ (و) ۱۴۔۲۔۲۸۔۱۔۷۔

۳...... معلوم ہوتا ہے کہ پہلا الہام دوران سر کے وقت ہوا تھا۔ کیونکہ اس وقت بے معنی الفاظ مدہوشی کی حالت میں منہ سے نکلتے ہیں۔ چنانچہ ایک صوفی نے بھی شدت دوران سر کے وقت کہا تھا۔

من غبڑ غچم کریا ریلل یلواہ یدغ یا یوصلنا

اور دوسرا الہام مستحصلہ یا علم جفر کے کسی تعویذ کو حل کرتا ہے۔ کیونکہ بقول شخصے جناب نے ایام ملازمت سیالکوٹ میں ایک سید مبارک شاہ صاحب سے علم جفر، رمل اور نجوم، تینوں حاصل کئے تھے۔ اس لئے ممکن ہے کہ کسی مخالف کے متعلق کوئی سیفی تیار کی ہوگی۔ یا حب وعداوت

کی رفتار معلوم کی ہوگی۔ ایک مرید نے ان اعداد سے واقعات مشہورہ کی طرف اشارات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر مدعی سست گواہ چست اس کو اپنے نبی کے بیان کی تصدیق حاصل نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ ناکام رہا ہے۔ کچھ مریدوں نے ایسے الہاموں کو قرآن شریف کے مقطعات کی طرح متشابہات قرار دیا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک جب مسیح قادیانی محمد ثانی ہیں تو ان کی وحی بھی وحی ثانی ہوگی اور اس میں مقطعات بھی ہوں گے۔ مگر انہوں نے یہ جرأت نہیں دکھائی کہ اس قرآن ثانی کو نماز میں بھی پڑھتے اور بہائیوں کی طرح ان الہامات کی تلاوت بھی کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ضمیر ایسے الہامات قبول کرنے سے ان کو روکتی ہے۔ کیونکہ ان کے اپنے اصول کے مطابق یہ ایسے الہام ہیں کہ جن کو شیطانی الہام کہا جاسکتا ہے۔ یا کم از کم وہ ایسے الہامات سے مشابہت ضرور رکھتے ہیں۔

الہامات شرکیہ

''انی مع الرحمن اتیك بغتة ۔ انی مع الرسول ۔ ومن یطومه الوم ۔ افطر واصوم ۔ انت معی وانا معك ۔ انی بایعتك ۔ بایعنی ربی ۔ یعظمك الملئکة ۔ اصلی واصوم ۔ اسهر وانام ۔ واجعل لك انوار القدوم ۔ واعطیتك ما یدوم ''میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا۔ جاگتا ہوں اور سوتا ہوں۔ تیرے لئے اپنے آنے کے نور عطاء کروں گا۔ تجھے وہ چیز دوں گا جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہے۔''انی مع الاسباب اتیك بغتة انی مع الرسول اجیب ۔ اخطی واصیب ۔ انی مع الرسول محیط'' میں اسباب کے ساتھ اچانک تیرے پاس آؤں گا۔ خطا کروں گا۔ بھلائی کروں گا۔ میں اپنے رسول کے ساتھ محیط ہوں۔''انی مع الرسول اقوم ولن ابرح الارض الیٰ الوقت المغلوم ''ایک مقرر وقت تک اس زمین سے علیحدہ نہیں ہوں گا۔''ساکرمك بعد توهینك '' تیری توہین کے بعد تیرا اکرام ظاہر کروں گا۔''سانحرمك اکراماً عجباً ''عنقریب تیرا بہت عجیب طرح سے اکرام کروں گا۔''یسئلونك عن شانك وقل الله ''تیری شان کی نسبت پوچھتے ہیں۔ انہیں کہہ دے کہ اللہ خوب جانتا ہے۔''سلام علیکم طبتم ۔ انت منی بمنزلة لا یعلمها الخلق ۔ انت منی بمنزلة عرشی ''سلام ہو تم پر۔ تیری منزلت میرے نزدیک ایسی ہے جسے لوگ نہیں جانتے۔ تو مجھ سے بمنزلہ عرش کے ہے۔''انی مع الروح معك ومع اهلك ''میں روح کے ساتھ تیرے اور تیرے ساتھ ہوں۔''لا تقوموا ولا تقعد واولا معه ۔ لا تردوا مورداً الا معی ''نہ کھڑے ہو اور نہ بیٹھو۔ مگر اس کے ساتھ نہ کسی کو

ہٹاؤ۔مگر ساتھ اس کے’’انی مع الرسول اقوم وروم ما یروم‘‘میں رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور بہتان باندھنے والے پر بہتان باندھوں گا۔’’یا شمس یا قمر انت منی وانا منك‘‘اے سورج چاند تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔’’انت منی بمنزلة بروزی‘‘تو مجھ سے ایسا ہے کہ میں ہی ظاہر ہو گیا۔یعنی تیرا ظہور میرا ظہور ہو گیا۔’’انك انت الا علیٰ‘‘بے شک تو ہی عالی مرتبہ ہے۔’’نثنی علیك‘‘ہم تیری ثناء کرتے ہیں۔’’ظهورك ظهوری‘‘تیرا ظہور میرا ظہور ہے۔’’والله لو لا الاکرام لهلك المقام‘‘واللہ اگر تمہارا اکرام ہم کو منظور نہ ہوتا تو یہ مقام ہلاک ہو جاتا۔’’اکرام تسمع به الموتیٰ‘‘تیرا ایسا کا اکرام کروں گا کہ اس کے ذریعہ تو مردوں کو سنائے گا۔’’انی مع الله فی کل حال‘‘میں ہر حال میں اللہ کے ساتھ ہوں۔’’سنکرمك اکراماً عجباً‘‘ہم تیرا نہایت ہی اکرام کریں گے یا عجیب طور پر ہم بزرگی دیں گے۔’’اروم ما یروم‘‘اس بات کا قصد کروں گا۔جس کا وہ قصد کرے۔’’احمد اوزارك‘‘میں تیرے بوجھ اٹھاؤں گا۔’’یا مسیح الله عدوانا‘‘اے اللہ کے مسیح ہماری شفاعت کر۔’’کذب علیکم الخبیث الخنزیر عنایة الله حافظك انی معك ۰ اسمع ولدی ۰ الیس الله بکافٍ عبد ۰ فبراه الله بما قالوا وکان عند الله وجیهاً‘‘تم پر خبیث نے جھوٹ باندھا۔تم پر خنزیر نے جھوٹ باندھا۔اللہ کی عنایت تیری محافظ ہے۔اے میرے بیٹے سن۔کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں۔اللہ نے اس بات سے اسے بری کیا جو انہوں نے کہی تھی۔وہ اللہ کے نزدیک وجیہہ تھا۔’’بشریٰ لك یا احمدی ۰ انت مرادی ومعی غرست کرامتك بیدی ۰ وقس علیه‘‘

ان الہامات میں خدا رحمان کے ساتھ آتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔صوم وصلوٰۃ کا پابند اور عید فطر کی سویاں کھاتا ہوا نظر آتا ہے۔مگر رحمان کون ہے۔قرآن شریف میں’’لا تاخذه سنة ولا نوم‘‘کیوں کہا؟اور یہاں جاگتا سوتا کیوں دکھائی دیا۔پھر وہ غلطی بھی کرتا ہے اور بھول بھی جاتا ہے۔حالانکہ پہلے قرآن میں’’لا ینسیٰ‘‘کہا ہے کہ وہ نہیں بھولتا اور یہ بھی کہا کہ:’’لم یکن له کفواً احد‘‘لیکن اب کہتا ہے کہ تو میری اولاد اور میرا بچہ ہے۔کیا’’لم یلد‘‘کا لفظ یوں ہی کہہ دیا تھا؟’’الحمد لله‘‘کہہ کر بتایا کہ تمام تعریف خدا کا حق ہے اور یہاں پر مسیح کی تعریف وثنا کرنے لگ گیا۔پھر ایسا خادم بنا کہ اس کے بوجھ اٹھاتا ہے۔اس کی عزت وآبرو کے لئے تعظیم بجا لاتا ہے۔کبھی اس کو عرش بنا کر اس پر بیٹھ جاتا ہے۔ہمیں کہتا ہے کہ:’’لیس کمثله شئی‘‘اور قادیانی کو اپنا بروز اور مظہر اتم بناتا اور کبھی خود قادیانی مسیح کا مظہر اتم بن جاتا ہے۔اگر کتاب البریہ

کے الہامات اور کشوف محویت اور الوصیۃ کی وحی بھی ساتھ ملائیں تو خدا اور مسیح ایسے نظر آتے ہیں کہ کبھی مسیح خدا کا اوتار بن جاتا ہے اور کبھی خدا مسیح کا اوتار بن کر ظاہر ہوتا ہے۔ اگر یہ الہامات وحی الٰہی قرآن ثانی ہیں تو قرآن اوّل کی تعلیم سے اس میں اختلاف کیوں ہوا؟ وہاں تو خدا چھوٹی چھوٹی بات پر شرک کا خوف دلاتا ہے اور یہاں ایسا شیر وشکر ہوا کہ عابد ومعبود میں محویت ہوگئی۔ پھر اس پر ہی بس نہیں۔ آپ مسیح میں محو ہوگیا۔ پھر مسیح محمد اوّل میں محو ہوتا ہے۔ کبھی مسیح ناصری اور باقی انبیاء میں۔ کبھی کرشن میں، کبھی جے سنگھ بہادر اور جسیئہ میں یا کبھی سکندر ذوالقرنین اور حجر اسود اور سنگ قادیانی میں تو نتیجہ یہ نکلا کہ یہ تمام ہستیاں ایک ہی ہیں۔ چنے کی طرح کبھی دال کا روپ لیتی ہیں۔ کبھی روٹی کا کبھی مٹھائی وغیرہ تو پھر مسیح ایرانی بہاء اللہ پر کیا افسوس ہوا کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور سب انبیاء کو حقیقت واحد کا مظاہر ٹھہرایا تھا۔ مگر پھر بھی وہ اچھا رہا کہ اینٹ پتھر اور جمادات کو تو اس امر میں شامل نہیں کیا تھا اور یہاں دیکھو کہ: ''ھو ۔ ھو الکل '' ہمہ اوست کا نقشہ جمایا جاتا ہے۔ کبھی خدا کی صفات خاصہ توحید وتفرید میں اشتراک ہے۔ کبھی صفت خلق پر قبضہ ہے اور کبھی عاشق کبھی معشوق اور کبھی مخدوم کبھی عاجز کبھی خادم۔ غرضیکہ عجب بھول بھلیاں میں مریدوں کو ڈال دیا ہے۔ وہ بہتیرا ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور وحی ثانی کو وحی اوّل کے ساتھ موافق کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ مگر ان کی کچھ پیش نہیں جاتی۔

رہ رہ کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ: ''انت منی '' کا یہ معنی ہے کہ تو میرا تابعدار ہے تو پھر ''انا منك '' سے خدا تابعدار کیوں نہ ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ: ''سلمان منا '' مگر اس پر قیاس نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ بنی نوع انسان کچھ نہ کچھ متحد فی الصفات ہوسکتے ہیں۔ لیکن عابد ومعبود نے آج تک نہ کسی سے اتحاد ذاتی کیا ہے۔ نہ صفاتی۔ قادیانی اتحاد کن صفات میں ہے۔ اس کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ یہ تشابہات سے ہے۔ ''اسمع ولدی '' میں مسیح کو ابن اللہ ہونے کا دعویٰ ہے۔ کچھ مرید گھبراتے ہیں کہ ہائے یہ کیا ہوگیا۔ ہم تو انجیل کو غلط بتاتے تھے۔ وہی بلا یہاں آپڑی کہ انسان خدا کا بیٹا بن گیا۔ مگر جو انسان خدا کا روپ ہوا سے بیٹا بننے سے کیا ڈر ہے۔ پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ یہ الہام اصل میں ''اسمع واری '' تھا۔ (کہ میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں) کاتب کی ستیاناس اس نے ''ولدی '' لکھ دیا تھا یا شامت اعمال کو سنگساز نے یہ گوہ کھایا تھا۔ تعجب ہے کہ بیس سال بعد آج یہ سوجھی اور خوب سوجھی۔ لیکن یہ تو بتائیں کہ اس فقرہ کو ترجمہ بھی کسی اور نے کیا تھا؟ جس میں صاف لکھا ہے کہ: ''سن اے میرے بیٹے'' کاتب نے یہ ترجمہ کیا تھا تو وہ ضرور بہائی مذہب کا پیرو ہوگا۔ سنگساز نے بگاڑ کر یہ حرکت

کی تھی تو وہ بابی ہوگا۔ تاکہ مسیح ایرانی وقادیانی کی تعلیم ایک طرح کی نظر آئے۔ بھلا یہ عذر کون مان سکتا ہے۔ سیدھا یوں کیوں نہیں کہہ دیتے کہ قرآن کی رو سے یہ ایک الہام نہیں۔ ایسے سارے الہام ہی غلط ہیں اور جس قوم کو حیات مسیح کا اعتقاد رکھنے سے شرک کا ڈر لگتا ہے۔ اس ملہم نے اس کو شرکیہ بھنور میں ڈال دیا ہے کہ ہر قسم کے شرک کو مدار نجات ٹھہرادیا ہے۔ بھلا اب کوئی اسلامی توحید کا نام تو لے۔ بیشک قادیانی توحید وتفرید اور قادیانی عابد ومعبود اسلامی نکتہ نگاہ سے الگ ہیں اور واقعی یہ لوگ تاویل در تاویل کرتے کرتے درجہ الحاد تک پہنچ چکے ہیں۔ چنانچہ ایک نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ: ''فاذکروا اللہ کذکرکم آباء کم'' قرآن شریف میں بھی ایسی شرکیہ تعلیم موجود ہے کہ اللہ کو اس طرح یاد کرو۔ جیسے کہ تم اپنے باپوں کو یاد کیا کرتے ہو اور خدا کو پکارو تو ابا، ابا باپ باپ یا جد بزرگوار کہہ کر پکارو۔ وائے برحال قادیان! تو کس منہ سے کہتی ہے کہ میں نے توحید پھیلائی۔ کیا تو نے یہودی اور عیسائی تعلیم کو اسلامی تعلیم سے ملا کر سب کو مشرکانہ لباس نہیں پہنایا۔ اینچ پینچ سے تو بت پرست بھی مشرک نہیں ٹھہرتے۔ تو پھر اس تحریف سے اسلام کو کیا فائدہ ہوا اور تم کو یہ کہنے کی کیسے جرأت ہوئی کہ مسیح ایرانی اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ بار بار یوں بھی کہا جاتا ہے کہ صوفیائے کرام کو بھی ایسے ویسے الہام ہوئے ہیں۔ مگر یوں نہیں سوچتے کہ اہل حق نے ان سے کیا برتاؤ کیا تھا۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ جب تک وہ ایسے الہامات سے دست بردار نہیں ہوئے۔ تکفیری فتاویٰ کی دستبرد سے نہیں بچ سکے۔ اگر یہ سچ ہے تو آپ کو کون چین لینے دے گا۔ خصوصاً جب کہ یہاں محدث بن کر تمام انبیاء کو بھی پچھاڑ دیا ہوا ہے۔ کون ہے کہ تغلب واستیلاء ہذا سے چیخ نہ اٹھے۔

البشریٰ

مسیح قادیانی کی انجیل کا نام کتاب البشریٰ ہے۔ جو حکیم نورالدین صاحب کے عہد میں تالیف کی گئی تھی۔ اس کی دو جلدیں ہیں۔ (انجیل اوّل، انجیل ثانی) اور ہر ایک جلد کے اخیر ایک ایک تشریحی ضمیمہ درج ہے۔ جس میں آیات الہامیہ کی تشریح اور شان نزول بیان کیا گیا ہے۔ مگر یہ انجیل ہمارے قرآن سے بڑھ کر چند زائد صفات رکھتی ہے۔

اوّل...... وہ عربی، فارسی، اردو، پنجابی، انگریزی اور جنات کی زبانوں میں اترتی ہے۔

دوم...... کچھ آیات ایسے ہیں کہ ان میں عربی، فارسی اور انگریزی تینوں زبانیں درج ہیں اور کچھ ایسے ہیں کہ صرف انگریزی ہیں۔ یا عربی یا اردو یا پنجابی۔ ہم نے ہر قسم کے الہام الگ الگ لکھ دیئے ہیں۔

سوم...... اس میں اشعار بھی درج ہیں اور اشعار بھی کوئی ایک زبان پر منحصر نہیں۔ کچھ اردو ہیں کچھ فارسی اور کچھ پنجابی۔

چہارم...... قرآن مجید کے آیات کو مختلف مقامات سے انتخاب کر کے ایک مسلسل واقعہ کی صورت میں پیش کیا ہے اور یہ پرواہ نہیں کی کہ نزول اوّل میں یہ آیات پس و پیش تھیں یا ان کا ماقبل و مابعد کسی دوسرے طریق پر شروع ہوتا تھا۔ کیونکہ خدا خود مختار ہے اور وہ قدرت رکھتا ہے کہ ایک ہی وحی کو نزول ثانی میں کچھ تبدیلی کے ساتھ نازل کرے۔

پنجم...... چونکہ مرزا قادیانی ہر ایک نبی کا بروز تھے۔ اس لئے ان کی تاریخی آیات نزول ثانی میں ایک پیشین گوئی کے رنگ میں اتری ہے۔ مگر ہیں وہ غیر متعین۔ اس لئے جب کوئی بھی واقعہ درپیش ہوتا ہے تو فوراً اس پر چسپاں کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ششم...... الہام کشفی کے آیات یہ منظر پیش کرتی ہیں کہ ملہم کے سامنے آئندہ کے واقعات پیش نظر ہیں۔ جن کے اظہار کی اس کو اجازت نہیں۔ مگر ان واقعات کے متعلق چیدہ فقرات یا آوازیں جو سنائی دی ہیں وہ بیساختہ ملہم کی زبان سے جاری ہوگئی ہیں۔

ہفتم...... نزول ثانی میں بعض دفعہ الہام کا کچھ حصہ یاد سے نکل بھی جاتا تھا۔ اس لئے یہ وحی قابل اعتبار نہیں اور نہ ہی مکمل ہے۔

ہشتم...... اس وحی کی عربی عبارت اسلامی قران کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ فارسی عبارت بھی کچھ ایسی ویسی ہے۔ کتاب الایقان کا ایک فارسی فقرہ مقابلہ پر رکھا جائے تو فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ نبوت بہائیہ میں نبوت قادیانیہ سے زیادہ طاقت تھی۔ پنجابی عبارتیں گو صحیح ہیں۔ گو پنجابی کے مشہور شاعر وارث شاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اردو کا تو خدا ہی حافظ ہے۔ پنجابی نما گلابی اردو ہے۔ زمیندار کا ایک پرچہ سامنے رکھ کر پڑھا جائے تو سارا بہروپ کھل جائے۔ باقی رہے انگریزی الہام سو اس کے متعلق یہ رائے ہے کہ اگر مرزا قادیانی دو کتابوں کے علاوہ دو چار اور بھی انگریزی کی کتابیں پڑھ لیتے تو آپ کو ایسے لیکچروں میں مکمل الہام ہوتے کہ ایک ایک کو کتابی صورت میں شائع کیا جاتا۔ مگر افسوس کہ ملہم کو پرائمری سے زیادہ لیاقت نہ تھی۔ اس لئے یہ سلسلہ کچھ مکمل نہ ہوسکا۔

نہم...... اس قرآن میں زیادہ تعلیات کا ذکر ہے جو توہین انبیاء تک پہنچ چکی ہیں۔

دہم...... قرآن اگرچہ قرآن اہل اسلام کے مساوی سمجھا جاتا ہے۔ مگر نماز میں اس کا دہرانا ابھی تک رائج نہیں ہوا۔ ممکن ہے کہ کسی وقت اس کے چیدہ چیدہ فقرات نماز میں دہرائے

جانے لگیں۔مگر ہمارے خیال میں یہ اس وقت ہوگا کہ جب قادیان کو مکہ معظمہ بنا کر وہاں کی مسجد حرام مسجود المرزائیہ قرار دی جائے گی۔

یازدہم...... البشریٰ بمعنی انجیل سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ ملہم مسیح ہے اور تابعدار بنی اسرائیل اور یہودی اور جس طرح یہودیوں میں ایک جماعت ایسی ہے جو مسیح کو نبی نہیں مانتی۔ بلکہ صرف ولی اللہ مانتی ہے۔ اسی طرح قادیانی یہودیوں میں بھی پیغامی جماعت اپنے مسیح کو صرف محدث اور ولی اللہ مانتی ہے اور حقیقی نبی نہیں مانتی۔

دوازدہم...... یوزآسف کو مسیح ناصری تصور کرلیا گیا ہے۔ جس پر بشوریٰ کتاب نازل ہوئی تھی۔ اس لئے جب ملہم مسیح کے ضمن میں یوزآسف بنا تو ضروری تھا کہ اس پر بشوریٰ یا بشریٰ بھی نازل ہوتی۔

سیزدہم...... الہامات میں نصف اوّل سے بشریٰ کی پہلی جلد مراد لی گئی ہے اور نصف ثانی سے دوسری۔ نصف اوّل کے الہامات پر صفحات کے نمبر درج ہیں اور نصف ثانی کے اوپر خود الہامات کے نمبر لکھے گئے ہیں اور الہامات مہملہ والہامات قلیل المقدار بھی صفحات کے نمبر ہیں اور ان کے نیچے ایک یا دو کا ہندسہ لکھ کر جلد اوّل و دوم کا اشارہ کردیا ہے۔

چہاردہم...... البشریٰ پیغامی یہودیوں کے نزدیک قابل ترمیم ثابت ہوچکی ہے۔ اس لئے انہوں نے اسے مکاشفات کے عنوان سے شائع کرنا شروع کردیا ہے۔

الہام مرکب......نصف اوّل

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنارہ بلند تر محکم افتاد، پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار۔ خدا تیرے سب کام درست کردے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے دے گا۔ رب الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔ (اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ جناب الٰہی کے عنایات کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور اس کی پاک رحمتیں اس طرف متوجہ ہیں) ''دی ڈیز شل کم وین گاڈ ہیلپ یوگلوری بی ٹو دس لارڈ گاڈ میکر اوف ارتھا اینڈ ہیون'' وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کرے گا۔ خدائے ذوالجلال آفریندہ زمین وآسمان میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔

''الفتنة ههنا فاصبر كما صبر اولوا العزم ۰ یاداؤد عامل بالناس رفقا واحسانا واذاحييتم بتحية فحيوا باحسن منها واما بنعمة ربك فحدث ۰ يو

مسٹ ڈووٹ آئی ٹولڈ یو۔ اشکر نعمتی رایت خدیجتی انك الیوم لذوحظ عظیم۔ انت محدث اللہ فیك مادة فاروقیة۔ فارتدا علی اثارهما ووهب له الجنة'' اتنے میں طاقت بالا اس کو کھینچ کر لے گئی۔

نصف ثانی

سچا ارادت مند''اصلها ثابت وفرعها فی السماء فرزندد لبند گرامی ارجمند مظهر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء''غلام احمد قادیانی، مسیح تجدید فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے مطابق تو آیا ہے۔''وکان وعد اللہ مفعولا انت معی وانت علی الحق المبین انت مصتیب ومعین للحق (۱۸۹۷ء) ماهذا الا تحدید الحکام قد ابتلی المؤمنون لیعلمن اللہ المجاهدین منکم ولیعلمن الکاذبین (اے فی البیعة)''

صادق آں باشد کہ ایام بلا
میگذار د با محبت باوفا
گر قضا را عاشقے گردد اسیر
بوسداں زنجیر را کز آشنا

''ان الذی فرض علیك القرآن لرادك الی معاد...... انی مع الافواج اتیك بغتة تاتیك فصرتی...... انی انا الرحمان ذوالمجد والعلیٰ ''مخالفوں میں پھوٹ۔ ایک متناقس کی ذلت اور ملامت خلق پھر اخیر حکم ابراء وفیہ شئی (اے فی البریۃ) بلجت آیاتی۔ لوائے فتح۔ انما امرنا...... فیکون۔ یہ الہام مقدمہ اقدام قتل کے متعلق ہے۔ جو کتاب البریہ میں مذکور ہیں۔ (۱۸۹۸ء) میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کردوں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔''ان الذین یصدون عن سبیل اللہ سینالهم غضب من ربهم ضرب اللہ اشد من ضرب الناس انما امرنا اذا اردنا شیئا ان نقول له کن فیکون۔ اتعجب لا مری انی مع العشاق۔ انی انا الرحمان ذوالمجدو العلی ویعض الظالم علی یدیه ویطرح بین یدی۔ جزاء سیة بمثلها وترهقهم ذلة۔ مالهم من اللہ من عاصم۔ فاصبر حتیٰ یاتی اللہ بامره ان اللہ مع الذین اتقوا والذین هم محسنون ''یہ الہام محمد بخش، زٹلی اور بٹالوی کے متعلق ہے۔ ان کو کہا گیا تھا کہ تیرہ ماہ (۱۵ر دسمبر ۱۸۹۸ء لغایت ۱۵ر جنوری ۱۹۰۰ء) کے اندر ان کو ذلت ہوگی۔ چنانچہ بٹالوی نے ایک خفیہ رسالہ

دربارہ ان کا مہدی خونی لکھ کر گورنمنٹ کو دیا۔ جو مجھے مل گیا اور اسی انکار پر مجھے کافر کہلا چکا تھا۔ اب میں نے بھی استفتاء کے ذریعہ سے اس کی تکفیر کرائی اور وہ ذلیل ہوا اور دوسرے بھی ذلیل ہوئے۔ایک عزت کا خطاب ایک عزت کا خطاب ''لك خطاب العزة '' ایک بڑا نشان، اس کا ساتھ ہوگا۔ (۱۹۰۰ء) آپ کے ساتھ انگریزوں کا نرمی کے ساتھ ہاتھ تھا۔ اسی طرف خدائے تعالیٰ تھا جو آپ تھے۔ آسمان پر دیکھنے والوں کو ایک رائی برابر غم نہیں ہوتا یہ طریق اچھا نہیں اس سے روک دیا جائے۔ مسلمانوں کے لیڈر سیالکوٹی عبدالکریم کو''خذوا الرفق فان الرفق راس الخیرات'' خدا تیرے سب کام درست کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ رب الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔ اگر مسیح ناصری کی طرف دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس جگہ اس سے برکات کم نہیں۔

پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار
وروشن شد نشا نہائے من

بڑا مبارک وہ دن ہوگا۔

برمقام فلک شدہ یا رب
گرامیدے دہم مدار عجب

بعد ۱۱، انشاء اللہ تعالیٰ، لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ ان کو اطلاع دی جائے۔لطیف مٹی کے ہیں۔ وسوسہ نہیں رہے گا۔ مگر مٹی رہے گی۔ سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا۔ سب مولوی ننگے ہو جائیں گے۔''انا اللہ ذوالمنن انی مع الرسول اقوم'' (شعر کا مطلب یہ ہے کہ میری رفعت ہوگی۔ باقی الہام سمجھ میں نہیں آیا) جس کا تھا اس کے پاس آ گیا۔''لنفخنا فیهم من صدقنا'' یہ بات آسمان پر قرار پا چکی ہے۔ تبدیل ہونے والی نہیں۔''تعهد وتمكن فى السماء ۰ الم تركيف فعل ربك باصحاب الفيل ۰ تضليل نزول درقاديان انى انا الرحمان حل غضبه على الارض'' تقدیر مبرم ہے اور ہلاکت مقدر۔''يسبح له من فى السموات والارض من ذالذى يشفع عنده الا باذنه انك انت المجاز'' یعنی نواب محمد علی خان کا لڑکا عبدالرحیم خان دو ہفتہ تک بخار سے بیمار رہا۔ میں نے تہجد میں دعاء کی تو یہ الہام ہوا۔ تو میرے منہ سے یہ نکلا کہ اگر دعاء کا موقعہ نہیں تو میں شفاعت کرتا ہوں۔ تو الہام ہوا کہ تمہیں اجازت ہے۔ اب ہر ایک اعتراض کرتا ہے کہ مردہ زندہ ہوگیا۔ ہماری فتح ہمارا غلبہ۔''ظفر من الله وفتح مبين ۰ ظفر وفتح من الله

رسول اللہ ﷺ ”پناہ گزین ہوئے قلعہ ہند میں۔“ واللہ مخرج ما تکتمون ۔ بلاء وانوار ”بستر عیش، خوش باش کہ عاقبت نکو خواہد بود۔“ کلکم ذاھب ”ضرور کامیابی۔“ اکمل اللہ کل مقصدی ۔ کل امری کمل ۔ انی مع الرسول اقوم واقصدہ واروم ۔ انت معی وانا معك ۔ ازیحك ولا اجیبك “(۱۹۰۴ء) اے بسا خانہ دشمن کہ تو ویراں کر دی۔“ اجرت من النار ”جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے۔ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔“ فسحقھم تسحیقا “(یہ مخالفان اسلام کے متعلق ہے)” انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق انت منی بمنزلۃ عرشی ”فضل الرحمان نے دروازہ کھول دیا۔

امن ست در مکان محبت سرائے ما، طاعون تو گئی مگر بخار رہ گیا۔

وخت کرام“ انت معی وانا معك ۔ انی معك یا امام رفیع القدر رب اجزہ جزاء اوفی ”شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہوگا۔“ انہ فعال لما یرید ۔ انی معك ومع اھلك، ومثلك درلا یضاع انا فتحنا لك فتحا مبینا“

معنے دیگر نہ پسندیم ما

”سنلقی فی قلوبھم الرعب ”خدا تیرا دوست ہے۔ اسی کی صلاح ومشورہ پر چل۔“ عفت الدیار محلھا ومقامھا ۔ انی حافظ کل من فی الدار ۔ انی اعطیتك کل النعیم ”میں تمہیں بھی ایک معجزہ دکھاؤں گا۔“ النالك الحدید انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ۔ انا انزلناہ للمسیح الموعود ”مبارک سو مبارک۔ آسمانی تائیدیں ہمارے ساتھ ہیں۔“ اجرك قائم وذکرك دائم ۔ الفارق وما ادراك ما الفارق ”روز نقصان بر تو نیاید۔ غلام قادر آئے گھر نور وبرکت سے بھر گیا۔“ رد اللہ الــیّ “(۱۹۰۵ء) تازہ نشان۔ تازہ نشان کا دھکا۔“ زلزلۃ الساعۃ ۔ قوا انفسکم ۔ ان اللہ مع الابرار ۔ دنا منك الفضل ۔ جاء الحق وزھق الباطل ”میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا۔ (ایک روح کی آواز ہے) بخور آنچہ ترا بخور انم۔“ لك درجۃ فی السماء وفی الذین ھم یبصرون ۔ نزلت لك ۔ نری ایات ونھدم ما یعمرون ۔ قل عندی شھادۃ من اللہ فھل انتم مؤمنون ۔ کففت وعن بنی اسرائیل ان فرعون...... خاطئین ”فتح نمایاں ہماری فتح۔“ صدقت الرؤیا ۔ انی مع الافواج ”میاں محمود کو خواب آیا کہ مجھے افواج کا الہام ہوا ہے تو میں نے تصدیق کی۔“ المبارك برکۃ زائدہ علی ھذا الرجل ”اس کے آگے فرشتے پہرہ دے رہے ہیں۔“ ما رمیت ”اشتہارات مراد ہیں۔ آہ نادر شاہ کہاں گیا۔ پھر بہار آئی خدا

کی بات پھر پوری ہوئی۔ ''یستنبئونك احق هو '' زمین تہ وبالا کردی۔ ''انی مع الافواج ''لشکر اٹھادو۔ ''شر الذین انعمت علیهم ''میں ان کو سزادوں گا۔ میں اس عورت کو سزادوں گا۔ (معلوم نہیں وہ عورت کون ہے) ''اردالیها روحها وریحانها ۔ انی رددت الیها روحها وریحانها '' گھر درد سراور کھانسی کی شکایت تھی۔ تو یہ الہام ہوا۔ ''صلوٰة العرش الی الفرش ان معی ربی سیهدین '' (گھر تکلیف تھی تو شفاء ہوگی) تپ ٹوٹ گیا اور صحت ہوئی۔ الحمدللہ! ''لعنة الله علی الکاذبین '' اس پر بڑی آفت پڑی، روحانی عالم کا دروازہ تیرے پر کھل گیا۔ ''فبصرك الیوم حدید '' آتش فشاں مصالح العرب مسیر العرب۔ بامرادوریلا۔ ''اما بنعمة ربك فحدث ۔ انی مع الرسول '' آب زندگی۔ ''قل میعاد ربك '' خدا کی طرف سے سب پر اداسی چھا گئی۔ ''انی معك یا ابن رسول الله '' سب مسلمانوں کو جوروئے زمین پر ہیں جمع کرو۔ ''علی دین واحدٍ قل میعاد ربك '' بہت دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔ اس دن سب پر اداسی چھا جائے گی۔ ''قرب اجلك المقدر ولا نبقی لك من المخزیات ذکرا '' (۱۹۰۶ء) ''قل الله ثم ذر کل شئ ان الله مع الذین هم یتقون '' دہلی گئے ہیں اور خیریت سے واپس آئے ہیں۔ ''الحمدلله الذی اوصلی صحیحا کتب الله لا غلبن ۔ سلام قولا '' ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ (یعنی قبل ازموت مکی فتح نصیب ہوگی اور مدنی غلبہ اسلام حاصل ہوگا)

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

''اماما ینفع الناس فیمکث فی الارض '' عورت کی چال۔ ''ایلی ایلی لما سبقتنی ۔ بریت کففت عن بنی اسرائیل '' شاید کوئی چھپا رستم تکلیف دے گا۔ زلزلہ آنے کو ہے۔ ہمارے لئے عید کا دن۔ ''رب لا ترنی زلزلة الساعة رب لا ترنی موت احد منهم '' جس سے تو پیار کرتا ہے میں اسے پیار کروں گا اور جس سے تو ناراض ہے میں اس سے ناراض ہوں گا۔ (آفت مراد ہے) ''اینما تولوا فثم وجه الله '' (یعنی میری محبت خدا کی محبت ہے) خدا نے تیری ساری باتیں پوری کردیں۔ (یعنی کرے گا) ''اما نرینك '' بشرط عدم توبہ ان کو سزا ملے گی۔ ''قل ان صلاتی ونسکی ۔ رب ارنی اية من السماء ۔ اکرام مع الانعام انا اعطینك الکوثر ۔ ان احد من المشرکین '' مردوں کو جتنے چاہو لے جاؤ۔ مگر عورتیں نہ جاویں۔ ''سواء علیهم ء انذرتهم ۔ انت سلمان منی یا ذاالبرکات '' (یہ حضور علیہ السلام کا قول ہے) چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشاں کی پنج بار۔

مقام او مبیں از راہ تحقیر
بدور انش رسولاں ناز کردند

خدا نکلنے کو ہے۔ (اور نکل کر زلزلہ لائے گا)" انت منی بمنزلة بروزی "یعنی تیرا ظہور میرا ظہور ہو گیا۔" وعد الله ان وعد الله لا یبدل "رفیقوں کو کہہ دیں کہ عجیب در عجیب کام دکھلانے کا وقت آ گیا ہے۔" قال ربك انه نازل من السماء ما يرضيك "زلزلہ آیا زلزلہ آیا۔" انا ارسلنك شاهد اعليكم كما ارسلنا الىٰ فرعون رسولا ۰ رب لا تصنع عمری وعمرها واحفظنی من کل افة انه نازل من السماء ما يغنيك ۰ اريك ما يرضيك عندی حسنة هی خير من جبل الم تعلم ان الله علی کل شئی قدير "آسمان سے دودھ اترا ہے۔ محفوظ رکھو۔" انا ارسلنا اليكم رسولا ...... الىٰ فرعون رسولا "تیری خوش زندگی کا سامان ہو گیا ہے۔" الله خير من کل شئی "دشمن کا بھی ایک وار نکلا۔" وتلك الايام نداولها بين الناس "یہ میری کتاب ہے۔ اس کو کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ مگر وہی جو خاص میرے خدمت گار ہیں۔" الله يعلينا ولا نعلى "پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن۔ (ثلج سے مراد اطمینان قلب ہے کہ متردد ین بہت نشان دیکھ کر تسلی پائیں گے یا بہت برف پڑے گی۔ جیسا کہ ۱۹۰۶ء میں ہوا۔ یا بہت مصائب اور آفات نازل ہوں گی)" هل اتاك حديث الزلزلة بل ياتيهم بغتة "دو چار ماہ" اريحك ولا اجيحك واخرج منك قوما "جیسا کہ میں نے ابراہیم کو قوم بنایا۔

آفتوں اور مصیبتوں کے دن ہیں۔ (ایک دوست کے متعلق ہے) خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ پر تو نے وقت کو نہ پہچانا نہ دیکھا نہ جانا۔ برہمن اتار سے مقابلہ کرنا اچھا نہیں۔" رب فرق بينی وبين صادق وكاذب انت تری کل مصلح وصادق ۰ ما ارسل نبی الاخزی به الله قوما لا يؤمنون، يلقی الروح علی من يشاء من عباده "خدا کی فیلنگ اور خدا کی مہر نے کتنا بڑا کام کیا۔ بشیر الدولہ، عالم کباب، شادی خان، کلمتہ اللہ خان (یعنی منظور محمد کے گھر محمدی بیگم سے بیٹا پیدا ہوگا۔ جن کے یہ نام ہیں۔ مگر وہ مرگئی اور کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا)" رب ارنی انوارك الكلية انی انرتك واخترتك وانه نزل من السماء ما يرضيك "دو نشان ظاہر ہوں گے۔ اللہ اس کو سلامت رکھنا نہیں چاہتا۔ (معلوم نہیں وہ کون ہے)" انا اخذناه بعذب اليم "خدا تمہیں

سلامت رکھے۔''ینصرك رجال نوحی الیهم من السماء یاتون (یاتیك) من کل فج عمیق سلام علیکم طبتم ولا تصعر لخلق الله ولا تسأم من الناس ۰ لمن الملك الیوم ۰ لله الواحد القهار ''(یہ الہام ایک زلزلہ دیکھ کر ہوا) مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور ان کی تعظیم ملوک اور ذوی الجبروت کرتے ہیں اور ان پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا اور سلامتی کے شہزدے کہلاتے ہیں۔ رشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ ''انا اخذناك بعذاب الیم ''پر تو نے وقت کو نہ پہچانا۔ نہ دیکھا نہ جانا۔ دیکھ میں آسمان سے تیرے لئے پانی برساؤں گا اور زمین سے نکالوں گا۔ پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے۔ صحن میں ندیاں چلیں گی اور سخت زلزلے آئیں گے۔'' ویل لکل همزة المزة ساکرمك اکراما عجبا والقی به الرعب العظیم یاتون من کل فج عمیق ۰ واذا بطشتم بطشتم جبارین ۰ نصرت بالرعب وقالو الات حین مناص ''صبر کر خدا تیرے دشمن کو ہلاک کرے گا۔ لوگ آئے اور دعوئی کر بیٹھے۔ شیر خدا نے ان کو پکڑا اور شیر خدا نے فتح پائی۔ امین الملک جے سنگھ بہادر'' رب لا تبق لی من المخزیات ذکرا '' پیٹ پھٹ گیا۔ (معلوم نہیں کہ کس کا پیٹ پھٹ گیا) دشمن نہایت اضطراب میں ہے۔''لدبلونکم ''فوق حمید کاذب کا خدا دشمن ہے وہ اس کو جہنم میں پہنچائے گا۔

آسمانی بادشاہت''لا تخف ان الله معنا ''(معلوم نہیں کہ کسے تسلی دی گئی) ''ما ننسخ من آیة او ننسها...... قدیر ۰ لاتخف ان الله معنا ''اے سیف اپنا رخ پھیر لے۔ (ایک نواب کے متعلق ہے جو مغلوب ہوگا)'' مبارك ما اقمت موقفا اغیظ من هذا ان ابطش ربك لشدید ان الله من علیکم واعطاك ما اعطاك ان الذین لا یلتفتون الیك لا یلتفتون الیٰ الله ''اولیاء اللہ سے مخالفت رکھنا اس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ ''یکرمك الله اکراما عجبا الیس الله بکاف عبده '' مبارکباد پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار۔ خدا تیرے سب کام درست کردے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ امن است درمکان محبت سرائے ما، آسمان سے بہت دودھ اترا ہے۔ محفوظ رکھو۔ بہت سے سلام تیرے پر ہوں درکلام تو چیزے ست کہ شعرا را درو دخلے نیست۔ اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔ وہ کام جو تم نے کیا وہ خدا کی مرضی کے موافق نہیں ہوگا۔ (۱۹۰۷ء)''ساکرمك اکراما عجبا وکان الله علیٰ کل شئی مقتدرا ''اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں۔''معمر الله ''روشن نشان

ہماری فتح ہوئی۔ خدا نے تیرے پر رحم کیا ہے۔" رحمك الله انك انت الاعلی "امید بہاری ہر ایک مکان سے خیر دعاء ہے۔" ان الله مع الابرار وانت من الابرار "تمام دنیا میں سے ایک" العید الاخر تنال منه فتحا عظیما "زندگی با آرام ہو جانا پہلی زندگی ہے۔ ایک اور خوشخبری" نثنی علیك الخیر والبركة "" آسمان ٹوٹ پڑا۔ سارا کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہونے والا ہے۔" اولئك قوم لا یشقی جلیسهم من ذالذی هو اسعد منك "ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔" ویل لكل همزة لمزة انی مع الرسول "پسپا شدہ ہجوم، افسوس ناک خبر آئی ہے۔ (میری موت مراد ہے) بہتر ہوگا کہ اور شادی کرلیں۔ (یہ کسی کی طرف اشارہ ہے) سخت زلزلہ آیا۔ آج بارش بھی ہوگی۔ خوش آمدی نیک آمدی۔" انما یرید الله ان یذهب...... تطهیرا "ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کرلو۔" یا ایها الناس اعبدوا...... خلقكم، اتقوا ربكم الله خلقكم "اے میرے اہل بیت خدا تمہیں شر سے محفوظ رکھے۔" انت منی وانا منك "(یعنی تو مجھ سے ظاہر ہوا اور میں تجھ سے اس زمانہ میں ظاہر ہونے والا ہوں)" انت الذی طار الیٰ روحه ربنا افتح بیننا وبینم اعجبتم ان تموتوا "ان کی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں۔ پچیس دن (تک)" من الناس والعامة "لاہور میں ایک بے شرم ہے۔

" ویل لك ولا هلك انی نعیت انی انا الله لا اله الا انا ان الله مع الصادقین "ایک امتحان ہے۔ بعض اس میں پکڑے جائیں گے اور بعض چھوڑے جائیں گے۔" انما یرید الله لیذهب...... تطهیرا اعجنبی موتكم "یورپ اور دوسرے عیسائی ملکوں میں ایک قسم کی طاعون پھیلے گی جو بہت ہی سخت ہوگی۔ ریاست کابل میں قریب پچاس ہزار کے آدمی مریں گے۔" واستوت علی الجودی "قدرت کے دروازے کھلے ہیں۔ نیکی یہی ہے کہ خدا کے احکام کو پورا کرنا تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں۔" انی امرتك واثرتك "جو دعائیں آج قبول ہوئیں ان میں قوت اسلام اور شوکت اسلام بھی ہے۔ تیرے لئے ایک خزانہ مخفی تھا۔" كل لك ولا مرك "یا اللہ اب شہر کی بلائیں بھی ٹال دے۔ ایک موسیٰ ہے میں اس کو ظاہر کروں گا اور لوگوں کے سامنے اس کو عزت دوں گا۔" اجر الاثیم واریه الجحیم، یلجت ایاتی قل الله ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون "میں نے خدا کی مرضی کے لئے اپنی مرضی چھوڑ دی۔ اس سے تو تم پر حسن چڑھا ہے۔" اردت زمان الزلزلة "لاکھوں انسانوں کو تہ وبالا کردوں گا۔" انی مع الرسول اقوم "میرا دشمن ہلاک ہوگیا۔ میرے دشمن ہلاک ہوگئے۔ ہن

اسادالیکھا خدا تال جاپیاے۔"ان اللہ مع الابرار "کوئی درباری میرے حلقہ اطاعت سے گذرنے نہ پاوے۔کوئی درباری اس جرم پر سزا سے محفوظ نہیں رہے گا۔سلطان عبدالقادر"احل له الطیبات قل ما فعلت الا ما امرنی به اللہ کل مقابر الارض لا تقابل هذه الارض "اے ازلی ابدی خدا مجھے زندگی کا شربت پلا۔"احق اللہ امری ولا تنفکا من هذه المرحلة "دولت اسلام بذریعہ الہام بہشتی کمرہ میں نزول ہوگا۔"هل تری جزاء الاحسان الا الاحسان لو لا الاکرام لهلك المقام لو لا خیر الانام هلك المقام" (آغاز الہام یاد نہیں رہا۔)لائف آف پین، یا اللہ رحم"انی مع اللہ فی کل حال اخترطنا سیفه "خدا کے سات نکوکار بندے ہر جگہ بیٹھے ہیں۔"حم تلك ایات الکتاب المبین "راز کھل گیا۔"الذین اعتدوا منکم فی السبت "(باقی فقرہ بھول گیا)"مت ایها الخوان تمت کلمة اللہ ان اللہ مع الذین اتقوا الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا۰ رحم اللہ ۰ فضلناك علی ماسواك ۰ واللہ انی غالب وسیظهر شوکتی وکل هالك الامن قعد فی سفینتی اعزاز "(لفظ یاد نہیں مگر مفہوم یہ ہے کہ)اس کو پکڑ لو۔اسے چھوڑ دو۔ایک اور قیامت برپا ہوئی۔بلائے دمشق"سرك سری "ایک اور بلا برپا ہوئی۔فتح ہے تمہاری تمہارے نام کی۔"انا شانئك هو الابتر حدظباۃ انت منی بمنزلة موسیٰ احمد غزنوی سلام قولا"

خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کا ہوگا۔پس پھوٹ کا ثمرہ ہے۔"انی مع الافواج...... انی مع اللہ الکریم "طوفان آیا وہی طوفان شر آئی۔"ساریکم ایاتی فلا تستعجلون "یہ دو گھر بھی مر گئے۔"اصلح بینی وبین اخوتی خروا علی الاذقان سجدا ربنا اغفرلنا انا کنا خاطئین ۰ تااللہ لقد اثرك...... لا تثریب...... الراحمین...... سلام قولا من رب رحیم "پوری ہوگئی۔"فلیدع الزبانیه "اے بساخانہ کہ تو ویراں کردی۔"ان شکرتم لا زیدنکم ۰ اما نرینك "زبردست نشانوں کے ساتھ ترقی ہوگی۔"انا انزلنا فی رقیمة من موسی ۰ انی مهین من اراد اهانتك سنسمه علی الخرطوم رب انی مغلوب فانتصر ساریکم ایاتی فلا تستعجلوہ "بدی کا بدلہ بدی ہے۔اس کو پلیگ ہوگئی۔اس کا نتیجہ طاعون ہے۔جو ملک میں پھیلے گی۔"ویل یومئذ للمکذبین "کئی نشان ظاہر ہوں گے۔کئی بھاری دشمنوں کے گھر ویران ہوجائیں گے۔وہ دنیا کو چھوڑ جائیں گے۔ان شہروں کو دیکھ کر رونا آئے گا۔وہ قیامت کے دن

ہوں گے۔ زبردست نشانوں کے ساتھ ترقی ہوگی۔ ایک ہولناک نشان میری رحمت تجھ کو لگ جائے گی۔ اللہ رحم کرے گا۔" واللہ خیر حافظا..... الراحمین اعیبناک " حالیا مصلحت وقت دراں مے بینم " رب اخرجنی من النار، الحمدللہ الذی اخرجنی من النار انی مع الرسول..... یلوم واعطیك..... لن ابرح الارض الی الوقت المعلوم " غلام احمد کی جے۔" انی مع الرسول ۰ یروم رب ارنی حقائق الشیاء " الیسوی ایشن۔ ہیضہ کی آمدن ہونے والی ہے۔" انی مهین..... معین رب اجعلنی غالبا علی غیری " میری فتح " انی مع الافواج " غیرت بخش سزائیں دی گئیں۔" انی من الناظرین انی انزلت معك الجنة ۰ توکلوا علیه ان کنتم مؤمنین بسلام منا " تو ہر ایک بلا سے بچایا جائے گا۔ خدا خوش ہو گیا۔" یاعبدی انی معك ۰ انت منی بمنزلة رحی السلام ۰ انرتك واخترتك ان اللہ معی فی کل حال " ہر حال میں تمہارے ساتھ میں ہوں۔ تیری منشاء کے مطابق " کل یوم هو فی شان احببت ان اعرف انی انا الرحمان ذوالعزوالسطان انت منی بمنزلة عرشی انت منی بمنزلة هارون الم ترکیف فعل ربك باصحب الفیل ..... ابابیل لائف اوف پین ..... رب ارحمنی ان فضل ورحمتك ینجی من العذاب تعلقت بالاهداب "

خیر اور نصرت اور فتح انشاء اللہ تعالیٰ " ما منا الاوله مقام معلوم ینصرك رجال نوحی الیهم وما کنا معذبین..... رسولا ضیف مسیح ۰ اریك ما اریك ومن عجائب ما یرضیك " آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔" ردالیها روحها وریحا نهلوا ما ترین احدا منهم انا مبشرك بغلام حلیم ینزل منزلة المبرك " (مبارک احمد جیسا ہوگا) ساقیا آمدن عید مبارک بادا است۔" ان اللہ مع الذین انقوا ۰ ساهب لك غلاما زکیا ۰ هب لی ذریه طیبة انا نبشرك بغلام اسمه یحیی ۰ الم تر..... الفیل اخذهم اللہ وحده لا شریك معه قل جاء الحق وزهق البطل، موت قریب ان اللہ یحمل کل حمل من خدمك خدم الناس کلهم ومن اذاك اذی الناس جمیعا " آمدن عید مبارک بادست۔ عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو۔ دیکھ میں ایک نہایت چھپی ہوئی بات پیش کرتا ہوں۔ (آگے بتانے کی اجازت نہیں) بلائے ناگہانی بجزی (یعنی تو ان کی چیخیں سنے گا)" یا اللہ فتح انی معك ۰ اهلك احمل اوزارك " میں تیرے ساتھ اور تیرے پیاروں کے ساتھ ہوں۔" انی معك یا مسرور وزمع واقع وهلك هالك وضعنا

الـنـاس تحت اقدامك وضعنا عنك...... اجيبت دعوتك...... سنريهم اياتنا...... انفسهم...... اجيبت دعوتكما ان الله علي كل شئی قدير...... يا ابراهيم انی انا ربك الا علیٰ اخترت لك ما اخترتك ''بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید، ۲۷ کو ایک واقعہ، اللہ خیر وابقی خوشیاں منائیں گے۔'' بـعـد سـنة واحـدة صلوتك خير وابقى ان صلوتك سكـن لهم دخـلـتـم الـجـنة ومـا علمتم بالجنة وما علمتم ما الجنة ذلك اليوم الاخر'' ''آج ہماری بخت بیداری'' ''ان شانئك هو الابتر'' ''خدا نے اسے لیا۔'' ''والله والله سـدهـا هو يا اولا وقت رسيد'' ''(ایک تائب کے متعلق ہے)(۱۹۰۸ء)وبدبہ خسرویم شد بلند۔ زلزلہ در گور نظامی فگند۔'' ''انـی مـعك فـی الـدنيـا والآخـرة ان الله مع الذين اتقوا...... به اينما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتيلا ۰ لا تقتلوا زينب'' ''آسمان ایک مٹھی بھر رہ گیا۔'' ''امثـال الرحمة اوّل الذكر اخر الذكر حم تلك ايات الكتاب المبين۔ لا تـذروه جارية'' ''معدے کے خلل سے بھی ورم ہو جاتی ہے۔'' ''احسن الله امـرك احسن الله امری'' ''يـاتين من كل فج عميق امید سے بڑھ کر۔ رعایا میں سے ایک شخص کی موت۔ ''فتح حم تلك آيات الكتاب المبين'' ''بیمار بہت ہی چیخیں مارتا ہے۔ ماتم کدہ!

''انی احافظ كل من فی الدار من هذه المرض الذی هو سارے''

امید سے بڑھ کر فائدہ ہوا۔ دوبارہ زندگی۔ منسوخ شدہ زندگی'' ''انی براء من ذلك'' (کسی کا قول ہے)'' ''كتب الله عـلـی نـفسه الرحمة ، حق علينا نصر المؤمنين ، اتانی الرحمة فی اوّل الذكر واخر الذكر'' ''رحمت اور فضل کا مقام شکر کا مقام۔

تنقید برالہامات مرکبہ

ان الہامات میں ملہم نے بتایا ہے کہ:

۱...... میں آہستہ آہستہ ترقی کروں گا۔ مخالفین تنگ کریں گے۔ مگر آخر میں ان پر غالب آجاؤں گا۔

۲...... چونکہ میری تبلیغ مختلف ممالک میں پہنچے گی۔ اس لئے مختلف زبانوں کے فقرے ایک ہی الہام میں درج ہوئے ہیں۔ مگر یہ نہیں سوچا کہ اپنے آقا سے بڑھ کر میں کیوں قدم مار رہا ہوں۔ شاید محمد ثانی بن کر یہ درجہ پایا ہوگا۔

۳...... آئندہ کے واقعات کا منظر سامنے دکھایا گیا ہے۔ جن کی طرف یہ بے ربط فقرات اشارہ کر رہے ہیں۔ میرے مرید بعد میں خود یہ بجھارتیں بوجھ لیں گے۔ بہر حال ملہم

کو علم ما کان وعلم ما یکون کا دعویٰ ہے اور نرا دعویٰ ہی نہیں بلکہ فوقیت کا بھی خیال ہے۔
کیونکہ احادیث نبویہ کے اخبار الفتن کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

عربی الہام.....نصف اوّل

''یا احمد بارك الله فیك ما رمیت اذرمیت لکن الله رمی۔ الرحمان علم القرآن۔ لتنذر قوما ما انذر اباؤهم لتستبین سبیل المجرمین قبل انی امرت وانا اوّل المؤمنین۔ قل جاء الحق وزهق الباطل۔ ان الباطل کان زهوقا کل برکة من محمد ﷺ فتبارك من علم وتعلم۔ قل ان افتریته فعلی اجرامی هوالذی ارسل رسوله بالهدی ودین الهق لیظهره علی الدین کله۔ لا مبدل لکلمات الله ظلموا وان الله علی نصرهم لقدیر۔ انا کفیناك المستهزئین یقولون انی لك هذا ان هذا الاقول لبشر واعانه قوم اخرون افتاتون السحر وانتم تبصرون۔ هیهات هیهات لما توعدون۔ من هذا الذی هو مهین ولا یکاد یبین اوجاهل مجنون۔ قل هاتوا برهانکم ان کنتم صادقین۔ هذا من رحمة ربك۔ یتم نعمة علیك لیکون آیة للمؤمنین۔ انت علی بینة من ربك فبشر۔ ما انت بنعمة ربك بمجنون قل ان کنتم تحبون الله هل انبئکم علی من تنزل الشیاطین قل عندی شهادة من الله فهل انتم مؤمنون۔ ان معی ربی سیهدین۔ رب ارنی کیف تحی الموتیٰ رب اغفروارحم من السماء رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین۔ رب اصلح انت امة محمد۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ قل اعملوا علی مکانتکم۔ لا تقولن لشئی انی فاعل غدا۔ وتخفونك من دونه۔ انك باعیننا سمیتك المتوکل۔ یحمدك الله من عرشه۔ نحمدك ونصلی یریدون ان یطفئوا نور الله۔ اذا جاء نصر الله وفتح امرالزمان الینا۔ الیس هذا بالحق هذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلها ربی قالوا ان هذا الا اختلاف قل الله ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون۔ من اظلم ممن افتری علی الله کذبا ولن ترضی عنك الیهود ولاالنصاری وخرقواله وبنات قل هو الله احد ویمکرون ویمکرالله والله خیر الماکرین۔ الفتنة ههنا فاصبر کما صبر اولواالعزم قل رب ادخلنی مدخل صدق وامانرینك بعض الذی نعدهم اونتوفینك۔ ماکان الله لیعذبهم وانت فیهم کن معی انی معك اینما

کنت۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس وافتخار المؤمنین ولا تیئس من روح اللہ الا ان روح اللہ قریب الا ان نصراللہ قریب۔ یاتیک من کل فج عمیق۔ یاتون من کل فج عمیق ینعمرک اللہ من عندہ۔ ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء لا مبدل لکلمات اللہ انا فتحنا لک فتحا مبینا فتح الولی فتح وقربناہ نجیا اشجع الناس لوکان الایمان بالثریا لنالہ وقربناہ نجیا اشجع الناس لوکان الایمان معلقا بالثریا لنالہ۔ انار اللہ برھانہ۔ یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفیتک انک باعیننا۔ رفع اللہ ذکرک ویتم نعمۃ علیک فی الدنیا والاخرۃ ووجدک ضالا فھدی ونظرنا الیک وقلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم خزائن رحمۃ ربک یا ایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر۔ یا احمدیتم اسمک ولا یتم اسمی کن فی الدنیا کانک غریبا۔ اوکعا برسبیل وکن من الصالحین الصدیقین وامر بالمعروف وانہ عن المنکر وصل علی محمدؐ وال محمد۔ الصلوۃ ھو المربی۔ انی رافعک الیّ والقیت علیک محبۃ منی فاکتب ولیطبع ولیرسل فی الارض خذوا التوحید یا ابناء فارس وبشر الذین آمنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم واتل علیھم ما اوحی الیک من ربک ولا تصعر لخلق اللہ ولا تسام من الناس واصحاب الصفۃ ما اصحاب الصفۃ تری اعینھم تفیض من الدمع۔ یصلون علیک۔ ربنا اننا سمعنا منا دیاینا دی للایمان وداعیا الیّ وسراجا منیراً۔ بورکت یا احمد وکان مبارک اللہ فیک حقافیک۔ شانک عجیب واجرک قریب۔ انی راض منک انی رافعک الیٰ الارض والسماء معک کما ھو معی (یہ تعریف درحقیقت حضور ﷺ کی ہے اور ہر جگہ یوں ہی سمجھو) انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی فحان ان تعان وتعرف بین الناس ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا۔ سبحان اللہ تبارک وتعالیٰ زاد مجدک ینقطع اباؤک ویبدأ منک (شرف اور مجد کی ابتداء مراد ہے) وقالوا لات حین مناص ما کان اللہ لیترکک حتی یمیز الخبیث من الطیب وامرہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون اذا جاء نصر اللہ وفتح وتمت کلمۃ ربک ھذا الذی کنتم بہ تستعجلون اردت ان استخلف فخلقت

أدم انــي جــاعل فــی الارض (یہ اختصاری کلمہ ہے۔ آدم سے مراد روحانی پیدائش کا باپ ہے) دنــی فتدلی...... ادنیٰ (بقاباللہ مراد ہے اور تخلق باخلاق اللہ) مــحی الدین ویقیم الشریعة یــا أدم اسکن وزوجك الجنة یا مریم اسکن انت وزوجك الجنة یا احــمــد اسکن انت وزوجك الجنة نفخت فیك من لدنی روح الصدق. نصرت وقــالــوا لات حیــن مــنــاص ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل الله رد علیهم رجل من فــارس شــکر الله سعیه کتاب الولی (براہین احمدیہ) ذوالــفقار علی۔ یکــادزیته یضیئی ولولم تمسسه نار ام یقولون نحن جمیع منتصر۔ سیهزمه الــجــمع ویــولــون الــدبــروان یــروالایــاه یــعــرضــوا ویــقــولوا سحر مستمر واستیــقــنتها انفسهم وقالوا لات حین مناص فبما رحمة من الله لنت لهم ولو ان قــرانــا سیرت بــه الــجبال۔ انا انزلناه قریبا من القادیان وبالحق انزلناه وبــالحق نزل صدق الله وصدق رسوله وکان امر الله مفعولا۔ هوالذی ارسل رسوله...... (روحانی طور پر یہ آیت میری خبر دیتی ہے۔ کیونکہ اس وقت طبائع مائل بہدایت ہیں اور تبلیغ کے وسائل کمال تک پہنچ گئے ہیں۔ اب میرے ہی ذریعہ سے اسلام کا غلبہ تمام ادیان پر ہوگا) صل علی محمد وال محمد سید ولد أدم وخاتم النبیین هذا رجل یحب رسول الله انك علی صراط مستقیم فاصدع بما تؤمروا عرض عن الجاهلین وقــالــوا لــولا انــزل علی رجل من القرتیین عظیم وقالوا انی لك هذا۔ ان هذا الــمکرمکرتموه فی المدینة۔ ینظرون الیك وهم لا یبصرون۔ تاالله لقد ارسلنا الیٰ امــم مــن قبــلــك فــزیــن لهــم الشیــطــان قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یــحببــکم الله واعلموا ان الله یحی الارض بعد موتها۔ من کان لله کان الله له قــل ان افتــریتــه فــعــلــی اجرام شدید۔ انك الیوم لدینا مکین امین وان علیك رحــمتی فی الدنیا والدین وانك من المنصورین۔ یحمدك الله ویمشی الیك الا ان نــصــر الله قــریب۔ سبحان الذی اسری بعبده لیلا (گمراہی کی رات مراد ہے۔ جس کی مسجد اقصیٰ معرفت الٰہی ہے) خــلــق أدم فــاکــرمــه جــری الله فی حلل الانبیاء وکــنــتــم عــلــی شــفــا حفرة من النار فانقذکم منها عسی ربکم ان یرحم علیکم وان عــدتــم عــدنــا وجــعــلنا جهنم لکفرین حصیرا (یہاں نزول مسیح کی طرف اشارہ ہے۔ پر اس کے بعد مسیح علیہ السلام کمال جلالت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہیں صاف

کردیں گے اور یہ زمانہ اس کے لئے بطور ارہاص کے واقع ہوا ہے) توبوا واصلحوا والیٰ الله توجهوا وعلیٰ الله وکلوا وستعینوا بالصبر والصلوٰة بشریٰ لك یا احمدی انت مرادی ومعی غرست کرامتك بیدی قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم ویحفض فروجهم ذلك انکی لهم۔ واذا سئلك عبادی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذدعان وما ارسلناك الا رحمة للعلیمن۔ لم یکن الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین وکان کیدهم عظیما واذا قیل لهم لا تفسدوا فی الارض...... المفسدون قل اعوذ برب الفلق...... وقب انی ناصرك انی حافظك انی جاعلك للناس اماما۔ اکان للناس عجبا قل الله عجیب قل هوالله عجیب یجتبی من عباده من یشاء لا یسأل عما یفعل وهم یسئلون وتلك الایام نداولها بین الناس (عنایات الٰہیہ نوبت بنوبت افراد امت محمدیہ پر وارد ہوتے ہیں) تلطف بالناس وترهم علیهم انت فیهم بمنزلة موسیٰ واصبر علی ما یقولون (موسیٰ علیہ السلام بڑے حلیم تھے) واذا قیل لهم امنوا کما امن الناس...... لا یعلمون ویحبون ان تدهنون قل یا ایها الکفرون لا اعبد ما تعبدون قیل ارجعوا الیٰ الله فلا ترجعوان وقیل استحوذوا فلا تستحوذون (ای لا تغلبون علی النفس) ام تسئلهم من خرج فهم من مغرم مثقلون۔ بل اتینا هم بالحق فهم للحق کارهون سبحانه وتعالیٰ عما یصفون احسب الناس ان یحمد وابمالم یفعلوا ولا یخفی علی الله خافیة ولا یصلح شئی قبل اصلاحه ومن رد من مطبعه فلا مردله (خدا کا مطبع مراد ہے) لعلك باخع ان لا یکونوا مؤمنین لا تقف ما لیس به علم لا تخاطبنی فی الذین ظلموا انهم مغرقون یا ابراهیم اعرض عن هذا انه عبد غیر صالح (لا اعلم من هو) انما انت مذکر واما انت علیهم بمسیطر واستعینوا بالصبر والصلوٰة واتخذوا من مقام ابراهیم مصلیٰ یظل ربك علیك ویغیثك ویرحمك وان لم یعصمك الناس فیعصمك الله من عنده وان لم یعصمك الناس واذیمکر بك الذین کفرو اوقد لی یا ها مان لعلی اطلع الیٰ اله موسیٰ واظنه لمن الکاذبین تبت یدا ابی لهب وتب ماکان له ان یدخل فیها الا خائفا وما اصابك فمن الله (اشارة الیٰ شئی احد) الفتنة ههنا فاصبر کما صبر اولوالعزم الا انها فتنة من الله لیحب حبا

جمـا من اللہ العزیز الاکرم عطاء غیر مجذوذ شاتان تذبحان وکل من علیہا
فـان ولا تھنـوا ولا تـحـزنـوا الیس اللہ بکاف عبدہ الم تعلم ان اللہ علی کل
شـئی قـدیر وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا اوفی اللہ اجرک ویرضی عنک ربک
ویتم اسمک عسیٰ ان تحبوا شیئا وھو شرلکم وعسیٰ شرلکم واللہ یعلم وانتم
لا تـعـلـمون کنت کنزا مخفیافا حببت ان اعرف ان السموات والارض کانتا
رتـقـا فـفتقنا ھما وان یتخذونک الا ھزوا ھذا الذی بعث اللہ قل انما انا بشر
مثـلـکـم یـوحـی الیٰ انـمـا الھکم الہ واحد والخیر کلہ فی القرآن لا یمسہ الا
الـمـطھـرون ولـقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون قل ان ھدے اللہ ھوا
الھـدی وان مـعـی ربـی سیھـدین رب اغفر وارحم من السماء رب انی مغلوب
فـانتـصـر۔ ایـلـی ایلی لما سبقتنی۔ ایلی آوس (لا اعلم ما ھو ایلی آوس) یا
عبـدالـقـادر انـی معک اسمع وارے غرست لک بیدی وقدرتی ونجینا من الغم
وفتنـاک فتـونـا لیاتینکم منی ھدی الا ان حزب اللہ ھم الغالبون وماکان اللہ
لیـعـذبھم وانت...... یستغفرون۔ انا مجیبک نفخت فیک من لدنی روح الصدق
واقیـت عـلیک مـحبۃ مـنـی ولتـصنع علی عینی کزرع اخرج شطا...... سوقہ
(اشارۃ الیٰ کمالنا) انا فتحنا لک فتحا مبینا...... تاخر الیس اللہ بکاف عبدہ
فبـراء اللہ مـمـا قـالـوا وکـان عند اللہ وجیھا فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا
واللہ مـوھـن کید الکفرین۔ بعد العسریسرو اللہ الامر من قبل ومن بعد الیس
اللہ بـکـاف عبـدہ ولـنـجعلہ ایۃ للناس ورحمۃ منا وکان امراللہ مقضیا قول
الحق الذی فیہ تمترون۔ محمد رسول اللہ...... عن ذکر اللہ متع اللہ المسلمین
ببـرکـاتھـم فـانـظـر الیٰ اثـار رحـمۃ اللہ وانبـئـونـی من مثل ھولاء ان کنتم
صادقین ومن یتبع غیر الاسلام دینا...... الخاسرون یا احمد فاضت الرحمۃ
علی شفتیک۔ انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر واقم الصلوٰۃ لذکری انت
مـعی وانا معک سرک سری وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک ورفعنا لک
ذکـرک انک عـلـیٰ صـراط مستـقـیـم وجیھا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین
حـمـاک اللہ تصرک اللہ رفع اللہ حجۃ الاسلام۔ جمال ھوالذی امشاکم فی کل
حـال لا تـحـاط اسـرار الاولیـاء وقـالوا انی لک ھذا ان ھذا الا سـحریؤ ثرلن

نـومـن لك حتـىٰ نـرى الله جهـرة لا يصدق السفيه والاسيف الهلاك۔ عدولی عدولك قل اتی امر الله فلا تستعجلوه اذا جاء نصر الله (يقال) الست بربكم قالوا بلى۔ انی متوفيك ورافعك الیّ۔ وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الیٰ يوم القيمة ولا تهنوا ولا تـحزنوا۔ وكان بكم رؤفا رحيما۔ الا ان اولياء الله لا خـوف عـليهم لا يـحزنون تموت وانا راض منك فادخلوا الجنة انشاء الله امنين سلام عليم طبتم فادخلوها امنين سلام عليك جعلت مباركا سمع الله انـه سـميـع الـدعاء انت مبارك فی الدنيا والآخرة امراض الدنيا وبركاته ان ربك فـعـال لما يريد اذكر نعمتی التی انعمت عليك انی فضلتك علی العالمين فـادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (الاحسان) من رحمكم عليكم واحسن الیٰ احبـابـكـم وعـلمكم مالم تكونوا تعلمون وان تعدوا نعمة الله لا تـحصوها رب اجـعـلـنـی مبـاركا حيث ما كنت لا تـخف انك انت الاعلیٰ ننجيك من الغم الم تعلم ان الله علیٰ كل شئی قدير۔ الخير كله فی القرآن كتاب الله الرحمن اليه يـصـعـد الـكـم الـطـيـب هـوالذی ينزل الغيث من بعد ما قنطوا وينشر رحمة وكـذلك مـننا علی يوسف لنصرف عنه السوء والفحشاء ولتنذر قوما ما انذر ابـاؤهـم فهم غافلون قل عندی شهادة من الله فهل انتم مؤمنون ان معی ربی سيهـديـن ربـنـا عـاج۔ رب السجن احب الیّ مما يدعوننی اليه رب نـجنی من الـغـم ايلی ايلی لما سبقتنی (عاج کے معنی معلوم نہیں ہوئے) يـعيسیٰ انی متوفيك ورافـعك الـیّ وجـاعل الذين...... ثلة من الاولين وثلة من الاخرين فلما تجلی ربـه لـلـجبـل (الـمشكـلات) جعله دكاقوة الرحمٰن لعبيد الله الصمد مقام لا يتـرقـی الـعبـد فيه بسعـی الاعمال۔ سلام عليك يا ابراهيم انك اليوم لدينا مـكيـن اميـن ذوعـقـل متين حب الله خليل الله اسد الله وصل علیٰ محمد ما ودعك ربك وما قلی الم نشرح لك صدرك الم نـجعل لك سهولة فی كل امر بيت الـفـكـر بيت الذكر ومن دخله كان امنا (جو خلوص کے ساتھ بیت الفکر میں داخل ہوگا وہ سوء خاتمہ سے امن میں آجائے گا۔ بیت الفکر وہ چوبارہ ہے جس میں براہین وغیرہ کتابیں تصنیف ہوئیں اور بیت الذکر وہ مسجد ہے جو اس کے پاس واقع ہے) مبـــارك ومبـــارك وكـل امـر مبـارك يـجـعل فيـه (اس الہام سے بیت الفکر کی تاریخ نکلتی ہے) رفـعـت وجـعـلت

مبارکا۔ والذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم اولئك لهم الامن وهم مهتدون۔ یریدون ان یطفئوا نور الله قل الله حافظ عنایة الله حافظك نحن نزلنا وانا له لحافظون الله خیر حافظا وهوارحم الراحمین ویخوفونك من دونه ائمة الکفر لا تخف انك انت الاعلیٰ ینصرك الله في مواطن ان یوحی لفصل عظیم کتب الله لا غلبن انا ورسلی لا مبدل لکلماته بصائر للناس نصرتك من لدنی انی منجیك من الغم وکان ربك قدیراً انت معی وانامعك خلقت لك لیلا ونهاراً اعمل ماشئت فانی غفرت لك (لانك صبرت علی حدة من المنکرات) انت منی بمنزلة لا یعلمها الخلق وقالوا ان هوالا افك افتریٰ وما سمعنا بهذا فی ابائنا الاولین ولقد کرمنا بنی آدم وفضلنا بعضهم علیٰ بعض اجتبینها لهم واصطفینا هم کذلك لیکون آیة للمؤمنین ام حسبتم ان اصحب الکهف والرقیم کانوا من ایتنا عجبا قل هوالله عجیب کل یوم هو فی شان ففهمناها سلیمان وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم ظلما وعلوا سنلقی فی قلوبهم الرعب قل جاء کم نور من الله فلا تکفروا ان کنتم مؤمنین سلام علیٰ ابراهیم صافیناه ونجیناه من الغم تفردنا بذلك فاتخذوا من مقام ابراهیم مصلیٰ (طریق نجات مجھ سے طلب کریں اور اپنے طریق چھوڑ دیں) والسماء والطارق الیس الله بکاف عبده (کا شان نزول سیرۃ المہدی میں گذر چکا ہے) اماما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ اجیب کل دعائك الا فی شرکائك (رشتہ داروں سے جائداد کا تنازع تھا۔ دعاء مقبول نہ ہوئی) جاعل الذین اتبعوك (یہاں کفر سے مراد صرف میرا انکار ہے) فیه (ای فی المسجد) برکات للناس من دخله کان امنا ان یمسسك بضرفلا کاشف له الاهو وان یثرك بخیر فلا راد الفضله الم تعلم ان الله علی کل شئی قدیر۔ ان وعدالله لآت۔ قل بفیضك انی متوفیك قل الاخیك انی متوفیك (جو تیرا مورد فیض یا بھائی ہے اسے کہہ کہ میں تیرے پر اتمام نعمت کروں گا یا میں تجھے وفات دوں گا)“ (مکتوبات احمدیہ ج۱ص۶۷)

”قل هاتوا برهانکم ان کنتم صدقین یا یحیی خذ الکتاب بقوة خذها ولا تخف سنعیدها سیرتها الاولی یا عبدالرافع انی رافعك الیّ۔ انی معزك لا مانع لما اعطی۔ یدعون لك ابدال الشام وعبادالله من العرب عجل

جسد له خوار له تصب وعذاب (یہ لیکھرام کے لئے ہے) ایتها المراة توبی توبی فان البلاء علی عقبك ان كيدكن عظيم (سالہ نے پٹیالہ سے بہانہ دے کر خط لکھا کہ میرا بیٹا اور آپ کی ساس مرگئی ہے مگر الہام نے بتایا کہ یہ جھوٹ ہے) انا نبشرك بغلام حسين فارس اعلیٰ اثارهما ووهب له الجنة اجاهد جيشي ساوتيك بركة واجلی انوارها حتی یتبرك من تيابك الملوك والسلاطين. الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت بلية مالية''

نصف ثانی

''ثمانين حولا اوقريبا من ذالك اوتزيد عليه سنيناً وترى نسلاً بعيدا '' (تریاق القلوب ص۳۷) میں لکھا ہے کہ مجھے سولہ دن تو لنج خونی تھا اور بار بار خونی پاخانہ آتا رہا۔ رشتہ دار تین بار مجھے سورہ یٰسین سنا چکے تھے۔ انتظار تھا کہ آج رات کو قبر میں چلا جاؤں گا تو خدا نے کہا کہ دریا کا پانی جس میں ریت بھی ہو لے کر اس پر یہ پڑھو۔ ''سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم اللهم صل علیٰ محمد وآل محمد '' تو یہ پڑھ پڑھ کر پانی بدن پر لگانا شروع کر دیا۔ ابھی ایک پیالہ ختم نہ ہوا تھا کہ بدن کی گرمی جاتی رہی اور اطمینان ہو گیا اور رات سوتا رہا۔ صبح ہوئی تو الہام ہوا: ''ان كنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بشفاء مثله '' میر عباس لدھیانوی اور الٰہی بخش نے دعاء کرائی تو الہام ہوا: ''ننجيهما من الغم رايت هذه المرأة واثر البكاء علی وجهها فقلت ايتها المرأة توبی فان البلاء علی عقبك والبلاء نازلة عليك بموت (احمد بیگ) ويبقى منه كلاب متعددة كذبوا باياتنا وكانوا بها يستهزعون فسيكفكهم الله ويردها اليك لا تبديل لكلمات الله ان ربك فعال لما يريد انت معی وانا معك عسى ان يبعثك ربك مقاما محموداً (لڑکی کا باپ وغیرہ مجھے کاذب جانتے تھے تو ان کے لئے نشان طلب کیا گیا۔ چنانچہ میری طرف متوجہ ہوا میں نے استخارہ کے ذریعہ درخواست کر دی۔ ۷؍اپریل ۱۸۹۲ء کو دوسری جگہ اس کا نکاح کر دیا گیا۔ ۳۱؍ستمبر ۱۸۹۲ء کو احمد بیگ مرگیا تو وہ ڈر گئے۔ اس لئے اس پیشین گوئی کے باقی جز ومنسوخ ہوگئے) انا ارسلناه شاهدا ومبشرا ونذيرا كصيب من السماء فيه ظلمت ورعد وبرق كل شئی تحت قدميه (میری موت کے بعد یہ ظاہر ہوگا) فاذا عزمت فتوكل علیٰ الله واصنع الفلك باعيننا ووحينا. الذين يبايعونك انما يبايعون الله...... ايديهم (۱۸۸۸ء میں یہ پیغام بیعت آیا ہے)''۔

الا انتــی فــی کــل حــرب غــالــب
فـکــدنــی بـمــا زورت فــالحق یغلـب
وبشــرنـــی ربــی فـقـــال مبشــرا
ستـعــرف یـوم الـعـیـد والـعـیدا قـرب

”(یہ لیکھرام کے متعلق ہے) انــه مـن الهــالـکیـن بشـرنـی ربی بموته فی ست سنة۔ قل ما یعبایکم ربی لولا دعاوکم۔ قل انی امرت وانا اوّل المؤمنین الـحـمـدلله الـذی اذهب عنی الحزن واتانی مالم یوت احدا من العلمین الذین تـابـوا واصـلحوا اولئك اتوب علیهم وانا التواب الرحیم۔ امم یسرناها الهدیٰ وامم حـق علیهم العذاب ویمکرون ویمکرالله والله خیر الماکرین۔ ولکید الله اکبـر۔ ان یتـخـذونك الاهـزوا اهـذا الـذی بـعث الله قل یا ایها الکفار انی من الـصـادقیـن فـانتظروا یاتی حق حین سنریهم ایاتنا فی الافاق وفی انفسهم حـجة قـائمة وفتح مبین۔ ان الله یفصل بینکم ان الله لا یهدی من هو مسرف کذاب۔ یریدون ان یطفئوا...... الکفرون نرید ان نزل علیك اسرار امن السماء ونـمـزق الاعـداء کـل مـمـزق۔ ونـری فـرعـون وهـامـان وجـنـود هماما کانوا یـحـذرون سـلـطـنـا کـلا بـاعـلیك وغیـظـنـا سباعا من قولك وفتناك فتونا فـلاتـحزن علی الذین قالوا ان ربك لبا لمرصاد حکم الله الرحمن لخلیفة الله السلطان یوتی له الملك العظیم ویفتح علی یده الخزائن تشرق الارض بنور ربهــا ذلك فـضــل الله وفــی اعیـنـکـم عـجیـب (اس میں کفار سے مراد منکر ہیں) ویسـئلـونك احق هو قل ای وربی انه الحق وما انتم بمعجزین وزوجناکها لا مبـدل لـکـلـماتی وان یروا ایة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر۔ کتاب سجلناه من عندنا۔ اخرج منه الیزیدیون (قادیان کے باشندے یزیدی الطبع پیدا کئے گئے ہیں) لـوکـان الامـر مـن عـنـد غیـر الله لوجدتم فیه اختلافا کثیرا۔ قل لواتبع الله اهـواءکـم لـفسـدت السـمـوات والارض ومن فیهن لبطلت حکمته وکان الله عـزیـزا حـکیـمـا۔ قـل لـوکـان البحر مدادا...... قل ان کنتم تـحبون فاتبعونی یـحببـکـم الله ان الله کـان غـفـورا رحیما۔ کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة بـاذن الله۔ انـت اشد منا سبة بعیسی ابن مریم واشبه الناس به خلقا وخلقا

وزمانا۔ کلب یموت علی کلب (ایک مخالف ۵۲ سال کی عمر میں مرے گا اور ۱۳۰۰ھ ہوگا) ھذا ھو الترب الذی لا یعلمون (ای عمل الترب واشعبدۃ) الحق من ربك فلا تکونن من الممترین۔ جعلناك المسیح ابن مریم انا زینا السماء الدنیاء بمصابیح اردت ان استخلف فخلقت اٰدم انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم (۱۸۹۲ء) انا الفتاح افتح لك تری نصرا عجیبا (بعض التائبین) یخرون علی المساجد (ویقولون) ربنا اغفرلنا انا کنا خاطئین۔ جلا بیب الصدق۔ فاستقم کما امرت۔ الخوارق تحت منتھی صدق الاقدام کن اللّٰہ جمیعا ومع اللّٰہ جمیعا۔ انی مھین من اراد اھانتك (لاہور میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے لئے الہام ہوا) قل انی امرت وانا اوّل المؤمنین۔ یتربصون علیك الدوائر علیھم دائرۃ السوء۔ اللّٰہ اجرك اللّٰہ یعطیك جلالك۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ۔ (فتوائے تکفیر جاری ہوا تو یہ الہام ہوا) طوبیٰ لمن سن وسار۔ لا تخف اننی معك وماش مع مشیك۔ انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق۔ وجدتك ماوجدتك وانی معین من اراد اعانتك انت معی وسرك سری وانت مرادی ومعی انت وجیہ فی حضرتی اخترتك لنفسی۔ ھذا (التعریف) لی وھذا لااصحابی یا علی دعھم وانصارھم وذراعتھم ذرونی اقتل موسیٰ نظراللّٰہ الیك معطرا قالوا اتجعل فیھا من یفسد...... لا تعلمون قالوا کتاب (براھین) ممتلی من الکفروالکذب قل تعالوا ندع ابناء نا الکاذبین یوم یجئی الحق ویکشف الصدق ویخسر الخاسرون انت معی وانا معك ولا یعلمھا (ھذہ الحقیقۃ) الا المسترشدون نرد الیك الکرۃ الثانیۃ ونبدلنك بعد الخوف امنا۔ یاتی قمر الانبیاء وامرك یأتی یسراللّٰہ وجھك وینیر برھانك سیولدلك الولد ویدنی منك الفضل وقالوا انی لك ھذا قل ھواللّٰہ عجیب ولا تئیس من روح اللّٰہ انظر الیٰ یوسف واقبالہ۔ وقد جاء وقت الفتح والفتح اقرب یخرون علی المساجد ربنا اغفرلنا انا کنا خاطئین لا تثریب علیکم الیوم یغفراللّٰہ لکم وھو ارحم الراحمین اردت ان استخلف فخلقت اٰدم نجی الاسرار انا خلقنا الانسان فی یوم موعود (یعنی اس وقت مسیح آئے گا کہ روئے زمین پر دجال یعنی عیسائی حکومت ہوگی اور وہ روحانی حکومت سے ان پر حکمران ہوگا۔ کیونکہ جسمانی حکومت تو صرف قریش کے لئے ہی مخصوص

ہے اور یضع الحرب کا اشارہ بھی یہی ہے کہ مسیح لڑائی موقوف کر دے گا اور جہاد کا حکم اڑا دے گا)
یحئ الحق ...... الخاسرون ان ربك فعال لما یرید ادعونی استجب لکم ''محمد حسین بٹالوی نے مجھے دجال اور جاہل کہا ہے اور میرے دوست حکیم نورالدین اور محمد احسن امروہی کو بھی جاہل کہا۔ تو ہم نے کہا کہ آؤ تم اور تمہارے ہم خیال ملاں اور مولوی نذیر حسین دہلوی میرے مقابلہ پر عربی میں دس جزو کی عربی تفسیر لکھو۔ جس میں بالکل مفہومات جدیدہ ہوں اور کسی کتاب سے اخذ نہ ہوں اور اسلام سے بھی باہر نہ ہوں۔ اسی اسی (۸۰،۸۰) آیات کی سورتیں انتخاب کر لیں۔ ان میں سے جس پر قرعہ نکلے اس کی تفسیر لکھی جائے۔ اس کے بعد انتخاب کر کے قرعہ نکالا جائے۔ جب قرعہ نکلے تو اس پر ایک مدحیہ قصیدہ مشتملہ نعت محمد ﷺ عربی میں لکھا جائے۔ مگر محمد حسین بھاگ گیا اور میں نے اپنے غلبہ کے لئے دعاء کی تھی تو بذریعہ الہام مذکور الصدر قبول ہوئی۔ ''انا نری تقلب وجهك فی السماء ما قلبت فی الارض انا معك نرفعك درجات''

مہر علی کو خواب میں دیکھا کہ اس کے فرش کو آگ لگ رہی ہے تو میں نے بجھائی۔ اس سے کہا گیا کہ بلا آئے گی۔ استغفار کرو تو چھ ماہ بعد اس پر سنگین مقدمہ چلا۔ چھ ماہ کے بعد وہ رہا ہو گیا۔ درحقیقت وہ دعاء کا اثر تھا۔ مگر وہ انکاری رہا۔ آخر ۲۵ر فروری ۱۸۹۴ء کو الہام ہوا کہ اگر وہ ایک ہفتہ تک اقرار نہ کرے تو میرا اور اس کا مقدمہ آسمان پر دائر ہوگا۔ ''وکان حقا علینا نصر المؤمنین هذا (آئینہ کمالات اسلام) کتاب مبارك فقوموا للاجلال والاکرام ''حضور ﷺ کو دو دفعہ خواب میں اس پر اظہار مسرت کرتے دیکھا اور ایک فرشتہ نے روز سے یہ الہام پڑھا۔ مسیح انسان تھے۔ ''کرم الجنة دوحة الجنة ''یعنی میری بیٹی عصمت زندہ رہے گی۔ پھر قبض رہی تو زیادتی عمر کی دعاء قبول نہ ہو سکی۔ ''یقضی امره فی میت ''لیکھ رام ۶ر مارچ ۱۸۹۶ء کو زخمی ہو کر چھ بجے دن کے مر گیا۔ ''یا عیسیٰ ساوریك ایاتی الکبری انی معك حیثما کنت انی جاعلك عیسیٰ ابن مریم وکان الله علیٰ کل شئی مقتدرا اردت استخلف فخلقت آدم (۱۸۹۴ء) انا نبشرك بغلام ''عبدالحق غزنوی نے مباہلہ چاہا مگر میں نے بددعاء نہ دی۔ آتھم کو مہلت ملی تو اس نے استہزاء کیا کہ مجھے دوسری عورت بھی مل گئی ہے۔ (جو اس کے بھائی متوفی نے چھوڑی تھی) الہام ہوا کہ: ''ان شانئك هو الابتر ''بیس سال تک اس کی اولاد نہ ہوئی۔ مگر میرے ہاں مرزا شریف احمد ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوا تھا۔ پھر خدا نے کہا کہ جب تک چار بچے نہ ہولیں۔ عبدالحق نہ مرے گا۔ ''ان

کنتم فی ریب مما ایدنا عبدنا فاتوا بکتاب من مثله ''یعنی نورالحق کتاب لاجواب ہے۔جس میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔''ما ننسخ من اٰیة او ننسها ''جنگ مقدس کے بعد عیسائیوں پر آفات آئیں اور حکیم نوردین کا لڑکا مر گیا تو سعداللہ لدھیانوی نے استہزاء کیا تو انوارالاسلام لکھتے لکھتے یہ دیکھا کہ ایک خوبصورت لڑکا حکیم صاحب کو دیا جائے گا۔جس پر کچھ پھوڑے ہوں گے۔اور ہلدی وغیرہ لگانے سے اچھا ہو جائے گا تو ویسا ہی ہوا۔آتھم خوفزدہ ہوا تو الہام ہوا کہ:''اطلع الله علی همه وغمه ولن تجد لسنة الله تبدیلا فلا تعجبوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین وبعزتی وجلالی انك انت الاعلیٰ ونمزق الاعداء كل ممزق ومكر اولئك هو يبور۔ انا نكشف السرعن ساقه يومئذ يفرح المومنون۔ ثلة من الاولين ثلة من الاخرين وهذه تذكره فمن شاء اتخذالی ربه سبيلا (۱۸۹۵ء) وانی انا الرحمن ناصر حزبه (۱۸۹۶ء) تری اعینهم تفیض من الدمع يصلون عليك ربنا اننا سمعنا منا ديا ''یہ لوگ مصدق ہیں۔''الله اكبر خربت خيبر (مذاهب باطله) ان الله معك ان الله يقوم اينما قمت (۱۸۹۰ء) بينى وبينكم ميعاد يوم من الحضرة (مبارک احمد کی پیدائش مراد ہے جو ایک یوم یعنی دو سال کے بعد ہوئی) ان الله يجعل الثلثة اربعة (تولید فرزند چہارم مراد ہے) الارض والسماء معك كما هو معی۔ فستذكرون ما اقول لكم وافوض امری الی الله''

عیسائیوں نے رسالہ امہات المؤمنین شائع کیا تو حمایت اسلام لاہور نے اس کی بندش کی درخواست کی۔مگر گورنمنٹ نے نامنظور کی اور میں نے کہا تھا کہ اس کا جواب لکھنا چاہئے۔تو یہ الہام ہوا۔(۱۸۹۸ء)''ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم انه اولی القرية۔ انی مع الرحمن اتيك بغتة۔ ان الله موهن كيد الكافرين۔ يا احمد فاضت الرحمة علی شفتيك۔ يا عيسیٰ انی متوفيك...... الیٰ يوم القيمة''برکات غیر فانیہ یعنی معارف الٰہیہ اور علوم حکمیہ مجھے عطاء ہوئیں تو میں مہدی بن گیا اور برکات فانیہ جیسے تابعداروں کی بہتری اور مخالفین کی ابتری مجھے عطاء ہوئیں تو میں عیسیٰ ابن مریم بن گیا اور چونکہ برکات غیر فانیہ حضورﷺ کی وساطت سے حاصل ہوتی ہیں۔اس لئے میرا نام محمد اور احمد بھی ہوا اور مہدی بھی اس لئے ہوا کہ اصلی طور پر مہدویت حقیقت محمدیہ ہے۔جو میری مہدویت کا وسیلہ ہے۔''غثم غثم غثم دفع اليه من ماله دفعة السهيل البدری الامراض تشاع

والنفوس قضاع ان الله لا يغير ما بقوم انه اوی القریه ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون والذين هم محسنون انت معی یا ابرهی یاتیك نصری انی انا الرحمان یا ارض ابلعی ماء ك وغيض الماء وقضی الامر سلام قولا من رب رحیم وامتازوا اليوم ايها المجرمون انا تجالدنا فانقطع العدوا سبابه ویل لهم انی یوفكون یعض الظالم علی يديه ویوثق وان الله مع الابرار وانه علی نصرهم لقدير شاهت الوجوه وانه من آيات الله وانه فتح عظیم انت اسمی الاعلی انت منی بمنزلة المحوبين اخترتك لنفسی قل انی امرت وانا اوّل المؤمنين (مراد تریاق القلوب کا قصہ) سیغفر ”جمال الدین منصفی میں فیل ہوا تو اسے جموں میں انسپکٹر مدارس بنایا گیا۔ برق طفلی بشیر۔ اس کی آنکھ دکھی تو ہفتہ بعد اچھی ہوگئی۔“ فورب السماء والارض انه الحق (۱۸۹۹ء) یخرون سجدا ربنا اغفرلنا انا کنا خطئين ”مراد توبہ کرنے والے ہیں۔“ ربی الاعلیٰ اصبر ملیا ساهب لك غلاما ذکیا انی اسقط من السماء واصيبه رب اصح زوجنی هذه ”مراد پیدائش مبارک احمد“ یا حیٔ یا قیوم برحمتك استغيث ان ربی رب السموات والارض انا لنعلم الامروانا عالمون سيبدی الامرو ننسفن نسقا“ مراد عبدالکریم“ قل عندی شهادة من الله فهل انتم مؤمنون ايضاً مسلمون قل ان کنتم تحبون الله وقل یا ایها الناس انی رسول الله اليكم جمیعا ای مرسل من الله یاتیك من كل فج عمیق لولا فضل الله علیکم ورحمة علی لا لقی راسی فی هذا الكنيف (مراد عبدالکریم) انا اخرجنا لك زروعا یا ابراهيم۔ ربنا امنا فاكتبنا مع الشاهدين (۱۹۰۰ء) ان الربی تدور وینزل القضاء ان فضل الله لات ولیس لاحدان یرد ما اتی قل وربی انه الحق لا یتبدل ولا یخفی وینزل ما تعجب منه وحی من رب السموات العلی ان ربی لا یضل ولا ینسی ظفر مبین وانما نوخرهم الیٰ اجل مسمی انت معی وانا معك قل الله ثم ذره فی غیه یتمطے انه معك وانه يعلم السر وما أخفی لا اله الا هو يعلم كل شئ ويری ان الله مع الذین اتقوا الذین هم محسنون الحسنی انا ارسلنا احمد الیٰ قومه فاعرضوا فقالوا كذاب اشرو جعلوا یشهدون عليه ویمیلون اليه كماء منهمران حبی قریب انه قريب مستتر (مراد وہ وقت ہے جب کہ مسجد کا کوچہ کچی

اینٹوں سے بند کیا گیا ہے۔ مجھے حسب معمول دردسر تھا۔ ظہروعصر ملا کر پڑھ لی تو شام تک یہ الہام ہوئے) افصحت من لدن رب کریم مبارک (مرادخطبہ الہامیہ) سبحان اللہ انت وقاره فكيف يتركك انى انا الله وقل رب انى اخترتك على كل شئ۔ سيقول لك العدولست مرسلا سناخذه من مارن اوخر طوم وانا من الظالمين منتقمون وانى مع الافواج اتيك بغتة۔ يوم يعض الظالم على يديه ياليتنى اتخذت مع الرسول سبيلا وقالوا سيغلب الامر وما كانوا على الغيب مطلعين انا انزلنك وكان الله قدير انت قابل ياتيك وابل انى حاشر كل قوم ياتونك جنبا (جوق درجوق) وانى انرت مكانك تنذيل من الله العزيز الرحيم بلجت اياتى انت مدينة العلم طيب مقبول الرحمن وانت اسمى الاعلى۔ بشرى لك فى هذه الايام انت منى يا ابراهيم انت القائم على نفسه مظهر الحى وانت منى سيد الامر انت من مائنا وهم من فشل ام يقولون نحن جمع منتصر سيهزم الجمع ويولون الدبر الحمدلله الذى جعل لكم الصهر والنسب انذر قومك قل انى نذير مبين قالوا لتهلكنك قال لا خوف عليكم لا غلبن ورسلى وانى اموج موج البحران فضل الله لات وليس لا حد ان يرد ماياتى قل اى وربى انه لحق لا يتبدل ولا يخفى وينزل ما تعجب منه وحى من رب السموات العلى لا اله الا هو يعلم كل شئ ويرى ان الله مع الذين اتقوا الذين هم يحسنون الحسنى تفتح لهم ابواب السماء ولهم بشرى فى الحيوة الدنيا انت تربى فى حجر النبى وانت تسكن تنن الجبال وانى معك فى كل حال۔ وقالوا ان هذا الا اختلاق۔ ان هذا الرجل يجوج الدين قل جاء الحق وزهق الباطل۔ قل لوكان الامر من عند غير الله لوجدتم فيه اختلافا كثيرا هوالذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق وتهذيب الاخلاق لتنذر قوما ما انذر اباؤهم ولتد عوا قوما اخرين۔ عسى الله ان يجعل بينكم وبين الذين عاديتم مودة۔ انى انا الله فاعبدنى ولا تنسى واجتهد ان قصلتى واسئل ربك وكن سئولا الله ولى حنان علم القرآن فباى حديث بعده تحكمون نزلنا على عبدنا رحمة ذرنى والمكذبين انى مع الرسول اقوام ان يومى لفصل عظيم وانى رافعك الىّ وياتيك نصرتى۔ انى انا الله ذوالسلطان۔ انا لله (مرادوفات محمد

اکبر بٹالوی) سلمان منا اهل البیت ویضع الحرب ویصالح الناس علی مشرب الحسن (یعنی مسیح موعود حسنی المشرب ہوگا۔ حسن کا دودھ پیئے گا اور لڑائی کا خاتمہ کر کے لوگوں میں صلح پیدا کرے گا) یریدون ان یروا طمثك والله یرید ان یریك انعام۔ الانعامات المتواتره۔ انت منی بمنزلة اولادی۔ الله ولیك وربك وقلنا یا نار کونی بردان الله مع الذین اتقوا والذین هم یحسنون الحسنی (عصائے موسیٰ کے متعلق ہے کہ اس کا مصنف الٰہی بخش لاہوری میری کمزوریاں دکھانا چاہتا ہے۔ مگر ایسا نہ ہوگا) کونی بردا وسلاما (انگلی میں درد تھی تو آرام ہوگیا) تنزل الرحمة علی ثلث (العین ولی الاخرین، تین اعضاء مراد ہیں) قل ان هدی الله هوالهدیٰ (قطع وتین کا مسئلہ سمجھایا تو الہام ہوا کہ یہی تقریر صحیح ہے) والموت اذا عسعس "از دیابیطس سے سو سو دفعہ مجھے پیشاب آتا تھا۔ کاربنکل کا بھی خطرہ تھا۔ کیونکہ اس کے آثار دونوں شانوں میں نمودار ہو چکے تھے۔ الہام ہوا تو شفا ہوگئی۔ ہماری زندگی کا ہر ایک لحہ (سیکنڈ) بھی ایک نشان ہے۔ (۱۹۰۱ء)" اصح زوجتی"

میری بیوی کو غشی ہوئی تو یہ الہام ہوا۔" منعه مانع فی السماء (تو اعجاز المسیح کا مقابلہ کسی نے نہ کیا) قالوا ان التفسیر لیس بشئ "مراد تفسیر سورہ فاتحہ مندرجہ اعجاز المسیح "انی انا الرحمن دافع الاذی انی لا یخاف لدی۔ المرسلون" پھنسی نکلی ہوئی تھی خیال ہوا کہ ذیابیطس کا اثر نہ ہو تو اس الہام سے تسلی ہوئی۔" کفیناك المستهزئین رب زدنی عمری وفی عمر زوجی زیادة خارق العادة" سے مراد سلسلہ کے خاص خاص دوست ہیں۔" انی مع الافواج ایتك " دیوار کے مقدمہ میں ہوئی۔" ایام غضب الله غضبا شدید انه ینجی اهل السعادة انی انجی الصادقین هذا علاج الوقت النربسی " قاضی یوسف علی ریاست جنید بیمار تھے تو یہ الہام ہوا۔" محموم جاء نظرت الی المحموم رشن الخبر " ناخواندہ مہمان کی خبر رشن بمعنی ناخواندہ مہمان۔" کان من اهل البیت علی مشرب الحسن یصالح بین الناس " مراد مسیح موعود ہے۔" لا تنقطع الاعداء الا بموت احدمنهم (۱۹۰۲ء) قد جرت عادة الله انه لا ینفع الاموات الا الدعا فکلمه من کل باب ولا ینفعه الا هذا الدواء (ای الدعاء) فیتبع القرآن ان القرآن کتاب الله کتاب الصادق " ایک عربی مردہ دل سخت جوش زن تھا۔ اس کے لئے یہ دعاء ہوئی۔ دوسرے روز دوران سیر میں میں نے عربی زبان میں اپنی صداقت

کے دلائل پیش کیے تو وہ مرید ہو کر واپس عرب کو مبلغ بن کر چلا گیا اور یہاں بھی ایک تائیدی اشتہار دے گیا۔ ''انی افر مع اهلی الیك '' حکیم نورالدین کے متعلق ہے کہ وہ کہہ رہے تھے کہ جموں میں طاعون ہے میں قادیان آرہا ہوں۔ ''انت معی وانی معك انی بایعتك بایعنی ربی۔ انی مع الرسول اقوم ومن یلومه الوم افطر واصوم ''یعنی کبھی طاعون پڑے گا اور کبھی نہیں پڑے گا۔'' یا مسیح الخلق عدوانا لن تری من بعد موادنا وفسادنا '' اے مسیح ہماری خبر لے شفاعت سے بچا تو پھر ہمارے خبیث مادے تو نہیں دیکھے گا۔ یعنی ہم سیدھے ہو جائیں گے اور بدزبانی چھوڑ دیں گے۔'' یا ولی الله کنت لا اعرفك '' زمین کے متعلق ہے کہ معذرت کر رہی ہے۔ نزل به جبیز چراغ دین جمونی کے متعلق ہے کہ اس کے الہام حدیث النفس ہیں۔ جو خشک مجاہدات کا نتیجہ ہیں۔ یا تمنا کے وقت شیطان القاء کرتا ہے یا کسی خشکی یا سوداوی مواد سے ایسے خیالات کا القاء ہوتا ہے۔ پس ہماری اصطلاح میں اسے الہام جبیز کہتے ہیں۔ ان کی کثرت سے دیوانگی کا خطرہ ہے۔'' انی اذیب من یریب '' یہ بھی چراغ الدین کے ہی متعلق ہے کہ اگر وہ اپنی رسالت سے تائب نہ ہوا تو وہ غارت ہو جائے گا۔ ''انی حافظ کل من فی الدار '' دار کی تشریح نہیں ہوئی کہ اس میں کیا کچھ شامل ہے۔'' لولا الامو لهلك التمر ''یعنی ائمۃ الکفر کی ہلاکت میں تاخیر نہ ہوتی تو اب بھی درندہ صفت مخالف ہلاک ہو جاتے۔'' انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا باستکبار ''

علو موسوی جائز ہے اور علو فرعونی ناجائز ہے۔'' انی اری الملائکۃ الشدائد اللهم ان اهلکت هذه العصابة فلن تعبد فی الارض '' یہ الہام شدۃ مرض میں ہوا۔'' انی انا ربك القدیر لا مبدل بکلماتی '' سیف چشتیائی کے متعلق ہے۔'' مات ضال هائما '' نذیر حسین دہلوی مرا تو میری زبان پر یہ فقرہ جاری ہوا۔'' انی احافظ کل من فی الدار ولنجعله ایة للناس ورحمة منا وکان امرا مقضیا عندی معالجات ''لوگ طاعون کا ٹیکہ کراتے ہیں۔ ہم خدا پر چھوڑ دیتے ہیں۔ میری بیوی نے بھی ایک تصدیقی خواب دیکھا کہ شیخ رحمت اللہ نے لاہور سے ہزار شیشی کا ایک بکس بھیجا ہے۔ میں نے کہا کہ ہم نے کبھی دوائیں دس بارہ شیشیاں منگائی تھیں۔ مگر یہ خواب معالجات کی تصدیق کرتا ہے۔'' احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وهم لا یفتنون۔ یرید وان یطفئوا نورك ویتخطفوا عرضك انی معك ومع اهلك واما نرینك بعض الذی نعدهم للسلسلة السماویة اونتوفینك جف القلم بما هوکائن قل انما انا بشر مثلکم

یوحی الیٰ انما الهکم اله واحد والخیر کله فی القرآن فاتقوا النار ’’کفرین حجارہ سے وہ انسان مراد ہیں جو اپنے حواس سے کام نہیں لیتے۔ تسبیح ۳ بار‘‘ واللّٰہ شدید العقاب انهم لا یحسنون ’’پگٹ مدعی الوہیت کے متعلق دیکھا کہ چند کتابوں پر یہ الہام لکھا ہے۔‘‘ خسف القمر والشمس فی رمضان فبای الاء ربکما تکذبان ’’سے مراد میں ہوں۔‘‘ من اعرض عن ذکری نبتلہ بذریة ملحدة یمیلون الیٰ الدنیا ولا یعبدوننی شیئا ’’یعنی مخالف کی اولاد ملحد ہوگی اور عبادت نہ کرے گی۔‘‘ یموت قبل یومی هذا ’’یہ رسل بابا مکذب امرتسر کے متعلق ہے۔ میرے یوم سے مراد جمعہ کا دن ہے جو دراصل خدا کا دن ہے۔ اس دن میں بیمار تھا۔ تو وہ مجھ سے پہلے طاعون سے مر گیا۔‘‘ رب کل شئ خادمك رب فاحفظنی وانصرنی وارحمنی ’’یہ اسم اعظم ہے اور دافع ہر مصیبت ہے۔‘‘ سلام علیك یا ابرهیم ینادی منا دمن السماء ’’ایک نے پکارا اس کے آگے ایک فقرہ تھا یاد نہیں رہا۔‘‘ انی مع الافواج اتی ’’میں اپنی فوجوں کے ہمراہ آیا۔‘‘ علی شکر المصائب ای هذه صلة علیه یاتی علیك زمن کمثل (من موسیٰ انه کریم تمشی امامك وعاد من عاد۔ ای عادی من عاداك) انی صادق صادق وسیشهد اللّٰہ لی انی انا الصاعقه ’’صاعقہ خدا کا نام ہے۔‘‘ انی اجهز الجیش ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم انه اوی القریة لولا المقام لهلك المقام (۱۹۰۳ء) یبدی لك الرحمن شیئا۔ اتی امر اللّٰہ فلا تستعجلوه بشارة تلقاها النبیون جاء نی آئل واختار وادار اصبعه واشار یعصمك اللّٰہ من العدیٰ اولیسطو بکل من سطا ان وعداللّٰہ قدأتی (وکل علی الارض وسطا) فتوبیٰ لمن وجد ورائے قتل (العدو) خیبة وزید هیبة بقیة الطاعون اریك برکات من کل طرف اثرك اللّٰہ علی کل شئ ان معی ربی سیهدین افاتین ایات تفصیل ما صنع اللّٰہ فی هذا الباس بعد ما اشعة فی الناس اصبر سنفرغ یا مرزا غاسق (عند) اللّٰہ ساکرمك اکراما عجبا ان اللّٰہ مع عباده (وهو) یواسیك لا یموت احد من رجالکم (مما لا افهم) سننجیك سنعلیك وانی معك واهلك ساکرمك اکراما عجبا انی مع الافواج اتیك بغتة دعاؤك مستجاب انی مع الرسول اقوم واصلی واصوم واعطیك ما یدوم اصلی واصوّم واسهر وایام واجعلك لك انوار القدوم واطیك ما یدوم ان اللّٰہ مع الذین اتقوا برز ما عندهم من الروح ذلك بما

عصوا واکانو یعتدون حرب یهجه (آریوں نے گالیاں بھرا اشتہار دیا تھا) انی مع...... بغتة انی مع الرسول اجیب اخطئ واصیب انی مع الرسول محیط. انی مع الرسول اقوم ولن ابرح الارض الیٰ الوقت المعلوم یوم الاثنین وفتح الحنین حجة اللّٰہ ''یہ نام نواب محمد علی کا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی قوم سے الگ ہوکر میرے پاس آیا تھا۔'' دعاؤك مستجاب. ساخبر وفی اخر الوقت انك لست علی الحق ''محمد حسین بٹالوی کے متعلق ہے۔'' ماکان اللّٰہ لیعذبهم وانت فیهم رب انی مظلوم فانتصر انا نحن نرث الارض ناکلها من اطرافها قلنا یا ارض ابلعی ماء ك یا سماء اقلعی فیه خبرو برکة (نسیت اوله) سلیم حامدا مستبشرا (نسیت شیئا منه) ان اللّٰہ مع الذین اتقوا الذین هم محسنون فیه آیات للسائلین ''مقدمہ جہلم میں جس کی فتح ہوئی اس کی طرف اشارہ ہے۔'' الفتنة ههنا والصدقات لعنة اللّٰہ علی الکاذبین یسین والقرآن...... رحیم لا اله انا فاتخذنی وکیلا ساکرمك بعد توهینك ساکرمك اکراما عجبا ساکرمك اکراما حسنا ان السموات...... فتقنا هما قل اللّٰہ ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون یسئلونك عن شانك قل اللّٰہ (أعلم) ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون ماتری فی خلق الرحمان من تفاوت ''مقدمہ گورداسپور کے متعلق تھا۔'' کتب اللّٰہ لا غلبن انا ورسلی. فی حفاظة اللّٰہ سلام علیکم طبتم ''یا حفیظ یا عزیز یا رفیق طاعون وغیرہ سے بچنے کے لئے بتایا گیا۔ رفیق خدا کا نیا نام ہے۔'' سلام قولا من رب رحیم ''سر الشہادتین لکھ رہا تھا کہ درد گردہ سے بیتاب ہوگیا۔ مقدمہ پر گورداسپور بھی جانا تھا تو شہید عبداللطیف کا تصور کر کے دعاء کی اور گھر والوں نے آمین کہی تو شفا ہوگئی۔ قتل خیبة وزیدهیبة!

اری ارض مد قداریـد بتـارهـا
وغـادرهـم ربـی کـغصـن مجـدر
ولیـس عـلاج الـوقت الا اطاعتی
اطیعـون فـالطـاعـون یـغنی ویدحر
لـقـوم هـذی لا بـارك اللّٰہ مدهم
جهـول فـادیٔ حق کـذب فـابشروا

(غصن اونٹنی، مد میں طاعون پڑا تو نصف تک آدمی مر گئے)'' فبشری

للمؤمنین ''بمقام گورداسپور لیلۃ القدر کو اپنی جماعت کے لئے دعاء کی تو الہام ہوا۔'' انی همی الرحمن۔ کبر عند الله موت هذا الرجل ان الله لا یضر ان الله مع الذین تری نصرا من عند الله وهم یعمهون (۱۹۰۴ء) غلبت الروم (الف) اردت ان تستفتح ان الله عزیز ذوانتقام۔ (ب) اذا جاء نصر الله ''کھانسی شدت سے تھی موت قریب تھی مگر خدا نے کہا کہ لوگ جوق درجوق آئیں گے تو تمہاری موت ہوگی۔'' لعلی اتیکم منها بقبس اواجد علی النار هدی۔ ان شانئك هوالابتر من دخله کان آمنا غفور رحیم۔ اعملوا ما شئتم (من المباحات) انی غفرت لکم ان شاء الله آمنین انی امرت لکم (ای امرت الملئکة بالدعاء لك) نراد الله عمرك ادنعمتی۔ غرست لك بیدی رحمتی وقدرتی۔ عفت الدیار محلها ومقامها سنزداد حسناً من حسنك (ای بسبب حسنك) انی انا الرحمن ساجعل لك سهولة فی امرك انی انا التواب من جاء ك (كانه) جاء نی ولقد نصرکم الله ببدر وانتم اذلة سلام علیکم طبتم عفت الدیار محلها ومقامها انت منی وانا منك عسی ان تکرهوا شیئا وهو خیر لکم۔ انی مع الرسول (۱۹۰۵ء) ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بشفاء مثله ''حکیم نورالدین بیمار ہوگئے تو دعاء کی گئی اور شفاء ہوگئی۔ یہ الہام پہلے بھی ہوا تھا۔'' بسم الله الکافی بسم الله الشافی بسم الله الغفور الرحیم بسم الله البر الکریم یا حفیظ یا عزیز یا رفیق یا ولی اشفنی ''میری گال سوج گئی تو اس دعاء سے شفاء ہوئی۔'' انی لا جد ریح یوسف لولا ان تفندون انی مع الروح معك ومع اهلك انما امرك اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون (لم یؤا الملهم) لا تیاسوا من روح الله (نسبت مابعده) سلاماً سلاماً محونا نارجهنم (لعل الله یدفع الطاعون عن الدیار کلها اوعن الدار خاصة) کففت عن بنی اسرائیل ''مرزائی جماعت مراد ہے کہ اس پر جو ظلم ہو رہے ہیں۔ آئندہ نہ ہوں گے۔'' انی مع الافواج اتیك بغتة جاء ك الفتح قل مالك حیلة؟ سلام قولا من رب رحیم صدقنا الرؤیا انا کذلك نجزی المتصدقین ''مراد خواب طاعون ہے جو سچ نکلا۔'' ارید ما تریدون ''مجھے خطاب ہے۔

یاتون من کل فج عمیق

ویاتیك من کل فج عمیق

۲۵ برس بعد پھر یہ الہام ہوا۔ ''ینجی الناس من الامراض ''یعنی میرے ذریعہ سے کئی لوگ شفا پائیں گے۔'' انی معک ومع اهلك ومع کل من احبك فزع عیسی ومن معه شهت الوجوه ''اس سے معلوم ہوا کہ دشمن مغلوب ہوں گے۔'' اذا جاء نصر الله ''نماز میں والعصر پڑھنے کو تھا کہ یہ لفظ زور سے جاری ہوگئے۔'' ارنی زلزلة الساعة ما کان لنفس ان تموت الا باذن الله تؤثرون الحیوة الدنیا ان المنایا لا تطیش سهامها۔ السلام علیکم ''پیشاب کا سخت دورہ تھا۔ اچھا ہوگیا۔'' انی انا الرحمن لا یخاف لدی المرسلون قل الله ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون طلع البدر علینا من بینات الوداع لا تخف انی لا یخاف وقالوا من ذاالذی یشفع عنده هیهات هیهات لما توعدون قل ان الله عزیز والاقتدار افلا تؤمنون قل عندی شهادة من الله فهل انتم مؤمنون قل ما ارید لکم من امری والحمد لله رب العالمین انا انزلنا فی لیلة القدر انا کنا منزلین۔ یاتیك نصرتی حسنت مستقرا ومقاما اذ کففت عن بنی اسرائیل ارید الخیر یا ایها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم۔ انی مهین انی مع الرسول اقوم۔ یدوم لا تقومو اولا تقعدوا الا معه ولا تردوا موردا الامعی انی معك ومع اهلك۔ انی مع الرسول اقوم امانرینك بعض الذی نعدهم اونتوفینك تموت وانا راض منك لا یقبل عمل مثقال ذرة من غیر التقویٰ انك ء اعیننا سمیتك المتوکل انفقوا فی سبیل الله ان کنتم مسلمین۔ رب اجلك المقدر ولا نبقی لك من المخزیات شیئا۔ واخردعوائنا ان الحمدلله رب العالمین ''یہ فقرہ الہام نمبر ۴۰۵ کے ساتھ دوبارہ نازل ہوا۔'' انزل فیها (مقبرہ بہشتی) کل رحمة کبرت فتنة جاء وقتك وینقی لك الایات باهرات قرب وقتك ونبغی لك ایات بینات ''بینات اور باہرات اسم حالیہ ہیں جو دوام وجود پردال ہیں۔ (خوب بہت خوب)'' قال ربك انه نازل من السماء ما یرضیك رحمة مناوکان امرا مقضیا قرب ما توعدون۔ واما بنعمة ربك فحدث انه من یتق الله ویصبر فان الله لا یضیع اجرالمحسنین۔ یا شمس یا قمر انت منی وانا منك (خوب ہے) انا نبشرك بغلام نافلة لك من عندی (مگر لڑکا پیدا نہ ہوا ۱۹۰۶ء) انی مع الافواج الغ حرام علی قریة ووضعنا عنك وزرك الله غالب علی امره ننجیك من کربك قطع دابر القوم الذین لا یؤمنون۔ یوم

تأتی السماء بدخان مبین وتری الارض یومئذ خامدة مصفرة سفینة وسکینة '' مراد سلسلہ کی سختی نرمی ہے۔''رب اشف زوجتی ھذہ واجعل لھا برکات فی السماء وبرکات فی الارضھا انی اثرتك انی مع الافواج ولنجعل لك سھولة من کل امر ان ربك فعال لما یرید رب اخر وقت ھذا (ای الزلزلة بتاویل العذاب) رب سلطنی علی النارای فارالعذاب اخرہ اللّٰہ الیٰ وقت مسمی ''اس سخت زلزلہ کو تاخیر میں ڈال دیا گیا۔''انا نبشرك بغلام نافلة ''پسر محمود مراد ہے۔''ھو الذی ارسل رسولہ...... کلہ ان اللّٰہ قد من علینا یاتیك الفرج رب ارنی زلزلة الساعة یریکم اللّٰہ زلزلة الساعة اریك زلزلة یسئلونك احق ھو قل ای وربی انہ لحق ولا یرد (عذابہ) من قوم یعرضون نصر من اللّٰہ وفتح مبین اراد اللّٰہ ان یبعثك مقاما محمودا۔ ھو الذی ارسل رسولہ۔ الامراض تشاع والنفوس تصناع '' یہ دوسری دفعہ الہام ہوا ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ قادیان کے متعلق ہے یا پنجاب کے متعلق۔''تااللّٰہ لقد اثرك اللّٰہ وان کنا لخطئین انی حفیظك ویل اھذہ الامرأة وبعلھا (معلوم نہیں کہ یہ کون عورت ہے) اشفنی من لدنك وارحمنی ''بیماری کی حالت میں ہوا۔''انی مع الاکرام لولاك لما خلقت الافلاك ۰ لا تکلمنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون وعدعلینا حق ''یعنی جو تیری جماعت سے بگڑیں ان کے لئے شفاعت مت کر غیر بھی خیال رکھیں اور جماعت میں داخل ہوں۔''ھل اتاك حدیث الزلزلة اذا زلزلت الارض زلزالھا ''یعنی اکثر جگہ یوں ہوگا۔''انی مع الافواج اتیك بغتة اریك زلزلة الساعة انی احافظ کل من فی الدار '''ترد علیك انوار الشباب سیاتی علیك زمن الشباب''

''ان کنتم فی ریب...... بشفاء من مثلہ روعلیھا ردحھا وریحانھا''
تین چار ماہ سے میری حالت ایسی کمزور ہوگئی تھی کہ ظہر وعصر کے سوا نماز بھی گھر ہی پڑھتا تھا۔ خدمت اسلام کے لئے ایک دوسطر بھی لکھتا تو خطرناک دوران سر شروع ہوجاتا تھا اور دل ڈوبنے لگتا تھا۔ جسم بالکل بیکار ہوگیا تھا۔ جسمانی قوائے بالکل مضمحل ہوچکے تھے کہ مسلوب القویٰ ہوکر آخری وقت آ گیا تھا۔ میری بیوی بھی دائم المریض تھی اور امراض رحم وجگر دامنگیر تھے تو دعاء کی اور یہ بشارت آئی۔''واذ قیل لھم لا تفسدوا فی الارض ۰ ادعونی استجب لکم ۰ انی مع الافواج بغتة ۰ انی احافظ کل من فی الدار رب انی [illegible] خلف فخلقت

اٰدم ان اللّٰہ علیٰ کل شئ قدیر ان اللّٰہ لا یخزی المؤمنین ''ایک دفعہ بدن کا اسفل حصہ حرکت سے معطل ہوگیا اور یک قدم اٹھانا مشکل تھا۔ سخت درد تھی۔ خیال تھا کہ فالج ہے۔ تب دعاء سے نجات ہوگئی۔''شفیع اللّٰہ ''یہ میرا نام ہے۔''انی مع الروح اتیک بغتة بلجت ایاتی وبشر الذین اٰمنوا ان لهم الفتح علم الدرمان''۔

ان المنایا لا تطیش سهامها
ان المنایا قد تطیش سهامها

''اما نرینك بعض الذی نعدهم یاتیك من كل فج عمیق یأتون من كل فج عمیق یاتیك رجالا نوحی الیهم من السماء ''فتوحات مالیہ مراد ہیں۔ ''ینصركم اللّٰه فی دینه اتقنط من رحمة اللّٰه الذی یربیكم فی الارحام''لنگر خانہ کا خرچ پندرہ سو سے بھی زیادہ بڑھ گیا۔ قرضہ لیں تو وہ بھی ایک ماہ میں خرچ ہوجائے گا تو یہ الہام ہوا'' رب لا تذر علی الارض من الكافرین دیارا ما ننسخ من اية رب احفظنی فان القوم یتخذوننی سخرة یكرمك اللّٰه اكراما عجبا الیس اللّٰه بكاف عبده (۱۹۰۷ء) انی انا الرحمن اصرف عنك سوء الاقدار. انما یرید اللّٰه بكم الیسر الحق بشیعة موسی ورضی اللّٰه به قولا. اضاءیرید. اللّٰه لیذهب عنكم الرجس اهل البیت دعنی اقتل كل من اذاك ان العذاب مربع ومدور. كل الفتح بعده مظهر الحق والعلاء كان اللّٰه نزل من السماء من (خواص) الناس والعامة لولا الاكرام لهلك المقام ''یعنی میری جماعت کے لوگ بھی طاعون سے مریں گے اور قادیان کا طاعون سے استیصال نہ ہوگا۔''یا عیسی انی متوفیك ورافعك الیّ انت منی وانا منك ظهورك ظهوری انت الذی طار الی روحه انی انا اللّٰه ذوالجودو العطاء انزل الرحمة علی من اشاء والضحی...... الاولی واللّٰه لولا اكرام لهلك المقام. اكرام تسمع به الموتی. علمه عند ربی لا یضل ربی ولا ینسی لا تطاء قدم العامة قدم النبی بلغت قدم الرسول. انی علی كل شئ قدیر كل واحد منهم ثلج. انقلب. علی عقبیه. لقد اثرك اللّٰه علینا. انی مع الرسول اقوم یدوم اجیب دعوة الداع. سلام علیك یاتیك تحائف كثیرة سننجیك سنعلیك سنكرمك اكراما عجبا عمره اللّٰه علی خلاف التوقع. امره اللّٰه علی خلاف التوقع. انت لا تعرفین القدیر. مرادك حاصل اللّٰه خیر

حافظا وھو ارحم الراحمین۔ خیر لھم خیر لھم شرفنا بکلام منا شرفنا بالکرام منا۔ سلام انی مبشر۔ ان اللہ معنا انی مع اللہ ان خبر رسول اللہ (علیہ السلام) اقع ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ سینالھم غضب من ربھم یوم تاتی السماء بدخان مبین ’’یعنی قحط پڑے گا۔‘‘ان خبر رسول اللہ واقع لا تحزن ان اللہ معنا۔ ان ربی کریم قرین انہ فضل ربی انہ کان بی خفیا۔ انی معک یا ابرھیم لا تخف صدقت قولی۔ سینالھم غضب من ربھم افمن یجیب المضطر اذا دعاہ قل اللہ ثم ذرھم من کان فی نصرۃ اللہ کان اللہ فی نصرتہ۔ لکم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیاء والضحیٰ...... ما قلی انی معک ومع اھلک انی معک یا ابراھیم۔ انی مبارک ما بقی لی ھم بعد ذلک انی انا الرحمن لا یخزی عبدی ولا یھان عشقک قائم ووصلک دائم۔ من عاد اولیالی فکانما خرمن السماء انی موجود فانتظر لا یھد بناؤک وتوتیٰ من رب کریم وضعنا...... ذکرک قذف فی قلوبھم الرعب وعد غیر مکذوب۔ انما صنعوا کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتی۔ انت منی بمنزلۃ روحی۔ انت منی بمنزلۃ النجم الثاقب۔ جاء الحق وزحق الباطل۔ یا ایھا النبی اطعموا الجائع والمعتر ’’جلسہ پر کچھ بھوکے رہ گئے تو آپ نے الہام پاکران کو پھر کھانا کھلوایا۔‘‘انی معک ومع اھلک انی معک فی کل حال وعند کل مقال۔ انت معک فی کل موطن نصر من اللہ وفتح قریب وھم من بعد غلبھم سیغلبون واما نرینک بعض الذی نعدھم اونتو فینک نصرکم اللہ نصرا۔ انی معک یا ابراھیم۔ انی معک ومع اھلک ھذہ ملعونین اینما ثقفوا اخذوا۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ یا مسیح اللہ عدوانا ظفرکم اللہ ظفرا مبینا۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا‘‘

الہام عربی پر تنقید

ا...... ان الہامات میں ملہم نے کوشش کی ہے کہ حضور ﷺ کے اسماء صفاتی کے مقابلہ میں اپنے بھی نودونہ نام پیش کرے۔ اگر کوئی تاڑ جائے گا تو کہہ دیں گے کہ میری ہستی درمیان میں نہیں یہ محمد ثانی کے ہی نام ہیں۔ یہ بہانہ وحدت وجودیوں نے خوب نکالا ہوا ہے۔ مگر اہل حق اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ایسے بہانوں کی تردید میں تو سارا قرآن بھرا پڑا ہے۔ اگر مسلمان پھر وہی مشرکانہ تعلیم پھیلانے لگے تو اسلام اور کفر میں کیا فرق رہا اور بت پرستی اور خدا

پرستی میں کس طرح امتیاز ہو سکے گا۔

۲...... قابل شرم ایک اور یہ بھی بات ہے کہ الہامی عربی جس میں کہ قرآنی آیات سے قطع و برید نہیں کی ایسی کمزور یا غلط ہے کہ کوئی عربی تعلیم یافتہ اپنی زبان پر نہیں لاسکتا اور ''کلموا الناس علی قدر عقولھم '' کے مطابق خدا مجبور ہو گیا تھا کہ وہ تھرڈ کلاس عربی میں الہام بھیجے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کو عربی مبین میں نطق کرنے کی ابھی لیاقت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اگر آپ سوچ سے کام لیتے تو پہلے فصیح عربی کی لیاقت پیدا کر لیتے۔ تب الہام شروع کرواتے۔ اب کیسی شرم کی بات ہے کہ خدا کو بھی غلط گو یا ناآموز ثابت کر دکھلایا ہے اور اپنی لیاقت کا بخیہ خود ہی ادھیڑ ڈالا ہے۔ کیا بہتر ہوتا کہ یہ سلسلہ شروع ہی نہ کرتے۔

۳...... تابعدار کہتے ہیں کہ جو اعتراض اس عربیت پر پڑتے ہیں وہی قرآن شریف پر بھی وارد ہوتے ہیں۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ خیال صرف ان لوگوں کا ہے جو خود عربیت سے پوری واقفیت نہیں رکھتے اور نیم ملا بن کر خطرہ ایمان ثابت ہو رہے ہیں۔ ورنہ یہ عربیت یوں کہنے پر اہل علم کو مجبور نہیں کرتی کہ اگر آپ کو عربی لکھنا نہیں آتا تھا تو کیوں عربی الہام وغیرہ لکھنے بیٹھ گئے؟ سمرقندی مسیح اور عربی الہام؟ پھر لکھتے ہیں یہ سمجھ میں نہیں آیا وہ مشتبہ ہے۔ فلاں کے معنی نہیں آتے۔ سمجھ میں کیا آئے خاک؟ غور کرنے کا مقام ہے کہ سمرقند سے ہند میں آئے۔ آپ کو پشتہا پشت ہو گئیں۔ (دیکھو سلسلہ نسب مرزا) مادری زبان تو اس طرح گئی، عربی میں جو لیاقت ہے وہ ناظرین خوب جانتے ہیں۔ پہلے ان کے خدا نے عربی میں الہام اتارا (غثم غثم غثم) تو آپ بہت پریشان ہوئے تو اب ان کے خدا کو بھی بڑی مشکل درپیش آئی۔ کیونکہ جو زبانیں مرزا قادیانی جانتے ہیں وہ خدا نہیں جانتا۔ (معاذ اللہ) اور جس زبان میں الہام ہوتا ہے وہ مرزا قادیانی کی سمجھ نہیں آتا وہ بھی آخر خدا تھا۔ اس نے ایک نئی زبان ایجاد کر ڈالی جس کا نام ''قادیانی عربی'' تجویز ہوا۔ بظاہر وہ عربی نما تھی۔ لیکن معانی جو مرزا قادیانی کریں وہی صحیح ہیں اور وہ یقیناً خدا ہی کے سکھائے ہوئے معانی ہوتے تھے۔ اب مرزا قادیانی رہے نہیں دنیا بھر میں کوئی اور شخص یہ زبان جانتا نہیں ہم یہ تعلیم کس سے حاصل کریں؟ صاف ظاہر ہے کہ جس طرح مرزا قادیانی نہیں رہے ان کی زبان نہ رہی۔ اسی طرح ان کا مذہب بھی باقی نہیں رہے گا۔ انشاء اللہ!

اردو الہام

اگر خدا ایسا نہ کرتا تو دنیا میں اندھیرا پڑ جاتا۔ تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور

وہ تجھے برکت دے گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ بست و یک روپیہ آنے والے ہیں۔ بست و یک روپیہ آئے ہیں۔ ایک مقدمہ درپیش تھا۔ مجھے الہام ہوا کہ ڈگری ہوگئی۔ مگر لوگ نہ مانے۔ مجھے بھی شک ہوا تو خدا نے کہا کہ تو مسلمان ہے؟ تو میں نے یقین کرلیا۔ وید گمراہی سے بھرا ہوا ہے۔ اگر تمام لوگ منہ پھیر لیں تو میں زمین کے نیچے سے یا آسمان کے اوپر سے مدد کرسکتا ہوں۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی برائیوں کا وبال جلد تر اسے (مرزا نظام الدین کے) درپیش ہے۔ اس سفر (موضع کنجراں ضلع گورداسپور) میں تمہارا یا تمہارے رفیق کا کچھ نقصان ہوگا۔ (تو حامد علی کی چادر اور ہمارا رومال کھویا گیا) پٹیالہ سے واپس آئے تو الہام ہوا کہ اس سفر میں کچھ نقصان ہوگا اور کچھ ہم و غم پیش آئے گا۔ چنانچہ ٹکٹ لینے لگے تو رومال ندارد موضع دوراہہ کے سٹیشن پر پہنچے تو ہمیں لدھیانہ بتایا گیا۔ اتر پڑے تو گاڑی چلی گئی۔ دیکھ میں محمود دیکھ میں تیری دعاؤں کو کیسے جلد قبول کرتا ہوں۔ (پچاس روپے کی ضرورت تھی قادیان سے بٹالہ کی طرف تین میل کے فاصلہ پر نہر کے کنارہ پر جا کر دعاء کی تو الہام ہوا اور دوسرے دن روپے مل گئے) یہودا اسکر یوطی، لوگ آئے اور اس کو پکڑ بیٹھے شیر خدا نے ان کو پکڑا اور شیر خدا نے فتح پائی۔ آریوں کا بادشاہ آیا ہے، کرشن جی رودر گوپال، خدا قادیان میں نازل ہوگا۔ آگ سے ہمیں مت ڈرا۔ آگ ہماری بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ خدا تین کو چار کرے گا۔ ایک امیر نو وارد پنجابی الاصل کی نسبت متوحش خبریں۔

نصف ثانی

ماجھے خان کا بیٹا شمس الدین پٹواری ضلع لاہور سے بھیجنے والے ہیں۔ تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ میں واقع ہوا) میں نے مبارک کر دیا۔ تجھے قربت کا نشان دیا جاتا ہے۔ فتح وظفر کی کلید تجھے دی جاتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام تاکہ اسلام کا شرف ظاہر ہو۔ تجھے بشارت ہو کہ تجھے ایک وجیہ اور ایک پاک لڑکا دیا جائے گا۔ ذکی غلام (بیٹا) تجھے ملے گا۔ وہ تیرے ہی تخم سے ہوگا۔ تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اسے مقدس روح دی گئی۔ رجس سے پاک ہے نور آلہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ مسیح نفس سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کردے گا۔ کلمۃ اللہ ہے۔ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔ دل کا حلیم علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے۔ مبارک دوشنبہ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء كأن الله نزل من السماء جس کا نزول مبارک اور موجب ظہور جلال الٰہی ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا

نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ جلد بڑھے گا۔ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اسے اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ ''وکان امر الله مقضیا'' تیرا گھر برکتوں سے بھرے گا۔ خواتین مبارکہ سے تیری نسل بہت ہوگی۔ نسل بہت بڑھاؤں گا۔ کچھ بچپن میں بھی مریں گے۔ تیری نسل ملکوں میں بھی پھیل جائے گی۔ تیرے جدی بھائیوں کی ہر ایک شاخ کاٹی جائے گی۔ توبہ نہ کریں گے تو بہت نابود ہو جائیں گے۔ رجوع کریں گے تو خدا رحم کرے گا۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی۔ تیرے نام انقطاع دنیا تک عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دوں گا۔ تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اٹھائے گا۔ جو تیری ذلت اور تباہی کے خواہاں ہیں وہ خود نامرادی میں مریں گے۔ خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا۔ تجھے ساری مرادیں دے گا۔ میں یہ خالص محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا۔ ان کے مال و جان میں برکت ہوگی۔ منکروں پر غالب رہیں گے تو مجھے ایسا ہے کہ جیسے انبیاء بنی اسرائیل۔ بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالے گا اور وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

اے منکرو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی دکھلاؤ۔ ''فان لم تفعلوا ولن تفعلوا ۰ نازل من السماء ونزل من السماء'' (پہلے نو برس کی خبر ملی تھی اب نو ماہ کی خبر ملی ہے مگر جو لڑکا آیۃ اللہ ہوگا وہ معلوم نہیں کہ کب پیدا ہوگا) اکیس ماہ تک ان پر (یعنی مرزا امام الدین ونظام الدین) پر ایک سخت مصیبت پڑے گی۔ (تو نظام الدین کی لڑکی پچیس سالہ مرگئی) ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود ہے اور وہ اولوالعزم ہوگا۔ پاس ہو جائے گا (تو میرا بیٹا تحصیلداری میں پاس ہوگیا) دشمن کا بھی خوب وار نکلا۔ (بشیر کی جگہ لڑکی پیدا ہوئی تو لوگوں نے مخول کیا تھا) جب کفار کو رجس شر البریہ ذریۃ الشیطان وغیرہ کہا گیا تو ابوطالب کو دشنام دہی سے روکا۔ مگر حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ اظہار واقعہ ہے۔ دشنام نہیں، تو مدد چھوڑنے کو تھا۔ مگر آب دیدہ ہو کر پھر آمادہ ہوگیا۔ ان علماء نے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادت گاہ میں ان کے چولہے ہیں۔ میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔ (مراد اس زمانہ کے مولوی ہیں) نبی ناصری کے نمونہ پر اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ بندگان خدا کو زیادہ صاف کر رہا ہے۔ اس سے زیادہ کہ جسمانی بیماریوں کو صاف کیا گیا ہو۔ (۱۸۹۲ء) اب اے مولویو! اے بخل کی سرشت

والواگر طاقت ہے تو خدا تعالیٰ کی ان پیشین گوئیوں کو ٹال کر دکھلاؤ۔ ہر ایک قسم کے فریب کام میں لاؤ اور کوئی فریب باقی نہ رکھو۔ پھر دیکھو کہ خدا کا ہاتھ غالب رہتا ہے یا تمہارا۔ میں تجھے عزت دوں گا اور بڑھاؤں گا۔ تیرے آثار میں برکت رکھ دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ۔

چل رہی ہے نسیم رحمت کی

جو دعاء کیجئے قبول ہے آج

سید محمد حسین وزیر پٹیالہ غم میں مبتلا تھے تو میری دعاء سے رہائی ہوئی۔ (۱۸۹۳ء)

۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء سے چھ برس تک یہ شخص لیکھرام اپنی بدزبانیوں کی سزا میں جو حضور ﷺ کے حق میں کی ہیں۔ شدید مرض میں مبتلا ہو جائے گا۔ (یہ الہام میرا معیار صداقت ہے) ۷ر مارچ ۱۸۹۷ء کو بمقام لاہور وہ قتل ہو گیا۔ اس بحث میں جو فریق عمداً جھوٹ اختیار کر رہا ہے پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور دوسرا فریق عزت پائے گا اور بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ عبداللہ آتھم پنشنر کو جب یہ الہام دس بجے جلسہ گاہ میں سنایا گیا تو ڈر کر کہنے لگا کہ میں حضور ﷺ کو مفتری اور دجال نہیں سمجھتا۔ اس لئے تاخیر سے مستفید ہوا۔ پھر جب عیسائیوں نے برانگیختہ کیا اور اس نے چار ہزار روپے دینے تک بھی اظہار خوف نہ کیا تو ایک سال تک مر گیا۔ جنگ مقدس سے پہلے ڈاکٹر ہنری مارٹن کو مباہلہ کی دعوت دی اور کہا کہ مسیح انسان تھے مگر سچے مرسل برگزیدہ نبی بھی تھے جو مسیح کو دیا گیا۔ وہ بمتابعت حضور ﷺ تجھے دیا گیا اور تو مسیح موعود ہے اور تیرے پاس ایک نورانی حربہ ہے جو ظلمت کو پاش پاش کرے گا اور صلیب توڑے گا۔ مگر عیسائی مقابلہ پر نہ نکلے۔ (۱۸۹۴ء) مسیح موعود کی روحانی لڑائیاں ہیں۔ آتھم نے مہلت پائی تو سعد اللہ نے استہزاء کا اشتہار دے کر دجال کہا تو مجھے الہام ہوا کہ اے عدو اللہ تو مجھ سے نہیں خدا سے لڑ رہا ہے۔ خدا نے کہا ہے کہ: "ان شانئك هو الابتر" تو سعد اللہ جنوری ۱۹۰۷ء میں پلیگ سے مرا۔ جب کہ وہ اپنے پندرہ سالہ لڑکے کی شادی میں مصروف تھا اور وہ لڑکا لاولد رہا۔ اگر آتھم اپنے دعویٰ میں سچا ہے کہ اس نے رجوع نہیں کیا تو وہ عمر پائے گا۔ جھوٹا ہے تو جلد مر جائے گا۔ (۱۸۹۵ء) "یوم یقوم الروح والملئكة" میں روح سے مراد رسول اور محدث ہیں۔ جن پر روح القدس ڈالا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہم کلام ہوتے ہیں اور بمحاورہ قرآنی روح بمعنی ارواح ہے۔ نور القرآن لکھی تو عماد الدین پادری کے متعلق الہام ہوا تو اس کی مثل پر قادر نہیں ہوگا۔ خدا تجھے عاجز اور رسوا

کرے گا۔ تیری قوم تجھ سے متفق بھی ہو جائے۔ مگر آخر تم مغلوب ہو جاؤ گے۔ نور الحق کے متعلق الہام ہوا۔ کافر اور مکفر اس پر قادر نہ ہوں گے کہ اس کتاب کی مثل نثر اور نظم معہ التزام معارف واحکام تالیف کر سکیں۔ کسوف وخسوف کی تشریح بذریعہ الہام ہے۔ کرامات الصادقین میں سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے۔ مکفرین کے مقابلہ پر ایک ہفتہ میں لکھی گئی ہے اور ان کو ایک ماہ کی بھی مہلت دی۔ مگر وہ قاصر رہے۔ (۱۸۹۶ء) جلسہ مذاہب لاہور میں ہوا تو الہام ہوا کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔ نیک اور ابرار کے درجات اخروی کی تشریح (۱۸۹۷ء) پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا رجوع اسلام کی طرف بڑے زور کے ساتھ ہوگا۔ خدا کا یہی ارادہ ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا۔ وہ کاٹا جائے گا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ سلطان روم کی حالت اچھی نہیں ارکان کی حالت اچھی نہیں۔ میرے نزدیک انجام نہیں۔ تم پاس ہو گئے ہو۔ (مرزا یعقوب بیگ نے آخری امتحان دیا تو یہ الہام ہوا تھا) میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (۱۸۹۹ء) خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تیرا نام بڑھائے اور تیرے نام کی چمک آفاق میں دکھائے۔ آسمان سے کئی تخت اترے۔ مگر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔ دشمنوں سے ملاقات کرتے وقت ملائکہ نے تیری مدد کی۔ قیصر ہند کی طرف سے ایک شکریہ یہ مشابہات میں سے ہے۔ مبشروں کا زوال نہیں ہوتا۔ گورنر جنرل کی پیشین گوئیوں کے پورے ہونے کا وقت آگیا۔ (۱۹۰۰ء) مبارک وہ آدمی جو اس دروازہ کی راہ سے داخل ہو۔ (مراد ایوب بیگ کی وفات)۔

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہو گئے
جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے

(مراد اتمام حجت ہے) اچھا ہو جائے گا۔ مراد نور محمد مالک ہمدم۔ (۱۹۰۰ء) آج سے یہ شرف دکھائیں گے ہم۔ اگر یہ جزر ہی سب کچھ رہا ہے۔ (مراد تقویٰ ہے) سب سے بہتر اور تیز تر وہ تلوار ہے جو تیری تلوار میرے پاس ہے۔ یعنی سیف یا حربہ قلم۔ حقیقت میں ہزار سالہ موت کے بعد جواب احیاء ہوا ہے۔ اس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہیں۔ یعنی جیسے مسیح بن باپ پیدا ہوا اور اس کی حیات میں کسی انسان کو دخل نہ تھا۔ ویسے ہی یہاں بدوں کسی استاد یا مرشد کے خدا نے روحانی زندگی عطاء کی۔ فریمیسن مسلط نہیں کئے جائیں گے کہ اس کو ہلاک کریں۔ پوڑی یعنی روح آسمانی آئی اور آسمان پر ہی جائے گی۔ عدالت عالیہ سے اسے بری کیا ہے۔ نواب مبارکہ بیگم یعنی

مبارک کہ بیگم نواب سے بیاہی گئی۔ اس کتے کا آخری دم ہے۔ افسوس صد افسوس۔ نتیجہ خلاف مراد ہوا یا نکلا۔ آخری لفظ یاد نہیں رہا۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ کس کے متعلق ہے۔ (۱۹۰۳ء) اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ (یعنی میری مدد کر) استقامت میں فرق آ گیا۔ طاعون کا دروازہ کھولا گیا۔ آثار صحت (معلوم نہیں کہ کس کے متعلق ہے) مجموعہ فتوحات بلایا نازل یا حادث یا (معلوم نہیں کہ یا کے بعد کیا تھا) عنقریب ایسا ہوگا کہ شریر لوگ جو رعب داب رکھتے ہیں کم ہوتے جائیں گے۔ عرب کی خبر گیری کرو اور ان کو راہ بتاؤ۔ خدا کی پناہ میں عمر گزارد۔ کابل سے کاٹا گیا اور سیدھا ہماری طرف آ گیا۔ قریب ہے کہ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ دیکھا جائے گا اور جو اسے معدوم کرنا چاہے گا اس کا نام نہ رہے گا۔ یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔ یاد رکھو آسمان سے کوئی نہیں اترے گا۔ تمہاری اولاد در اولاد بھی عیسیٰ کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی تو لوگ گھبرائیں گے کہ صلیب کا غلبہ بھی گزر گیا مسیح کیوں نہ اترا۔ آج کے دن سے تیسری صدی ابھی پوری نہیں ہوگی کہ لوگ اس جھوٹے عقیدے کو چھوڑ دیں گے۔

دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا (یعنی میں اور میری تعلیم) میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ اب وہ تخم بڑھے گا پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ جس مذہب میں خدا کے ساتھ مکالمہ نہیں وہ مذہب مردہ ہے۔ ابھی تم میں سے لاکھوں اور کروڑوں انسان زندہ ہوں گے کہ آریہ مذہب کو نابود ہوتے دیکھ لوگے۔ تم خوشی سے اچھلو خدا تمہارے ساتھ ہے۔ کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ گالیاں سنو چپ رہو۔ ماریں کھاؤ۔ صبر کرو۔ بدی کے مقابلہ سے حتی المقدور پرہیز کرو۔ کابل کی زمین دیکھ لے گی کہ عبداللطیف کا خون کیسے کیسے پھل لائے گا۔ عبدالرحمان مارا گیا تو خدا چپ رہا۔ مگر اب چپ نہیں رہے گا۔ اس نادان امیر نے کیا کیا کہ ایسے معصوم کو قتل کر کے اپنے آپ کو تباہ کر لیا۔ اے بدقسمت زمین کابل تو خدا کی نظر سے گر گئی۔ آگ سے ہمیں مت ڈرا۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام۔ (۱۹۰۴ء) ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت۔

خدا تیری ساری مرادیں پوری کرے گا۔ بہت حادثات اور عجیب کاموں کے بعد تیرا حادثہ ہوگا۔ (۱۹۰۵ء) خاکسار پیپرمنٹ ماتا موتی لگ رہی ہے۔ وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ چوہدری رستم علی۔ موت دروازہ پر کھڑی ہے۔ ہم نے وہ جہان چھوڑ دیا ہے۔ (یہ روح کی آواز ہے) ہے سر راہ پر تمہارے وہ جو ہے مولا کریم۔ بھونچال آیا اور بڑی شدت سے آیا۔ بادشاہ وقت پر جو تیر چلاوے اسی تیر سے وہ مارا جائے۔ کیا عذاب کا معاملہ درست ہے اگر درست ہے تو کس حد

تک۔ عبدالقادر رضی اللہ عنہ، اللہ اکبر، مضر صحت، خدا نے اس کو اچھا کرنا ہی تھا بے نیازی کے کام ہیں۔ (باغ میں چار بیمار تھے ایک کی موت یقینی تھی مگر وہ بچ گیا تو معلوم ہوا کہ اس کی تقدیر اصلی طور پر مبرم نہ تھی ورنہ توجہ الی صاحب الحال سے بھی نہ ٹلتی) محمد مفلح تیرے لئے تیرا نام چمکا، پہاڑ گرا تو جانتا ہے میں کون ہوں۔ میں خدا ہوں جس کو چاہتا ہوں عزت دیتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں ذلت دیتا ہوں۔ ۷۴ سال کی عمر انا للہ یہ خدا کا کلام ہے۔ اللہ اکبر زندگیوں کا خاتمہ۔ کمبل میں لپیٹ کر صبح قبر میں رکھ دو۔ میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے۔ (۱۹۰۶ء) تین بکرے ذبح کئے جائیں گے۔ ۲۵ رفروری کے بعد جانا ہوگا۔ اٹھو نمازیں پڑھیں اور قیامت کا نمونہ دیکھیں۔ پہلے بنگال کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب ان کی دلجوئی ہوگی۔ کرنسی نوٹ۔ دیکھو میرے دوستو۔ اخبار شائع ہوگیا۔ (اخبار سے مراد خبر ہے) بشیر الدولہ، دردناک دکھ اور دردناک واقعہ۔ میری بیوی یکایک مرگئی۔ زلزلہ آنے کو ہے۔ پچاس یا ساٹھ نشان دکھلاؤں گا۔ کلیسیا کی طاقت کا نسخہ۔ کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں۔ اب تک پیچھا نہیں چھوڑتی۔ زندگی کے آثار (یہ سیٹھ عبدالرحمان مدراسی کا تار تھا) زلزلہ آنے کو ہے۔ ایک دم میں دم رخصت ہوا۔ (معلوم نہیں کس کے متعلق ہے۔ باقی الہام بھول گیا آج کل کوئی نشان ظاہر ہوگا۔ خبر موت ۱۳ ماہ حال کو) (معلوم نہیں کس کے متعلق ہے) اے عبدالحکیم خدا تجھ کو ہر ایک ضرر سے بچاوے۔ اندھا ہونے مفلوج ہونے اور مجذوم ہونے سے قادر ہے وہ بارگاہ جو ٹوٹا کام بنادے۔ بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے۔ کمترین کا بیڑہ غرق ہوگیا۔ (کسی کی آواز ہے) تیری دعاء قبول کی گئی۔ (۱۹۰۷ء) روشن نشان۔ ہماری فتح ہوئی۔ تحفۃ الملوک۔ ہزاروں آدمی تیرے پیروں کے نیچے ہیں۔ دہلی میں واصل جہنم واصل خان فوت ہوگیا۔ زلزلہ اس طرف چلا گیا۔ آج ہمارے گھر میں پیغمبر ﷺ آئے۔ آ گئی عزت اور سلامتی۔ قبول ہوگئی۔ نو دن کا بخار ٹوٹ گیا۔ (مراد مبارک احمد) ایک وباء پڑے گی۔

اردو الہام پر تنقید

۱...... ملہم کا خدا بھی فصیح اردو نہیں بول سکتا تھا۔ پنجابی نما اردو فقروں میں اپنے مطالب کا اظہار فرمایا ہے۔ شاید اس لئے کہ ملہم اہل تسوید میں سے نہ تھا تو بھلا ملہم کو سلطان القلم کا خطاب کیوں دیا جاتا ہے؟ غالباً اس لئے کہ غلط سلط ایسی کتابیں اور سینکڑوں اشتہار لکھ مارے

تھے۔ مگر صرف لکھنے سے سلطان القلم کا خطاب نہیں مل سکتا۔ ورنہ ملاپ و پرتاپ اخبار کا ایڈیٹر بھی اس خطاب کا حقدار ہوگا۔

۲...... اردو الہامات میں مصائب کا ذکر بہت ہے اور زلزلوں کی بھرمار ہے اور کچھ اپنی کامیابی پر اظہار افتخار ہے۔ ورنہ ان میں کوئی روح صداقت نہیں ملتی۔ کیونکہ اس قسم کے گول مول الہام اور تعلّی آمیز مضامین ان لوگوں کے تبلیغی رسائل میں بھی درج ہیں۔ جو آپ کے بعد نبوت کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں۔

۳...... مشکوٰۃ شریف کا آخری حصہ اٹھا کر مطالعہ فرمائیے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ شان نبوت یوں ہوا کرتی ہے؟ اخبار بالغیب کس صفائی سے مذکور ہیں۔ علم ما کان وما سیکون کا اظہار کس طرح کیا گیا ہے۔ الہامات قادیانیہ اور حضور کی اخبار بالغیب بالمقابل رکھ کر موازنہ کریں تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ ۔

شیر بربی دیگر وشیر نیستاں دیگراست

دعویٰ تو یہ تھا کہ حضور جب قادیان میں کرشن اوتار بن کر آئے ہیں ۔

تو آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں

مگر تجربہ نے ثابت کر دیا کہ یہ دعویٰ غلط تھا۔ زبانی باتیں ہی تھیں اور اس کرشن اوتار نے قلمی اور قولی میدان میں جو نظم ونثر کے گدھے ہانکے ہیں ان سے تو اس شہسوار میدان فصاحت رائض مضمار جوامع الکلم سیدنا ومولانا وامامنا وملجانا صلی اللہ علیہ وسلیم ۔

ہزار بار بشویم دہن بمشک وگلاب

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

کے غبار کا تتبع بھی نہیں ہوسکتا۔ بھلا کہاں ایک پنجابی الفطرۃ مغل بچہ اور کہاں وہ باعث تخلیق عالم، افصح العرب صلوات اللہ علیہ ۔

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک

اگر افسوس ہے تو ان مسلمانوں پر کہ جن کو عربی فارسی اور اردو میں ایک سطر بھی لکھنا یا سمجھنا نہیں آتا۔ وہ مفتی اردو بن کر فتویٰ جاری کر دیتے ہیں کہ تعلیم قادیانی اپنی فصاحت و بلاغت میں لاجواب ہے اور اس پر نکتہ چینی کرنا گویا نعوذ باللہ قرآن پر نکتہ چینی کرنے کے برابر ہے۔ یہ قول اگر مسلم الثبوت شخصیت کا ہوتا تو قابل توجہ بھی تھا۔ مگر اندھوں میں کانا راجا۔ اہل بصیرت مانیں تو کیسے مانیں؟ ''فذرهم فی طغیانهم یعمهون''

پنجابی الہام

عشق خدا داو سے مونہپر ولیاں ایہ نشانی (نصف ثانی) میں کوئی نہیں کہہ سکدا کہ ایسی آئی۔ جس نے ایہ مصیب پائی۔ (مراد مبارکہ بیگم) بیہوشی پھر غشی پھر موت۔ (جمعہ کے دن مہندی لگا کر بیٹھے تھے تو بوڑے خان قصوری کے متعلق خبر مرگ کا الہام ہوا) ہے رودھر گوپال تیری است گیتا میں لکھی ہے۔

ناظرین! چند پنجابی فقرے الہام مرکب میں بھی گذر چکے ہیں۔ جن کو یہاں پر ملانے سے ہم خیال کر سکتے ہیں کہ ہیر وارث شاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی کسی پنجابی نثر کا لگا کھا سکتے ہیں اور ملہم کو خود بھی اعتراف ہے کہ میری اصلی غرض شعر نہیں بلکہ اصل مقصد اپنی تبلیغی جدوجہد ہے اور یہ جس قدر الہامات کی صورتیں اختیار کی گئی ہیں ان سے صرف یہی غرض ہے کہ سامعین کو دلچسپی پیدا ہو۔ اصل میں ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا والا معاملہ ہے۔ کیونکہ ملہم کا خاندان عموماً شاعر ہے آپ بھی قبل از نبوت اشعار میں فرخ تخلص باندھ کر مجلس مشاعرہ میں حاضر ہوتے رہے۔ ہاں یہ بات اور ہے کہ آپ کو فن شاعری میں پاسنگ مارکس بھی نہیں ملے تھے۔ لیکن آپ کی جدوجہد میں کوئی شک نہیں۔

فارسی الہام

شخصے پائے من بوسید من گفتم کہ سنگ اسودم۔ بحسن قبولی دعاء بنگر کہ زچہ زود دعاء قبول میکنم۔ از بردلیش محمد احسن را۔ تارک روزگار مے بینم۔ تہید ستان عشرت را۔ (لدھیانہ کے سفر میں امام بی بی شریک جائیداد کے متعلق الہام ہوا کہ) نصف ترا نصف عمالیق را۔ (تو وہ مرگئی اور ہمیں اس کی نصف جائداد مل گئی) عبداللہ سنوری کی منگنی چھوٹی تو الہام ہوا۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

طریق زہد وتعبد ندانم اے زاہد خدا اے من قدمم رانده برره داؤد۔

نصف ثانی

ہرچہ باید نوعروسی را ہماں ساماں کنم
آنچہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم

(تو خاندان میر درد میں میری دوسری شادی ہوئی) (۱۹۰۱ء)

سال دیگررا کہ مے داند حساب
تاکجا رفت آنکہ باما بود یار

سلامت برتو اے مرد سلامت۔ السلام علیکم۔ سلطان القلم۔ دلم مے بلرزد چو یاد آورم۔

مناجات شوریدہ اندر حرم۔ شوریدہ سے مراد دعاء کرنے والا ہے۔ اور حرم سے مراد غالباً قادیان ہے۔ راہگرائے عالم جاودانی شد۔ سرانجام جاہل جہنم بود کہ جاہل نکو عاقبت کم بود۔ (۱۹۰۳ء) عود صحت (یہ الہام دردگردہ کے بعد ہوا) خوش باش کہ عاقبت نکو خواہد بود۔ (۱۹۰۴ء) رسید مژدہ کہ ایام نو بہار آمد۔ (۱۹۰۵ء) شکار مرگ۔

امن است درمکان محبت سرائے ما

تو در منزل ما چو بار بار آئی۔ خدا ابر رحمت بباریدیا نے رسید مژدہ کہ آں یار دلپسند آمد۔ رسید مژدہ کہ دیوار از میاں برخاست۔ دست تو دعائے تو رحم از خدا۔ (۱۹۰۶ء) تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد (یعنی شاہ ایران تخت سے اتارا گیا)۔

چو دور خسروی آغاز کردند
مسلماںرا مسلماں باز کردند

خدا قاتل تو باد۔ مرا از دست تو محفوظ دارد۔ (۱۹۰۷ء) آید آں روز یکہ مخلص شمود۔

ناظرین! ان الہامات کو کتاب ایقان مؤلفہ بہاء اللہ کے سامنے رکھ کر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت بہاء سے بہترین اور فصیح فارسی میں کلام کیا ہے یا مرزا قادیانی کو معمولی ابجد خوانی فارسی میں ٹال دیا ہے۔ کیونکہ آپ کو ذاتی قابلیت نہ تھی اور مسلم الثبوت استاد فن تسلیم نہ ہو چکے تھے۔ غرضیکہ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ملہم کی لیاقت کے مطابق الہام ہوتے ہیں اور الہام کی شان سے ملہم کی شان نظر آتی ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ الہام بازی میں اپنے مرشد (حضرت بہاء) کے مقابلہ پر مرزا قادیانی اعلیٰ نمبر نہیں لے سکے۔ باقی رہی شان رسالت تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ ملہم کو خدا تعالیٰ خود تعلیم دیتا ہے۔ وہ کسی مکتب میں الف بے بھی نہیں پڑھتے اور خدائی تعلیم سے اس قابل ہو جاتے ہیں اور ایسے قابل ہو جاتے ہیں کہ اعجازی کلام اور لاثانی الہام ان کے دل پر نازل ہوتا ہے۔ جس کو وہ خود بھی سمجھتے ہیں اور دور حاضر کے فصحائے قوم اس کے سامنے ہتھیار ڈال کر کہہ دیتے ہیں کہ: ''ماھذا قول البشر'' اور کسی کو اس وقت جرأت نہیں ہوتی کہ اس کلام کا ایک حرف بھی بے موقع ثابت کرے یا اس میں ادبی غلطی دکھائے۔ ہاں یہ بات اور ہے کہ آج کل کے جاہل دشمنان اسلام جو خود عربیت میں فیل ہیں۔ نکتہ چینی کرنے لگ جائیں۔ مگر ایسے لوگوں کو ''فخیر من اجابته السکوت'' کہہ کر دفع کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے یہ چکمہ نہیں دیا جا سکتا کہ اگر قادیانی الہام پر نکتہ چینی ہوئی ہے تو مکی اور مدنی الہامات پر بھی نکتہ چینی ہو چکی ہے۔ ''فشتان ما بین العراق ویثرب''

انگریزی الہام

۱...... ڈوال مین شڈ بی اینگری بٹ ڈاڈ از ود ھ یو۔ ہی شیل ہیلپ یو۔ ورڈز اوف گاڈ کین ناٹ ایکس چینج۔ آئی لو یو۔ آئی شیل گو یو اے لارج پارٹی اوف اسلام۔

۲...... آئی شیل ہلیپ یو۔ یو ہیو گوٹو امرتسر۔ ہی ہیلڈس ان دی ضلع پشاور ورڈ اینڈ ٹو گرلز۔ لائف۔

۱...... معلوم ہوتا ہے کہ ملہم کا خدا مجبور تھا کہ انگریزی میں شیکسپئر کے ڈرامے نازل نہ کرتا۔ کیونکہ ملہم سمجھنے کی قابلیت نہ رکھتا تھا۔ صرف دو ہی انگریزی کی کتابیں پڑھی تھی اور یہ الہام بھی بعض دفعہ ایسے مشکل نظر آتے تھے کہ ان کا ترجمہ کرانے کو آریہ دوستوں سے مدد لینی پڑتی تھی۔ اسی اصول سے معلوم ہوسکتا ہے کہ پہلے ملہم کو اعلیٰ قابلیت پر قابض ہونا ضروری ہے ورنہ الہامات تھرڈ کلاس ہی نازل ہوں گے اور اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ملہم کا ذاتی کلام بھی کس پایہ کا ہوگا۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

۲...... اس موقعہ پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قادیانی الہام مختلف زبانوں میں کیوں ہوگئے۔ اگر یہ خیال تھا کہ: ''لیظھرہ علی الدین کلہ '' کے ماتحت میں ہر رنگ کے الہام کا نازل ہونا ضروری ہے تو کشمیری، گجراتی، سندھی اور پنجاب کی باقی زبانوں میں الہام کیوں نہ ہوئے۔ کیا یورپ کی زبان صرف انگلش ہی رہ گئی تھی اور وہ بھی صرف بچوں کے فقرے جرمنی، فرانس، اٹلی، روس، چین، جاپان، ٹرکش وغیرہ کی زبانیں کہاں گئیں؟ کیا ان میں تبلیغ کی ضرورت نہیں تھی؟ شاید ان الہامات کو ام الالسنہ کے الہام تصور کرلیا ہوگا۔ اگر یہی بات ہے تو ان لوگوں کو ہی سلامت رہیں جو عقل کے اندھے اور گانٹھ کے ڈھیلے نظر آتے ہیں۔ ورنہ ارباب دانش وبینش اس جہل مرکب میں پھنس نہیں سکتے۔ یا صفراء یا بیضاء وغیرہ وغیرہ۔

۲۷...... مرزائیت اور اہل اسلام میں فرق

جب تک مسیح قادیانی براہین احمدیہ کی چار جلدیں ختم نہ کر چکے تھے۔ آپ بحیثیت مبلغ اسلام اور خادم دین کے اسے پیش کرتے رہے اور اہل علم نے آپ کو صوفی اور فلاسفر اسلام سمجھ کر اتنا بڑھا دیا کہ آپ کے الہامات مندرجہ براہین کی بھی وہی تاویلیں کرنے لگے جو دوسرے صوفیوں کے الہام اور شطحیات کی کیا کرتے ہیں اور آپ کے متعلق سادہ مزاج صوفیوں نے خوابیں بھی دیکھنی شروع کردیں۔ صرف اس لئے کہ آپ نے ابھی اپنا وہ راز جس کے لئے یہ

تمام جال بچھایا تھا ظاہر نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی عہدہ کے مدعی تھے۔ چنانچہ اسی لاعلمی میں لوگوں نے ان کو صوفیاء کی صف میں لاکھڑا کر دیا اور ان کی طرف سے مدافعت کرنا کار ثواب سمجھا۔ چالاک قادیانی نے جب اسلامی طبقے کا یہ رنگ دیکھا تو اپنی غیر معمولی عیاری سے کام لے کر لدھیانہ میں بنیادی پتھر رکھ کر اپنی بیعت لینی شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ ہزار ہا مسلمان آپ کے مرید ہو گئے اور آپ کی ہر دلعزیزی میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہوتی گئی۔ جناب یہ سنہری موقعہ کب ہاتھ سے دینے لگے تھے۔ فوراً غنیمت سمجھ کر اپنے دعاوی کو ایک دوسرے سے وابستہ کر کے غیر متناہی سلسلہ میں پیش کرنا شروع کر دیا۔ مسلمان ان نقلی صوفی صاحب کو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے دیکھ کر نہایت ہی متحیر ہوئے اور زبان حال وقال سے بہتیرا سمجھایا بجھایا۔ لیکن جناب نے جلتی پر تیل کا کام کرتے ہوئے ۱۹۰۱ء میں محمد ثانی کا دلخراش دعویٰ پیش کر دیا۔ بس پھر کیا تھا ملک بھر سے آپ کا اعتماد اٹھ گیا۔ بیگانے تو رہے بیگانے ان کے اپنے سگے لڑکے سلطان احمد نے وہ وہ ہاتھ دکھائے کہ ساری جماعت کے چھکے چھوٹ گئے۔ ہندوستان بھر میں بہت سے مناظرے کئے۔ لیکن کبھی بھی اپنے آپ کو نبی ثابت نہ کر سکے۔ سینکڑوں پیشین گوئیاں کیں۔ لیکن ایک بھی پوری نہ ہوئی۔ ہزاروں الہام لکھے مگر ایک بھی سچا ثابت نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ ۱۹۰۸ء میں بمقام لاہور حضرت پیر جماعت علی شاہ مدظلہ العالی کی بددعاء سے مرض ہیضہ سے وفات پائی۔ آپ کی لاش بقول ان کے دجال پر سوار کر کے قادیان پہنچائی گئی۔ یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ کیا جناب اس اصول کی رو سے کاذب ثابت نہیں ہوتے؟ کیا مرزائیوں کے پاس اس کا کوئی جواب ہے؟

وفات مسیح کے بعد خلافت اوّل کا اثر نمایاں طور پر ظاہر نہ ہوا تھا۔ مگر خلافت ثانیہ میں پیغامی جماعت (لاہوری) الگ ہو گئی اور اپنے مرشد کو اس قدر نہ بڑھایا کہ مستقل نبی بنا کر پیش کریں۔ مگر قادیانی جماعت نے بھی تشدد سے کام لیا اور جس تشدد کو مسیح نے شروع کیا تھا اسے تکمیل تک پہنچا دیا۔

پدر اگر نتو اند پسر تمام کند

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزائی تعلیم اسلامی تعلیم سے الگ نظر آنے لگی اور کئی وجوہات سے ایک دوسرے کی تکفیر و تلقین کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اب معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ مذہب قادیانی نے اپنے خیالات کا نام اسلام جدید رکھ لیا ہے اور اسے اسلام کا روشن پہلو بتانے لگ گئے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس تعلیم نے گو قرآن وحدیث کو تو قابل عمل لکھ کر اپنے مذہب کا

نام اسلام ہی رکھا ہوا ہے۔ مگر اہل بروز کی طرح عملی طور پر یہ بتا دیا ہے کہ چودھویں صدی کے اوّل قرآن وحدیث کا مفہوم کچھ اور تھا اور بعد میں دوسرا ہوگیا اور اس تبدیلی کا حق سوائے امام الزمان کے کسی کو نہیں پہنچتا۔ اس لئے امام الزمان و نبی اللہ ماننا پڑے گا اور چونکہ یہ شریعت ناقابل تنسیخ ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ مسیح کو ثانی اور حضور انور کا ہی اتار مانا جائے۔ گویا حضرت محمد ﷺ نے ہی قرآن وحدیث کے مفہومات سابقہ کو منسوخ کر کے نئے مفہومات کو واجب التعمیل قرار دیا ہے۔ بنا بریں ہمارا فرض ہے کہ ناظرین کے سامنے ان کے چند ایک ایسے عام خیالات پیش کریں جو اہل اسلام کے خلاف قادیانی مذہب میں موجود ہیں۔

وجوہات تفرقہ

۱...... الفضل ۱۱ر مارچ ۱۹۳۰ء میں ہے کہ: ’’عبادات میں روح باقی نہ رہی تھی۔ حضور ﷺ کی روح بھی باقی نہ رہی تھی۔ اس لئے مسیح کی ضرورت محسوس ہوئی۔‘‘ تعلیمات بہائیہ میں بھی یہی عذر کیا گیا ہے کہ دنیا مر چکی تھی تو بہاء اللہ نے قیامت بپا کر کے از سر نو روحانی زندگی عطاء کی ہے۔ مگر قادیانی تعلیم میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضور ﷺ کو بھی مسیح نے محمد ثانی بنا کر از سر نو زندہ کر دکھلایا ہے اور مریدوں کو صحابہ کا درجہ دے کر خلافت راشدہ قائم کی ہے۔ لیکن اسلام اس نقل وحرکت کو بنظر تحسین نہیں دیکھتا۔

۲...... ریویو جون ۱۹۲۹ء میں ہے کہ: ’’ان کے مسیح کا ذہنی ارتقاء حضور ﷺ سے بھی بڑھ کر تھا۔ کیونکہ آپ کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقعہ نہیں ملا تھا اور چونکہ یہ ایک جزوی فضیلت ہے۔ اس لئے حضور ﷺ کی توہین نہیں ہوتی۔‘‘ مگر اہل اسلام یہ لفظ سننے کو بھی تیار نہیں اور جن لفظوں سے ان کی اشک شوئی کی ہے وہ بالکل ہی فضول ہیں۔ کیونکہ مسیح قادیانی کی شخصیت کا ارتقاء تجربہ کے بعد خود قادیانیوں کی زبان سے معلوم ہو چکا ہے کہ بالکل ناقص تھا۔ کیونکہ آپ نے کئی جگہ غلطی کی ہے اور کئی عقائد تبدیل کئے ہیں تو پھر اہل اسلام ایسے ناقص التعلیم کو حضور ﷺ کا ثانی یا حضور سے بڑھ کر ماننا تو بجائے خود سننے کے لئے کیسے تیار ہو سکتے ہیں؟

۳...... (انوار خلافت ص۶۰) میں ہے کہ: ’’جو شخص میری (میاں محمود) کی گردن پر تلوار رکھ کر کہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں کہوں گا کہ تو جھوٹا ہے۔‘‘ اس مقام پر اجرائے نبوت کی توثیق کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کو کاذب لکھ دیا ہے۔ کیونکہ کسی مسلم کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہوگا۔

۴...... (آئینہ صداقت ص۲۹) میں ہے کہ: ’’جو مسیح قادیانی کی بیعت میں شامل نہیں

وہ اسلام سے خارج ہے۔ اگر چہ اس نے ابھی تک نام بھی نہ سنا ہو۔'' یہ بروزی نبوت اتنی تیز ہوگئی ہے کہ اس نے سب کے سینہ پر مونگ دل دیئے ہیں۔ اس کا جواب تو مخالفین کی طرف سے جو کچھ ہوسکتا ہے ظاہر ہے۔ مگر اس عذر کی اصلیت ضرور معلوم ہوگئی ہے کہ ہم کسی کو کافر نہیں کہتے۔ جس قدر کافر ہوئے ہیں مسیح کو نہ ماننے سے کافر ہوئے ہیں۔

۵...... ''کوئی احمدی غیر احمدی کو لڑکی نہ دے۔'' (انوار خلافت ص۹۰) تو پھر کیوں یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ اہل اسلام کی لڑکیاں ان کے گھر ہوں۔

۶...... مسیح قادیانی اس لئے آیا ہے کہ مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارے۔ (عرفان الٰہی ص۹۴) اور اس زمانہ کے یہودی صفت لوگوں کو سولی پر لٹکائے۔ (تقدیر الٰہی ص۲۹) ناظرین غور کریں کہ مخالفین کی طرف سے اس کا کیا جواب ہوسکتا ہے؟

۷...... جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو یوں سمجھا جائے گا کہ اسے ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔ (انوار الاسلام ص۳۰، خزائن ج۹ ص۳۱) کیا ایسی ہستی محمد ثانی بن سکتی ہے؟ نعوذ باللہ!

۸...... غیر احمدیوں کا بچہ بھی غیر احمدی ہے۔ اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔ (انوار خلافت ص۹۳) کیا اس سے بھی بڑھ کر تفرقہ اندازی ہوسکتی ہے؟

۹...... حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔ ان کی حیات پر ایمان لانے کو خدا تعالیٰ نے اپنے قرآن میں حکم دیا ہے اور وہ ابھی تک نہیں مرے اور مرنے کے بھی نہیں۔ (نور الحق ص۵۰، خزائن ج۸ ص۶۹) اہل اسلام کے قرآن میں یہ مسئلہ درج نہیں۔ یقیناً مسیح قادیانی نے غلط لکھا ہے اور اسی وجہ سے وہ امام الزمان تسلیم نہیں ہوسکتا۔

۱۰...... یہ غلط ہے کہ نیم مردہ مسیح کو پہلو شگاف زخم آیا اور ۲۴ گھنٹے تک کس مپرسی کے عالم میں رکھ کر مرہم عیسیٰ سے علاج کیا گیا تھا۔ کیونکہ حالات حاضرہ اس کی تکذیب کر رہے ہیں اور یہی کوئی معتبر تاریخ اس کی تصدیق نہیں کرتی۔

۱۱...... یوز آصف کے معنی یہ کہنا غلط ہے کہ وہ خود مسیح تھا۔ کیونکہ خیالی دلائل کے سوا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔

۱۲...... (کتاب مسیح ہندوستان میں ص۵۵، خزائن ج۱۵ ص۵۵) میں یہ غلط لکھا ہے کہ مسیح کی بروایات صحیحہ عمر ۱۲۵ برس گذر چکی ہے۔ یہ بھی غلط لکھا ہے کہ تمام فرقے مانتے ہیں کہ مسیح کی عمر ۱۲۵ برس ہے اور یہ کہ زمین کے اکثر حصہ پر آپ نے سیاحت کی تھی اور یہ کہ عیسیٰ خیل کیا تعجب ہے کہ مسیح کی اولاد ہوں اور یہ کہ پرانی تاریخیں بتلاتی ہیں کہ مسیح بنارس اور نیپال وغیرہ میں آیا تھا

اور یہ کہ بنی اسرائیل نبی کشمیر میں آیا تھا اور یہ کہ اس نے کہا تھا کہ میرے اوپر ایک انجیل نازل ہوئی تھی اور یہ کہ اس کا وقت بھی وہی لکھا ہے جو حضرت مسیح کا وقت تھا۔

۱۳...... مرہم عیسیٰ پہلو شگاف زخم کے لئے استعمال نہیں ہوتی۔

۱۴...... اسلام میں بروزی نبوت کا ثبوت صرف زنادقہ اور ملاحدہ میں پایا گیا ہے۔

۱۵...... امام الزمان سے مراد حضرت امام مہدی علیہ السلام لئے گئے ہیں اور حدیث ''من لم یعرف امام زمانه فقد مات میتة الجاهلية'' میں حاکم وقت مراد ہے جو ہر زمانہ میں موجود ہوتا ہے۔ ورنہ اس سے مسیح قادیانی مراد نہیں۔ کیونکہ وہ خود محکوم تھا حاکم کیسے ہوسکتا تھا۔

۱۶...... اسلام اس امر کا عادی ہو چکا ہے کہ لفظوں کو اپنی اصلیت پر پورا ہوتے ہوئے دیکھے۔ جس طرح کہ قرآن وحدیث کی تمام پیشین گوئیاں اور حشر ونشر کے تمام واقعات پیش نظر ہیں۔ اس لئے نزول مسیح کے مقام پر سارا اسلام ہی تبدیل کردینا غلط ہوگا۔

۱۷...... عیسائیوں پر تو یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کفارہ کا مسئلہ اس لئے غلط ہے کہ وہ مذہبی مسلسل تعلیم کے خلاف ہے۔ لیکن جب دعاوی مسیح کا معاملہ پیش کیا جاتا ہے تو کوئی مسلسل مذہبی تائید پیش نہیں کی جاتی۔

۱۸...... توہین انبیاء کا ارتکاب صرف الزامی صورت میں امکان پذیر ہوسکتا ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کے اپنی شخصیت کو بڑھا کر توہین کرنا اسلام میں ممکن نہیں سمجھا گیا۔

۱۹...... کتب بینی، استغراق مطالعہ، امتحان میں ناکامی، چار قسم کے استادوں سے تعلیم حاصل کرنا اور قرآن وحدیث کی خود ہی تیاری کرنا۔ پھر اس کے بعد تصنیف کا سلسلہ ۷۰ کتابوں تک پہنچایا اور تقریروں کا ڈھیر اشتہارات کے ذریعہ لگادینا۔ نظم ونثر میں اپنا ذاتی کلام فحش طور پر لکھنا اور کچھ مدت تک شاعر بن کر فرخ نام رکھا وغیرہ وغیرہ۔ ایک مولوی یا منشی یا محرر کے اوصاف ہوسکتے ہیں۔ ورنہ کسی نبی میں یہ تمام اوصاف موجود نہیں ہوتے۔ اس لئے اہل اسلام مسیح قادیانی کو نبی تسلیم کرنے میں تامل کرتے ہیں۔ کیونکہ نبی کا علم لدنی ہوتا ہے اور کسی سے حاصل نہیں ہوتا اور صحیح ہوتا ہے غلط نہیں ہوتا اور اپنی امت سے بلکہ تمام دنیا سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ کم از کم اپنی امت سے کم نہیں ہوتا۔

۲۰...... نبی کی تصدیق دو قسم ہے۔ اوّل کہ وہ اپنے زمانہ میں سچا تھا۔ دوم یہ کہ اس کی تعلیم ہمارے لئے واجب التعمیل ہو۔ مرزائی وہی تعلیم مانتا ہے جو مسیح قادیانی نے بطور تجدید الاسلام پیش کی ہے۔

۲۱...... حدیث کسوف کی تاویل صرف الہامی طور پر پیش کی جاتی ہے۔ ورنہ اس کا ثبوت کسی اسلامی تعلیم سے پیش نہیں کیا۔

۲۲...... اہل بیت کی توہین خواہ کسی تاویل سے کی جائے اہل اسلام کے نزدیک قابل تلعین ہے۔

۲۳...... امکانی طور پر کسی کو نبی مان کر اس کی تصدیق کرنا خلاف اسلام ہے۔ اس لئے کرشن وغیرہ کو حقیقی طور پر نبی تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

۲۴...... اسلام کسی کو اختیار نہیں دیتا کہ کسی کے ''پاپ'' جھاڑ کر صاف کردے۔ مگر مرزا قادیانی نے کرشن بن کر یہ ٹھیکہ بھی حاصل کرلیا ہے۔

۲۵...... اسلامی روایات کی رو سے حضورﷺ کا ظہور دنیا کے ساتویں ہزار سال میں ہوا ہے اور مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ ساتویں ہزار پر ہمارا قبضہ ہے۔

۲۶...... ولادت مسیح اسلام میں بغیر باپ کے مانی گئی ہے اور آجکل محقق مرزائی آپ کا قرآن سے باپ ثابت کرتے ہیں کہ ایک فرشتہ خصلت آدمی مریم کو نظر آیا اور اس سے نکاح کی درخواست کی تاکہ اس کی اولاد ہو۔ ورنہ پیشتر مریم کو یہ یقین دلایا جاچکا تھا کہ خدمتگاروں کو شادی کرنا ممنوع ہے اور بغیر اجازت ولی کے عورت کا نکاح جائز نہیں ہوتا اور زکریا کے قریبی رشتہ دار (موالی) بھی اسے غیر سے نکاح نہ کرنے دیتے تھے اور چاہتے تھے کہ اپنے نکاح میں لائیں۔ اس لئے قرعہ ڈال کر اپنی تحویل میں لانا چاہتے تھے۔ تب مریم ناامید ہوچکی تھی اور اس مرد سے کہا تھا کہ میں قابل اولاد نہیں رہی۔ مگر اس نے کہا کہ میں تمام موانع رفع کر کے تجھے اولاد بخشوں گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ آئندہ کوئی خادم یا خادمہ بغیر شادی کے نہ رہنے پائے۔ اس لئے یوسف نے شادی کرلی اور اسے مصر لے گیا۔ وہاں بچہ پیدا ہوا جس کو یہود کی دستبرد سے بچا کر مشکل سے پالا۔ پھر اور اولاد بھی ہوئی اور یہ واقعہ اس لئے آیت الٰہی ثابت ہوا کہ اس میں عورتوں کو اجازت ہوگئی کہ بغیر ولی کے نکاح کرسکتی ہے اور کسی مقدس مقام کا مجاور بھی نکاح سے محروم نہیں رہ سکتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ واقعات صرف خیال اور نکتہ طرازی سے نہیں گھڑے جاسکتے۔ ورنہ واقعات کی طرف کسی کو رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ اس لئے یہ نظریہ صرف خیالی ہی خیالی ہے۔ کوئی مورخ کوئی اہل کتاب اور کوئی اہل مذہب اسے تسلیم نہیں کرتا اور یہ کہنا کہ قرآن سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ تیرہ سو سال سے ایسا معلوم نہیں ہوتا۔ اب کیوں

ہونے لگا؟ یہی جواب ہوگا کہ ہم نے معنی اور مفہوم تبدیل کر کے یہ واقعہ گھڑ لیا ہے تو پھر اس کو ہم تحریف کہتے ہیں۔ خواہ تم اس کا نام اصل رکھو یا اسلام کا روشن پہلو یا اسلام جدید یا کوئی اور۔

۲۷...... بروز رجعت اور روپ یا جون بدلنا اسلام کے نزدیک ہرگز معتبر نہیں۔ مگر بہائی اور مرزائی تعلیم میں یہ ایک اساسی مسئلہ تصور کیا گیا ہے۔

۲۷...... ہم مسلمان حضورﷺ کو لاثانی نبی مانتے ہیں۔ مگر مرزائی تعلیم میں مسیح قادیانی کو محمد ثانی تصور کر لیا گیا ہے۔

۲۸...... اسلام میں اہل اسلام کے کسی خاص فرقہ میں فیضان نبوت مخصوص نہیں کیا گیا۔ مگر مرزائی مذہب میں یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی یا آپ کے بعد آپ کی جون قدرت ثانیہ بدل بدل کر ٹھیکیدار ہو چکی ہے۔ کوئی غیر احمدی اس فیضان سے مستفید نہیں ہوسکتا۔

۲۹ ...... توہین انبیاء الزامی طریق کے علاوہ اپنے تقدس کو پیش کر کے شائع کرنا اسلام میں ہرگز جائز نہیں۔ مگر ان کے ہاں صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری بھی ہے۔

۳۰...... غیر تابعدار اور مخالفین کو قرآن مجید میں سخت سست الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ مسیح قادیانی بھی اپنے ذاتی کلام کو وحی قرآنی کا مساوی قرار دے کر توہین کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ گویا اس نے اپنے آپ کو خدا سمجھ رکھا ہے اور اپنے کلام کو وحی الٰہی۔ ورنہ اگر صرف نبوت کا دعویٰ ہوتا تو اپنے کلام کو کلام رسول کے مساوی قرار دے کر ثبوت پیش کرتا۔ مگر اسلام کا دعویٰ ہے کہ حضورﷺ نے کبھی کسی کو برا نہیں کہا تو پھر مسیح قادیانی محمد ثانی کیوں کر ہوا؟

۳۱...... انبیاء علیہم السلام تعلیم یافتہ نہیں ہوتے اور تعلیم کے متعلق جو روایات بعض انبیاء کے بارے میں آئی ہیں وہ سب مشکوک ہیں۔ کیونکہ انبیاء کی تعلیم روحانی طور پر خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس لئے یہ قرار پایا جا چکا ہے کہ ایک نکما مولوی کبھی نبی نہیں ہوسکتا۔ مگر مسیح قادیانی کی تاریخ حیات بتا رہی ہے کہ جناب نے چار استادوں سے علم ظاہری حاصل کیا تھا۔ کیمیا گری اور علم جفر رمل وغیرہ کے لئے بھی کچھ اوقات بسر کئے تھے۔ تصوف سیکھنے کے لئے بھی ایک حنفی اور ایک وہابی صوفی کی صحبت میں حاضر ہوتے رہے تھے۔ لیکن خودداری کو مدنظر رکھ کر نہ قرآن وحدیث کسی سے سبقاً سبقاً پڑھا اور نہ منازل فقر کسی خاص مرشد سے طے کئے۔ بلکہ خود بدولت شب بیداری اور کثرت مطالعہ سے اور کتب بینی کی حرص سے ادھر صوفی بن کر خشک مجاہدے شروع کر کے اپنا ستیاناس کر لیا اور ادھر خودساختہ تعلیم سے قرآن وحدیث کی آڑ میں اسلام جدید گھڑنا شروع

کر دیا۔ حالانکہ یہ دونوں راستے خطرناک تھے۔ استاذ کامل اور مرشد صادق کے سوا کبھی طے نہیں ہوسکتے تھے۔ اس لئے خود بھی ڈوبے اور دوسروں کا بھی بیڑہ غرق کیا:

راہ پر خطر ست ودزداں درکمیں
رہبرے برتا نہ مانی برزمیں

اور یہ مقولہ سچ نکلا کہ: ''من لم یا خذالشیخ فشیخہ الشیطان''

۳۲...... ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ (بدر ۵رمارچ ۱۹۰۸ء) میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت ایک وحی الٰہی اور مسیح موعود کا دعویٰ تھا۔ (حاشیہ براہین احمدیہ نمبر۵ص ۵۲، خزائن ج۲۱ص ۶۸ حاشیہ) یہ دعویٰ آپ کا آخری دعویٰ ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بروز محدثیت امتی اور مجدد ہونے کے مراحل طے کر کے آپ نے ایک مستقل نبوت کا رتبہ حاصل کرلیا تھا۔ اسلام اس قسم کی ترقی ماننے کو ہرگز تیار نہیں۔ کیونکہ اس کی نظر میں کوئی ایسا نبی نہیں گزرا کہ جس کو پہلے اپنی شخصیت کا ہی علم نہ ہو کہ میں کیا ہوں اور پھر آہستہ آہستہ محدث سے ترقی کرتا ہوا مستقل نبی بن چکا ہو۔ بلکہ جو نبی ہوئے ہیں اپنی عہد رسالت کے پہلے دن ہی نبی تھے اور ترقی پاکر یا بےخبری کے بعد کوئی نبی نہیں بنا۔

۳۳...... مسیح قادیانی نے جس قدر جونیں بدلی ہیں اسی قدر اس میں بیماریاں بھی جونیں بدلتی رہی ہیں۔ لیکن تشنج قلبی اور امراض دماغی کا دائمی شکار کوئی نبی نہیں تھا۔ اس لئے اہل اسلام حیران ہیں کہ یہ جون کس روح سے حاصل کی تھی؟۔

۳۴...... آپ کا فوٹو دیکھ کر ہر ایک ماہر طب بتا سکتا ہے کہ آپ کے موٹے ہونٹ صاف بتارہے ہیں کہ آپ کو مالیخولیا مراقی ضرور تھا۔ گاہ بگاہ فوری قے یا دست کا آنا بھی بتارہا ہے کہ آپ میں مراق خوب جڑ پکڑ چکا تا۔ نیم خواب آنکھیں اور تیج اجفان اس امر کی علامات تھیں کہ آپ کے دماغ میں سوداوی اور بلغمی مواد کا کافی ذخیرہ تھا جس کی وجہ سے نخوت، خلوت نشینی، تنفر بیجا اور خیالی خطرات سے خوف اور رنگ دار اشیاء کا خواب میں نظر آنا اور وہمیات میں پڑ کر اپنے تقدس کو بڑھاتے جانا، طویل خاموشی یا طول کلامی اور بار بار ایک مضمون کو دہرانا، بےہوشی، غشی اور استغراق فی الخیال یہ سب کچھ موجود تھا۔ لیکن کوئی نبی اس قسم کا بیمار نظر نہیں آتا۔ اس لئے آپ کی نبوت نہ صرف مخدوش ہی ہے بلکہ کسی حد تک خلاف واقع مجذوبانہ شطحیات میں داخل ہے۔

۳۵...... جناب میں غلط نویسی کا مادہ بہت تھا اور زبان دانی کے دعویٰ میں بھی گولن

ترانیاں بہت دکھائی ہیں۔ مگر جب آپ کی ضمیر کو ملامت کرتی ہے تو اعتراف بھی کر جاتے ہیں کہ میری اصلی غرض تفہیم ہے۔ ورنہ میں شاعر نہیں ذرہ اور اضافہ کردیتے کہ میں عربی فارسی میں بھی ماہر نہیں ہوں تو معاملہ ہی صاف ہو جاتا۔ لیکن کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس زبان میں وہ وحی پاتا ہو اس میں وہ قادر الکلام نہ ہو۔

۳۸...... جناب کی صداقت کے اصول آپ کے عام الہام اور عام پیشین گویاں ہیں جن میں آیات آسمانی کو فتوحات، کثرت مال، کثرت اتباع اور عام مقبولیت کے رنگ میں دکھایا گیا ہے۔ لیکن کوئی نبی ہمیں ایسا دکھائی نہیں دیتا کہ جس نے اپنے فتوحات مالیہ کو پیش کیا ہو۔ کیونکہ فتوحات مالیہ اور کثرت مریدین کو پیش کرنا صوفیائے کرام کا مایہ ناز ہے۔ انبیاء کا مایہ ناز نہیں۔ اس لئے صوفیانہ ترقی کو صداقت نبوت کا نشان ٹھہرانا سخت غلطی ہوگی۔ ہاں اگر ایسی صداقتوں کو حصول تصوف کا نشان بتایا جائے تو کسی قدر قابل توجہ ہوسکتی ہیں۔ مگر تحصیل نبوت کے لئے ایسی فتوحات اور ایسی مقبولیت نشان صداقت کبھی پیش نہیں ہوسکتے۔ اور یہ ایک زبردست مغالطہ ہے، جو خود قادیانیوں کو بھی لگا ہوا ہے اور دوسروں کو بھی اسی مغالطہ میں ڈال رہے ہیں۔ غالباً پیغامی پارٹی (لاہوری) نے اسی وجہ سے فیصلہ کرلیا ہے کہ مرزا قادیانی ایک صوفی آدمی تھے اور مولوی نہ تھے اور نہ رسول۔ مگر اہل اسلام اس کے ساتھ ایک اور یہ بھی اضافہ کرتے ہیں کہ بے مرشد اور بے استاد بھی تھے۔

۳۹...... صوفیانہ نشانات کو چھوڑ کر اگر دیکھا جائے تو الہامات اور نشانات کی ٹوکری میں سوائے چند گول مول ظاہری استدلالات کے کچھ نظر نہیں آتا۔ اور وہ بھی اسلام کی مسلسل تعلیم سے مصدقہ نہیں ہیں۔ مگر ایک نبی دوسرے نبی کی تعلیم کے خلاف دکھائی نہیں دیتا۔ اس لئے بھی نبوت قادیانی نہایت مخدوش ثابت ہوتی ہے۔

۴۰...... مولوی اور زبان دان بن کر جب عربی الفاظ کی تحقیق کرنے لگ جاتے ہیں یا ان کو استعمال کرتے ہیں تو وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں جو بالکل اہل زبان کے خلاف اور غلط ہوتا ہے۔ جس کے جواب میں یوں عذر کیا جاتا ہے کہ ہم کسی اصول کے پابند نہیں ہیں۔ بلکہ تمہارا فرض ہے کہ ہمارے کلام سے اصول قائم کر کے ایک نئی صرف ونحو شائع کرلو اور یہ ایک ایسا چکمہ ہے کہ جاہل تو اس پر لٹو ہو جاتے ہیں۔ مگر اہل علم تاڑ جاتے ہیں کہ ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا۔ بھلا آج تک کبھی یہ بھی پڑھا یا سنا ہے کہ اہل عرب نے کلام مرزا کو فصحائے عرب کے دیوانوں میں درج کیا ہے۔ یا اس کو بنظر استحسان دیکھ کر آپ کو افصح العرب کا خطاب دیا ہو۔ سخت افسوس ہے کہ

حضور علیہ السلام افصح العرب تسلیم کیے گئے ہوں اور محمد ثانی مسیح قادیانی عربی کا ایک فقرہ بھی صحیح نہ لکھ سکتا ہو؟۔

۴۱...... کسی نبی کی پیشین گوئیوں کو ضرورت نہیں پڑتی کہ ان پر حاشیہ آرائی کی جائے اور اگر کچھ ذرہ اشتباہ ہوتا ہے تو فوراً کافور کر دیا جاتا ہے۔ مگر جناب کی ایک پیشین گوئی بھی ایسی نہیں ہے کہ جس کی عمارت پچر کاری کی محتاج نہ ہو۔

۴۲...... مرزائی عموماً اور پیغامی خصوصاً اپنے مرشد کی تجہیل کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے اجتہادی غلطیاں کی ہیں اور انہی غلط بیانوں پر ہی ان کا خاتمہ ہوتا تھا۔ لیکن کوئی نبی ایسا نہیں پایا جاتا کہ جس کی امت علوم نبوت میں اس کی تجہیل کرتی ہو۔

۴۳...... نظریہ سازی میں امت مرزائیہ اپنے مرشد سے بڑھ گئی ہے اور ایسے ایسے خیالات اختراع کر رہی ہے کہ اس کے مرشد کو بھی نہیں سوجھے تھے۔ تو گویا امت کا علم اپنے نبی کے علم سے بڑھ گیا ہے اور یہ ان کے نزدیک کوئی عیب کی بات نہیں۔ کیونکہ مرشد خود لکھ چکا ہے کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کی ذہنیت سے اس کی ذہنیت بڑھی ہوئی ہے۔ اب اس کی روح تلملاتی ہوگی کہ میری بھی حجامت ہونے لگ گئی ہے۔ مگر عوض معاوضہ گلہ ندارد۔ اس نے حضور علیہ السلام پر اپنی علمی طاقت کو بڑھایا تھا تو اس کے مریدوں نے اپنی علمی فوقیت اس پر ظاہر کر دی تو کون سا غضب ہو گیا: خود کردہ را علاجے چیست۔ لیکن اسلام اس ملحدانہ ارتکاب کا روادار نہیں۔

۴۴...... اسلام میں مسیح و مہدی دو ہستیاں الگ الگ ہیں اور مرزائی تعلیم اپنے مسیح قادیانی کو (جو درحقیقت مسیح نہ تھا مہدی) مسیح اور مہدی ایک ہستی مانتی ہے۔

۴۵...... مہدی و مسیح کے متعلق جس قدر اسلام میں پیشین گوئیوں کے ضمن میں حالات بتائے گئے ہیں مسلمان ان کو محسوس اور واقعی صورت میں دیکھنے کے منتظر ہیں۔ اور دجال مسیح المہدی۔ دابۃ الارض، مقصد خلیفہ مسیح، یاجوج ماجوج، اختصار وقت نزول مسیح کسر صلیب، قتل خنزیر، اور دم مسیح وغیرہ محسوس اور مشاہدہ کے طریق پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ جس قدر آج سے پہلے اسلامی پیشین گوئیاں پوری ہو چکی ہیں جیسے ہلاکت کسرے وقیصر، فتح مکہ، اشاعت اسلام، ذلت یہود، عموم حکومت نصاریٰ، مصائب اہل مدینہ، واقعات کربلائے معلّی، اور تنافس فی الاموال معہ حالات حاضرہ،، وہ سب بلا تاویل مشاہدہ میں آ چکی ہیں اور آ رہی ہیں۔ لیکن مرزائی تعلیم ان کو خیالی طور پر پیش کرتی ہے اور تاویل کر کے اسلام کو مشکوک حالت میں پیش کر رہی ہے۔

۴۶...... اسلام میں حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول جسمانی طور پر دمشق میں مذکور

ہے اور جناب امام کا ظہور مکہ معظمہ میں حج کے موقع پر لکھا ہے۔ اس کے بعد جبل افیق پر یہود و اہل اسلام کے مابین جنگ مذکور ہے۔ مگر مرزائی تعلیم میں اس کا نشان نہیں ملتا۔ باتیں بنا کر سب کچھ قادیان میں بنالیا ہے جو بچوں کا کھیل سمجھا جاسکتا ہے کہ جس کا جو جی چاہے۔ بنالیا کرے۔

۴۷...... اہل اسلام کا حج بیت اللہ شریف میں ہوتا ہے اور ان لوگوں کا حج قادیان میں قرار پایا ہے اور مکہ کا حج اس کے بعد چنداں ضروری نہیں سمجھا گیا۔

۴۸...... کوئی نبی پچاس سال تک شرک میں گرفتار نہیں رہا۔ لیکن مرزا قادیانی قرآن وحدیث کی روشنی میں بھی بقول خود حیات مسیح کا قول کرتے ہوئے پچاس سال تک مشرک رہے ہیں۔ اگر کسی نبی کو شرک کے ماحول سے کچھ اشتباہ ہوتا تھا تو بہت جلد اس کا دفعیہ کر دیا جاتا تھا۔

۴۹...... اسلام کہتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد بعثت انبیاء نہ ہوگی۔ مگر مرزائی مذہب نے حیلے بہانے کر کے اسے جاری کر رکھا ہے۔ لیکن صرف اپنے لئے اور یہ امور ابھی تک مشتبہ رہا ہے کہ کیا یہ نبوت صرف مرشد کی اولاد صلبی میں جاری رہے گی یا روحانی اولاد (مرید) بھی اس کے حق دار ہیں؟۔ محمودی پارٹی کا خیال ہے کہ اولاد صلبی ہی قدرت ثانیہ اور نبی بن سکتی ہے اور چند ایسی ہستیاں بھی موجود ہیں کہ قدرت ثانیہ بن کر اعلان کر رہی ہیں کہ مسیح کے تمام مرید نبی یا وقت بننے کے حق دار ہیں۔ اور اسی کشمکش میں ان کے درمیان رسالہ بازی اور مباہلہ بازی ہوتی رہتی ہے اور ان کے مدعیان زمانہ حال صاف لفظوں میں کہہ رہے ہیں کہ جب تک ہمارے ہاتھ پر بیعت نہ کی جائے خود خلیفہ محمود کی بھی نجات نہیں ہوسکتی۔ مگر خلیفہ صاحب ان کے متعلق یہ رائے رکھتے ہیں کہ وہ صحیح الدماغ نہیں ہیں۔ اہل اسلام مرزا قادیانی کے متعلق یہی لفظ استعمال کرتے ہیں تو یہ لوگ گھبراتے ہیں۔ لیکن اپنے سر پر پڑی تو بے دھڑک جنون کا فتویٰ لگادیا ہے۔

۵۰...... ۱۰ر جولائی ۱۹۳۴ء کو معاصر ''زمیندار'' لاہور نے بحوالہ کتاب سیر المصنفین از محمد یحییٰ تنہا ثابت کیا ہے کہ براہین احمدیہ مسیح قادیانی کی تصنیف نہ تھی۔ بلکہ اس میں جتنا مواد تھا وہ دوسرے لوگوں کی منت خوشامد اور چاپلوسی کر کے بمشکل حاصل کیا ہوا تھا۔ چنانچہ مولوی چراغ علی مرحوم کے کاغذات سے ایسی کئی چٹھیاں برآمد ہوئی ہیں جن میں سے تین چٹھیوں کا اقتباس ذیل میں درج ہے:

الف...... ''جب آپ جیسا اولوالعزم صاحب فضیلت دینی و دنیوی تہ دل سے حامی ہو اور تائید دین حق میں دل گرمی کا اظہار فرمائے تو بلاشائبہ ریب اس کی تائید فی سبیل اللہ خیال کرنی چاہئے۔ ماسوا اس کے اگر کچھ دلائل یا مضامین آپ نے نتائج طبع عالی سے جمع فرمائے ہوں تو وہ بھی مرحمت فرمادیں۔''

یہ ہے مرزائیوں کے آقا و مولا کی لیاقت کے ڈھول کا پول۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ تخلیق آدم سے سات ہزار سال تک جتنے رسل اور انبیاء آئے ہیں حقیقت میں میں ہی ایک شخصیت تھا جو مختلف صورتوں میں پیرہن نبوت پہن کر ظاہر ہوتا رہا۔ نجی اللہ، خلیل اللہ، ذبیح اللہ، کلیم اللہ، اور روح اللہ بن کر ایک عرصہ تک اپنے روحانی کرشموں اور معجز نمائیوں سے دنیا کو حیرت زدہ کرتا رہا۔ جتنے آسمانی صحائف اترے ان کا عامل میں ہی تھا۔ حتیٰ کہ سید الرسل فخر انام شافع عالمیان محمد الرسول اللہ کہلا کر میں نے دنیا کو تاریکی کے عمیق گڑھے سے نکال کر بام ثریا تک پہنچایا اور وہ کلام معجز بیان بھی مجھ پر ہی نازل ہوا جس کو دنیا کے کروڑوں انسان باوجود سیزدہ صد سال گزرنے کے آج تک اسے اپنا حرز جان بنائے ہوئے ہیں اور آج تک کسی کو اس میں سر مو تحریف کرنے کی جرات نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ میں محمد ثانی بن کر تجدید دین کے لئے پہلے سے زیادہ آن بان کے ساتھ پھر نازل ہوا۔ حیرت کا مقام ہے کہ وہ دعویدار افضلیت انبیاء آج ایک کتاب ''براہین احمدیہ'' لکھنے سے عاجز آ گیا اور اسے اپنی امت میں سے ایک شخص کا جس سے کہ اس کا علم ہر حیثیت میں زیادہ ہونا چاہئے تھا۔ ہمیں تعجب ہے کہ یہی افضل نبی دست نگر نظر آتا ہے اور اس سے استمداد چاہتا ہے اور اپنی سچائی کے لئے اس سے دلائل مانگتا ہے۔ حیف ہے ایسی افضلیت پر اور تف ہے ایسی نبوت پر۔ کیا نبی کا علم اپنی امت میں سب سے زیادہ نہیں ہوتا۔ کیا مرزائی انبیاء میں اس کی نظیر پیش کر سکتے ہیں؟۔ اب ہم دوسری چٹھی کا اقتباس درج کرتے ہیں جو پہلے سے وضاحت کے ساتھ لکھی گئی ہے:

ب...... ''آپ کے مضمون اثبات نبوت کی ایک مدت تک انتظار میں نے کی۔ کوئی عنایت نامہ نہیں پہنچا۔ مگر تکلیف دیتا ہوں کہ براہ عنایت بزرگانہ بہت جلد مضمون اثبات حقانیت فرقان حمید تیار کر کے میرے پاس بھیج دیں۔''

ناظرین! خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ مرزا قادیانی ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلتے رہے ہیں۔ لیکن مسلمانوں میں اب ان کی دال گلتی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ انہوں نے ان کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ اب تیسری چھٹی ملاحظہ فرمائیں:

ج...... ''آپ کو جو اپنی ذاتی تحقیقات سے ہنود پر اعتراضات معلوم ہوئے ہوں یا وید پر جو اعتراض ہوں ان اعتراضوں کو ہمراہ مضمون اپنے کے ضرور بھیج دیویں۔''

لو اب اور سنئے۔ محمد احسن امروہی جب ۱۹۱۴ء میں قادیانیت چھوڑ کر لاہوری پارٹی میں

شامل ہوگیا تھا تو اس نے بھی اپنی کتاب قول مجد میں کئی ایک چھٹیاں مرزا قادیانی کی نقل کی ہیں جن میں بتایا ہے کہ مرزا قادیانی کو جب مشکل پڑتی تھی یا کتاب کے حوالہ دینے میں کسی سخت اعتراض کا جواب دینے میں تو مجھ (احسن امروہی) سے ہی امداد طلب کرتے تھے اور کمال لجاجت اور منت سماجت سے خط لکھا کرتے تھے۔ جس میں میری تعریف وتوصیف میں زوردار فقرے موجود ہوتے تھے۔

بہرحال یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی بحیثیت ایڈیٹر کے اپنی تصانیف کیا کرتے تھے۔ مضامین عام طور پر لوگوں کے ہوتے تھے اور ایک آدھ اپنا بھی ہوگیا تو خیر مگر نام مرزا قادیانی کا ہی چلتا تھا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ لوگوں کے مضامین کو اس طرح بیان کرتے تھے کہ گویا وہ ان کے اپنے ہی مضامین ہیں۔ اور یہ طرز ان کا توہین مسیح میں بھی مسلم الثبوت ہو چکا ہے۔ ثابت ہوتا ہے کہ آپ شہرت طلب بہت تھے اور مضمون چرانے میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ لیکن اسلام میں اس وصف کا کوئی نبی نہیں گزرا کہ لوگوں کے مضامین چرا کر وحی کے رنگ میں ظاہر کرتا ہو۔

۲...... کرشن کا دعویٰ کرتے ہوئے مرزا قادیانی نے بروز اور رجعت کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ کیونکہ کرشن کی کتاب گیتا میں تناسخ اور بروز کا ثبوت کم از کم پندرہ جگہ پر دیا ہے۔ اس لئے جب آپ کرشن تھے تو یہ عقیدہ بھی خلاف اسلام آپ کو بدلنا پڑا۔ اس لئے اہل اسلام زور سے کہتے ہیں کہ کسی نبی نے تناسخ کا قول نہیں کیا۔ اور نہ ہی اپنے روپ بدلنے کو ظاہر کیا ہے اور جن تحریرات سے رجعت اور تناسخ ثابت کیا جاتا ہے وہ اسلام کے نزدیک غیر معتبر ہیں اور یا ان کا مطلب غلط طور پر بتایا جاتا ہے۔ اس لئے اہل اسلام مانتے ہیں کہ نہ مسیح قادیانی نبی تھا اور نہ کرشن۔ ورنہ ان دونوں کی تعلیم اسلام کے خلاف نہ ہوتی۔

۵۱...... مولوی محمد حسین مرحوم بٹالوی اور مرزا قادیانی کے درمیان دیر تک ہتک عزت کے دعاوی عدالت میں چلتے رہے۔ اخیر میں دونوں سے اقرارنامہ لے کر صلح کرائی گئی۔ مرزائیوں نے مولوی صاحب کا اقرارنامہ شائع کر کے ثابت کیا ہوا ہے کہ ان کو ذلت پہنچی تھی اور مرزا قادیانی بچ نکلے تھے۔ مگر ذیل کی تحریرات ثابت کرتی ہیں کہ مرزا قادیانی میں جرأت نبوی ذرہ بھر بھی نہ تھی اور نہ ان کی زندگی بے لوث تھی۔ بلکہ ہزاروں عیوب سے بھری ہوئی تھی۔ پہلے عدالت کا نوٹس ملاحظہ ہو۔ پھر مرزا قادیانی کا اقرارنامہ:

’’جی ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت سے مورخہ ۲۳؍اگست ۱۸۹۷ء بمقدمہ سرکار بذریعہ ڈاکٹر کلارک بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان

حسب ذیل ریمارک فیصلہ میں ہوئے جو تحریرات عدالت میں پیش کی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ (مرزا) فتنہ انگیز ہے۔ انہوں نے بلاشبہ طبائع کو اشتعال کی طرف مائل کر رکھا ہے۔'' پس مرزا غلام احمد کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ملائم اور مناسب الفاظ میں اپنی تحریرات استعمال کریں۔ ورنہ بحیثیت صاحب مجسٹریٹ ضلع ہم کو مزید کاروائی کرنی پڑی گی۔

''میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بحضور خداوند تعالیٰ حاضر جان کر باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ:۱...... میں ایسی پیشگوئی جس سے کسی شخص کی تحقیر (ذلت) کی جائے یا مناسب طور سے حقارت (ذلت) سمجھی جائے یا خداوند تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد ہو شائع کرنے سے اجتناب کروں گا۔۲...... میں اس سے بھی اجتناب کروں گا شائع کرنے سے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کی جائے کہ کسی شخص کو حقیر (ذلیل) کرنے کے واسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عتاب الٰہی ہے۔ یہ ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون صادق اور کون کاذب ہے۔۳...... میں ایسے الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کروں گا کہ جس شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الٰہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جائیں۔۴...... میں اجتناب کروں گا ایسے مباحثہ میں مولوی ابوسعید محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کے خلاف، گالی گلوچ کا مضمون یا تصویر لکھوں یا شائع کروں جس سے اس کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اس کے یا اس کے کسی دوست یا پیرو کے برخلاف اس قسم کے الفاظ استعمال کروں جیسا کہ دجال، کافر، کاذب، بطالوی، میں کبھی اس کی آزادانہ زندگی یا خاندانی رشتہ داروں کے برخلاف کچھ شائع نہ کروں گا جس سے اس کو آزار پہنچے۔ ۵...... میں اجتناب کروں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا اس کے دوست یا پیرو کو مباہلہ کے لئے بلاؤں۔ اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے مباحثہ میں کون صادق اور کون کاذب ہے نہ میں اس محمد حسین یا اس کے دوست یا پیرو کو اس بات کے لئے بلاؤں گا کہ وہ کسی کے متعلق کوئی پیشین گوئی کریں۔ (دستخط: مرزا غلام احمد قادیانی بقلم خود ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء)

کسی نبی نے اس قسم کا اقرار نامہ حکومت وقت کے سامنے پیش نہیں کیا اور نہ ہی اپنی کمزوریوں کا ضمناً اقرار کیا ہے۔

۲۸...... عہد قادیانیت میں مدعیان نبوت

۱...... چراغدین جمونی

مرزا قادیانی نے رسالہ دافع البلاء میں اس کا ذکر کیا ہے کہ وہ میری تائید کے لئے

مبعوث ہوا تھا۔ مگر میں نے اس کو منظور نہیں کیا۔ کیونکہ خشک مجاہدہ سے اس کا دماغ خراب ہو چکا تھا اور جو الہامات اس پر نازل ہوتے ہیں ان کے متعلق مجھ کو یہ الہام ہوا ہے کہ نزل بہ جبیر اس پر خشک روٹی اتری ہے مراد یہ ہے کہ اس کے الہامات شیطانی ہیں۔ یہ نبی آپ کی زندگی ہی میں تباہ ہو گیا۔

۲......الٰہی بخش ملتانی

نزیل لاہور (اکاؤنٹنٹ) وہ مرزا قادیانی کا مرید تھا۔ بگڑ کر موسیٰ بن گیا تھا۔ اور ایک بڑی ضخیم کتاب (عصائے موسیٰ) لکھی جس میں الہامات کے ذریعہ بتایا کہ مرزا میرے ہاتھ سے ہلاک ہو جائے گا۔ مگر وہ طاعون سے پہلے مر گیا۔

۳......ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی

بیس سال تک مرزائی رہ کر خود مدعی رسالت بن بیٹھا۔ قرآن شریف کی تفسیر لکھی اور رسالہ الحکیم جاری کیا اور مرشد کی ہلاکت کے متعلق اس نے ایک الہام شائع کیا کہ ۴ راگست ۱۹۰۸ء تک مرزا قادیانی مر جائیں گے۔ مرزا قادیانی نے اس کے مقابلہ پر الہام شائع کیا تھا کہ وہ میری زندگی میں تباہ ہو جائے گا۔ مگر وہ ایسا سخت جان نکلا کہ مرشد کے مرنے کے بعد سات سال تک زندہ رہا۔

۴......ڈاکٹر ڈوئی (امریکہ)

نے مسیح ہونے کا اعلان کیا اور چونکہ وہ بہت عمر رسیدہ تھا۔ فالج گرنے سے مر گیا اور مرزا قادیانی نے کہا کہ چونکہ وہ میرے مقابل کھڑا ہوا تھا اس لئے مر گیا۔

۵......احمد سعید سنبھڑ یالی

مرزا قادیانی نے لکھا تھا کہ میں جون بدل بدل کر آؤں گا اور قدرت ثانیہ کہلاؤں گا۔ تو جناب کی موت کے بعد کئی مدعی کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ احمد سعید سنبھڑ یالی (ضلع سیالکوٹ) اسسٹنٹ مدارس مدعی قدرت ثانیہ ہوا اور اپنا لقب یوسف موعود رکھا۔ اپنے الہامات اپنے رسائل ''پیراہن یوسفی'' میں جمع کئے۔ جس میں اس نے ظاہر کیا تھا کہ میں نہایت غم کی حالت میں رو رہا تھا کہ مریم علیہا السلام نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ''بچہ رونہ'' یہی الہام امرتسر چوک فرید میں بیان کیا تو لوگوں نے اسے سنگسار کرنا شروع کیا تو بھاگ گیا اور بچوں نے ''بچہ رونہ۔ بچہ رونہ'' کہہ کر چھیڑنا شروع کیا۔ وہ اپنی ایک تصنیف میں لکھتا ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ رشتہ داریاں سب ناجائز ہیں اور وہ والد الزنا ہیں۔ آئندہ کے لیے میں حکم دیتا ہوں کہ ہندوؤں کی طرح غیر قوموں سے رشتہ کریں اسکے گلے میں ایک گلٹی ہے جسے مہر نبوت ظاہر کرتا ہے۔

۶......ظہیر الدین (اروپ ضلع گوجرانوالہ)

اس نے بھی یوسف موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اپنی کتاب ''براہین حقہ'' میں لکھا تھا کہ مرزا صاحب کی شخصیت کو آج تک کسی نے نہیں سمجھا، وہ حقیقی نبی تھے۔ قادیان میں مسجد الحرام بیت اللہ شریف ہے اور وہی خدا کے نبی کی جائے پیدائش ہے۔ اس لئے اس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ یہ نبی ناکام رہا اور مرزا محمود کے ہاتھ پر تائب ہو کر مریدوں میں شامل ہو گیا۔

۷......یار محمد وکیل ہوشیار پور

اس کا دعویٰ ہے کہ محمدی بیگم میں ہوں۔ نکاح سے مراد بیعت میں میرا داخلہ ہے اور مرزا صاحب کے بعد گدی کا حقدار میں ہوں۔ کیونکہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ قدرت ثانیہ کا مظہر وہ ہوگا۔ جو میری خو بو پر ہوگا۔ چنانچہ یہ علامت مجھ میں سب سے بڑھ کر پائی جاتی ہے۔ مرزا محمود کے مقابلہ میں تقریباً پچاس رسالے لکھ چکا ہے۔ جس میں وہ خلافت کا مطالبہ کرتا ہے۔ مگر مسند خلافت پر چونکہ محمود صاحب قابض ہیں۔ اس لئے اس کی تبلیغ معرض وجود میں نہیں آئی۔

۸......فضل احمد ابن غلام محمد ڈاکخانہ چنگا بنگیال متصل گجر خان

دعویٰ کیا ہے کہ مرزا صاحب کا ظہور میں ہوں۔ میں اپنی چالیس سال کی عمر گزار چکا ہوں۔ مرزا صاحب کی اصلی عمر پچانوے سال تھی وہ ساٹھ سال کی عمر پا کر مر گئے تو بقیہ عمر مجھے دی گئی۔ اب میں مرزا صاحب ہوں۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ فتوحات مکیہ جلد اول باب ۷۲ میں ہے کہ بیت اللہ شریف کے تہ زمین میں ایک خزانہ مدفون ہے۔ حضور علیہ السلام نے کسی مصلحت کی وجہ سے اسکو نہیں نکالا۔ فاروق اعظم نے بھی ارادہ کیا تھا مگر پھر رک گئے اور جب میں (ابن عربی) شہر تونس ۵۹۸ ہجری میں گیا تو مجھے ایک تختی دکھائی گئی۔ جو انگل بھر موٹی اور بالشت بھر چوڑی تھی۔ طول بھی ایک بالشت یا کچھ زیادہ تھا۔ میں نے دعا مانگی کہ یا اللہ یہ تختی واپس اسی خزانہ میں لوٹائی جائے۔ مجھے خوف تھا کہ اگر لوگ دیکھیں گے تو بگڑ جائیں گے کیونکہ یہ امام آخر الزمان کا حق ہے کہ وہ خزانہ نکال کر تقسیم کرے اور یہ خزانہ معارف قرآنی ہیں۔ جو مجھ پر ظاہر ہوئے ہیں۔ ۱۵؍جنوری ۱۹۳۱ء کو مجھے الہام ہوا کہ مولوی صاحب اخرج من کنوزک المخزونة (ازالہ اوہام ص ۶۳۵، خزائن ج ۳ ص ۲۴۲) پر لکھا ہے کہ ''جو شخص کعبہ کی بنیاد کو حکمت الٰہی کا مسئلہ سمجھتا ہے۔ وہ بڑا عقلمند ہے خدا کا فرشتہ مجھے قرآن پڑھاتا ہے۔'' اصحاب کہف کا قصہ یوں ہے کہ (تری الشمس) نبوت محمدیہ کے آفتاب کو تم دیکھو گے کہ (اذا طلعت تزاور عن کھفھم ذات الیمین) جب وہ نکلے گا تو کعبہ سے دائیں طرف مشرق کو نکل جائے گا۔ یعنی قادیان

میں ۳ر مارچ ۱۸۸۸ء کو اس کا ظہور ہوگا۔ یعنی مرزا صاحب کا ظہور ہوگا۔ (تقرضهم ذات الشمال) پھر وہ سورج قادیان سے شمال مشرق کا کاٹتا ہوا چلا جائے گا۔ جس سے مراد میں ہوں۔ ۱۸ر اگست ۱۹۰۷ء کو مسیح قادیانی نے بھی دیکھا تھا کہ شمال مشرق کی جانب سے یعنی میرے مقام رہائش سے ایک ستارہ سیدھا سر تک آ کر گم ہوگیا۔ یعنی میں اس تحریک کو کمال تک پہنچا کر مرجاؤں گا۔ جو میری راہ میں نہیں چلے گا وہ ٹوٹ جائے گا۔ تمام روکاوٹیں اٹھادی جائیں گی۔ میں اقوام عالم کے لئے خدا کے ارادوں کا الارم ہوں۔ میں القائم بامر اللہ ہوں۔ میں ہی وہ خزانہ تقسیم کر رہا ہوں۔ جو بیت اللہ میں ہے میں نجم النساء ہوں۔ میری بیعت کرو۔ یہ مدعی نبوت ابلہ مغرور ہے۔ جیسا کہ اس شعروں سے اندازہ ہوسکتا ہے۔

یار غصے میں سخت بھرا ہے پر کے اندر آؤ
جل جائیں گے باہر والے جلدی اندر آؤ

یار کی نظر اب قہر آلود ہے آجاؤ قال مری میں
سیراب اس نے مجھے بنایا آجاؤ ڈھال مری میں

سامنے اس کے میں کھڑا ہوں آجاؤ ڈھال کے اندر
بیعت میری ڈھال خدا کی آجاؤ بیعت کے اندر

اب نہ رکنا بیعت مری سے بیعت جلدی کرلو
شاہ وگدا سب آؤ ادھر کو بیعت جلدی کرلو

ب......

درِ توبہ کا آخری میں ہوں آجاؤ میرے اندر
بعد مرے دروازہ بند ہوکیونکر آؤ گے اندر

زمانہ میرا بیس سال پانچ اور پانچ ہیں پھر بھی
فضل کے بعد بھی فضل ہی ہوگا بیعت کرنا پھر بھی

ج......

اے عزیزو! وہ چمکنے والا ستارہ میں ہوں
سب سے بڑا فرزند مسیحی فضل العمر بھی میں ہوں

صدیوں کے غوث مجدد قطب ابدال جہاں کے
پیچھے چھوڑے اڑنے والے کل اولیاء جہاں کے

د......

اے خدا میری سن لے دعا
اے میرے رب عجیب دعا
الہام دلوں پر نازل کر
کلام اب اپنا نازل کر

میری زندگی کی حد خدا تعالیٰ نے یوں بتائی ہے کہ: ’’ثمانین حولاً او قریباً من ذلك ۰ ماھو المیزان ۰ ھو فوق سبعین حولاً ‘‘ یا اللہ اس سے آگے یہاں رہنے کی زندگی مرحمت ہو۔ زندگی آگے ملتی ہے۔ یہاں انڈہ ہے’’ان اللہ جعل الصورة فی الشقین ‘‘یعنی آدھی زندگی آسمان پر اور آدھی زمین پر اے خدا عالم آخرت میں میرا کیا عہد ہے؟ تم نجم النساء ہو۔

اپنے مغرب سے طلوع آفتاب اب ہوگیا
باب توبہ بند ہوگا فیصلہ اب ہوگیا

یہی خاکسار ستر سال والا دروازہ ہے۔ جب تک میں دنیا میں ہوں عذاب کمتر ہوگا۔ اس جہاں سے جانے کے بعد بالکل تطارہ قیامت ۱۹۵۱ء تک قائم رہے گا۔ بیعت کرو تو یہ عذاب رفع ہوجائے گا اور آئندہ بیس سال امن میں گزریں گے۔ خدا نے ۱۸۸۸ء کو مجھے کہا کہ تیری عمر ستر سال ہے اور مانگی تو کہا فراخ ہے۔ فراخی کے ساتھ عمر کا طول مانگا تا کہ کام مفوضہ انجام دے سکوں فرمایا زندگی آگے ملتی ہے۔ یہاں انڈہ ہے۔ یعنی انسان یہاں انڈے کی مانند ہے۔ اس دنیا سے نکلنے کے بعد خالص زندگی ملتی ہے۔

۹......مرزا محمود بن مرزا غلام احمد قادیانی

مسند آرائے خلافت آپ ہی ہیں۔ آپ میٹرک فیل ہیں مولوی نور الدین خلیفہ دوم سے دینیات کی مشق کی۔ اردو میں ان کی تصانیف ہیں اور لیکچر دیتے ہیں عربی فارسی میں کوئی تحریر نہیں دیکھی گئی۔ پرائیویٹ طور پر انگریزی کی معمولی تعلیم حاصل کر لی ہے۔ اپنے والد بزرگوار سے کان اللہ نزل من السماء کا خطاب حاصل کیا ہوا ہے۔ عنموایل صاحب المجد والعلے بھی آپ ہی کہلاتے ہیں۔ فخر الرسل بھی آپ ہی کا خطاب ہے۔ ۱۹۳۲ء میں سالانہ جلسہ کے موقع پر بیان کیا تھا کہ فرشتوں نے مجھے قرآن شریف کے وہ جدید مفہوم سمجھائے ہیں کہ آج تک کسی کو معلوم نہیں چنانچہ آج کل وہ مفہوم تفسیر کی صورت میں خاص خاص مرزائیوں کے پاس چھپ کر پہنچ رہے

ہیں۔ بہرحال آپ قدرت ثانیہ کہلاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کو نبوت جدیدہ کے دعویٰ کی ضرورت نہیں ہے۔ جناب کے عہد میں تبلیغ زوروں پر ہے۔ مگر قوت بازو سے تبلیغ میں وہ تمام وسائل استعمال کیے جاتے ہیں جو سر فدائی اور متشددین استعمال کیا کرتے ہیں۔ انہی کے عہد میں محفوظ الحق علمی اینڈ کو بہائی مذہب کے پیرو مدت دراز تک مرزائی رہ کر قادیان سے نکال دیئے گئے۔ عبدالکریم ایڈیٹر اخبار مباہلہ کا سانحہ جانفرسا بھی آپ کے عہد میں ہی پیش آیا۔ سکھوں کے ایک گرو نے مرزائی بن کر آپ سے ہی ہزاروں روپے کی تھیلیاں وصول کیں۔ ضرب وقتل کی واردات بھی آپ کے عہد کا امتیازی نشان ہیں اور آپ کا ہی یہ فتویٰ ہے کہ جو لوگ مرزا صاحب کو نہیں مانتے وہ کافر ہیں اور مخالف کتیوں کی اولاد اور یہود سے بدتر ہیں۔ سیر یورپ کو گئے تو دمشق اتر کر منارہ بیضاء کا قرب حاصل کیا اور جناب عرفانی صاحب خلیفہ بہاء نے ہرچند تبادلہ خیالات کی غرض سے ملاقات کرنا چاہی مگر آپ گریزاں رہے

۱۰...... عبداللہ تیماپوری

اسے دائیں بازوں کی طرف سے الہام ہوتا ہے۔ انجیل قدسی اس کی بہترین کتاب ہے قرآن شریف کی تحریف کرتے ہوئے یوں لکھا ہے کہ یسفك الدماء سے مراد یہ ہے کہ معاذ اللہ حکم الٰہی کے خلاف حضرت آدمؑ نے بی بی حوا علیہا السلام سے خلاف وضع فطرت انسانی کا ارتکاب کیا تھا۔ یہ بھی قدرت ثانیہ کا مدعی ہے اور دعویٰ سے کہتا ہے کہ بہت جلد مرزا محمود میری بیعت میں داخل ہو جائیں گے۔ اس کے تابعدار کمیل پور اور پشاور کے مضافات میں پائے جاتے ہیں۔

۱۱...... عابد علی شاہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ

مرزا محمود کا فتویٰ ہے کہ مرزائیوں کو مسلمانوں سے رشتہ ناتہ قطعاً حرام ہے۔ مگر اس نے اجازت دی ہوئی تھی طاعون سے مرا تھا۔

۱۲...... محمد بخش قادیانی

پہلے پہل مخالف رہا پھر بیعت مرزا میں داخل ہو گیا اور بہت جلد ترقی کر کے الہامات شائع کر دیئے جن میں سے ایک الہام یہ بھی ہے کہ ”آئی ایم وٹ وٹ“

۱۳...... ڈاکٹر محمد صدیق

(لاہوری پارٹی) علاقہ کدک (بہار) میں اپنا مذہب پھیلا رہی ہے اپنی کتاب (ظہور

بشو یور) میں لکھتا ہے کہ مسیح قادیانی دشنوا تار تھا۔ خلیفہ محمود ولد مرزا غلام احمد ویر بسنت ہے اور میں چن بشو بسیو رہوں۔ میرے ظہور کے بعد سات سال تک مرزا محمود مر جائے گا۔ (مگر یہ الہام غلط ثابت ہوا ممکن ہے کہ اس سے مراد اخلاقی موت ہو کیونکہ بقول فضل پکٹ بھی اخلاقی موت سے مر گیا تھا) اور یہ بھی لکھا ہے کہ صوبہ بہار کی مذہبی کتابوں میں یہ دو موعود مذکور ہیں اور ان کا ہندو لوگ کمال انتظار کر رہے تھے یہ بھی لکھا ہے کہ:

۱...... مرزا محمود بہت جلد میرے ہم خیال ہو کر بادشاہوں کا سردار بنے گا اور ۸۴ سال عمر پائے گا۔

۲...... جب خدا اور رسول کے خلاف کوئی بات پیدا ہوتی ہے تو مامور (غوث، قطب ابدال) وغیرہ بھیجے جاتے ہیں۔ قادیان سے آواز آئی ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد نبوت جاری ہے۔ اس ہتک آمیز عقیدہ کے دفعیہ کے لیے خدا نے مجھے معبوث کیا ہے۔

۳...... جو علامات کتب ہندو میں لکھے ہیں ان کے مطابق میں ظاہر ہوا ہوں کہ میری والدہ نے بیوہ ہو کر نکاح ثانی کیا تو میں ساتویں نمبر پر پیدا ہوا۔ برہمچاری بن کر علاقہ کرناٹک کو گیا۔ ۸ سال تک پوشیدہ رہ کر ظاہر ہوا۔ پیٹھ پر سانپ کے منہ کا نشان موجود ہے۔ ہاتھ میں سنکھ بیل چکر وغیرہ کے نشانات بھی موجود ہیں۔ کتب حدیث میں چالیس صدیوں کا ذکر ہے۔ جن میں سے چند نشان مثلاً خال وجہ وغیرہ مجھ میں بھی پائے جاتے ہیں۔

۴...... حضور علیہ السلام کے بعد صدیق کا درجہ مہدی اور مسیح سے بھی بڑھا ہوا ہے میرا نام بچپن سے ہی صدیق دیندار ہے مجھے ایسے دعاوی کی ضرورت نہیں۔ خدا نے مجھے اپنے فضل سے پیشوا بنایا ہوا ہے میرا فرض ہے کہ جو ہتک قادیان سے ظاہر ہوئی ہے اسے دور کروں۔

۵...... حضور علیہ السلام کے قول کے مطابق ۱۳۴۲ھ میں ترکستان میں سات سال جنگ رہی بعد میں میں پیدا ہوا۔ اس وقت میری عمر چالیس برس تھی اور ۱۳۰۳ھ میں میری پیدائش ہوئی ہے۔ ۸/ اپریل ۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ ایک مامور (مدت حمل میں) عنقریب آنے والا ہے۔ اس کا نزول نزول الٰہی ہے وہ میں ہی یوسف موعود ہوں تاکہ اہل قادیان کی اصلاح کروں اسلام میں اس سے بڑھ کر کوئی اور حملہ نہیں کہ حضور علیہ السلام کے بعد ایک اور نبی کھڑا کیا جائے اور امتی کو احمد والی آیات کا مصداق بنایا جائے اور بیس کروڑ مسلمانوں کو نبوت مرزا کے انکار پر خارج از اسلام تصور کیا جائے۔ اہل قادیان باز آجائیں تو بہتر ہے ورنہ وعید ہے دیر آمدہ زراہ دور آمدہ کا وعدہ مجھ سے پورا ہوا۔ محمودیوں اور پیغامیوں میں جھگڑا تھا اس لئے

میں حکم بن کر آیا ہوں (چن بشویسور)

۶...... ہندوؤں میں مشہور تھا کہ میں مسلمانوں میں پیدا ہوں گا مرزا صاحب بھی میری خبر دے چکے ہیں۔ میری صداقت سمجھ میں نہیں آتی تو چند دن صبر کرو خود فیصلہ ہو جائے گا۔ زمین آسمان میرے شاہد ہیں میں نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا جیسا کہ ان کو بھی معلوم ہے۔ مزید تحقیقات کی ضرورت ہو تو کم از کم پندرہ روز میرے پاس ٹھیرو حق کھل جائے گا۔

۷...... حضرت موسیٰ کے ۱۴سو سال بعد حضرت عیسیٰ نے مجازی طور پر خدا کا نفاذ اپنے اوپر عائد کیا (جیسا کہ کذکر کم اباء کم میں مذکور ہے) مگر لوگوں نے حقیقی خدا سمجھ لیا، خدا کے دربار میں جب پوچھا گیا تو حضرت عیسیٰ نے اپنی خدائی سے بالکل انکار کر دیا۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کے بعد مجدد قادیان نے مجازی طور پر اپنی نبوت ظاہر کی تو مرنے کے بعد محمود نے حقیقی نبوت سمجھ لی۔ ۱۳۴۴ء میں مجھے مکاشفہ ہوا کہ میں جناب باری میں کھڑا ہوں۔ مرزا صاحب بھی موجود ہیں خدا نے پوچھا کہ کیا تم نے اپنی جماعت کو تعلیم دی کہ مجھے نبی مانو۔ کہا میں نے کبھی یہ تعلیم نہیں دی۔

۸...... لوگ مجھے مہدی مانتے ہیں مگر مجھے اس پر کوئی فخر نہیں میں وہی ہوں جو میں جانتا ہوں یا میرا خدا جانتا ہے کہ میں احمدیوں کے لئے یوسف موعود ہو کر آیا ہوں اور ہتک نبوت دور کر دی ہے۔ ہندوؤں میں کلمہ طیبہ موجود تھا میں نے اسے بھی ظاہر کر دیا ہے۔ وہ دھڑا دھڑ مسلمان ہو رہے ہیں۔ میرے نشانات کئی ہزار ہیں۔ صرف اخلاقی نشان ۵۴ ہیں۔ یہ نعمت کیسے ملی! صرف حضور علیہ السلام کی محبت میں فنا ہونے سے ملی اور قادیان کے خلاف کرنے سے ملی؟ غیرت الٰہی نے مرزا صاحب سے بڑھ کر نشانات میرے لیے ظاہر کئے۔ میرے سوا قادیان کی اصلاح ممکن نہ تھی۔

۹...... تلاش حق میں مرزا محمود کا مرید بنا عقائد پسند نہ آنے پر بیعت فسخ کر دی وہاں سے نکالا گیا اور لگاتار ۱۲ سال سے اس عقیدہ کی تردید کر رہا ہوں۔ خدمت رسول علیہ السلام کے طفیل جو مجھے نشان دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے بارش کا نشان زیادہ اہم ہے جو میری کتاب خاتم النبین میں مذکورہ ہے۔

۱۰...... کذبت رسل من قبلک ......نصرنا گدک کے جنگل میں ۲۰ دن بیٹھا رہا ہندو مارنے آئے تو ایک اژدھا نے بھگا دیئے۔ ملاڑ کے علاقہ میں بارش دو دو ہفتہ تک برستی ہے میرا وعظ میدان میں مقرر ہوا ہندوؤں نے مجھے جیل میں ڈالنے کی ٹھان لی تھی۔ بعد از

مغرب ابر پھٹ گیا گیارہ ہندوؤں آپڑے میں نے ایک آیت پڑھی سب ڈر گئے باوجود زبان بندی کے ۴۵ وعظ کیے۔ گدگ میں بارش نہ تھی میں نے دعا کی تو بارش آگئی۔ موضع بلہاری میں میرے خلاف میٹنگ ہو رہی تھی۔ تو میز کے نیچے سے ایک سانپ نکل آیا تو سب بھاگ گئے۔ ڈاؤن گڑھ میں بارش نہ تھی میں نے کہا کہ میں وعظ کروں گا تو پندرہ منٹ میں بارش آئے گی۔ تو ایسا ہی ہوا لوگ واپس گھر پہنچے ہی تھے کہ سخت بارش ہوئی۔ پنڈت ہالیا نے کہا کہ بشویسور کی دعا سے بارش کا ہونا لکھا ہے ضلع میسور میں ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس نے وعظ کے وقت مجھ پر گندگی پھینکوادی تو اس کی ذلت ہوئی کہ اس کا داماد میرا مرید ہو گیا۔ مقدمہ چلا ہائی کورٹ میں میرے حق میں فیصلہ ہوا اور وہ دل کی حرکت بند ہونے سے مر گیا اور اس کے معاون ڈگریٹ ہو گئے۔ سیٹھ محمد صاحب نے میسور سے مجھے چارشنبہ کے روز کہا کہ ٹاؤن ہال میں اتوار کو وعظ کرو میں نے کہا کہ خدا نے مجھے روک دیا ہے کہا کہ تم جھوٹے ہو میں ضرور وعظ کراؤں گا۔ اگلے دن ہی ایک ہندو پنڈت نے بحث کی تو میرا مرید ہو گیا غنڈوں نے کہا کہ اتوار کو ہم فساد کریں گے کیونکہ تم ہندو اوتار ہو کر گائے کا گوشت کھاتے ہو۔ اب سیٹھ صاحب گھبرا گئے اور مجھے اتوار سے پہلے ہی میسور سے نکال دیا اور میں نے ان کو خط لکھا کہ دیکھو خدا کا کلام کیسے پورا ہوا نالیکوٹہ میں میرے ہمزلف عبدالقادر کے ہاں میری بیوی اپنی بہن کے پاس آئی میں اندر آنے لگا تو مجھے ڈانٹ پلائی۔ واپس چلا آیا تو چند یوم بعد وہ مر گیا۔ اس کی بیوہ میری مرید بن گئی۔ رات میرے پاس تنہا رہتی اور خدمت کرتی مجھے رامدرگ سے تالیگوٹہ کو جانا پڑا۔ اسٹیشن تک ۳۰ میل کا فاصلہ تھا رات کو میری خوشدامن نے اسکو میرے ساتھ گاڑی میں بٹھا دیا جب پھر ہمزلف مذکور کے مکان پر پہنچے تو کوٹھے پر سو گئے بارش آئی تو نیچے الگ الگ سوئے۔ تھوڑی دیر گزری تو وہ لڑکی اپنی چھاتی میرے پاؤں سے لگا کر سوئی ہوئی دکھائی دی۔ اب میں دعا میں مصروف ہو گیا۔ چند روز بعد میری بیوی مر گئی اور اس لڑکی نے مجھ سے شادی کر لی۔ اسی تالیگوٹہ میں ایک ساہوکار نے مجھے چھپر بند اور پھر شہر بدر کرنا چاہا تو رات کو اسے کان درد نے اتنا ستایا کہ ڈاکٹر بھی عاجز آگئے آخر دل میں ہی پشیمان ہو کر میرا نام لیا اور راکھ باندھی تو فوراً آرام ہو گیا صبح مجھ سے معافی مانگی۔ گدگ میں میرا ایک مخالف لڑکا مر گیا۔ لنکائٹ میں ایک لڑکے نے مجھے کہا کہ تم ہندو اوتار ہو؟ میں نے کہا ہاں اس نے مجھے مارنے کی دھمکی دی میں وہاں سے نکل آیا۔ تو وہ مر گیا ۱۹۲۵ء میں بتایا گیا کہ ۵ ماہ کے بعد سرکاری دنگہ فساد ہوگا۔ تو ممتاز وباڈلہ کا کیس واقع ہوا۔ مجھے اپنے فوٹو کا بلاک بنوانا تھا قیمت سات روپیہ بذریعہ الہام ہو گئی۔ ہوبلی کی مسجد سے مجھے آواز آئی بنگلور میں صرف ۵۰۰ آدمی ہیں مطلب یہ تھا کہ اسلام

کے معاون صرف پانچسو تھے ورنہ دولاکھ کی آبادی تھی۔ رائچور میں بارہ ہزار آدمی بتائے گئے تو سچ نکلا۔ میرے حقیقی بھائی سید محبوب حسین میرے ساتھ تبلیغی دورہ میں مصروف تبلیغ رہے ۲۲ جگہ قیام کیا اور ۲۴ گھنٹے میں بغیر موسم کے بارش ہوتی رہی اور یہی چن بشویسور کی نشانی تھی جو پوری ہوئی۔ ۱۹۲۵ء میں قادیان آیا تو وہاں بھی سخت بارش رات کو اس قدر ہوئی کہ کتبخانہ کی کتابیں لت پت ہوگئیں صبح میرے تکیہ کے پاس ہی کتابیں دھوپ میں رکھی گئیں وہ یوں کہتی تھی کہ تم نے غلط تعلیم دیکھ کر ہم پر پانی پھیر دیا ہے۔ میرے مکاشفہ کے مطابق میرے بھائی احمد علی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ خواب آیا کہ تیرتا ہوں اور میری پیٹھ پر میرے بھائی احمد علی کا لڑکا کا تہنیت علی ہے۔ کنارہ پر گیا تو اس کی جگہ اس کا بھائی مراتب علی پایا۔ معلوم ہوا کہ اسی رات مر گیا تھا۔ موضع ہلیلا رگ میں مجھے الہام ہوا کہ ایک واقعہ ہوگا۔ چنانچہ ایک مسجد میں وعظ کرتے ہوئے میں نے کہا کہ جس طرح حضور علیہ السلام امام الانبیاء ہیں اسی طرح آپکی امت بھی امام الامم ہے اس لئے چن بشویسور بھی اسی امت میں پیدا ہوا ہے اتنا کہنا ہی تھا کہ مجھے بری طرح نکالا گیا اور مسجد دھوئی گئی۔ دربار شاہی حیدرآباد میں حاضر ہوا۔ تو لوگ مجھے پیشوا ماننے لگے میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ خدا نے مجھے پیشوا بنا دیا ہوا ہے ایک مولوی صاحب نے مجھے کافر کہہ کر خوب ڈانٹا مگر میں نے پروانہ کی بلکہ لکھ کر دیدیا کہ میں پکا احمدی ہوں سلسلہ محمودیہ کا سخت دشمن ہوں اس کی بیخکنی کرتا ہوں اور کرونگا پھر میں نے دبایا تو وہ دب گئے اور مجھ سے معافی مانگی۔ حکیم سید محمد حسین نے میرے عقائد پوچھے تو میں نے یہ نظم پڑھ کر سنائی۔

نظم

ساری قوموں کے میرے سامنے ہیں اصل اصول
جگ کی ہر قوم کے دنگل کا پہلوان ہوں میں
یعنی عیسائی وصوسائی زردشتی ہوں میں
آریہ ہوں لنکا ئب ہوں وقرآن ہوں میں
چھتری ہوں دیش ہوں شودرھن برہمن ہوں میں
سکھ کا نستہ ہوں اور حلقہ بھگوان ہوں میں
قادیانی ہوں لاہوری ہوں نجدی ہوں میں
نیچری ہے مرا مذہب اور اس سے فرحان ہوں میں

قادری چشتی وسہروردی ورفائی ہوں میں
نقشبندی بروز مہدی دوران ہوں میں
حنبلی شافعی ہوں مالکی اور حنفی ہوں
عرشی فرشی ہوں بہائی واہل قرآن ہوں میں
خارجی معتزلہ اور ہوں میں اہل حدیث
اورسنی بھی ہوں اور زمرہ شیعیان ہوں میں
الغرض کل یہ مذاہب جو ہیں انسان کے ہیں
مجھ میں سارے ہیں مذاہب کیونکہ انسان ہوں میں
جیسے آدم کا وجود ہے گا خلاصہ عالم
پس اسی طرح ہے اسلام مسلمان ہوں ہیں

ہرایک مذہب اور بالخصوص اسلام اپنے اصول پر قائم نہیں لوگوں نے فالتو باتیں شامل کررکھی ہیں مرزائی تعلیم کا بھی یہی حال ہے لوگ مرزا کو نبی جانتے ہیں حالانکہ ۶۳ جگہ اس نے لکھا ہے کہ میں نبی نہیں ہوں پھر مولوی صاحب مجھے بزرگ جاننے لگے کیونکہ ایک بجلی میرے ساتھ تھی جس سے وہ میرے مرید بن گئے۔

۱۴...... شروع میں موضع مرچ سے ایک نے کہا کہ ہندو کہتے ہیں کہ ایک مسلمان گوشت خور بشویسور بنا ہوا ہے کرنا تک علاقہ سے نکال دیں یا اس پر جادو چلائیں تاکہ روگی ہوجائے۔ میں نے کہا کچھ پروا نہیں دو ہزار روپیہ دے کر آٹھ دن تک جادو کرایا۔ مگر کچھ نہ بگڑا کیونکہ یہ کام اللہ کا تھا اور میرا وجود درمیان میں نہ تھا۔

۱۵...... ایک نے مجمع میں مجھے مار ڈالنے کی ٹھان لی قریب آیا تو میں نے کہا کہ میں چراغ الٰہی ہوں خدا مجھے بجھنے نہ دے گا۔ موضع چکوڑی میں ایک نے کہا کہ تم بشویسور ہو تو میں داڑھی بڑھا کر رسول اللہ بنتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میرا ثبوت تو ۱۶ جگہ سے ملتا ہے تمہارا کیا ثبوت ہے وہ خاموش ہوگیا پھر ایک لاٹھی لیکر آیا میں نے اس کو پاس بٹھالیا تو وہ لاٹھی غائب ہوگئی اور میں بچ گیا۔ پھر میں جاترا میں جا گھسا تو لوگ مجھے سلام کرنے لگے۔ ہبلی ہونگل میں لوگ مجھے پر مخول اڑانے لگے کسی نے داڑھی نوچی، کوئی دانت دیکھاتا، کسی نے دم پوچھی میں نے کہا کہ تم گالیاں دو میں کچھ نہیں کہوں گا۔ تو کہنے لگے ہم آپ کو اوتار مانتے ہیں ہم نے آزمالیا ہے۔

۱۶...... میں حیدر آباد آیا وہاں ایک مولوی صاحب تکفیر میں بڑے ماہر تھے مجھے بھی

مرتد کہا میں نے کہا کہ میں ایسے لفظوں سے نہیں گھبراتا میں تو برہمن ہوں میں خود قرآن ہوں ایک ایک آیت پر اٹھارہ اٹھارہ کتابیں لکھ سکتا ہوں سارھقه کا ترجمہ پوچھا تو میں نے سنادیا اور کہا کہ کیا ماہر قرآن کو مرتد کہتے ہو؟ خالی ترجمہ تو غیر مسلم بھی کر سکتے ہیں مگر معارف کس سے سیکھیں گے۔ ایک دن اپنی انجمن بنگلور کے ہال میں وعظ کو نکلا۔ خیال تھا کہ بیت المال قائم ہو خلیل صاحب سے کہا کہ وہ قائم نہ ہوگا کیونکہ ایک اور واقعہ ہونیوالا ہے۔ یہ کہہ کر سورہ توبہ کی آخری آیات پڑھیں جن میں ایثار کا ذکر تھا۔ پھر میں نے کہا کہ اگر تم ایثار نہ کروگے تو کیا قبر میں مال لے جاؤ گے؟ یہ سنکر جناب ظہیر الدین مکی وزیر زراعت میسور وہیں مر گئے۔ ہلال ضلع کاروار میں سورہ ابراہیم پر وعظ کیا تو ایک آدمی بیہوش ہوگیا۔ ایک عورت ہبلی میں میرا وعظ سنکر ایسی متاثر ہوئی کہ ہر طرف اسے بسویشور ہی نظر آتا تھا کئی دن تک یہی حالت رہی پھر میری مرید ہوگئی۔ کئی ایک وعظ سنکر مجھے مہدی کہنے لگے۔ میں نے کہا صدیق ہوں اور یہی اعلیٰ رتبہ ہے میں اپنا نام نہیں جانتا۔ نبی کا نام بس ہے میں سب کو مسلمان جانتا ہوں۔

۱۷...... ایک نے خواب دیکھا کہ میں چار سورجوں کے درمیان ہوں تو اس نے حلیہ پہچان کر میری بیعت کر لی۔ ۱۳۴۱ھ میں محبوب شاہ افغانی نے خواب دیکھا کہ ہبلی نور سے پر ہے اور ایک حوض میں کثرت سے تارے گرتے ہیں۔ تو وہ مدراس سے مجھے ملنے آیا اور میرے تخیال ہوگیا۔ سید غوث محی الدین تاڑپتری نے کہا کہ گدگ میں مہدی آئے ہوئے ہیں تو آپ نے میری بیعت کر لی ایک سیاح نے خواب میں کتاب پر پیران پیر کی تصویر دیکھی کہ وہ مجسم بن گئی ہے۔ اسی سے میرا حلیہ لیکر میرا مرید بن گیا۔ ایک راجہ کو دوپہر کے وقت خواب آیا کہ جاؤ پیران پیر صاحب مصیبت میں ہیں حفاظت کرو تو وہ میری حفاظت کو آگئے۔ ڈیڑھ ماہ پیشتر پیر محی الدین نے میسور میں خواب دیکھا کہ ان کے پاس دو خادم لیکر آیا ہوں۔ آواز آئی کہ ان کی مدد کروں میں پہنچا تو پہلے خواب سنا چکے تھے اور میری شناخت کر لی اور معتقد ہو گئے۔ گل محمد نے ۹ ماہ پیشتر شاہ نور میں خواب دیکھا جس میں میرا حلیہ بتایا گیا جب میں پہنچا تو اس نے شناخت کر لیا۔

۱۸...... ہبلی میں ایک شادی پر مجھ سے کہا گیا کہ بارش ستاتی ہے میں نے دعا کی تو بند ہوگئی بلہاری میں ایک کو بچھو نے کاٹ کھایا کسی نے میرے نام کی دہائی دیکر دم کیا تو وہ فوراً اچھا ہوگیا۔ رکن الدین مخالف تھا تو اس کا گھر بار فنا ہوگیا آخر ایک بچہ رہ گیا تو اسے میرے قدموں پر رکھ کر معافی کا خواستگار ہوگیا۔ سیٹھ حسن نے اپنی بہن سے میرا نکاح کرادیا۔ جب مذہبی وعظوں کا شور اٹھا تو گھبرا گئے ایک رات میں باہر تھا تو میرے گھر کو باہر سے تالا ڈال گئے۔ میں نے دیکھ کر کہا

کہ تالا کھولو مگر آپ نے بہت کچھ کہا کہ کل عقائد کا تصفیہ ہوگا۔ میں ایک دوست کے گھر چلا آیا۔ صبح ہوئی بحث چھڑی میں نے کہا کہ یہ مہینوں کی بات ہے۔ بتاؤ کہ ہمشیرہ کو بھیجتے ہو کہ جاؤں۔ تو وہ خاموش ہو گئے میں نے سوچا کہ وہ مجھے ماریں گے مگر وہ نرم ہو گئے اور گھر لے جا کر کھانا کھلایا۔ پھر سارا کنبہ میرا مرید بن گیا۔ ایک روشن ضمیر بچہ ست سالہ بخن کٹی متصل گدگ میں تھا اسنے ایک سا دھو سے پوچھا کہ تم نے کیا پڑھا ہے کہا کہ ۶ وید ۱۸ پران اور چھ شاستر کہا تو پھر چن بشویسور آج کہاں ہیں کہا معلوم نہیں کہا تو پھر تم نے کچھ نہیں پڑھا وہ ڈیڑھ ماہ تک گدگ آئینگے میں گدگ آیا تو میرے پاس آ کر میری تصدیق کی اور سب حاضرین کا حال بتا دیا اور میرے پاؤں دبانے لگا اور مجھے اپنا باپ کہہ کر پکارنے لگا مجھے یقین ہو گیا کہ یہ ولی اللہ لکنت والا مہدی ہے جو میری تصدیق کے لئے مبعوث ہوا ہے۔

۱۹...... میں یوسف صدیق ہوں۔ یوسف جیسا حلم مجھے دیا گیا ہے جس کی شہادت میرے عقارب اور میرے تبلیغی علاقہ کے مخالفین دے سکتے ہیں اور یوسف جیسی پاکدامنی بھی مجھے دی گئی ہے کیونکہ میرے ایک بعید رشتہ میں ایک خوبصورت اور شوخ طبع لڑکی تھی جو چار سالہ عمر میں ہی میری دوست تھی اور اس کے سینہ میں سوائے میری تصویر کے کسی دوسرے کی تصویر نہ تھی۔ ۲۵ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر میں کفن پوش فقیر بن گیا تو اس کا ناتہ دوسری جگہ ہو گیا مگر وہ مجھے چاہتی تھی میرا خط جاتا تو سینہ سے لگا لیتی جب میں نے اصلاح المسلمین، تبلیغ الاسلام۔ خادم اسلام، صفیہ اسلام وغیرہ انجمنیں قائم کیں تو ان دنوں میں اسی کے گھر رہتا تھا۔ ایک دن جمعرات کو ۵ بجے دیوان خانہ میں بیٹھا تھا کہ اس نے اپنے ماموں کا بسترہ تو دیوان خانہ میں بچھوایا اور میرا بسترہ دالان میں تیار کرایا۔ رات کے دو بجے تھے بجی سجائی میری چادر میں آگھسی اور لب پر لب رکھ دیئے میں نے آنکھ کھلتے ہی اسے دھکیل دیا اور تہجد کے لیے کھڑا ہو گیا۔ وضو کرتا تھا مگر ہوش قائم نہ تھی اور گھنٹہ بھر وضو ہی کرتا رہا اور جب تہجد شروع کی تو نیند آ گئی اور خواب دیکھا کہ میں پریشان حال اپنی بیوی کے پاس رام درگ ضلع بلگاؤں گیا ہوں پیراہن پیچھے سے چاک ہے۔ بیدار ہوا تو صبح اور تہجد ملا کر پڑھیں اور لڑکی کو خط لکھا کہ ایسا کام نہ کرو۔ میں تم سے شادی نہ کرونگا اگر موجودہ ناتہ ناپسند ہے تو دوسری جگہ تبدیل کرا لو اس نے کہا کہ مجھے لیجاؤ ورنہ زہر کھا لوں گی میں نے روکا مگر وہ نہ مانی۔ یہ خطوط اس کی جیب میں تھے کپڑے اتار غسلخانہ میں گئی تو خالہ اس کے کمرہ میں آئی اور وہ خط اٹھا کر پڑھ لئے۔ اس نے فوراً ننکچر ایڈین کی شیشی پی لی۔ اب ڈاکٹر آئے کہرام مچ گیا رات کو میں نے دیکھا تو نبض کمزور تھی اور کہہ رہی تھی کہ مردار کی موت مر رہی ہوں۔ میرے چچا نے کہا

کہ خون تم نے کیا ہے میں نے کہا کہ وہ خود دو بجے میری گود میں آگھسی تھی۔ میں کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار ہوں۔ میری عصمت پر دھبہ آتا ہے اس واسطے میں نے صاف کہہ دیا ہے اور یہ عصمت حضرت یوسف علیہ السلام سے بڑھ کر تھی۔ کیونکہ میں تیس سالہ تھا اور وہ ۱۷ سالہ کسی کا خوف بھی نہ تھا وہ منکوحہ تھی اور یہ باکرہ میرا اغنو یہاں تک ہے کہ مجھے کسی چیز کی پروانہیں۔ نہ جنت کی خواہش ہے نہ دوزخ کا ڈر ہزار روپے آتے ہیں مگر گھر ایک روپیہ بھی نہیں بھیجتا۔ کیونکہ میں جہاد بالنفس کا پہلوان ہوں۔

۲۰...... اس امت میں جو مامور آئے گا حضور علیہ السلام کے متعلق جو ہتک کے لفظ استعمال کیے جاتے ہیں ان کو دور کرنا اس کا خاص کام ہوگا۔ دکن میں مشہور ہے کہ پہلے اولوالعزم محمود ویر بسنت آئے گا۔ اس کے خیالات سے دنیا میں ابتری پھیلے گی (کیونکہ وہ ختم رسالت کا انکار کرے گا) جن کو دور کرنے کے لئے چن بشویسور صدیق اللہ کا بندہ ظاہر ہوگا۔ ویر بسنت کے نشانات یہ ہیں کہ ۱۹۱۴ء بروز جمعہ گدی نشین ہوگا۔ تاریخ پیدائش ۱۸۹۱ء سے پہلے ہوگی کشمیر کے نیچے کے علاقہ میں ظاہر ہوگا۔ گردن اور پیشانی کے بال اکٹھے ہوں گے پیشانی پر ہری رگیں ظاہر ہونگی کرشن اوتار کی گدی پر بیٹھے گا اس کے عہد میں جماعت دو ٹکڑے ہوگی اور خون کی ندی بہے گی یعنی گریٹ وار ہوگی۔ اس کے دست دراز ہوں گے قرآن شریف کے غلط معنی کریگا۔ ایشور اوتار حضور علیہ السلام کی ہتک کریگا۔

۲۱...... اے جماعت احمدیہ تمہاری جدوجہد کا لوہا مانا گیا ہے دکن میں میرے ساتھ ملکر کام کرو۔ اختلافات چھوڑ دو۔ نیچ اقوام کو سرکش لوگوں کی غلامی سے چھڑاؤ اور مسلمانوں کو کافر کرنے کی بجائے کافروں کو مسلمان کرو۔ اے خلیفہ قادیان، دکن اور قادیان کی جماعتیں ملجائیں گی آپ کو شمالی دولہا کہا گیا ہے۔ میرے پاس دس بارہ ہزار تک لوگ جمع ہو جاتے ہیں لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ مرزا صاحب نے ۱۳ جگہ مدعی نبوت کو کافر جانا ہے۔ میں یوسف موعود بھی اعلان کرتا ہوں آپؐ کے بعد مدعی نبوت کافر، کاذب اور دجال ہے (یہ ہاتھی کے دانت دکھا کر ۷۸ پر لکھا ہے کہ لاہوری پارٹی اور قادیانی پارٹی دونوں نے خط و کتابت سے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم تیرے ساتھ مل کر تبلیغ کا کام کریں گے)

۲۲...... حضور علیہ السلام کے بعد نئی بادشاہت قائم نہ ہوگی۔ جتنے بھی پہلے یا پیچھے موعود آئے ہیں وہ حضور علیہ السلام کے خادم تھے آپ نے فرمایا کہ مامن نبی الاله نظیر من امتی اس لئے آپ کے عہد میں اعزازی اور بروزی موعود موجود تھے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر

مثیل ابراہیم تھے۔ حضرت عمر مثیل نوح۔ حضرت عثمان مثیل ادریس اور حضرت امام مثیل یحیٰ تھے۔ مگر ان کو نبی ماننا سخت گناہ ہے۔ حضرت پیران پیر نے اپنے اندر نبوت دیکھی تو فرمایا کہ اوتی الانبیاء اسم النبوۃ واوتینا اللقب مولائے روم نے شمس تبریزی کو کہا کہ آپ رسول اللہ ہیں اور میں عمر ہوں۔ صرف چھیالیسواں حصہ نبوت کا باقی ہے۔ اس سے کوئی نبی نہیں بن جاتا۔ علم تصوف سے ناواقف غلو کرتے ہیں اور تکفیر میں لگ جاتے ہیں ورنہ مثنوی میں صاف لکھا ہے کہ آں نبی وقت باشد اے مرید اور ابن عربی اسکو ہمیشہ جاری مانتے ہیں۔ اے جماعت قادیان تمہارا غلو کرنا مصلحت خداوندی تھی کہ مماثلت مسیح پوری ہو مرزا صاحب کا قول ہے کہ آج ۱۸۸۶ء سے چالیس سال بعد تم (قادیانیوں) کا مامور آتا ہے وہ عمنوائل یوسف صدیق ہے دور سے آتا ہے آپ نے بھی اس کے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ

باغ میں ملت کے ہی کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار
آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

۲۳...... عہد رسالت میں جہاد کبیر سے صحابہ نے بڑے مراتب حاصل کیے اب پھر وہی زمانہ ہے۔ بابرکت ہیں وہ لوگ جو اس لیلۃ القدر کی قدر کرتے ہیں۔ قادیانیو! میاں صاحب مامور نہیں ہیں ان کا میرے ساتھ ہونا ضروری ہے اور ہم دونوں کا وجود دکن کے لیے حجت ہے۔ اسلامی کامیابی صوفیانہ رنگ میں ہوتی ہے اور کبھی خشک ملاؤں سے نہیں ہوئی اور یہ کامیابی غیر اقوام کے موعود سے ہوتی ہے چنانچہ حضرت طارق اسپین کے موعود تھے۔ خواجہ معین الدین ہندوستان کے۔ حضرت عمر بیت المقدس کے، محمود غزنوی گجرات کے۔ یوسف عادل شاہ کرناٹک کے۔ دکن مسلمان ہونے کو ہے تم ہی جو اس بوجھ کو اٹھاؤ گے۔ مجھے خدا نے اس لئے بھیجا ہے کہ تم میرے پاس جمع ہو جاؤ کیونکہ میں تمہارا موعود بشیر ہوں، مرزا صاحب کو نبی کہنا چھوڑ دو۔ خدا ایک ہے سب کا رسول بھی ایک ہے۔ سخت بیدینی ہوگی کہ اس مرکز کو چھوڑ کر الگ مرکز قائم کیا جائے۔ پہلے گو مرکز بہت تھے مگر جب شہنشاہ آگیا تو الگ بادشاہت قائم کرنا بغاوت ہوگا۔ اس کتاب سے انشاء اللہ قادیانیوں کو ہدایت ہوگی۔

۲۴...... فروری ۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب نے کہا کہ خدا نے الہام کیا ہے کہ ایک وجیہ پاک لڑکا تم کو دیا جائے گا۔ وہ غلام زکی ہوگا۔ خوبصورت۔ تمہارا مہمان علیموائل بشیر صاحب

روح مقدس۔نور اللہ۔آسمان سے نازل ہونیوالا۔مبارک۔رفیق فیصل، صاحب شکوہ وعظمت ودولت۔مالک مسیحی نفس، شافی امراض۔کلمۃ اللہ، سخت ذہین فہیم، حلیم القلب۔عالم علوم ظاہری وباطنی۔تین کو چار کرنیوالا۔فرزند دلبند۔گرامی ارجمند۔مظہر الاول والآخر۔مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء نور آتا ہے نور۔ممسوح الٰہی قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ ۱۸/اپریل ۱۸۸۶ء کو الہام ہوا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب پیدا ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کریگا۔

"نازل من السماء کذلك منـنـا علی یوسف ۱۸۸۳ء انظر الی یوسف واقباله . انا خلقنا الانسان فی یوم موعود ۱۸۹۲ء یاتی قمر الانبیاء ۱۸۹۳ء کان من اهل البیت علی مشرب الحسن یصالح بین الناس ۱۹۰۱ء انی لا جد ریح یوسف لولا ان تفندون ۱۹۰۵ء "تیری جماعت کے لیئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرونگا اس کو قرب اور اپنی وحی سے مخصوص کرونگا اس سے حق ترقی کریگا۔لوگ سچائی کو قبول کریں گے ممکن ہے کہ وہ ابتدا میں بے حقیقت نظر آئے۔یہ در ہے کہ ہر ایک کامل انسان بننے والا بھی نطفہ اور علقہ ہی ہوتا ہے ۱۹۰۵ء۔

اے فخر رسل قرب تو معلوم شد

دیر آمدۂ زرداہ دور آمدۂ

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا۔۱۹۰۷ء حضرت صاحب کو تین پھل آم کے ملے۔ایک سبز رنگ سب سے بڑا تھا۔یعنی بشیر اول یوسف موعود۔

۲۵...... دربنسبت مرزا محمود کے متعلق یہ الہام ہے کہ ایک دوسرا بشیر تم کو دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے۔وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم بھی ہوگا ۱۸۸۸ء میاں محمود پیٹ میں تھے تو مرزا صاحب کو ان کا نام مسجد کی دیوار پر لکھا ہوا نظر آیا۔یہ بھی الہام ہے ایک اولوالعزم پیدا ہوگا۔وہ حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا۔وہ تیری ہی نسل سے ہوگا۔فرزند دلبند گرامی ارجمند۔مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء اور وہی فضل عمر ہے۔۱۸۸۷ء

۲۶...... بشیر اول عنموائل (ثانی اثنین) خدا اس کے ساتھ ہے یعنی صدیق اور عنموائل دونوں کے اعداد ۲۰۸ ہیں۔یہ مکان کا بچہ نہیں کیونکہ اس بشارت کے بعد ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے ہیں جو گذر گئے تھے۔اس کے بعد دو سال ۹ ماہ ۴ دن تک کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔اس کے بعد میاں محمود پیدا ہوئے۔اس کے بعد دو فرزند پیدا ہوئے ہیں۔

اخیر میں مبارک احمد پیدا ہوا۔ اب میری صداقت یہ ہے کہ:

۱...... آپ کہتے ہیں کہ وہ یوسف کہیں ضرور پیدا ہوا ہے۔ اب دور ہے دیر سے آئے گا ۱۹۰۷ء کے اشتہار باغ ملت کی نظم میں اسی مضمون کو دہرایا ہے۔

۲...... میں ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوا اور یوسف موعود ہوا جیسا کہ الہام میں تھا۔

۳...... تورات اور احادیث اور منجمین یورپ امریکہ بھی یہی ۱۸۸۶ء بتاتے ہیں اور ۱۹۲۴ء کو تاریخ ظہور بحساب قمری میں قرار دیا ہے۔

۴...... دکن کے ۶۳ اولیاء اللہ بھی ۱۸۸۶ء میں پیدائش مانتے ہیں اور ۱۹۲۴ء میں اس کا ظہور لکھا ہے۔

۵...... یوسف کی تمام صفتیں باکمال پائی جاتی ہے۔ (مرزا محمود میں نہیں پائی جاتیں)

۶...... میں بھائیوں کے لحاظ سے چوتھا ہوں۔ بیٹوں کے لحاظ سے بھی چوتھا اور چھوٹوں بڑوں کے لحاظ سے بھی چوتھا ہوں۔

۷...... پیدائش کی گھڑی بھی چوتھی ہے۔ دن چوتھا ہے تاریخ بھی چوتھی ہے بعد از ہزار صدی بھی چوتھی ہے۔ سال بھی چوتھا ہے (۴ر رمضان پیر کا دن ۱۳۰۳ھ)

۸...... یوسف زلیخا کے قصہ سے میرا بالکل مشابہ ہے۔

۲۷...... اس کے الہامات بھی مرزا صاحب کی طرح بے دم اور بے زبان ہیں۔

مثلاً یہ کہ:

الف...... تم دونو ملکر ایک محکمہ قائم کرو گے، لوگ اس سمت کو نہیں دیکھیں گے، میدان کربلا، کام کرنا چھوڑ دیں گے، ڈھوروں کے حملہ سے کتا آیا اور میرے انگوٹھے کو آ پکڑا، مفارقت ہوگئی، ۳۵ کو سرکاری ڈنکا ہوگا، جاتا ہے مار کھاتا ہے، یہ آگ نہیں بجھتی، یہ پانی کڑوا ہے، آج بازار ہے، آگے کام بڑھے گا، جو مانگے گا سو دوں گا، اب بھی بہت ہے چلو، ایک لاکھ چوبیس ہزار، بنگلور اور میسور کربلا کے میدان ہیں، چور ہے، سر پر سبز پگڑیاں باندھے ہوئے ہیں، لوگ تماشہ دیکھیں گے، سکندر! وہاں جاؤ کام ہو جائے گا، شاید ہی ایسی سیر نصیب ہو، یہ گر جاتے ہیں، رائے چور میں بارہ ہزار آدمی مل جائیں گے، میں یہاں سے نکال دیتا ہوں، حیدر آباد کی ناک آپ کے ہاتھ میں ہے، بنگلور جائے، تکلیف یا نقل پائے، کشتی ہوگی، معذرت نامہ ذرا کمزور ہے، ہندو اُلٹ گئے ہیں، جماعت والوں کو تمہارا بھی یقین ہوگیا، گیارہ کوس تک تمہارا اثر ہے۔

ب...... ترکوں کی دغا بازی کا زور صدیق کے ہاتھوں سے ظاہر ہوگا، مہدی کے

زمانہ میں آدمی بیچ سے چیرا جائے گا، تئیس خزانہ ملتے ہیں، کمین والا مکان تیرا، زمین آسمان تیرا، دانت توڑ ڈالیں گے، آپ کی جان میرے ہاتھ میں ہے، تیری عزت کروانا میرا کام ہے، کمال پاشا کی مردہ زمین کو جگائے گا، ہم تغیر کرنے والے ہیں، ۱۹۳۵ء کو تختہ الٹ جاتا ہے، چھ باب ہیں، تو سب کو گھیرے گا، تم میں اور جارج تیرا نام دنیا میں جگاؤں گا، تین سال گزر جانے دو، اب اس علاقہ میں اسلام نہیں پھیلے گا، انگورہ گورنمنٹ کے تیرے لئے سامان تیار کیا ہے، گدک مسلمانوں کا ہے، حیدر آباد ڈیڑھ سو سال کے بعد روحانیت کے کمال کو پہنچ جائے گا، جو مجھے مان کر آگے بڑھا وہ شہید ہوا، اے مسیحا مصیبت کے دن میں، انگلینڈ کے لئے بھی تلوار چلے گی، قادیانی پارٹی مجھے مل جائیں گی، تلوار لیکر کام کریں گے، آٹھ سو سال میں کھڑا ہوتا ہوں، ایک اور لڑائی ہوگی، سب سے بڑا واقعہ حسن نظامی کی بیعت ہے، ایک بچی آئی ہے آپ کے پاس تاکہ نکاح کرے، ایک سالہ لڑکی دعا کرتی ہے کہ یا اللہ کہ میں کسی (صدیق) سے قرآن شریف پڑھوں اور اس کی مرید ہو جاؤں، گاندھی جی مجھ کو دیکھ کر ایک اندھیرے حجرے میں جا کر چھپ گئے۔

نظم

راز دانوں کے لئے نقطہ عرفاں ہوں میں
اس کا اظہار کروں کس طرح حیراں ہوں میں

یہ وہ شے ہے جس کی تقسیم نہیں ہو سکتی
گنتی میں ہوں میں احد سب میں نمایاں ہوں میں

کوئی شے ایسی نہیں جو نہ ہو مجھ میں ظاہر
مظہر عالمیاں کرتب یزداں ہوں میں

کوئی سیارہ فلک کا نہیں مجھ سے باہر
ہر فلک مجھ میں ہے افلاک میں دوراں ہوں میں

میرے مائدہ پر دھری رہتی ہے دنیا کی فضا
عالم ہر جنس کا ہے سب کا حکمراں ہوں

جتنے دنیا کے مزے ہیں وہ ہیں مجھ میں موجود
گندمی رنگ ہے میرا مجموعہ الوان ہوں میں

میں ہوں قرآن جہاں میری قرات سب میں
گولحن ایک ہے پر مجموعہ الحان ہوں میں

فعل مخصوص ہر اک جان کا ہے عام میرا
مظہر نور خدا پر تو یزداں ہوں میں

اب تو انسان ہی کو خلق لکم کہتا ہے
ہوں میں لولاک کے شایاں اگر انسان ہوں میں

جب عناصر کے یہ پردے کو اٹھا کر دیکھا
قرب اللہ میں خود جنت و ریحاں ہوں میں

کچھ جدائی نہیں کہنے کو ہے اندر باہر
پھر قریب اور بعید ہونے میں یکساں ہوں میں

کوئی شے غیر نہیں غیر کا سایہ بھی نہیں
احدیت میں جو کبھی تھا وہی آلاں ہوں میں

قاب قوسین کے منزل میں اتر کر دیکھا
انست خالق و مخلوق سے انسان ہوں میں

دل ہے آئینہ میرا اور میں آئینہ میں ہوں
ہے مخالف یہ خلافت ورنہ رحماں ہوں میں

دیکھی تبدیلی امثال میرے ہاتھوں میں
عکس رب ہوں یا کہو قدرت یزداں ہوں میں

رب کی مرضی سے میری مرضی ہے ملتی جلتی
کیونکہ راضی برضا ہونے سے یک جاں ہوں میں

مالک الملک ہوا ہے خانساماں میرا
پھر تو ڈر گیا ہے اگر بے سر وساماں ہوں میں

بندہ رب ہی رہا قادر کن فیکوں
چار میں چوتھا وہی بندۂ رحمان ہوں میں

میں وہی نور ہوں جس نور سے افلاک بنے
ان میں ظاہر ہوں کبھی اور کبھی پنہاں ہوں میں

آنا آتا ہے جانا کبھی دکھتا ہی نہیں
فرط رحمت میں برستی ہوئی باراں ہوں میں

ہفت افلاک انگوٹھی میں نگینہ ہوں میں
یعنی اس دور کا خورشید درخشاں ہوں میں

میری آمد نے ملائک کی زباں بند کردی
سب کو تابع بھی کیا تابع فرماں ہوں میں

میرے ہی قلب میں اللہ ہی سما سکتا ہے
کیونکہ سب ہستیوں سے اشرف جاناں ہوں میں

دونو ہاتھوں سے بنایا ہے میرے رب نے مجھے
چونکہ ذوالفضل ہے وہ اس لئے ذیشاں ہوں میں

ظل مولےٰ کے نتیجہ میں تو مولےٰ نکلا
جو زمانہ میں عیاں وہی پنہاں ہوں میں

یہ جہاں عرش خدا ہے لوح محفوظ ہوں میں
دائرہ نون یہ ہے نقطۂ عرفان ہوں میں

پائی ہے رفعت سماوات نے رفعت مجھ سے
زیں سبب عرش معلّٰی پہ حکمران ہوں میں

آ گئے ارض وسما میرے قدم کے نیچے
کیونکہ ہر شان سے توحید میں سرعاں ہوں میں

مات کردیا میری پرواز نے پروازوں کو
یعنی احمد کے عقب دست بداماں ہوں میں

میری پرواز ہے اس طرح کہ آلاں یاں ہوں
دوسری آن میں بر عرش حکمران ہوں میں

ہوکا حاکم ہوں میں اللہ کا شاہد ہوں میں
اور در رنگ الہ گنبد دوراں ہوں میں

کوئی مکنون جہاں مجھ سے نہیں چھپ سکتا
میں ہوں قرآن میں سائر نفس قرآن ہوں میں

کل بہا عیان کھڑے ہوگئے میرے ہی لیے
میری خادم ہے ہر اک چیز حکمراں ہوں میں

میں نہ ہوتا تو خدا کو یہ ضرورت کیا تھی
میں ارادہ ہوں خدا کا یعنی انساں ہوں میں

عقل کل تھا میں کبھی نفس میں آ کر ٹھیرا
صورت جسم لئے سب میں نمایاں ہوں میں

اسے دلا دیکھ لے ہیں تینوں زمانے مجھ میں
روپ لاکھوں میں ہر اک شان کا شایاں ہوں میں

دست احمد میں چھلکتا ہوں مثیل خورشید
حوض کوثر کا وہی پیالۂ عرفاں ہوں میں

مجھ سے بڑھ کر نہیں اس وقت کسی کی قسمت
جام کوثر ہوں صراط ہوں اور میزاں ہوں میں

احدیت سے بڑھ کر ایک میں آ کر ٹھیرا
عالم غیب شہادت میں نمایاں ہوں میں

شان وقرآن وعمل میں میں ہی شاہد بن کر ماہ وخورشید کواکب میں درخشاں ہوں میں
خشک زاہدتو لکیروں سے جسے ڈھونڈتا ہے وہ میرے قلب میں ہے اسمیں ہی سرعاں ہوں میں
دائرہ نون میں نکتہ کا ٹھکانہ ہوں میں لوح محفوظ میں لکھا ہوا قرآن ہوں میں
ہفت افلاک سدا میری عبادت میں ہیں اور مسجود ملائک وحور وغلماں ہوں میں
یہ زمیں آسماں جو ہے وہ میری کرسی ہے سب میں موجود ہوں پھر سب سے جدا گاں ہوں میں
مجھ سے نکلا ہوا مجھ میں ہی فنا ہوتا ہے کیونکہ ارواح واجسام کی بنیاں ہوں میں
دردوآلام کا احساس مجھے کچھ بھی نہیں اورخوشحالی وتنگ حالی میں یکساں ہوں میں
نہ کبھی نیند ہے نہ اونگھ نہ غفلت کا اثر چرخ گردوں کے اثر سے بھی دراماں ہوں میں
میں نہ محصور ہوں نہ موت مجھے آئے گی مالک الملک ہوں اورعرش پہ حکمراں ہوں میں
ہر زمانہ کو سنبھالا ہے میری طاقت نے منبع رحمت حق قدرت یزداں ہوں میں
رات دن عالم ملکوت میں ہے ذکر میرا روح ارواح ہوں اورشکل میں عرفاں ہوں میں
غیر موصوف ہوں موصوف نظر آتا ہے اس کی اک خاص وجہ یہ کہ مہرباں ہوں میں
عقل انساں کی رسائی سے بہت دور ہوں میں اہل دل دیکھتے ہیں غیروں سے پنہاں ہوں میں
یہ مقامات ہیں غیروں کو دکھانے کے لئے ورنہ کیا جانے کوئی کون ہوں اور کہاں ہوں میں

’’تنقید...... ناظرین آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ اس ضرورت قدرت ثانیہ نے اپنے دعاوی میں کیا کیا رنگ دکھلائے ہیں ایک طرف تو مدعی نبوت کو کافر کہہ کر اپنی ہستی کو مہدویت ومسیحیت سے الگ رکھا ہے اور دوسری طرف یوسف علیہ السلام سے بڑھ کر اپنی فوقیت دکھائی ہے اور صاحب وحی۔ مظہر الٰہی اور نجات دہندۂ عالم وعالمیان بن کر وحدت وجود کا بھی دم بھرا ہے اور بعینہ یہی اس کے مرشد کی بھی حالت تھی۔ مریدوں میں بیٹھ کر خدائی تک پہنچتے تھے اور غیروں کے سامنے نبوت اور مہدویت سے بھی انکار تھا۔

۱۴...... احمد نور کابلی قادیان

مدعی رسالت قادیان میں ہی مدت سے مسیح قادیانی کا زلہ ربا ہے۔ ناک پر پھوڑا ہوا تھا۔ تو کاٹی گئی اور نبوت کا رتبہ پایا، تہجد گزار۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا۔ سرمہ فروش خانہ بدوش افغان ہے۔ ہم ذیل میں اس کی افغانی اردو میں اس کے دعاوی بیان کرتے ہیں۔ اس نے لیک ٹریکٹ شائع کیا ہے جس کا عنوان لکل امۃ اجل نیچے لکھا ہے کہ:

۱...... اے لوگوں میں اللہ کا رسول ہوں۔ دین میری ہی تابعداری ہے۔ مجھے نہ

ماننا اللہ کے دین سے اخراج ہے۔ روحانی سورج ہوں میرا زمانہ لیلۃ القدر ہے۔ رحمتہ العلمین ہوں۔ میرا نام محمد رسول ہے۔ میں منار سپید سے نازل ہوا۔ مظہر جملہ انبیاء ہوں اور قرآن کو ستاروں سے لایا ہوں۔ عسیٰ ان یبعثك ربك مقاما محمودا میں خدا نے مجھے ہی کہا تھا کہ خلیفہ محمود کے عہد میں قادیان کے اندر تجھے مبعوث کیا جائے گا اور وابعثه مقاما محمودا میں بھی یہی حکم ہے۔ ھو الذی بعث فی الا میین میں ہے کہ افغانوں میں خدا نے ایک رسول بھیجا ہے و اٰخرین اور احمدیوں میں جو مسیح قادیانی کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ کیونکہ اس میں دو قوم کا ذکر ہے۔ ایک قوم مسیح موعود کی جو امت محمدیہ سے ملحق ہے دوم میری قوم جو مسیح کے بعد پیدا ہوئی اور غیر ملحق ہے اور اسی غیر ملحق قوم میں رسول کا مبعوث ہونا لکھا ہے سو میں شرعی رسول ہوں میری شریعت قرآن ہے اور یہ قرآن اب اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے مجھے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ احمد نور رسول اللہ دیا ہے۔ سورہ فاتحہ بھی دی ہے قریبا دس ہزار کے وحی ہے اور کثرت کے ساتھ کلام کیا ہے۔ میری وحی رحمٰن کی طرف سے ہے اس پر ایمان واجب ہے۔ میرا ساتھ دینا جنت ہے۔ الگ رہنا دوزخ ہے، میرے انکار پر مرنا لعنت ہے۔

۲...... الہامات یہ ہیں کہ تم جملہ انبیاء کے مظہر ہو۔ واتبعو االنور الذی معه کما اوحینا الی نوح ولقد اوحی الیك۔ارسلنك شاھدا۔احمد نور کابلی اللہ کا رسول۔الا رحمته العلمین۔ماانت بنعمة ربك بکا ھن و لا مجنون۔ تم خاتم العلمین ہو اور قرآن تجھکو دیا ہے مسیح موعود نے کلمہ کا دعویٰ کیوں نہیں کیا (اگرچہ بعد میں مرزائی یوں کہتے ہیں (لاالہ الا اللہ احمد جری اللہ) اس کا جواب یہ ہے کہ: ’’ذلك فضل اللہ یوتیه من یشاء‘‘

۳...... فلسفہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر ایک رسول کا وقت مقرر ہے دوسرا وقت اس کی امت کا ہے اور اسی کو لیلۃ القدر کہا گیا ہے پھر اور رسول کا وقت آجاتا ہے جو صبح ثانی اور شمس روحانی کے نام سے مشہور ہے۔ موسیٰ کے بعد یہودی شھداء علی الناس بن کر حاکم بنے رہے شمس روحانی عیسیٰ آیا تو یوم الضحیٰ تھا اور وہی لیلۃ القدر تھا عیسیٰ کے بعد شھداء ہوئے اور مطلع الفجر تک حاکم رہے تب محمد علیہ السلام لیۃ للناس آیا اور فجر آیا۔ کہ رات تمہاری اسی سے ختم ہوگیا۔ اللہ نے اپنی تبلیغ اپنے رسول کے سپرد کیا۔ جب آپ فوت ہوگئے۔ تو امت کے سپرد دین کی خدمت کیا اور اس کو شھداء بنایا۔ مسیح موعود آیا اب امت محمدیہ کا وقت گزر گیا۔ مسیح موعود مر گیا تو رات ہوگئی اور مرزائیوں نے سمجھا کہ ہمارا وقت قیامت تک ہے۔ اب کوئی نبی نہ آئے گا۔ یہ نہ سمجھا

کہ یہ لیلۃ القدر پر نبی کا وقت ہے یہ حتیٰ مطلع الفجر تک ہے۔اب امت کا وقت گزر گیا۔احمد مسیح موعود کی امت میں محمد ثانی کے سپرد ہے اب حکم ہے کہ:''ما اتکم الرسول فخذوہ اطیعوا الرسول ''اگر تمام انبیاء ماقبل مانو اور مجھے نہ مانو تو تم مومنین میں نہیں ہو۔میں قادیان میں سورج چڑھا ہوں میرا انکار کفر ہے۔میں صبح ہوں''والصبح اذا تنفس ۰ الیس الصبح بقریب ''اگر لوگ میرا انکار کریں۔تو وہ مجرم ہیں اور سورج کی روشنائی سے دور ہیں۔اب موسیٰ عیسیٰ محمد اور احمد پر ایمان لانا کام نہیں دیتا۔میں اپنے مقام پر بیٹھ کر تبلیغ کروں گا کیونکہ تبلیغ کے وسائل ڈاک وغیرہ موجود ہیں اپنی جان خطرہ میں کیوں ڈالوں''فلا تکونن من الجاھلین'' تم رسول کو ڈھونڈو یہ ورنہ دوزخ میں جاؤ گے پڑھو:''لاالہ الا اللہ احمد نور رسول اللہ۔اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان احمد نور رسول اللہ''

۴...... شمس روحانی رسول اپنے وقت کا دائسرائے ہے۔جب جاتا ہے تو دوسرے دائسرائے کے آنے تک منشی کام کرتے ہیں۔دوسرا آجائے تو پھر بھی وہ کام کرنے لگ جائیں تو ان کو توپ سے اڑا دے گا۔ہائے افسوس ان لوگوں نے (یعنی مرزائیوں نے) رسول کو نہ مانا خدا کی لعنت ان پر برسی اور دین سے خارج ہو گئے''کمثل الحمار یحمل اسفارا''بن گئے،رسول کے وقت لوگ تین قسم کا ہوتا ہے ایک منعم علیہم رسول کو ماننے والے دوم مغضوب علیہم اس کے منکر سوم،ضالین جو خاموش ہیں''جعلوا اصابعھم فی اذانھم'' یہ تین قسم کے لوگ قیامت تک رہے گا۔جو لوگ مجھے مانتے ہیں وہ کامیاب ہیں اب یہ کلام الٰہی مانو:''الحمد اللہ رب العالمین۔ولا الضالین۔الم ذلک الکتاب ......ھم یوقنون ......ارسلنک للناس رسولا وکفی باللہ شھیدا۔فکیف اذا جئنا ......شھیدا۔لکل امۃ اجل۔یایھا الرسول بلغ ......الذین یبایعونک ......والذین امنو بہ وعزروہ ......یایھا الذین امنو اطیعوااللہ واطیعو االرسول۔مالکم لا تؤ منو ن باللہ والرسول یدعوکم لتئو منو ابر بکم اخذ عنکم میثاقکم۔فتوکل علی اللہ۔انک علی الحق المبین من یطع اللہ ......فوزا عظیما۔ومن یشاقق اللہ ......شدید العقاب فجعلھم کعصف ماکول۔ما والھم جھنم الا انھم ھم الخاسرون۔کتب اللہ لاغلین انا ......عزیز۔اعد اللہ لھم عذا با شدیدا۔قل فانتظر و انی معکم ......فبا بغضب علی غضب واللکفرین عذاب مھین۔بئس مثل القوم الذین کذبو ابا یات اللہ انک لمن المرسلین۔آمنو باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

يحسرة علی العباد...... المؤمنون يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك واخرين منهم لما يلحقوا بهم " اس میں یہ ہے کہ میں محمد رسول کلمہ والا سفید منارہ سے نازل ہو کر عیسیٰ بن مریم کے بعد قرآن لایا اور زمانہ محمود اور مقام محمود پر قائم ہوا۔" مثل الذين حملوا التوراة انا فتحنا لك فتحا مبينا هوالذی بعث فی الاميين " یعنی افغانوں میں نبی بھیجا۔ اس افغان قوم کو دین کا وارث بنایا ہے۔ احمد نور کی وفات کے بعد یہ قوم شھداء علی الناس ہوگی۔ پھر ایک اور رسول آئے گا اور یہ تین قسم بن جائے گی۔" منعم عليهم مغضوب عليهم اور الضالين " افغان قوم بالتخصیص اور باقی لوگوں کو بالعموم بشارت ہے کہ بابرکت ہے وہ جس نے میری آواز پر لبیک کہا اور کہا کہ:" ربنا امنا بما انزلت واتبعنا الرسول.كذبت قبلهم قوم نوح ...... وعيد بل كذبو ابالحق لما جاء هم.مالرسلنك الا رحمة اللعالمين هوالذی ارسل رسوله " وہ مشرک ہے جو میری مقابل کی آواز پر لبیک کہا اور میری آواز کو چھوڑ دیا" انا لما طغا الماء ...... واعيه.كذبت ثمود ...... ابشر اواحد انتبعه.ماغنی عنی ماليه ...... فما بكت عليهم السماء ياايها الذين امنو استجيبو االله ...... يحييكم قل تمتعوا فان مصيركم الی النار.عالم كباب " بھی یہی ہے اس آیت میں بتایا ہے کہ احمد نور عالم کباب ہے کہ مسیح نے اس کے آنے کی خبر دی ہے" وقالو اكنا نسمع ...... كان نكير ، وزرنی والمكذبين ...... عذابا اليما ، قل ان كنتم تحبون الله فاتبعو نی يحببكم الله " اب اللہ کے دین کی باگ صرف احمد نور کے ہاتھ میں ہے۔ افغانو! میرے ساتھ ہو جاؤ عرب کی طرح عزت پاؤ گے۔" والله عليم بذات الصدور. قل يا ايها الناس قد جاء كم برهان يوم تبيض وجوه وتسود. يوم يدعون الی جهنم دعا. ياايها المدثر ...... فكبر. اليس بقادر علیٰ ان يحيی الموتی " کیا میں قادر نہیں کہ احمد نور اور افغانو جیسے مردوں کو زندہ کروں" انه لقول رسول كريم ...... تذهبون " احمد نور کا کلام رسول کا کلام ہے اور کریم رسول ہے اور عاقب اول رسول ہے۔ اللہ کے پاس کے عرش والا اللہ ہے، عزت دیا گیا امین ہے یہ تمہارا صاحب مجنوں نہیں یہ مجنون کا حال نہیں کہ ایسا کلام اس پر نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ مجھے اپنے ساتھ آسمان پر لے گیا ہے۔" انه لقول فصل ما يتجنبها الا الا شقی الذی يصلی النار الكبری فهل وجدتم ماوعد ربكم حقا وجئی يومئذ بجهنم لقد جاء كم موسی بالبينات ثم اتخذ تم العجل من بعده وانتم ظلمون " احمد نور موسیٰ

ہے اس کا کلام بینات ہے میری تابعداری چھوڑ کر دوسرے کی تابعداری کرنا عجل ہے اور یہ ظلم ہے یہ شرک فی الاواز ہے ایک طرف اللہ کی آواز ہے اور ایک طرف غیر اللہ کی۔ ایسے بچھڑے کی تابعداری ہر قوم نے کی ہے۔ ''ھو الذی ارسل رسولہ'' مشرک وہ ہے جو اللہ کی رسالت کو ناپسند کرتا ہے اور برخلاف آواز پر لبیک کرتا ہے۔ اللہ رحم کرے۔

تنقید...... اس رسول نے اپنے عقائد کی بنا پر مرزا صاحب کو حقیقی رسول مانا ہے اور اپنے آپ کو مرزائیت کا ناسخ نبی قرار دے کر وہی چال چلا ہے جو اس کا مرشد چلا تھا۔ مگر اس کا قرآن چھوٹا ہے او اس کا بڑا۔ شرک فی الآواز کا محاورہ مرشد کی تابعداری سے حاصل کیا ہے اب ہمیں کچھ ضرورت نہیں رہی کہ مرزائیوں کو خارج از اسلام کہیں۔ کیونکہ خود ان میں دو شخص (صدیق اور احمد نور) خصوصاً اور باقی مدعیان نبوت عموماً ان کی تکفیر کر رہے ہیں۔ ایران کی طرف نگاہ کی جائے تو وہاں سے بھی ان پر تکفیری گولہ برستا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ آپس میں نپٹ کے ہماری طرف متوجہ ہوں تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ توں۔

۱۵...... غلام محمد لاہوری رسول محاسبہ مظہر قدرت ثانیہ

ورنہ کیا جانے کوئی کون ہوں اور کہاں ہوں میں یہ مسلم ہائی سکول لاہور میں انٹرنس پاس کر کے دفتر پیغام صلح لاہور میں ملازم ہو گیا پھر وہیں ترقی پا کر ذمہ دار اراکین مجلس تک پہنچ گیا اور جب اس نے دیکھا کہ اس کے خلاف مرضی کام ہوتا ہے تو وہی طریق حصول نبوت اختیار کیا جسے ان کے ہاں نبی بنا کرتے ہیں اور الہام ہونے شروع ہو گئے پیشین گوئیاں ہونے لگیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی۔ کہ خواجہ کمال الدین بہت جلد مر جائے گا۔ ملازمت سے برخواست کیا گیا اور زیر علاج رہ کر پھر بحال ہو گیا اور اس نے اپنے اشتہارات کے ذریعہ انجمن کی خیانتیں لکھنی شروع کر دیں کیونکہ راز دار تھا۔ اس لئے انجمن نے یہی مناسب سمجھا کہ گو اس کا دماغ درست نہیں مگر فتنہ سے بچنے کے لئے یہی بہتر ہے کہ اس کو کچھ دلاسا دے کر اپنے ساتھ ہی شامل کر لیا جائے۔ یقیناً اگر الگ ہو جاتا تو ضرور اپنی کتاب مائدہ شروع کر دیتا۔ جس کا کہ وہ وعدہ کر چکا تھا۔ مگر اب اس کی آتش فتنہ فرو ہو چکی ہے۔ تاہم اپنے دعویٰ سے دستبردار نہیں ہوا ہمارے خیال میں وہ کسی موقعہ کی تلاش میں ہے اور وہ دن دور نہیں جبکہ وہ اپنی لن ترانیاں اہل ہند کے گوش گزار کرے گا۔

۱۶...... عبداللطیف قمر الانبیاء

مہدی آخر الزمان مجدد وقت نبی اور رسول۔ ساکن موضع گنا چور ضلع جالندھر

پنجاب۔اس کا دعویٰ ہے کہ ایک دفعہ ۱۹۰۴ء میں بروز جمعہ قبل از نماز مغرب مجھے یہ الہام ہوا کہ:
”ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ “ جس میں مجھکو قطعی طور پر نبی اور رسول بتایا گیا۔اس دعویٰ کے ثبوت میں اس نے ایک کتاب چشمۂ نبوت شائع کی ہے۔جس کا پہلا حصہ پانچ سو صفحہ تک پہنچتا ہے۔اس میں لکھتا ہے کہ

ا...... لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام پر پہلے ایمان لائے تھے۔پھر نبی بنائے گئے۔اسی طرح میں بھی مرزا صاحب پر ایمان لایا تھا مگر ان کی وفات کے بعد مہدی آخر الزمان اور نبی امتی اور رسول بن گیا ہے۔

۲...... مرزا صاحب کو ۱۸ سال تک اپنی رسالت پر یقین نہ تھا۔بعد میں وحی جب زور سے آنے لگی تو ہوش سنبھالا کہ او ہو میں تو نبی ہوں اور مسیح ناصری سے بڑھ کر ہوں۔تعجب ہے کہ اس طرز نبوت کی تصدیق حضور علیہ السلام کی نبوت سے حاصل کی جاتی ہے کہ (حضور علیہ السلام کو بھی تین سال تک یا بروایت دیگر چند ماہ تک یقین نہ تھا۔کہ میں نبی ہوں یا ماؤف الدماغ؟ جبریل علیہ السلام ہر چند آ کر عرض کرتے رہے کہ:”انك رسول الله “ مگر آپ اسے اسیب شیطانی سمجھے جنابہ خدیجۃ الکبریٰ اور ورقہ بن نوفل نے ہر چند حضور کو سمجھایا مگر آپ کو اطمینان حاصل نہ ہوا۔اور اسی تذبذب میں آپ نے کئی دفعہ یہ ارادہ بھی کر لیا تھا کہ کسی پہاڑ کے اوپر سے گر کر جاں بحق ہو جائیں۔مگر تائید ایزدی نے آپ کو بچا لیا تھا) لیکن یہ نظریہ بالکل غلط ہے کہ حضور علیہ السلام کو پہلی وحی میں نبوت حاصل نہ ہوئی تھی اور نہ ہی آپ کو یقین ہوا تھا۔کہ آپ نبی ہیں اور مرزا صاحب نے اپنی نبوت ثابت کرنے کے لئے حضور علیہ السلام کا جو یہ لفظ نقل کیا ہے۔کہ آپ فرماتے تھے کہ:”خشیت علی نفسی “ مجھے اپنی جان کا خوف پڑ گیا تھا کہ جن بھوت مجھے ہلاک نہ کر ڈالیں۔یہ بھی غلط ہے کہ کیونکہ حضور علیہ السلام کو وحی اول سے پہلے ہی یقین ہو چکا تھا۔کہ مجھے نبوت عطا ہوگی قبل از نبوت کے تاریخی واقعات ارہاصات اور معجزات نہ صرف آپ کو یقین دلا چکے تھے۔بلکہ یہود و نصاریٰ کو بھی چشم براہ اور آمادہ کر چکے تھے کہ کب آپ سے یہ دعویٰ معرض ظہور میں آئے اگر ان واقعات کو نظر انداز کیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ وحی اول کے بعد متصل جو لوگ مسلمان ہوئے تھے ان کا اسلام معتبر نہ ہوتا۔بچوں میں حضرت علی علیہ السلام اول المؤمنین نہ ہوتے عورتوں میں جنابہ خدیجۃ الکبریٰؓ اور مردوں میں جناب صدیق اکبرؓ کو صدیق کا خطاب نہ ملتا کیونکہ حضورؐ کو جب پہلی وحی ہوئی تھی تو آپ سفر میں تھے۔کوئی آدمی مکہ سے واپس جاتا ہوا ملا۔تو اس نے کہا کہ حضور علیہ السلام نے وحی اول کے ساتھ ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے تو

جناب ابوبکرؓ نے اسی وقت آپ کی تصدیق کی اور صدیق کا لقب پایا۔ اگر ان واقعات کو بھی نا قابل توجہ نہ سمجھا جائے تو اس کی وجہ ہمیں ضرور سمجھا دی جائے کہ وحی اول (سورۂ اقراء) آج قرآن شریف میں کیوں داخل ہے۔ کیونکہ جب حضور علیہ السلام کو اپنی نبوت کا (بقول مرزا) یقین نہ تھا تو یہ وحی اوّل وحی نبوت نہ ٹھہری بلکہ ولایت ثابت ہو گی جو وحی نبوت میں شامل نہیں ہو سکتی ورنہ اولیاء عظام کے الہامات بھی داخل قرآن سمجھے جائیں۔ بہر حال اس مقام پر مرزا صاحب نے سخت غلطی کھائی ہے اور آپ کے بعد جناب خلیفہ محمود بھی لکیر کے فقیر بن کر سخت ٹھوکر کھا رہے ہیں اور خشیت علی نفسی کا مفہوم بھی صحیح طور پر نہیں سمجھا کیونکہ اس کا اصل مطلب یہ تھا کہ حضور علیہ السلام کو اپنا ماحول دیکھ کر خطرہ پڑ گیا تھا کہ میں اس بار امانت کو کس طرح سنبھال سکوں گا اس لئے لعلك باخع نفسك کی طرح آپ مشکلات میں پڑ کر جاں بحق ہونا چاہتے تھے۔ علاوہ بریں یہ امر پایۂ یقین تک پہنچ چکا ہے۔ کہ بیرونی شہادت سے حضور علیہ السلام کو اپنی نبوت کا فوراً یقین ہو چکا تھا۔ تذبذب کی حالت صرف چند ساعت تھی۔ گو آپ نے فترۃ وحی کی وجہ سے یا اپنی دنیاوی کمزوری سے تین سال تک اعلان نبوت کی تبلیغ شروع نہیں کی تھی۔ مگر خاموشی سے اپنا کام اول یوم سے شروع کر دیا تھا۔ لیکن مرزا صاحب کو نہ تو ۱۸ سال تک اپنی شخصیت معلوم ہو سکی اور نہ ہی اعلان نبوت سے پہلے بیعت نبوت شروع کی۔ لدھیانہ میں بھی ۱۸۸۹ء کو جو پہلی بیعت شروع کی تھی وہ بھی مہدویت کی بیعت تھی نبوت کی تصریح پر قادر نہ ہو سکے۔ ۱۹۰۱ء میں بھی گو اعلان نبوت کر دیا تھا۔ مگر بیعت میں پھر بھی نبوت کا اقرار نہیں لیا جاتا تھا۔ بہر حال اگر ہم مان بھی لیں کہ بقول مرزا حضور علیہ السلام کو کچھ دیر کے لئے اپنی نبوت میں شک رہا تھا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مرزا صاحب کو پورے اٹھارہ سال تک اپنی نبوت کا یقین نہ ہوا اس کج فہمی کی بناء پر مخالفین مرزا صاحب کی اس طرز نبوت پر ہنسی اڑایا کرتے ہیں یا یوں کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے عجیب ڈھنگ کھیلا تھا۔

۳...... نبی کو سب سے پہلے اپنی نبوت پر یقین ہونا ضروری ہے اور جس کو یقین نہیں وہ اس وقت تک نبی نہیں۔ نبی کو خدا تعالیٰ اپنا خاص غیب بتلاتا ہے کہ جسمیں حواس ظاہری اور باطنی تجربہ اور قواعد حکمیہ کو مطلق دخل نہیں ہوتا اور نہ یہ وہ غیب ہے کہ بعض کو معلوم ہو اور بعض سے پوشیدہ جیسے برقیات کا تجربہ کہ پہلے اہل ہند نہیں جانتے تھے اور اب جاننے لگ گئے اور جیسے مسمریزم وغیرہ کہ قواعد حکمیہ کے استعمال کرنے سے حواس کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ پس یہی غیب الٰہی پر اطلاع پانا نبی کا معجزہ ہوتا ہے اور یہی وہ علم غیب خدا کا

خاص علم غیب ہے جو دوسرے میں ذاتی طورر پر پایا نہیں جاتا۔

۴...... مرزائیوں نے یہ غلط سمجھ رکھا ہے کہ مسیح اور مہدی ایک شخصیت ہیں کیونکہ مرزا صاحب کہہ چکے ہیں کہ مجھ سے پہلے بھی مہدی آچکے ہیں اور بعد میں بھی آئیں گے۔ ہاں ان کے زمانہ میں کوئی مہدی نہ تھا۔ کیونکہ وہ خود ہی ایسے مہدی تھے جن کو خدا تعالیٰ نے مسیح بن مریم کا خطاب عطا کیا تھا۔ اس لئے میں آخرالزمان مہدی ہوں۔ میرا زمانہ شروع ہے اور مسیح کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔

۵...... مرزا صاحب کا اصلی نام غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ تھا۔ مگر آسمان میں آپ کا نام مسیح بن مریم رکھا گیا۔ علیٰ ہذا القیاس میرا اصلی نام عبداللطیف ہے مگر خدا نے آسمانوں میں میرا نام مہدی موعود محمد بن عبداللہ رکھا ہے اور جس طرح آپ روحانی اولاد بن کر سید ہاشمی بن گئے تھے اسی طرح میں بھی آل رسول میں داخل ہوں۔

۶...... میرے نوّے معجزہ ایسے ہیں جو بالکل مفصل واضح اور یقینی ہیں اور درست نکلے ہیں۔ خوابیں اور پیشینگویاں الگ ہیں جن کی تعداد بھی سینکڑے کے اوپر ہے اور مرزا صاحب سے بڑھ کر سچی نکلی ہیں۔ چنانچہ ہندوستان میں زلزلے۔ وبائیں اور سیاسی انقلاب میری پیشینگویوں کے مطابق آئے اور مرزا صاحب کی پیشینگویاں وہاں درست نہ نکلیں۔ رہا اب یہ سوال کہ ایک مدعی نبوت کو کس قدر معجزوں کی ضرورت ہے تو اس کا حل یوں ہے کہ مرزا صاحب کو اگر بقول بعض مرزائیان مدعی نبوت ۱۸۸۲ء میں مانا جائے تو صرف ۳۷ معجزوں سے کام چل سکتا ہے کیونکہ آپ نے سراج منیر ۱۸۹۷ء میں اپنے صرف اتنے ہی معجزے گنے ہیں اگر آپ کو ۸۷ء یا ۸۸ء میں مدعی نبوت تسلیم کیا جائے تو سو معجزوں سے زیادہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ جیسا کہ تریاق القلوب ۱۸۹۹ء میں مذکور ہے۔ نزول المسیح ۱۹۰۱ء میں ۱۵۰ تک مکمل کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر بیماری کی وجہ سے صرف ۱۲۵ تک لکھ سکے۔ اخیر میں (حقیقت الوحی ۱۹۰۷ء ص ۳۸۶، خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۰) پر یوں لکھا کہ میرا ارادہ تھا کہ تین سو تک نشان لکھوں مگر تین روز سے بیمار ہوں اور ۲۹ ستمبر ۱۹۰۶ء کو اس قدر بیمار تھا کہ غلبہ مرض اور ضعف او نقاہت سے لکھنے سے اب مجبور ہو گیا ہوں۔ براہین حصہ پنجم میں انشاءاللہ تین سو پورے کردوں گا۔ بہر حال حقیقۃ الوحی میں بھی ۲۰۸ سے زیادہ نہیں لکھ سکے اور ۹۲ معجزوں کا ادھار ان کے سر رہا۔ اب اگر ابتدائے نبوت کا خیال رکھا جائے تو میں نے معجزوں کا کورس ختم کر لیا ہوا ہے۔ میں ابھی زندہ ہوں میری نبوت کا آخری زمانہ امید ہے کہ مرزا صاحب سے بہت زیادہ معجزے حاصل کر سکے گا کیونکہ اس وقت بھی اگر رؤیا۔ کشوف اور اخبار بالغیب

شامل کیے جائیں تو ان کی تعداد ۲۰۸ سے نہ صرف بڑھ کر ہوگی بلکہ کئی گنا زیادہ نکلے گی۔ جو قلمبند ہو چکے ہیں اور قلمبندر کرنے میں روز نامچہ پٹواریوں کی طرح تاریخ دن اور وقت تک درج ہے۔ باقی رہے وہ نشانات جو ابھی تک تحریر میں نہیں آئے تو وہ بھی مرزا صاحب سے زیادہ ہیں کیونکہ ان کے نشان تین لاکھ سے زیادہ نہیں اور میرے نشان بارہ لاکھ سے زیادہ ہیں۔

۷...... خواجہ نعمت اللہ نے میری نسبت مہدی کا لفظ لکھا احادیث میں میرا ہی ذکر ہے۔ حدیث الکسوف میں میرا ہی تذکرہ ہے۔ دانیال نے میرا ہی زمانہ ۱۳۳۵ھ سے ۱۳۴۰ھ تک بتایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو صداقتیں اپنے لئے مرزا صاحب نے پیش کی ہیں۔ وہ ساری مجھ پر بہت چسپاں ہوتی ہیں۔ غرضیکہ پونے چار سو تک میرے دلائل صداقت موجود ہیں۔

۸...... مرزا صاحب کی طرح شرائط بیعت بھی دس ہی مقرر ہیں۔ مگر گورنمنٹ سے جائز مطالبہ میں شریک کار ہونا ہمارے نزدیک گناہ نہیں اور نہ ہی ہم کسی مسلمان کو صرف اس وجہ سے کافر کہتے ہیں کہ اس نے ہماری بیعت اختیار کیوں نہیں کی کیونکہ ایسے امور فروعات میں داخل ہیں اور اصل نجات خدا اور رسول اور قرآن شریف کے مان لینے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے اور بس باقی امور صرف تجدید ایمان کے لئے پیش کیے جاتے ہیں (اس لئے مرزا صاحب کا اپنی تعلیم کو مدار نجات ٹھہرانا غلط ہوگا)

۹...... مرزا محمود مامور من اللہ نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی تخت نشینی کے وقت لکھا تھا کہ پیغامی پارٹی بہت جلد فنا ہو جائے گی۔ کیونکہ ان کو الہام ہوا تھا کہ: ’’یمزقھم اللّٰہ‘‘ خدا ان کو پارہ پارہ کر دے گا۔ مگر ابھی تک وہ الہام پورا نہیں ہوا

۱۰...... مولوی حکیم نورالدین بھیروی اپنے زمانہ میں مہدی وقت تھے کیونکہ سات نشان والا مہدی وہی تھے اور مرزا محمود بھی پہلے تو ان کو مہدی مانتے تھے۔ مگر جب تخت نشین ہوگئے تو **لا مھدی الاعیسیٰ** کی بناء پر منکر ہو بیٹھے

۱۱...... رہا یہ سوال کہ ایک ہزار سال تک نبی کیوں نہ آئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو صرف ہزار سال کے لئے خاتم النبیین قرار دیا تھا تا کہ فیضان نبوت کے بند ہونے سے اہل اسلام کمزور ہو جائیں اور نصاریٰ **جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا** کے تحت میں طاقتور ہو جائیں اور غلبہ نصاریٰ کے وقت ظہور مسیح موعود کا وعدہ بھی پورا ہو جائے گا۔

تنقید رسالت

اہل اسلام کے نزدیک نہ مرزا صاحب رسول تھے اور نہ ان کے مظاہر قدرت ثانیہ جو مہدی اور رسول بنے ہوئے ہیں کیونکہ وحی رسالت جبرائیل علیہ السلام کو وساطت سے شروع ہوتی ہے اور یا ایسے مخاطبہ ومکالمہ الٰہیہ سے ہوتی ہے کہ جس کو اور لوگ بھی محسوس کرتے ہیں اور اس مقام وحی کو خاص طور پر ممتاز بنایا جاتا ہے مگر یہ پیر ومرشد بتائیں کہ ان کو کس مقام مقدس پر شرف مکالمہ حاصل ہوا تھا۔ یا کس فرشتہ کی وساطت سے یہ مقام حاصل ہوا تھا۔ بالخصوص جب یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ان کو محمدی رسالت حاصل ہوئی ہے تو گھر بیٹھے بٹھائے یا غنودگی اور خواب میں کیوں حاصل ہوئی جبرائیل کیوں نہ آیا۔ دعویٰ تو اتنا زبردست کیا جاتا ہے کہ محمد اول کو بھی معاذ اللہ وہ وسعت علمی اور وسائل تبلیغ حاصل نہیں ہوئی جو ان کو حاصل ہیں مگر جب پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ صرف ہمارے دل میں ڈالا گیا تھا کہ ہم نبی وقت بن گئے ہیں۔ جناب اس قسم کے الہاموں نے نو آموز اور عام خیال صوفیاء کا بیڑہ غرق کر دیا تھا۔ تو بھلا آپ کون ہیں۔ تمہارا تو مرشد ہی کوئی نہیں، مرشد کامل کے ہوتے ہوئے جب صوفیائے کرام کا یہ ابتلائی مقام اہل اسلام کے لئے اور خود ان کے لئے فتنہ ثابت ہوا۔ تو ایک بے مرشد رہرو ولایت کو معلم الملکوت نے آڑے ہاتھوں کیوں نہ لیا ہوگا۔ تعجب تو یہ ہے کہ ان کے پیر صاحب فخریہ طور پر لکھتے ہیں کہ جس طرح حضرت مسیح کا باپ نہ تھا اسی طرح میرا بھی روحانی باپ اور مرشد کوئی نہ تھا۔ اس لئے مجھے مسیح کا خطاب دیا گیا اور کبھی خیال نہیں کیا کہ شاید شیطان ہمارا مرشد بن چکا ہو اور نہ ہی اس وسوسہ کو دور کرنے کے لئے کسی مرد کامل سے استصواب یا استفسار کیا تھا اور نہ ہی (جیسا کہ تاریخ گواہ ہے) پیرو مریدوں میں سے کسی نے استعاذہ اور ابتلائے شیطانی سے بچنے کی کوشش کی ہے۔ زور دیا جاتا ہے تو صرف شب بیداری اور تہجد گزاری پر مگر ہم کہتے ہیں کہ شیطان ایسے لوگوں کو ہی تو آسانی کے ساتھ شکار کر لیا کرتا ہے کیا تم نے صوفیائے کرام کے حالات نہیں پڑھے۔ یا تم نے جناب غوث اعظم کا مشہور واقعہ نہیں سنا کہ روشن ستونوں میں تہجد کے وقت آپ کے سامنے جناب شیطان علیہ اللعنۃ تشریف لے آئے تھے اور قسم قسم کی بشارتیں دے کر فاصنع ماشئت کا درجہ پیش کیا تھا مگر آپ اس کے چکمہ سے بچ نکلے تھے اور شیطان ہاتھ ملتا ہوا واپس چلا گیا کہتا تھا کہ تمہاری قسمت یاور تھی بچ گئے ورنہ میں نے تو کئی تہجد گزاروں کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ مرزائی نبی بھی اگر کسی کامل کی صحبت میں تزکیہ قلوب حاصل کریں۔ یا کچھ دنوں کے لئے تہجد کی بجائے اپنے تقدس کو جواب دے کر روزانہ

سجدہ میں گر کر ہزار دفعہ استغفار اور استعاذہ کو دہرائیں یا جوان میں ماؤف الدماغ ہیں اپنی صحت جسمانی کے حاصل کرنے میں کوشش کریں۔ تو ہمیں امید کامل ہے کہ اس نبوت بازی او اشتہاری تقدس کی بلا سے ان کو نجات حاصل ہو جائے گی۔ اگر یہ عمل نا قابل برداشت ہے تو ذرہ اتنا سوچیے کہ جس نبی میں فنافی الرسول کا جھوٹا اور بلا ثبوت دم بھرتے ہو اس کو تو تینوں طرح کی وحی حاصل ہو چکی تھی اول وحی فرشتہ کی وساطت سے اظہار عطائے نبوت کے وقت دوسری وحی بالمشافہ یا من وراء الحجاب لیلتہ القدر ریلیتہ المعراج میں اور تیسری وحی الہامات وکشوف کے ضمن میں کہ جس کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے مگر تمہارے پلے کیا ہے۔ یہی خوابیں حدیث النفس غیر معقول طبیعت کے اثرات اور سوداوی خیالات سمجھ بیٹھے ہو۔ اگر یہ سب صحیح بھی ہوں تو اس سے وحی رسالت کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا اور صوفیائے کرام کا دعویٰ رسالت اور دعوائے الوہیت بھی اس لئے مسترد کر دیا گیا تھا۔ کہ ان کو وحی رسالت حاصل نہ تھی۔ مگر اپنے تقدس کے عشق میں اپنے الہام اور اپنی وحی ولایت کو گو عرش بریں تک پہنچا دیا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے انہوں نے اس وحی کو وحی رسالت کا رنگ دیکر نہ اپنی تعلیم کو حقیقی طور پر موجب نجات ٹھہرایا تھا اور نہ اپنے غیر مبایعین کو اسلام سے خارج تصور کیا تھا مگر یہ آپ ہی ہیں کہ گندم نما جو فروش ہو کر اصل اسلام سے لوگوں کو بے خبر کر رہے ہیں اور نبوت کو ایسا مضحکہ خیز بنا دیا ہے کہ آئے دن ایک نہ ایک انمیں سے محمد کا روپ لیکر دنیا کے سامنے آ دبکتا ہے پوچھو تو پیش ملاں حکیم ملاں و پیش ہر دو ہیچ۔ لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل۔ کچھ شرم کرو غیر مسلم اقوام کے سامنے اہل اسلام کی کیوں تضحیک کرا رہے ہیں۔ کیونکہ جب وہ ماؤف الدماغ نیم تعلیم یافتہ مظاہر محمد یہ کو یہ کہتے ہوئے سنیں گے کہ العود احمد کے طریق پر ہم کو معاذ اللہ محمد اول پر علمی اور عملی طور پر فوقیت حاصل ہے تو فوراً اسلام سے برگشتہ ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔

۱۷...... نبی وقت نبی بخش معراجکے

ضلع سیالکوٹ کا باشندہ ہے اسکا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب کے طریق پر میں بھی اس وقت کا نبی ہوں۔ کسی ظریف نے اس کے جواب میں لکھ بھیجا تھا کہ ہم نے تو تمہیں نبی بنا کر نہیں بھیجا تم خواہ مخواہ کیوں نبی بن گئے؟

۱۸...... غلام حیدر جہلمی

محکم الدین پٹیالوی اور محمد زمان سندھی وغیرہ بھی مدعی نبوت ہیں۔ مگر ان کی شہرت نہیں ہوئی۔

۱۹......حکیم نورالدین بھیروی

حکیم الامۃ اور مہدی وقت سات نشان والے مدعی مسیح قادیانی بقول عبداللطیف گنا
چوری آپ قریشی النسب ذو شجۃ (پیشانی کے زخم والے) تھے۔ نبی عباس میں آپ کا نسب ملتا
ہے مسیح نے انہی کی اقتداء میں نماز پڑھنی تھی۔ سو مدت تک پڑھتے رہے۔ یہی معاون مسیح بن کر
نصاریٰ سے لڑتے رہے۔ اکثر مسلمان ان کی بدولت ہی مرزائیت میں داخل ہوئے اور یہی خلیفہ
مسیح قرار پائے ابتدائی تعلیم اپنے اصلی مولد بھیرہ ضلع شاہ پور میں جناب مولانا احمدالدین صاحب
مرحوم بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاصل کی تھی۔ مروجہ تعلیم سے فارغ ہوکر لکھنو جاکر طب
پڑھی۔ پھر حرمین شریفین میں اکتساب علوم کیا مولانا مرحوم بگوی فرمایا کرتے تھے کہ اے نورالدین تم
سے مجھے بدبو آتی ہے۔ مجھے خیال ہے کہ تم اہل اسلام کے لیے فتنہ بنو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ
جب مدینہ نبویہ میں قیام کیا تو حضرت مولانا عبدالغنی مرحوم کی وساطت سے شیخ الاسلام عارف
آفندی کے کتب خانہ سے علامہ طحاوی مرحوم کی تالیف شدہ ایک نایاب کتاب اٹھالائے کیونکہ وہ
اسی لائق تھی کہ درکعبہ بدزادگر بیابی جناب مولانا عبدالغنی مرحوم نے ہر چند مطالبہ کیا خطوط لکھے مگر
مہدی وقت ایسی پی گئے کہ ڈکار تک نہ لیا کیونکہ کتاب کے کیڑے تھے اور نئی تحریک کے دلدادہ
تھے۔ ہندوستان واپس آئے تو ترک تقلید پر وعظ کہنے شروع کردیئے اور رسائل شائع کئے تو علمائے
عصر نے تحت قیادت جناب مولانا عبدالعزیز صاحب بگوی سجادہ نشین جناب مولانا غلام مرتضیٰ
صاحب سجادہ نشین بیربل اور جناب مولانا غلام نبی صاحب سجادہ نشین للہ شریف، حکیم صاحب کو
ایک فیصلہ کن مناظرہ میں شکست دے کر فتوائے تکفیر تیار کیا جس کی وجہ سے آپ کو بھیرہ چھوڑنا
پڑا اور جموں تشریف لے گئے اور کسی کی سفارش سے مہاراجہ کے پاس طبیب رہے طبیعت جدت
پسند تھی اور سرسید مرحوم کا آغاز تھا۔ تو آپ نے سید صاحب سے خط وکتابت کے ذریعہ رشتہ اتحاد
پیدا کرلیا۔ مرزا صاحب بھی ان دنوں تصانیف سرسید کے شائق تھے انہوں نے بھی نیچریت کی
اشاعت میں مالی اور قولی بہت حصہ لیا۔ بقول وکیل جموں آپ نے ایک ایسا رسالہ مرتب کیا کہ
جس میں ترک مذاہب کی تعلیم تھی۔ مگر یہ حوصلہ نہ ہوا کہ اسے شائع کریں۔ ان کی خوش قسمتی سے
لاہور میں عبداللہ چکڑالوی نے تعلیم قرآنی کا اعلان کردیا تو آپ فوراً اس کے طرفدار بن کر منکر
احادیث بن گئے۔ ابھی اسی خیال میں منہمک تھے کہ براہین احمدیہ زیر مطالعہ آگئی تو لٹو ہوگئے اور
قادیان کی راہ لی۔ اس وقت مرزا صاحب کی خوش قسمتی سے حکیم صاحب کے تعلقات ریاست
جموں سے منقطع ہوچکے تھے اور بھیرہ واپس آکر اپنے جدی مکانات کی تیاری میں عمارتی

ضروریات بہم پہنچانے کو لاہور آئے تو اشتیاق نے قادیان آنے پر مجبور کردیا۔ پھر مرزا صاحب نے نہ جانے دیا۔ آخر قادیان میں ہی ہجرت کر آئے اور مرزا صاحب کے آخری دم تک تبلیغ کے کام پر متعین رہے۔ ۱۹۰۸ء میں جب مرزا صاحب کا انتقال ہوا تو جناب ہی خلیفۃ المسیح منتخب ہوئے اور چھ سال تک امن وامان سے گدی سنبھالے رہے اور مرزا محمود خلیفہ دوم کو اپنی زیر تعلیم اس قابل بنا گئے۔ کہ وہ مسائل متنازعہ کا مطالعہ خوب کرسکے اور مضمون نویسی میں کہیں خم نہ کھائے۔ بہرحال یہ شخص الہام وانکشاف کا مدعی تھا۔ مہدویت کا دعویٰ گو اپنی زبان سے نہیں کیا تھا لیکن مریدوں کے دل میں یقیناً یہ بات جم چکی تھی۔ کہ سات نشان والے مہدی یہی تھے۔ وعظ میں ایک خاص لطف آتا تھا۔ منکرین اسلام کے اعتراضات کا جواب ایسے طرز پر بیان کرجاتے تھے کہ ان کو برا معلوم نہ ہوتا تھا۔ مرزائیت چونکہ نیچریت کا ہی دوآتشہ عرق ہے اس لئے نظریہ سازی میں جناب یدطولےٰ رکھتے تھے۔ دھرمپال کے مقابلہ پر اپنے نام سے کتاب نورالدین لکھی جس میں مذہب سے آزاد ہوکر جواب دیئے اور صداقت مرزا پر ایک دو مقام میں اس قدر زور دیا کہ ناظرین حیران رہ گئے۔ قرآن شریف کے تفسیری نوٹ لکھواتے تھے مگر کتابی صورت میں شائع نہ کرسکے (مرزا محمود جو تفسیر آجکل شائع کررہے ہیں شاید وہی ہو) اور کتاب فصل الخطاب میں باریک مسائل پر بحث کی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ احسن امروہی اور یہ شخص کر مرزا صاحب کی تائید میں کھڑے ہوکر تصانیف اپنے نام پر یا مرزا صاحب کے نام پر شائع نہ کراتے تو اس مذہب کو کبھی یہ فروغ حاصل نہ ہوتا۔ مگر تاہم ادبیات میں طبیعت کے بلید واقع ہوئے تھے۔ عربی میں نظم ونثر کی کوئی کتاب نہیں لکھی احسن امروہی بھی اسی قماش کے مالک تھے۔ سیرۃ المہدی میں گزر چکا ہے کہ مرزا صاحب اپنی فوقیت حاصل کرنے کے لئے اپنی عربیت کی تحریریں ان دونوں کے ہی پیش کرتے تھے اور یہ دونوں بزرگ سردھن کر اور خراج تحسین گزار کر مریدوں کے سامنے چار چاند لگا دیتے تھے۔ اگر کچھ اصلاح دی بھی ہوتی تو مرزا صاحب اسکو مسترد کردیتے بہرحال علوم نقلیہ میں مرزا صاحب سے یہ دونوں بزرگ فائق تھے جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے اور مرزا صاحب کا قول ہے کہ مسیح کے دو فرشتے یہی دونوں ہیں کہ جن کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر وہ اترا ہے۔ حکیم صاحب کے خصوصیات یہ تھے کہ قبر کشمیر کا نظریہ آپ نے ہی قائم کرایا تھا۔ ہر مذہب وملت کی کتب بینی کے شوق نے آپ کو مجبور کردیا ہوا تھا کہ بہائی مذہب کی کتابوں کی ایک بڑی تعداد بھی آپ کے کتب خانہ میں موجود تھی۔ گردن کا مسح چھوڑ کر رکھا تھا۔ نکسیر قے اور قہقہہ سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا مذہب آزادی تھا۔ نہ حنفی تھے نہ وہابی۔ سو کے قریب عمر پاکر قادیان میں ۱۹۱۴ء کو وفات پائی اور

بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے (دیکھو رسالہ شمس الاسلام بھیرہ فروری ۱۹۲۳ء) مرزائیوں نے آپ کی تاریخی حالات قلمبند کرنے میں بہت کچھ غلو گیا ہے مگر اہلیان بھیرہ کے مصدقہ حالات وہی ہیں جو ہم نے درج کر دیئے ہیں۔

۲۲...... عبداللہ تیماپوری نبی کے متعلق رسالہ مذکور لکھتا ہے کہ تیماپوری ریاست حیدرآباد دکن میں ہے عبداللہ نے اپنا نام رکھا ہے۔ ''یمین السلطنة حکم عدل فی الارض خلیفة الله وفی السماء محمد عبدالله مامور من الله مهدی موعود'' پہلی وحی یہ ہے کہ: ''یاایها النبیی '' تیماپور میں رہیو۔ ۱۳۲۴ھ میں مدعی نبوت ہوا ہے اپنی کتاب (محاکمہ آسمانی ص ۳۱) پر لکھتا ہے کہ مجھے ۱۳۳۴ھ میں دعوائے نبوت کرتے ہوئے دسواں سال جارہا ہے اور اپنے عروج کے لئے ۱۵ سال کا الہام موجود ہے اگر کسی دشمن خلافت کو مقابلہ منظور ہے تو مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ اس کتاب سے پہلے ۴۰ سال سے الہام شروع ہیں مگر ۱۳۳۴ھ میں زیادہ زوردار الہام شروع ہوگئے ہیں۔ مرزا صاحب کو مقام شہودی حاصل تھا مقام وجودی سے خالی تھے مگر مجھے دونوں مقام حاصل ہیں اس لئے میں ظل محمد، ظل احمد ہوں اور دونوں کا مظہر ہوں میرے مذہب کا نام طریقہ محمد یہ ہے مرزا صاحب نے خود میرے متعلق لکھا ہے کہ: ''کان الله نزل من السماء وجاء ك النور وهو افضل منك '' درجہ رسالت میں، میں اور مرزا صاحب دونوں مساوی اور بھائی ہیں۔ جو فرق کرے کافر ہے اسی طرح مرزا صاحب اور حضور علیہ السلام کی نبوت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مامور من الله کو ۳۰ یا ۴۰ آدمی کی قوت رجولیت حاصل ہوتی ہے اور بلا اجازت فراغت نہیں ہوتی۔ ۱۳۳۹ھ میں اپنی کتاب قدسی فیصلہ میں اعلان کیا کہ میں نے خدا کے دربار حاضر ہو کر درخواست کی تھی کہ یا اللہ مسلمان مفلس ہو رہے ہیں۔ سود کی ممانعت منسوخ ہونی چاہئے۔ تو جواب آیا کہ فی سینکڑہ ساڑھے بارہ روپے سود تک کی اجازت دیتا ہوں۔ رمضان کے تین روزے بھی کافی ہیں۔ عورتیں بے پردہ رہ سکتی ہیں۔ میں بروز محمد ہوں اس لئے احکام شریعت بدل سکتا ہوں۔ اس سلسلہ کی تصانیف یہ ہیں۔ تفسیر فاتحہ۔ ''طوفان کفر۔ اسلامی گیت۔ ام العرفان۔ قصه ادم۔ قدرت ثانیه۔ رحمت آسمانی۔ ارشادات۔ توحید آسمانی۔ شناخت آسمانی۔ مکار مرشد کا ارشاد۔ فرمان محمدی۔ کسر صلیب۔ رسمی شادی۔ مبشرات آسمانی۔ صحیفه آسمانی۔ شان تعالیٰ۔ حقیقت وحی اله ''ان کی اشاعت کے لئے میر حسن میرزائی میل کنٹریکٹر۔ موٹر سروس ٹمکور صوبہ دکن وقف ہو چکا ہے۔

۲۳...... لو تقول علینا بعض الاقاویل سے مرزا صاحب نے (آئینہ کمالات اسلام، خزائن ج۵ص ۵۴ ملخص) میں ثابت کیا ہے کہ وہ شخص مفتری جو مدعی مکالمہ الٰہیہ ہو۔ بارہ سال کی مہلت پا سکتا ہے؟ (انجام آتھم، خزائن ج۱۱ص ۵۰) میں لکھا ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک مفتری خدا پر بیس سال افتراء کرتا رہے اور وہ اسے نہ پکڑے۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، خزائن ج۱۷ص ۴۲) میں لکھا ہے کہ براہین احمدیہ کو شائع ہوئے تئیس سال ہو رہے ہیں تو اگر یہ مدت میری صداقت کے لیے کافی نہیں تو معاذ اللہ نبوت محمدیہ بھی مشکوک ہوگی (کیونکہ اس کی مدت بھی ۲۳ سال ہی تھی) (ایام صلح، خزائن ج۱۴ص ۲۶۸ مفہوم) میں لکھا ہے کہ کوئی مفتری علی اللہ ایسا نہیں پایا گیا کہ جس نے پچیس سال یا اٹھارہ برس مہلت پائی ہو۔ (حقیقت الوحی، خزائن ج ۲۲ص ۲۱۴،۲۱۵) میں لکھا ہے کہ میری دعوت پر تیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ جو نبوت محمدیہ کے زمانہ سے بھی زیادہ ہے۔ اگر کہا جائے کہ ہلاکت مفتری سلسلے کی چار شرطیں ہیں۔

اوّل...... دعوئی الہام معہ علم اس بات کے کہ وہ خود خدا نہیں ہے۔ کیونکہ مجنون اور معتوہ (نیم پاگل) کا کچھ اعتبار نہیں۔

دوم...... وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا معترف ہو۔

سوم...... دعوئی کرے کہ مجھ سے خدا کلام کرتا ہے چہارم یہ کہ وہ اپنے دعویٰ کا اعلان بھی کرتا ہو۔ تو جس فتری میں یہ چار شرط موجود نہ ہوں وہ اس سے ہلاکت کے تحت میں داخل نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حسب تحقیق مرزا صاحب مفتری بارہ سال کے اندر ہلاک ہو جاتا ہے اور اگر زیادہ مہلت پائے تو تیس سال کے اندر ضرور مر جائے گا۔ پس اگر معیار اول پر فیصلہ کیا جائے تو مرزا صاحب مفتری ثابت ہوتے ہیں کیونکہ اعلان نبوت کے بعد صرف آٹھ سال زندہ رہے تھے اور آپ کے مرید مظاہر قدرت ثانیہ دیندار۔ فضل بنگا مولوی عبداللطیف۔ تیماپوری اور احمد نور وغیرہ جو اس وقت مرزا صاحب کو کافر کہہ رہے ہیں اور ایک دوسرے کو بھی جہنمی قرار دے رہے ہیں۔ بارہ سال گزار چکے ہیں تو کیا وہ سب معیار اول کے مطابق سچے ہیں؟ تو پھر ان کی اطاعت کیوں نہیں کی جاتی؟ اگر یہ عذر ہے کہ وہ معتوہ اور نیم پاگل ہیں یا مجنون اور مراقی تو یہ الزام مرزا صاحب پر بھی قائم ہو سکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ خود اقراری ہیں کہ مجھے مراق ہے اور یہ مدعی اقرار نہیں کرتے کہ ہمیں بھی کسی وقت مراق ہوا تھا اور اگر مراقی یا مجنون کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہیں کیونکہ وہ خود اس قابل نہیں ہوتا کہ اس کو دعوائے رسالت میں سچا تسلیم کیا جائے تو اس لئے بھی مرزا صاحب کی نبوت مخدوش نظر آتی ہے۔ اگر یہ عذر ہو کہ یہ لوگ خدائی دعویٰ کرتے

ہیں۔تو اس لپیٹ میں مرزا صاحب بھی سب سے پہلے آسکتے ہیں۔کیونکہ تھوڑی دیر کے لئے یہ بھی خدا بن گئے تھے اور صفات آلہیہ کا درجہ ہمیشہ کے لئے ان کو عنائیت کیا گیا تھا۔بہر حال اس موقعہ پر معیار صداقت ۱۲ سال یا ۳۰ سال مقرر کرنا صداقت مسیح کی مخصوص دلیل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی قرآن شریف میں کوئی خاص مدت مقرر کی گئی ہے۔نکتہ بعد الوقوع کے طور پر یہ سب کچھ گھڑ لیا گیا ہے کہ مفتری بارہ سال یا تیس سال کے اندر ہلاک ہو جاتا ہے۔بلکہ یہ نظریہ قرآن شریف کے خلاف بھی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ مفتری کی رسی دراز کرتا ہے اور اہل مکہ کو شرکیہ مسائل کے افتراع کرنے میں مفتری کہا گیا ہے اور وہ خدا کو بھی مانتے تھے اور مجنون بھی نہ تھے اور دعویٰ بھی کرتے تھے کہ ان کے مسائل حکم الٰہی کے مطابق ہیں۔مگر نہ عہد رسالت سے پہلے زمانہ فترت میں بارہ سال کے اندر مرے اور نہ ہی عہد رسالت کے بعد بارہ سال کے اندر برباد ہوئے۔اس لئے آیت قطع وتین سے ایک اصول قائم کرنا بالکل غلط ہوگا کہ چونکہ نزول آیت کے بعد حضور علیہ السلام تیرہ سال زندہ رہے تھے۔اس لئے ہلاکت مفتری کی کم از کم مدت بارہ سال ہوگی اور چونکہ آپ کی رسالت ۲۳ برس تھی۔اس لئے جو شخص ۳۰ سال تک مدعی نبوت رہے وہ بدرجہ اول سچا رسول ہوگا۔اب اگر ہم انبیائے سابقین پر نظر دوڑائیں تو سب سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت مخدوش ہو جاتی ہے کیونکہ اعلان نبوت کے بعد صرف اڑھائی سال تبلیغ کر سکے تھے اور واقعہ صلیب کے بعد گو مرزائیوں کے نزدیک کشمیر چلے گئے تھے۔مگر اعلان نبوت سے دستبردار ہو کر روپوشی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے اور اگر قطع وتین سے مراد قتل مفتری ہو۔تو کئی ایک ایسے نبی بھی پائے گئے ہیں کہ ان کو ناحق قتل کیا گیا تھا۔پس نتیجہ یہ نکلا کہ آیت قطع وتین سے ایک اصول کلیہ قائم کرنا بالکل غلط ہوگا۔

۲۴...... حقیقت یہ ہے کہ قطع وتین کی تہدید صرف حضور علیہ السلام کے لئے ہی تھی۔جس سے آپ بچ نکلے تھے۔اس کے نظائر خصوصی قرآن شریف سے اور بھی بہت مل سکتے ہیں۔مثلاً یہ کہ آپ یتیم تھے تو خدا تعالیٰ نے اپنی کفایت سے پرورش کیا تھا، یا آپ غار میں چھپ گئے تھے یا آپ تنگدست تھے بعد میں مالدار ہو گئے تھے وغیرہ وغیرہ تو ان مخصوص واقعات سے اگر یہ اصول قائم کیا جائے کہ نبی کے لئے یتیم ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مفلس ہو اور غار میں چھپے تو تینوں اصول سے مرزا صاحب کی نبوت کافور ہو جاتی ہے اور امر ونواہی میں بھی کوئی اصول قائم نہیں ہوسکتا کیونکہ آپ کو حکم ہوتا ہے کہ:''قم اللیل الا قلیلا ورتل القرآن ترتیلا'' اکثر رات کو خدا کی یاد میں قیام کرو اور قرآن شریف خوش الحانی سے پڑھو تو پھر بھی مرزا

صاحب فیل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ دائم المریض ہونے کی وجہ سے نہ خوش الحان تھے اور نہ قائم اللیل بلکہ صرف تقدس کے زور میں محمد ثانی بننے کا شوق تھا اور بس۔

۱۵......خواجہ کمال الدین وکیل

ولد خواجہ عزیز الدین۔ ان کے بھائی جمال الدین نے کشمیر اور جموں میں تعلیم کی نشر واشاعت کی اور ان کے جدامجد خواجہ رشید الدین ایک مشہور شاعر اور لاہور کے قاضی تھے۔ خواجہ نے فارمن کرسچین کالج لاہور میں تعلیم پا کر ۱۸۹۳ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی اور اکنامس میں تمغہ حاصل کیا اور ان کو بائبل میں خاص شغف تھا۔ ۱۸۹۸ء میں وکالت پاس کر کے لاہور اور پشاور میں پریکٹس کرتے رہے اور اسلام پر لیکچر دیتے رہے اور علیگڑھ یونیورسٹی کے ممبر بھی منتخب ہوئے۔ ۱۹۱۲ء میں تبلیغ کے لئے یورپ گئے اور ووکنگ مشن کی بنیاد ڈالی اور دوکنگ مسجد کے امام بن کر رسالہ اسلامک شائع کیا۔ اردو میں رسالہ اشاعت اسلام بھی اپنے ہی خرچ سے نکالا اور رسائل بھی تصنیف کئے۔ کلرجی من پادریوں میں خصوصیت کے ساتھ تبادلہ خیالات کیا۔ جن سے متاثر ہو کر لارڈ ہیڈ لے قادیانی ہوئے جو آجکل لنڈن میں مسجد نظامیہ کی تحریک کر رہے ہیں۔ خواجہ صاحب نے افریقہ یورپ اور ایشیا کا بھی سفر کیا تھا۔ حج کے موقعہ پر مرزا محمود کے ہمراہ جب مسیح قادیانی کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے یوں کہہ کر ٹال دیا کہ میں اسے صرف اپنا مرشد سمجھتا ہوں (جس کا یہ مطلب تھا کہ نبی اور مسیح نہیں مانتا) بہر حال سلامتی کے ساتھ حج کر سکے آپ کی مشہور کتاب ینابیع المسیحیۃ ہے جو ینابیع الاسلام کے مقابلہ پر لکھی تھی اسلام کے لئے اپنی جائداد وقف کر چکے تھے اور ۱۹۳۲ء میں ۲۸ ستمبر کو وفات پائی۔ جب کہ قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر زیر تالیف تھی۔ مولوی کرم الدین صاحب جہلمی کے مقدمہ میں مرزا صاحب کی طرف سے مفت وکالت کرتے تھے اور مولوی فضل الدین صاحب بھیروی نے بھی اس مقدمہ میں بہت حصہ لیا تھا۔ مرض الموت میں فالج گر گیا تھا اور لاہور میں دفن ہوئے تھے۔ گو عام عقائد کی بناء پر مسلمانوں کو مسلمان ہی جانتے تھے۔ مگر ترک موالات میں سخت کوشاں تھے۔ لاہوری پارٹی سے تقریباً الگ ہو کر تبلیغ اسلام میں سرگرم تھے۔ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ مرزا صاحب کو بحیثیت مسیح ہونے کے پنجاب سے باہر اور یورپ میں کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ لارڈ ہیڈ لے جب پنجاب میں آئے تھے تو قادیان نہیں گئے تھے

۲۶...... قادیان کی بہ نسبت لاہوری ذرہ وسیع الخیال معلوم ہوتے ہیں۔ مگر خواجہ ان دونوں سے الگ تھے اور مرزائی اس وجہ سے تھے کہ انہوں نے مرزا صاحب سے بیعت کی تھی

اور ان کو مجدد وقت اور صوفی یا فلاسفر اسلام سمجھتے تھے۔ مگر غور سے دیکھا جائے۔ تو دونوں کا اصل مقصد ایک ہی ہے کیونکہ قادیانی کہتے ہیں۔ مرزا صاحب نے امتی مجدد مثیل مسیح اور مہدی موعود کے مدارج طے کر کے بروز کے طریق محمد ثانی کا درجہ حاصل کیا تھا اور اخیر میں کمال رسالت کو پہنچ کر بغیر کسی حاشیہ آرائی کے کہہ دیا تھا۔ کہ خدا کے فضل وکرم سے ہم نبی اور رسول ہیں۔ اس لئے جو شخص ان کا منکر ہے۔ ایمان بالرسل نہیں رکھتا وہ اسلام سے خارج ہے۔ لاہوری اس منزل پر دوسرے راستہ سے پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کو نبی نہیں مانتے بلکہ صرف مجدد وقت مانتے ہیں اور مسلمانوں کو اس لئے کافر نہیں سمجھتے کہ انہوں نے مرزا صاحب کو نہیں مانا کیونکہ خود مرزا صاحب نے ایک دفعہ کہہ دیا تھا کہ میرے انکار کی وجہ سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوسکتا اور لاہور کے مناظرہ میں مرزا صاحب نے تحریرا چند گواہوں کے سامنے مان لیا تھا کہ میں نبی نہیں ہوں اور یہ بھی کہا تھا کہ حضور علیہ السلام کے بعد مدعی نبوت کو کافر سمجھتا ہوں اس لئے آپ کے بعد نہ کوئی پرانا نبی آسکتا ہے اور نہ نیا۔ مگر چونکہ مرزا صاحب مجدد اعظم اور اعزازی طور پر بروزی نبی اور مسیح موعود تھے اور ایسے مقام پر پہنچ چکے تھے کہ جہاں تک گذشتہ مجددین میں سے کوئی نہیں پہنچا اس لئے جو مسلمان مرزا صاحب کو خارج از اسلام سمجھتا ہے۔ ہم بھی بطور معاوضہ اس کو کافر جانتے ہیں اور اس اصول میں خواجہ صاحب بھی شریک کار تھے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اہل اسلام قادیانیوں کے نزدیک اس لئے کافر ہیں کہ انہوں نے مرزا صاحب کو نبی نہیں مانا اور مدعی نبوت کا الزام دے کر کافر قرار دیا ہے اور لاہوریوں کے خیال میں اس لئے کافر ہیں کہ انہوں نے ایک مجدد اعظم کو کہ جس کو خدا تعالیٰ نے اعزازی طور پر نبی کا بھی خطاب دیا تھا کافر کہا ہے اور خواجہ صاحب کے خیال میں مسلمان اس لئے کافر تھے۔ کہ ان کے مرشد کو مسلمان نہ جانتے تھے لو اب مطلع صاف ہوگیا کہ اہل اسلام کو مرزائیوں کا کوئی فرقہ بھی مسلمان نہیں جانتا۔ گو بظاہر چندہ وصول کرنے کی خاطر یوں کہہ دیں کہ ہم اہل اسلام کو اپنا بھائی جانتے ہیں اور اہل اسلام ان کے تمام فرقوں کو اسلام سے خارج جانتے ہیں اور جو ان کے کفر میں سر مو شک کرے اسے بھی ایسا ہی یقین کرتے ہیں۔ کیونکہ قادیانیوں نے اس شخص کو محمد ثانی قرار دیا ہے کہ جس نے قرآن وحدیث کو بدل ڈالا تھا اور بروزی نبوت کا دعویٰ کر کے ان سابقہ بروزی نبیوں میں شامل ہوگیا تھا۔ جو ملاحدہ اور زنادقہ میں پیدا ہوئے تھے اور اسلامی تلوار سے مارے گئے اور جس کے مظاہر قدرت ثانیہ آجکل برساتی کیڑوں کی طرح جابجا سر نکال رہے ہیں اور اپنی اپنی نبوت کے رو سے خود مرزائیوں کو بھی کافر ثابت کر رہے ہیں وغیرہ وغیرہ اور لاہوریوں نے اس شخص کو مجدد تسلیم کیا ہے کہ جس نے تجدید اسلام کا مطلب یہ لیا ہے کہ

اسلام قدیم کو چھوڑ کر اسلام جدید پیش کیا جائے گو ان کا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب باشریعت نبی نہ تھے مگر جو کام ناسخ شریعت نے کرنا تھا وہ جب مجدد نے سرانجام دے دیا ہے تو صاحب شریعت ماننے کی ضرورت ہی کیا رہی اور مظاہر قدرت ثانیہ نے مرزا صاحب کو مستقل نبی مانا ہے اور اپنی نبوت کی دعوت دی ہے۔ بہر حال اس نبوت بازی سے مسلمانوں کا شیرازہ جمعیت کچھ پہلے ہی بکھرا ہوا تھا۔ اور بھی بکھر گیا اور دن بدن بکھر رہا ہے۔ ان حالات کو پیش نظر رکھ کر ایک شاعر نے کہا ہے۔

چہ خوش بودے اگر مرزانہ بودے — اگر بودے فتن افزا نہ بودے
بدیں تجدید کردہ چوں بہائی — ازاں شد چوں بہائی میرزائی
مسلمانان بدند درقعر پستی — زاودیگر تباہ کردند ہستی
برادر بابرادرنیست یک دل — پدررابا پسر بینی مجادل
چراگشتی مسیح اے قادیانی — چوں دانستی کہ آں ہستی کہ آنی
مسیح وصل رامایاں خریدار — کرشن فصل راازدور بیزار

۲۷...... خواجہ صاحب اگرچہ کسی عہدہ کے مدعی نہ تھے مگر یہ بات ضرور تھی کہ اپنے مرشد کی اصولی اصلاح ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب تھا۔ مسیح بن باپ کا مسئلہ آپ نے ہی ترمیم کیا تھا اور ینا بیع المسیحیة میں ثابت کیا ہے کہ یہ مسئلہ بت پرستوں سے لیا گیا ہے حالانکہ مرزا صاحب کو اپنے بے مرشد رہنے پر اس لئے ناز تھا کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ مگر خواجہ نے یہ خیال منسوخ کر دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ میں بھی کچھ الہامی گدگدیاں موجود تھیں جو تصانیف میں ظاہر ہوتی تھیں۔ آخری تفسیر اور ترجمہ شائع ہو جاتا تو سارا بخیہ ادھڑ جاتا کہ آپ کو باوجود تفسیر مولوی محمد علی کے کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ وہ خامہ فرسائی کریں۔

مولوی محمد علی صاحب کو یہ ناز ہے جس تفسیر کو مرزا قادیانی اپنی حین حیات میں شائع نہ کر سکے وہ میرے لئے مقدر تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ جو جماعت اس کام کو سرانجام دے گی وہ حق پر ہوگی اور چونکہ ایک الہام میں مرزا صاحب نے کہا ہے کہ قادیان میں یزیدی پیدا ہوں گے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ہم مدینہ المسیح دار الهجرة لاہور میں اس قلم کی روشن تبلیغ مذہب کریں۔ کہ جس کی نسبت مرزا صاحب نے کہا ہے کہ جو قلم علوم لدنیہ کے ظاہر کرنے کو مجھے دی گئی تھی میرے بعد خدا تعالیٰ نے وہی قلم محمد علی کو دیدی ہے۔ یہ خیالات صحیح ہوں یا غلط ہمیں اس سے بحث نہیں مگر ان سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ کلام محمد علی کلام مسیح ہے اور کلام مسیح وحی الٰہی تھا

اور وحی الٰہی خدا کا کلام تھا۔ پس وحی کا دعویٰ سات پردوں میں ضرور مضمر ہوا۔

۲۸...... مرزا محمود کا دعویٰ ہے کہ میں مظہر قدرت ثانیہ ہوں میرے آنے کی سب سے نبیوں نے خبر دی ہے۔ میں فخر رسل ہوں

مقام او مبیں از راہ تحقیر
بد ورانش رسولاں ناز کر دند

پس میرا انکار مرزا صاحب کا انکار ہے اور مرزا صاحب کا انکار تمام انبیاء کا انکار ہے اس لئے جو مجھے نہ مانے وہ کافر ہوا۔ بہر حال لاہوریوں نے قادیانیوں کو یزیدی قرار دے کر اپنے اسلام سے خارج کیا تھا۔ تو قادیانیوں نے ان کو خارجی اور باغی بنا کر بدلہ لے لیا۔ عوض معاوضہ گلہ نہ دارد۔ ناظرین یہ ہے نئی روشنی اور باہمی تکفیر۔ تلعین۔ کیا اب بھی آپ شکایت کریں گے کہ دقیانوسی مسلمان جھٹ کافر بتا دیتے ہیں؟

۱۹......رجل یسعیٰ احمد رسول نبی چیچا وطنی ضلع منٹگمری محمد ثانی عبید اللہ مسیح موعود

اس کی ادبی لیاقت بالکل محدود ہے۔ مرزائیوں میں جس قدر جہالت کمال پر پہنچتی ہے۔ اسی قدر نبوت کے دروازے ان پر کھل جاتے ہیں۔ آنجناب اپنی کتاب ھدایۃ اللغلمین میں فرماتے ہیں کہ شناخت مسیح کے متعلق درمنام وحی کا مفہوم یہ تھا کہ ساتھ منادی عیسیٰ کے اپنا رسول ہونا بھی ظاہر کر۔ الرسول یدعوکم اور اطیعوالرسول میں میری طرف اشارہ ہے۔ ایک خواب میں میں نے اپنی والدہ مرحومہ سے کہا کہ میرا جامہ مسیح کا۔ وہ حیران رہ گئی کہ کل تو یہ کہتا تھا کہ مسیح آئے گا اور آج خود بن بیٹھا ہے۔ بیدار ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ روح بد نے مجھ سے مسیح ہونے کا دعویٰ کرایا تھا اور اسی طرح یہی روح خبیث مرزا غلام احمد قادیانی پر ڈالی گئی تھی اور خود مسیح بن گیا تھا۔ حالانکہ خود لکھ چکا تھا کہ مسیح آسمان سے نازل ہوگا۔ (حقیقت الوحی ص ۱۴۹)

براہین میں نے مسیح کا آسمان سے آنا لکھا ہے۔ (حقیقت الوحی حاشیہ ص ۳۲۸، خزائن ج ۲۲ص ۱۵۳) میرا نام خدا کے نزدیک مدت تک مریم رہا تو اس نے مجھ میں سچائی کی روح پھونک دی اور میں حاملہ ہوا۔ فنفخنا فیھا من روحنا میں میرا ہی ذکر ہے پھر میرا ہی نام مسیح بن مریم رکھا (حقیقت الوحی ایضاً ۱۴۵) مجھے الہام ہوا کہ مرزا ابن مریم کیسے بن سکتا ہے اس کی آمد کا کوئی حکم نہیں تو جیسا فرضی میریم بنا۔ ویسا ہی ابن مریم بنا۔ جو ماں ہے وہ بیٹا نہیں بن سکتی اور جو بیٹا ہے وہ ماں نہیں بن سکتی یہ کیسے ابن مریم بن سکتا ہے حالانکہ نہ یہ اللہ کا بندہ بنا نہ اس کے پاس کتاب ہے نہ الصلوۃ الوسطیٰ قائم کی نہ صلوۃ دلوک الشمس نہ صلوۃ زلف من اللیل نہ زکوٰۃ

دی نہ بغیر باپ کے پیدا ہوا نہ کلام فی المھد کیا نہ اس کو کتاب وحکمت سکھائی گئی نہ تورات وانجیل نہ نبی اسرائیل کی طرف معبوث ہیں نہ پرندے پیدا کئے نہ کھانے پینے کی خبر دی نہ تورات کی تصدیق کی نہ کچھ حرام کیا نہ حلال کیا۔ نہ حواری (یعنی صوفیائے کرام) اس پر ایمان لائے وحی سے۔ نہ تائید روح القدس پائی۔ نہ بند کئے اسرائیل اس سے۔ نہ مائدہ اترا اور نہ پاک ہوا۔ نہ وجیہ اور نہ بلند۔ نہ اس کے تابعداروں کو مخالفین پر فوقیت حاصل ہوئی۔ نہ کل اہل کتاب اسپر ایمان لائے۔ نہ اس نے احمد رسول کی تصدیق کی نہ سولی کی نہ قتل کی۔ حق الیقین کے ص ۱۳۸ پر لکھتا ہے کہ غلام احمد معنوی طور پر ابن احمد ہے اور اپنے باپ احمد کی طفیل وصفی طور پر بلکہ اسم علم نہ ہونے کے طور پر بھی احمد ہے۔ وہ خود کہتا ہے کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے اور محمود لکھتا ہے کہ احمد رسول یہ خود ہی ہے۔ عیسایوں کو ستانے کے لئے خدا نے ان کو استعارہ کے طور پر اپنا بیٹا کہا۔ اس دعویٰ کرنے میں محمد سے بھی بڑھ گیا یہ بھی دعویٰ کیا کہ میں خدا کی صفت توحید اور صفت تفرید ہوں۔ (حقیقت الوحی ص ۹۵، خزائن ج ۲۲ ص ۹۹) میں ہے کہ یہ تمام برکت محمد سے حاصل ہے۔ انہ جمع فی نفسی کل شان النبین انہ خا تم الا نبیاء وانا خا تم الا ولیاء لا ولی بعد ی الا الذی ھو منی و علی عھد ی سیقول لعد ولست مر سلا انك لمن المر سلین (حقیقت الوحی ۹۹) جائداد کا دسواں حصہ دیکر اس کا مرید بہشت حاصل کرتا ہے جنت چندہ اور دفن مقبرہ بہشتی میں نہیں ملتی جس کے متعلق اس کا شیطانی الہام ہے کہ: "انز ل فیھا کل رحمۃ" مجھے الہام ہوا ہے کہ کل بہشتی مقبرہ حرام اور عیسے ملنے پر منہدم کیا جائے گا۔ تمام اس نے اپنے خدا کو دیکھا پاس شکل بہشتی مقبرہ حرام اور عیسے ملنے پر منہدم کیا جائے گا۔ تمام اس نے اپنے خدا کو دیکھا پاس شکل محمد کی بھی تھی تو کاغذات پیش کر کے فیصلہ کرا لیا کہ اے احمد تیرا نام آج رنگ دیا ہے قلم کا چھینٹا عبداللہ سنوری کے کرتہ پر بھی پڑا اگر خدا سامنے کلام نہیں کرتا جس پر آیت ما کا ن لبشر الا یہ گواہ ہے اور ولا ھم منا یصحبون قلم دوات کی ضرورت نہیں کن فیکو ن کا طریق جاری ہے نہ کوئی اس کے حکم میں شریک ہے الہام ہوا کہ غلام احمد مخالف مسیح انجیل کا اس میں روح اورنگزیب کی ہے ابن مریم کا نزول ہوگا منارہ قادیان پر ابن اللہ ہونے پر اس کو نہ مانوں گا۔ اگرچہ کل صفات آلہیہ کا مصداق بن جائے گا مگر قادیانی مسیح کو مار چکا ہے اور توفیتنی کا سوال قیامت کو ہوگا اور وہ کہتا ہے کہ ہو چکا ہے توفی کا معنے پورا ہونا ہے خواہ کسی طرح ہو موت میں ہو یا منام میں خواہ احسن تقویم میں تفصیل کے لیے دیکھو ہدایت للعلیمن اس میں ثابت کیا ہے کہ عیسے کی توفی فی المنام تھی اور خدا نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا تھا پس حیات مسیح کے تین دلائل ہیں کہ وہ

ادھیڑ عمر میں نازل ہوگا کل اہل کتاب اس کے مرنے سے پہلے اس پر ایمان لائینگے اور قیامت کے روز سب پر گواہی دیگا اس لئے میرا دعوی مسیح کا نہیں ہے حقیقت الوحی میں لکھا ہے کہ ہر ایک اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے محمد پر ایمان لے آتا ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ قرآن میں اس قسم کے ایما ن سے فرعون کو مومن نہیں کہا اور نزع کے وقت کا ایمان معتبر نہیں ہوتا الہام ہوا کہ کل اہل کتاب بطو رتناسخ کے وفات عیسے سے پہلے موجود ہوں گے۔

۳۰...... مسیح قادیانی کے وفات کے بعد جو زلزلے آئے ہیں ان کے متعلق آنجناب کے الہام یوں ہیں بھونچال زلزلہ دیکھائی دیا کہ ظالم ہلاک ہوں زلزلہ دس دن ایک گھنٹہ رہے گا زلزلہ تین دن سات راتیں آتا رہے گا لوگوں نے کہا آفت آئی میں نے کہا یہ وہی زلزلہ ہے زلزلہ عظیم دیکھا قیامت برپا تھی آسمان صاف تھا۔ تــرجف الا ض وہ دعوی کردیں زلزلہ نمونہ قیامت ہوگا پہاڑ آڑتے ہیں۔۱۹۴۴ء میں مرزائیوں کا اشتہار دکھائی دیا کہ مرزا کی صداقت کے لیے فلاں جگہ طغیانی آئی میں نے کہا کہ یہ میری صداقت ہے اس کو تو مرے ہوئے اٹھارہ سال گذر چکے ہیں چند شکلوں نے کہا کہ تیری کوئی بات پوری نہیں ہوئی ہر یکچند کی شکل نے کہا جاپان یورپ اور بمبئی میں عذاب آیا ہے میں نے کہا جب یہ سرکش مانتے ہیں تو خواجہ حسن نظامی کیوں نہ مانتا ہوگا اچھا اس سے پوچھیں گے رعد و برق دنیا کا کل نقشہ دکھایا گیا موضع شاہ حسین جھیل تھی بیٹری چلتی تھی جنوبی ہند گول برہما راس کماری نہ تھی صاعقہ دوبار مثل صا عقة عا دو ثمو د جن علماء نے اس الہام سے انکار کیا۔ان کی شکلیں شیطان کی تھیں اکبر پور ضلع نکودر کو عذاب سے ڈرا گیا خواب میں اس کی تصدیق ہوگئی ایک ہندو نے کہا کہ ایسا عذاب کسی کتاب میں درج نہیں میں نے کہا کہ خدا نے کہا ہے کہ تو اس عذاب سے ڈرا اس قوم کو کہ جس کے ہاں نذیر نہیں آئے یعنی اہل ہند کو ڈرا رام کرشن اور گوتم کے عہد میں کوئی عذاب نہیں آیا اس لیے وہ نذیر نہ ٹھیرے ایک ہندو نے کہا کہ بابو صاحب کو لینا میں نے کہا کہ میرا اختیار نہیں تینوں منظور کیا جھڑی بدلیوں والی آئے گی میری ہمشیر ہ مردہ نے مجھے سے ایک کارڈ پڑھایا جسپر میرا ہی دعوی لکھا تھا خواب میں دیکھا کہ قوم لوط جیسی باد صرصر اٹھی ہے عذاب صبح سے کیوں نہیں ڈرتے میری بستی کے باشندے رجل یسعی کے ہیں وہ خاندون کے ہیں قـر یة الظالم اهلها سے مراد نکودر ہے انطاکیہ کے ہیں المغضوب بھی نکو در ہی ہے محمود احمد قادیانی نکودر ہے دو رسولوں کا پہلا ایک ہے انطاکیہ تا حال ہلاک نہیں ہوا بلکہ وہ تا بعثت امام مہدی آخر الزمان ۱۹۶۱ء تک باقی رہے گا بعد موسے کے قرد ن اولی ہلاک نہیں ہوئے اب میرے وقت ہلاک ہو رہے ہیں عقوبتیں مماثل محکمہ حال کے ملازم تبدیل ہوئے تو میں نے کہا

کالرمیم اوّل لوہا اتارنا ہے پھر تجھ کوٹکسال کا مالک بنانا ہے پچاس ہزار برس جنت اس میں سے دس ہزار برس زمین کا جنت ہے اور چالیس ہزار برس آسمان پر اور اسی قدر عذاب ہے نہ لائیں گے ایمان جب تک نہ دیکھ لیں عذاب اللہ محیط بالکفرین میں اشارہ ہے قادیانی فرقہ کی طرف اور ان کی طرف جو مجھے دیوانہ اور جھوٹا کہتے ہیں اٹھالیا ہم نے تم کو کشتی میں ہم نہیں بھیجتے جب تک کہ نہیں بھیجتے رسول کو رجڑ کافروں کی کاٹی جائے گی بمبئی میں بارش شدید دکھائی دی گھوڑے پر سوار ہوں عذاب کیوں نہ آوے گا سلطنت روم مٹ گئی خلافت علے مہناج النبوۃ وعدہ عذاب کا اٹل ہے ٹلنا اس کا ناممکنات سے ہے وہ عذاب ماہ جون میں آویگا بخدا تم پر ضرور عذاب آوے گا میں مامور من اللہ ہوں جنہوں نے نکالا ہم ہلاک کریں گے ان کو شاہد دلہ اور محمود معہ اولاد کے ہلاک ہوں گے دھارو لعل ابوجہل ہے ارے کہاں تک پہنچ گیا وہ ملازم اول تبدیل ہوگا پھر ہلاک عطیہ وار کوئی نہیں بچے گا اچانک ہلاک ہوگا بروئے تناسخ علمائے امت اب یہود ونصارے ہیں اور زہریلے سانپ ہیں ان کا مارڈالنا ضرور ہے ہم تھوڑا سا عذاب دیں گے جس میں پھوڑے پھنسی اور دردسر وغیرہ بھی شامل ہے جورات کو عبادت نہیں کرتا وہ ایسا ایماندار نہیں سکھو دیکھلو اپنی کتاب میں میرا آنا ضرور ہے ممالک یورپ میں عذاب آئے گا۔ انذر النا س لتنذز امر القری ومن حو لھا آتی امر اللہ فلا تستعجلوہ ڈوگر مامور ہو گیا بنایا ہم نے تم کو رسول۔

۳۱...... قبروں کے متعلق یوں دیکھا کہ ایک قبر پر بیٹھنے والے کو خوب مار رہا ہوں چیچہ وطنی میں ایک قبر سپید پتھر کی تھی دیکھا تو اس میں کچھ بھی نہ تھا ہانی نے کہا کہ اس پر میرا تین سو روپیہ خرچ ہوا ہے میں نے کہا بے سود مسجد میں ایک قبر تھی زبان سے نکلا کہ صرف پتھر ہی ہیں بوسیدہ قبر دیکھی جو کسی وقت بتکدہ تھی محبوب الٰہی کی قبر دیکھی بیچ میں کچھ نہیں پیر مہر علی شاہ گولڑی اور خواجہ حسن نظامی چلہ کشی کرتے تھے میں نے کہا کہ فضول ہے علی ہجویری کے مزار پر آیا دیکھا تو اس میں کچھ بھی نہیں کیونکہ داتا صاحب ماگھی نمبردار چیچاوطنی میں روپ لے چکے تھے ملتان کے قبرستان میں نماز کے لیے جگہ تلاش نہ کی کیونکہ اس جگہ نماز حرام ہے رب سے مراد نصاب ہیں فاجتنبوہ رجس من عمل الشیطا ن دیوان چاولی محمد خان چودھری میں آیا ہے مزار میں کچھ نہیں رہا۔ بیعت حرام ہے۔ پاکپتن گیا پیاس لگی۔ مزار کے پاس پانی سے سوا کے برابر نفرت تھی۔ کل بہشتی مقبرہ حرام عیسیٰ ملنے پر جا کر اس کو گرادوں گا۔ یہ الہام قادیانی کے بہشتی مقبرہ کی طرف تھا۔ جو دریا کو مانے یا کتاب یا مرشد یا مزار کو سجدہ کرے من لضالین ہے شہیدوں پر چراغ جلاتے ہیں یہ مزار پرستی ہے مڑھی کے پاس ہندو مرد وزن دیکھے میں نے کہا کہ نہ مڑھی میں طاقت ہے کہ مرادیں

دے سکے اور نہ مجھ میں اس وقت میرا جامہ ہندو کا تھا سامنے شکل کرشن کی تھی عمرہ ۵۵ سال ڈاڑھی منڈی ہوئی سفید بروئے تناسخ میں کرشن ہو گیا اور ان کو کہنے لگا کہ میں نے تو نہیں کیا کہ میری مورتی پوجو اور میری مڑھی بنا کر پوجو انہوں نے خود ہی یہ کام شروع کر رکھا ہے اس زمانہ کے بت نچین بغدادی اور اجمیر اور انبیاء ورسول ہیں پیر مہر علی شاہ گولڑوی جس جس جگہ پر بیٹھے۔ اس جگہ کی پرستش ہوتی ہے۔ یہ بھی گمراہی ہے۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ہاتھ سے کاغذات گر پڑے ہزاروں اٹھانے کے لیے آئے میں نے کہا کہ یہ بت ہے خواجہ حسن نظامی سے میں نے پوچھا کہ کیا میرے رسالے پہنچے ہیں کہا ہاں پھر میں نے کہا کہ خواجہ محبوب الٰہی بت ہے خواجہ ناراض ہو کر چلا گیا خواجہ کی شکل کبھی نورانی نظر آئی اور کبھی سیاہ بال کترے ہوئے داڑھی نصف بالشت میں نے کہا شیطان ہے میں نے کہا یہ وعظ کی کہ: ''واتخذوا من دون اللہ آلھتہ یا علی'' کہنا مردود ہے جن کو تم پکارتے ہو عباد امثالکم مثلا محمد رسول پیدا ہو کر زین العابدین کہلایا موسے پاک شہید شاہ شمس تبریز اور سرمد یا حسن پھلواری کہلایا شیعہ یا علی پکارتا تھا میں نے کہا نہ عبادت کر اس کی جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے تابوت دیکھا جیسا کہ دسہرہ ہے میں نے کہا جب تناسخ مانا جائے گا۔ یہ نہ رہے گا مر اسی اندر دیوتا کا بھجن گاتا تھا تو میں نے کہا کہ اسی طرح مسلمان نعت خوانی کرتے ہیں مردہ رسول یا استاد یا مرشد سے فیض حاصل کرتے ہیں مگر وہ آگاہ نہیں ہندو کو سورج پوجتے دیکھا تو کہا کہ وہ بھی آگاہ نہیں رسولوں کو ہمیشہ رہنے والا اور ایسا جسم جانتے ہیں جو کھاتا پیتا ہے اور نذر و نیاز دیتے ہیں کریم بخش نمبردار نے کہا کہ پاکپتن کب جاؤ گے تو میں نے کہا میلوں پر جانا حرام ہے اور ان کے نام کا کھانا بھی سور کے برابر ہے مردہ کی دعوت دیکھی میں نے کہا فضول رسم ہے مردہ کو ثواب نہیں پہنچتا تو میں نے نہ کھانا کھایا اور نہ کلام بخشی یہ تو مردہ کے بھائیوال ہیں کفن سے صافہ لیتے ہیں۔ ساتویں دن کپڑے جمعرات کو روٹی چالیسوں دسواں ششماہی اور سالانہ وغیرہ قبر پر تین روز قرآن پڑھتے ہیں اور اسقاط کراتے ہیں گیارھویں اور دودھ ایک نے کہا کہ تین ماہ ہوئے میرا لڑکا مر گیا ہے دعائے مغفرت کرو میں نے کہا کہ کیا فائدہ وہ تو دوسرے جسم میں آ بھی گیا ہوگا۔

۳۲...... شفاعت کے متعلق یہ خواب آیا کہ یہ پیر و مرشد ہر ایک کے کہنے سے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں حالانکہ اس کی کوئی سند نہیں من ذالذی یشفع عندہ اور تناسخ کے ثبوت میں کئی آیات پیش کی ہیں اور خواب دیکھا ہے کہ خدا نے میری زبان سے یہ کہلایا کہ میرا دعویٰ ہے مر کے پیدا ہونا خدا کی قسم یہ قرآن کا بھاری معجزہ ہے شمس الدین پٹواری نے پیر مہر علی شاہ

سے کہا کہ اس نے نرالا دعوے کیا ہے کہ انسان بار بار پیدا ہوتا ہے پیر نے کہا کہ فلاں بزرگ نے بھی لکھا ہے میں نے کہا کہ خدا نے یوں ہی لکھا ہے من نفس واحدة خلقاً بعد خلق فی هذه الدنیا حسنة۔ عذاب شدید فی الدنیا والآخرة وہ گن گن کر کے جواب دینے لگا پیر نے کہا کوئی پختہ دلیل دو۔ میں نے کہا میں دلیل دیتا ہوں کہ اندھا، کانا، گنگا، بدصورت وغیرہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اگر اس جہاں میں بدلہ نہیں ملتا تو سارے بچے یکساں پیدا ہوتے مجھے بتایا گیا تم ہابیل ہو۔ میں نے سمجھا کہ میں ہی پہلے نوح، لوط، اسحٰق، ہارون، الیاس، لقمان، سلیمان، عمران، یحییٰ، محمد، ابن عربی وغیرہ تھا۔ جارج پنجم اور فرعون بھی رہا ہوں۔ قادیانی اندھیرے میں سورہا ہے۔ میں نوح جاگتا ہوں۔ پوچھا گیا موسیٰ کون ہے۔ نوح کون ہے۔ جواب آیا کہ یہ نذیر (یعنی میں) خیال آیا کہ دیکھوں قادیانی کی دعوت قبول کرتے ہیں اور میری سچی دعوت قبول نہیں کرتے۔ کفی باللہ شهيدا میں حزقیل اور یونس ہوں۔ اے اسرائیل میں آیا تمہارے پاس جیسے آیا تھا۔ پہلے (یعنی شیث ہوں) تیری جورو آگ میں جلی تو لوط تھا۔ شعیب کا نام دیکھ کر میں نے کہا یہ محمد رسول اللہ تھا۔ بلقیس آئی تو میں سلیمان تھا اور بلقیس میری بیوی جھنڈ بی بی تھی۔ وہ ام المومنین ہے۔ میری روح صالح نبی میں تھی کسی نے کہا محمد عبیداللہ نے اصحاب الرس سے خوب کی۔ ایلیا نبی کی روح مجھ میں ہے۔ روح عمران یحییٰ میں میرے پاس دو آدمی آئے تیسرا ڈر گیا نہ آیا۔ دو بھی جانے لگے کہ مرزائی نہ دیکھ لیں۔ میں نے کہا نہ ڈرو میں یحییٰ زندہ ہو کر بیٹھا ہوں۔ وحی میں خدا نے کہا اے یحییٰ تیری روح ہر سہ امام میں یعنی امام مہدی۔ امام زین العابدین اور امام غائب میں ہے ان الیک یسعیٰ والیک المصیر۔ انتم الخلفاء یعنی تو ہی ہارون الرشید تھا۔ امام بخاری اور ابن عربی اور تو ہی امام آخرالزمان ہوگا۔ ملتان گیا تو کسی نے کہا کہ موسیٰ پاک شہید رسول اللہ ہیں۔ شاہ شمس تبریز میں ہوں۔ نعمت ولی بھی میں ہی ہوں۔ خدا نے کہا کہ حافظ شیرازی تو ہے۔ میں نے کہا کہ روح میری سرمد میں ہے۔ میں میاں میر میں۔ لوگوں نے مجھے فردالاولیاء حسن پھلواری کہا۔ اخیر میں ہی رجل یسعیٰ ہوا میں بہادر شاہ تھا کسی نے مجھے کہا تم نے محمد سمرنا بنا ہے۔ کسی ہندو نے کرشن کے جامے (روپ) دریافت کئے جامہ محمد پر خاموش رہا اور جامہ گوبند سنگھ پر تصدیق کی۔ میں نے کہا کہ اب وہ کرشن کی روح مجھ میں ہے۔ کشن سنگھ دیکھ میں نے کہا کہ اگر میں اسے کہوں کہ میں ہی گوبند سنگھ اور کرشن ہوں تو برا منائے گا نہ کہنا ہی مناسب ہے۔ گورو گوبند سنگھ محمد ہے دسویں گرنتھ میں دیکھو۔ کہا تو سا کی منی ہے اور تو بدھ ہے۔ محمد رسول اللہ کی نورانی شکل دکھائی گئی۔ اخیر پر مظاہر ہوا کہ وہ میں ہی تھا۔ زبان سے جاری ہوا میں ہی محمد ہوں۔ میں نے

ایک مجمع میں بار بار پیدا ہونے کا ثبوت دیا۔ ایک نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ تصدیق ہو چکا کہ یہی محمد ہے۔ ثبوت تناسخ میں آیات بتائی گئی۔ الا نسان من سلالة من طين لا زب يميتكم ويحييكم من ماء مهين ہدایت دیئے بغیر کوئی مجرم نہیں بن سکتا تو بتاؤ ہند میں کون نذیر آیا امریکہ یورپ اور چین میں کون تھا لمبی عمریں دے کر ادھر کی روحیں ادھر دل بدل کر ایشیاء کے نبی سب کے لئے نذیر بنے بار بار ایشیاء اور یورپ کی تبدیل خلق ہی تطاول عمر ہے اور اسی پر گرفت ہوگی اب پہلے قرن پیدا کئے گئے خلقكم ثم يتو فاكم احسن تقويم میں تم کو مکمل کرتا ہے ارذل العمر سے مراد دوسری ادنے مخلوق ہے جس میں انسان جا کر پہلے کام بھول جاتا ہے۔ اس سے مراد شیخوخت نہیں ہو سکتی کیونکہ کبر سنی میں ابراہیم اور یعقوب زکریا وغیرہ ہوئے ان کے حواس تو ٹھکانے تھے تو لکی لا يعلمه بعد علمه شياء کیسے صحیح ہوا لبثت فيكم عمر یہاں عمر جمع ہے عمر کی تقلبك في السا جد ين میں بار بار پیدائش مراد ہے اسی طرح لرادک الی معاد ہابیل کی موت پر کہا من آجل ذلك هذا نذير من النذر الا ولى سوره نو ح میں الم تر سے تناسخ ثابت ہے سخر لكم ما في السموات وما في الا رض تسخیر سما وی بغیر تناسخ کے مشکل ہے عبد انعمنا عليه انه علم للساعته سے مراد قادیانی اور میں ہوں اهلكنا هم بذنو بهم ثم انشا نا بعد هم قر نا اخر ين سے دنیاوی بدلہ مراد ہے الم يروكم اهلكنا من قبلهم من قر ن ہلاکت قرون کے وقت اہل مکہ مشاہدہ کر رہے تھے ارایت میں بھی یہی اشارہ ہے ان الله قا در ان يخلق مثلهم انكم مبعوثون يوم الدين میرا عہد ہے منكم من يتوفى من قبل کیا اب بھی تناسخ میں شک ہے کما بد انا اوّل خلق نعيد ہ انكم مخرجون يحييكم ثم يميتكم ثم يجمعكم كنتم امواتا فاحياكم ثم يميتكم ثم يحيكم ثم اليه ترجعون یعنی حیاتی کی طرف لوٹائے جاتے ہو يبد الخلق ثم يعيده وهوا هون عليه كما بداكم تعودون يات بخلق جديد بدلنا امثالهم تبديلا اوليس الذى خلق السموات والارض بقادر على ان يخلق مثلهم بلى اذاشاء النشره لم يكن شياء مذكورا فى اسى صورة ما شاء ركبك جون سابق کی طرف اشارہ ہے انسان کی پیدائش مٹی ہڈی علقہ نباتات کیچڑ جونک وغیرہ سے بنا کر جونیں ثابت کی ہیں ينقلب الى اهله مسرور انه كان فى اهله مسر ورا پڑھو تا مر کے پیدا ہوتا ہے كل نفس بما كسبت ر هين فجعله نسبا وصهر مختلف جونوں میں نسب وصہر ہو سکتا ہے ما اصا بكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم يو بقهن

بما کسبو بچوں پر اعمال بد سے مصائب آتے ہیں من کان یرید الحیاۃ الدنیا وزینتنا نوف الیھم اعمالھم فیھا مراغما کثیرۃ بار بار کی پیدائش مراد ہے لترکبن طبقا عن طبق بعث ما فی القبو ر ۷/نومبر ۱۹۱۷ء میں میرا والد فوت ہوا۔ ۱۸/جولائی ۱۹۱۷ء میں والدہ فوت ہوئی میری تاریخ پیدائش مارچ ۱۸۹۹ء میں ہے رویا میں والدہ آئی تو اسکو بخشوایا گیا میرا والد سری مقطی کے ساتھ رہتا ہے۔ دہلی سے کئی مردے اٹھ کے مجھ میں روح محمد کی ہے۔ علاؤالدین میرٹھی میں روح عثمان کی، نور صدیق عبداللہ چکڑالوی ہے۔ میرا بیٹا نور صدیق اکبر ہے اور علی ذوالفقار کی حضرت علی ہے یا بنی لاتشرک باللہ میں لقمان تھا میرا نام اسماعیل بھی ہے یعقوب ہی ایوب ہے سموئیل پیغمبر علی بنت محمد مریم ہے نیکیوں کے نصف برابر بدیاں ہوں تو کانا پیدا ہوتا ہے برابر ہوں تو اندھا اندھے سادھو کو سکھ پر سوار دیکھا معلوم ہوا کہ سکھ ظالم تھا ظالم بلا بھی بنتا ہے میرے دونو بھائی ظالم ہیں۔ فقیر اور ماچھی ظالم ہیں۔ چوڑھے نیچ ظالم ہیں۔ ایک ننگی عورت دیکھی وہ ظالم تھی۔ چپڑاسی ظالم ہیں۔ نور صدیق نے کہا اباجی جو حد سے گذرے وہ ظالم ہے ساتوں جنت آسمان پر نہیں کچھ زمین پر بھی ہیں۔ لا تفتح لھم ابواب السماء سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جنت آسمان پر بھی ہے

۳۳...... آریہ جزوی تناسخ مانتے ہیں درختوں میں روح نہیں مانتے مگر بدعملی سے روح درخت بھی بنجاتی ہے کیونکہ وہ بھی نر و مادہ ہوتے ہیں وحی سے معلوم ہوا کہ مرزائی فرقہ بھی درختوں میں روح نہیں مانتا تو پھر وہ تسبیح کیسے کرتے ہیں اور انسان نباتات سے کیسے نکلا آریہ قوم ثمود ہیں یا جبال اوبی معہ سے ثابت ہے کہ پتھروں میں بھی جان ہے علمائے زماں سانپ ہیں۔ دھارو لعل کو مگر مچھ دیکھا نذیر احمد کو دیکھا کہ وہ چوہڑا منڈا موں کا ہے فقیر سائل گھوڑے پر سوار تھا معلوم ہوا کہ وہ شیطان ہے سابقہ جنم اس نے کچھ اچھے عمل کیئے تھے۔ اس لئے اسے سواری ملی ہے ایک ہندو عورت مریدوں میں بیٹھی تھی آواز آئی کہ کہ سورنی ہوگی مر ا ن چوہیا بنتی ہے ایک بلو نگڑہ نے میرے ہاتھ سے ٹکڑہ جھپٹ لیا وحی آئی کہ یہ مولا سنگھ ہے۔ چوہدری عبدالرحیم راجپوت میں نانک کی روح بولی وہ بلال کا درجہ بھی حاصل کرے گا غلام محمد امام مسجد چیچا وطنی کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ وہ دیا نند تھا اور اس کا بیٹا شردھانند ہے۔ انتھی اقو ال رجل یسعی!

تنقید

۳۴...... محمد ثانی کا مصداق ہر ایک مدعی نبوت بن رہا ہے غالبا یہ مسئلہ انہوں نے آریوں سے حاصل کیا ہے کہ چار رشی چار وید کی تعلیم ایک دفعہ دے چکے ہیں اور جب زمانہ کی رفتار

بدل جاتی ہے تو وہی کسی ایک میں روپ دھار کر پھر ان ویدوں کی تجدید کر دیتے ہیں چنانچہ دیانند ان کا ہی بروز تھا جس نے دیدوں کی اصلی تعلیم کو بگاڑ کر ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی تھی اور ہندوؤں میں تفرقہ ڈالدیا تھا مرزا صاحب اوران کے تابعدار وغیر تابعدار نبیوں نے بھی وہی چال چلی ہے اور حضور علیہ السلام کا بروز بن کر محمد ثانی کا دعوی کیا ہے اور قرآن مجید کی تعلیم کو از سرنو قائم کیا ہے مگر بدقسمتی سے یہ بہروپی نبی جس قدر بھی ہیں خود اپنے مرشد مسیح قادیانی کو باطل ٹھیراتے ہیں اور اگراس کی تعلیم کو منسوخ قرار نہ دیں تو آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر وتلعین کرتے دکھائی دیتے ہیں اور یہ سلسلہ آج نہیں شروع سے چلا آرہا ہے ایرانی مدعیان نبوت نے آپس میں بگاڑ کر صبح ازل کو کافر ٹھیرایا تھا اس کے بعد جب معاملہ سلجھا تو ہزار سال تک اعلان کر دیا کہ اب محمد ثانی بننے کی ضرورت نہیں رہی اور فتوی لگا دیا تھا کہ جو مدعی نبوت اس ہزار سال کے عرصہ میں پیدا ہوگا وہ دجال اور کافر وملعون ہوگا لیکن مرزا صاحب نے جرات کر لی اور محمد ثانی بن کر ان ایرانی گیارہ نبیوں کو خارج از اسلام قرار دیا اور کہہ دیا کہ اب نبوت میرے خاندان سے مخصوص ہو چکی ہے لیکن آپ کی وفات کے بعد آپ کے مریدوں نے روحانی ذریت بن کر محمد ثانی بننا شروع کر دیا اور جو داؤ پیچ آپ نے پیدا کیے تھے انہی کے ذریعہ یہ بھی نبی بن بیٹھے غالباً ان پنجابی نبیوں کی تعداد بھی گیارہ تک پہنچ چکی ہے اور ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اور قرآن شریف کا نیا نیا مفہوم تراشنے میں استاد ثابت ہوئے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ جو شخص ایسے تمام مدعیان نبوت کی تعلیم پر ایک سرسری نظر بھی دوڑاتا ہے تو یوں کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ:

الف...... انہوں نے تناسخ اور رجعت کا مسئلہ جو آج تک اسلامی تعلیم میں مردود تصور کیا جاتا ہے اپنا بنیادی اصول قرار دیکر وحدت ادیان کا اعلان کیا ہے جس کا مطلب یا تو یوں لیا جاتا ہے اصول مذہبی تمام مذاہب میں ایک ہی تھے مگر بعد میں لوگوں نے مخصوص الوقت امتیازات سے تفرقہ ڈال رکھا ہے اس لئے قرآن وید گیتا اور گرنتھ وغیرہ کو ایسے مفہوم پر لا کھڑا کر دینا چاہیئے کہ ان کی تعلیم ایک ہی نظر آئے اور یا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ ان تمام کتابوں کو منسوخ قرار دے کر ایک نئی آسمانی کتاب پیش کرنے کی ضرورت ہے کہ جس میں ہر ایک مذہب وملت کے تابعدار داخل ہو سکیں بہر حال دونوں خیالات کا واحد مقصد اخیر میں یہ نکلتا ہے کہ دنیا مذہب کو لعنت سمجھ کر چھوڑ دے اور ایک نئی شریعت قائم کرے جو تمدن یورپ سے حاصل ہو رہی ہے۔

ب...... یہ اصلاحی نبی اگر آپس میں متفق ہو کر ایک تعلیم پیش کرتے تو بہت ممکن تھا کہ ان کو آریوں کی طرح کامیابی حاصل ہو جاتی اور لوگ اسلام کو خیر باد کہہ کر نئی شریعت کو قبول

کر لیتے مگر بدقسمتی سے ایسی آواز ایک نہیں اور وحدت ادیان پیش کرتے ہوئے اپنی اڑھائی اینٹ کی مسجد کی الگ الگ دعوت دے رہے ہیں تو اس کا نتیجہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ یہ وحدت پھر کثرت اور اختلاف کا باعث بن جائے اور جس اسلامی اختلاف مذہبی سے بچ کر یہ چال چلے تھے وہی پھر آپس میں پیش آگیا اس لیے یہ ضروری ہے کہ ایک عام مجلس میں حکومت برطانیہ کے زیر صدارت تمام جو موجودہ انبیاء کی تعلیم پیش کی جائے اور مدبران تمدن یورپ کچھ عرصہ کمال خوض وفکر کے بعد فیصلہ کریں کہ اسلام چھوڑنے کے بعد کس نبی کی تعلیم تمدن یورپ کے لئے ازبس مفید ہوسکتی ہے اس کے بعد انتخاب بائبل کی طرح ان کی تعلیم سے ایک نیا کورس تیار کرایا جائے جو سلطان معظم جارج خامس کے شاہی دربار میں نظر ثانی کر کے شاہی حکم سے واجب التعمیل قرار دیا جائے تاکہ رعایا آرام کی نیند سوئے اور تکفیری مشینیں توڑ کر یورپ کے عجائب خانہ میں رکھی جائیں۔ قدیم اسلام میں صرف دو سیاسی فرقے چلے آتے تھے سنی اور شیعہ مگر ان میں سے کسی قسم کا سنی یا شیعہ کوئی بھی ایسا نہیں پایا گیا تھا کہ سرے سے قرآن کو ہی دوبارہ نازل کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہو اور عہد حاضر میں تجدید اسلام کے بانیوں نے آپس میں اصول تجدید کی بناء پر ایسا اختلاف اور ایسی دھڑا بندی پیدا کر دی ہے کہ ہر ایک کا طریق اسلام الگ ہی نظر آتا ہے اور اصولی اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کو کافر اور خارج از اسلام یقین کرتے ہیں ہر ایک دوسرے کا جانی دشمن نظر آتا ہے اس لئے لوگ اگرچہ کہنے کو تو کہہ دیتے ہیں کہ آج سے پہلے مسلمانوں کو مذہبی اختلافات نے قعر مذلت میں گرا دیا ہے لیکن اگر غور کریں تو ان کو یقین ہو جائے گا کہ قدیمی اختلافات صرف فروعی تھے جو صرف تھوڑی دور تک چل کر رہ جاتے تھے اور باوجود اختلافات کے تمام فروعی مذاہب عام طور پر اخوت اسلامی پر قائم تھے لیکن دور حاضر کے نبوتی اختلاف ایسے پیدا ہو رہے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں کہ مسلمان آپس میں بحیثیت مسلمان ہونے کے ایک پلیٹ فارم پر کھڑے ہوسکیں۔

د...... حالات حاضرہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے دل سے یہ آواز بے بس ہو کر نکلتی ہے مسلم ان تمام مذاہب جدیدہ کو اور ان تمام جدید اسلامیات کو دور سے سلام کرے۔ اگر مسلمان رہنا ہے تو اپنے اسلام قدیم پر ہی قدم جمائے جائیں اور جس قدر نئے نئے شکوک اور نئی نئی تحقیقات پیش کی جائیں ان سب کو ایک ہی لاحول پڑھ کر دور ہٹایا جائے۔ کیونکہ ان میں سے گو ہر ایک محمد ثانی کا دعویدار ہے لیکن صرف لفظ ہی لفظ ہیں ورنہ سب بے معنی دعاوی ہیں کیونکہ ان میں سے ایک بھی اس قابل نہیں ہے کہ کم از کم ادنیٰ لیاقت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات تو کجا آپ کے

کسی ادنیٰ غلام کا پاسنگ بھی ثابت ہوا۔ان سب کے تالیف شدہ قرآن اور الہام ناظرین کے پیش خدمت ہیں قرآن وحدیث سے مقابلہ کر کے دیکھ لیں ایک لفظ بھی نہ قول رسول سے لگاؤ کھاتا ہے نہ قرآن سے بھلا جس بانی اسلام کے مقابلہ میں مسیلمہ کذاب جیسے فرقان بنانے میں ناکام رہے اور ابولعلا معری جیسے مقابلہ کر تھکے اور لبید جیسے شاعروں نے شاعری چھوڑ دی اس کا مقابلہ ایرانی اور پنجابی کریں جن کو فعل فاعل پہچاننے کی بھی تمیز نہیں اور عربی فارسی ترکیب میں امتیاز نہیں لکھنے بیٹھتے ہیں تو فصاحت وبلاغت کا نام نہیں شعر بولتے ہیں تو عروض ہی ندارد کیا پدی کیا پدی کا شوربا مفت میں انہوں نے محمد اول کو بھی بدنام کر رکھا ہے کیا مخالفین اسلام ان کو دیکھ کر یوں نہ کہتے ہونگے کہ جب مسلمانوں کے محمد ثانی غلط گو۔غلط نویس اصول کے کچے بات بات پر بدلنے والے بدگو بد نویس اور بداخلاق ہیں تو ان کا محمد اوّل بھی شاید ایسا ہی ہوگا۔(معاذ اللہ)

ہ...... ابتداء میں مسلمانوں کو اگرچہ بہت تکلیف کرنے کے بعد مرزائیوں کا مقابلہ کرنے پر تھا مگر اب خدا کا فضل ہو گیا ہے کہ یہ لوگ خود ہی ایک دوسرے کو کاٹ کاٹ کر کھا رہے ہیں اور ایسا مطلع صاف ہو گیا ہے کہ ان میں اگر ایک کی صداقت پیش کی جائے تو دوسرے کی صداقت اس کا قلع قمع کر دیتی ہے گو ان اسلام کے دشمنوں نے اسلام منسوخ کر ڈالا ہے اور ہمارے سینے پر مونگ دلے ہیں لیکن ،خدا شرے برانگیزد کہ در وخیر ما باشد اس نبوت بازی میں اب ہمیں ہاتھ ہلانے کی ضرورت نہیں رہی ان کی پتنگیں خود بخود ہی آپس میں پیچا لگا کر کٹ رہی ہیں۔بہت ممکن ہے کہ یہ تمام مذاہب جدیدہ کٹ کٹ کر کسی وقت ایک افسانہ رہ جائیں جس طرح کہ ازمنہ متوسط میں قرامسطہ اور ملاحدہ کی بروزی نبوتیں اور خدائی دعوے آج صرف کتابوں میں ملتے ہیں ورنہ ان کا نام لیوا آج ایک بھی نظر نہیں آتا۔

و...... رجل یسعیٰ نے اپنی صداقت سورہ یٰسین سے پیش کی ہے مرزا صاحب نے سورہ فاتحہ سے پیش کی تھی۔بہرحال قرآن سے ہی ہر ایک ناسخ شریعت قرآن کے مٹ جانے کا ثبوت دیتا ہے مگر تعجب یہ ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کیوں کہلاتے ہیں تاکہ وحی جدید عالمگیری ثابت ہو۔شاید ان کی ضمیر ہی خود ملامت کرتی ہوگی کہ پلے ہاتھ تو کچھ بھی نہیں۔صرف چند ابلہ مغرور نا تعلیم یافتوں کو پھنسانے کی کوشش کی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔اس لئے شرم آتی ہوگی۔کہ اسلام کا عنوان چھوڑیں تو کس منہ سے،اور کس بل بوتے پر۔ان گھر کے بھیدی دشمنوں نے اندر ہی اندر اسلام کو کھا لیا ہے اور گھن بن کر اسے کھوکھلا کر دیا ہے ہر کمالے راز والے۔شاید یہی تفرقہ خود ان کی نبوت فروشی کی دکان کو پھیکا کر دے۔توقع زوالا اذ قیل تم

ز...... رجل یسعیٰ کے دعاوی مرزا صاحب کی نسبت وزنی اور شمار میں زیادہ ہیں اس نے کوئی دعویٰ ایسا نہیں کیا کہ جس کا بار ثبوت اس کے ذمہ پڑے اور اس سے عہدہ برآ نہ سکے۔ تمثیلی طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے صرف یہ کہہ کر جان چھڑائی ہے کہ خواب میں مجھے نانک بنایا گیا۔ مگر مرزا صاحب نے اپنی صداقت ایک تحریری ثبوت میں پیش کیا ہے کہ ایک جنم ساکھی میں یوں مذکور ہے کہ مروانہ نے گورونانک سے پوچھا تھا کہ بھگت کبیر کے بعد بھی ویسا کوئی ہوگا تو نانک نے کہا تھا کہ ہاں سوسال بعد بٹالہ کے پاس ایک جٹیا پیدا ہوگا مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ یہ جٹیا میں ہوں ناواقفوں نے تو جھٹ تسلیم کرلیا۔ مگر جب تاریخی واقعات کی دیکھ بھال ہوئی۔ تو نانک کا عہد بابر کے عہد حکومت میں پایا گیا اور مرزا صاحب کا عہد نبوت برطانیہ میں حساب لگایا گیا تو صرف چار سو برس کا فرق نکلا۔ اب لگے حاشیہ آرائی کرنے مگر کیا پیش جاسکتی ہے غرضیکہ ان کے باقی نظریات بھی کچھ ایسے ہی ہیں کہ اگر تاریخی معیار سے جانچے جائیں تو نظریہ قبر کشمیر اور ہند میں سفر مسیح ناصری کی طرح تاریخی جہالت کا پورا ثبوت دے سکتے ہیں۔ لو اب ہم ایک اور نبی کا ذکر کرتے ہیں جو غالباً انبیائے ایران کا بروز ہے۔

سید محبوب عالم شاہ

۳۵...... بنی اسرائیل منا دخداوندی اہل اللہ پنجاب گوجرانوالہ موضع باغبانپورہ برلب سڑک حافظ آباد رہتے ہیں۔ انہوں نے ایک الہامی کتاب مسمیٰ بہ امام حقیقی لکھی ہے جس کے چار حصہ ہیں پہلے حصہ عقدہ کشاء میں لکھتے ہیں کہ پنجاب میں پنجابی نبی ہی آسکتا ہے جو اردو یا پنجابی میں تبلیغ کرے نبوت کو کس نے بند کیا؟ آدم کو کہا کہ شجر یعنی جھگڑے کے نزدیک نہ جاء ورنہ ظالم ہوجائے گا۔ کلوا جھگڑے والوں کی باتیں اس کے دل میں سما گئیں۔ ورق الجنہ نجاتی ورق یعنی دعا کی طرف متوجہ ہوا۔ شیطان جھگڑالو آدمیوں نے اسے بہکایا تھا اور حکم دیا ہم نے کہ اس سر سبز زمین سے نکل جا اور محنتی زمین میں جاکر رہ۔ جھگڑے سے تباہی آتی ہے اس لئے نماز روزہ حج زکوۃ سے جتنا ہوسکے کرو اور آپس میں نہ جھگڑو۔ ناری شریعت والے رسول سے ہم نے کہا کہ تم سے دنیا تنگ آگئی ہے۔ اس لئے ہم خاکی خلیفہ پیدا کریں گے اس نے کہا کہ یہ بھی تو شرارت کرے گا۔ ہم نے کہا کہ نہیں یہ اور کام بھی کریگا۔ پھر اسکو ناری خاکی شریعت دی اور ناری سے کہا کہ آدم کی شریعت پڑھ کر سنا تو وہ نہ سنا سکا اس لئے ہم نے کہا کہ اسے سجدہ کرو اور جھگڑا چھوڑ دو۔ تو ناری رسول نے انکار کیا اور تباہ ہوا۔ پس خدا نے فرشتوں سے مشورہ نہیں لیا تھا۔ بلکہ ناری رسول کو بتایا تھا کہ دنیا تجھ سے تنگ آگئی ہے مگر آدم نے بھی جھگڑا کیا اس لئے جنت جیسی زمین سے نکالا گیا

اور اسے کہا کہ تیری نسل پر شریعت آتی رہے گی اور نوح کے زمانہ میں بھی لوگ جھگڑا کرنے لگے تو تباہ ہو گئے۔ پھر ابراہیم کا اپنے باپ سے جھگڑا ہوا تو اس نے دعا مانگی۔ خواہ کچھ ہو یا اللہ تو ان میں رسول بھیجتا رہو۔ پس موسیٰ عیسیٰ اور محمد اس کی نسل سے آ گئے اور آئندہ بھی آتے رہیں گے واتقو ایوماً میں میم کی تنوین جمع کی ہے۔ یعنی اے بنی اسرائیل تم ایسے دنوں سے ڈرو کہ جب مصر میں نہ تمہاری کوئی ضمانت دیتا تھا اور نہ تمہارا جرمانہ منظور ہوتا تھا۔ پھر ہم نے تمہارے لئے دریا کا پانی چھوٹا کر دیا تو تم پار اتر گئے۔ موسیٰ طور پر گیا۔ تو تم فونوگراف کے صندوق کو پوجنے لگ گئے۔ خدا کا دیدار مانگا تو تباہ ہونے لگے اور اس موت سے بجلی کے ساتھ ہم نے پھر زندہ کیا من وسلوا یعنی مہربانی سے ہم نے نرم گوشت کھلایا۔ شہر میں نماز پڑھ کر داخل نہ ہوئے تو ہم نے رجز یعنی بھوک پیاس بھیج دی۔ پھر ہم نے بانٹ دیا بارہ عقلمند سرداروں کو (عیـنـــا) پس موسیٰ نے شکار کھیلنے کا گھاٹ ہر ایک کو بنا دیا۔ تاکہ وہیں پانی بھی پئیں اب مچھلیاں کھاتے کھاتے تنگ آ گئے اور ساگ پات کے متلاشی ہوئے تو ہم نے ان کو پھر مصر میں بھیج دیا اور پھر ذلیل ہو گئے۔ رفـعـنـا فوقکم الـطـور پہاڑی لوگوں نے کہنا مانا تو فائق ہو گئے۔ اے محمد جب تک یہ جھگڑا کریں گے تم کو نہیں مانیں گے۔ مریم کی ماں نے دعا مانگی تو ہم نے کہا کہ تیری لڑکی کی مانند اب کوئی مرد نہیں ہے۔ ہم نے اس کا نام رکھا مریم (عزرا) شراتیوں سے ہم نے اسے پناہ دی ان یـطـھـرکـم پس اے نبی بغاوت سے بچ اور اہل بیت کو بچا۔ اہل بیت نسل رسول اور اس کے آباواجداد میں جن کو خدا نے فضیلت دی ہے۔ ابراہیم نے اپنے بیٹے کو خواب سنایا تو اس نے کہا اے بابا خواب کیا ہے خدا کا کہنا مان۔ مگر ابراہیم نے بیٹے کا کہنا نہ مانا (لـمـا اسـلـمـا) اور زمین پر اسے گرا دیا تو خدا نے کہا تو نے خواب کو سچ ہی مان لیا تھا لما حرف نفی ہے جیسے لما یعلم اللہ میں خدا کا کلام تین طرح سے ہوتا ہے؟ آواز سے یا قاصد سے یا الہام قلبی سے پس خواب ان تینوں میں نہیں بلکہ آدم کے بیٹوں نے پہلے قربانی دی تھی اور بیت اللہ کی قربانی کا حکم ابراہیم کو ہوا تھا۔ الھدی سے مراد قیمت بھی ہے اور یہ حکم نہیں کہ قربانی کی بڑیاں سکھا کر کھاتے رہو۔ بـالـغ الـکـعبۃ قربانی کعبہ میں ہی ہوتی ہے۔ گھر کی قربانی کچھ نہیں لا تـحـلـو اشعائر اللہ میں حکم ہے کہ راستہ میں کعبہ کی قربانیوں کی بے عزتی مت کرو۔ پس اگر گھر ہی کعبہ کی طرف منہ کر کے قربانی ہو سکتی ہے تو گھر بیٹھے حج بھی کر لیا کرو۔ لا تحلقوا رؤسکم جب تک قربانی اپنی جگہ پر پہنچ جائے تم اپنے سر پیچھے کو نہ موڑو۔ اذی مقدمہ وغیرہ سر پر بن جائے تو قربانی بھیجو۔ تو جب امن ہو جائے تو عمرہ سے حج کا فائدہ حاصل کرو۔ پاس کچھ نہ رہ جائے تو روزے رکھو تین کعبہ میں اور سات گھر میں واپس آ کر اور یہ قربانی

ہوگئی اور یہ روزے مسافروں کے لئے ہیں کیونکہ وہ جانور نہیں لے جاسکتے۔ پس گھر قربانیاں نہ کرو نوح کا کوئی بیٹا کنعان نافرمان نہ تھا جیسا کہ بائبل سے ثابت ہوتا ہے۔ من سبق جو کشتی چلنے سے پہلے آئیں ان کو بھی سوار کرلے اس نے اپنے بیٹے کو بلایا یعنی اپنی قوم کو مگر اس نے نہ مانا غرق ہوتی دیکھ کر پھر دعا مانگی تو خدا نے کہا لیس من اھلک کہ یہ قوم تیری تابعدار نہیں ہے۔ ابن آدم سے مراد بنی نوع انسان ہیں۔ اسی طرح ابن نوح اور ابن لقمان سے مراد ان کی قوم ہے کیونکہ جزو سے کل مراد ہوسکتی ہے اور کل سے جزو جیسے لا الـہ الا اللہ میں نفی کل (نماز) کی ہے اور مراد ثبوت ایک کا ہے عـامین یعنی ماں نے بچہ کو پیٹ اور گود میں اٹھایا۔ کیا صرف لقمان کے بیٹے کو ہی اٹھایا تھا؟ اعـظکم بواحدۃ وحدانیت کی عبادت کو کہتا ہوں ان تـقـومو امثنیٰ وفرادیٰ ایک دو دفعہ تو ضرور حاضر ہوا کرو اور سوچو کہ ان جنوں سے ہمارا کوئی مددگار نہیں اہل علم یـخـرون وہ سجدہ کرتے تھے یـزیـد ھـم وہ زیادہ عاجزی کرتے تھے۔ پس سجدہ ایک ہو یا دو ہوں۔ یا دو سے بھی زیادہ مگر انکار نہ کرو۔ یـاایھـا المزمل اے تکلیف اٹھانیوالے رات کو کھڑا ہو۔ خواہ آدھی رات کو یا نصف رات کو یا (زد) چھوتے پہر میں دن کے کام سے فارغ ہوکر تیرا رب مشرق ومغرب دونوں میں ہے ہر طرف سجدہ کرلیا کرو۔ ان ربك یـعلم تیرا رب جانتا ہے کہ نصف رات کے بعد کھڑا ہوتا ہے تو اخیر رات کسی وقت عبادت کرلیا کرو۔ اسی طرح دن کے نصف اخیر میں شام ہونے تک کسی وقت نماز پڑھا کرو۔ کیونکہ تکلیف دینا نہیں چاہتا عـلم تم جانتے ہو کہ تم لیل ونہار کو نہیں روک سکتے اس لئے تم ہر روز نماز پڑھو علم تم یہ بھی جانتے ہو کہ تم کو سفر کرنا اور روزی کمانا بھی ہے پس جتنا ہوسکے تم ان تینوں وقتوں میں نماز پڑھ لیا کرو پس تـحـصـوہ کا معنی ہے بند کرنا اور حصر سے نکلا ہے تاب بار بار آنا۔ فـاذا فرغت جب کام سے فارغ ہوجاؤ تو پھر عبادت کرو خواہ دن میں ہو یا رات میں یسر یعنی کام حاصل کرنے کے بعد جتنا میسر ہو۔ ادبـار الـنجوم یعنی سورج ڈھلنے کے وقت یا پچھلی رات جب کہ ستارے ڈوب جائیں۔ نجوم سے مراد یہاں سورج ہوا کیونکہ سارے ستارے اسی سے روشنی لیتے ہیں دلـوک سورج ڈھلنے سے دن کی نماز کے تین وقت مراد ہیں۔ خیط ابیض سورج ہے کیونکہ والشمس وضحٰھا میں بتایا کہ سورج وہ ہے جو روشن کرتا ہے۔ قمر پیچھے جاتا ہے اسی طرح نفس وہ ہے جو کسی شکل میں ہوتا ہے الہام وہ ہے کہ جس کو نیکی بدی کی شناخت ہوتی ہے قبل طلوع الشمس سے مراد مطلع الفجر ہے جس میں نبی پر فرشتے اترتے تھے اور روح یعنی کتاب لاتے تھے چونکہ انسان بندہ اور آدمی ایک ہے اس لئے فجر اور سورج بھی ایک ہی ہیں وان جو بھی نبی گذرا ہے اس کو مخالف دور لے جاکر چھوڑنا

چاہتے تھے۔ یہ طریق چلا آتا ہے۔ مگر ہم حفاظت کرتے ہیں اس لئے حکم ہوا کہ نماز پڑھو مشہود یعنی فجر تک اور بـــہ یعنی اس سے تم کو انعام ملے گا۔ فجر لفظ جر سے نکلا ہے جس کا معنی ہے ایک رنگ سے دوسرا رنگ ظاہر ہونا۔ یا اس سے مراد رات کا ہٹنا اور دن آنا ہے یا اس کا معنی چیرنا جیسے فـجـر نـا الـعيـون سے ظاہر ہے۔ پس دن کو بھی تین وقت ہیں اور رات کو بھی تین وقت ہیں (اور رات دن کے پہلے نصف میں چھٹی ہے) تو چھ وقتوں میں کسی وقت نماز پڑھ لیا کرو۔ اے نبی بشیر تو پیدائشی او نسلی رسول ہے مجھکو بلا اعمال رسالت ملی ہے نجات بھی بلا اعمال ہوگی۔ مگر تم عمل کرو اور شریعت رسول کا کہنا مانو۔ ورنہ یوں نہ کہنا کہ ہمارے پاس ہماری زبان کے رسول نہیں آئے تھے۔ روزے تین سے دس تک رکھو کیونکہ ایام حج میں یہی دس روزے مذکور ہیں۔

روزہ...... مگر روزہ دار کو عاکف رہنا ضرور ہوگا۔ یعنی تیرا دل دماغ ہماری طرف ہونا چاہئے۔ احکام حج میں یـؤمـيـن اور یہاں آخر ہے دونو ملا کر تین ہوئے الـفـجـر ولـيـال عشر دس فجریں اور دس راتیں روزہ کی ہیں۔ شفع وتر دو دو رکھو یا ایک ایک یسر تم کو آسانی دی ہے۔ سارے سال میں رکھو یا اکٹھے رکھو۔ وتر سے مراد ایک روزہ بھی ہے اس لئے اے مخاطب دس رکھ یا ایک۔ ال سے فجر کی تعداد دس مراد ہے۔ بـعـاد کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہمارے رحم کے حکم سے پھرنے والی قوم سے ہم نے کیا کیا تھا فجر برزخ ہے رات دن کے درمیان اور اعتکاف گھر میں ہی کر سکتے ہو۔ عورت ایک کرو وہ اجازت دے تو اس کے کنبہ سے دوسری بھی کر سکتے ہو مگر وہ اس کی غلام ہوگی۔ آقا اپنے غلام کی خلوت نہ روکے ورنہ ایک ماہ دس روز تک وہ غلام بن جائے گی۔

نکاح وطلاق...... اور یہ آقا ہوگا۔ مگر صلح ہو جائے تو معاف ہوگا۔ خدا کی نظر میں نر ناری برابر ہیں۔ اس لیے تم ناری کی عزت کرو۔ ورنہ عذاب ہوگا ناری بھی اپنے نر کی خدمت کرے ورنہ اس کو عذاب ہوگا۔ اب یہ احکام منسوخ ہیں تین یا چار عورتیں کرنا۔ نماز کی قضا دنیا۔ جہاد کرنا۔ زانی کو سزا دینا اور عرضی گناہ کے بدلے قدرتی اعضاء کاٹنا۔ حواء آدم سے پیدا نہیں ہوئی (بلکہ یہ دونوں اپنے والد سے پیدا ہوئے تھے) محمد کے زمانہ میں جہاد تھا اور یتیم لڑکیاں اور بیوہ عورتیں آتی تھیں۔ تو اس وقت یہ حکم ہوا کہ ان پر جبر نہ کرو۔ بلکہ دو سے چار تک نکاح کرو اور ان سے انصاف کرو ورنہ ایک ہی کافی ہے۔ مگر اب نہ جہاد ہے نہ قیمت تو یہ حکم کیسے جاری رہا۔ خدا کا وجود قدیم ہے تو اس کے اوصاف بھی قدیم ہیں۔ اس لئے خلق کی صفت بھی قدیم ہوئی اور آدم سے حوا پیدا نہ ہوئی۔ كـنـتـم امـواتـا سے مراد اسلام نہیں ورنہ ثم یمیتکم کا یہ معنی ہوگا کہ خدا تم کو کافر بنا دیگا۔ بلکہ اس سے مراد وہ اٹھارہ تبدیلیاں ہیں جو پیدا ہونے سے پہلے والدین کی پیٹھ اور پیٹ

میں یا اس کے پہلے ہوتی ہیں اور اسی طرف اشارہ ہے کہ لم یکن شیئاً مذکوراً اور یہی انسان کی لطیف صورت ہے۔ مادامت السموات میں بتایا ہے کہ نیک و بد، لطیف صورت میں کئی دفعہ اتنی مدت رہا ہے۔ کہ جتنے میں زمین و آسمان کو فنا کیا جاسکتا ہے اور اس کے بعد کثیف صورت میں آیا۔ یعنی کئی دفعہ دنیا تباہ ہوئی اور کئی دفعہ تباہ ہوگی۔ لڑکی کا وارث اپنے کنبہ کے معتبروں کے سامنے کہے کہ میں نے اپنی لڑکی اس لڑکے کو دینی و دنیاوی خدمت کے لئے بخش دی۔ پھر لڑکی سامنے آکر کہے کہ مجھے منظور ہے لڑکا بھی کہے کہ مجھے منظور ہے۔ مہر اور دیگر اشیائے سب اشٹام پر لکھ کر لڑکی کی جائیداد بنائی جائیں اور اسی وقت دی جائیں مہر کی کمی بیشی میں کوئی حد مقرر نہیں، موسیٰ نے بھی پہلے مہر دیا تھا اور لڑکی کے والد نے وہ وصول کرلیا تھا۔ محمد نے لے پالک زید کی بیوی سے نکاح کرلیا جبکہ اس نے طلاق دیدی مخالفوں نے کہا کہ یہ اخلاقی جرم ہے مگر لے پالک تکلیف دیتے تھے۔ کہ چندروز بیٹا بن کر مال کا حصہ لیتے اور اصلی والدین سے جاملتے۔ اس لئے حکم ہوا کہ ہمارا پرانا حکم جاری کرو کہ یہ اصلی بیٹے بن کر وارث نہیں بنتے نبیین سے مراد پرانے احکام رسالت ہیں جو لوگوں نے چھوڑ دیئے تھے اس لئے آپ کو خاتم النبیین کہا گیا کہ انہوں نے پرانی رسالت کو کامل طور پر جاری کردیا تھا اور جمع کا صیغہ کئی مقام پر واحد کے لئے خدا نے اپنے واسطے استعمال کیا اس لئے یہاں پر بھی ایک رسالت کو جمع بنایا گیا۔ تاکہ عظمت معلوم ہو ورنہ یہ مطلب نہیں کہ رسول آنے بند ہوگئے تھے۔ کیونکہ آپ وسط زمانہ میں آئے ہیں اور آپ کی امت (وسط) درمیانی امت کہلاتی ہے اس لئے ضروری ہوا کہ جتنے نبی آپ سے پہلے آئے تھے اتنے ہی آپ کے بعد بھی آئیں اور امتیں بھی اتنی ہی ہوں جتنی کہ پہلے تھیں۔ یوسف مر گئے تو لوگوں نے کہا کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اسی طرح موسیٰ عیسیٰ کے بعد بھی ہوا اور محمدیوں نے بھی وہیں سے سیکھ لیا اور گالیاں بھی ان سے ہی سیکھی ہیں کہ نبیوں کو دیوانہ جانتے تھے مجھے بھی کہتے ہیں کہ تو دیوانہ ہے مگر تم مجھ سے ملجاؤ تاکہ تم سے یہ سوال نہ ہو کہ کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے؟ تو تم سے کوئی جواب بن نہ پڑیگا اور عذاب میں پڑو گے۔ طلاق اور نکالنا جائز نہیں۔ آپ نکل جائے تو اس کا مہر باطل ہوجائے گا۔ واپس آئے تو مہر کی حقدار نہ ہوگی۔ کیونکہ ایسے احکام سے عداوت پھیلتی ہے۔ اگر بدچلن ہو تو تم کو کیا وہ خود اپنی سزا بھگتے گی اور جب تک مذہبی عداوت سے نہ بچو گے تو سات سو سال تک تباہ ہوتے جاؤ گے۔

عام احکام...... قبروں اور قبوں کا گرانا حرام ہے۔ نبی رشی منادحقیقی خدا کا کلمہ روح اور حکم ہوتے ہیں اور تم میں ہر وقت ان میں سے کوئی نہ کوئی موجود رہتا ہے ورنہ گواہ نہیں رہ

سکتے اور سب کا مادہ ایک ہی ہے۔ اسی پودے سے محمد، موسیٰ، عیسیٰ، رام چندر اور نانک پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کو زندہ ماننا فرض ہے۔ ہاں جسمانی موت سے سب مر چکے ہیں۔ عیسیٰ بھی مر چکے ہیں۔ البتہ ان کا نام زندہ اور باقی ہے کیونکہ ان کو خلد نہیں حاصل ہوا۔ کل نفس ذائقة الموت کا معنی ہے کہ ہر ایک نبی مر چکا ہے کیونکہ اگر کل شئی مراد ہو تو معنی صحیح نہیں رہتا۔ تعلیم شریعت پر تنخواہ لینا حرام ہے کیونکہ کسی نبی نے معاوضہ نہیں لیا اور زکوٰۃ نہ دینا بھی حرام ہے۔ اس لئے اہل اللہ کو نذر و نیاز دینا ضروری ہوا اور قربانی کا خمس بھی ضرور دیا جائے اور جو بچ رہے وہ بیت المال میں جمع رہے۔ مالدار اتنی شراب پئیں۔ کہ ان کی روٹی ہضم ہو سکے اور ہوش میں فرق نہ آئے۔ غریب آدمیوں پر دودھ اور گوشت اور روغن حرام ہے اور شراب بھی حرام ہے۔ جب تک کہ روزانہ تین سے پانچ روپیہ تک نہ کمائیں اور اپنا مکان نہ بنالیں اور قرضہ نہ اتار دیں۔ سکر یعنی شراب کو خدا نے اپنا انعام بتایا ہے۔ تو پھر کیسے حرام ہوا۔ ہاں ہمارے حکم کیخلاف حرام ہے اپنی ضروریات سے زائد مال سے صدقہ خیرات کرو اور یہی نیکی ہے خواہ چنکا آتا ہو اور یہی نیکی ہے۔ کیونکہ اس سے دوسروں کو فائدہ ہے۔ ورنہ تمہاری نماز اور روزہ سے دوسروں کو کیا حاصل ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ ربا یعنی روپیہ کے کرایہ سے خدا کے ہاں مال نہیں بڑھتا اگرچہ دنیا میں بڑھ جاتا ہے اور زکوٰۃ سے بڑھ جاتا ہے اس لئے سود خور گیارہ ماہ سود کھائے اور بارھویں ماہ کا زکوٰۃ میں دے اپنے رشتہ داروں کو اور شریعت بتانے والے کو اڑھائی روپے فی سینکڑے کا حساب منسوخ ہو گیا ہے کمائی کرنیوالا فی روپیہ پیسہ دیا کرے اور محنتی فی روپیہ ایک ادھیلہ زمین اور چارپاؤں کی زکوٰۃ بھی فی روپیہ ایک پیسہ کے حساب سے ہے۔ تکبیر سے حرام جانور صاف حلال نہیں ہو سکتا۔ بلکہ صاف کرنے سے حلال ہوتا ہے۔ پس جو مردہ جانور صاف کیا جائے۔ وہ اگر اپنی حیاتی میں حلال تھا اور اب بھی حلال ہے۔ ورنہ حرام ہے۔ ہاں کھانے کے وقت سب پر خدا کا نام لیا کرو۔ کتا روٹی لے جائے تو دانت کی جگہ پھینک دو۔ باقی صاف کر کے کھاؤ۔ نذر و نیاز خواہ کافر اور مشرک کی ہو اللہ اکبر کہہ کر کھا جاؤ۔ کیونکہ وہ اصل میں حلال ہے مگر غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز دینا حرام ہے اللہ اکبر کہہ کر یہ بھی کھاؤ جس کا گلا گھونٹا ہوا ہو جس کے لاٹھی لگی ہو۔ گر کر مرا ہو۔ سینگ سے مرا ہو یا درندہ پھاڑ گیا ہو۔ قبر یا بت وغیرہ کی نیاز ہو یا تیر وغیرہ سے مر گیا ہو۔ یا باز، کتے اور بندوق سے مر گیا ہو۔ تم شکاری کتا یا باز وغیرہ چھوڑ دو۔ تو حق تیری ذات کہہ کر چھوڑ دو۔ اہل توحید کا رستہ لو، اہل تثلیث کا نہ لو۔ بغیر سود کے روپیہ قرض نہ دو بیوپار کی سند سرکاری ہو۔ لنگر جاری کر کہ بڑا ہو جائے۔ ذی روح کو تکلیف نہ دے جھوٹ نہ بول۔ معافی لے اور دے۔ غریب کی پرورش کر میرے نام کا

تصور کرتا کہ تو گورو بن جائے اور عالم محبوب کی حیاتی میں مل۔ مفت روپیہ نہ دو محنت کرو امیر بن جاؤ گے۔ چھوٹے سے بحث نہ کر کیونکہ وہ کچا پھل ہے۔ برابر یا بڑے سے دین کی بات کر۔ بدبودار اور بری چیز کو مکروہ کہتے ہیں۔ نیک و بد کی تمیز الہام قرآن وید نبوت اور رسالت سے ہے۔ یہی الہام چرندوں پرندوں میں بھی ہے حالات بدلنے سے خدا کا علم بدلتا ہے۔ پس اختلاف کی وجہ سے امام حقیقی کو نہ چھوڑو دکھ سکھ میں خدائی ہے اور نیک و بد تمہاری ایجاد ہے اور اس پر جزو سزا شریعت الہام بوقت ضرورت ہوتا ہے۔

۳۶...... امام حقیقی مسمی بہ مظہر الاسرار میں لکھتے ہیں کہ خدا اپنی ذات اور رسالت صفات میں قدیم ہے اور ہم اپنی ذات سات صفات عناصر اربعہ روح۔ خلاء اور تغیر میں حارث ہیں۔ مصنوع اپنے صانع کو نہیں پاسکتا خدا کی چار صفات (قدیم ہونا۔ ناقابل تغیر ہونا۔ بلا اسباب پیدا کرنا اور قائم بالذات ہونا) ذاتی ہیں اور ہماری سات صفات خدا کی صفاتی صفات ہیں اور ان گیارہ صفات میں وہ لاثانی ہے باقی اوصاف عارضی اور جدید ہیں اور نئی صفات صفاتیہ کی صفت عرضی ہوتا ہے اور زمانہ جدید میں ہو کر جدید ہی چلا جاتا ہے۔ سات صفاتی صفات میں انسان بھی عارضی طور پر شریک ہیں اور چار ذاتی صفات میں ہرگز شریک نہیں ہوسکتے۔ انسان کے صفات لاشریک ہیں اور وہ بھی اپنی ذات میں لاشریک ہے تو خدا کیوں لاشریک نہ ہوا؟ خدا خالق حقیقی ہے اور رسات عناصر خالق عارضی ہیں اور خالق ذاتی کی مخلوق ہیں اور اپنے خالق کی طرح نہیں ہوسکتے جس طرح تمہارے فعل تم میں داخل نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح خدا مخلوق اس میں داخل نہیں ہوسکتی۔ جس شریعت میں نفع کم اور نقصان بہت ہو وہ قابل تنسیخ ہوگی تو پھر تم کیوں قدرت کا اضافہ (کہ ایک دانہ سات سو دانہ بنتا ہے) کھاتے ہو اور روپے کا اضافہ (سود) نہیں کھاتے؟ کمہار برتن بناتا ہے تو جس طرح چاہے انگور پکاتا یا توڑتا ہے نہ وہ برتن کمہار میں داخل ہوسکتے ہیں اور نہ کمہار برتنوں میں داخل ہوتا ہے۔ پس خدا اور مخلوق آپس میں ایک نہیں ہوسکتے۔ جو لوگ پتے کی سبزی سے صفت موصوف ایک بناتے ہیں وہ دیکھ لیں کہ سبزی اڑ جاتی ہے اور پتا قائم رہتا ہے۔ تو پھر کس طرح وہ ایک دوسرے میں داخل ہوئے اور خدا جب تم میں داخل ہوگا۔ تو تم ہی خدا بن جاؤ گے تو بڑا کون ہوگا؟ خدا نے سات صفات کو بغیر مادہ کے پیدا کیا اور ان کو خلق بالا سباب کا وسیلہ بنایا۔ چنانچہ پہلے خلا یعنی آسمان پیدا کیا اس کی حرکت سے ہوا پیدا ہوئی۔ پھر ان دونوں سے آگ پھر ان تینوں سے پانی پھر ان چار سے مٹی اور ان پانچ سے حیوان پھر ان کے بدلنے سے تغیر اور اس سے ہمارا نام خالق ہوا۔ پس یہ خالق عارضی اور:

تناسخ...... ان سے مخلوق ہدایت وحی اور پرورش وغیرہ چلی۔ پس ہر چیز جہاں سے پیدا ہوتی ہے وہیں ملیا میٹ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح تم بھی ملیا میٹ ہو جاؤ گے۔ اگر اس بات کو سمجھنا چاہتے ہو کہ دنیا کہ کہاں سے آئی ہے اور کہاں جائے گی تو گرو سے ملو۔ مخلوقات جتنی قسم ہے اتنی قسم ہی اس کے عناصر ہیں۔ کڑوے کے کڑوے اور شیریں کے شیریں گو بعض صفات میں مل جاتے ہیں۔ مگر مادہ میں نہیں ملتے اور ہر ایک کا تخم اسی مادہ میں رکھا ہے۔ اس لئے ایک جنس سے دوسری پیدا نہیں ہوتی اور ان میں اتحاد نہیں بلکہ عداوت چلی آتی ہے جو عنصر جس میں زیادہ ہے۔ وہی مخلوق اس کی ہے تم میں مٹی زیادہ ہے اس لئے تم مٹی ہو جاؤ گے اور مچھلی میں پانی زیادہ ہے تو مر کر پانی ہو جاتی ہے۔ ایک روحانی مخلوقات بھی ہے جو نر و مادہ کے سوا پیدا ہوتی ہے۔ جیسے کھیتی وغیرہ کے کیڑے اور پتنگ اور ہر وقت کمی بیشی ہوتی ہے اس لئے تم ہر وقت مرتے بھی ہو اور جیتے بھی، عناصر کی بیرونی سطح نیچے اور درمیان میں ان کی اپنی اپنی پیدائش چھوٹی بڑی موجود رہتی ہے اور ہر ایک عنصر اپنے ان تینوں حصوں میں ختم ہو جاتا ہے اور ہر ایک عنصر کی اپنی پیدائش دوسرے عنصر میں اتنا ہی زندہ رہ سکتی ہے کہ جتنا حصہ اس عنصر کا اس میں موجود ہوتا ہے۔ پھر فنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اپنے حصہ کے مطابق دوسرے عنصر کی پیدائش کو سنوارتا یا بگاڑتا بھی ہے۔ تم نے سنا ہوگا کہ جنس کو جنس کاٹتی ہے اور لوہے کو لوہا، اس سے ثابت ہوا کہ انسانی اصلاح انسان سے ہی ہو سکتی ہے غیر سے نہیں ہوتی اور تمہارے عناصر کو بھی تمہاری طرح بھوک پیاس دکھ سکھ خوراک کی موافقت اور مخالفت ہوتی ہے اور تمہارے تخم (روح و مادہ) کے ذرات کا بھی یہی حال ہے کہ وہ بھی آپس میں دوست دشمن نیک و بد ہوتے ہیں اور تمہاری طرح ان کی بھی عبادت ہے اور ان کو بھی موت و حیات آتی ہے اور یہی سات عناصر سات روز پیدائش کے ہیں۔ پس یہی نظام عالم قانون قدرت ہوا۔ ان میں اتفاق و افتراق ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے تھا پھر ہوگا اور یہی اتفاق کر کے کئی شکلیں بدلتے رہتے ہیں۔ جیسے واؤ، الف ایک ہے مگر بدل بدل کر یا تک تیس حروف بن گئے ہیں۔ یہ سات عناصر سات دنیا ہیں تم ان میں حرکت کرتے آئے ہو اور پہلے جہاں سے فنا ہو کر دوسرے میں پیدا ہوتے رہے ہو جتنے جنم تم بھوگ آئے ہو۔ ان کی خبر سوائے نبی کے کسی کو نہیں ہوتی تم رحم سے نکل کر پینتالیس یوم ماں کے جسم میں پھیل جاتے ہو پھر تین ماشہ کی بوٹی بن کر پینتالیس یوم میں انسان بن جاتے ہو۔ پس یہی تمہارے پینتالیس یوم پہلے پینتالیس سال ہیں جس میں تم عقل کامل تک پہنچتے ہو پھر پینتالیس سال تک ختم ہو جاتے ہو جتنے سانس تم نے ماں کے پیٹ میں لیے ہیں اتنی صدیاں کل جگ کی عمر ہے اور جتنے سانس والد کی پشت میں لیے ہیں اتنے سال کلجگ

اور دواپر کی عمر ہے اور جتنے سانس تم نے خوراک خلا اور ماں کے جسم میں مل کر لیے ہیں اتنی صدی
روز شب کی آبادی ہے جتنے مسام تیرے جسم پر ہیں اتنی قسم کے انسان ہیں اور اتنے ہی تیرے معد
ے میں کانٹے ہیں دوپہر تک ست جگ کی عمر کا اندازہ ہے اور تیسرے پہر سے کلجگ کا اندازہ لگا
تے ہیں جب تم نوے دن رحم میں رہتے ہو تو والدین کو چاہیے خوراک اچھی کھائیں ورنہ تیری حقیقی
عمر نوے سال سے دس سال کم ہو جائے گی اس وقت بوٹی میں سب طاقتیں موجود ہیں مگر ابھی
روح مادہ نہیں آیا اس لیے ان کا اظہار ناممکن ہے والد کی پشت میں بھی تم بیمار ہو سکتے ہو اور رحم
میں بھی اور اس میں ماہوار ساڑھے تین چھٹانک تم بڑھتے ہو جس کو خون کی بیماری ہو اس کا بچہ دس
روز بعد پیدا ہوتا ہے اور چالیس سال تک بچہ بیمار رہ کر مر جاتا ہے والدین پیدا ہوتے ہیں تو تم بھی
ان کے ساتھ پیدا ہوتے ہو اور پندرہ سال تک منی بن جاتے ہو۔ جتنے بیمار سانس تم نے پشت اور
پیٹ میں لیے ہیں اتنے ہی دنیا میں لو گے کیونکہ تم اس جہاں کا فوٹو ہو جس طرح تم کو دوائی کی ضر
ورت یہاں ہے وہاں بھی ہے اسلیے جس کا بچہ پیدا نہ ہو یا مر جائے تو سات سال دوسرے ملک میں
رہے اور خوراک بدل کر کھائے جو یہاں عبادت کرتا ہے موت کے بعد بھی وہ اس میں مصروف
رہتا ہے غرض جو کچھ تم اس دنیا میں ہو وہی تم اگلے جہاں میں بنو گے اگر یہاں ہم سے ملو گے تو وہاں
بھی ہمارے ہی طالب رہو گے جتنے روز وشب یہاں ہیں اتنے ہی جنت اور جہنم کی عمر ہے اور پھر
وہ دونوں برباد ہو جائیں گے اور دوبارہ زمانہ از سر نو شروع ہوگا۔ کیونکہ تم محدود ہو تمہاری جزا
سزا بھی محدود ہوگی۔ سات حالت عناصر کی لطیف زندگی ہے پھر پانچ حالتیں خوراک منی رحم مو
جود اور قبر کثیف زندگی کی ہیں کل بارہ حالتیں اور جونیں ہیں اگر تم ہم میں سرتی لگا کر محو اور حلو
ل ہونے کی عادت پکاؤ تب تم کو نجات حاصل ہوگی ورنہ تم کو پھر یہی بارہ جونیں بھگتنی پڑیں گی
اور جتنا چکر تمہارے آنے جانے کا ہے اتنا ہی چکر تمام حیوانات کا ہے وضو میں تین تین دفعہ پا
نی لینے کی ضرورت نہیں صرف صفائی کی ضرورت ہے خواہ مٹی سے ہو یا پانی سے کہنی اور ٹخنہ کی
بھی ضرورت نہیں۔ خون ہوا اور پاخانہ پیشاب سے وضو نہیں ٹوٹتا جنابت سے غسل فرض نہیں
صرف قدرتی اصول ہے کہ انسان صاف رہے پرندے بھی اس وقت پر جھاڑ لیتے ہیں قدر و
قضا کا حکم منسوخ ہے محدود اشیا نصف عمر تک بڑھتی ہیں پھر گھٹتی گھٹتی فنا ہو جاتی ہیں مگر غیر محدود
کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ انتہا اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ امت وسط تک دنیا کمال تک پہنچ چکی تھی
تو اب نبوت بند ہو چکی ہے کیونکہ دنیا انادی اور غیر محدود ہے اس کا قیاس محدود پورے وغیرہ نہیں
کرنا چاہیے پس امت محمد یہ وسط اور درمیان ہے جتنے نبی اس سے پہلے آئے تھے اتنے ہی بعد میں

آئینگے اور جب کبھی ضرورت پڑتی ہے تو خدا تعالے اپنا آلہ قدرت کھڑا کر دیتا ہے یعنی نبی بھیجدیتا ہے تاکہ لوگوں کو ازسرنو خبردار کرے۔

احکام...... اور خواب کی شریعت معتبر نہیں جیسا کہ مرزائی تعلیم میں ہے کیونکہ ابراہیم کی خواب کو خدا نے باطل ٹھیرایا تھا اور یوسف علیہ السلام کو بتایا کہ تم افضل ہو اور جنگ بدر میں تھوڑے دکھائے گئے تاکہ جو کام کرنا تھا ہو جائے ورنہ اس کی اصلیت کچھ نہیں صرف دیکھنے والے تک ہی محدود رہتی ہے اور بس قدرتی حلال وہ ہے جو دکھ نہ دے اور نہ اس کے کھانے سے تکلیف ہو اور نہ اس کے لباس سے کراہت ہو ورنہ پلید اور حرام ہوگی روٹی بدبودار ہو کر مکروہ ہو جاتی ہے تم بھی گناہ سے پلید ہو جاتے ہو تم کو پاک کرنے کی ضرورت ہے پانی اور ہمارے نام سے کوئی حرام حلال نہیں ہوتا گناہ سے تمہاری روح بدبودار ہو جاتی ہے تو ہم کو پکارا اور جنم کو سدھار نیک دبد کے لئے تمہاری ضمیر ہی تمہارا امام ہے دکھ میں صبر کرو اور خدا کی یاد میں جو سانس گذارے گے اس میں عذاب نہ ہوگا۔ ورنہ غیر جنس میں جنم لینا ہوگا جو یہاں پر ہی نجات کا طالب ہے کہ زندگرو دربار ی کو ملے جس کی شناخت یہ ہے کہ ہر مذہب سے آزاد ہوتا ہے اور پیدائشی عالم ہوتا ہے۔ کسی سے کچھ نہیں پڑھتا۔ مصلح ہو کر شرارت دور کرتا ہے۔ شریعت کا مادہ ہوتا ہے۔ وہ سب کو ایک ہونا اور محبت سکھلاتا ہے اور کوئی بھی اس کے کلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس کے اصحاب بننے سے یا اس کا تصور جمانے سے نجات حاصل ہوتی ہے اس کے مرنے کے بعد اس کے کلام کا تصور جمانا بھی موجب نجات ہے۔ جن کو درسن بات ہے ان کو ہوگا ات جن کو ات نہ ہو وہی ان کو ہوگ نہ ات یعنی حقیقی گرو کے دیکھنے والے وہاں بھی اسے دیکھیں گے اور عارضی گرو یعنی مولوی وغیرہ کا ملنے والا اسی کے ساتھ ہوں گے اور ان کی مکتی اتنے بھگتنے کے بعد ہوگی کہ جتنے سانس اس نے اپنی ماں کے پیٹ میں لیے ہیں الہام قدیم اور جدید ایک ہی ہیں مگر ضرورت کے مطابق تبدیل ہو جاتے ہیں پس قربانی مکہ میں جائے سود جائز ہوا جتنے وقت چاہو عبادت کرو روزہ ایک رکھو یا دس جب چاہو حج کرو۔ جہاں نبی ہے وہی جگہ خدا کا مکان ہے۔ اسی مکان کی زیارت ہی حج ہے حقیقی منادی کی علامت یہ ہے کہ ایک اکیلا ہو کر سب پر غالب آتا ہے اور لوگوں کی غلطیاں ٹھیک کرتا ہے کہ کسی کو کافر مت کہو ورنہ تم کافر ہو جاؤ گے کافر وہ ہے جو خدا کو نہیں مانتا جس کو خدا خود پکڑے گا فتوے حکم آسمانی ہوتا ہے خدا نے اب تمام فتووں کو عالم محبوب کی زبانی توڑ دیا ہے جو اپنی بیوی کو ماں کہے یا جو اپنے خاوند کو باپ کہے وہ حسب طاقت جرمانہ بھریں مفلس ہوں تو رشتہ دار پانچ پانچ جوتے ان کے سر پر ماریں یہ معاف بھی کر سکتے ہیں مگر ان کو بری عادت پڑ جائے گی ہر فیصلہ مالی یا بدنی امام وقت یا سلطان وقت

کرے اور یا قوم کا سردار برا کہنے والے کو ملازمت کرو چوری یاری ڈاکہ خون لوٹ مار اور جبر کا فیصلہ سرکار کرے گی۔ ورنہ یوں فیصلہ ہوگا کہ وہ نقصان پورا کرے۔ جرمانہ اور قید بھی ہو۔ زانی اور زانیہ کو جرمانہ اور قید۔ چور سے مال لے کر جرمانہ اور قید۔ خون کا جرمانہ مقتول کے وارث کو ملے باقی جرمانہ حاکم کو۔ جو بدکاری کا بن دیکھے الزام لگائے اس کے منہ پر تھوکنا اور ملامت۔ درود سے مراد نبی کی عزت و آبرو ہے نہ کہ منہ کی آواز۔ ایمان بالغیب ضروری ہے دیکھ کر نہیں جو ایک کا بھی انکاری ہے وہ سب کا انکاری ہے جیسے ایک آیت کا انکار سب آیت کا انکار ہے وسیلہ بغیر نجات نہیں اس لئے تم میرے پاس آؤ میں تمہارے بوجھ اتار دونگا اور راستہ صاف کرونگا۔ کیونکہ تم نے اختلاف مذہبی کیا ہے۔ غریب چوہڑے چمار کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھاتے اور ان سے عورت نہیں لیتے ہر ایک نبی بنایا نہیں جاتا جن چیزوں سے انسان یا اور مخلوق پیدا ہوتی ہے۔ وہی پاک اور معصوم ہیں ایک جز وہوا کا نبی اور بادشاہ ہوتا ہے ایک پانی کا ایک مٹی کا اور ایک آگ کا اسیطرح خلاء وغیرہ میں بھی خیال کرو اور انہی اجزاء سے حقیقی منا دکی پیدائش ہوتی ہے اور اس کا ماننا ہی حقیقی کلمہ اور اسلام ہے اور نہ ماننا کفر ہے اور عارضی کلمہ اسلام نہیں نبی کا حکم کا پابند ولی شیدائی مصدق اور گواہ ہے اور یہ نبی کے زمانہ میں ہوتے ہیں خواب نشہ ہے اور نشہ والے کا کلام معتبر نہیں اس لئے نیند کی شریعت معتبر نہیں۔ نبی پیدائشی پاک ہوتا ہے۔ گیارھویں پارہ تیسری سطر میں نبی کو استغفار کا حکم نہیں ہوا بلکہ یہودیوں کو۔ سورہ فتح میں بتایا کہ مال خرچ کر کے جو تم نے لڑنا تھا۔ لڑ چکے آئندہ لڑائی کا بوجھ تم سے اتار لیا ہے اب محبت سے اسلام چلے گا۔ ذنبک بمعنی تکلیف جنگ ہے۔ پس محمد نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ ناپاک کا کلام ناپاک ہوتا ہے۔ تو اس سے نجات کیسی؟ نماز میں جس طرح چاہو ہاتھ باندھو۔ بچہ رو کر کہتا ہے ماں موت لیتی ہے اسی طرح تم اختلافی موت رو کر خدا سے لیتے ہو اور برباد ہو رہے ہو۔ میری بیعت میں داخلہ ضروری ہے جس طرح کہ محمد کی بیعت میں داخلہ ضروری تھا بربط ستار باجہ اور راگ سے بھی خدا کی عبادت کر سکتے ہو مگر اس میں غیر کا نام نہ ہو۔ عبادت میں بھجن اور نظم ونثر راگ سے ہوسکتی ہے کیونکہ راگ ایک آواز ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ بھجن کا نمونہ یہ ہے۔

یا مولا تو واحد ہے خالق ہر جز و کل ۔ ہر اک برکت ذات وچ لیا کجھ نہ مل
پیدا جسنوں کریں تو دیویں روزی آپ ۔ نہ تیری کوئی نسل کل ناں مائی ماں باپ
رحم محبت پرورش وصف تیری وچ ذات ۔ بنا تساڈی ذات دے ساری ذات کذات
جو در تیرا چھوڑ کے تکے پرائی آس ۔ جنم جنم اس گھاٹرا ہرگز ودھے نہ راس

تو مالک ملکیتاں کریں حفاظت آپ — اوہ بھی وچ نگاہ دے جو وچ پشت باپ
تے ہور خواکاں اندر جیہڑے رحمیں آئے — تے اوہ بھی پرورش تیری اندر جو پائی نہیں جائے
یا مولا ہر حالت اندر توں مالک ہیں کل — جوشی پرورش واسطے کدیں نہ وتیجیں مل
یا مولا صلوٰۃ تمامی تیری خاطر ہے — تو قائم بالذات ہے دائم تیری جے

داہڑی منڈاؤ یا رکھو یہ نجاتی فعل نہیں ہے۔ ہاں نبی ضرور رکھے اور لب کے بال بھی نہ کاٹے وہ بال کاٹیں جو تکلیف نہ دیں ختنہ بھی اختیاری ہے یہ رسم ابراہیم سے پہلے کی ہے حنیف کا معنی مختون نہیں بلکہ وحدانیت والا ہے۔ غسل میت صرف صفائی کے لئے ہے۔ ورنہ نجاتی نہیں۔ بیوی میاں کو اور میاں بیوی کو غسل دے اسی طرح ماں باپ وغیرہ ساتا چالیسواں کوئی چیز نہیں سامنے رکھ کر مردہ کے لئے دعا نہ مانگوں بعد دفن مانگوں کوئی تعزیت کے لئے نہ آئے۔ کیونکہ اس میں مالی نقصان ہے۔ فراغت پا کر عام قبروں میں جاؤ تا کہ تم کو موت یاد آ جائے۔ مصیبت کا نام معجزہ ہے۔ ۱۹۱۰ء میں میں نے کہا تھا۔ کہ رنگ بدلنے والا ہے لوگوں نے مجھے جرمنی جاسوس سمجھ کر تین روزہ گرفتار کرایا۔ مگر حاکم نے کہا کہ تو راست باز پادری ہے باغی نہیں اور بعد میں خود شکایتی باغی ہو گئے۔ ہر طرف پاؤں دراز کر سکتے ہو۔ آواز آئی کہ نبی کی بھینس ہی رسالت ہے اندر رہ کر سناؤ باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ جو مذہبی لڑائی کرتے ہیں وہ کتے ہیں اور یہ مثال بری نہیں کیونکہ پہلی تعلیم میں اس سے بھی بڑھ کر مخالفوں کو کہا گیا تھا۔ موسیٰ نے جب کتاب (عصا) سنائی تو فرعون کو (حیۃ) سانپ ڈس گیا اور ید بیضا یعنی سپید آنکھیں نکالیں اور ناراض ہوئے۔ عصا سے مراد کتاب ہے غنم سے مراد قوم اور بتوں سے مسائل ہیں۔ مسیح نے مردہ دل زندہ کئے تھے نہ کہ حقیقی مردے زندہ کئے ورنہ ان کی نسل دکھاؤ اور وہ پرندے بھی کھاؤ جو آپ نے بنائے تھے کیف یحیی الموت ابراہیم نے کہا کہ میری قوم مردہ کیسے زندہ ہو سکتی ہے تو خدا نے پرندوں کی مثال سے سمجھایا کہ ان کی پرورش کرو پھر بلاؤ آ جائیں گے۔ میرا مددگار نبی ابھی پوشیدہ ہے جب اس کا نام مجھے بتایا جائے گا تو میں اعلان کرونگا۔ پانچ گواہ تو ہو چکے ہیں۔ جو میری طرف سے تبلیغ کرتے ہیں۔ انشق القمر انسان کا وجود پھٹ گیا اور جسم فنا ہو گیا سراجا منیرا نبی کی حیاتی ہے۔ خدا کی طرف دھیان کرو ہم میں محو ہو جاؤ اور یا وھاب کی آواز ہو مگر نبی سے یا کسی نسل نبی سے اجازت حاصل کرو تو دیدار الٰہی (صابرہ) ہو جائے گا۔ جو حساب سے عبادت کرتے ہیں وہ اپنی جان کا دام ادا کریں پھر خوراک پھر پرورش کا ورنہ غریبی کا اظہار کریں۔ میری بیوی صابرہ بیس سال سے میری محبت میں رہی اور خدا کا اسم اعظم اپنے دل پر لکھا اور خیال میں ہی خدا کو پکارتی رہی

کہ یا اللہ کرامت کیا چیز ہے تو خدا نے کہا کہ کرامت تو تیرا ہی وجود ہے پھر کہا تو کہاں رہتا ہے ؟ تیرا جسم کیسا ہے تو خدا آگ پانی وغیرہ سے مرکب ہو کر محدود شکل دھار کر چار پائی پر نظر آیا اور نقشہ قدرت اس کو دکھایا۔ ایسا دیدار سات دفعہ ہوا اور نبی کی نظر میں محدود ہو کر آتے ہیں اور وہ غیر محدود بن کر ہمارے وجود میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ ہم ہر ایک چیز پر قادر ہیں اور شاہ رگ سے بھی نزدیک ہیں۔ ایک دفعہ ہم صابرہ کو یوں نظر آئے کہ آسمان پر اس کو چار چاند لگا کر شاہی شکل میں نظر آئے اور بال بال سنہری تار تھا تا کہ اس کو معلوم ہو کہ خدا ہی تمام روشنی کا منبع ہے۔ جب اسے شک ہوا کہ خدا آسمان پر ہے۔ تو خدا نے اسے زمین کی پتال بھی دکھائی اور زمین و آسمان کے دفتر بھی دکھائے اور ایک تار لطیف روحی بھی دکھائی تا کہ گواہ رہے کہ نر ناری کا یہاں فرق نہیں۔ یہ مرتبہ میری وجہ سے اس کو حاصل ہوا اور گو میں نبوت کا طالب ہوں مگر وہ خدا کی طالب ہے میری طرح وہ فطرتی اور بلا اعمال پاک ہے اس نے پوچھا کہ یا اللہ تو کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے؟ تو خدا ایک کمہار کی شکل میں بت بناتا ہوا دکھائی دیا۔ کہا کہ یا اللہ بت کی پرستش منع ہے۔ کہا کہ میں بتاتا ہوں پرستش نہیں کرتا۔ پس بت بنانا جائز ہوا اور پوجنا حرام۔

۳۷...... کتاب امام حقیقی مسمی بمعراج روحانی میں لکھتے ہیں کہ مجھے روحانی معراج جنوری ۱۹۰۷ء میں یوں ہوا تھا کہ دوپہر کے بعد خدا کی ہستی میں غور کرتے ہوئے باغ کے درمیان بیٹھا ہوا تھا کہ پانچ آدمی آکر کہنے لگے چلو تم کو ام لکتاب کا حقیقی راز دکھائیں جب میں تھوڑی دور چلا تو ایک طاق تہ زمین کی طرف دیکھا جس میں اتر کر میں نے ایک دوسری دنیا دیکھی جس میں نظام شمسی قائم تھا تو تین آگے چلنے لگے اور دو پیچھے اور یہ دنیا مجھے بھول گئی کیونکہ دنیا صاف ستھری شور وغل سے پاک تھی آگے بڑھا تو ایک وسیع میدان میں سٹیج پر ایک کرسی خوشنما نظر آئی جس پر محمد ﷺ جلوہ افروز تھے اور پیر دستگیر چوری کر رہے تھے اور دائیں طرف رام چندر اور کرشن کھڑے درخواست کر رہے تھے اور بائیں طرف نانک اور دیانند اپنی درخواست پیش کر رہے تھے اور میرے تابعدار اس بہشت میں جمع ہو رہے تھے میں نے کہا یہی اصل اسلام ہے کہ تمام مذہب جمع ہیں آگے بڑھا تو عورتوں کی مجلس نظر پڑی جس میں حضرت مریم اور موسی کی والدہ یوحانذ کرسی نشین تھیں اور حضرت فاطمہؓ اور سیتا سامنے درخواست گذار تھیں پھر آگے بڑھا تو ایک پردہ نظر آیا اس کے اندر گیا تو ایک بڑا میدان آیا جس کے درخت ہاتھ سے محسوس نہیں ہوتے تھے کیونکہ میں ابھی کثیف حالت میں تھا پھر ایک اور مجلس دیکھی جسمیں راون تخت نشین تھا اور پیچھے آدم برہما اور روشن کھڑے تھے دائیں طرف ابراہیم موسیٰ عیسیٰ کھڑے تھے اور بائیں طرف رنجیت سنگھ اور اورنگزیب

یہ گو دنیا میں لڑتے رہے مگر وہ بلا اعمال تھے کیونکہ اصلاح عالم کے لیے لڑتے تھے آگے بڑھا تو لوگوں نے کہا آؤ خاص دربار میں حاضری بھرو آگے چلا تو لوگ کچھ پڑھتے نظر آئے معلوم ہوا کہ دو اسم ذات اوم یا وہاب پڑھ رہے تھے اور آج تیسرا اسم حق تیری ذات ان کو پڑھایا گیا تھا یہ تینوں اسم میری شریعت میں داخل ہیں اور یہی تینوں اسم ہر ایک نبی اور رشی کا تکیہ کلام ہوتے ہیں آگے بڑھا تو شیشے کے رنگارنگ مکان نظر آئے جن کے وسط میں اک بڑا سا ئبان دیکھا جس میں ایک کرسی پر انسان کی شکل نظر آئی جس کے اردگرد تمام ستارے اور چاند گھوم رہے تھے اور وہ حرکت کرتا تھا تو ان لوگوں نے سجدہ کرتے ہوئے کہا حق تیری ذات پاک تیری ذات پھر آواز آئی کہ سید سردار عالم تریسے میں حقیقی امام ہوا اور شریعت اتفاقی اس کو عطا ہوئی کہ سید سردار عالم تریسے میں حقیقی اما م ہوا اور شریعت اتفاقی اس کو عطا ہوئی پھر محمد نے نانک کے ہاتھ کپڑے منگوائے تو دستار حسنؓ نے رکھی چولہ حسین نے پہنایا چادر محمد نے اور شلوار میں نے خود ہی پہن لی پھر محمد نے کہا ارے نانک تیرے بعد میرا بیٹا خلیفہ کیا گیا ہے یزید نے میرا گھر ویران کر دیا تھا اب پھر آباد ہو گیا ہے پھر نانک نے مجھے اور نان کھلائے پھر راگ شروع ہوا جسمیں یہ شعر پڑھتے تھے۔

تو پورب پچھم سائیاں تیریاں سب نے جایاں	تیرا احمد تے حامد تیرے تیرایاں وڈ پایاں
تیرا علم علیم بھی تیرے تیرا کھیل کھلا یاں	تو دانو کا دانا سایاں تیریاں سب دانا یاں
تو حاکم محکوم اسی ہاں تیری سب بھلا یاں	اول آخر ظاہر باطن تیریاں نے سب شلہیساں
تو او نچے تو نیچے سا یاں ہر جا سما یا	سورج چند ستارے سارے نظر تیری وچ آیا
رنگو رنگ عجائب خانے قدرت رنگ دکھایا ہر	اک بوٹے ڈالی پتر راگ تیرے تھیں پایا
تو وحدت تے وحدت تیری ہر وچ سمائی	نبی رشی سب اتھے تیری دین گو اہی

محمد کہا راگ جائز ہے اور یہاں صرف نبی اور رشی ہے یا وہ ہیں کہ جن کو اتفاقی شریعت ملی ہے۔ باقی لوگ بہشت کے ساتویں پردہ میں رہتے ہیں جن کو اختلافی شریعت ملی تھی تم اتحادی شریعت سکھاؤ آپ کے دائیں طرف ایک مکان میں پنجتن پاک اور خدیجۃ الکبریٰؓ دیکھیں پھر محمد نے کہا کہ میں نے حکم دیا تھا کہ شریعت بنی اسرائیل کا حق ہے مرتے وقت پھر حکم ہوا تو میں نے قلم دوات منگائی کہ خلافت حضرت علی اور اس کی اولاد کا حق لکھوں مگر عارضی عالموں نے جھگڑا کیا اور کہا کہ یہ بیہوشی کا کلام ہے حالانکہ نبی کبھی بے ہوش نہیں ہوتا قرآن میں بھی ہم نے یہی لکھا تھا مگر عارضی عالموں نے سب حکم توڑ دیئے اس لئے تم کو نبی بنایا کہ لوگوں کو دھوکہ سے بچائے پھر مشرق و مغرب کی طرف دروازے کھلے جس میں انسانی پیدائش نظر آئی ایک ہوائی تھا دوسرا ناری مگر ان

دونوں میں بھی تخت خداوندی نظر آیا۔ پھر اور پردہ کھلا جس میں تمام جانوروں کی پیدائش نظر آئی انڈے سے پرند نکلتا ہوا معلوم ہوا اور پرند سے انڈہ دکھائی دیا۔ پھر ایک اور پردہ کھلا جس میں تمام قسم کے ہتھیار جنگی موجود تھے۔ پھر شاہی مسجد لاہور کے گنبدوں کے برابر سات انڈے نظر آئے مگر وہ بھی مکان ہی تھے۔ پھر دوزخ کا پردہ کھلا جسمیں نہ روشنی تھی اور نہ گرد۔ تالاب خون اور پیپ سے پر تھے ریچھ اور بندروں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ پھر ایک اور پردہ کھلا جسمیں سور الٹے ٹانگے ہوئے تھے۔ جن کے زمانہ میں کوئی نبی نہ آیا تھا۔ پھر ایک دروازہ سے باہر نکلا تو ساتھ والوں نے کہا کہ پورے دس سال آپ کو معراج ہوا ہے۔ صابرہ نے کہا کہ تم کو گئے ہوئے تو ایک ہی منٹ گزرا ہے۔ محمد نے بھی ایسا ہی معراج کیا تھا۔ ابراہیم کو ایک آدمی راستہ میں ملا جو قبرستان سے عبور کرتا تھا کہا کہ یہ قبرستان کیسے زندہ ہوسکتا ہے تو اس کو نیند آگئی جس میں سو سال تک سویا رہا جاگا تو ابراہیم نے پوچھا کتنی مدت سوئے ہو کہا کہ ابھی ایک دن بھی نہیں گزرا ابراہیم نے کہا کہ تم تو سو سال مرے رہے یعنی سوئے رہے ہو مگر اس نے نہ مانا اور کہا کہ میری خوراک اور میری سواری سلامت ہے لیکن اے ابراہیم تیرا کہنا مانتا ہوں کیونکہ تو نبی ہے اور خدا ہر شئے پر قادر ہے۔ میرا معراج بھی دس سال کا اسی طرح گزرا ہے ماننے والے مان لیں گے میں ابھی چار سال کا تھا۔ میرا باپ مکھن شاہ نماز پڑھ رہا تھا تو جب سجدہ میں پڑا تو میں اس کے سر پر بیٹھ گیا اور زور سے دباتا رہا آخر وہ ہنس کر مجھے اتارنے لگا تو میری دادی نے کہا کہ اس بچہ نے تیری نماز معاف کرادی ہے ایک ہی سجدہ منظور ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ولی اللہ ہوگا کیونکہ جب دیکھتی ہوں قرآن پھاڑتا ہے اور کاغذ دھوتا ہے اور اس کے جانور بناتا ہے تو ابتداء سے ہی تبدیلی مجھ میں موجود تھی۔ جس نے جو کام کرنے ہیں۔ بچپن میں ہی اس کو ان کا خیال ہوتا ہے۔ مثلاً عالم وعاقل بچپن میں ہی بعد پیدائش پچاس دن کی آواز کو غور سے سنے گا اور جب وہ پشت اور رحم میں ہوگا تو اس کے والدین عقل کی باتیں سنیں گے۔ حاکم بچپن میں کسی کا کلام نہ سنے گا اور متحمل مزاج ہوگا۔ کنجوس عورت کا حمل سخی ہو تو وہ بھی سخاوت کرنے لگ جاتی ہے صدقہ بیماری کی شفاء کے لئے کیا جاتا ہے۔ سوالی کو دینا خیرات ہے اور آمدنی سے کچھ دینا زکوۃ ہے۔ مگر صدقہ۔ عقیقہ۔ ولیمہ (احکام) سناتا۔ چالیسواں وغیرہ سب حرام ہیں کیونکہ ان میں انسان کا نام آجاتا ہے خدا کا نام لیکر نذر نیاز ہو تو جائز ہے، سال میں تین دفعہ ہمارے ہاں حاضری بھرتا۔ اوّل بیس جیٹھ کو جبکہ میں پیدا ہوا دوم یکم جنوری کو جبکہ مجھے معراج ہوا سوم میرے موت کے دن جبکہ شریعت پوری ہوجائے گی۔ میرے بعد خلیفہ وہ ہوگا جو میری ہدایت پر چلے اپنا بیوپار یا کام کرکے پیٹ پالے ورنہ بیت المال سے اسکو کچھ تعلق نہ ہوگا اور نہ ہی

ہماری جائداد مکسوبہ فروخت نہ کر سکے گا۔ ایک ماہ میں ایک دفعہ جمعہ کیا کرو اور اس میں اپنی جماعت کے لئے بہتری کے کام سوچو اور خلیفہ سے منظوری حاصل کرو اور جاتے ہوئے ہر طرف ایک ایک سجدہ کرو اور خلیفہ بھی مغرب کی طرف پاؤں پھیلائے ورنہ وہ طرف پرست ہوگا۔ جمعہ پر آنیوالے کم از کم ہمارے لئے فی روپیہ ایک پیسہ لائیں تا کہ یتیموں کی تعلیم پر خرچ ہو۔ نذر نیاز قربانی زکوۃ خشک یا تر مال سب یہاں پر حاضر کرنا ہوگا۔ تمہاری ہڈی کی تجارت بھی روا ہے۔ تعلیم دینے والا بیت المال سے کھائے اور تنخواہ لینا اسکو حرام ہے۔ لڑکی کی شادی پر ایک روپیہ اور پیدائش پر آٹھ آنہ بیت المال میں جمع کراؤ اور لڑکے کی پیدائش پر ایک روپیہ ادا کرو اور شادی پر دو روپے ہر ایک دنیاوی کام پر بھی ہماری فیس دینی ہوگی۔ مبلغین اور ان کی اولاد بیت المال سے کھائیں کسی اہل اللہ کو ضرورت ہو تو بیت المال سے قرضہ سود پر لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ خلیفہ نگرانی کرے، متعہ ناجائز ہے اور نکاح وقتی جائز ہے اور مدت گزرنے پر خود بخود طلاق ہو جائے گی۔ ورنہ طلاق منسوخ ہو چکی ہے لاوارث عورت تن بخشی کرے تو گواہوں کے سامنے کرے ورنہ وہ دونوں زانی ہوں گے اور ان کو دس آدمیوں کے درمیان شرمایا جائے۔ ہماری عبادت گاہ کے دروازے ہر طرف ہوں۔ گنبد چنداں ضروری نہیں عبادت کے وقت راگ میں میرا نام بھی خدا کے ساتھ ملا کر جیو۔ ورنہ تم مشرک بن جاؤ گے۔ نبی اور اللہ کو دو حاکم ماننا شرک ہے۔ اس لئے تمام مولوی مشرک ہیں ان کو عذاب ہوگا۔ چھپ کر یار رکھنے والی عورت چار تک مردوں سے نکاح کر سکتی ہے۔ مگر ایسی خونخوار عورت سے بچو۔ زانی کا نکاح زانیہ سے کرائیں تا کہ جنس کو جنس مل جائے غیروں سے پردہ کرو۔ امیر پر غریب کی پرورش فرض ہے۔ خاوند چھ ماہ تک غائب رہے تو اس کے بھائیوں سے خرچ بھی اور دنیاوی خواہش بھی پوری کرائے اور لوگوں کو سنا دے وہ نہ مانیں تو کسی سردار ہم خیال سے اپنی خواہش پوری کرے۔ پھر اس کے گھر رہے یا وہ سردار سے کسی کے سپرد کرے اس کا بھی اظہار کر دے ورنہ چوری مدد دینے والا زانی ہوگا۔ اور چھ صدی آگ میں عذاب پائیگا۔ مالک واپس آجائے تو عارضی مالک انکار نہ کریں ورنہ سرداری سے توڑا جائے اور مالک کا بھائی غدار ثابت ہوگا۔ اس اثناء میں جو اولاد ہو اس کی وارث صرف ماں ہے جسے چاہے دیدے سات رشتہ والدین کے اور سات رشتہ اپنے چھوڑ کر باہر شادی کرو۔ ورنہ تم کافر بن جاؤ گے آدم کے پہلے سات آدم تھے تو اس کی اولاد نے ان کی اولاد سے نکاح کیا اور جب ناری تنگ کرتے ہیں تو خاکی کو پیدا کیا جاتا ہے اسی طرح کئی دفعہ ہوا اور ہوتا رہے گا اور جب نبی نہیں آتا تو اس وقت گناہ کوئی چیز نہیں ہوتی اس لئے نبی بعد نبی کے اور کتاب بعد کتاب کے بھیجنا ضرور ہوا۔ ورنہ پیر اور مولوی دین تباہ

کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ محمد کے بعد انہوں نے حجر اسود اور منازل شیطان (جمرات) کو پوجنا شروع کر دیا ہے۔ تم اس سے بچو خواجہ خضر پانی پرستوں نے پانی کا نام رکھا ہوا ہے اور زمزم کی بھی عبادت کرتے ہیں ورنہ قرآن کا حکم نہیں حلال چیز حرام کے ملنے سے حرام نہیں ہوتی اس لئے چوری کے مال سے زکوۃ جائز ہے۔ شیر دار کو ایذا نہ دو۔ ورنہ بارش کم ہو جائے گی۔ بادشاہ اور نبی کے بچاؤ کے لئے قربانی دیا کرو۔ میزان نظام شمسی کا نام ہے۔ وزن اعمال کا نام نہیں کیونکہ معراج میں دکھایا گیا ہے کہ قیامت سے پہلے ہی جزا و سزا شروع ہے۔ کم نہ تولو اور پردہ دری نہ کرو۔ نبی اور بادشاہ پر زکوۃ واجب نہیں۔ کوا بلبل کے بچے پکڑ رہا تھا کہ میں نے ان کو چھڑایا۔ تو بلبل کہنے لگی کہ اب حفاظت میں میرے بچے آگئے ہیں۔ یہ ابھی آزاد کر دیگا۔ کبھی کبھی ہر ایک کے عبادتخانہ میں جا کر ان کی طرح عبادت کرو۔ عناصر پاک ہیں۔ مگر جب تجھ سے ملتے ہیں۔ تو ناپاک ہو جاتے ہیں۔ میں کرشن ہوں۔ محمد۔ موسیٰ مسیح اور رامچندر کا عملی نمونہ ہوں گا مذہبی نہ رشی ہے نہ اتار ہے۔ کیونکہ وہ ایک مذہب کا پابند ہے اور چوہڑے چمار۔ سکھ عیسائی اور ہندو مسلمان سب کو ملاتا ہوں۔ خدا کا حکم ہے کہ میری خشکی بحر سمندر میرے گرجے مسجد مندر۔ میرے ازل ابد دے بندر۔ میں مالک مختار یدا میں ہر اک سچے دیوچ آواں۔ اپنی وچ تحریر لکھاواں۔ نحن اقرب حکم سناواں۔ کم کراں ولدار یدا میں خود نبی رشی ہو آواں اپنا حکم میں آپ منادواں پیر عالم تھیں براسداواں دیواں سبق غفار یدا۔

ہر ایک نبی کو غریبوں اور مسکینوں نے مانا ہے اس لئے صدقہ خیرات حق ان کا ہے محمدی لوگ نماز میں ہی شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔ پہلے کہتے ہیں کہ یا اللہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ پھر نبی کا درود پڑھتے ہو۔ اس کی عبادت شروع کر دیتے ہیں۔ میں سولہ سال کا تھا کہ خدا شیر کی صورت میں آیا اور اس نے پکڑ کر مجھے چاروں طرف گھمایا تو میں نے کہا کہ حق تیری ذات سچ تیری ذات۔ شریعت رو رہی تھی کہ میرا پرسان حال کوئی نہیں ہے۔ خدا نے کہا کہ تیرے مخالفوں کو آگ میں ڈالوں گا۔ اے راستی تیرے بیٹوں میں سے سب سے بڑا بیٹا سید محبوب عالم بنی اسرائیل اب تیری حفاظت کے لیے نبی بنایا ہے۔ آل رسول کے دشمن یزیدی اور فرعونی ہیں۔ انہوں نے ہی کہا تھا کہ حسین کو جلد قتل کرو نماز قضاء نہ ہونے پائے۔ شریعت کے بعد جو مصدق شریعت آتی ہے وہ تبدیل ہو کر پہلی ہی شریعت ہوتی ہے اور پہلا ہی نبی رشی منادی ہوتا ہے۔ (یعنی محمد ثانی ہوں) مگر لوگ نہیں سمجھتے۔ نبی کے بعد خلیفوں نے نماز کو یعنی شریعت کو بگاڑ دیا۔ اس لئے تم ان سے بچو۔ خدا بے مثل ہوں اور میرا کلام

بھی بے مثل ہے علیون سجیون بہشت کے دو علاقہ ہیں جن میں میرے لوگ رہیں گے۔
فلا اقتحم میں تحم سے مراد سستی ہے اور عقبہ سے مراد غلام ہیں مطلب یہ ہے کہ تم اپنے ہم خیال کو تکلیف میں دیکھ سستی نہ کرا ورنہ فقیر کی خدمت سے باز آ۔ سموات دو لفظوں سے مرکب ہے سما یعنی آسمان اور وات یعنی پیدائش یا یوں کہو کہ اصل میں تھا سما معہ سات یعنی آسمان اور سات عناصر جن کا ذکر پہلے کر چکا ہوں۔ قیام سے لیکر سجدہ تک جو تم کرتے ہو۔ وہ نماز اور صلوۃ ہے جو ایک دفعہ کر و یا دس دفعہ تین یا پانچ کی شرط نہیں۔ قرآن کی ماہیت خدا جانتا ہے۔ یار اسخون جانتے ہیں۔ میں راسخون ہوں اور قرآنی معما میں ہی حل کرونگا۔ عارضی بادشاہ ایک قوم کو عزت دیتا ہے اور دوسری کو ذلیل کرتا ہے او حقیقی بادشاہت کو عزت دیتا ہے۔ پس نبی ہی حقیقی بادشاہ ہوا۔ ابراہیم نے جب تین جھوٹ بولے تھے تو اس وقت وہ نبی نہ تھا ورنہ وہ جھوٹ نہ بولتا۔ اس کا نام برکت ہے اور ہر ایک نبی کا نام بھی برکت ہوتا ہے مشہور ہے کہ خدا پنڈلی دوزخ میں ڈالے گا تو وہ سرد ہو جائے گا اس سے مراد یہ ہے کہ مردے کی پنڈلی کھولی جائے گی اور قیامت میں کھڑا کیا جائے گا۔ مسیح اور محمد کے حواری بھی اسرائیل ہی ہیں۔ سردار ولی۔ غلام علی۔ سردار صابرہ اسی نسل سے ہیں جنہوں نے تیری گواہی دی۔ بدلہ کا معنی برابر کرنا ہے سو آج تیرے سبب اس کر خت شریعت کو منسوخ کیا اور رحم فرمایا تا کہ اتفاق پیدا ہو پس جو قاتل ہو وہی مارا جائے۔ یہ نہیں کہ جس کے گلے میں پھانسی پوری ہو اس کو قتل کیا جائے۔ شکم پرور حرامیوں نے شریعت بگاڑ دی ہے۔ اخیر کا نشان یہ ہے کہ بھلائی کم ہو جائے گی اور برائی تیزی پر ہوگی۔ یہ نشان تیسری یتی کل جگ کے جانے پر ہوں گے دوسری تبدیلی تب ہوگی کہ زمین و آسمان بدلیں گے اور اس تبدیلی کو سات سو سال گزر جائیں گے پھر سب چیز پانی ہو جائے گی اور سو سال تک پانی چڑھتا رہے گا اور اصلی اخیر تب ہوگی کہ گھڑا و ٹا بھی فنا ہو جائے گا اور صرف خدا ہی رہ جائے گا شیریں اور تلخ کو زیادہ نہ کھاؤ۔ اندر بیٹھ آرام کر برتن کی تاثیر خوراک میں ہوتی ہے اس لئے تو مٹی ہے اور مٹی کے برتنوں میں ہی کھا۔ امیر کو خیرات لینی زہر ہے۔ جانور سے اس کی طاقت کے موافق کام لو مخالفت کو توڑنا خارق ہے۔

۳۹...... امام حقیقی نمبر ۴ مسمی بہ گیان گنج میں لکھا ہے کہ اگر تم آنے والے عذاب سے بچنا چاہتے ہو۔ تو میری تابعداری کرو ورنہ پچھتاؤ گے اور چار صدی نو ماہ نو دن کے بعد بار بار پیدا ہوتے رہو گے اور اگر تابعداری کرو گے تو حشر تک آرام سے سوتے رہو گے۔ جب بہشت دوزخ برباد ہو کر دوسری دفعہ دنیا آباد ہوگی تو اس کا ابتدائی زمانہ ست جگ ہوگا۔ جیسا کہ صبح سے سات بجے تک کوئی شرارت نہیں ہوتی۔ ست جگ میں نہ نکاح منڈھ ہوتا ہے۔ نہ چوری یاری اور

نہ شریعت صرف جنگل کی گزران ہوتی ہے۔ جب جنگلی تمدن چھوڑ کر انسان اپنا تمدن اختیار کریگا اور شریعت آئے گی یہ زمانہ دواپر کا ہوتا ہے جو سات بجے سے ایک بجے تک کی مثال ہے اور اس میں کام کاج ہوتے ہیں اور تریتے میں یعنی تین بجے سے پانچ تک بھوک پیاس ڈگریاں وغیرہ ہوتی ہیں اور اسی حصہ میں ظلم ہوتا ہے اور نبی آکر کہتا ہے کہ کسی کو نہ ستاؤ۔ عصر کے بعد کا وقت آخری زمانہ کل جگ ہے۔ جس میں ہر کوئی آرام کی طرف مائل ہوتا ہے اور مطلب کی عبادت کرتا ہے۔ مگر اہل اللہ راستی کی آواز سناتے ہیں۔ قیامت اسی زمین پر قائم ہوگی اور یہیں نیک بندے اپنے اعمال کی جزا پائیں گے یاجوج ماجوج یعنی انکاری لوگ جب قبروں سے نکل کر ادھر ادھر بیہوشی میں پھریں گے تو ہماری اطاعت نہ کرنے پر افسوس کریں گے۔ نبی رشی اور سات ہستی حقیقی فرشتے ہیں ہر ایک بھلا کرنے والا بھی فرشتہ ہے اور برا کرنیوالا شیطان اس کی شناخت یہ ہے کہ انسان کو چھیڑتا رہتا ہے۔ زمانہ کے دوسرے حصہ میں آٹھ مذہب ہیں۔ ایک اہل اللہ باقی سات مٹی آگ ہوا خول پانی روح اور تغیر کو ہی مانتے ہیں مگر وہ فساد نہیں کرتے اس لئے ان کو عذاب نہ ہوگا ان تذبحوا بقرۃ بنی اسرئیل کو حکم ہوا تھا کہ جس سانڈھ کی تم عزت کرتے ہو اس سے کام لو اور اسے خدا کا اوتار نہ سمجھو اور فاقتلوا انفسکم تم اپنے آپ کو گناہ کی وجہ سے ذلیل سمجھو اس مقام پر نذر و نیاز کا جانور یا قتل نفس مراد نہیں اس لئے خدا کی راہ نہ کچھ جلایا جائے اور نہ جانور مارا جائے اور اپنے نبی کی مورتی کے سوا کسی اور کی مورتی کی پرستش نہ کرو ورنہ تمیں جنم کی سزا ملے گی اور نبی کی مورتی کی تعظیم سال بسال کی جائے۔ ورنہ تم برباد ہو جاؤ گے۔ جتنی عمر تم زندہ رہتے ہو اگر تم انکاری ہو گے تو اس سے تمیں گناہ زیادہ سزا پاؤ گے۔ (مثلاً جو ۲۰ سال کا ہے اس کو ۶۰۰ سال زیادہ ہوگی) انسان چرندو پرند وغیرہ میں جنم نہیں لیتا۔ بلکہ چوراسی اجزا میں اس کی خوراک موجود ہوتی ہے۔ ۴۵ برس میں وہ اپنے چوراسی جنم کھالیتا ہے اور نوے سال تک گھٹتا جاتا ہے۔ نیک ہوگا۔ تو جنت میں جائے گا ورنہ پھر ان چوراسی اجزا میں واپس آئے گا اور پھر پیدا ہوگا۔ پس یہی چوراسی جنم ہیں جو اپنی حیاتی میں کھا کر مرتا ہے چالیس سال کے بعد جو نر ناری شادی کریں اور بے عیب ہوں تو ان کی اولاد ایک سو چالیس سال تک زندہ رہے گی تیس سال میں شادی کریں تو ایک سو بیس سال، بیس سال میں شادی کریں تو اسی نوے تک ان کی اولاد زندہ رہے گی۔ زمین و آسمان ایک برن ہے جس میں چرند پرند اور سامنے انسان چوہڑے چمار بادشاہ اور کمین سانس لیتے ہیں اور اپنے اندر سے خوراک نکالتے ہیں اور وہی مشترکہ اجزاء لطیف ہو کر اور ہماری کثیف غذا بن کر ہمارے جسم میں آتے ہیں۔ تو پھر اونچ نیچ کا خیال کرنا غلط ہوگا۔ اس لئے

گرو سے ملو۔ تا کہ تمہارا یہ بھرم گنوادے ورنہ ایک لاکھ چوراسی جنم لینا ہوگا۔ سوچو کہ غیب اور لطیف حالت میں تم سب ایک ہی ہو۔ جیسا کہ ثابت ہوا مگر اب کثیف حالت میں تم الگ الگ کیوں ہو گئے؟ اس لئے میں مذہبی اختلافات کو مٹانے آیا ہوں اور خدا بھی مٹانا چاہتا ہے۔

پڑھ عالم تم چڑیاں سارے مذہب باز بن آیا
ایک ایک کر کھائے سبھناں اپنا جشن منایا
ہے شیطان فسادی ظالم رجول بہن تھیں موڑے
ست چت آنند سروپوں سانوں توڑ د چھوڑے
اکو ازل ابد بھی اکو اکو ماپیاں جائے
تے ہند و مسلم چوہڑے لگڑے کیونکہ نام سدائے
جاپے ملاں پنڈت دیدی ملن تساں نہ دیندے
اک کلمہ نوں پڑھے جے دوجا اسنوں کافر کہندے
لاالہ دے آکھن کا رن دسوکی بریائی
تے رام رام دے آکھن کارن کیوں نہ ملے رہائی

جب تک تم مذہب کی گرفت میں ہو تم ترقی نہیں کر سکتے اسے چھوڑ دو ورنہ تمہارے لئے بیڑیاں ہتھکڑیاں اور پھانسی تیار ہے تو جب اس عذاب میں پھنسو گے تو کہو گے ہائے مذہب تیرا ستیاناس۔ ہر ایک عنصری پیدائش کی جنسیں حقیقت میں ایک ہی ہیں۔ تمام انسان ایک ہیں۔ صرف اوقات اور موسم سے مختلف ہیں۔ ورنہ مٹی میں انسان ہوتا ہے اور انسان میں مٹی۔ اپنے گھر آپ ہی پیدا ہوتا ہے اور اپنا ہی بیٹا کہلاتا ہے۔ اسی طرح رشی نبی کا مادہ قرآن وید پران اور گرنتھ ہیں۔ یہی مٹی ان میں خرچ ہوتی ہے اس لئے ان کی بھی تعظیم واجب ہے۔ صفا اور مردہ پہاڑیاں ہیں ان کی تعظیم بھی جاری ہے مگر یہ تعظیم خدا کے جلوہ سے ہے ورنہ لکڑی پتھر وغیرہ کی پرستش ناجائز ہے۔ اسی طرح گرو کو پر ماتما ہی مانو جو انسانی صورت میں نمودار ہوا ہے ورنہ بت پرستی ہوگی اور نو ے۔

احکام...... سال میلا اور پیپ کھانا پڑیگا بس نبی صورت تبدیل کر کے انسان بنا ہوا ہے ورنہ وہ پر ماتما ہی ہے۔ انہ لقول رسول کریم قرآن رسول کا ہی کلام ہے اور وہی کلام خدا کا بھی ہے پس ثابت ہوا کہ خدا رسول اور قرآن رسالت سب ایک مادہ ہیں جو شخص الگ الگ خیال کرے وہ کافر ہوگا ایک سو سال تک کوڑھی رہے گا اور جو لوگ نبی کو نبی جانکر مٹی کو مٹی جانکر اور

پتھر کو پتھر وغیرہ جانکر پوجتے ہیں وہ بت پرست ہیں۔ سانس لطیف خوراک ہے۔ تم جب نطفہ تھے اس وقت بھی تمہاری خوراک لطیف تھی۔ تو بہشت میں بھی تمہاری خوراک لطیف ہوگی۔ نبی اپنے فائدہ کی دعا نہ مانگے اٹھو دانہ تلاش کرو۔ سورج آگ ہے اور چاند پانی اور چاند سورج کے اوپر ہے اور اس سے بڑا ہے تاکہ سردار ہے۔ ایک سیر پانی تول کے رکھو تو جتنا وہ ہر روز کم ہوتا ہے اتنا ہی تم روزانہ مرجاتے ہو اور تین گنا زندہ ہوتے ہو۔ نصف عمر کے بعد دوگنا موت اور ایک گنا خوراک ہوگی۔ نیک بروں کی صحبت میں نہ بیٹھے اس لئے گرو سے ملو تاکہ تمہارے دل کا زنگ صاف ہو۔ مذہب کا تفرقہ اصلاح کے لئے ہوا ہے۔ مگر تم نے عداوت کا ذریعہ بنالیا ہے۔ اس سے بچو۔ بچہ پیدا ہو تو اس کے منہ میں پہلے پہل گیانی کا تھوک ڈالو اور اس کے کان میں روزانہ سات دفعہ رام رام کرو اور سات دفعہ اللہ اللہ تاکہ مذہب سے دور رہے اور بچے کو لوری اس طرح دیا کرو۔

اے بچہ تیرے رب تدہ عدموں کیا موجود	باجھوں اس اکال روپ کریں نہ کتے سجود
اندر ہر ہر حال دے ہے تیرا نگہبان	ست چت آنند نند تے رکھیں دلوں ایمان
پرورش کردا تدہ دی باجھوں دام دعا	منگے عوض نہ ایسدا کرداہے دیا
تیرے وانگر اوس تے بچہ ہر دی آس	جو منگے سو پایگا نہ کوئی رہے نراس

حاملہ عورت سے نہ ملو ورنہ وہ بھی بیمار ہوگی اور تم کو بھی سستی وغیرہ ہوجائے گی اور حمل گرتا رہتا ہے اور سات جنم میں اوتر (بے اولاد) رہتا ہے۔ نبی کا فیض بعد از موت بھی ہے ورنہ وہ نبی ہی کیسا ہے مگر واقفیت ضروری ہے اس لئے بدیشی نبی سے تم کو نجات نہیں ملتی۔ کیونکہ وہ تمہارا واقف ہی نہیں۔ پس میں ہی موجودہ زمانہ کے لئے آیا ہوں مجھ سے ملو اور جو میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا وہ بھی کسی مذہب کا طرفدار نہ ہوگا میں حقیقی انسان مثل پرماتما کے ہوں تمام تفرقے مٹانے آیا ہوں کیا خدا انسان کا جامہ نہیں پہنتا۔ تو پھر قرآن گرنتھ وغیرہ خدا کا کلام کیسے ہوئے۔ حالانکہ یہ نبی کا کلام ہے خدا نے تو ان کو جلد بنوا کر نہیں دی۔ پس رسول رسالت اور خدا ایک ہیں۔

پڑھ ہم مندر ہم مسجد گرجے ہم ہی ٹھاکر دوارے ہیں
ہم ہی رام محمد نانک ہم ہی کرشن پیارے ہیں
ہم ہی وایو انگر اگنی ہم عالم درباری ہیں
ہم ہی موسیٰ عیسیٰ برہما وشن مہیش سہارے ہیں
ہم ہی گنگا جمنا لنکا تے ہند سندھ پسارے ہیں
ہم ہی یروشلم تے مکے اکے دے بلہارے ہیں

کہو عالم جو کل ہے میرا باغ تمام
پھل پھول اسدے جان توں نوع نبی انسان

جب دنیا پھر پیدا ہوگی تو جو عورتیں اس وقت حاملہ ہوکر مری ہیں وہ اس وقت بغیر مرد کے بچے جنیں گی اور آدم حوا پیدا ہوں گے اگرچہ وہ اس وقت مٹی ہوگئی ہیں مگر ان میں انسان کا بیج موجود رہے گا۔ جیسا درخت میں بیج ہے اور بیج میں درخت۔ آدم کا باپ بھی اس سے پہلی مخلوق سے تھا اور عیسیٰ کا باپ ایک رسول تھا کہ جس نے کہا تھا کہ لا ھب لك غلاما زكيا میں تجھے لڑکا دیتا ہوں۔ بہشت کی خوراک لطیف ہوگی اور کھانے والے بھی لطیف ہوں گے اور ان لطیف جوڑوں سے حور وغلمان پیدا ہوں گے۔ خلیل کا بت خانہ خدا کا مکان تھا ویسے محمد۔ موسیٰ، عیسیٰ، کرشن اور نانک کا آستان بھی خدا کا ہی آستان ہے۔ ویسے ہی عارضی مسجد، مندر، گرجا اور گوردوارہ بھی اس کا آستان ہے اسی طرح میرا مکان بھی درہ نجات ہوا۔ ایک دن میں نے جنگل میں کچھ کورے برتن دیکھے جو پانی سے خالی تھے اور کچھ پرانے جن میں پانی تھا۔ مجھے پیاس تھی میں نے پیاس بجھائی تو خدا نے مجھے کہا کہ رسمی مولوی اور پنڈت کورے برتن ہیں۔ ان میں نجات کا پانی نہیں اور جن کو لوگ نفرت سے دیکھتے ہیں ان میں نجات کا پانی موجود ہے انسان مچھلی مار کر کھاتا ہے یہ اس کا اپنا عمل ہے جو ظاہر ہوا تم کسی کو کچھ نہ کہو برے اپنی برائی خود پالیں گے۔ تین ماہ جس کا بچہ گرتا ہے اس کے پاس تین ماہ کی حاملہ نہ جائے۔ ورنہ اس کا بھی حمل گر جائے گا۔ جس کے بچے مرتے ہوں۔ تو زچہ کے پاس نہ جاتے۔ بلکہ پچاس روز تک زچہ کے پاس خوبصورت نیک خصلت جائیں بری مورتی پاس نہ ہو۔ وہاں لڑائی نہ ہو بلکہ راگ لطیف ہو اور محبت کی باتیں ہوں اور وہ پچاس روز تک باہر نہ نکلے ورنہ بیمار ہو جائے گی۔ روح کا حلیہ نہیں تو خدا کا حلیہ بھی نہیں بھائی اور والدین سے خوراک کا مول نہ لے کیونکہ بعد موت کے تم وارث ہو بھائی کی بیوہ تم سے اولاد حاصل کرے۔ بشرطیکہ وہ کہہ دے کہ میں اب دیور سے اولاد لے لوں گی۔ اگر دیور نہیں تو سسر سے اولاد پیدا کرے بشرطیکہ غیر کنبہ کی ہو۔ لے پالک لڑکی بھی تم پر جائز ہے۔ بشرطیکہ غیر کی ہو۔ دودھ شریک بہن بھائی کا نکاح جائز ہے بشرطیکہ غیر کنبہ کے ہوں۔ جبرائیل عزرائیل میکائیل اسرافیل چار فرشتے یعنی چار رشی تھے۔ پھر لطیف ہوئے تو دید شنید و چار اور ذائقہ کے چار اصول بن گئے۔ اسی طرح نبی رشی رسول اوتار اور کتاب ایک ہی ہیں۔ جاہل اعتراض کرتے ہیں۔ موسیٰ بحری آدمی کی بیعت ہوا تو اس نے کہا کہ میرا کہنا مان میرے کام پر اعتراض نہ کرنا۔ اس لئے میرے شیدائی سردار ولی۔ ولی غلام اور بھاگ تولہ اور صابرہ ایسے ہوئے کہ موسیٰ بھی ایسا نہ ہوا اور نہ مسیح و محمد کے

حواری ایسے ہوئے کیونکہ وہ سب منافق تھے یعتذرون عذر کرتے تھے مگر نبی کو خدا نے ان کا حال بتادیا تھا اس لئے ان میں ملکر گزارہ کرتا رہا اصلی تابعدار تو حسین کے ساتھ شہید ہو گئے تھے۔ باقی سب یزیدیئے تھے اب بھی جو لوگ ہم سے عداوت رکھتے ہیں وہ سب یزیدیئے ہیں اور چار آدمی میرے ساتھ اصلی تابعدار ہیں۔ ہاروت ماروت رشتی تھے جو سلیمان سے مل کر کام کرتے تھے۔ بلقیس تخت بھی وہی لائے تھے۔ میرے ساتھی بھی ہاروت ماروت جیسے ہیں۔ تنخواہی مولویوں نے باتیں بنائی ہیں کہ وہ فرشتے تھے اور انہوں نے اپنی طرف سے ایک کتاب بنا کر محمد کی پیش کی کہ یہ سلیمان کی تعلیم تھی۔ مگر خدا نے کہا کہ سلیمان کافر نہ تھا اور اس میں کفر ہے۔ تو وہ جھوٹے ہوئے۔ وہ دونوں رشی بابل میں تھے۔ ان پر شریعت اتری جس میں تفرقہ کی بات کوئی نہ تھی جب محمد نے یہ سنایا تو نبذ فریق ایک گروہ نے نہ مانا اور وہ پیر و مولوی تھے وراء ظھورھم بعد کی کتاب کو بھی نہیں مانتے حالانکہ اس میں قرآن کی عقیدہ کشائی ہے یاکلون بالباطل پیر مولوی حرام کھاتے ہیں۔ مہدی سے مراد ہدایت اور شریعت جدید ہے ورنہ اس سے مراد کوئی آدمی نہیں۔ مردہ پرست چاہتے ہیں کہ نیا مہدی پیدا ہو مگر کہاں سے؟ پس حقیقی مہدی وہ ہے کہ جس کو شریعت جدید ملتی ہے۔ رشی کا وجود کلام الٰہی کا صندوق ہے۔

جیون جیون چین ضرور تاں تینوں تینوں ہون اوپا
اہل ہمارے ہون جو دیون ترت سنا
تن میت وچ من مصلے سرت امام پچھان
اوازصلوۃ خواہش تسبیحاں ہونی ہار ایمان
وضو حق تے بانگ محبت پرورش پڑہن پڑہان
بھرم تمامی دور کرہوویں مسلمان

تین قسم کے صوفی ہیں۔ اول لباس بھورا پوش دوم سفید پوش اور ہاتھ منہ صاف رکھنے والے سوم جو ہمارے نام سے صفائی حاصل کرتے ہیں اور کسی مذہب کے پابند نہیں۔ حج کے دنوں میں سردار مال جمع کیا ہوا بانٹتے تھے اور ان میں صلح ہوتی تھی تین دن بعد میں جلسہ کرتے تھے اور اپنی اپنی ترقی کے وسائل سوچتے تھے محمد نے کہا تم یوں تباہ ہو جاؤ گے۔ صرف ایک کا حصہ ضروری ہے یعنی جو بت نہیں پوجتا اور جمعہ بھی ماہ بماہ قائم کرتے تھے جسمیں مشورہ کرتے تھے ورنہ اس قسم کا حج بیکار ہے کہ جا کر پیسہ خرچ کر آئے اور خالی ہاتھ گھر آبیٹھے اس لئے اسراف سے بچو۔ پس وہ مال اہل اللہ کو دو اور اختلاف مٹانے پر خرچ کرو۔ نر کا ورثہ یکساں برابر ہے۔ نر نہ ہو تو ناری کا حصہ

یکساں برابر ہے۔نر کے ہوتے ہوئے ناری کا وہی حصہ ہے جو اس نے شادی پر حاصل کر لیا ہے یا کرے گی۔ کیونکہ اب وہ خاوند کی وارث ہوگی۔ لاولد آدمی کا وارث اس کا رحم شریک ہے لاولد عورت کا وارث بھی رحم شریک ہے جو صرف اس کے مہر سے حصہ حاصل کریگا۔ اگر کل مال مہر سے کم ہو تو بعد ادائے قرضہ تین حصہ آدمی کے وارث لیں اور ایک حصہ عورت کے وارث جس کا قرضہ اور اولاد ہو وصیت نہ کرے اور جیتے جی جتنا ہو سکے اہل اللہ کو دے کیونکہ دان سے ہی راجہ اور گرو جنم ملتا ہے۔ ہم سے تصور لگاؤ تو موت کے بعد تم ہم میں حلول ہو جائے گا اور آرام کا بہشت پاؤ گے۔ ورنہ جس کی محبت میں مرو گے اسی میں جاؤ گے اور عذاب ہوگا۔ لڑکیوں سے جبر اً زنا نہ کرو۔ خرچی دے کر جائز ہے بازارن کے پیٹ سے جو اولاد ہو وہ صاحب نطفہ کی ہوگی اے انسان تو نور ہے۔ مگر دشمن کے کہنے سے نار ہو گیا ہے۔ اب نجات کی خواہش ہے تو عالم محبوب کا دامن پکڑ کیونکہ نبی رشی کی دید شنید اور کلام خود خدا ہوتا ہے اور دونوں کا جسم ایک ہے پس ہمارے جسم میں عالم محبوب ہے۔ معافی مانگ ورنہ اندھیرا جنم لے گا۔

تنقید

۳۹...... مدعیان نبوت قادیانیہ ایرانیہ وچیچا وطنی و گوجرانوالیہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہمارے خیال میں تمام نبی اور ذات باری ایک ہی تھے۔ تب ہی تو اس کا کلام ان کا کلام ہوا اور یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ جو پہلے زمانہ میں رجعت اور بروز کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا اور اس کی تشریح کرنے میں تناسخ کا مفہوم الگ کیا تھا اور پھر بھی کسی زبردست دلیل سے یہ امتیاز حاصل نہ ہوا تھا۔ وہ آج وحی کے ذریعہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ سب لفظ ایک ہی معنی رکھتے ہیں اور جنم بھوگنا یا جون بدلنا ان کا آسان ترجمہ ہے مگر حیرت یہ ہے کہ اسلام تناسخ کا قائل نہیں۔ البتہ جو لوگ کرشن یا نانک کے اوتار بنے ہیں ان کا یہ اصولی مسئلہ ٹھیرتا ہے ورنہ وحدت ادیان کا ادعا پیش نہیں کر سکتے۔

۴۰...... جب تعلیمات پیش کردہ سے ثابت ہوتا ہے کہ چودھویں صدی کے رشیوں نے تناسخ پر ہی اپنی نبوت کی بنیاد رکھی ہے۔ تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ:

الف...... اگر معصوم بچہ بیمار ہوتا ہے اور گزشتہ جنم کی سزا میں بیمار ہوتا ہے تو اس کی تشخیص گزشتہ حالات سے کیوں نہیں کی جاتی اور کیوں خواہ مخواہ ڈاکٹری اور یونانی اصول حکمیہ کے استحصال میں پسینہ اور خون ایک کیا جا رہا ہے؟ ان لوگوں کا فرض تھا کہ ایک مکمل فہرست پیش کرتے کہ ان بداعمالیوں سے دوسرے جنم میں یہ بیماریاں پیش آتی ہیں تا کہ اس قسم کا اوپا کیا جاتا۔ اگر وہ غلطی ناقابل تلافی ہے تو ڈاکٹر اور حکیم کو کیوں خواہ مخواہ مجرم بنا دیا جا رہا ہے کہ خدا تو اسکو یہ سزا دے

کر اسے صاف کرنا چاہتا ہے تا کہ وہ کسی بہترین جنم میں اوتار بنے مگر معالج خواہ مخواہ اس فعل خداوندی میں رکاوٹ پیش کرتا ہے اور والدین بھی چاہتے ہیں کہ اس کی یہ سزا دور ہو جائے۔ تو پھر کیا معالج یا وارث اس طرح رکاوٹ ڈالنے سے مجرم نہ ٹھیریں گے؟ اور کیا اس بیمار کے حق میں یہ خیر خواہی کمال عداوت نہ ہوگی کہ اس کو پوری سزا نہیں بھگتنے دیتے۔

ب...... قصص الانبیاء (بائبل) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر اصلی نبی یا تابع نبی ہوئے وہ ایک دوسرے کے مصدق تھے اور ایک دوسرے کی مخالفت میں اپنی زبان کو کبھی حرکت نہ دی تھی۔ مگر ان چودھویں صدی کے مدعیان نبوت کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو کھا جانے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایرانی مسیح اپنے بعد کے مدعیوں کا کافر ودجال کہتے ہیں اور قادیانی مسیح ان کو کفر تو کجا اس سے بھی اوپر لے جاتا ہے۔ اس کے بعد جب قادیانی نبوت نے قدرت ثانیہ کا بیج بویا۔ تو جنگلی دھتوروں نے پیدا ہوتے ہی ایک دوسرے کی آنکھ پھوڑنی شروع کر دی اور اعلان کر دیا کہ ہمچو ما دیگرے نیست آج میری بیعت ہی باعث نجات ہے اور جو مجھے نہیں مانتا وہ ناری اور صحیح طور پر کافر دین الٰہی ہے ان لوگوں کو شکایت تھی کہ اہلسنت آپس میں ہمیشہ تکفیری الفاظ میں مستغرق رہتے ہیں۔ مگر ان چالیس نبیوں کی باری آئی تو آپس میں تکفیری مشینیں اس طرح چلائیں کہ اتحاد کرتے کرتے انشقاق وافتراق کا پختہ اور غیر متزلزل ستون بن گئے اور اس بات کو نہ سمجھے کہ اتفاق صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ دعوت اتحاد دنیا میں صرف ایک ہو مگر ایسی دعوتیں ۳۵ یا ۴۰ تک پہنچ جائیں تو یہ تمام اتحادات ان افتراقات سے بھی برا نتیجہ پیدا کرتے ہیں جو ان سے پہلے تھے اور جن کے متعلق دنیا شاکی تھی کہ انہوں نے شیرازہ اسلام بکھیر دیا ہوا ہے بہرحال جب عہد حاضر کے مسیح آپس میں ہی ایک دوسرے کے مصدق نہیں تو ہم سے کیا امید رکھ سکتے ہیں کہ ہم ان کی ہاں میں ہاں ملاتے چلے جائیں۔

ج...... خدا ایک ہے اور اس کے افعال اور اقوال اپنی اپنی جگہ پر قائم ہیں اور سب گواہ ہیں کہ اس کا کوئی فعل کسی قسم کے عیب سے ملوث نہیں مگر جب عہد حاضر کے کرشنوں کے حالات پیش نظر آتے ہیں۔ تو تمام حالات پڑھنے کے بعد خدا کے متعلق بھی ایک بدظنی پیدا ہو جاتی ہے کہ ہر ایک کو وہ بیٹا ہی دیتا ہے کسی کو بیٹی نہیں دیتا یعنی وہ بھی زمانہ ساز ہے۔ جو سامنے آیا اسی کو امام الزمان وغیرہ بنا دیا اور غیر حاضر کی امامت سلب کر کے اس کو دیدی تو گویا خدا تعالیٰ بھی (عیاذاباللہ) ان چالیس کرشنوں کے بھیجنے میں صادق القول نہیں رہ سکا اور دھوکا دے کر سب کو نبوت عطا کرتا رہا ہے اور ساتھ ہی تکفیر کی تعلیم بھی کرتا رہا ہے۔ کہ جو تمہیں نہیں مانتا وہ کافر ہے۔

ادھر کچھ ادھر کچھ ایک کو امام الزمان بنایا پھر اسی کو دوسرے کی زبان سے شیطان یا دجال بتایا گیا یہ ایسا فعل شنیع نہیں ہے کہ جس سے انسانی اخلاق بھی تنفر کرتے ہیں تو بھلا خدائی صفات اس سے کیوں تنفر نہ کریں گے۔ رنجیت سنگھ صبح دربار میں بیٹھا ہوا تھا تو میراسی سائلانہ طریق پر دعا دینے لگا تو رنجیت سنگھ نے اپنے نوکر سے کہا میرے والد نے آج مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ جب یہ مراسی صبح آئے تو اس کے سر پر سو جوتے لگانا۔ مراسی نے عرض کیا کہ جناب آپ کا والد بڑا ہی دوغلا ہے کہ مجھے تو خواب میں یوں کہہ گیا تھا کہ گنپت سنگھ سے صبح سنہری کنگن کی جوڑی وصول کرو۔ دیکھو وہ بڑا ہی شاطر ہے کہ مجھے کچھ کہہ گیا اور بیٹے سے کچھ۔ تو ایسے والد کی اولاد کیسی ہوگی۔

د...... وحدت ادیان کا ولولہ ایسے تمام تعلیمیافتہ اشخاص کی ذہنیت پر قابض ہو کر دکھائی دے رہا ہے کہ جن کے نزدیک تجدید یورپ کے سامنے قدامت مذہب نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ تو اب جب تک مذہب کو موڑ توڑ کر اس کے موافق نہ کر لیا جائے مذہب قائم نہیں رہ سکتا۔ ورنہ مجبوراً مذہب کو خیر باد کہنا پڑیگا۔ اس لئے ان خیر خواہان مذاہب نے دو طرح پر اصلاح شروع کر دی ہے جن میں سے ایک وہ گروہ ہے جو صاف تمدن یورپ میں جذب ہو کر اسلام کو مختص الوقت مذہب قرار دیتا ہے اور صاف کہتا ہے کہ اگر بانی اسلام اس وقت ہوتے تو آج وہی تمدن اور معاشرت اختیار کرتی جو محققین یورپ نے عملاً اور تحقیقاً پیش کی ہے اور اپنے عقائد بھی وہی ٹھان لئے ہوتے جو موجودہ فلسفہ سے پیدا ہو چکے ہیں دوسرا گروہ ایک وہ پیدا ہوا جنہوں نے مسیح کرشن اور دنیا کے قریب تر بانی مذہب نانک وغیرہ بن کر اپنا اپنا نصاب تعلیم پیش کیا اور اپنی اپنی یونیورسٹی کے اخراجات کے لئے ایک بیت المال قائم کرنے کی دعوت دی۔ جواز سود، ترک صلوت اور قطع ارکان حج اور روزہ اور دیگر مروجہ عبادات کے بعد اپنے فروعی اختلافات میں ایک دوسرے کو کاذب، دجال اور کافر بتانے لگا اور اسلام قدیم کو موجب لعنت قرار دے کر ایک نیا اسلام دنیا کے سامنے پیش کیا جس میں تمدن یورپ کی جھلک موجود ہے اور ہندو مسلم اور عیسائی اور یہودی تعلیم کو سامنے رکھ کر ایک نیا مذہب تجویز کیا جو اس وقت مسلم ہستی کے لئے موجب نجات تصور کیا جا رہا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہر ایک کا نصاب نبوت اور کورس شریعت آپس میں ٹکرا رہا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ تمام مذاہب جدیدہ اور نبوات حاضرہ کے تابعدار ایک کانفرنس قائم کر کے اس امر کا فیصلہ کریں کہ دنیائے اسلام کے لئے کونسا کورس جاری کیا جائے پھر جاری کرنے میں ان کو دو طریق پر چلنا ہوگا ایک یہ کہ ایک ایک یا دو سال کے لئے پہلے مرزائی تعلیم یا ایرانی تعلیم پائی جائے کیونکہ یہ پہلے کورس ہیں۔ ان کے بعد دوسرے کرشنوں کی تعلیم کو بھی ترویج کا موقعہ دیا

جائے۔ دوم یہ کہ محققین یورپ ان چالیس کرشنوں کی تعلیمات کو یکجائی طور پر غور وفکر کے بعد ایک مشترکہ تعلیم پیش کریں جس میں تمام کو فیصدی کے حساب سے حقوق دیئے جائیں اور حصہ رسدی ہر ایک کے بیت المال کو پہنچتا رہے۔

۴۱...... موجودہ صورت میں تارکین اسلام قدیم کے لئے یہی بہتر ہوگا کہ براہ راست تمدن یورپ اور معاشرت مغربی کو اختیار کر کے ان کرشنوں کو ایک قلم چھوڑ کر دور سے ہی سلام کریں۔ کیونکہ یہی ان کا آخری مقصد ہے۔ جہاں تک پہنچنے کے لئے خواہ مخواہ کرشن بننے کی زحمت گوارا کر رہے ہیں۔ علاوہ بریں بیت المال کی فیس اور بہشتی مقبرہ کا جزیہ وغیرہ بھی ادا کرنے سے رہائی ہوگی۔ مگر جو لوگ اصلی اسلام پر قائم رہنا چاہتے ہیں وہ یہ سمجھ لیں کہ سچ ایک ہوتا ہے اور جھوٹ متعدد ہوتے ہیں۔ پس اگر اسلام کو تجدید اور تنسیخ کی ضرورت پیش آئی تھی تو خدا تعالیٰ ضرور ایک قسم کی ہی تجدید پنجاب اور ایران میں پیش کرتا اور نبوت کے لئے وہ اشخاص منتخب کرتا جو خود غرضی کبر ونخوت اور جہالت مرکبہ سے خالی ہو کر صرف خدائی تعلیم کا جلوہ پیش کرتے اور محمد ثانی بن کر اسلام کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ نہ بنتے۔

۴۲...... عیسائیوں نے مدت سے یہ ظاہر کر دیا ہوا ہے کہ قرون اولیٰ میں اسلام کچھ اور تھا اور بعد میں تفسیر۔ حدیث اور فقہ وتصوف سے اس کی اصلی تعلیم کو ستر ہزار پردوں کے نیچے دبا دیا گیا ہے اور اس اظہار سے ان کا یہ مطلب تھا کہ عیسائیت سے یہ اعتراض رفع ہو جائے کہ اصلی انجیل تو دنیا سے معدوم ہو چکی ہے تو اب عیسائیت کس حقانیت پر قائم ہے اور جواب یوں دیا گیا کہ اگر اصل عیسائیت دنیا میں نہیں رہی تو اسلام بھی اپنی اصلیت پر قائم نہیں رہا۔ اب اس اشکال کو جو لوگ پائدار سمجھ کر محو حیرت ہوئے تو انہوں نے عیسائیت کے ہم نوا ہو کر مان لیا کہ واقعی اسلام ایک معما بن چکا ہے جس کو آج تک کسی نے حل نہیں کیا۔ آؤ ہم اپنی فہم وفراست سے یا اپنے الہامات جدیدہ سے حل کرتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے جو حل ان لوگوں نے پیش کئے ہیں وہ آپس میں ایک مرکز پر قائم نہیں۔ باوجودیکہ ہر ایک کا یہی دعویٰ ہے کہ قرآن شریف کی اصلی ماہیت میں ہی جانتا ہوں اور آج تک اسکو کسی نے حل نہیں کیا اس لئے ایک غیر جانبدار ان تمام کرشنوں کو پیش نظر رکھ کر اس نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اسلام میں اتحاد کی بجائے اختلافات قدیم سے بڑھ کر اختلافات جدیدہ نے مسلمانوں کو ایسی مشکلات میں ڈال دیا ہے کہ ان کی عقل کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی کہ کس کرشن کو قبول کیا جائے اور کس کو مسترد کر کے جھوٹ کا پتلا سمجھیں۔ شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا۔ اس لئے آخری فیصلہ یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت کی اس چال کو ایک چقمہ سمجھ کر

اعلان کردیں۔ کہ اسلام کی اصل کتاب قرآن مجید اور اسلام کی اصل تشریحات حدیث وتفسیر جب ہمارے پاس صاف صاف اپنی اصلیت سے موجود ہیں تو مسلم بجائے اس کے کہ تعلیمات جدیدہ کے مخمصوں میں پڑے ان کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر سلف صالحین کی اصلی تعلیم کو حاصل کرے اور قرآن وحدیث کی عربیت اور علوم توابع کی با قاعدہ سند حاصل کرنے کی کوشش کرے تا کہ نیم ملاؤں کے تنازعات اس کے راستہ سے رفع ہو کر کافور ہو جائیں۔

۴۳...... اسلام کو جو شخص کما حقہ با قاعدہ تعلیم پا کر حاصل کرتا ہے اس کے سامنے آجکل کی تحقیق اور آج کل کی نبوت صرف بچوں کا کھیل نظر آتا ہے۔ کیونکہ عموماً آجکل کے محققین کو اسلام کی اسلامی تعلیم با قاعدہ نہیں ہے اور مدعیان نبوت نے تو اور بھی کمال کر دیا ہے کہ اپنی جاہلانہ لیاقت کو دبانے کے لئے اپنی جہالت علمی کا نشان صداقت ٹھیرایا ہے اور اعلان کر دیا ہے۔ کہ ہم کو خدائی تعلیم حاصل ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ تعلیم ادبی لحاظ سے انسانی تعلیم سے بھی گری ہوئی ہے۔ اغلاط سے پر ہے۔ محاورات سے خالی ہے۔ فصاحت وبلاغت کا نام تک نہیں اصول محاورات کا پاس نہیں رکھا گیا۔ پھر دعویٰ ہے کہ ہم محمد ثانی ہیں اور محمد اول سے افضل ہیں تو کیا شمس نبوت نے جو کچھ الہامی عبارات میں پہلے ادبی کمال دکھایا تھا۔ آج وہ سب کچھ بھول گیا؟ اور یا یہ لوگ تمام اہل اسلام کو اپنے مریدوں کی طرح ہی علوم اسلامیہ سے کورے سمجھے ہوئے ہیں۔ نہیں ہر گز نہیں ابھی اسلام میں اہل حق موجود ہیں جو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دکھانے کو تیار ہیں اور جو تحریرات کرشنیہ اس کتاب میں جمع کی ہیں۔ ان سے بخوبی ثابت کرنے کو تیار ہیں۔ کہ یہ مدعی خود ہی ادبیت اسلامیہ سے خالی ہیں دوسرے کو، کب راہ راست پر لانے کے حقدار ہو سکتے ہیں۔
آنکس کہ گمراہ ست کرا رہبری کند؟

۴۴...... عہد حاضر کے مدعیان نبوت کو دو بیماریاں لگی ہوئی ہیں اول تقدس کی بیماری کہ جو کچھ ہم کہیں خواہ صحیح ہو یا غلط وہی وحی الٰہی ہے اور جو کچھ دنیا میں انقلاب آرہے ہیں۔ وہ ان کی تصدیق وتکذیب کا ہی نتیجہ ہیں۔ دوم وحدت وجود کی بیماری جس کی تعلیم اٹھا کر دیکھیں سب میں اپنے آپ کو موعود الکل ہونے کا دعویٰ ہے اور گن گن کر جتنے بروز ایک کرشن نے سنبھالے ہیں اتنے ہی یا اس تعداد سے بڑھ کر دوسرے نے بھی پیش کئے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں بیماریاں انسان کا ایمان بھی ضائع کر دیتی ہیں۔ اتنا بڑا دعویٰ کہ ایک نہیں دو نہیں تمام انبیاء کا مظہر بنیں پھر اس پر بھی صبر نہیں خدا کا مظہر اور خدا کی صفات کا مظہر بننے کا شوق بھی دامنگیر ہو۔ مگر ذاتی قابلیت کا امتحان کیا جائے تو پانچ فیصدی نمبر بھی حاصل نہ کر سکیں۔

۴۵...... اب ہم لگے ہاتھ جناب کمترین کا مذہب پیش کرتے ہیں کہ جس نے خود پیدا کردہ لیاقت علمی سے قرآن مجید کا ایک نیا مفہوم قائم کیا ہے جو ان مدعیان نبوت سے بھی نرالا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ امت محمدیہ نے اس کی اصلی تعلیم کو مدت سے چھوڑ کر پیروں اور مولویوں کی تعلیمات کو اسلام سمجھ رکھا ہے اور آج تک قرآن کی اصلی تعلیم پر ان کی بدولت ستر ہزار پردے پڑ چکے ہیں مگر خدا کے فضل و کرم نے مجھے قرآن فہمی کا ایسا کامل مادہ عطا فرمایا ہے کہ جس سے تمام تفاسیر و احادیث کا امتحان ہو سکتا ہے اور چونکہ یہ نعمت الٰہی بلا عمل حاصل ہوئی اس لئے اس کا اظہار ضروری ہے۔ جو اس وقت متعدد تصانیف اور رسالہ ''البلاغ'' امرت سر کی اشاعتوں میں ناظرین کی خدمت میں پیش ہو رہا ہے اور ایک تفسیر بیان للناس اردو میں شائع کی جا رہی ہے۔ جس میں تمام مخالفین (آریہ، ہندو، سکھ، عیسائی، اہل سنت اور شیعہ) کی کمزوریوں پر بحث کی جاتی ہے اور ثابت کیا جاتا ہے کہ جو قرآنی مفہوم چودھویں صدی میں قرار پایا ہے وہی دستور العمل بننے کا حقدار ہے۔ پچھلے دنوں میں ان کے رسالہ البلاغ کے مضامین پر اہل اسلام نے تنقید کرتے ہوئے ثابت کیا تھا کہ یہ فرقہ ضروریات اسلام کا منکر ہے اور اہل قرآن کی پارٹیوں میں سے یہاں تک غلو کر چکا ہے۔ کہ قرآن و حدیث کی تردید قرآن سے ہی کرتا ہے اور عبادات اسلامیہ سے روکش ہونے کا درس دیتا ہے اس لئے اس پارٹی نے ان دنوں ایک آٹھ ورقہ ٹریکٹ شائع کیا ہے۔ جس میں وہ اپنی پوزیشن الزامات مذکورہ الصدر سے صاف کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر جو چال اسمیں چلی گئی ہے وہ بہت گہری ہے جو نہ امام حقیقی کو سوجھی ہے اور نہ مہدیان پنجاب و ایران کے فلک کو سمجھ میں آئی ہے۔ چنانچہ جناب لکھتے ہیں کہ:

اوّل...... ہمارے عقائد میں اس قدر کشش ہے کہ تمام نو تعلیمیافتہ خود بخود ان کی طرف کھچے آ رہے ہیں۔ قوم کو گمراہ کرنیوالے مولوی چاہتے تھے کہ کوئی مسلمان ان کی اجازت کے سوا قرآن پر حاوی نہ ہو۔ مگر اس امت مسلمہ نے یہ بت توڑ کر ذہنی آزادی کا علم کھڑا کر دیا ہے۔ ایسی جماعت کا شخصی نام امتہ مسلمہ ہے اور افراد امت ہذا کا نام مسلم قرار پایا ہے۔ کیونکہ یہ نام جناب ابراہیم نے اپنی ذریت کو دیا تھا جس کو نبی اکرم نے اپنے لیے اور اپنے تابعداروں کے لئے قبول کیا ہے اور ہم بھی قبول کرتے ہیں یہ امت ہر ایک مسئلہ میں قرآن کو ہی کافی سمجھتی ہے اور ان مولویوں کا ذریعہ شکم پروری بند کرتی ہے۔ جو اس وقت اربابا من دون اللہ بنے ہوئے ہیں اور ہم کو بدنام کر رہے ہیں۔

جواب...... جو عقائد کرشن قادیانی اور مسیح ایرانی نے پیش کئے ہیں۔ ان پر بھی تو

تعلیمیافتہ لٹو ہو جاتے ہیں۔ تو پھر یہ صداقت کا نشان کیسے ٹھیرا؟ رب کی تعریف آجکل یہ ہے کہ یہ وہ ایک شخص ہے کہ اپنے ہم عقائد بہم پہنچائے تو اس تعریف میں کمترین کا نمبر کسی سے کم نہیں بلکہ سب کے اول ہے کیونکہ غیر کے ذریعہ معاش پر بھی چھاپہ مارنے کی ٹھان لی ہے کہ کیا یہ وہ حرکت نہیں جو اہل مکہ نے آغاز اسلام میں مسلمانوں کے خلاف کی تھی؟

دوم...... خدا ہی حقیقتاً واجب الاطاعۃ اور مستحق عبادت ہے اسی کے احکام جاری ہوں جس کے سب محتاج ہیں۔

جواب...... یہ اصول اگرچہ بڑا زبردست معلوم ہوتا ہے۔ مگر عملی حالت میں آپ اس کے خلاف ایک معمولی چوہدری محلہ کے احکام بھی مانتے ہیں اور اگر یہ مطلب ہے کہ خدا نے ہی ان کے احکام ماننے کو کہا ہے تو اطاعت رسول بھی کسی جان بل کی اطاعت سے کم نہ ہوگی۔

سوم...... یہ ماننا شرک ہے کہ خدا نے اپنے احکام میں کسی کو شریک کار بنا رکھا ہے

لایشرک حکمه احدا

جواب...... لفظ حکم اور حکومت انتظامی معاملات پر حاوی ہے۔ عبادتی اوامر و نواہی سے مخصوص نہیں اس لئے آیت پیش کردہ کا صحیح مفہوم یوں ہوگا کہ خدا تعالیٰ اپنی تدبیر و قضا و قدر میں کسی کو شریک نہیں سمجھتا مگر پھر کمترین کا مطلب حاصل نہ ہوگا۔

چہارم...... رسول کی ذاتی شخصیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی اطاعت اطاعت الٰہی سمجھنا کفر ہے اور رسول کا اسوۂ حسنہ مصدقہ بالقرآن واجب الاطاعۃ ہے اور اس کی عقلی و انتظامی اطاعت عندالضرورۃ واجب ہوتی ہے۔

جواب...... اس عقیدہ نے لا یشرك فی حکمه احدا کے مستثنیات کی فہرست پیش کردی ہے اور رسول کو بلحاظ انتظام اور اسوہ کے شریک فی الحکم بنا دیا ہے۔

پنجم...... قرآن مجید اپنے اندر ایک ایسا دستور العمل رکھتا ہے کہ جس سے سرفرازی حاصل ہو سکتی ہے اور وہ دنیا و آخرت مالا مال کر دیتا ہے اور وہ اپنی تفسیر آپ ہے۔

جواب...... دستور العمل کی تشریح نہیں کی کہ آیا وہ ان فروغات پر بھی حاوی ہے جو موجب ہدایت ہیں یا اس میں وہ تخیلات بھی جمائے جا سکتے ہیں کہ جن سے عہد حاضر کے کرشنوں نے اپنی نبوت ثابت کی ہے اور قصہ طرازی میں یہاں تک جوہر دکھائے ہیں کہ کفر و اسلام کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیا ہے اور تناسخ کا اعتراف کرتے ہوئے امور آخرت کا صفایا کر دیا ہے یہ کس کا قول ہے کہ قرآن اپنی تفسیر آپ کرتا ہے؟ اگر کسی انسان کا قول ہے تو اسے کیوں تسلیم کیا جاتا ہے

؟ ہمارے نزدیک یہ قول اگرچہ بعض جگہ قابل عمل ہوتا ہے۔ مگر قرآن فہمی کے لئے اس کے علاوہ زباندانی اور محاورات شناسی کی بھی ضرورت ہے۔ ورنہ یہ اصول انسان کو ایسی تحقیقات کی طرف لے جائے گا کہ فجر جر سے نکلا ہوا ہے اور زنجبیل زنا اور جبل سے مرکب ہے۔

ششم...... فرقہ بندی اور مذہبی نام فتنہ عظیم ہے ھو سماکم المسلمین کا ارشاد ہے اس لئے ہم مسلمان کا عنوان اپنے لئے پسند کرتے ہیں

جواب...... کیا تمام اہل اسلام کو اس سے انکار ہے آپ نے آنکھ بند کر کے یہ کیسے خصوصیت پیدا کر لی ہے۔ کیا یہ مطلب ہے کہ اس امت کے سوا تمام غیر مسلم ہیں ؟ تو پھر کرشن ایرانی قادیانی پر کیا افسوس ہے کہ وہ دونوں اور ان کے تابعدار غیر بہائی وقادیانی کو مسلم نہیں جانتے۔ جناب ایسی خود غرضیوں نے ہی مدعیان تقدس کو تباہی کا شکار کیا ہوا ہے۔ کوئی اہل اللہ بنتا ہے۔ کوئی اخرین میں داخل ہوسکتا ہے اور باب رحمۃ میں داخل ہوتا ہے۔ مگر ان نام نہاد عنوانوں سے کچھ نہیں بنتا اور نہ ہی ایسے نام اپنے اندر کچھ اصلیت رکھتے ہیں اور ہمارے خیال میں امت مسلمہ کا امتیازی نام ''امۃ کمترینہ'' زیادہ موزون ہے تاکہ پبلک کو معلوم ہو جائے کہ یہ امت صرف ان تفہیمات کی پیرو ہے جو بیان للناس میں کمترین نے شائع کیے ہیں اور حنفی شافعی وغیرہ کا بھی وہی مطلب ہے کہ ایک جماعت ان خیالات کو صحیح تر سمجھتی ہے جو امام اعظمؒ یا امام شافعیؒ نے بہم پہنچائے ہیں اس لئے یہ کہنا غلط ہوگا کہ یہ مذہبی نام فتنہ عظیم ہے اور امت مسلمہ کا خطاب مخصوص طور پر امتیازی نام بنانا فتنہ عظیم نہیں بلکہ واقعات شاہد ہیں کہ اس نام کے تحت میں کئی دفعہ فتنہ برپا ہوا اور برپا ہوگا۔

ہفتم...... صرف احسن اور اھدے حدیث قابل تسلیم ہے اور وہ حدیث مردود ہے۔ جو عقل کے خلاف ہو یا جس سے قرآن۔ رسول اور خدا پر کوئی الزام قائم ہوتا ہو

جواب...... اگر اس نمبر میں ایک اور اضافہ کر دیتے کہ عقل سے مراد کمترینی فرقہ کی عقل ہے اور قرآن سے مراد وہ مفہوم ہے جو بیان للناس میں پیش کیا گیا ہے اور الزام سے مراد بھی وہ نکتہ چینی ہے کہ جس کو یہ فرقہ عیب قرار دیتا ہے تو اہل اسلام پر بڑا احسان ہوتا اور لوگ گندم نمائی کے جال میں پھنس کر جو فروشی کے خسارہ سے بچ جاتے۔ کیونکہ یہ فرقہ باقی تمام مسلمانوں کی حدیث فہمی میں بیوقوف اور دشمن اسلام سمجھتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے

ہشتم...... حدیث قرآن پر حاکم اور قاضی نہیں کیونکہ عہد رسالت میں قرآن جمع کرنیکا حکم تو تھا۔ مگر احادیث جمع کرنا تو کجا بلکہ ممانعت کی جاتی تھی۔ اس کی بنیاد دوسری صدی میں

پڑی ہے تو اگر اسے وحی غیر متلو کا درجہ حاصل ہوتا تو عہد خلافت راشدہ تک بھی اسے کتابی صورت میں کیوں جمع نہ کیا گیا تھا۔

جواب..... یہ وہم دلانا غلط ہے کہ حدیث ناسخ قرآن ہے اور یہ کوئی مسلم بھی ماننے کو تیار نہیں کہ نبی، اللہ کے حکم کے برخلاف حکم دیتا ہے۔ یہ آپ لوگوں کی خوش فہمی ہے کہ اہل سنت کے عمل بالحدیث سے حدیث کی حکومت قرآن پر مان لی گئی ہے اور خواہ مخواہ افتراء پردازی سے کام لیا گیا ہے۔ کیونکہ عمل بالحدیث اور نسخ بالحدیث الگ الگ دو مفہوم ہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ ابتدائے اسلام میں تدوین علوم کا سلسلہ نہ تھا خود ان کے اشعار بھی مدون نہ ہوئے تھے۔ زیادہ سے زیادہ قراطیس استعمال کرتے تھے قرآن کریم بھی عہد خلافت میں ہی کتابی صورت میں جمع کیا گیا تھا اور یہ بھی بڑی مشکل سے سرانجام پایا تھا۔ اسی طرح عہد رسالت کے فیصلہ جات۔ اخبار بالغیب اور حکم ومصالح یا تزکیہ نفس کے متعلق حضور علیہ السلام کے ارشادات اور تعلیمات عبادات چونکہ عملی نمونہ قائم رکھنے اور زبانی تعلیم دینے سے رات دن کا طرز عمل وعلم بن چکے تھے اس لئے کتابی صورت میں لانے کی طرف توجہ معطوف نہ کی گئی مگر جب خیر القرون کا پہلا حصہ دنیا سے رخصت ہوا اور عہد رسالت کے چشمدید واقعات دیکھنے والے نہ رہے تو روایات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اختلاف رونما ہونے سے ائمہ ہدیٰ کو خیال پیدا ہوا کہ اپنی سعی کوشش سے اسلام کے اس حصہ کو بھی قلمبند کریں۔ تب قراطیس اور زبانی روایات کو جمع کیا گیا اور علم حدیث ایک مستقل معرکہ آراء علم بن گیا۔ غرضیکہ مصلحت وقت نے تدوین قرآن وحدیث پر ان کو مجبور کیا تھا۔ ورنہ وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ یہ سلسل یوں ہی زبانی قائم رہے گا۔ جس طرح کہ ان کے علوم وفنون اور اشعار جاہلیت کا ذخیرہ سینوں میں جمع تھا۔ لیکن چونکہ اسلام کا تعلق تمام دنیا سے تھا اس لئے عجم کا داخلہ بھی تدوین اصول کلام اور تدوین حدیث کا سبب بنا اور زیادہ عجمیوں نے ہی اپنی سہولیت کے لئے اس امر میں قدم بڑھایا۔ عہد رسالت کی مثال یوں سمجھو کہ جو لوگ نماز کے پابند ہیں اولاد کی تربیت بھی اپنی طرح کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے بچے بچپن میں ہی نماز روزہ والدہ کی گود میں سیکھ جاتے ہیں اور قرآن شریف پر ان کی لب کشائی ہوتی ہے مگر جنہیں صرف شنیدنی اسلام ہے ان کا بچہ اگر نماز روزہ سیکھنا چاہے تو اس کو ایک مستقل علم سیکھنے کا سامنا پڑتا ہے اسی طرح اگر اسلام صرف جزیرہ عرب میں رہتا تو ان کو نہ تدوین قرآن کی ضرورت تھی اور نہ تدوین حدیث کی۔ مگر جب عاقبت اندیش مومنین نے یہ سوچا کہ یہ مذہب عجم کے لئے بھی ہے تو ان کی تعلیم وتربیت کے لئے تدوین حدیث وعلوم توابع کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لئے آج یوں کہنا کہ قرآنی تعلیم کے لئے زبان دانی کی بھی

ضرورت نہیں اس بات کا ثبوت ہے کہ ایسے آدمی کو اسلام کی ضرورت نہیں آپ کے سامنے متعدد کرشنوں کے حالات موجود ہیں آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تعلیمی کمزوری کی وجہ سے انہوں نے کس کس طرح قرآن میں تحریف کی ہے اور کیسے کیسے خیالات گھڑے ہیں کہ خود لفظ قرآنی بھی ان کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ باقی رہا احادیث کو وحی غیر متلو کا درجہ دینا سو اس کے متعلق یوں گزارش ہے کہ جب جناب کے تفسیری مضامین کو تفہیمات الٰہیہ کا درجہ دیا جاتا ہے جو تقریباً الہام کے مساوی ہے تو اگر مسلمانوں نے مقالات نبویہ کو ما ینطق عن الھویٰ کے ماتحت الہام یا وحی کہہ دیا تو آپ کو کیوں ناگوار گزرتا ہے۔

نہم...... بیس آیات میں نماز کا حکم ہے کہ دو دو پڑھا کرو کسی جگہ تیسری نماز کا بھی بطور نفل حکم دیا گیا ہے۔ شاہ عبدالقادر دہلوی بھی فھی تملیٰ علیہ کے حاشیہ پر دو ہی نمازیں صبح و شام کے وقت لکھتے ہیں اور چند احادیث سے بھی دو نمازوں کا حکم ثابت ہوتا ہے ایک حدیث نے صرف ایک نماز بھی بتائی ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ پانچ نماز کا پابند بہت مبارک ہے سات والا اس سے بھی زیادہ مبارک ہے مگر یہ ضروری ہے کہ کم از کم دو نمازیں تو پڑھی جائیں۔

جواب...... احادیث کی روشنی میں اگر قرآن کی تشریح کرتے تو پانچ نمازوں کی فرضیت ظاہر ہو جاتی اور خواہ مخواہ عبادات سے روگردانی کا سبق دینے پر مجبور نہ ہوتے، مانا کہ آغاز اسلام میں پانچ نمازیں نہ ہوں مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تکمیل اسلام کے وقت بھی پانچ کی فرضیت قائم نہ ہوتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ہاں نماز بھی صرف زبانی دو چار دعائیہ لفظ پڑھنے کا نام ہے جیسا کہ بعض روایات سے ثابت ہوا ہے کہ اس امت کا ایک بہترین فرد حقہ پیتے ہوئے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا۔ اگر یہ واقعہ آج صحیح نہیں تو بہت جلد اس امت کے معروف العمل افراد عملی نمونہ قائم کر دینگے کیونکہ یہ تعلیم ہی ایسی ہے کہ جس سے ایک طرف سکھ جپ جی پڑھتا ہوا نظر آئے اور دوسری طرف ایک کمترین دو چار تعریف لفظوں میں نماز ادا کرلے گا۔ بابی مذہب نے بھی نمازوں کے متعلق کچھ ایسا ہی حکم دیا ہے جس کا ثبوت اقتباس ایقان میں ملتا ہے۔ بہرحال ہمارے خیال میں آج کل نبی کی ڈیوٹی یہ تسلیم کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو احکام جدید کی دعوت دے کر قدیم اسلام کی پابندیوں سے آزاد کرے اور یہ صفت کمترین میں پائی جاتی ہے اس لئے امت کا فرض ہے کہ اپنے مرشد کو نبی خفی کا خطاب دیکر ان کرشنوں کی صف میں کھڑا کر دے جن کی تفصیل اوپر ہو چکی ہے تاکہ چالیس دجالوں کی فہرست مکمل ہو جائے اور احادیث نبویہ سے دو نمازوں کا ثبوت دینے میں جناب نے اسی ایک بیوقوف کا طریق اختیار کیا ہے کہ جس نے آٹھ کی

نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا کہ ایک جمعہ کی نماز دوسرے جمعہ تک کفارہ ہوتی ہے۔ آٹھ کی نماز پڑھنے والے نے کہا نماز جنازہ پڑھی جائے تو دوزخ سے نجات ہو جاتی ہے۔ اخیر میں تین سو ساٹھ کی نماز کا پابند کہنے لگا کہ صرف عیدین کی نماز موجب نجات ہے۔ جیسا کہ روایات سے ثابت ہے۔ ایک حضرت بالکل ہی ملنگ تھے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ: "من اسلم وجهه لله" قرآن کا حکم ہے خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرو اور حدیث میں ہے کہ: "من قال لااله الاالله دخل الجنة" جو خدا کی وحدانیت کا اقرار کرے وہ داخل جنت ہوگا اس لئے سرے سے اقرار بالرسالت کی ضرورت نہیں تو نماز اور دیگر عبادات کی کیا ضرورت ہے دیکھا اہل قرآن نے اخیر میں کیسا عمدہ فیصلہ کیا ہے امید ہے کہ امت کمتر ینہ بھی اس کی اشاعت میں مونچھوں پر تاؤ دے کے دو ہاتھ دکھائے گی۔ جناب قرآن فہمی چیزے دیگر ست اور نکتہ آرائی امرے دیگر است اس لئے آپ کا وجود اشد فتنہ عظیم ہے اور آپ جو عوام کو اس راستہ پر لے جانا چاہتے ہیں جس میں قرآن یوں پڑھایا جاتا ہے کہ: "کلوا واشربوا" کھاؤ پیؤ "ولا تسرفوا" اور صرف نہ کرو کہ ایں راہ کہ تو میروی بترکستان است۔

دہم...... اصل مطاع اور واجب الاطاعۃ صرف خدا ہی ہے جس کی اطاعت خود نبی پر بھی عائد ہے

جواب...... اگر اس سے جناب کا یہ مطلب ہے کہ اہل سنت اپنے نبی کو خدا سمجھتے ہیں تو یہ بالکل افترا ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ رسول خدا کا حکم حسب تفہیم الٰہی واجب الاطاعۃ نہیں تو جناب کا خیال غلط ہے کیونکہ ماتحت ملازم کے لئے اپنے افسر کا حکم واجب الاطاعۃ اور غیر مسئول عنہ ہوتا ہے کیونکہ جب آپ کی امت کو جناب پر سوال کرنے کا حق نہیں ہے ورنہ چتون بدل جاتے ہیں تو امت محمدیہ کی کیا شامت آئی ہے کہ رسول کا حکم زیر بحث لاکر اپنی تحقیقات کے درپے ہو۔ آج تک قرون ثلثہ سے لیکر کوئی ایک موقعہ بھی نہیں ہے جس میں کسی مسلم نے حضور کے سامنے تنقیح وتنقید شروع کی ہو۔ ہاں منافق بحث وتجیص میں پڑ جاتے تھے مگر وہ مسلمان نہ تھے۔ ہاں حاکم ماتحت اور حاکم بالا کا باہمی معاملہ اور ہے حاکم بالا خواہ اپنے ماتحت حاکم پر سوال کرے یا نہ کرے ہمیں اس میں دخل دینا خلاف ادب ہے۔

یازدہم...... قبلہ مقصود حقیقی نہیں ایـنـمـا تـولـو افثم وجه الله، لیس البران تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب

جواب...... بہتر تھا کہ سرے سے یوں ہی کہہ دیتے کہ لیس البران سے ثابت ہوتا ہے

کہ قبلہ رو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہی نہیں کیونکہ امر وہ نہیں وہ ضرور شر میں داخل ہوگا۔ تاکہ جو نتائج اس جماعت کو دوسرے سٹیج میں پیدا ہونیوالا ہیں ابھی ان کا ایک نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ ذرہ اور ترقی کر کے امام حقیقی کے زیر ہدایت نماز میں ہر طرف جھکنے کا حکم دینا مناسب تھا۔ مگر معلوم نہیں کہ جناب کو انتظار کس کا ہے ورنہ جب تحویل قبلہ کا واقعہ ثابت ہوا اور آج تک غیر کعبہ کی طرف ادائی فریضہ صلوۃ میں رخ بھی نہ کیا ہو اور قرآن شریف میں بھی شطر المسجد الحرام کی طرف رخ کرنیکا حکم ہو تو جناب کا یوں کہنا کہ روبقبلہ ہونا نمازی کے لئے ضروری نہیں تو اس کا مطلب یوں ہوا کہ انسان گھر بیٹھے حقہ بدہن اور چوبے بدست روبصحت خانہ دو چار کلمات کہہ دے تو ادائے فریضہ سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔

دوازدہم...... ہم سورج کو قبلہ معین نہیں کرتے۔

جواب...... ہاں ہمیں معلوم ہے کہ تعین قبلہ آپ کے ہاں خلاف قران ہے تو سورج کو قبلہ کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ مگر جن کو یہ وہم پیدا ہوا ہے کہ امت کمترین سورج پرست ہے کیا ان کو اس امر سے تو مغالطہ نہیں لگا کہ آپ کے رسالہ بلاغ میں یہ مسئلہ شائع ہو چکا ہے کیونکہ جس طرح تفسیر میں شائع کرنا مذہبی رنگ ظاہر کرتا ہے اسی طرح رسالہ میں بھی کہا جاسکتا ہے کہ "مخفی نبی" کا بھی یہی حکم ہے۔

سیزدہم...... جو دین مولویوں نے بنایا ہم اس کے دشمن ہیں اس لئے بقول شخصے ہم دہریہ مشہور ہو گئے ہیں۔ مگر یہ فیصلہ خدا کے سپرد ہے۔

جواب...... اگر دہریہ کا مفہوم یہ ہو۔ کہ خدا کی ہستی سے انکار کیا جائے تو آپ بیشک دہریہ نہیں ہیں اور اگر یہ مفہوم لیا جائے کہ دہریہ صفت ہو کر آج نیا مذہب دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ تو جناب کو اس سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آپ نے فلسفہ جدید اور خیالات مغربیہ کی روشنی میں جو دہریت کا ماوی وملجا ہے تفسیر لکھی ہے اور جو اسلامی لٹریچر واقعات اسلامیہ احادیث نبویہ اور اقوال سلف یا تحقیقات کی روشنی میں بہم پہنچا ہے اسے مولویوں کا بنا ہوا دین قرار دیا ہے اور دبی زبان سے کرشن قادیانی کی طرح یہ ظاہر کر دیا ہے کہ عہد رسالت کے ختم ہوتے ہی علمائے امت نے یہ اسلام گھڑنا شروع کر دیا تھا اور اس پر پردے ڈالنے شروع کر دیئے اور یہودیوں کی طرح وحی الٰہی کو ستر ہزار پردوں میں ڈھانپ دیا ہے۔ اس لئے نہ وہ صرف کافر ہی ہیں بلکہ اشد ترین دشمنان اسلام ہیں خداوند تعالیٰ کو ایک ہزار تین سو برس بعد رحم آیا تو مخفی نبی امرت سر میں بھیج کر وہ ستر ہزار پردے اڑا دیئے اور تفہیمات الہامیہ کے ذریعہ اسلام کی نئی بنیاد پڑی جس

کے ماننے والے ابھی چند آدمی آٹے میں نمک پیدا ہوئے ہیں خدا کی ساری دنیا تباہ ہو جائے لاتذر علی الارض من الکفرین دیارا اور ہم دنیا میں یوں زندگی بسر کریں کہ

الف...... نہ تو کسی مسجد کا نشان نظر آئے کیونکہ اسمیں سمت پرستی کا وہم پڑتا ہے بلکہ اس کی بجائے ایک بارہ دری یا کھلا میدان ہو جس میں انسان ہر طرف سجدہ کر سکے امام حقیقی کی ہدایت پر عمل کرنا ہو تو ہر طرف ایک ایک سجدہ ہونا چاہیے۔

ب...... نہ تعداد صلوٰۃ مقرر ہو کر مصیبت بنے بلکہ ایک رکعت جس میں رکوع وسجود ہو ادا کی جائے یا کم از کم دو اور وہ بھی ضروری نہیں کہ روزانہ ادائیگی سے وبال جان بنے۔ بلکہ فاذافرغت فانصب فراغت کے بعد جب کبھی بھی فرصت ہو نماز ادا کی جائے اور اس میں کوئی خاص دعا مقرر نہیں تسبیح وتھلیل کی آیات کو دہرا کر فرشتہ صفت نماز پیدا کی جائے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ فریضہ نماز شخصی ہو کر ہر ایک کو ادا کرنا پڑے کیونکہ ممکن ہے کہ حج اور جہاد کی طرح فرض کفایہ اور قومی ڈیوٹی ہو جو برگزیدہ اشخاص کی ادائیگی سے ساری امت کے لئے کفایت کرے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ نماز میں عربی لفظ ہوں بلکہ رام رام اور اللہ اللہ کہنا ہی کافی ہوگا۔ پھوٹی ہوئی بوتل ہو۔ ٹوٹا ہوا پیمانہ۔

ج...... جمعہ کا قیام بھی صرف ایک ماہ میں ایک دفعہ ہو کیونکہ پرانی تحریروں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ رسم ایک بار ہی منائی جاتی تھی۔ بلکہ اگر پارہ ذرا اور اوپر ہو جائے تو یوں حکم دیا جائے کہ بوقت ندا لوگ دوڑ کر ذکر اللہ کی طرف آئیں اور نماز پڑھیں بلکہ نماز کا وقت نکل کر نماز قضاء ہو جائے (قضیت الصلوٰۃ) تو وہاں سے چلے جائیں زیادہ تشریح یوں کی جائے کہ یہ ماہواری جلسہ ہوگا۔ جس میں امت کثیریہ اپنی بہبودی کے وسائل سوچ سکے گی کیونکہ اسلام قدیم میں حج کا اجتماعی اور باجماعت پانچ وقت نماز کا اجتماع صرف باہمی تبادلہ خیالات اور تعارف اسلامی کے لیئے تھا۔ جس کو آج اصلی طور پر ادا نہیں کیا جاتا اس لئے آج اس کی ضرورت نہیں مگر جب کوئی صحیح خیال سے ایسا کرے تو اسے اجازت بھی ہے۔

د...... نماز کے لیئے وضو کی بھی ضرورت نہیں۔ صرف صفائی مراد ہے اور چونکہ پہلے زمانہ میں خصوصاً عرب روزانہ غسل نہ کرتے تھے اس لئے نماز باجماعت کے لئے ان کے ہاتھ پاؤں صاف کرنے کو کہا گیا تھا ورنہ اگر یہ زمانہ ہوتا تو صبح کا غسل ہی کافی تھا۔

ہ...... قربانی ضروری نہیں ختنہ بھی پرانی رسم ہے ورنہ قرآن حکم نہیں دیتا۔ غرضیکہ امام حقیقی نے یا بہاء اللہ نے جو احکام جاری کئے ہیں ان کی روشنی میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسلام

عبادات سے وابستہ نہیں۔ سیاست۔ تمدن اور باہمی الفت واتحاد کا نام اسلام ہے۔

و...... غالباً ہم نے آپ کے دلی خیالات کا صحیح فوٹو کھینچ دیا ہے اور اگر کچھ غلطی معلوم ہو۔ تو ترمیم کے لئے ہدایت نامہ بھیجدیں مگر ہمارا مشورہ یہ ہے کہ حتیٰ یاتیک الیقین کو ملحوظ رکھ کر تمام عبادات کا خاتمہ کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ اس وقت بڑے بڑے فلاسفر بھی خدا کی ہستی کے قائل ہو چکے ہیں۔

ر...... پانچ وقتی نمازیوں سے کہہ دیا جائے کہ قرآن میں صرف پانچ نمازوں کے اشارے موجود ہیں۔ جن سے تم نے روزانہ حاضری سمجھ رکھی ہے۔ مگر قرآن میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ تم ہر روز بھی نماز پڑھاؤ اور ہر ایک پڑھے۔ بلکہ یہ دوامر مولویوں نے اپنی شکم پروری کے لئے گھڑ لئے ہیں۔ بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ روزانہ حاضری ہر ایک کی ضروری ہے۔ تو پھر یہ نہیں بتایا گیا کہ اس روزانہ سے مراد ہفتہ میں سے کس دن حاضری ہوگی صرف یوم جمعہ کی حاضری لکھی ہے مگر ادائیگی نماز کا وہاں بھی حکم نہیں بلکہ یوں کہا گیا ہے کہ نماز قضا ہو جائے تو نکل جاؤ۔ دو نمازیوں سے بھی گزارش کی جائے طلوع وغروب شمس گو مذکورہ ہے مگر یہ مذکور نہیں کہ ہر روز یا فلاں روز نماز کی حاضری ہوگی کیونکہ یوں آیت نہیں اتری کہ: ”کلما طلعت وکلما غربت الشمس ‘‘ ایچ پیچ چھوڑ کر ہماری تفہیمات الٰہیہ پر ایمان لاؤ یہ حصہ صرف کمترین کو دیا گیا ہے ذلك فضل الله یوتیه من یشاء مگر دیکھنا چاہیئے کہ یہودی اور عیسائی کس طرح عبادت کرتے ہیں اور ہندو کس طرح بھجن گاتے ہیں۔ پس اسی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ باجے گاجے کیساتھ خدا کے بھجن گائے جائیں کیونکہ حکم ہوا ہے کہ: ”فبھدھم اقتدہ ‘‘ انبیائے سابقین کی پیروی کرو اور اگر تجدید دین میں کمی رہ گئی ہو تو امام حقیقی اور مسیح ایران کی تعلیم پیش نظر رکھ کر مکمل کی جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس عقیدہ کے ضمن میں مرزا صاحب کا راگ الاپا ہے کہ عہد رسالت وخلافت کے بعد تین سو سال سے ہزار تک فیج اعوج اور گمراہی رہی ہے اور چودھویں صدی میں محمد ثانی مسیح قادیانی نے اپنے کرشنی ظہور سے اسلام کی دعوت شروع کر دی ہے۔ پس اتنی مدت میں یا تو اس کے تابعدار مسلمان ہیں اور یا ہزار سال سے پہلے تین سو سال میں باقی ہزار سال میں سب کفر ہی کفر تھا اور ابھی جو ہمارے منکر ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ مرزائیوں نے تو اس کی تصریح کر دی ہے امت کمتریہ بھی اس کی تصریح کر دے تاکہ آئندہ کے لئے میدان صاف ہو جائے اور مسلمان یوں کہہ سکیں کہ اگر ہمارا اسلام مولویوں کی ساخت ہے تو امت کمتریہ کا اسلام بھی کمترین کا ساختہ پرداختہ ہے کیونکہ اسلام کی مسلسل تعلیم اس کی تائید سے خاموش ہے اور اس طرح مذہب طرازی کی متعدد دکانیں نکل

چکی ہیں۔ جن میں قرآن ہی کو تحریف کر کے کئی لوگ نبی بن چکے ہیں۔ امام اور کئی کرشن۔ نبی خفی نے بھی اگر دماغ سوزی سے اسلام کا ایک نیا ڈھانچہ کھڑا کر دیا ہے تو کوئی بات نہیں۔ کیونکہ ان سے بڑھ کر استاد کار پیدا ہو چکے ہیں اور غالباً اسی امت کثرتیہ کا کوئی اور دور جدید ایسا بھی پیدا ہوگا کہ جو مخفی نبی کی شریعت کو ترمیم کر دیگا۔ کیونکہ تاریخ واقعات کو دہراتی ہے عبداللہ چکڑالوی نے اس مذہب کی بنیاد ڈالی تھی اور اہل قرآن کہلایا تھا اور تفسیر لکھ کر نیا اسلام پیش کیا تھا۔ مگر اس کے ہم خیالوں نے نہ اس کی تعلیم کو بحال رکھا اور نہ ہی اس کے عنوان مذہبی کو قائم رہنے دیا۔ بلکہ کوئی امام حقیقی بنا کوئی اہل اللہ اور کوئی امت مسلمہ جس سے فرقہ شمسی الگ ہو گیا ہے اور آئندہ اس کی بھی خیر نہیں لوگ اس سے بڑھ کر مذاہب تراش لیں گے۔

چہاردہم...... کوئی تہذیب ان مسائل کے کہنے سے اور سننے سے انکار نہیں کرتی کہ نمازیں دو ہیں۔ سورج قبلہ ہے۔ حدیث کے ہم منکر ہیں۔ مگر اہل سنت کی کتابوں میں ایسی حیاسوز باتیں موجود ہیں کہ پیشانی پر بل ڈالے سوا کوئی شخص نہیں سن سکتا۔ جو ہمیں برا جانتے ہیں وہ ذرا یہ حوالجات بھی مطالعہ کریں۔ بخاری تفسیر نساؤکم حرث لکم باب الحیض باب الغسل وغیرہ۔ ہدایہ شرح وقایہ قاضیخاں کنز درمختار ردالمختار

جواب...... اس نمبر میں معلوم ہو گیا کہ شمسی فرقہ بھی آپ کے نزدیک صراط مستقیم پر ہے اور جو کچھ پہلے لکھا جا چکا وہ خالی رعب ہی تھا۔ مگر اہل سنت آپ کے خیال میں دین ساز مردود ہیں کہ انہوں نے نہ صرف اسلام کو ہی چھپایا ہے بلکہ حیاسوز باتیں بھی اس میں درج کر دی ہیں۔ جو دشمنوں کا کام ہے جو حوالہ جات آپ نے پیش کئے ہیں ان کے جوابات بارہا شائع ہو چکے اس لئے ان پر یہاں بحث کرنا بے محل ہوگا۔ مگر تاہم اتنا ضرور کہہ دیتے ہیں کہ شیعوں نے مفہوات المسلمین لکھ کر پیش کیا تھا کہ زیر بحث مسائل کتب حدیث سے نکال دیئے جائیں اور اہلحدیث نے کئی ایک رسالوں میں فقہی مسائل پیش کر کے ہدایت کی تھی۔ کہ یہ قابل اعتراض ہیں اور شیعہ صاحبان نے بھی اس کی تائید کی تھی۔ لیکن بہارستان رفض نے شیعوں کے گھناؤنے مسائل پیش کر کے کہا تھا کہ یہ مسائل مذہب سے نکالے جائیں۔ ایک دفعہ دھرم پال نے بھی ترک اسلام لکھ کر پیش کیا تھا۔ کہ قرآن مجید نے خلاف توحید اور برعکس تحقیقات جدیدہ تعلیم دی ہے اس لئے اس میں ترمیم ہونی چاہیئے اور اہل قرآن نے بھی آج مختصر فہرست پیش کی ہے کہ مسائل پیش کردہ حیاسوز ہیں اور اس سے پیشتر اہل سنت نے البلاغ اور بیان للناس سے متعدد مسائل پیش کئے تھے اور ظاہر کیا تھا کہ یہ حیاسوز ہیں بہرحال یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ہر ایک مذہب دوسرے پر نکتہ چینی کر رہا

ہے اور کہتا ہے کہ اگر یہ مسائل نہ ہوتے تو مخالفین اسلام کے اعتراضات پیدا نہ ہوتے مگر اہل سنت والجماعت نے ایسے اعتراضات کے جواب میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ اعتراضات لاعلمی اور جہالت اسلامیہ کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ورنہ معاملہ صاف تھا۔ مگر جدت پسند طبائع نے ان اعتراضات کو قبول کرلیا اور معترض کے مشورہ سے ان مسائل سے انکار کر کے ایک جدید مذہبی نصاب شریعت تیار کیا ہے جو غور کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان کی یہ حرکت ان مسائل سے زیادہ حیا سوز واقع ہوئی ہے جو مذکورہ صدر مسائل سے پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کو آج اتحاد کی سخت ضرورت ہے مگر الٹی کھوپڑی والے وہ اتحاد اسی میں سمجھتے ہیں کہ آئے دن ایک نیا فرقہ اور نیا مذہب نکالا جائے۔ حالانکہ جس فرقہ بندی سے نفرت کرتے ہیں اسی کو پیدا کر رہے ہیں غالباً یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا اور ہر ایک نو پید امذہب پہلے کی خبر لیتا رہے گا۔ اس لئے امت کثیریہ کو غرہ نہ ہونا چاہئے کہ ان کی تعلیم نکتہ چینی سے خالی رہے گی یا اس امر کی تردید کرنیوالے پیدا نہ ہوں گے۔ تمثیلاً بیان کیا جاتا ہے کہ آج کل کے مذہب طراز اور اہل سنت میں سے قدامت پسند فٹ بال کی دو ٹیمیں ہیں اور مذہب فٹ بال ہے اہل سنت کی ٹیم اصحاب الیمین ہے۔ کیونکہ انہوں نے اسلام سیکھنے میں وہ تعلیم پائی ہے۔ جو دائیں ہاتھ سے داہنی طرف سے لکھی جاتی ہیں دوسری ٹیم اصحاب الشمال ہیں۔ کیونکہ انہوں نے پہلے وہ تعلیم حاصل کی ہے جو بائیں طرف سے لکھی جاتی ہے پھر تصانیف محققین یورپ کو پیش نظر رکھ کر اسلام کا مطالعہ کیا ہے اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ اسلام کو ان تمام مسائل سے پاک کر دینا چاہئے۔ جن سے آج کل کا تمدن متنفر ہے یا جن کو آج کل کا فلسفہ تسلیم نہیں کرتا۔ بہرحال مذہبی فٹ بال اصحاب الشمال میں رگیدا جارہا ہے اصحاب الیمین اسے اصحاب الشمال کی زد سے بچانا چاہتے ہیں مگر وہ زور پکڑ گئے ہیں اور اسے گول کے قریب لے جارہے ہیں ہر ایک کھلاڑی ایسی کک لگاتا ہے کہ باوجود اصحاب الیمین کے روکنے کے وہ گیند گول کے قریب ہوا جاتا ہے اور اصحاب الشمال اپنی اپنی ذاتی قابلیت کے جوہر دکھا کر ایک دوسرے سے بڑھ کر نمبر لے رہے ہیں۔ مگر ابھی تک ایک گول کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہوئے میچ بڑا زبردست ہے۔ امت محمدیہ اور کرشنوں کا مقابلہ ہے دیکھئے نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ آیا اصحاب الشمال خود آپس میں لڑلڑ کے فنا ہو جاتے ہیں یا آپس میں اتحاد پیدا کر کے اصحاب الیمین کے سر گول کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں لیکن واقعات بتارہے ہیں کہ یہ میچ نصف صدی سے جاری ہے ایران کی ٹیم نے شروع کیا تھا۔ قادیانی ٹیم نے اس کا ہاتھ بٹایا تھا۔ مگر پھر بھی کامیاب نہ ہوسکے۔ آخرالامر مظاہر قدرت ثانیہ اور مجددین اہل قرآن نے بھی اپنی ساری طاقت خرچ کر ڈالی۔ لیکن ابھی تک

کامیابی نہیں ہوئی۔ بہرحال اصحاب الیمین کو اپنی کامیابی پر کامل وثوق ہے کیونکہ ایسے برساتی مذہب ہزاروں دفعہ نکلے اور چار دن کے بعد خود بخود مٹ گئے ابھی کل کی بات ہے کہ چیت رامی فرقہ نکلا تھا اور آج اس کے پیرو نظر نہیں آتے۔ عبداللہ چکڑالوی نے ایک جماعت پیدا کی تھی۔ جو اسی سے وابستہ تھی خود اس مسلک کے اتحادیوں نے اس کی تعلیم کو غلط قرار دیا۔ قادیانی تعلیم میں بھی افتراق نمودار ہو چکا ہے اور اپنے پیر کی تحریرات کو بعض دفعہ صاف لفظوں میں کہہ دیتے ہیں کہ غلط ہیں چیچہ وطنی نبی مر چکا ہے اور اپنا مذہب ساتھ لے گیا ہے۔ ازمنہ متوسطہ میں حسن بن صباح کے مذہب نے بڑا زور پکڑا تھا۔ مگر اڑھائی سو سال بعد اس کا نام ونشان نہ رہا۔ قادیانی مذہب کے متعلق خود کرشن کی پیشگوئی ہے کہ خدا کہتا ہے کہ میرا نام ختم نہیں ہوگا اور تیرا نام ختم ہو جائے گا اس لئے ان کا خاتمہ بھی ضروری ہے ورنہ کرشن قادیانی آپنے دعاوی اور الہامات میں سچا ثابت نہ ہوگا اور امت کمتر یہ بھی یہ سمجھ رکھے کہ العلوم تتزاید یوما فیوما اس لئے ممکن ہے کہ جن تحقیقات کی بناء پر بیان للناس لکھی جاری ہے چند سال بعد غلط ثابت ہوں اور یہ مذہب بھی مٹ جائے۔

پانزدہم...... مااوتیتم من العلم الا قلیلا اور رب زدنی علما سے ثابت ہے کہ رسول کا علم قابل اضافہ ہے اور وہ علم الٰہی نہیں کہ جس میں اضافہ نہ ہو سکے اور قرآن کے عجائب غیر محدود ہیں تو اگر آپ نے سارے عجائب بیان کر دیئے تھے تو ان کا پیش کرنا ضروری ہے ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ آپ نے اپنے زمانہ کے متعلق جو کچھ بتایا تھا وہ کافی تھا۔ مگر مستقبل زمانہ میں جن تشریحات کی ضرورت محسوس ہوئی ہے ان کے متعلق آپ کا علم کافی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خود اہل سنت نے بھی اپنی تفاسیر میں نئے علوم بھر دیئے ہیں۔

جواب...... آپ بیشک دقائق ومعارف بیان کیجئے مگر آپ کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں کہ جو پہلے حقائق منکشف ہو چکے ہیں ان کو پاؤں سے ٹھکرا کر رکھ دیں پہلے معارف بیان کنندوں نے عمارت پر عمارت کھڑی کی ہے۔ پہلی عمارت گرا کر از سر نو قائم کرنا آجکل کے مجددین اسلام کا شیوہ ہو رہا ہے اور جدت پسندی ایسی زور پکڑ گئی ہے کہ اپنے ہمعصر مجدد کی بنیاد بھی آنکھوں کا شہتیر بن جاتی ہے علم نبی میں اضافہ خدا کی طرف سے تو ممکن ہے۔ مگر یہ اضافہ ناممکن ہے جو آپ جیسے کر رہے ہیں جس میں مفہومات قرآنیہ قدیم کو باطل قرار دے کر نئے مفہوم قائم کیے جائیں۔ یہ تو وہی شان ہے جو بہاء اللہ نے دکھائی ہے یا امام حقیقی دکھا رہا ہے اور کچھ کچھ مرزائے قادیانی نے بھی دکھائی تھی مگر آپکا ڈھنگ کچھ نرالا ہے۔ آپ تو مار آستین ہو کر ڈنگ چلاتے آتے ہیں حدیث مانتے بھی ہیں اس کی تردید پر کمربستہ بھی ہیں۔ حضور کی فضیلت کا اقرار بھی ہے لیکن گھٹاتے گھٹاتے علمی

استعداد میں اپنے آپ سے بھی کم ظاہر کردیا ہے۔ دنیا شاہد ہے کہ آپؐ سے تیس روزے اور پانچ نمازیں بلا کم وکاست دستور العمل بن کر منقول ہیں مگر جناب ہیں کہ اپنی رائے سے ارکان اسلام کو اتنی وقعت بھی نہیں دیتے کہ جتنی سکول میں پاجامہ کو ہے یا کالج میں ہیٹ کو۔ اسی طرح ہمارے نبی کی ثابت شدہ تعلیمات کو ہر جگہ رگید کر اپنی رائے الگ قائم کرلی ہے۔ پھر نزاکت یہ ہے کہ احکام شرعیہ کو وجوب سے اباحت تک یا اباحت سے حرمت تک پہنچا کر اور شریعت جدید قائم کرکے بھی کمترین کا خطاب نہیں چھوڑا ہے برعکس نہند نام زنگی کافور۔ ہم نے تو آپ کو انبیاء کی صف میں کھڑا کردیا ہے کیونکہ ایسے حالات کا مالک رسول ہی ہوتا ہے یا زندیق؟ غالباً آپ زندیق بننا تو پسند نہ کریں گے اس لئے آپ اپنی نبوت کا اعلان کردیں۔

مرزا نے بھی کہا تھا۔ کہ میری استعداد علمی حضور علیہ السلام سے بڑھ گئی ہے اس لئے اب میں نبی ہوں آپ بھی کہہ دیں کہ میں بظاہر کمترین مولوی ہوں مگر اندر سے نبی ہوں کیونکہ خدا نے مجھے وہ باتیں سمجھائی ہیں جو احکام شرعیہ کی تفصیل میں معاذ اللہ محمد عربی کو بھی نہیں سوجھی تھیں لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ کی شریعت امام حقیقی اور کرشن قادیانی اور مسیح ایرانی کی شریعت سے ذرہ مختلف ہے بہتر ہوتا کہ آپ ان کی شریعت کو مطالعہ فرما کر ان سے اتفاق رائے کرلیتے۔ مگر چونکہ آپ کی ذہنیت سب سے برتر تھی۔ اس لئے آپ کی غیرت نے یہ گوارہ نہ کیا کہ ان کا تتبع کریں۔ بہرحال کمترین بن کر جس طریق سے آپ نے علمی ذہنیت کا حملہ کیا ہے وہ ہم برداشت نہیں کرسکتے ہم اس کے معاوضہ میں جس قدر بھی آپ کو برا کہیں حق بجانب ہوں گے دل آزردہ راسخت باشد سخن آپ کا سوال ہے کہ تشریحات نبویہ کہاں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ احکام قرآنی کا عملی نمونہ اور اس کی مکمل تشریح کتب احادیث میں موجود ہے جن کو اگر کوئی وقعت شرعی نہ بھی دی جائے تو کم از کم بائبل کی حیثیت میں تاریخی طور پر تو معتبر ہوسکتی ہے۔ باقی رہے کہ سوالات جدیدہ کے جوابات اور تحقیقات فلسفیہ پر تنقید۔ سو یہ سب کچھ بعد کی چیزیں ہیں جن کے سمجھنے میں بھی انوار نبوت کی روشنی میں ہی ہم سب کچھ کرسکتے ہیں۔ شاید آپ کو خیال ہوگا کہ مخالفین کی تردید میں آپ کو ید طولیٰ حاصل ہے مگر آپ جہل مرکب سے نکل کر ذرا دنیا کی ہوا لیں۔ اسلام میں اب بھی ایسی زبردست ہستیاں موجود ہیں جو آپ کے طرز تعلیم کو بازیچہ طفلاں سمجھ کر صدائے بیاباں سمجھ رہی ہیں۔ ہائے تقدس تیرا ستیاناس! تو نے کمترین کو بھی نہ چھوڑا۔ وہ بھی چند حاشیہ نشینوں کے خوشامدی فقروں کا شکار ہوگیا۔ ارے نخوت تیرا خانہ تباہ تو نے اس کے چھوٹے سے دماغ پر تسلط جمالیا اور اس پر آمادہ کردیا کہ تعلیمات نبویہ کو قرآن کے خلاف ثابت کرکے اپنی تعلیمات کو اس کے

موافق کرنے میں ہمارے نبی سے بڑھ جائے۔ مردے خوب بود چہ شد کہ: ''بفحوائے من یضلل اللہ فلا ھادی لہ کا مصداق علیٰ ابصارھم غشاوۃ پیدا شد وبحکم لا یسمع الصم الدعاء گوش بروالرسول یدعوکم لما یحییکم ندارد''

تفو برتو اے چرخ گردوں تفو
چنیں کس نفہمد نکو ہش برو

شانزدہم...... صحیح بخاری نہ وحی متلو ہے نہ غیر متلو۔ ورنہ کئی احادیث کو اسمیں کیوں درج نہ کیا۔ مسلم نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جو شخص قرآن کے سوا کسی اور وحی کا قائل ہے وہ بدمذہب ہے اور تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ امام بخاری منتحل الحدیث مخطی خلاف مذہب علماء ساقط الاعتبار اور فاسد القول تھے تیسری صدی میں تصنیف ہوئی اور اسپر تنقیدیں ہوتی رہیں۔ آخر چھٹی صدی کے اخیر ابن صلاح نے کہہ دیا کہ: ''اصح الکتاب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری حالانکہ یہ فقرہ دوسری کتب احادیث کے متعلق بھی کہا گیا ہے۔ درحقیقت محدثین نے اقوال منسوبہ بطرف نبی کو تسلیم کیا مگر ان کو یہ معلوم نہ ہوسکا۔ کہ فلاں قول واقعی رسول کی طرف منسوب ہونے کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟ صدیوں کی کہی ہوئی باتیں کیسے پرکھ سکتے تھے۔ اگر امت مسلمہ کی قسمت یاور ہوتی تو ان اقوال کو قرآن کے اوپر پیش کرتے اور عقل سے جانچتے، مطابق کو لے لیتے اور مخالف کو چھوڑ دیتے

جواب...... یہ مانا کہ قسمت نے کمترین کے وجود سے یہ سعادت عظمیٰ حاصل کی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آیا تیسری یا چھٹی صدی میں آپ جیسی ہستی کا پایا جانا ممکن تھا؟ جبکہ نہ تمدن یورپ کی بنیاد پڑی تھی اور نہ علوم فنون جدیدہ نے اپنے عالمگیر اثرات سے دنیا کو مذہب سے روکش کیا تھا۔ اس لئے مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ آپ ہی کا حصہ تھا اور آپ کی ہی ہستی سے اسلام کی یہ سعادت وابستہ تھی۔ جناب بخاری سے پہلے ارکین اسلام بنائے اسلام کی ادائیگی ویسی تھی جیسی کہ بعد میں چلی آئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ سو سال کی ادائیگی ویسی تھی جیسی کہ بعد میں چلی آئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ سو سال تک اسلام بغیر بخاری کے جاری تھا۔ اس لئے اس کے وجود سے اسلام میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی تھی۔ مگر چونکہ اس کتاب میں حضور علیہ السلام اور عہد رسالت کے اقوال اور حالات بیان ہوئے تھے جو اس وقت کے علمائے اسلام کے نزدیک خلاف قرآن نہ تھے کیونکہ ابھی بقول آنجناب قرآن شریف ستر ہزار پردوں میں پوشیدہ تھا اس لئے قرآن وحدیث کا تطابق اظہر من الشمس تھا۔ تو صحیح بخاری کو وہ وقعت پیدا ہوئی جو دوسری کتابوں کو

حاصل نہ ہوسکی۔ کیونکہ اس میں علاوہ احکام کے اخبار بالغیب اور سیرت نبوی بھی درج تھی اور امام موصوف نے حتیٰ المقدور وہ روایات درج کی تھیں۔ جو بلا شبہ قابل قبول تھیں اور جو تنقیدات بعد میں کی گئی تھیں۔ وہ جزوی طور پر تھیں۔ جنہوں نے اس کی عام مقبولیت کو نقصان نہیں پہنچایا تھا اور اغلاط کا ہونا ناممکن نہ تھا۔ وہ خدانخواستہ تفسیر بیان للناس تھوڑی تھی۔ کہ اس کا ایک ایک حرف تفہیم الٰہی سے ناقابل تنقید ہوتا اور امام بخاری کو وہ درجہ حاصل نہ ہوا تھا جو آپ کو عنایت ہوا ہے ذلك فضل الله يوتيه من يشاء لیکن آنجناب اگر بنی نوع انسان کے فرد ہیں اور آپ سے بھی غلطی کا امکان ہوسکتا ہے۔ تو یہ بات بخوبی ذہن نشین کرلیں کہ وہ چیزیں آپس میں اسی وقت ملتی ہیں کہ ایک ہی خط مستقیم پر واقع ہوں ورنہ ان میں تطابق محال ہوگا۔ عہد تجدید یعنی چودھویں صدی کے مجددین اور انبیاء سے پہلے قرآن وحدیث کو لوگ ایک ہی خط مستقیم پر (کہ وہ دونوں مافوق البشریت ہیں) سمجھتے رہے اور جن اقوال کو انہوں نے موضوع پایا ان کی کانٹ چھانٹ کر کے الگ کر دیا تھا جو کتب موضوعات میں اب تک درج ہیں اور آج تک ان کے باہمی تطابق پر کسی کو شبہ تک بھی پیدا نہیں ہوا۔ مگر بدقسمتی سے اصحاب الشمال تعلیمیافتہ اصحاب نے تصانیف غیر مسلم کو زیر مطالعہ کر کے اور ان کے اثرات اولیہ کو اپنے سادہ اور صاف دماغ پر جگہ دے کر بعد میں جب اسلامی لٹریچر کا از خود مطالعہ کیا تو انہوں نے پہلے قرآن کو مذکور الصدر خط مستقیم سے نیچے اتار کر سطح کردی کے ایک نقطہ پر رکھ دیا۔ جو چاروں طرف جھکنے لگا شمال کو جھکا تو ایرانی مجددوں نے اس کی کھال کا بال بال نوچ ڈالا۔ مشرق کو مائل ہوا تو قادیانی مغل نے لوٹ کر اپنے اندر ڈال لیا مغرب کو متوجہ ہوا، تو محققین یورپ نے اس کی ہستی کو مٹا دیا کہ یہ قول بشر ہے اور صحف متقدمہ کا منتخب کورس ہے سیدھا پنجاب کا رخ کیا تو مظاہر قدرت ثانیہ اور امام حقیقی اور دیگر امام الزمانوں نے اس کی خوب خاطر کی۔ امت مسلمہ کے ہاتھ پڑا تو اس نے اسکا سارا مفہوم ہی بدل ڈالا اور صاف کہہ دیا کہ آج تک جتنے مذاہب ہیں سب قرآن تصحیف شدہ کے خلاف ہیں اور شان رسالت کو ایک معمولی چھٹی رسان کی حیثیت میں لاکر کھڑا کر دیا کبھی رسول کا کاٹھ کی پتلی بنایا کبھی خطا کار اور کبھی غلط گو۔ الغرض یہاں تک غلو کیا کہ جو کچھ نبی نے سمجھکر قرآن شریف سے دستور العمل قائم کیا تھا اس پر صاف ہاتھ پھیر دیا۔ کہ نمازیں پانچ نہیں دو ہیں۔ روزے تیس نہیں دس ہیں اور نماز ارکان مخصوصہ کا نام نہیں صرف خدا کی طرف رجوع ہونے سے رام رام کرنے سے بھی ادا ہوسکتی ہے۔ قبلہ ضروری نہیں وضو فرض نہیں ہاتھ پاؤں صاف ہوں تو کرسی پر بیٹھ کر منہ میں حقہ کا دودہ کش لئے

ہوئے بھی صبح وشام کی تسبیح ادا ہوسکتی ہے غرضیکہ ساری ہی شریعت بدل ڈالی اور جب قرآن کو نیچے قدموں پر گرالیا۔

تو احادیث کو اس کے پاس لاکر رکھنے کی کوشش کی مگر ان میں تحریف اور تبدیل معانی کا حربہ نہ چل سکا اس لئے جو نا قابل تحریف ثابت ہوئیں ان کو نکالنا شروع کر دیا اور جو تحریف شدہ مفاہیم قرآنیہ سے مناسب معلوم ہوئیں ان کو قرآن کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ ایک نکتہ پر دو جسم قائم نہیں ہوسکتے اس لئے قرآن ہی قرآن رہ گیا اور احادیث نبویہ کی ضرورت باقی نہ رہی۔ یہ اسلامی خیر خواہی پہلے فرقہ ہائے اہل قرآن کے پہلے مجدد عبداللہ چکڑالوی نے ظاہر کی تھی۔ کہ جبکہ وہ لاہور مسجد چینیاں میں پیش امام اور مدرس تھا۔ مدت تک صحاح ستہ کا درس دیتے ہوئے آخر اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ صحیحین (مسلم بخاری) ہی صحیح ہیں کہ کچھ عرصہ بعد صرف صحیح بخاری کو صحیح بنا کر قرآن مجید کے ترجمہ خود ساختہ کے ساتھ مطابق کرنے لگا۔ آخر کہہ دیا کہ یہ ترجمہ اور صحیح بخاری ایک ہیں۔ تو صرف قرآن ہی قابل عمل ہے۔ بہر حال اس کا ترجمہ اور تشریح قرآنی کچھ نہ کچھ احادیث کے مطابق تھی۔ لیکن بعد جو اس کے ناخلف پیدا ہوئے انہوں نے اپنے مرشد کو بھی غلط گو اور خطا کار ٹھہرایا اور آج وہ دن ہے کہ اس کے مذہب اہل قرآن کو بھی بدعت سمجھا جاتا ہے ممکن ہے کہ امت مسلمہ کے ناخلف کچھ عرصہ بعد اس کو بھی امت مسلمہ ہی کہنے لگ جائیں۔

ہفدہم...... ہمارے مخالف قرآن نہیں سمجھتے اور نہ ہی صاحب قرآن کی حقیقت کو جانتے ہیں تو پھر ہمارے عقائد پر کیسے حاوی ہوسکتے ہیں؟

جواب...... قرآن مجید کا جو پہلو آپ نے نکالا ہے۔ واقعی ابھی تک مشتبہ ہے جب تک آپ کی ساری تفسیر شائع ہو کر عام نہ ہو جائے کسی کو کیا معلوم کہ آپ صاحب قرآن ہیں یا کوئی اور؟ مگر یہ تقدس کی خود آرائی نرالی شان رکھتی ہے۔ کہ ہمارے سوا کسی نے قرآن نہ سمجھا اور نہ سمجھتا ہے مرزا بھی یہی کہتا تھا اس لئے ہم آپ کو اس کے ساتھ ہی کھڑا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

۴۶...... خواجہ احمد الدین ناظم امت مسلمہ امرتسر: اس وقت تجدید قرآن میں منہمک ہیں۔ چند رسائل لکھ چکے ہیں اور ایک تفسیر بیان للناس شائع کر رہے ہیں۔ ماہواری رسالہ البلاغ آپ کی ہی زیر ادارت شائع ہوتا ہے۔ جس میں جدت طرازی کے خاص خاص نمونے شائع کئے جاتے ہیں۔ بارہا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے مناظر ہوا کہ رسول کی حیثیت کیا ہے اور وحی کس کا نام ہے اور احادیث قابل عمل ہیں یا نہیں جس میں آپ نے کہہ دیا کہ اصل مطاع غیر مسئول خدا کے سوا کوئی نہیں اور نبی ہماری طرح کے غلط کار اور غلط گو ہوتے ہیں اور جو شخص حدیث

کو وحی غیر متلو کہتا ہے یا جو رسول کو مطاع غیر مسئول سمجھتے ہیں وہ مرتکب شرک فی الالوہتیہ ہیں۔ آپ انڈر گریجوائٹ عمر رسیدہ مولوی مشہور ہیں ابتدائی تعلیم امرت سر کے مایہ ناز مولوی غلام علی صاحب سے پائی تھی پھر خود دینیات کا مطالعہ شروع کر دیا اور کئی کروٹ بدل بدل کر اس نتیجہ پر آپہنچے ہیں کہ قرآن مجید آج تک کسی نے نہیں سمجھا قرآن مفصل کتاب ہے اور جو تفصیلات مسلمانوں نے قرآن کے لئے مقرر کی ہیں، وہ مولویوں کی خود ساختہ ہیں اس لئے قرآن کی تفصیل وہی معتبر ہوگی جو خود قرآن میں موجود ہے اس لئے ضرورت پیش آئی کہ قرآن اور قرآن کی تفصیل میں ایک تفسیر لکھی جائے جس کا حجم کم از کم ڈیڑھ ہزار صفحہ ہو۔ یہ ارادہ دیر سے کر رہے تھے۔ مگر چونکہ پہلے پہل انجمن اسلامیہ امرتسر کے ملازم تھے اور سکول میں مختلف مضامین پڑھاتے رہے تھے اور لوگ آپ کے متعلق نیک ظن رکھتے تھے اس لئے یہ بھی دبے رہے اور جب ریٹائر ہو کر امام مسجد بن گئے تو آزادی سے اپنے خیالات کا اظہار شروع کر دیا۔ آخر الامر یہاں تک اپنی جماعت تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ کہ عقائد لکھ کر اپنا مذہب قائم کر لیا۔ جس کی تفصیل پچھلے نمبروں میں آچکی ہے۔ یہ حضرت اگرچہ کمترین کا خطاب اپنے لئے تجویز کرتے ہیں، مگر اس تجدید اسلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو انہوں نے اپنے عقائد نامہ میں ظاہر کئے ہیں۔ ہم ان کو نبی مخفی کا خطاب پیش کرتے ہیں امید ہے کہ منظور فرما کر چودھویں صدی کے انبیاء میں شامل ہو جائیں گے۔ اگر یہ خطاب منظور نہیں تو کم از کم مجدد وقت اور امام الزمان کا خطاب تو ضرور لینا پڑے گا ورنہ امت مسلمہ بغیر نبی کے کس طرح معنون ہو سکتی ہے شاید یہ خیال ہوگا کہ آپ بروز ابراہیمی ہیں کیونکہ آنحضرت نے ہی کہا تھا کہ یا اللہ میری ذریت سے امت مسلمہ ہو گو یہ امت ابراہیمی خاندان سے تعلق نہیں رکھتی۔ مگر روحانی تعلق کی وجہ سے اس میں داخل ہو سکتی ہے۔

۴۷...... یحییٰ بہاری

کا دعویٰ حصہ اول میں یحییٰ بہاری کا نام چودھویں صدی کے نبیوں میں درج ہو چکا ہے اب ہم اس کی کتاب فرمان سے ایک نظم درج کرتے ہیں جس میں اس نے اپنے تمام دعاوی درج کئے ہیں۔ نظم کی بندش دیکھ کر اندازہ لگ سکتا ہے کہ آدمی بڑا معقول ہے۔ مسیح قادیانی کی نظم اس کے سامنے پانی بھرتی ہے اور اس کے مظاہر قدرت تو سرے سے اس کی گاڑی کے بیل ہی نہیں بلکہ ان کا ذکر ہی فضول ہے البتہ مسیح ایرانی فارسی نثر لکھنے میں اس سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ فارسی اس کی مادری زبان تھی اور اردو یحییٰ کی مادری زبان تھی۔ لیکن قادیانی مسیح کی مادری زبان نہ فارسی تھی نہ اردو اس لئے پنجابی نما نظم ونثر لکھنے پر قادر تھا اور چونکہ ان مدعیان مسیحیت و مہدویت میں سے کوئی

بھی عربی الاصل نہ تھا اس لئے عربی نظم ونثر لکھنے میں ان تینوں میں کوئی بھی ایسا نہ نکلا کہ اس مردہ زبان کو زندہ کرے یا اس کے اندھے، لولے الفاظ کو درست کر کے صحیح طور پر شفا بخشی سے کام لے اور مخفی نبی نے بھی کوئی خاص ادبی لیاقت آج تک اپنی خاص نظم یا نثر میں پیش نہیں کی۔ صرف آپ کو ناز ہے تو اس تقدس یا اس لیاقت پر جو ان کو شاگوشا گردوں اور اصحاب الشمال تابعداروں کی واہ واہ سے حاصل ہو چکی ہے۔ بہر حال یحییٰ کی نظم ذیل میں درج ہے۔

نظم

راما ہم ہیں مریم ہم ہیں رستم ہم ہیں ہم ہی جم
گویا کہ بس ہم ہی ہم ہیں ہم ہی ہم ہیں ہم ہی ہم

یاد رہے تم سب کو اتنا جب تک ہے اس دم میں دم
بولینگے ہم بیشک حق حق لاکھ کرو تم ذم پر ذم

یـا امـی یـا امـی امـی امـی امـی امیّم
مہدی مہدی مہدی مہدی مہدی مہدی ام

ہم ہی صبیٔ مہدی ہیں گہوارہ میں جو بولے تھے
احمد ہم ہیں موسی ہم ہیں عیسیٰ ہم ہیں یحییٰ ہم

پہلے جو کچھ لائے تھے ہم دیدا کے تم سکو گئے
تمنے اس کو ایک نہ مانا سیدھے بن کے ہوگئے خم

اب ہم جو کچھ لائے ہیں. سو لیلو بھلے منسائی سے
چھوڑو اپنا دھوم دھڑکا چھوڑو اپنا سارا بم

دیکھو کیا ہے شان ہماری سارے احمد حامد ہیں
قال رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ الم

ایلـی ایلـی ایلـی ولمـا سبقتنی
ان اللہ معنا پھر کیا ہے ہم کو اس کا غم

سبـحـنـك لاعـلـم لـنـا الا مـا عـلـمـتـنـا
انك انـت الـعـلـيـم میں ہوں تیرا خالی فم

قدرت تیری رنگ برنگی تو قدرت کا مالی ہے
میں ہی تیرا فوٹو ہوں بس مجھ سے ہی عالم البم

ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخذ، ضغ
سارے علم اسی میں بھرے ہیں ضاء ظہور العالم کم

دیکھو بھاگو بچتے جاؤ چلتی ہے تلوار مری
چھم چھم چھم چھم چھم چھم چھم چھم چھم چھم چھم چھم

خون بہے گا دنیا میں پڑجائیں گے کہرام بڑے
سوکھی ساکھی دھرتی سب ہوجائیں گی اکدم سے یم

لاتبدیل لخلق اللہ سمع اللہ لمن حمدہ
نینی تل کے مانس کی ہے دیکھو دونو نینا نم

سبحان اللہ تعالیٰ من یخش اللہ یتقہ
جعل لکل شیءٍ سبباً وہ وہ وہ وہ وہ وہ ہم

ھو المھدی ھو الھادی لیس الھادی الاھو
نازل ہوگا کس جاپر؟ امریکہ میں جوہی اک قم

خشعاً ابصارھم یخرجون من الاجداث
لیس لھم من دون اللہ کاشفۃ من ھم الغم

ہادی مہدی نرنرائن دولہا دولہن ایک ہیں
سب کے سب کنگالی ہیں اور اتم جوکھم خالی ہم

....

خود بقا اور خود فنا ہوں خود نبی اور خود نباہوں میں
واہ کیا خوب دلربا ہوں میں اپنے ہی آپ پر فدا ہوں میں
اختر ومہر وماہ برج و فلک جنت ودوزخ وخلا ہوں میں
ابروباد سحاب وقوس وقزح بارش وبرق وطورو طاء ہوں میں
بحر و برسبزہ مکین ومکاں روح وارواح وبازیا ہوں میں
الغرض جملہ کائن وماکان میں ہیں میں ہوں بتاؤ کیا ہوں میں
اور ناممکن القیاس جو ہو وہ بھی میں ہوں بس اب خدا ہوں میں
خود سے چھپتا ہوں شرم کے مارے حی یحیا وباحیا ہوں میں
بس خدا ہی کا نام یحییٰ ہے میں نہ کچھ حاء دیاء ہوں میں

احکام...... دل نہ دکھاؤ۔ اپنی صفات کو قدسیہ بناؤ میرا چال چلن اختیار کرو۔ ورنہ افلاس اموات وامراض اور تناسخ ومصائب میں گرفتار ہو کر عذاب پاؤ گے۔ زانی کو کتے سے کٹوا کر مار ڈالو۔ کوئی پیشہ امتحان پاس کرنے کے بغیر نہ کرو۔ محبت عامہ کو مقدم رکھو۔ بغیر پسند کے شادی نہ کرو۔ جو مزاحم ہو اس پر کھولتا ہوا پانی ڈالو۔ طلاق نہ دو۔ کوئی کسی کا منہ چڑائے تو ہونٹ کاٹ ڈالو۔ ابرو سے اشارہ کرے تو موچنہ سے بال نوچ دو۔ بہتان باندھنے والے کو چونہ کی بھٹی میں بٹھا کر پانی ڈال دو۔ رہن اجارہ نہ کرو۔ قرض نہ لو۔ قاتل کو کرسی پر بٹھا کر بجلی سے قتل کرو۔ زیادہ گوشت نہ کھاؤ۔ جس سے تکلیف ہو وہ نہ کھاؤ۔ کسی کو دجال اور حرامی نہ کہو۔ صحت درست رکھو۔ جو باغ میں پیشاب کرے اس کے منہ میں پیشاب کرو۔ نطفہ ضائع کرنے والے کا آلہ تناسل کاٹ ڈالو اور جو عورت گاجر وغیرہ سے فرزجہ کرے۔ نمک نوشادر اور مرچ سے اس کو فرزجہ کرو۔ جانور سے مجامعت کرے تو عضو تناسل کاٹ دو۔ جو زنا بالجبر کرے اس کی جورو یا بیٹی سے بازار عام میں زنا کراؤ۔ کتے سے اس کی سفرہ کو بی کرائی جائے۔ پھرتہ خانہ میں برف کے نیچے دباؤ۔ زانیہ حاملہ ہو تو اسے محاصرہ میں رکھو کہ حمل نہ گرائے ورنہ قتل عمد کی سزا پائے فاعل کو الٹا لٹکا دو کہ سوکھ کر مر جائے یا درندے نوچیں اور مفعول کو سولی دو۔ جو عقیم ہونے کی دوا دے یا مخنث بنائے اسے لاکھ کی دیوار میں چپکا دو۔ آگ لگانیوالے کو توپ سے اڑاؤ۔ باغی کو بچھو کی خندق میں ڈالو۔ زبان کاٹ ڈالو۔ اس کی جو غلط خواب یا خبر پھیلائے یا برا افسانہ لکھے یا غیبت اور غمازی کرے یا جھوٹی گواہی یا جھوٹی جاسوسی کرے۔ جو کسی کو بنظر تحقیر دیکھے اس کی آنکھ میں چونہ بھر دو انگلی سے بکر نہ توڑو زفاف کا خون نہ دکھاؤ عقیقہ اور تسمیہ وغیرہ پر خرچ کرنے والے کو حبس دوام کرو۔ زخم پہنچانے والے کو قتل کرو۔ مفلسی دور کرو۔ کیونکہ وہ تم کو گرجا میں بھی یکسوئی پیدا نہیں کرنے دیتی۔ سب کے ساتھ ملکر موحد الکل بنو۔ یہی اصل عبادت ہے جو سب کو موحد الکل بنائے اس کو عبادت کی ضرورت نہیں کیونکہ اس نے صبر کیا خوش کیا۔ برائی نہیں کی نیکی کو راہ دی۔ بروں کو نکالا یا اس لئے وہ عقل وحسن وصورت حکمت حکم حکومت عزت واقبال اور نبوت ورسالت کا مستحق ہے۔ یداللہ اور خلیفہ اللہ بنا ہے اور عرش بریں پر بیٹھنے کے قابل ہے اور خلیفہ الشیطان فی نار جہنم۔ سب اردو بولو اسی میں تعلیم ہو۔ ایک فرمانروائے کل کو قبول کرو جس کے ماتحت فرمانروائے جزو ہوں جو اس سے ملکر کام کریں اور خمس ۱/۵ جمع کر کے بیت المال میں جمع کرائیں۔ جو فرمانروائے کل کے زیر تصرف ہو اور جب تک ساری دنیا غنی نہ ہو جائے۔ بیت المال سے خرچ نہ کرو۔ سکہ اسٹامپ بیرق ٹکٹ خطبہ کلمہ سب فرمانروائے کل کے نام پر ہو۔ جو اتحاد کے مزاحم ہو اسے تیزاب میں ڈالو۔ کھال اتر کر صحت ہو تو

پھر تیزاب میں ڈالتے رہو۔ ان کے ہاتھ کاٹو۔ راشی مرتشی چور۔ بغاوت کا اشتہار شائع کرنیوالا خط کھولنے والا۔ برہنہ فوٹو بنانے والا۔ ربڑ کا آدمی یا عورت بنانے والا۔ بے جا طور پر مال کھانیوالے پر وہی مال پگھلا کر ڈالو۔ کفر و سرکشی کی سزا چار مہینہ ہے۔ جس پر اس کی کھال کھینچی جائے۔ پھوٹ ڈالنے والے کو سنگسار کرو۔ فرمان کے خلاف چلنے والے کو بھی سنگسار کرو۔ ملاح گاڑیبان اور سواری والا تازہ سامان رکھے ورنہ جرمانہ اور تازیانہ لگاؤ اور نقصان بھر لو۔ جس عضو سے جو برائی ہو وہی کاٹ ڈالو۔ جو جرم کسی جرم کے مشابہ ہوا سے اس کی مشابہ سزا دو۔ عورتوں کو پردہ میں حبس نہ کرو۔ پردہ دری عندالامن حرام ہے اور پردہ داری عندالخوف حرام ہے۔ قابل اطمینان حالت پیدا کرو۔ پھر حرام کو بند کرو۔ توحید فی العمل کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ کرو گے تو جبراً کرایا جائے گا۔ یہ فرمان سب کے لئے ہے۔ ایک ابدالآباد حمد کردہ شدہ زندہ سردار سید محمد یحییٰ تمہاری سرکوبی کے لئے کافی ہے۔ زمانہ کے ساتھ تم بھی رنگ بدلو۔ آبحیات کی حفاظت کرو۔ اور اس کو اپنے جوڑے سے اعتدال کے ساتھ خرچ کرو یحییٰ مسیح کا یہی لیکچر ہے جو گرجاؤں میں دہرایا جائے اور یہی کافی عبادت ہے نیچے کی نظم میں سب برائیاں درج ہیں ان سے پرہیز کرو۔

نظم

بخلی وطمع وبزدلی وکاہلی سرقہ میخواری وکبر وجاہلی

قہر و بے صبری وبہتان ونفاق کفر و شرک وبغض اسراف وطلاق

کیدو غمازی ودجل و احتکار غیبت وقتل وقمار وافتخار

فتنہ وجملہ فسادات وشرور مسکرات عجب واغواؤ غرور

بے وفائی وریاؤ حقدوجنگ جلق واغلام وزنا وکنسر نگ

چاپلو سی ودل آزاری وزور غبن وبد خلقی وگمراہی وجور

ہر بغاوت ہر خیانت ہر حسد ہر بدی ملعون گشتہ تا ابد

ہر چہ فرمودست یحییٰ گوش کن زشت راگبذار حالا ہوش کن

نیز ترک مذہب اقوام غرب گفت آسی بد تریں عصیان رب

گرجا کو صاف رکھو۔ اتوار کو منبر کے پاس بخور جلاؤ دائیں بائیں مسیح ثانی (میری) دو تصویریں ہوں۔ اس طرف لوگ سینہ پر ہاتھ رکھ کر سر جھکائیں۔ بنچ کے سامنے لمبا ٹیبل ہو۔ حکام کے لئے اوپر برآمدہ ہو۔ منبر کے پاس سٹیج پر خوش آواز باجا ہو۔ جب فرمان پڑھتے پڑھتے کوئی مقام

سرورافزا آجائے تو باجے کیساتھ خوش گلوگائیں اور بہت خوشی سے گرجا گھر میں فرمان پڑھ پڑھ کے خدا سے دعائیں مانگیں۔ سب ہمنوا ہو کر قسطنطنیہ کو اپنا دارالخلافہ بناؤ اور وہاں کے خنزیروں کو مار ڈالو ورنہ حلقہ سموات کے پار سے ڈائینومٹ رکھ کر دنیا اڑادی جائے گی۔ بیت المقدس کو سید المعابد بناؤ۔ ممکن ہو تو ارمئی کو وہاں جاکر اس طرز جدید پر نماز ادا کرو۔ فرمان کی تلاوت ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نہ ہو۔ بیچ میں ٹفن کی چھٹی بھی ہو۔ دلچسپی نہ بھی ہو تو پھر بھی ایک گھنٹہ عبادۃ ضرور پڑھو۔ جلسہ برخواست ہونے کے وقت خطیب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے۔ دعا ختم کرنے کے بعد لا الـه الا اللّٰه یحییٰ عین اللّٰه کہہ کر سینہ پر ہاتھ رکھ کر سر جھکائے اور لوگ ٹیبل پر ہاتھ رکھ کر سر جھکائیں۔ پھر نزدیک والے دروازے سے نکل جائیں۔ ٹیکہ لگواؤ۔ مردہ کے غم میں ماتمی نشان چالیس روز تک بازو پر رکھو۔ مردہ کو گاڑی پر لے جاکر مشین کے ذریعہ آگ میں پھونک دو۔ اور راکھ کسی خندق میں ڈالدو یا گڑھے میں غرق کردو۔ بے اجازت گاڑی کے پیچھے بیٹھنے والے کو خوب مارو۔ اگرچہ مرجائے۔ ہسپتال پل سڑکیں اور کنوئیں بناؤ۔ حاجت روائی کرو تاکہ کوئی مفلس نہ رہے۔ مگر مساوی الدرجہ جائداد تقسیم نہ کرو۔ مجلس قائم کرکے ضلع کے ماتحت رپورٹ دیا کرو۔ وہاں سے وائسرائے کے پاس جائے اور وہ فرمانروائے کل کے پاس بھیجے۔ اصلاح عالم جہاد ہے اس میں درم خرچ کرنا زکوۃ اور قدم بڑھانا خدمت ہے۔ قلم کی حاضری ملازمت ہے اور کلم کی حاضری وکالت، عندالضرورۃ اخبار نکال سکتے ہو اور سفارش بھی کرسکتے ہو۔ مشہور خادم خلق اللّٰہ کا سٹیچو اونچے مینار پر کسی بڑے شہر میں رکھو۔ ریلوے اور چنگی کے سوا اتوار کو چھٹی کرو۔ لڑکی اپنی تصویریں بھیج کر لڑکوں کی تصویریں منگوا کر کسی ایک کو قرعہ ڈال کر منتخب کرے۔ خواہ وہ کیسا ہی ہو۔ فیس داخلہ فوٹو دو روپے ہوگی۔ جو لڑکی کا مہر معجّل ہوگا۔ پھر دونو گرجا میں جاکر شکریہ ادا کریں اگر خاوند میں نقص نکلے تو فوراً خلع کرائے اور دوسری جگہ شادی نہ کرے تو اچھا ہے۔ بچوں کو تصویروں سے بہلاؤ۔ آتشی مواد کی دکان باہر ہو ٹیلیفون اور تار کے ستونوں پر چلیپا معہ چن تارہ کی شکل ہو۔ جان داروں پر رحم کرو۔ تعلیم لازمی ہے صبح غسل کرکے جمناسٹک یا کبڈی وغیرہ کھیلو۔ بچہ کو قیمتی کپڑا نہ پہناؤ۔ جو قصداً خود کو فاقہ کشی اور روزہ میں مبتلا کرے وہ حرامزادہ کفران نعمت کرتا ہے اور ایسے حرامزادوں پر پھٹکار ہے جو فرمانروا کی پیروی نہیں کرتے۔ اے نمک حرام!

صداقت یحییٰ

سور کے بچو تمہیں اب بھی یقین نہ ہوگا۔ حالانکہ تمہارے لئے مالک نے انسانی لباس اختیار کیا ہے۔ کنواری لڑکی سے خود کو پیدا کر دکھلایا مردہ زندہ کیا۔ تیہ میں پھرا۔ امی بن کر اہل

فصاحت کو متلجلج کرایا۔ قبل از وقت پیدا ہو کر ۲۵ روز بغیر دودھ کے رہا، بچپن میں نکتہ چینی کی۔ چنے اور چائے پر گزارہ کیا اور مہینوں لگا تار فاقہ کشی کی۔ مسمرائز نام دھرایا۔ عبدالمجید نے میرے حجرے میں دیکھا تو اس کی آنکھ کو صدمہ پہنچا۔ چنو کو حیدر آباد میں خاک کر دیا۔ اشارہ کیا تو چھ ستارے ٹوٹے خواب میں خدائی لباس میں بتھیروں کو دیدار دیا۔ دشمن کو حکم دیا کہ جوانی موت میں مرے یا مریض ہو یا کوڑھی یا بے اولاد۔ پیشنگویاں پوری ہوئیں۔ غیب سے آکر کسی نے کہا کہ یہ خدا کا فوٹو ہے۔ فوٹو گرافر نے ہمارے فوٹو لینے میں ایک درجن شیشے استعمال کیے۔ مگر فوٹو نہ آیا۔ غیب سے میری تصدیق کے لئے آواز آئی کہ درست ہے فضائے آسمانی سے یہ آواز آئی کہ:

''حضرت مولانا سید محمد یحییٰ التحیات علیکم وخیرلك من الاولی'' تکیہ سے ان اللہ مع الصابرین کی آواز آئی۔ ۲۸ روز بڑودہ میں فاقہ کش ہو کر لیکچر دیا۔ لوگ مارنے آئے تو ہم نے تلوار دکھائی اور سب بھاگ گئے مکہ میں لیکچر دیا۔ مدینہ پہنچا تو روضہ اقدس کانپا اور یا ھو کی آواز آئی۔ اژدھا، بچھونے میں سا گیا۔ دیکھا تو آئینہ ٹوٹ گیا۔ زنجبار اور بمبئی میں انتقال کیا اور چار گھنٹہ بعد پھر جی اٹھا تم نے کئی بار سنکھیا دیا مگر کچھ نہ ہوا۔ بمقام لنڈن انڈیا آفس میں خوبصورت تصویر نے جھک کر سلام کیا۔ ایک ہی وقت کئی جگہ تمکو نظر آیا۔ اُصل کو پکڑلو اور اہل اللہ یا حقانی کہلاؤ۔ کوئی نن۔ مرلی جوگی اور سنیاسی نہ بنے۔ شادی کا حکم قطعی ہے کوئی عورت برقعہ نہ ڈالے پاجامہ نہ پہنے۔ بلکہ گاؤن اور بوٹ اور ساڑھی پہنے۔ ہاتھ اور چہرہ کے سوا بدن ننگا نہ ہو۔ جھوٹا خواب نہ بناؤ۔ مہندی نہ لگاؤ۔ سلام کرنے میں ٹوپی اتارو اور سینے پر ہاتھ رکھو۔ فرمانروا کے سامنے جھکو السلام علیک ہرگز نہ کہو۔ بلکہ کہو کورنش یا کہو التحیات علیکم پیغمبر اسلام نے السلام علیکم کہہ کر یہ بتایا تھا۔ کہ بابا تم کو سلام ہے گویا یہ لعنة اللہ علیکم کا ہم معنی ہے۔ تم کو کوئی کافر کہے تو تم خوش ہو جاؤ۔ کیونکہ تم مردودوں کو کافور کرنیوالے ہو یا حق کی کھیتی کرنیوالے اور باطل کو چھپانے والے ولی صلوٰت اور اسلام اور مسلم کا لفظ بھی آج نجس معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔ جسے ہم محمود کہیں وہ محمود ہے اور جسے مردود کہیں وہ مردود ہوگا۔ کیونکہ تمام الفاظ پر ہمارا قبضہ ہے۔ عورت ڈاکٹری کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے اسے وہی سکھاؤ۔ شریعت قدیم ختم ہوگئی۔ اب شرع جدید پر عمل کرو۔ اس کے خلاف کرنا جرم ہے۔ ورنہ تم واجب التعزیر ہو مال ومتاع چھین لیا جائے گا۔ جورو بیٹی خواص بنائی جائے گی۔ پھر تہ تیغ کیا جائے گا۔ رومی ایرانی۔ حیدر آبادی اور انگریزی ٹوپی پہنو۔ پگڑی شملہ ابلیس کا لباس ہے عورتیں ٹیڑھی مانگ نہ نکالیں چلیپا نما موباف ہو نقاب جالیدار۔ حجامت نہ جزیرہ نما، نہ محراب نما، نہ نالی نما، نہ تالاب نما (بلکہ بیعہ نما ہو) یا منڈواؤ یا مسیحائی وضع کی رکھو۔

مونچھ مُنڈے خوبصورتی ہوتی ہے۔ کان میں عطر کا پھاہا نہ رکھو۔ سرمہ نہ لگاؤ۔ ناک میں بال نہ ہونے دو۔ گندہ دہن فوقانی دہن کا تحتانی بناتا ہے۔ منہ کا لعاب نہ پیو۔ یہ ہجو ملیح کسی کو نہ بناؤ۔ اردو بغیر کوئی زبان استعمال نہ کرو۔ ابن الوقت بنو۔ محض کمینہ اور حرامزادہ نہیں نکلتا۔ تو تم اس پر درشتی کرو۔ اگر وہ پاجی سرہی ہو جائے۔ تو اس کی پوری خبر لو ورنہ تم سا کوئی والد الحرام نہیں۔ تمبا کو دیگر مسکرات اشیاء حرام سمجھو۔ فرستادۂ خدا کے سامنے دلائل پیش نہ کرو۔ متکبر سے تکبر کرو۔ دجال کے سامنے دجال بنو اور بدمعاش کے سامنے بدمعاش اور مسیحا میں مسیحا بن کر جذب ہو جاؤ۔ شعر گوئی میں وقت ضائع نہ کرو۔ وہ قوم حرامزادی بڑی مردود ہے جس نے کتابوں کا حرف حرف نقطہ نقطہ اعراب وغیرہ شمار کیا ہے موسیقی بہترین چیز ہے مگر سور کے بچے حرامزادے ہیں۔ جو ساری نعمت الٰہی کا کفران کرتے ہیں۔ بچہ کو محلاب سے دودھ پلاؤ۔ جانگیہ پہناؤ ٹھیل گاڑی میں باہر لے جاؤ۔ ختنہ نہ کرو۔ زیور نہ پہناؤ ھو الحق کہہ کر بہلاؤ لوری یوں دو ھو الھادی ۔ ھو المھدی لیس الھادی الا ھو۔ ھو الحق ھو اللہ ھو یحییٰ قل یا ھو بچہ کے بائیں کان میں کہوان اللہ علے العظیم پھر دائیں کان میں یہی فقرہ کہو۔ حاملہ بیہودہ قیام وقعود اور حرکت بے جا کو عبادت نہ سمجھے مثلاً بار بار زمین پر ناک رگڑنا یا دو پہاڑ کے درمیان دوڑ دھوپ کرنا۔ جھومر کھیل کھیل کے روسیاہ پتھر کو چومنا۔ سارے شیاطین کا ایک مجمع تصور کر کے اینٹ پھینکنا وہ حرامزادے ہیں جو عورتوں کو حبس بیجا کرتے ہیں اور ظنو المومنین خیراً کا دم بھرتے ہیں۔ بہت سے مردود لوگ تصویر رکھنا حرام سمجھتے ہیں وہ حرام کے بچے یہ نہیں سمجھتے کہ کوئی چیز تصویر سے خالی نہیں۔ لہٰذا ایسی مادر بخطا مردود حرامزادی قوم حجو دکی باتیں نہ سنو۔ جوٹھا پانی نہ پیو۔ گلاس بائیں ہاتھ سے پکڑو۔ انگلی اور برتن نہ چاٹو۔ اوپر کی چھت پر چلیپا نما انجم و ہلال ہو۔ مکان کشادہ ہو۔ دو دو کے لئے سات سات گز کا کمرہ ہو، گل وریحان ہوں وغیرہ وغیرہ۔

۴۸...... فرمان یحییٰ بہاری کا قرآن ایک ضخیم کتاب ہے جس کے صفحات ۸۲۴ تک ہیں۔ شروع میں اپنا نام یوں لکھا ہے۔ اعلحضرت احدیت مآب فرمانروا سید محمد یحییٰ خان دوران نائب اللہ علی العالمین۔ ذی لینڈ لا رڈ آف موضع یحییٰ پر گنہ ارولی ضلع گیا صوبہ بہار اور سنہ تالیف وطباعت مذکورہ نہیں مگر ص نمبر ۸۰۷ پر ۱۹۰۳ء لکھا ہوا ہے جس میں ان کو تین صحیفے ملے ہیں۔ جن کی بناء پر اپنا دعویٰ کھڑا کیا ہے اردو نثر خوب زور دار لکھی ہے فارسی اور اردو اشعار میں بھی خوب زور دیا ہے مگر عربی میں مرزائے قادیانی کے بھائی ہیں۔ لکھنے سے نہیں چوکتے مگر سب بے ہنگم غلط سلط جو منہ میں آیا لکھ مارا اخیر میں کہہ دیا

کہ تمام الفاظ پر ہمارا قبضہ ہے اس مقام پر ان کے احکام کا خلاصہ لکھ دیا گیا ہے۔ ورنہ ان کے صحف آسمانی کی تشریح۔ عقائد اور مسئلہ تناسخ کا ثبوت اور علم کلام دوسرے مسائل اتنے ہیں کہ یہاں ان کی گنجائش نہیں مگر جو اسلام کے خلاف حکم تھے وہ یہاں ضرور پیش کیے گئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام چھوڑ دو اور جو کچھ تمدن یورپ پیش کرتا ہے اسی کو اپنا مذہب بنا کر اہل اللہ کہلاؤ تو خلاصہ یہ ہے کہ:

الف...... علی محمد باب سے لیکر مرزائے قادیانی کے اخیر زمانہ تک جو کچھ بھی تعلیمات بہائیہ اور مرزائیہ میں تھا یحیٰی نے اس کا صحیح مطلب بتا دیا ہے کہ گویا یہ لوگ کچھ نہ کچھ اسلام کا نام لیتے ہیں مگر مطلب سعدی ہمین ست کہ ما گفتیم۔

ب...... جس تحریک کو بہائی اور مرزائی تجدید نے شروع کیا تھا اس کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر اسے عریاں ہو کر کہہ دیا ہے کہ عیسائی ہو جاؤ اور اسلام سے دست کش ہو کر دنیاوی ترقی حاصل کرو۔

ج...... یہ جس قدر مامور بن کر آتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسے ہیں کہ مامور من اللہ نہیں ہوتے بلکہ مامور من النصاریٰ ہوتے ہیں۔ جو عیسیٰ اور مہدی بن کر اس طرز پر اسلام سے بہکاتے ہیں تاکہ ان کا مرید آسانی کے ساتھ عیسائی ہو سکے۔ یا کم از کم اس سے برسر پیکار نہ رہے۔

د...... اگر یہ خدا کی طرف سے ہوتے تو ان کی تعلیم ایک دوسرے کی تائید میں لبریز ہوتی اور ایک دوسرے کو کافر کہنے کی بجائے مصدق ہوتے جیسا کہ انبیائے سابقین کا دستور تھا۔ مگر ان کا یہ طرز عمل ظاہر کرتا ہے کہ یہ کار خاص پر مامور ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو بھی کاٹ کھاتے ہیں۔ تاکہ اپنے بہروپ میں فرق نہ آنے پائے۔

ہ...... بالغرض اگر یہ لوگ مامور من النصاریٰ نہیں تو غالب خیال یہ ہے کہ یہ لوگ بائبل کے انبیاء کی طرح کاہن بن کر تعویذات جفر رمل اور نجوم یا مسمریزم کے کمالات سے کچھ کرامات اور پیشینگوئیاں جمع کر لیتے ہیں اور چونکہ بدارواح سے ان کو تعلیم حاصل ہوتی ہے اس لئے اسلام سے بہکانا ان کا فرض اولین ہو جاتا ہے اور جو کچھ اپنی وحی کے ذریعہ سے پیش کرتے ہیں وہ خبیث ارواح کی تعلیم ہوتی ہے۔ بائبل کا مقالہ تاریخ نمبر اول باب ۲۲ مطالعہ کریں جس میں آپ کو صاف نظر آئے گا کہ اخی اب بادشاہ نے اپنے وقت کے چار سو نبیوں کو جمع کر کے پوچھا تھا کہ بتاؤ کیا مجھے جلعاد کی لڑائی میں فتح ہوگی؟ سب نے کہا کہ ہاں ضرور فتح ہوگی۔ یہو مغط نے کہا

کہ میکایاہ نبی کو بھی بلاؤ اسے حاضر کیا گیا تو اس نے صاف کہہ دیا کہ خدا کے دربار میں پاک روحیں حاضر تھیں تو ایک خبیث روح آ کر کہنے لگی کہ مجھے اجازت ہو کہ اخی اب کو جلعاد کی لڑائی میں بہکاؤں تا کہ وہ وہاں جا کر مر جائے تو اسے اجازت دی گئی اور اس نے چار سو نبیوں کو (جو اصل میں فال گیر اور رمال (راول) یا کاہن تھے) سکھا دیا کہ اپنی غیبی آواز کی شنوائی کی بنیاد پر جا کر کہہ دیں کہ اخی اب فتحیاب ہو گا صدقیا نے یہ بات سنکر میکایاہ کے گال پر تھپڑ رسید کیا۔ مگر اس نے کہا کہ وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے کہ تم اندر کی کوٹھری میں جا چھپو گے اخی اب مارا جائے گا اور بنی اسرائیل بغیر راعی کے آوارہ بھیڑیں ہونگی چنانچہ چار سو نبی جھوٹے نکلے اور ایک سچا ثابت ہوا۔

و...... غالباً وہ خواب سچا ہو گا جو ایک حق پرست بزرگ نے ۱۹۱۴ء میں دیکھا تھا کہ میں ایک سرسبز جنگل میں پھر رہا تھا کہ ظہر کا وقت ہو گیا چھوٹی سی سجدہ گاہ نظر آئی وہاں وضو کر کے نماز میں مصروف ہو گیا جب آخری نفل بیٹھ کر پڑھ رہا تھا تو کسی نے پیچھے سے آ کر سر پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا جلدی سے فارغ ہو کر دیکھا تو مرزائے قادیانی نظر آئے کہ برقعہ پہنے ہوئے ہاتھ پھیر پھیر کر کچھ پڑھتے ہیں اور دم بھی کرتے جاتے ہیں میں نے پوچھا کہ جناب یہ کیا، فرمایا کہ تم کو اپنا مطیع کر رہا ہوں میں نے کہا کہ آپ سارا زور خرچ کر ڈالیں پتھر کو گیدڑ نہیں چاٹ سکتے تو وہ اپنے کام میں مصروف رہے اور میں خاموش بیٹھا رہا چند منٹ کے بعد میں نے نیچے دیکھا تو مرزا صاحب کے بائیں ہاتھ میں ایک ڈرائنگ کاپی نظر پڑی جس کو میں نے چپکے سے چھین لیا تو فوراً آپ نے اپنا عمل بند کر دیا اور کاپی واپس دینے کو کہا مگر میں نے کہا کہ تم اپنا کام کرتے جاؤ میں اپنا کام کروں گا۔ اسی کشمکش میں کاپی الٹ کر جو دیکھی تو تین تصویریں نظر آئیں پوچھا تو کہا پہلی تصویر میرے ہمزاد کی ہے دوسری شیطان کی اور تیسری ملک الموت کی پھر پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے تینوں کا عمل یاد ہے ہمزاد کے اثر سے پاس آنیوالے کو مطیع کر لیتا ہوں دور والے شیطان اور ارواح خبیثہ کے زیر اثر ہو کر چلے آتے ہیں اور جو دشمنی کرے اس کو عزرائیل کے سپرد کر کے ہاتھ چلاتا ہوں تو وہ تباہ یا ہلاک ہو جاتا ہے میں نے کہا کہ بس آپ کی ساری نبوت معلوم ہو چکی جایئے میں یہ کاپی نہیں دونگا میرا قبضہ آپ کی نبوت پر ہو چکا ہے آپ منتیں بھی کرتے رہے مگر میں نے کاپی نہ دی اس کے بعد جاگ کھل گئی۔

ز...... حق اور سچی بات ایک ہوتی ہے جھوٹ اور باطل متعدد ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف ہوتے ہیں آپ اس معیار سے جانچ سکتے ہیں کہ چودھویں صدی کے مدعیان نبوت اور دعویداران تجدید کہاں تک اپنے اندر صداقت رکھتے ہیں ان سب کی تعلیمات کو مطالعہ کرو

تو ضرور اس نتیجہ تک آسانی کے ساتھ پہنچ جاؤ گے کہ ان میں کچھ مامور من النصرانیت ہیں کچھ پاگل ہیں اور کچھ کاہن اور فال گیر اسلام کے دشمن دنیا کو عیسائی بنا رہے ہیں اور اسلام کو اسلام کے ہاتھوں ہی تباہ کرنے کی ٹھان چکے ہیں۔ جہاں تک ہماری رائے کا تعلق ہے ہم بانگ دہل بلا خوف لومتہ لائم عیسائی مشنریوں کی اس گہری چال کا بھانڈا پھوڑنے میں حق بجانب ہونگے جو انہوں نے چند سال سے عیسائیت کی علی الاعلان تبلیغ کو قطعا بند کر کے ایک نیا راستہ تجویز کیا ہے یعنی مذہب وسیاست کے علمبردار گروہ اور اپنے حریف ازلی سے تلوار کی شکست کھانے کے بعد آج پھر سر اٹھانے کی جرأت کی اور چند خود غرض اور مست وسرشار اسلام سے روکش کا خطاب لینے والوں پر دولت کے ڈورے ڈال کر ایک زبردست سیاسی جنگ کا آغاز کر دیا۔ جس کے نتیجہ کے طور پر مرزائے آنجہانی اور یحیٰی بہاری کی تعلیم ہمارے سامنے موجود ہے مثلا جیسا کہ اسی کتاب کے ص ۶۰۱ پر کتاب فرمان یعنی یحیٰی بہاری کے قرآن کے ۴۶۰ کا اقتباس درج کیا گیا ہے کہ گرجا کو صاف رکھوا تو ار کو منبر کے پاس بخور رجلاؤ دائیں بائیں مسیح ثانی (یحیٰی) کی دو تصویریں ہوں۔ اس طرف لوگ سینہ پر ہاتھ رکھ کر سر جھکائیں وغیرہ وغیرہ یہ اس مسیح کی شرکیہ تعلیم ہے جو مسلمانوں کے لئے باعث نجات بنائے پھرتا ہے حقیقت میں نجات نہیں بلکہ نجاست ہے جو شیرازۂ اسلام میں بدبو پھیلا رہا ہے عیسائیوں کو ان نبیوں کی تعلیم سے کیا فائدہ ہوا؟ ہم اس نبی کے ایک فقرہ سے بوضاحت بیان کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب عیسائی مبلغ ہیں۔۔

۱...... ہر بہاری مسجد کی بجائے گرجا کو صاف ستھرا رکھے اور

۲...... جمعہ کی بجائے اتوار کو اپنا اجتماع قرار دے

۳...... ایک خدا کو ماننے کی بجائے یحیٰی مسیح کے سامنے جھک جائے ہر کلمہ گو

مسلمان جس کے پہلو میں دل اور دل میں اسلام کا درد ایک ذرہ بھر موجود ہے اور جو شخص اپنے آپ کو محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ کا سر فداء وشیدائی بتاتا ہے کیا ان مندرجہ بالا باتوں پر بحضور قلب ایمان لا سکتا ہے؟ کیا شہنشاہ دو جہاں کی غلامی پر عیسائی مبلغ کی غلامی کو ترجیح دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ بہاری تعلیم اور اسلامی تعلیم دو متضاد باتیں ہیں۔ بالآخر دوبارہ میں پھر قوم سے پرزور اپیل کرونگا کہ وہ زمانہ کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے ایسے دھوکہ باز، جھوٹے اور دجل وفریب کے پتلوں سے ہمیشہ اپنے دین وایمان کو محفوظ رکھیں اور ان کی روباہ بازیوں سے بچکر اپنا مال ودولت مفت میں ضائع نہ کریں۔ اگرچہ ہمیں امید کامل ہے کہ جس طرح ازمنہ متوسطہ میں ملاحدہ وزنادقہ کے ہاتھ سے اسلام تنگ آچکا تھا اور اخیر میں وہ خود بخود تباہ ہو چکے تھے اسی طرح یہ لوگ

بہت جلد تباہ ہو جائیں گے اور اسلام پھر اپنی جگہ سرسبز و شاداب نظر آئے گا۔ واللہ المستعان!

حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
گر تجھے اسلام پیارا ہے تو ہر جائی نہ ہو

۴۹......علامہ عنایت اللہ مشرقی امرتسر

ان کا مولد امرتسر ہے ابتدائی تعلیم پنجاب میں پائی ہے اور انتہائی تعلیم یورپ میں پا کر پی۔ ایچ ہوئے ہیں۔ سرشتہ تعلیم میں وزارت کا عہدہ سنبھالا۔ طبیعت تند تھی ڈی گریٹ ہو کر پرنسپل بنے پھر ہیڈ ماسٹر ہوئے مگر تنخواہ وہی بارہ سو ملتی رہی۔ دس سال ہو رہے ہیں کہ انہوں نے ایک کتاب (تذکرہ مطبوعہ وکیل پریس امرت سر ۱۹۲۴ء) لکھی تھی جس کے متعلق یہ اعلان تھا کہ دس جلدوں میں ختم ہوگی۔ مگر ان کی بدقسمتی سے ایک جلد میں ختم ہو کر رہ گئی جس میں اسلام کی طرف سے قرآن کی آیات لے کر مسلمانوں کو منحرف کرنیکی ٹھان لی تھی اور اسلام حقیقی کی مخالفت کرتے ہوئے اسلام جدید کی بنیاد ڈالکر مسلمانوں کو پریشان کیا تھا۔ سات سال کے بعد جب آپ کو مایوسی ہوئی تو یحییٰ بہاری کی طرح انہوں نے بھی ایک محرک غیبی مقرر کیا۔ جس کی زبانی یہ اطمینان دلایا کہ تذکرہ اندر ہی اندر تاثیر کر رہا ہے اور وہ وقت قریب ہے کہ اس کی قدر افزائی ہو۔ تو آپ نے اس مضمون کو دوسری تصنیف اشارات میں قلمبند کیا اور ایک دستور العمل پیش کیا کہ جس پر عمل پیرا ہونے سے مسلمان ترقی پا سکتے ہیں۔ ان کی تعلیم کا خلاصہ ذیل میں درج ہے کہ پانچ بنائے اسلام (کلمہ، صوم، صلوٰۃ، حج اور زکوٰۃ) اس وقت فروعات میں داخل ہیں آج اصل اسلام کے یہ دس اصول مقرر کئے جاتے ہیں۔ ملکر کام کرنا۔ اتحاد بین الاقوام۔ حکومت کی تابعداری۔ مخالفین سے جہاد بالمال۔ جہاد بالنفس۔ جہاد بالسیف۔ غیر ممالک کو سفر کرنا۔ سعی و عمل کی رکاوٹیں دور کرنا۔ استقلال مکارم اخلاق تعلیم اور ایمان بالآخرۃ خدا نے بھی کہا تھا۔ مگر علمائے امت نے لوگوں کو بہکا کر نماز روزہ میں لگا دیا۔ پس جو شخص ان اصول کا پابند ہوگا وہی مسلمان ورنہ کافر ہے۔ یا اللہ تو نے مجھے خبر دی ہے کہ مسلمان بہت جلد تباہ ہو جائیں گے۔ اس لئے میں نے ان کو تنبیہ کر دی ہے۔ تمہاری موضوع احادیث میں مہدی کا ذکر ہے۔ مگر قرآن میں نہیں ہے اس لئے تمہارے آج وہی شخص مہدی ہو سکتا ہے جو تمہیں صحیح راستہ کی تعلیم دے قرآن الفاظ کا نام نہیں جو تم رٹتے رہتے ہو بلکہ اصول عشرہ پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے اور اس قانون الٰہی کا نام ہے جو ہر ایک کتاب سماوی میں مذکور ہے اور فطرت انسانی کا نام ہے جس کی خبر ہر ایک نبی نے دی ہے۔ اسلام یہ ہے کہ تم خدا کے سامنے جھک جاؤ اس میں یہودی عیسائی اور محمدی ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ صرف امتیازی

علامات ہیں۔ میں نہ نبی ہوں نہ عالم نہ فقیر لیکن خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ تم مسلمان پانچ سال کے اندر تباہ ہو جاؤ گے۔ اگر بچنا ہے تو صراط مستقیم یعنی اصول عشرہ کی پیروی کرو۔ تو میں نے قرآن مجید سے دس اصول قائم کر کے تمہارے سامنے پیش کر دیئے ہیں، عبادات اسلامیہ فطرۃ نہیں ہیں اور نہ ہی اسلام کی بنیاد ہیں بلکہ کسی وقت وہ امتیازی نشان تھے جبکہ یہود و نصاریٰ سے ممتاز ہونے کی ضرورت تھی۔

۵۰...... جناب نے کمال ناز اور نخرہ کے ساتھ مہدی وقت ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور پیشینگوئیوں کی بناء پر اپنی تعلیم کو مدار نجات سمجھا ہے اس کے علاوہ مسلمانوں کو منہ بھر کر گالیاں دی ہیں علمائے اسلام کو بدتر سے بدتر ثابت کیا ہے احادیث وفقہ پر وہ گالیاں کسی ہیں کہ غیر مسلم بھی جرأت نہیں کر سکتا۔ مشائخ اور پیروں کو بھی بری طرح گالیاں دی ہیں۔ بہر حال جتنے اس کے ہم خیال پہلے گزر چکے ہیں۔ ان سب کی طرف سے گالیوں اور بکواس کی ڈیوٹی اس نے پوری کر دی ہے اور اپنی کتاب اشارات میں اپنی اس کتاب کی تعریف کی ہے اور اپنے تابعداروں کی تعریف میں پل باندھ دیئے ہیں اور اخیر فصلوں میں بیت المال قائم کرنے کے لئے ایک سکیم پیش کی ہے کہ لاہور نئی آبادی میں ایک ہوسٹل ہے اس میں نوجوان بھرتی ہو کر کچھ عرصہ کے لئے داخل ہوں۔ ان کا خرچ ان کے اپنے ذمہ ہوگا۔ صبح غسل کے بعد بیلچہ سے ڈرل ہوگی۔ پھر چار گھنٹہ کے لئے ان کو بیلچہ لے کر باہر جانا ہوگا کہ اس کے ذریعہ عمارتی کاموں میں مزدوری کریں۔ جسمیں سے کچھ بیت المال میں بطور کرایہ ہوسٹل جمع ہوگا اور باقی ان کی ملکیت ہوگی اور پچھلے پہر ایک مانیٹر کے تحت شہر کے گلی کوچوں میں چکر لگا کر غریب اور یتیموں کا مفت میں کام کرنا ہوگا پانڈی مزدور کی اور ٹوکری مزدور کی اعانت کرنی ہوگی۔ انگریزوں کی کوٹھیوں میں فوجی سلام کر کے لید اٹھانا ہوگا اور صاحب بہادر کے گھوڑوں کے لئے گھاس لانا ہوگا اور جب ہمارے دار الخلافہ سے سند حاصل ہو جائے تو اپنے اپنے علاقہ میں اسی طرح فوج تیار کرنا ہوگا۔ تاکہ تمام مسلمان خدمت خلق اللہ میں مستغرق ہو جائیں۔ علامہ نے یہ تعلیم پھیلائی لاہور امرتسر اور پشاور میں اپنی فوج تیار کر لی اور ہزاروں کی تعداد میں بیلچہ بردار ڈرل کرتے ہوئے نظر آنے لگے اور افسروں کو اپنے ذاتی تیار کردہ نوٹوں سے تنخواہ دی جانے لگی اور کہا گیا کہ جب ہمارا بیت المال قائم ہوگا تو یہ نوٹ نقدی سے تبدیل کئے جائیں گے۔ مگر لوگوں نے جب غور کیا کہ تذکرہ کی تعلیم میں کچھ اور بتایا تھا اور اشارات میں کچھ اور رنگ بدلا ہے جس میں وہ مسلمانوں کو صرف گھسیارے بنانا چاہتا ہے۔ تاکہ ذلیل ہو کر ہمیشہ کے لئے صاحب بہادر کے خانساماں بنے رہیں یا گوبر اٹھانے کی ڈیوٹی سنبھالیں نہ ان کو کسی صنعت

وحرفت میں دخل ہو نہ علم وفضل کی راہ چلیں اور نہ تجارت اور سیاست سے آگاہ ہوں اس لئے غیر تمند مسلمان تاڑ گئے کہ یہاں ضرور دال میں کچھ کالا کالا ہے وہ یہ ہے کہ وہ غالباً مامور من النصاریٰ ہو کر سیاسی رو کو دبانا چاہتا ہے اور مسلمانوں کے بلند ارادوں کو پست کر کے ہمیشہ کے لئے دست نگر غیر کر دیگا اس لئے بیلچہ پارٹیاں ٹوٹ گئیں سوائے ان چند پارٹیوں کے جن کو دست غیب سے تنخواہ ملتی ہے اور انجام کو نہیں سوچتے کہ علامہ صاحب اس وقت کیوں مستعفی ہو گئے ہیں اور کیوں گورنمنٹ سے جنگ زرگری شروع کر دی ہے حالانکہ یہی پہلے تذکرہ پر نوبل پرائز صرف اس لئے حاصل کر چکے تھے کہ انہوں نے تبدیل خیالات میں بڑی کامیابی حاصل کی تھی اور مسلمانوں کو اسلام چھڑانے میں بڑی کوشش کی تھی اور انگریزی لباس میں جلوہ گر ہو کر نظر آتے تھے مگر اب دیسی صورت اور دیسی سیرت میں مستغرق ہیں۔ معلوم نہیں اس کے تحت میں کیا راز مضمر ہے۔ بہر حال مسلمانوں کو ایسے چھپے رستموں سے پرہیز کرنا چاہئے کہ کہیں عیسائی نہ بنا ڈالیں۔

۵۱...... آج کل کے مجددشاکی ہیں کہ اسلام کو یہود ونصاریٰ نے مسلمان بن کر بہت بگاڑ دیا ہے اور احادیث کا طومار بنا کر اصل تعلیم سے غافل کر دیا ہوا ہے اس لئے احادیث اور فقہ قابل عمل نہیں ہیں بلکہ یہ ستر ہزار پردے ہیں جو اسلام کے منہ پر پڑے ہوئے ہیں اس لئے یہ تمام پردے اٹھا کر اصل اسلام ٹٹولنا چاہیئے کہ کہاں گیا۔ رات اندھیری تھی۔ سب مجدد ٹٹولنے لگے کسی کو عیسائی تعلیم ہاتھ لگی کہا بس یہی اسلام ہے کسی کو مغربی تمدن نے لٹو کر دیا۔ فرمانے لگے ہاں یہی اسلام ہے اور بعض کارخاص پر تھے انہوں نے توہین الاسلام والمسلمین کو ہی اسلام سمجھ لیا۔ بہر حال اپنے اپنے مطلب کا اسلام انہوں نے گھڑ لیا اور پھر وہی پہلی دقت پیش آئی۔ کہ اسلام کس کے حصہ میں ہے یا کہ سارے خالی ہیں اس لئے اگر اسلام قدیم کے علمائے اسلام پر یہ حرف آتا ہے کہ ان کو یہود ونصاریٰ نے احادیث سازی میں دھوکا دیا تھا۔ تو آج کون گارنٹی دے سکتا ہے کہ یہ مجددین عیسائیوں کا آلہ کار بن کر اسلام کو برباد نہیں کرتے؟

۵۲...... عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ہم صرف مسلم ہیں مگر سنی، شیعہ، اہلحدیث، مرزائی بہائی اور کمتر یکی مذہب سے بیزار ہیں کیونکہ یہ بدعات ہیں اس لئے ہم کو ان سے الگ رہنا ضروری ہے۔ مگر یہ جب پوچھا جاتا ہے کہ تم ملکی حیثیت سے کون ہو؟ تو آپ صرف یہ کہہ کر جواب نہیں دیتے کہ ہم ایشیائی ہیں بلکہ ملکی تقسیم کرتے ہوئے کسی شہر سے تعلق پیدا کرتے ہیں پھر اس میں بھی کسی محلہ اور بازار یا گلی کوچہ کی تخصیص کرنی پڑتی ہے اس کے بعد خاص سکونتی مکان بتایا جاتا ہے اور باوجود ان تمام بے انداز خصوصیتوں کے پھر آپ کے ایشیائی یا ہندوستانی ہونے میں فرق

نہیں آتا اور نہ ہی تمہارے صرف ہندوستانی ہونے سے یہ سمجھ آتا ہے کہ تمہاری سکونت ملک کے کسی خاص حصہ شہر محلہ اور مکان میں نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر کوئی شخص چشتی صابری ہو تو اس کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ وہ مسلم نہیں ہے بلکہ یہ مطلب ہوگا کہ اسلام کی وسعت میں اس نے اپنے خاص مسلک کو الگ کر لیا ہے اور خصوصیات مشربی پیدا کرتے کرتے صابری چشتی بن گیا ہے۔ اس لئے جو شخص ملکی خصوصیات کو بدعتوں میں شمار کرنے کی بجائے از حد ضروری سمجھتا ہے وہ یہ بھی یقین کرے کہ مذہبی خصوصیات بھی انقلاب زمانہ سے ایسی ضروری سمجھی جاتی ہیں کہ اپنی مذہبی خاص سکونت کو اظہار کرنے میں مسلم کو دقت نہ رہے اور جس طرح قدرت نے ایشیا کے صوبے قسمتیں اضلاع تحصیلیں شہر کوچہ گلی اور محلہ پیدا کیے۔ اسی طرح اسلامی مذہب میں قدرت ربی مذہبی تقسیم پیدا کر کے سنی، شیعہ پھر تقسیم در تقسیم کرتی ہوئی مسلم ہستی کو صابری چشتی پہنچا کر امتیاز کلی بخشتی ہے۔ پس اگر ہندوستانی کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کو کسی خاص آبادی یا ملک اور شہر وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وحشی خانہ بدوش آزاد منش ہے تو مسلم کہنے کا بھی یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ وہ مذہبی دنیا میں ایک جنگلی جانور ہے جس کو اسلام کے کسی خاص قدرتی حصہ سے بھی کچھ تعلق نہیں رہا، یا یوں کہو کہ وہ اسلام سے ہی بیزار ہے۔ اس لئے بار بار مجددین عہد حاضر کا یہ کہنا بالکل غلط ہوگا کہ ہم صرف مسلم ہیں ورنہ وہ صرف ہندوستانی بن کر دکھائیں اور موجودہ تعلقات کو خیر باد کہہ کر جنگلی اور افریقہ کے بن مانس بن کر وحشیانہ زندگی بسر کریں۔

میڈیم محمد یوحنا رام

۵۳...... ایک امرتسری عورت کا نام ہے جس نے ہندوازم نصرانیت اور اسلام تینوں کے اجزاء کو کوٹ کر ایک مذہب جدید کی معجون مقوی تہذیب مغربی تیار کی ہے۔ اس نے اپنی شریعت کا نام کتابی صورت میں لوح کتاب پر یوں لکھا ہے۔ کلجگ کا جنازہ۔ کرشنا کرائسٹ مصطفائے مذہب (ایک اور برہم دیتا ناستی ایک انکار کرتا پرکیہ۔ نربھونرویر۔ مسجدیں گوردوارے اور گرجے سفید پوش بدمعاشوں کے اڈے بنے ہوئے ہیں) اس کے بعد کتاب شروع ہوتی ہے جس کو ہم بہ ترتیب ابواب مختصر الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

۱...... من وسلویٰ بہشت کا کھانا تھا۔ لوگوں نے دوزخیوں کے کھانے پسند کیے جو پختہ نہ تھے اب وہی کھاؤ جنتی بن جاؤ گے مردہ جلانے سے تین زہریلی گیسیں (کاربن ڈائی ایسائیڈ۔ کاربن مونو اوسائڈ اور کورین گیس) تیار ہوتی ہیں جو ہوا میں ملکر انسان کو ترقی نہیں کرنے دیتیں۔ اسی سے ہندوستان میں انگریزوں کے دماغ بھی نکلے

ہوگئے ہیں۔ مردہ جلانا بند کروتا کہ سوراج کی پہلی قسط ملجاوے۔

۲...... قرآن پران اور وید بھارتیں ہیں۔ چنانچہ روح القدس باپ بیٹا ہیں اور برہما بشن مہیش۔ روح نفسانی حیوانی اور طبعی ہیں۔ آلہ تناسل پر دھار مار کر بورک ایسڈ کے بخارات بجھاؤ۔ فوتوں میں انگلی ڈال کر صاف کروتو ہاتھی کی مانند عقل آجائے گی۔

۳...... بائیں ہاتھ کی تین انگلیاں قولوں میں داخل کرو پاربتی کا مندر صاف ہوجائے گا اور گنیش شو بھگوان کا ترسول مارا جائے گا اور تم چوہے کی مانند چست وچالاک ہوجاؤ گے شیر گاؤ شراب طہور (کام دہن) ہے۔ گائے ہمارے ماتا نہیں۔ شوآسن اور بیرآسن التحیات ہے۔ ہر کشن بھگوان کی تصویر داڑھی مونچھ کے بغیر بناتے ہیں۔

۴...... بچوں کو انگریزی لباس پہنا کر تعلیم کی دیوی کی پوجا کراؤ۔ مہتر بادشاہ ہے موسیٰ بھی مہتر ہی تھے۔ بھنگی سرحد کی ایک بہادر قوم ہے خدا دجالوں کا خاتمہ کرے تا کہ ہم امن سے بیٹھیں بھنگی منشیات خون کا دورہ بند کردیتی ہیں۔ لوگ نمک کھاتے ہیں۔ تو سانپ سے مرجاتے ہیں۔ کیونکہ نمک سے وٹ مائیں تباہ ہوجاتی ہے منو نے کرشن سمرتی کی بجائے منوسمرتی جاری کر کے بیٹی کو محروم الارث بنایا ہے۔ ورن آشرم شاردا ایکٹ کا مخالف ہے۔ حضرت علی نے ایک بھیک مانگنے والے کو مارا تھا۔

۵...... مہاراج جسم میں ہیں۔ مہیش، برہما، وش جسم کے حصے ہیں۔ صراط مستقیم جسمانی راحت ہے۔ ناک میں پانی ڈالنا (استنشاق) جلی کریا کرم ہے۔ گدا چکر وضو ہی جو مواد فاسد نکالتا ہے۔ بچے کی پیدائش پیدا ہونے سے پہلے بیس سال ہوتی ہے۔ سرمایہ دار خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتے۔ دیویاں ست جگ پیدا کردیں گی۔ شادی سوئمبر کی رسم ہوگی۔ گن، کرم اور سبھا کے دیوتوں کی عبادت کرو۔ وٹ مائیں تین قسم کے اوجھ (سلوبل فیٹ، سلوبل واٹر اور سلوبل شوگر) ہیں۔ پانچ نمازیں پانچ بانیاں ہیں اور جپ صاحب تہجد ہے۔ کچی زمین پر نماز پڑھنے سے جسم میں زمین کی بجلی دوڑتی ہے اور گدا، لنگ اور ناک سے مواد فاسد خارج ہوتے ہیں۔

۶...... بپتسمہ کا پانی عیسائیوں کے پاس نہیں رہا۔ سکھوں کے پاس ہے مگر وہ صرف سکھ بنا سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے معجزہ دکھلانے سے انکار کیا۔ کیونکہ وہ مداری کا کھیل تھا۔ حدیث (گورویلاس) بہت عمدہ چیز ہے۔ خلق عالم سات دنوں میں ہوئی ہے۔ عورت اکاس بیل ہے۔ اس کے بال اس کی جڑ ہیں۔ راہب ٹھگ تھے جن کو عرب کے سانوریا نے ختم کردیا۔

بغل کے بال شوجٹا ہیں اور مقوی روح طبعی ہیں۔ زن و مرد بال نہ کٹائیں اور زیور نہ پہنیں۔ پیغمبروں کا خاندان عرب لارڈ کملی والے گرد ھاری ج کے ساتھ ختم ہوگیا ہے۔ روٹی توے پر نہ پکاؤ۔ ماش کی دال میں زیری ڈالو اور مونگ کی دال میں تیز پات، مہابیر کی غذا دلیہ ہے۔ رفع حاجت گڑ کر سواری ہے۔ ہشت انگ ڈنڈوت نماز جمعہ ہے۔ امریکہ میں خشک زمین پر تیرتے ہیں۔

۷...... مسیح نے کہا کہ ایک گال پر تھپڑ پڑے تو دوسری آگے کر دو۔ پس یہی ہو رہا ہے کہ لیڈر رقید کو فخر جانتے ہیں۔ لارڈ کملی والے نے کہا کہ ماتم صرف تین دن ہے۔ کرائسٹ نے کہا تھا کہ میں بھی صرف تین دن قبر میں رہوں گا۔ ہندوؤں نے نفس ناطقہ کو آسمان پر جانے نہیں دیا۔ زمین بھوکی ہے۔ معلوم نہیں آنے والے عذاب کے لئے قدرت کو کیا کچھ کرنا پڑے گا۔ کرتی کسان موجود نظام کو بدل دیں۔ ہمارا مذہب ست جگ لے آئے گا۔ کرائسٹ تبت میں لامہ گوروں کے پاس رہ کر ٹینس کا کھیل لے گیا تھا۔ جو گوری قوم میں بلا تبدیلی ہے۔ نرویر سکھوں کو حکم تھا۔ مگر انہوں نے جھٹکا شروع کر دیا۔ لارڈ کملی والے نے کہا تھا کہ مسجد حرام کے پاس شکار حرام ہے۔ خدا جب ہر جگہ ہے تو مسجد حرام بھی ہر جگہ ہوئی۔ مگر مسلمانوں نے عرب کی مسجد کو حرام (عزت والا) بنایا اور باقی مسجدوں کو بوچڑ خانہ۔ سر تاج رشی نے فرمایا تھا کہ اے محمدؐ خدا کی عبادت اور اپنے نفس کی قربانی کر۔ کیونکہ یہی بے نسل دشمن ہے۔ تو لارڈ کملی والا جانوروں سے اتنا پیار کرتا تھا کہ حسنینؓ کے پاس اک ہرنی اپنے بچے کھیلنے کو چھوڑ جاتی تھی۔ مولا ہارا چکر میں صحت ہے۔ شوا در پاربتی عزرائیل اور جبرائیل ہیں۔ جن کی پوجا سے صحت حاصل ہوتی ہے۔ ٹینس راون کے دس سر ظاہر کرتا ہے۔ گدھے کا سر ظاہر کرتا ہے کہ جب دماغ روشن نہ ہو تو انسان گدھا ہے۔ گردش کواکب سے مراد ٹانگوں کے تین چکر اور جسم کے چار چکر ہیں۔ ان کے رنگ بھی سات ہی ہیں اور یہی چودہ طبق ہیں۔ پہلی سروس روح حیوانی کی ہے۔ پانچ اندریا پانچ چکر ہیں۔ ٹخنہ، گھٹنہ اور موضع انگشت پا بوقت التحیات دوسری سروس روح طبعی کی ہے اور تیسری روح نفسانی کی۔

۸...... امریکہ میں عورتیں چولہ پہنتی ہیں۔ لارڈ کملی والے نے بھی کہا ہے کہ مونڈھوں سے گھٹنوں تک پہنو اور یہی برقعہ ہے۔ جو پھل پک کر خود نہ گرے وہ من سلویٰ نہیں۔ تم بھی پھول ہو۔ مگر تم کو پکنا نہیں آتا۔ تم بہار حسن میں خزاں نہ آنے دو۔ دو ہم جنس پول ایک دوسرے کو پھینک دیتے ہیں اور متضاد پول کھینچتے ہیں۔ زن و مرد بھی متضاد پول ہیں۔ ایک پول میں شراب طہور اور کوثر کی کرنٹ ہے۔ دوسرے میں گاؤ کا دودھ اور سرتی کا پھوارہ ہے۔ کرشن، کرائسٹ اور محمدؐ ایک ہیں۔ جیسے واٹر میلن تربوز اور ہندوانہ ایک ہیں۔ شو بھگوان بائیں کا مالک

ہے۔ بھارت کے ممبرو، معابد کو مالگدام کا کمرہ بناؤ۔ مساوات اور حریت کی حوریں آئیں گی تو ست جگ آجائے گا۔ رامائن اور مہابھارت صرف دو ناول ہیں۔ سکندر نامہ اور شاہنامہ بھی ناول ہی ہیں۔ یہ جھوٹ ہے کہ راون کے ایک لاکھ پوت تھے اور سوالاکھ ناری، درو پدی سات بھائیوں کی ناری تھی۔

۹...... امریکہ میں شراب بند ہے۔ ہماری ایک بہن عرب میں نماز پڑھتی تھی۔ پھر اس کا کپڑا لے کر اس کا باپ نماز پڑھتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک دن وہ دیر سے آیا تو آپ نے کچھ تحفے اور ایک اونٹ کھجور سے لاد کر بھیج دیا۔ مگر ہماری بہن نے واپس کر دیا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ ایسی دیویوں نے اسلام یورپ تک پہنچایا تھا۔ وقت کی پابندی آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔ پرانک فلاسفی میں نصف چکر کی بجلی ہے جو زمین سے لے جاتی ہے۔ عمرؓ نے اسی کو استعمال کر کے تیس سو میل تک پہنچایا تھا کہ پہاڑ کی آڑ لو۔ محبت کا دیوتا خدا ہے۔ شملہ میں مساوات ہے کہ ریت کی رقم (حق مہر) لے کر محبت کی دیوی شادی کراتی ہے۔ چاہتی ہے تو نال ورتن (طلاق) دے کر دوسرے سے ملتی ہے۔ شملہ میں سر پر رومال باندھتی ہیں اور یورپ میں ٹوپی۔ چونکہ دونوں کا ایک ہے۔ تم کھدر کی ہیٹ مصطفائی استعمال کرو۔ پاؤں گرم رکھو، محبت کا دیوتا چوتھے آسمان پر ہے۔ جس پر لہو کی لالی ہے۔ آنکھ متوالی، ناگنیں لٹک رہے ہیں، کمر پتلی، صراحی دار گردن، لکڑی کی کنگھی مقوی شعر، انگیا پستان محفوظ رکھتا ہے۔

۱۰...... عورتیں میدان میں نکلیں تو فتح ہو۔ جوان چارج رشی بنارس کالج میں سائنس کا پروفیسر تھا۔ وہ بنارس کو چھوڑ کر عربستان میں جابسا۔ اس کے بیٹے کا پوتا محمد ایک بڑا بھاری جوگی ہوا ہے۔ خدا نے اس کو پیغمبر آخر الزمان کا خطاب دیا۔ اس نے عربی میں قرآن لکھ کر کرشن سمرتی کو ترمیم کر کے محمد سمرتی بنائی۔ چاند کا نشان چندر بنیوں کا ہے اور ہم نے محمد سمرتی کو ترمیم کر کے مساوات حریت اور انسانیت پر قائم کر دیا ہے۔ چونکہ سکنتلا کو انگوٹھی کھونے پر تکلیف ہوئی تھی۔ اس لئے ہم نے حق اطہر قائم کر دیا ہے۔ دو گواہ ضروری ہیں تاکہ اگر شادی کی انگوٹھی گم ہو جائے تو وہ گواہی دے سکیں۔ (سین) آنحضرت ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یوگی اور پیغمبر پاس ہیں جن میں کرائسٹ اور نانک بھی ہیں۔ حور و غلماں سریلی آواز سے اس دنیا کے چلنے کی پرارتھنا کر رہے ہیں۔ گنیش جی (بلی دیوتا) سرتی دیوی (حوروں کی سرتاج) معہ اپنی بہن لکھشمی کے ست جگ کے پاس دائیں طرف ہیں۔ مگر ست جت جی مہاراج دونوں بہنوں سے پوچھ رہے ہیں کہ تم نے کل جگ کو کیوں آنے دیا۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم شرافت کی چال چل کر پھنس گئی ہیں۔ لوگوں نے حوروں کو

زندہ جلایا اور برقعہ اور ستر کی آگ میں راکھ کر دیا۔ کلجگ کے سنتوں نے سنت محمدی کی خبر تک نہیں لینے دی۔ چین میں پاؤں چھوٹے کرا دیئے۔ منو نے عورتوں کے حق تلف کیئے۔ جب تک گاؤ پرستی، برہمن پرستی اور مردہ جلانے کی رسم ہے۔ کن کرم اور سبھا کے فرشتے ہندوستان میں نہیں آسکتے۔ صنعت وحرفت کا عروج غربا کے لئے چیزیں مہنگی کرتا ہے۔ اس لئے جھونپڑی میں رہو اور جھونپڑی ہی میں دستکاری کرو۔

۱۱...... آنے والی جنگ سے پہلے ہمارے مذہب میں داخل ہو کر امن پاؤ۔ جانور وقت مقررہ پر جوڑہ سے ملتا ہے۔ اپنی خوراک کے سوا دوسری نہیں کھاتا۔ مگر تم کیوں بہت نکاح کرتے ہو۔ جانور تین قسم کے ہیں۔ دو پائے، چار پائے اور بے پائے۔ کرائسٹ نے صرف مچھلی سے معجزے دکھائے۔ عیسائیوں نے سارے جانور کھائے۔ سکھوں نے جھٹکا کر لیا۔ مسلمان حلال کا لفظ لے کر جانور کھانے لگے۔ ہمارے نزدیک صرف پانی کا شکار جائز ہے۔ کیونکہ مقوی دماغ ہے۔ یہ جل توری ہے۔ خشکی کے جانوروں کا گوشت اندرونی دیوتاؤں کو خشک کر دیتا ہے اور وحشی بنا دیتا ہے۔ نشہ سے نباتات بھی بیہوش ہو جاتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ صراط مستقیم بتاتے آئے تھے۔ مگر ابراہیمی مولویوں نے خبر نہ لی۔ آخر گوردواروں کے خاندان کو بتانا پڑا۔ جنہوں نے کہ بادۂ سبز رنگ کی تعریف کی تھی کہ مارا بوقت جنگ بکار آید سکھوں نے اسے بھنگ سمجھا۔ نشہ والے کی شفاعت نہ ہوگی۔ ہپ باتھ سے کنیش کریا آسان ہے۔ جس میں انگلیاں ڈال کر پاخانہ نکال لیا جاتا ہے۔ انیما بھی کچھ نہیں۔ ستر باتھ سے ڈرائی ستر باتھ اور ڈرائی کلیننگ اچھے ہیں کہ ایک چھٹانک کی وٹوانی لے کر قولوں میں داخل کر کے قولن صاف کرو۔ کرشن بھگوان کے وقت اس کو ایک چھٹانک کی ہڑ ہڑ کہتے تھے۔ اس سے دل و دماغ صاف ہوتے ہیں۔ لوئی کہنی کا علاج مسلمان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مختون ہیں اس لئے سنت محمد ہی بہتر ہے۔ قرآن میں ہے کہ سور اور مردہ جانور اور جو جانور پیر کے نام پر ذبح ہو حرام ہیں۔ گرو کے خاندان نے پیر پرستی کو معدوم کر دیا ہے۔ مچھلی کے سوا کوئی جانور نہ کھاؤ۔ پانی کی مردہ مچھلی بھی نہ کھاؤ۔

۱۲...... قوت رجولیت دماغ میں ہے۔ خدا میں بھی یہی طاقت ہے۔ تب ہی تو وہ تھکتا نہیں۔ دماغ اکال پرکھ کا ہیڈ آفس ہے۔ دجالوں نے لارڈ کملی والے کو قلم دوات نہ دی تو اس نے کہا چلے جاؤ۔ اکال پرکھ کے پیغام سنانے والا وحی کے حکم سے کہتا ہے۔ یہی وشنو بھگوان کی مہما ہے اور یہی جبریل ہے۔ اے میری چٹی کالی بہنو جو کچھ مجھے ملا ہے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ جو کعبہ پرستی سے پیٹ پالتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اب محنت سے پیٹ پالنا ہوگا۔ چودہ سو

سال تک تمہارا بتا لحاظ کیا ہے۔ اب ہم کو "اینما تولوا فثم وجہ اللہ" کی فلاسفی سمجھ آ گئی ہے۔ بدھ اچھا تھا مگر بعد میں بدمعاشوں نے بت پرستی شروع کرادی۔ یورپ کا بچہ بچہ محبت کرتا ہے اور یہاں لڑتے ہیں۔ مگر یہ والدین کا قصور ہے کہ سوئمبر کی عمر میں شادی نہیں کرتے۔ ایسی شادی ہوگی تو خود بخود محبت ہو جائے گی۔ شو جٹا جسم کا اعلیٰ جزو ہے۔ کیونکہ لکشمی اور سورستی دیوی شو کے ہمراہ رہتی تھیں۔ جب شو جٹا نہ ہو تو حوریں بھی دنیا میں نہیں مل سکتیں۔

۱۳...... شو جٹا کی تصویر سکول میں لٹکاتے تھے کہ عبادت کرنے سے غم کی گنگا پاس نہ آئے گی۔ یورپ میں نرناری ایسا ہی کرتے ہیں۔ روس کے نجات دہندہ لینن کا دماغ برلن میں دیکھا گیا تو ۲۴ ہزار حصے نظر آئے۔ اگر وہ رگ پنڈ کی باتیں سیکھنا چاہیں تو ہمارے مذہب میں داخل ہوں۔ گنیش کی پوجا اس لئے زبردست ہے کہ جس سمندر میں گنیش سونڈ نکالے گا وہیں سورستی بھی کنول کے نیچے دکھائی دے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گنیش کریا کرم سے کولن صاف ہو جاتی ہے اور عقل قائم ہوتی ہے۔ کرشن کو دکھاتے ہیں کہ عورت کے کپڑے لے کر درخت پر چڑھ گیا تھا۔ ہم حیران ہیں اس وقت تو گن کر اور سبھاؤ کی پوجا تھی۔ انسان پرستی کہاں سے آ گئی۔ اب عورتوں نے یہ سارے راز کھول دیئے ہیں۔ بیضہ رحم کو دائیں طرف لگایا جائے تو بچہ پیدا ہوگا۔ بائیں ہو تو بچی، انجکشن سے بدن کی طاقت ماری جاتی ہے۔ لمبے بال او جھ بڑھاتے ہیں۔

۱۴...... کوئی شکار نہ مارو۔ کیونکہ قرآن میں اس کا تاوان لکھا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے وعظ کے لئے حج جاری کیا تھا۔ مگر اب ریل آ گئی ہے اس لئے حج نہ کرو۔ روزہ سے خدا خوش نہیں ہوتا۔ زکوٰۃ ٹیکس میں ادا ہو جاتی ہے۔ مولویوں نے ثواب بنائے ہیں۔ شیطان بھی بناتا ہے۔ مگر اس میں طاقت ہی کیا ہے جو حکومت برطانیہ کو ہماری اصلاح کے لئے خدا نے بھیجا ہے۔ اس لئے اس کا فرض ہے کہ ہمیں حکومت خود اختیار دے دے۔ اوّل مسلمان آئے تو پوجاریوں کو مسلمان بنا کر گوشت کھلانا شروع کر دیا۔ مگر ان کو قرآن نظر نہ آیا کہ بوقت ضرورت گوشت جائز ہوتا ہے۔ جب کہ اس کے سوا جان نہ بچے، سرمد اور منصور کی روح پوچھتی ہے کہ تم کب مولویوں، پنڈتوں اور پادریوں کا خاتمہ کرو گے۔ جب تک یہ دجال ہیں صراط مستقیم نظر نہیں آئے گا۔ ہمارے مذہب کا پیرو ہی سچا مسلمان اور کالی کملی والے کا تابعدار ہے۔ استری ہٹ کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ جب سوئمبر کی رسم جاری ہوگی تو انقلاب زندہ باد کا نعرہ لگے گا۔

۱۵...... یہاں کی کنواریوں کو کھیلنے نہیں دیتے تو مکمل کیسے ہوں۔ دولت مند بننا ہے تو اپنے اخراجات کم کر دو۔ مسٹر گلیڈسٹون درجہ سوم میں سفر کرتا تھا۔ ہون میں خوشبو اور گھی جلایا جاتا

ہے۔جس سے پلاسم کے جوہر طاقت پکڑتے ہیں۔مگر مردہ جلانے سے مردہ دلی پھیلتی ہے۔جس کا تدارک ہون نہیں کرسکتا اور نباتی گھی نے ہون کو اور بھی کمزور کردیا ہے۔ ہندوستانی انگریزی حروف لیں تاکہ اتحاد ہو اگر مردہ کی ہڈیوں کی کھاد بنتی تو معلوم نہیں کس کس قسم کی نباتات پیدا ہوتی۔مگر وہ تو سب گنگا کے سپرد ہوتی ہیں۔غسل اور وضو سے گندے مواد نکل جاتے ہیں۔پانی کی نسوار بھی مفید ہے۔گردن کا مسح بھی مفید ہے۔اب حوروں کے پیچھے لگو تب نجات ہوگی اور یہی راستہ صاف کردیں گی۔ چنانچہ مصطفیٰ کمال پاشا نے نجات پائی۔امان اللہ بھی نجات پاتا، اگر مولوی نہ ہوتے۔" **انتھی ما قالتة نبیة امرتسر**"

۵۴......تنقید

اس عورت نے تمام وہ مقاصد بیان کردیئے ہیں کہ جن کی طرف آج کل مجددین وقت قدم بڑھاتے ہوئے اسلام کا انکار کرتے رہتے ہیں۔کیونکہ اس نے تحریف کلام الٰہی میں وہ کام کیا ہے جو اس سے پہلے کسی محرف کو نہیں سوجھا اور اسلام چھوڑنے میں وہ جرأت دکھائی ہے جو نہ امام حقیقی دکھا سکا ہے نہ کوئی کمترین اور نہ بہائی کا کوئی گرو یا ان کا مرید مرزائی۔مگر اس تعلیم کے دو مقام زیر بحث ہیں۔

اوّل...... یہ کہ تعدد ازدواج اس کے ہاں جائز نہیں اور نہ ہی امام حقیقی اور کمترین جائز سمجھتا ہے۔مگر انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ اسلام ان کے لئے بھی ہے کہ جن میں رجولیت کی طاقت مافوق الاحتمال ہوتی ہے۔عرب میں جایئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بیوی کے سوا ان کا گذارہ مشکل ہوتا ہے۔طبی نکتہ نگاہ سے بھی تعدد ازدواج ضروری معلوم ہوتا ہے۔کیونکہ جب جوان آدمی ایک دفعہ فراغت پالے تو مدت حمل تک وہ مل نہیں سکتا۔پھر بچہ پیدا ہوا تو والدہ کا دودھ چونکہ از بس ضروری ہے۔اس لئے ڈیڑھ دو سال تک اور بھی اسے جواب مل گیا۔ورنہ خلاف ورزی کی صورت میں نہ بیوی تندرست رہ سکتی ہے اور نہ بچہ صحت سے اپنی عمر حاصل کرسکتا ہے۔انہی غلطیوں کی وجہ سے پیدا ہوتے ہی بچے بیمار ہوجاتے ہیں اور بہانہ بن جاتا ہے کہ لوجی پچھلے جنم میں اس نے گناہ کمائے تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ اس کے والدین اس سے دشمنی کرتے رہتے ہیں۔اب بتاؤ اس اصول کے مطابق جوان آدمی تین سال تک کیا کرے۔جلد بالعمیرہ کرے تو جان جاتی ہے۔رنڈی بازی کرے تو تباہی کا سامنا ہے۔بند رہے تو دماغ خراب ہوجاتا ہے اور جسم میں امتلا کی وجہ سے بیمار ہوجاتا ہے۔اس لئے حسب مقدور اس کو اجازت ہے کہ دوسری بیوی حاصل کرے۔اس پر بھی اگر گذارہ نہیں ہوسکتا تو تیسری اور چوتھی بھی کرے۔مگر زیادہ نہیں کیونکہ چار انتہاء ہے۔اس

سے زیادہ انسان نہیں بڑھ سکتا۔ اب جو لوگ صرف ایک ہی نکاح کے خواہاں ہیں وہ یا تو خود ہی کمزور واقع ہوئے ہیں کہ ایک دفعہ کے بعد کو ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ یا ان کے ہاں استحصال خلاف وضع فطرت انسانی اور رنڈی بازی یا اغلام وغیرہ حرام نہیں یا انہوں نے طبی خیال سے اس پر غور نہیں کیا اور یا وہ تمام دنیا کو اپنے جیسا ہی کمزور خیال کرتے ہیں۔

دوم...... ''مردہ جلانا'' کمترین اور امام حقیقی کی رائے ہے کہ مردہ جلایا جائے۔ لیکن اس عورت نے خوب عقلی طور پر مقابلہ کر دکھایا ہے۔ اس لئے جلانے کی حمایت والے سمجھ لیں کہ اس عورت نے ان کو چاروں شانے چت گرادیا ہے۔ کیونکہ اگر یہ خیال ہے کہ مردوں سے قبرستان پھیل کر زمین تنگ کر دیں گے تو یہ خیالی بات واقع کے خلاف ہے۔ دنیا دیکھتی ہے کہ پرانے قبرستان پھر استعمال کئے جارہے ہیں اور کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ اگر اخراجات کا خیال ہے تو لکڑی تیل پر بھی بہت خرچ ہوتا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ یہ لوگ دو پیسے کا دہی مل کر مردہ کو کتوں کے سپرد کر دیا کریں یا جنگل میں چھوڑ کر چلے آیا کریں تاکہ جنگلی درند پرند کھا کر ان کو دعائیں دیں یا خود قیمہ بنا کر کھا لیا کریں تاکہ آباؤ اجداد کا اثر جسم میں باقی رہے۔ بہرحال یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ گنگا کی مچھلیوں کو مردوں سے کیوں نوازا جاتا ہے کہ وہ تو کچا گوشت کھائیں، یا ہڈیوں کا رس چوسیں اور مردوں کے بال بچے محروم رہیں۔

۵۵......امام الدین

ہم ذیل میں استاذ امام الدین مرزائی کی نظم لکھتے ہیں۔ جس نے علامہ اقبال کے مقابلہ میں اپنے دیوان کا نام ''بانگ دہل بمقابلہ بانگ درا'' رکھا ہے۔ آپ گجرات شہر پنجاب میں میونسپلٹی کے ملازم ہیں۔ ہم پیشہ اصحاب کا کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہی ان کو اپنے ایک اجلاس کامل میں یہ ڈگریاں دے رکھی ہیں۔ بی۔ اے (بانی اور موجد ادب) ایل۔ ایل۔ ڈی (لایعنی اور لاثانی ڈگری یافتہ) ایم۔ اے (موجد علم ادب) مطلب یہ ہے کہ وہ ملکی علم ادب سے ناواقف ہیں اور قادیانی علوم ادبیہ میں بڑے مشاق ثابت ہوئے ہیں اور جس طرح ان کا پیرومرشد مسیح قادیانی پنجاب نما غلط سلط اردو لکھتا تھا۔ اسی کا بروز آپ بھی ہیں۔ بقول شخصے معمولی کارگذار میونسپلٹی گجرات پنجاب میں مگر ظریف کانگرس نے ان کو ایسا آسمان پر چڑھایا ہے کہ کبھی کسی کو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔ کبھی کسی شاعر کا مقابلہ کرتے ہیں اور کبھی اپنی شیخیاں بگھارتے ہیں۔ غرضیکہ ان کا دیوان بانگ درا سے حجم میں کم نہیں۔ مگر جس طرح بانگ درا سے لطف آتا ہے اسی قدر اس بانگ دہل کے مطالعہ سے تفریح طبع کا سامان پیدا ہوتا ہے۔ ناظرین کی

تفریح طبع کے لئے ہم یہاں پر ان کی وہ نظم درج کرتے ہیں جس میں وہ اپنے مشرب کے مطابق کسی وقت رسول رہ چکے ہیں۔ مگر وہ دوسری جون میں کلارک کا جنم لئے ہوئے ہیں۔ اس لئے جو شخص ان کو نبی یا رسول نہیں مانتا اسے ڈانٹ دکھلاتے ہیں اور پھر ہمہ اوست کا دورہ پڑتا ہے تو صدیق دیندار اور امام حقیقی کی طرح اپنا وجود ہر ایک چیز میں دکھاتے ہیں۔ نظم پڑھتے ہی بے ساختہ ہنسی آجاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے چارلی چپلن اور ہیرولڈ لائڈ و بسٹر کیٹن ظریفوں کے نبی ہیں۔ ورنہ کوئی سلیم الطبع انسان ان کو صحیح الدماغ بھی تسلیم نہیں کرسکتا۔

نظم

عالم نہیں رہا کہ میں فاضل نہیں رہا
دانا نہیں رہا کہ میں عاقل نہیں رہا

آتھر نہیں رہا کہ میں شاکل نہیں رہا
جدہ نہیں رہا کہ میں واصل نہیں رہا

تونگر نہیں رہا کہ میں سائل نہیں رہا
حقیق نہیں رہا کہ میں ناقل نہیں رہا

مجنوں نہیں رہا کہ میں لیلٰی نہیں رہا
ناقہ نہیں رہا کہ میں محمل نہیں رہا

ہرقل نہیں رہا کہ میں ہیکل نہیں رہا
ہے شکر کی جگہ کہ میں بزدل نہیں رہا

کاغذ نہیں رہا کہ میں پنسل نہیں رہا
حاکم نہیں رہا کہ میں شامل نہیں رہا

بیرسٹر نہیں رہا کہ میں موکل نہیں رہا
منصف نہیں رہا کہ میں عادل نہیں رہا

ڈپٹی نہیں رہا کہ میں جنرل نہیں رہا
عہدہ وہ کون سا ہے جو حاصل نہیں رہا

بی اے نہیں رہا میں ایل ایل نہیں رہا
ممبر نہیں رہا کہ میں کونسل نہیں رہا

جرنل نہیں رہا کہ میں کرنل نہیں رہا
تمغہ نہیں رہا کہ میں ماڈل نہیں رہا

مقتل نہیں رہا کہ میں قاتل نہیں رہا
زخمی نہیں رہا کہ میں بسمل نہیں رہا

تنزل نہیں رہا کہ معطل نہیں رہا
عرصہ ملازمت میں مسلسل نہیں رہا

ارسطو نہیں رہا کہ میں اجمل نہیں رہا
دارو نہیں رہا کہ میں درمل نہیں رہا

کیوڑہ نہیں رہا کہ میں صندل نہیں رہا
روغن نہیں رہا کہ میں جائفل نہیں رہا

زیرہ نہیں رہا کہ میں فلفل نہیں رہا
گوشہ نہیں رہا کہ میں نریل نہیں رہا

واٹر نہیں رہا کہ میں بوتل نہیں رہا
وسکی نہیں رہا کہ میں لیول نہیں رہا

انجن نہیں رہا کہ میں آئل نہیں رہا
خشکی نہیں رہا کہ میں جل تھل نہیں رہا

من مٹ نہیں رہا کہ میں ہل جل نہیں رہا
سمندر نہیں رہا کہ میں ساحل نہیں رہا

بجلی نہیں رہا کہ میں بادل نہیں رہا	صادق نہیں رہا کہ میں باطل نہیں رہا
پیمبر نہیں رہا کہ میں مرسل نہیں رہا	نمازی نہیں رہا کہ نوافل نہیں رہا
پڑھتا نہیں رہا کہ میں غافل نہیں رہا	قرآن نہیں رہا کہ حمائل نہیں رہا
کتب نہیں رہا کہ رسائل نہیں رہا	میداں نہیں رہا کہ میں دنگل نہیں رہا
گرتا نہیں رہا کہ میں سنبھل نہیں رہا	قصیدہ نہیں رہا کہ میں غزل نہیں رہا

امام دین نہیں رہا کہ میں فضل نہیں رہا

۵۶......

ناظرین آپ دیکھیں گے کہ اس نظم میں کئی لفظوں کا ستیاناس کیا ہوا ہے اور عروضی اصول کو پامال کیا گیا ہے۔ مگر چونکہ استاذ امام الدین بروز مرزا ہیں۔ اس لئے ان کے لئے تشدید لفظ پر تشدد کرنا جائز ہے اور قطع و برید سے اپنی قطع و برید کا نشان دیا ہے۔ اس لئے اگر وہ صحیح اور صاف شستہ اردو لکھیں تو ان کو مرزائیت سے خارج ہونے کا اندیشہ ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو مرزائی اس وقت نبی ہیں یا دوسرے مجدد جو اس وقت وحی پا رہے ہیں۔ ان کا فرض اولین ہے کہ وہ امام الدین کی بیعت کریں۔ خاکسار اور کمترین بھی اس سے فیض اٹھائیں۔ کیونکہ وہ نبوت بازی اور تنسیخ بازی کے تمام کھیل کھیل چکا ہے۔ اس لئے ان کا فرض ہے کہ اس سے پوچھ کر مذہب جاری کریں۔ کیونکہ تجربہ کار غلطی نہیں کرتا۔ مشہور ہے کہ: ”سل المجرب ولا تسال الحکیم“ فلاسفر سے مشورہ نہ لو۔ لینا ہے تو کسی تجربہ کار سے لو۔ آیئے ہم آپ کو ایک گذشتہ امام الزمان کے کارہائے نمایاں سناتے ہیں کہ جس نے اسلامی حکومت کے چھکے چھڑا دیئے تھے اور جس کی امامت پورے اڑھائی سو سال تک چلتی رہی تھی۔ بہائی اور مرزائی مذہب کی مدت العمر ابھی اتنی لمبی نہیں ہوئی۔ اس لئے ابھی یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا وہ سچے ہیں یا مرزائی۔ کیونکہ جس طرح آیت تقول سے معیار صداقت ۲۳ سال پیدا کیا گیا ہے۔ اسی طرح معیار بطالت ذیل کے سانحہ جانگزا سے اڑھائی سو سال تک قائم کیا جا سکتا ہے۔

۲۹......حسن بن صباح اور اس کا سبق آموز

ویر بسنت قادیان مصنوعی بہشت۔

۱...... مولانا عبدالحلیم شرر اپنے رسالہ حسن بن صباح میں لکھتے ہیں کہ امام موثق

الدین پانچویں صدی کے آغاز میں سرزمین فارس میں مرکز علم تھے۔ آپ کے شاگردوں میں سے تین نامور ہوئے ہیں۔ اوّل حسن بن صباح، دوم نظام الملک، سوم عمر خیام۔ عمر خیام فلاسفر شاعر اور مہندس ہوا۔ جس کی یادگار میں آج یورپ کی ایک کلب ''عمر خیام کلب'' کے نام سے موسوم ہے۔ نظام الملک کا نام حسن تھا۔ اس نے دربار سلجوقی میں نظام الملک طوسی کا خطاب پایا تھا۔ اس کا قول تھا کہ حسن بن صباح ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کے لئے فتنہ ثابت ہوگا۔ ان تینوں نے ایام طالب علمی میں باہم عہد کیا تھا کہ تحصیل علم کے بعد جو بھی برسر روزگار ہو۔ دوسرے کی امداد کرے۔ ان دنوں فراموش خانہ مذہب اسمعیلی کے پیروؤں نے شہر قیروان افریقہ میں قائم کیا ہوا تھا۔ گو اس کی بنیاد حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد سلطنت سے بیان کی جاتی ہے۔ مگر اس کا اجرا خلفائے فاطمیین کے ماتحت مصر میں شروع ہوا تھا۔ جب دارالخلافہ قاہرہ میں تبدیل ہوا تو فراموش خانہ بھی وہیں قائم کیا گیا۔ اس میں پہلے سات تعلیمیں تھیں۔ مگر اب دو اور بڑھا کر نو تعلیمیں کردی گئیں۔ پہلی تعلیم یہ تھی کہ اگر اسلام کے متعلق وساوس پیدا کئے جائیں اور اپنے مذہب کی اشاعت کے متعلق جو دشواریاں پیش آئیں ان کو حسب ہدایت دور کیا جائے۔ دوسری تعلیم یہ تھی کہ امام الزمان اس وقت کون ہے؟ تیسری تعلیم میں عقائد اسماعیلیہ بتائے جاتے تھے۔ مثلاً یہ کہ امام صرف سات تھے۔ جن میں سے افضل امام اسماعیل بن جعفر صادق تھے۔ چوتھی تعلیم یہ تھی کہ آج تک صرف سات نبی صاحب شریعت ہوئے ہیں جو اپنی نبوت کا اظہار کرتے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک خاموش نبی ہوتا تھا جو ان کی تائید وتصدیق کے لئے کمربستہ رہتا تھا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ حضرت شیث علیہ السلام تھے۔ نوح علیہ السلام کے ساتھ سام علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام۔ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شمعون (بطرس) اور محمد ﷺ کے ساتھ حضرت علیؓ اور اسماعیلؒ بن جعفر کے ساتھ محمد بن اسماعیل بن جعفر الصادقؒ۔ پانچویں تعلیم یہ تھی کہ ہر ایک نبی کے لئے بارہ داعی اور نقیب ہوتے ہیں۔ جن میں سے ایک داعی الدعاۃ (مبلغین کا افسر) ہوتا ہے۔ گو یہ بارہ فضیلت میں ان سے کم ہیں۔ مگر ان کی اطاعت سخت ضروری ہے۔ چھٹی تعلیم یہ تھی کہ شریعت ہمیشہ فلسفہ کے تابع ہوتی ہے۔ ساتویں تعلیم میں علم جعفر سکھایا جاتا تھا۔ جس میں حروف کی تاثیر اور اشارات اور باہمی طریق مکالمہ سکھایا جاتا تھا۔ آٹھویں میں انسانی حرکات وسکنات کا علم سکھایا جاتا تھا اور علم قیافہ سے بات معلوم کرنے کا طریق معلوم کرایا جاتا تھا اور علم جفر وقیافہ کو علم انبیاء میں بنیادی اصول بتایا جاتا تھا کہ انہی کے ذریعہ سے وہ نبوت کرتے تھے۔ نویں تعلیم میں یہ تھا کہ کسی پر

یقین نہ کرو۔ جرأت سے کام لو۔ بہر حال ان نقیبوں اور داعیوں نے مصر میں ایک بڑا لاج (فراموش خانہ) قائم کیا ہوا تھا اور کئی ایک اس میں تعلیم پا کر چپکے چپکے حکومت عباسیہ کے خلاف اپنے امام بنی اسماعیل کا حق خلافت ذہن نشین کر رہے تھے۔ حسن بن صباح بھی ان ہی ایام میں یعنی چوتھی صدی کے ابتداء میں پیدا ہو چکا تھا اور مضافات خراسان میں شہر طوس اس کی جائے پیدائش تھی۔ باپ غریب آدمی عیش پرست تھا اور صباح حمیری عربی النسل کی طرف خود بھی منسوب تھا اور اپنے بیٹے حسن کو بھی منسوب کیا تھا۔

۲...... حسن خود کہتا ہے کہ میں اثنا عشری ہوں اور سات برس کی عمر میں اصلاح مذہبی کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ بقول شخصے والد اہل سنت تھا اور استاد امام موثق الدین بھی اہل سنت ہی تھے۔ مگر یہ شعیہ ہی رہا اور جب روزگار کی تلاش میں نکلا تو اپنے کلاس فیلو حسن نظام الملک کو وزیر سلطنت پایا تو اس کے پاس جا کر وہ بھی وزیر بن گیا اور دل میں ٹھان لیا کہ اپنے محسن کو وزارت سے برطرف کرا دے گا۔ اتفاقاً ایک روز سلطان حسن شاہ (شاہ روم ومصر وخراسان) نے نظام الملک کو حکم دیا کہ تمام ملک کی مردم شماری معہ آمد وخرچ کے تیار کرے تو اس نے کہا کہ کم از کم دو سال میں تیار ہوگی۔ حسن بن صباح حسد کے مارے آگے بڑھ کر کہنے لگا کہ میں صرف چالیس یوم میں تیار کر سکتا ہوں۔ مگر جب اس نے رپورٹ تیار کی اور سلطان نے تفصیلات پوچھیں تو لاجواب ہو گیا تو اسی وقت حسن نظام الملک نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ میں نے اسی وجہ سے دو سال طلب کئے تھے تو سلطان نے اسی وقت حسن بن صباح کو دربار سے نکال دیا۔

۳...... اس وقت زمانہ کی حالت یہ تھی کہ جب سے بنی امیہ برسر اقتدار ہوئے تھے۔ تب سے ہی بنی فاطمہ اور بنی عباس ملک کر اندر ہی اندر رعایا سے اپنی بیعت لیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب سب رعایا بگڑ گئی تو بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان الحمار کے عہد میں خراسان سے لے کر شام تک یکدم بغاوت ہو گئی اور بنی عباس نے اپنا پہلا خلیفہ سفاح قائم کر لیا۔ اب چونکہ بنی فاطمہ کو اپنی کوشش کا کچھ حصہ نہ ملا تو انہوں بدستور سابق اب بنی عباس کے خلاف پوشیدہ بیعت لینی شروع کر دی۔ مگر غلطی یہ ہوئی کہ بنی فاطمہ کی الگ الگ پارٹیاں اپنے اپنے امام کے لئے بیعت لیتی تھیں۔ جس کی وجہ سے بنی عباس کو موقعہ بموقعہ یہ گنجائش ملتی رہی کہ بنی فاطمہ کے فتنہ کو تیغ آبدار سے فرو کرتے رہیں۔ مگر تاہم جابجا بنی العباس کے خلاف محبان اہل بیت کی پوشیدہ پارٹیاں کام کر رہی تھیں۔ جن میں سے اسماعیلی پارٹی کی تبلیغ سب سے بڑھ کر باقاعدہ اور کامل تنظیم کے ساتھ شروع تھی اور مصر میں بنی فاطمہ کی ایک پارٹی کی حکومت قائم ہو چکی تھی اور حسن بن صباح چونکہ

سلطان سے ناراض ہو چکا تھا۔ اس لئے جب شام سے چل کر اصفہان پہنچا اور ابوالفضل مجسٹریٹ کے ہاں مہمان ہوا تو وقتاً فوقتاً یوں کہنے لگا کہ سچے دوست دو تین ہی مل جاویں تو سلوجتی سلطان کا تہس نہس کر دوں۔ مگر ابوالفضل اسے دیوانہ کی بڑ سمجھتا تھا۔ کیونکہ شام سے کاشغر تک کی حکومت کا اکھاڑ دینا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ مگر اس نے وظیفہ بدستور جاری رکھا۔ جس سے ابوالفضل کو خیال پیدا ہوا کہ شاید یہ دیوانہ ہے۔ اس لئے اس کا باقاعدہ علاج دماغی شروع کرا دیا۔ اس پر وہ تنگ آ کر وہاں سے چل دیا۔ آوارہ گردی کرتے ہوئے ایک اسماعیلی نقیب سے آشنائی ہوگئی۔ جس کے ساتھ تبادلہ خیالات کر کے اندر ہی اندر بہت متاثر ہو گیا۔ مگر بظاہر اس کی ایک نہ مانی۔ اس کے بعد کسی جگہ جا کر ایسا بیمار ہوا کہ خدا سے باتیں کرنے لگا۔ لیکن دل میں یہ حسرت رہی کہ اگر کوئی نقیب مل جاتا تو مذہب اسماعیلی میں داخل ہو کر مسلمان تو مرتا۔ لیکن خدا کی قدرت کچھ دن بعد تندرست ہو گیا اور نقباء کی تلاش میں پھرنے لگا۔ آخر اسے ایک نقیب ابونجم صنہاج ملا۔ جس سے اس نے از سر نو تبادلہ خیالات کیا اور مذہب اسماعیلیہ کا معتقد ہو گیا۔ اس کے بعد مؤمن داعی سے ملا۔ جس کو داعی عراق عبدالملک بن عطاء نے باقاعدہ سند دعوت اور اجازت دعوت بخشی تھی اور اس سے متاثر ہو کر داخل مذہب اسماعیلیہ ہو گیا تو اس نے خلیفہ مصر المستنصر باللہ کے پاس شرف یابی کے لئے بھیج دیا۔ جب وہاں پہنچا۔ چونکہ اس کی شہرت پہلے ہی ہو چکی تھی تو خلیفہ نے کمال احترام کے ساتھ داخل دربار کیا۔ جس پر اراکین سلطنت کو حسد پیدا ہوا اور اس کے نکالنے کے درپے ہو گئے۔ چنانچہ بدر رحمانی سر عسکر نے ایک دن موقعہ پا کر اسے زبردستی سے ایک جہاز پر سوار کر دیا جو افریقہ جا رہا تھا اور جس میں فرنگی سوار تھے۔ راستہ میں طوفان آ گیا مسافر پریشان ہو گئے۔ تو یہ کمال تقدس کے ساتھ کہنے لگا کہ خدا نے مجھے کہا ہے کہ یہ جہاز سلامت رہے گا۔ (غالباً اس خیال سے کہ مر گئے تو کون پوچھے گا بچ گئے تو صفت کی قدوسیت حاصل ہوگی) اتفاقاً طوفان ہٹ گیا اور مسافر اس کے معتقد ہو کر اسماعیلی بن گئے اور جب ایک عیسائی ملک میں جہاز آ لگا تو وہاں کے حاکم عیسائی نے ان کو راہب تصور کر کے تواضع کی۔ پھر جہاز ساحل شام پر آ لگا۔ تو حسن اترتے ہی ایران کو روانہ ہو گیا۔ راستہ میں حلب، اصفہان، خراسان، یزد، کرمان اور ایشیائے کوچک کے تمام مشہور شہروں میں ہوتا ہوا اور مذہب اسماعیلی کی نشر و اشاعت کرتا ہوا پھر واپس اصفہان آ پہنچا اور وہاں چار ماہ ٹھہر کر خوزستان میں تین ماہ ٹھہرا۔ پھر وہاں سے نکل کر دامغان آ کر تین سال ٹھہرا اور وہاں سے نکل کر اپنے ہم خیال پیدا کرتا ہوا قلعہ التمونت میں آ پہنچا اور وہیں ٹھہر گیا۔

۴...... اگلے زمانہ میں ایک دیلمی بادشاہ شکار کھیلتا ہوا اس سلسلہ کوہ میں آ پہنچا۔

جہاں بعد میں قلعہ التمو نت بنایا گیا تھا۔ اسی سلسلہ کے نشیب میں شکار کھیلتے ہوئے اپنا باز چھوڑا تو اس نے شکار مار کر اپنی فرودگاہ عین وہ میدان بنایا جس میں کہ بعد میں قلعہ التمو نت تھا۔ بادشاہ اسے تلاش کرتے کرتے جب اپنے باز کے پاس آیا تو دیکھا کہ ایک بڑا لمبا چوڑا میدان خوشنما منظر کے ساتھ واقع ہے۔ اسے بہت ہی پسند خاطر آیا۔ یہاں تک کہ اس نے چند روز بعد اپنی سیر گاہ کے لئے ایک شاہی عمارت بصورت قلعہ کھڑی کر دی اور اس کا نام ''آلہ موت'' رکھا۔ کیونکہ ان کی زبان میں باز کو بلانے کی آواز یہی لفظ تھا۔ جس سے اس نے اپنے باز کو واپس بلایا تھا۔ مگر بعد میں بگڑ کر التمو نت بن گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اس کا نام قلعہ طالقان پڑ گیا تھا۔ جو شہر قزوین کے صوبہ رودبار میں واقع تھا اور ایک اسماعیلی حاکم مہدی نامی اس میں رہتا تھا۔ جس سے ایک دن حسن نے کہا کہ ہم گوشہ نشینوں کے لئے یہ جگہ بہت مناسب ہے۔ اگر آپ تین ہزار روپیہ لے کر مجھے اتنی جگہ دے دیں کہ جس پر ایک چرسہ آ سکتا ہو تو آپ کی کمال مہربانی ہوگی۔ مہدی نے مان لیا اور بیع ہو چکی۔ مگر جب جگہ کا قبضہ ہونے لگا تو حسن نے چرسہ یعنی گائے کی پوری ایک کھال کی مہین مہین دھجیاں نکال کر ایک دوسرے سے جوڑ کر ان کو اتنا لمبا کیا کہ قلعہ کے تمام احاطہ کو محیط ہو گئیں۔ جس کا یہ مطلب نکلا کہ اس نے تین ہزار روپیہ دے کر سارا قلعہ خرید کر لیا ہے۔ اب مہدی مجبور تھا حسن کے مریدوں سے ڈر کر وہاں سے چلا گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حسن پہلے پہل وہاں مسافرانہ زندگی بسر کرتے ہوئے شیخ اسماعیلیہ مشہور ہو چکا تھا اور اپنے تقدس کا زور یہاں تک بڑھایا تھا کہ مہدی بھی مرید ہو گیا تھا۔ آخر الامر اندرون پردہ مریدوں سے مل کر قلعہ لینے کی یوں ٹھانی کہ ایک دن صبح کو مہدی سے کہنے لگا کہ قلعہ ہمارے قبضہ میں کر دو۔ اس نے نہ مانا تو حسن نے اپنے مریدوں سے حملہ کرا دیا۔ چنانچہ انہوں نے اسے زبردستی پکڑ کر معہ سامان کے دامغان پہنچا دیا۔ بہر کیف اب حسن نے فرامش خانہ اپنے قبضہ میں کر لیا اور خلیفہ مصر سے بھی برائے نام ہی متفق تھا۔ ورنہ وہ خود امام بن گیا اور اصول مذہب نو کی بجائے پھر سات ہی رکھے اور مریدوں کی کثرت سے آس پاس کے بادشاہ ڈر کھا گئے۔ کیونکہ اس کے مریدوں نے جابجا اپنے قلعے بنا لئے تھے اور حسن نے شدت سے کام لینا شروع کر دیا تھا اور قلعہ کے گرد باغات اور عمدہ عمدہ خوشنما عمارات، تالاب اور کوشکیں تیار کرا لی تھیں۔

۵...... ۴۸۵ھ میں جب ملک شاہ اور نظام الملک دونوں نہاوند میں تھے اور بغداد جانے کو تھے اور قلعہ طالقان پر محاصرہ کے لئے کافی فوجیں بھیج چکے تھے۔ جن کی وجہ سے قلعہ میں قحط پڑ گیا تھا اور لوگ تنگ آ گئے تھے تو حسن نے اپنے ایک نوخیز سرفدائی کو نظام الملک کے

مار ڈالنے کے لئے بھیج دیا۔ چنانچہ وہ فوراً استغیثہ کی صورت میں روتا چلاتا ہوا نظام الملک کے پاس آ حاضر ہوا۔ جب کہ وہ رمضان شریف کا روزہ افطار کر کے حرم سرا کو جا رہا تھا۔ لڑکے نے دامن پکڑ کر لمبی کہانی شروع کر دی اور جب نظام الملک کو ہمہ تن متوجہ پایا تو اس کے پیٹ میں چھری گھونپ دی۔ جس سے وہ وہیں مر گیا۔ سلطان کو بڑا غم ہوا۔ مگر اتفاقاً ایک ماہ بعد وہ بھی اپنی موت سے یا بقول راوی کسی سر فدائی کے زہر پلانے سے مر گیا۔ اس لئے فوجیں واپس آ گئیں اور حسن آزادی سے ایسے سر فدائی تیار کرنے لگا۔ جس کا نمونہ قائم ہو چکا تھا۔ جس سے تمام حکمران تھرا گئے اور یہ سلسلہ اس کے جانشینوں میں قائم رہا۔

۶...... قصر التمونت میں وہ تیس سال حکمران رہا۔ مگر اپنا تقدس یہاں تک جمایا کہ اس قصر سے تیس سال کے عرصہ میں صرف دو دفعہ نیچے اترا تھا۔ ورنہ وہ تھا یا چلہ کشی اور تقدس کے مواعظ پر تاثیر یا سلسلہ تصانیف تھا۔ جن کے ذریعہ اپنے مذہب کی نشر و اشاعت میں استدلال قائم کیا کرتا تھا۔ (غالباً مسیح قادیانی نے بھی یہ دو سبق اسی سے حاصل کئے تھے) تقدس جمانے کی خاطر یہ بھی حکم دے دیا تھا کہ شریعت کی حکم عدولی کی سزا صرف قتل ہو گی۔ چنانچہ اس نے اپنے دو بیٹوں پر یہی حکم نافذ کر دیا تھا۔ وہ یوں کہ اس نے بیٹے حسن حرام کو اس لئے قتل کیا تھا کہ اس نے شراب پی لی تھی اور دوسرے بیٹے حسین کو اس لئے قصاص میں مار ڈالا تھا کہ اس نے کسی کو قتل کیا تھا۔ ایک نے بانسری بجائی تو اسے قلعہ سے نکال دیا گیا۔ اب تمام لوگ سہم گئے کسی کو حکم عدولی کی جرأت نہ پڑتی تھی۔

۷...... اپنے قلعہ کے اردگرد باغات میں ملک کی خوبصورت عورتیں اور چھوٹے لڑکے جمع کر لئے تھے۔ جو ہجرت کر کے وہیں رہا کرتے تھے اور تمام آرائشی سامان نہریں شہد اور دودھ کی نشست گاہیں محلات البسہ فاخرہ زیورات اشجار و اثمار اور پر فضا میدان جسے دیکھ کر ہر شخص حیران و ششدر رہ جاتا تھا، بڑے حسن انتظام سے تیار کئے تھے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اپنے مرید تین گروہوں میں تقسیم کئے۔ داعی پوشیدہ تبلیغ کر کے اپنا ہم خیال پیدا کرنے والے رفیق مجتہد مذہب جو مناسب موقعہ پر مسائل گھڑ لیا کرتے تھے۔ فدائی جو مخالفین کو قتل کرنے میں تبدیل مذہب دھوکا فریب اور تمام بے ایمانی کے وسائل اختیار کرنے میں دریغ نہ کرتے تھے تاکہ ان کو یہ جنت حاصل ہو اور حشیش (بھنگ) کے پودے اس جنت میں لگائے گئے تھے جن کو اس علاقہ میں پہلے پہل حسن نے ہی استعمال کرانا شروع کیا تھا۔ علاقہ رودبار طالقان کے نوجوان سر فدائی یوں بنائے جاتے تھے کہ حسن ان کو اپنے پاس کچھ عرصہ رکھ کر اس صفائی سے بھنگ پلا دیتا

کہ ان کو معلوم بھی نہ ہوتا تھا۔ جب بیہوش ہو جاتے تو باغات میں پہنچا کر ''حور و غلماں'' کے سپرد کئے جاتے جوان کو اپنی گود میں لے کر بلائیں لیتیں۔ جب ہوش آتا تو نئی دنیا دیکھ کر محو حیرت ہو جاتے اور حور و غلماں کو اپنے زیر تصرف پاتے اور جو چاہتے کرتے۔ بلکہ وہ اپنی دلربائی کے کرشموں سے وہ سین پیدا کرتیں جن کی نظیر کسی چکلہ میں بھی نہیں ملتی تھی۔ چھ سات روز میں باغات کے چھ سات طبقات کی سیر کے بعد وہ بھی بھنگ سے بیہوش کر کے پھر حسن کی خدمت میں واپس بھیج دیتی تھیں۔ اب جو ہوش آیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ پیر کی صحبت میں شرف قدم بوسی حاصل کر رہے ہیں اور جو کچھ وہ دیکھ چکے ہیں۔ سب خواب و خیال ہو گیا ہے تو پیر کا حکم ہوتا ہے کہ جس جنت کی سیر کر چکے ہو۔ اگر اس کی خواہش ہے تو جب تک کوئی سر فدایانہ کام نہ کرو گے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اب یہ نوجوان بڑھ بڑھ کر قتل مخالفین کی ڈیوٹی اپنے ذمہ لے کر وہ کام کر گذرتے جو مافوق الوسعت تصور ہوتے تھے۔ چنانچہ جب سلطان سنجر حملہ آور ہوا تو رات کو کسی فدائی کی وساطت سے سنجر کے سرہانے ایک خنجر رکھوا دیا۔ صبح اٹھتے ہی سلطان سنجر خنجر دیکھ کر ڈر گیا کہ یہ کہاں سے آ گیا۔ اسی وقت حسن کا خط بھی پہنچ گیا کہ اگر میں چاہتا تو اسی خنجر سے تمہارا سر کٹوا دیتا۔ مگر میں نے مصلحت نہ سمجھی کہ پہلے ہی یہ کام شروع کیا جائے۔ سلطان سنجر نے اس سے متاثر ہو کر صلح کر لی اور واپس چلا گیا۔ لیکن شرائط صلح میں ایک یہ شرط بھی تھی کہ حسن اپنی ترقی نہ کرے۔ نہ باغ بنائے اور نہ قلعے تیار کرائے اور نہ ہی سر فدائی بھرتی کرے اور نہ منجنیق و اسلحہ کی طاقت بڑھائے۔ اس کے معاوضہ میں شہر قم کی آمدنی شیخ الجبار (حسن بن صباح) کو دی گئی اور اس نے بڑی خوشی سے یہ شرط منظور کر لی۔ کیونکہ یہ لوگ پہلے ہی اپنی تبلیغ باطن اور اندرون پردہ کے حاتم ہو چکے تھے اور اسی وجہ سے ان کا مذہبی نام مسلمانوں کے ہاں باطنی قرار پا چکا تھا۔ کبھی ان کو حشیشی اسماعیلی یا قرامطی بھی کہتے تھے۔ مصر اور ہندوستان تک کے شیعہ اسماعیلی تھے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ حق خلافت جعفر صادق کے بعد حضرت اسماعیل کا تھا۔ پھر آپ کی نسل میں مخفی طور پر امام مہدی تک پہنچ گئی اور جب دعوت فاطمیین عہد عباسیہ میں الگ ہو کر شروع ہوئی تھی تو سب سے پہلے ایک داعی نے جس کا لقب قرامطی تھا۔ شیخ الجبار کی طرح الگ مذہب گھڑ لیا تھا۔ جس میں محرمات کی اجازت تھی۔ اس نے بغاوت کر کے عمان میں اپنا دار الخلافہ مقرر کر لیا تھا۔ جو خلفائے مصر فاطمیین اور خلفائے بغداد عباسیین کے زیر اثر نہ تھا۔ اس کے تابعدار قرامطی کہلاتے تھے اور انہوں نے یہاں تک زور پکڑا تھا کہ شرک و بدعت مٹانے کی خاطر بیت اللہ شریف تک کو گرانے کے لئے تیار ہو گئے تھے جو ان سے نہ ہو سکا۔ مگر حجر اسود اٹھا کر عمان کو لے گئے تھے۔ جس کو مسلمانوں نے بیس سال بعد پھر حاصل کیا تھا۔ شیخ الجبار

نے دیکھا کہ ظاہری بغاوت میں آخر مغلوب ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے اس نے درپردہ بغاوت شروع کردی۔ جو حشیش کے ذریعہ سے پھیلی تھی۔ اس لئے اس فرقے کا نام حشیشی اور باطنی بھی مشہور ہوگیا۔ ملک شاہ نے ایک دفعہ سفارت بھیجی جس نے تمام حالات دریافت کرکے پیش کیا تھا کہ یہ قلعہ سلطان کے قبضہ میں کردیا جائے۔ مگر اس نے اپنا رعب یوں دکھایا کہ ایک مرید کو حکم کیا تو اس نے فوراً خودکشی کرلی۔ دوسرا برج پر تھا اسے حکم دیا تو فوراً نیچے گر کر مرگیا۔ کیونکہ وہ منتظر رہتے تھے کہ حکم ہو تو مرکر جنت حاصل کیا جائے۔ اب سفارت خوفزدہ ہوکر واپس چلی گئی اور اس نے انتظام کرنا شروع کردیا۔ ترکستان سے مصر تک اپنے تمام داعی بھیج کر سرفدائی پیدا کر لئے اور مسلمانوں نے فتوائے تکفیر جاری کرکے سرفدائیوں کا قتل ضروری سمجھا۔ مگر وہ بھی تیز ہوگئے اور شام میں بھی جم گئے۔ ان دنوں صلیبی لڑائیاں وہیں ہوتی تھیں۔ والئی حلب رضوان نامی اسماعیلی تھا۔ اس نے عیسائیوں سے مل کر مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کردیا۔ مگر جب وہ مرگیا تو پھر مسلمانوں نے اسماعیلیوں کو بیدریغ قتل کیا اور انہوں نے بغداد میں عین دربار کے روبرو والئی خراسان کو یہ سمجھ کر مارڈالا کہ وہ اتابک والئی دمشق ہے۔ اب تمام والیان ملک پر ہیبت بیٹھ گئی اور اپنے سنگین قلعے خود ہی مسمار کردیئے کہ کہیں شیخ الجبال کو نہ دینے پڑیں۔ آخر ۲۵؍جمادی الثانی ۵۶۸ھ میں شیخ الجبار مرگیا اور وصیت کی کہ کیا بزرگ داعی الدعاۃ (گرینڈ ماسٹر) ہوکر سب پر حاکم ہو۔ دیدار علی نظام الملک ہو اور قصرانی سپہ سالار ہو۔ مگر سلطان سنجر کے بیٹے محمود نے قلعہ پر قبضہ کرلیا اور اسماعیلیوں کو سخت اذیت پہنچائی۔ لیکن جب محمود مرگیا تو پھر کیا بزرگ نے قلعہ واپس لے لیا اور قزوین تک حکومت حشیشی کا احاطہ وسیع ہوگیا۔

۸...... کیا بزرگ کے عہد خلافت میں فدائیوں نے قتل عام کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے اس نے سرفدائی بھیج کر ابوہاشم گیلانی کو گیلان سے گرفتار کرکے مرواڈالا۔ کیونکہ اس نے اپنی امامت کا دعویٰ کیا تھا اور جب اسے روکا گیا تو سختی سے جواب دیا تھا۔

دوم...... والئی موصل کو سرفدائیوں نے مارڈالا۔ جن میں سے سات گرفتار ہوکر مارے گئے اور ایک بچ نکلا۔ جب اس کی والدہ نے پہلے سنا تھا کہ وہ شہید ہوگیا ہے۔ اس لئے بہت خوش تھی اور کپڑے بدل کر آراستہ ہوئی تھی۔ بعد میں جب سنا کہ وہ بچ گیا ہے تو سخت غمزدہ ہوکر کپڑے پھاڑ ڈالے کہ ہائے اسے جنت نصیب نہ ہوئی۔

سوم...... مصر کے خلیفہ ہشتم فاطمی کو بھی مارڈالا۔ کیونکہ ان کے نزدیک مصر کی حکومت نزار کا حق تھا۔ جس سے فاطمیوں نے حکومت چھین لی تھی۔

چہارم...... آٹھ سال کے بعد خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو بغداد میں سر بازار بری طرح مار ڈالا اور کان کاٹ کر لاش باہر پھینک دی۔

پنجم...... دولت شاہ والی اصفہان کو مار ڈالا۔

ششم...... آقا مستنصر باللہ حاکم مراغہ کو بھی شہید کر ڈالا۔

ہفتم...... ابوالقاسم حسن مفتی قزوین کو بھی نہ چھوڑا۔ غرضیکہ ہر طبقہ کے لوگوں میں یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ آج نہیں تو کل ضرور مارے جائیں گے اور سرفدائیوں نے بھیس بدل بدل کر تمام ایشیاء کو چھان مارا۔ بلکہ یورپ میں بھی داخل ہو گئے تھے اور حکومت کی طرف سے ان کے پسماندگان کو جاگیریں دی جاتی تھیں۔ غلام ہوتے تو آزاد کئے جاتے اور مر جاتے تو سیدھی جنت نما دوزخ کی راہ مل جاتی۔

۹...... کیا بزرگ کے بعد اس کا بیٹا محمد خلیفہ ہوا۔ جس کے عہد میں الراشد باللہ خلیفہ بغداد اپنے باپ مستنصر باللہ کا انتقام لینے کو فوج لے کر روانہ ہوا تو راستہ میں ہی اس کو خوابگاہ میں سرفدائیوں نے مار ڈالا۔ جب محمد کو یہ خبر پہنچی تو ایک ہفتہ تک چراغاں کیا اور خوشیاں منائیں۔ مگر چونکہ وہ علمی قابلیت نہ رکھتا تھا اس لئے سرفدائی اس کے گرویدہ نہ ہوئے۔ بلکہ اس کے بیٹے حسن کی طرف راغب ہو گئے اور جب اسے اس اندرونی سازش کا سراغ ملا تو اس نے تمام ایسے ۲۵ سرفدائیوں کے سر کٹوا دیئے۔ بیٹے نے ڈر کر صاف کہہ دیا کہ میرا ان سے کوئی سروکار نہ تھا یہ خود دہریہ تھے۔ مگر در پردہ اس نے پھر اپنے ہم خیال پیدا کر لئے۔ کیونکہ اس کے باپ سے قلعوں کا انتظام نہ ہو سکتا تھا۔ جو خراسان سے بحر خزر اور آذربیجان تک پھر وہاں سے جنوب کو عراق اور بجستان تک اور وہاں سے سواحل روم تک پہاڑی سلسلوں میں سینکڑوں کی تعداد میں تھے اور ابھی ان کوششوں میں مصروف ہی تھا کہ اس کا باپ مر گیا۔

۱۰...... اب حسن خلیفہ سوم نے تخت نشین ہوتے ہی اعلان کر دیا کہ مجھے امام غائب نے خط لکھا ہے کہ سرفدائی آ کر سن جائیں۔ ۲۷/رمضان کو سب فدائی جمع ہو گئے تو اس نے منبر پر کھڑے ہو کر وہ خط سنایا کہ امام مہدی (امام غائب) کہتے ہیں کہ حسن ہمارا داعی اور نقیب ہے۔ اس لئے اس کی اطاعت واجب ہے اور جس امر کا حکم دے اسے مانو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔ کیونکہ اس کا کلام وحی الٰہی ہے اور وہ ملہم بالغیب ہے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ جو میری اطاعت کریں وہ مبارک اور قدوسی ہیں اور ان سے قیود شرعی اٹھا دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت روزے تڑوائے گئے اور بڑی دعوت قائم کی گئی۔ جس میں شراب بھی پی گئی اور اسی آزادی کے

جلسہ کے بعد مسلمانوں میں اس فرقہ باطنیہ کا نام فرقہ ملاحدہ (بے دین) قرار پایا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ حسن بن صباح جب خلیفہ فاطمی مصر کو ملا تھا تو اس خلیفہ نے کہا تھا کہ میرے بعد میرا بیٹا نزار خلیفہ ہوگا۔ مگر نزار کو خلافت نصیب نہ ہوئی۔ لیکن اس کا ایک چھوٹا بیٹا قلعہ التمونت میں لایا گیا اور در پردہ پرورش پا کر جوان ہو گیا۔ شادی ہوئی تو اس کے ہاں ایک بیٹا حسن نامی پیدا ہوا اور اسی دن محمد بن کیا کے ہاں بھی ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جو حسن سے تبدیل کیا گیا تھا۔ اب میں وہی حسن ہوں جو محمد کے گھر نزار کی اولاد سے پرورش پا کر خلیفہ وقت بنا ہوں۔ اس طرح اس نے مصر کی خلافت کا بھی نام مٹا دیا تھا اور چار سال بعد اپنے سالہ کے ہاتھ سے مارا بھی گیا اور سید بننا کام نہ آیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا محمد ثانی تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔

۱۱...... محمد ثانی اپنے باپ سے بھی بڑھ کر فلاسفر اور عالم شریعت تھا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے باپ کے قاتل مروا ڈالے اور اسی کے عہد میں امام فخر الدین رازیؒ شہر رے میں وعظ کرتے تھے اور بدنام ہوگئے تھے کہ وہ بھی اسماعیلی ہیں۔ اس اشتباہ کو دور کرنے کے لئے آپ نے ایک دفعہ وعظ میں ملاحدہ کے خلاف سخت لفظ کہہ دیئے۔ مگر جب محمد ثانی کو خبر ملی تو اس نے اپنا ایک سرفدائی بھیجا کہ آپ کو سیدھا کرے۔ وہ سات ماہ تک شاگرد بن کر زانوے ادب خم کر کے معتقد بنا رہا۔ آخر ایک دن موقعہ پا کر آپ کے حجرہ میں سینہ پر بیٹھ گیا اور خنجر سینہ پر رکھ دیا۔ آپ نے کہا آخر تمہارا مطلب کیا ہے؟ کہا کہ تم ہمیں برا کہنا چھوڑ دو تو آپ نے وعدہ کیا کہ آئندہ میں ملاحدہ کے متعلق کوئی لفظ نہ کہوں گا تو وہ سینہ پر سے اتر کر کہنے لگا کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں نے تم پر رحم کھایا ہے۔ بلکہ مجھے قتل کا حکم نہ تھا ورنہ آپ ضرور مارے جاتے۔ یہ کہہ کر اس نے تین قیمتی تھان اور تین سو اشرفیاں نذر کیں اور واپس چلا گیا اور کہہ گیا کہ یہ تنخواہ آپ کو سالانہ ملتی رہے گی۔ زبان بندی کے متعلق امام سے لوگوں نے پوچھا تو کہا کہ میں ملاحدہ کے متعلق کچھ نہیں کہوں گا۔ کیونکہ ان کے ارادے بہت تیز ہیں۔ کہتے ہیں کہ محمد ثانی نے آپ کو قلعہ میں رہنے کے لئے بلا بھیجا تھا مگر آپ نے معذرت پیش کر کے جان چھڑائی تھی۔ اس وقت سلطان صلاح الدین نے خلافت فاطمیہ کا خاتمہ کر کے حلب میں تھا کہ چار فدائی اس پر آ پڑے۔ مگر وہ بچ نکلا اور شہر مسبات کا محاصرہ چھوڑ کر شام سے روانہ ہو گیا تو انہوں نے اپنا سردار رشید الدین سنان بنا لیا۔ جس نے پہلے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور ایک کتاب پیش کر کے کہنے لگا کہ میں بروزی خدا ہوں۔ پھر اس نے اپنا ایک سفیر بیت المقدس بھیجا۔ مگر عیسائیوں نے اسے مار ڈالا اور قاتل بھی نہ دیا۔ اس لئے سرفدائیوں نے عیسائیوں کو بھی قتل کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ کنشراؤ شہر طائر میں مارا گیا۔ فریڈرک شہر میلان کا

محاصرہ کرر ہاتھا تو وہ بھی وہیں قتل کیا گیا۔ کنٹراؤ کے قتل کے بعد دو سال جب شانپین فلسطین کا سفر کرتا ہوا شہر مسبات میں پہنچا تو سنان کے ہاں مہمان ہوا۔ اس نے مرعوب کرنے کے لئے ایک برج دکھایا۔ جس کے ہر زینہ پر دو دو سپاہی کھڑے تھے۔ دو کو اشارہ کیا فوراً گر کر مر گئے۔ سنان نے کہا آیا ایسی فرمانبردار سپاہ آپ کے پاس ہے۔ کہا میں کجا؟ کسی کے پاس نہیں۔ پھر سنان نے کہا حکم دوں تو سب گر کر مر جائیں۔ بتاؤ کوئی دشمن ہے تو اسے مروا ڈالوں۔

۱۲...... محمد ثانی کے بیٹے حسن ثالث نے اس کو زہر دلوا دیا اور خود تخت نشین ہو گیا۔ مگر یہ مسلمانوں کا ہم عقیدہ تھا۔ حسن بن صباح کی تعلیم کی کتابیں جلا دیں۔ مسجدیں آباد کیں اور حج کو گیا اور مسلمانوں نے غنیمت سمجھ کر اس کی بڑی عزت کی۔ مگر اس سے ڈرتے بھی تھے۔ ڈیڑھ سال تک اسلامی ممالک میں پھرتا رہا اور مسلمانوں سے اتفاق پیدا کیا۔ مگر سر فدائی برخلاف ہو گئے اور زہر سے مار ڈالا گیا۔

۱۳...... حسن ثالث کا بیٹا محمد ثالث علاؤ الدین ابھی نو برس ہی کا تھا کہ تخت نشین ہوا اور اپنے باپ کے قاتلوں کو مار ڈالا اور باطنی مذہب پھر زور پکڑ گیا۔ کیونکہ وہ آغاز حکومت میں ہی بیمار ہو گیا تھا۔ فصد لیا گیا تو اس کا دماغ اور کمزور ہو گیا کہ کسی کی بات برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اراکین سلطنت خود ہی چپکے چپکے انتظام کرتے تھے۔ اسی کے عہد میں سلطان خوارزم نے آرخان کو نیشاپور معہ مضافات کے بخش دیئے مگر وہ کسی مہم پر تھا۔ اس کے قائم مقام نے اسی گھمنڈ میں باطنیوں کے چند شہر لوٹ لئے۔ شیخ الجبال نے سر فدائی بھیج کر آرخان کو قتل کرا دیا اور شہر میں علاؤ الدین کے نعرے لگاتے ہوئے وزیر پر حملہ آور ہوئے۔ مگر وہ بچ نکلا اور لوگوں نے ان کو ڈھیلے مار مار کر مار ڈالا۔ اسی وقت بدر الدین احمد شیخ الجبال کی طرف سے سفیر ہو کر آیا اور وزیر کا مہمان ہوا اور اس شرط پر صلح ہوئی کہ جنگ کا خاتمہ کیا جائے اور قلعہ وامغان باطنی خرید کر لیں۔ وہ سفیر ایک دن وزیر کے دستر خوان پر بیٹھا تھا کہ کہنے لگا ہمارے دوست ہر جگہ ہیں۔ وزیر نے کہا اس جگہ پر کتنے ہیں۔ کہا کہ پانچ، وزیر نے اس کی طرف رومال پھینک کر ان کو امان دی کہ سامنے آئیں تو اس کے خاص ملازم پانچ سامنے حاضر ہو گئے۔ وزیر سہم گیا اور منت سماجت کرنے لگا کہ آپ مجھے اپنا نوکر سمجھیں۔ مگر میری جان بخشی ہو۔ سفیر واپس چلا گیا۔ مگر بادشاہ نے وزیر کو حکم دیا کہ ان پانچ باطنیوں کو آگ میں ڈال دے۔ مجبوراً جلا دیئے گئے۔ مگر وہ بڑے خوش تھے۔ شیخ الجبال نے جب سنا تو پچاس ہزار اشرفی تاوان میں طلب کی اس وزیر نے غنیمت سمجھ کر قلعہ وامغان کی قیمت بھی واپس کر دی۔ انہی ایام میں محمد ثالث اپنے ایک نوکر کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

۱۴...... اس کے بعد اس کا بیٹا رکن الدین خورشاہ آخری خلیفہ تخت نشین ہوا۔ اسی کے عہد میں منقو خان تاتاریوں کا بادشاہ مشرق میں تھا۔ اس کے بھائی ہلاکو خان سپہ سالار نے مغرب کی طرف دریائے جیحوں سے نیل تک سلطنت مغلیہ قائم کرنے کی خاطر حملہ کر دیا۔ کیونکہ باطنی مغلوں پر حملہ آور ہوتے تھے اور خود خلیفہ بغداد بھی ملتجی ہوا تھا کہ باطنی ڈیڑھ سو سال سے تنگ کر رہے ہیں۔ ان کا استیصال تمہارے سوا ممکن نہیں۔ اب وہ تورہ چنگیز خانیہ کی زیر ہدایت مخالفین کے اہل وعیال کو تہ تیغ کرتا ہوا بڑھا۔ بدقسمتی سے شیخ نصیر الدین طوسی نے ایک کتاب لکھ کر خلیفہ بغداد مستعصم باللہ کی خدمت میں پیش کی۔ جس میں اس نے بہت خوشامد کی۔ مگر اس کے وزیر ابن علقمی نے اپنی عداوت کی بناء پر کہہ دیا کہ اس نے آپ کو خلیفۃ اللہ فی ارضہ کا خطاب نہیں دیا تو خلیفہ نے ناراض ہو کر وہ کتاب دجلہ میں ڈلوادی اور شیخ نصیر الدین شیخ الجبال کے پاس چلا گیا۔ مگر چونکہ وہاں بھی اس کو خاطر خواہ جگہ نہ ملی۔ اس لئے ہلاکو خان سے مل کر حکومت بغداد اور حکومت باطنیہ کا خاتمہ کروادیا اور شام میں سلطان بیبرس نے شام کی باطنی حکومت کا استیصال کر دیا۔ اب عراق، شام اور ایران میں باطنی برائے نام رہ گئے۔ تیمور لنگ جب ماژندران میں داخل ہوا تو اس نے وہاں پر بھی ان کا خاتمہ کر دیا۔ ترکی سلاطین نے بھی یمن، حضر موت، بحرین میں ان کا خاتمہ کر دیا۔ مگر جو بچے سندھ میں آبسے اور یہاں ملتان اور ناصرہ (جو اس وقت معدوم ہے) کو اپنا مرکز بنالیا اور چونکہ بغداد کی حکومت نگرانی نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے ملتان اور ناصرہ کی حکومت نے مسلمانوں کو باطنی بنانا شروع کر دیا۔ جب سلطان محمود غزنوی آیا تو اس نے ابوالفتح باطنی سے جو سومرہ خاندان سے تھا ملتان واگذار کرایا اور ابوالفتح سراندیپ کو بھاگ گیا اور انگریزی حکومت تک ایران اور ترکی وہاں حکمران رہے۔ ابوالفتح مذکور کی اولاد دکن گجرات میں پھیلی جو بعد میں بھورے مشہور ہو گئے۔ ان دنوں حضر موت اور یمن کے باطنی بھی گجرات میں تجارت کرتے تھے۔ ان کی اولاد بھی بھورے مشہور ہو گئی۔ اب وہ آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ مگر ایرانی باطنیوں نے دعویٰ کیا کہ ان کا امام شاہ خلیل ہے۔ شہر یخ متصل شہر قم میں رہتا ہے۔ جو اسماعیل بن جعفر کی نسل سے صاحب کرامات ہے۔ جس کی زیارت کو بھورے بھی جاتے ہیں۔

۳۰...... اسماعیلی فرقے جو شام میں رہتے ہیں

۱...... یہ تین فرقے ہیں۔ دروزی، خضروانی اور سویدانی۔ یہ تینوں گو حسن بن صباح کے معتقد نہیں ہیں۔ مگر ان کا طریق معاشرت وہی ہے جو اس نے مقرر کیا تھا۔ چنانچہ

دروزی شام کے پہاڑوں کی درزوں میں رہتے ہیں۔ ان کی وجہ تسمیہ میں لوگ حیران ہیں۔ کسی نے کہا کہ درز کپڑے کو کہتے ہیں۔ درزی کمینہ قوم ہے جو کپڑے کی درز کی مانند کسمپرسی کے عالم میں پڑی رہتی ہے۔ کسی نے کہا کہ درز خوش آدمی کو کہتے ہیں اور وہ آزاد ہیں۔ اس لئے دروزی ہوئے۔ انگریزی محققین نے کہا کہ کوئنٹ اوف درس کے تابعدار اور عیسائی ہیں اور کسی نے کہا کہ نارمن کی نسل سے جرمنی النسل ہیں۔ بہرحال اب یہ ثابت ہوا ہے کہ حکومت ٹرکی کے ماتحت خراج گذار مسلمانوں کی ایک جماعت ثابت ہوئے ہیں جو اپنے آپ کو موحد کہلاتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ توحید کی اصلی ماہیت ہم پر ہی منکشف ہوئی ہے۔

۲...... الحاکم بامر اللہ مصر میں فاطمی خلیفہ تھا۔ محمد بن اسماعیل نامی ایک اسماعیلی داعی نے اعلان کیا کہ الحاکم بامر اللہ مظہر الٰہی یا بروز خداوندی اور خدا کا روپ دیوتا ہے۔ حاکم نے بھی اپنے قوت بازو سے اپنی خدائی کا اعتراف کرایا۔ مگر جو زیادہ تر معتقد ہوئے وہ دروزی ہی تھے۔ حمزہ بن علی نے کتاب الدروز لکھی جو اس وقت یورپ میں چھپ چکی ہے۔ اس میں اس نے ایک لوح خداوندی کے اندر ظاہر کیا ہے کہ محمد (علیہ السلام) کو قرآن شریف کا اصلی مفہوم معلوم نہ تھا۔ صرف ظاہری اور لغوی معانی سمجھے تھے۔ اس لئے خدا نے انسانی روپ لیا اور اصلی معانی سمجھائے جو الحاکم بامر اللہ نے اپنے تبلیغی خط مسمےٰ بہ عقائد میں بیان کئے ہیں اور ہم ہی ایک واحد جماعت ہیں جس کو پیغمبر اسلام کے بعد ایمان کے لئے خدا نے مخصوص کیا ہے۔ (قادیانی اور کمتر ینی نوٹ کرلیں)

۳...... ان کا یہ بروزی نبی جناب امام اسماعیل بن جعفر صادق کی اولاد سے ثابت کیا جاتا ہے اور والدہ کی طرف سے بھی جناب فاطمہ علیہا السلام کے سلسلہ سے ملا دیا ہے۔ وہ ایک پہاڑ پر وحی لینے جایا کرتا تھا۔ ۳۶ سال اور چھ ماہ حکومت کی اور اپنی کرخت شریعت منوانے میں لوگوں کو تباہ کیا۔ آخر لوگ تنگ آگئے تو اس کی ہمشیرہ ست الملک کی سازش سے جب کہ وہ وحی لینے پہاڑ پر گیا تھا مار ڈالا گیا اور اس کی لاش بھی کہیں پھینک دی گئی۔ مگر مریدوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ غائب ہوکر جنت میں زندہ ہی چلا گیا ہے۔ اگر چاہے تو ابھی واپس آکر مخالفین کا ناک میں دم کردے گا۔ اب نہیں تو پھر جب کبھی بھی واپس آیا قیامت تک ہماری ہی حکومت ہوگی اور مخالفین کو یہاں تک ذلیل کیا جائے گا کہ وہ اپنے لباس میں خاص نشان رکھیں گے جس سے وہ شناخت ہوسکیں۔

۴...... موحدین کا خیال ہے کہ قرآن کا اصلی مفہوم ہمیں ہی حاصل ہوا ہے۔ جس

کو پیغمبر اسلام بھی نہیں پا سکے۔ اس لئے آپ کے متعلق ان کو نیک ظن نہیں کیونکہ جب ان کا نبی مرا تھا تو دوسرے روز ایک مسجد کے دروازے پر اس کی طرف سے ایک فرمان (عقائد نامہ) نظر آیا۔ جس میں اس نے افسوس ظاہر کیا تھا کہ ہر چند مصریوں کو سمجھایا گیا مگر وہ نہ سمجھے۔ آخر وہ لوگ اس کام کے لئے منتخب کئے گئے جو خدا کے ہاں نہایت ہی مقدس (دروزی) ہیں۔ اس لئے موحدین اس فرمان کی قدر قرآن سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔ مگر ان کی عملی حالت یہ ہے کہ ان کی مسجدیں غیر آباد ہیں۔ کوئی اذان دے تو کہہ دیتے ہیں کہ گدھے خاموش رہو چارہ مل جائے گا۔ ہر ایک مسجد کے اندر ایک مورتی کپڑوں میں لپیٹی ہوئی موجود رہتی ہے۔ جس کی زیارت کے حقدار خاص خاص موحدین کے سوا دوسرے نہیں ہوتے۔ یہ مورتی بچھڑے کی شکل کی ہوتی ہے جو امام غائب کی نشانی بتائی جاتی ہے۔ مسجدیں پہاڑ کی چوٹی پر ہوتی ہیں۔ مگر وہ نماز روزہ سے آزاد ہیں۔ شراب آزادی سے پیتے ہیں لحم خنزیر شوق سے کھاتے ہیں۔ نکاح وطلاق میں بھی آزاد ہیں۔ مگر طلاق شوہر کے ہاتھ میں ہے۔ اگر شوہر کہہ دے کہ جاؤ اور جب تک اس لفظ کے ساتھ واپس آؤ کا فقرہ نہ ہوا سے تین طلاق سمجھا جاتا ہے۔ جو حلالہ کے سوا رفع نہیں ہوسکتیں۔ کتاب الدروز کا صندوق بہت پوشیدہ رکھا جاتا ہے اور جہاں پر پڑا ہے وہاں سے اٹھانے کا حکم نہیں۔ کیونکہ وہ جگہ بھی بہت مقدس ہو چکی ہے۔ حکومت عثمانی کے ماتحت یہ باجگذار خود مختار ہو کر رہے ہیں۔ برائے نام رعایا تھے ورنہ بات بات پر بغاوت کرتے تھے۔ ان کی تعلیم عملی طور پر ہوتی ہے۔ بچوں کو بڑوں کی صحبت میں بٹھا کر ایسا ہوشیار کر دیا جاتا ہے کہ بڑی بڑی کونسلوں میں دندان شکن جواب دینے لگ جاتے ہیں۔ مگر ان کا ہر ایک کام پر اسرار ہے۔ کسی کو کچھ معلوم نہیں ان میں مشترکہ جلسے ہوتے ہیں۔ جن میں خیال کیا جاتا ہے کہ فحش اور حیا سوز امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ ان میں ایک پیشین گوئی مشہور تھی کہ انگریز ان کو مسخر کریں گے۔ اس لئے یہ ان کے دشمن رہے اور بددعا بھی دیتے تھے تو یوں کہ جاؤ خدا تیرے سر پر ہیٹ رکھے۔ انگریزوں کو بھی خیال تھا کہ وہ عیسائی بگڑے ہوئے ہیں۔ مگر بعد میں ابھی سو سال نہیں ہوا کہ ان کو ثابت ہو گیا کہ یہ تو مسلمان بگڑے ہوئے ہیں۔ (مگر خدا کی قدرت ہے کہ وہ پیشین گوئی پوری ہو گئی اور فرانس نے وہ علاقہ فتح کر لیا ہے)

۵...... خضریوں کے مرکز شہر مسباۃ پر نصیری (بنی ارسلان) حکمران چلے آتے ہیں اور شہر فزارہ (سویدانیوں کا مرکز) بھی ان کے ہی ماتحت ہے۔ مگر یہ تینوں فرقے آپس میں بگڑے رہتے ہیں۔ ۱۸۰۹ء کی ابتداء میں خضریوں اور سوایدانیوں نے نصیریوں کو مار مار کر قلعہ مسباۃ سے نکال دیا اور شیخ مصطفےٰ ادریس کو اپنا سلطان بنایا۔ بعد میں نصیریوں نے ہر چند کوشش کی

مگر قلعہ پر قابض نہ ہو سکے۔ آخر اپنی پرانی چال چلے کہ خضری بن کر شہر مسباۃ میں تمام جگہ میں پھیل گئے۔ یہاں تک کہ شیخ مصطفےٰ ادریس کے خاص مصاحبوں میں اپنی کافی جمعیت پیدا کر لی اور قلعہ کی فوجوں میں بھی کافی تعداد میں موجود ہو گئے۔ ایک دن موقعہ پا کر سلطان شیخ مصطفےٰ ادریس کے پیٹ میں چھریاں بھونک کر اس کو ہلاک کر دیا اور سارے نصیری اپنے لباس اصلی میں جمع ہو کر قلعہ پر قابض ہو گئے اور آج تک خضری اور سویدی سر نہ اٹھا سکے۔

٦...... خضری اور سویدانی اس عقیدہ میں شریک ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام بروز الٰہی اور خدا کا اوتار تھے اور نجف میں بغداد سے دو چار منزل کے فاصلہ پر حضرت امام کے مزار پر حج چھوڑ کر بھی جاتے ہیں اور کعبہ مکرمہ کے نزدیک ایک غیر معلوم جگہ پر بھی پوشیدہ کسی مزار کی زیارت کرنے کو جاتے ہیں۔ مگر ابھی تک معلوم نہیں ہوا کہ وہ کس کا مزار ہے۔

٧...... ان تینوں فرقوں کے علاوہ چند اور فرقے بھی ہیں۔ اوّل زیدیہ جو جناب زید بن زین العابدین بن حسین بن علی علیہم السلام کے پیرو ہیں۔ ان کے نزدیک خلافت شیخین صحیح ہے اور اماموں کی تعداد بارہ تک محدود نہیں بلکہ ایک وقت میں مختلف امام ہو سکتے ہیں اور وضیع شریف پر حکمرانی کرنے کا حقدار ہو سکتا ہے۔

دوم...... جعفریہ جو جناب زین العابدین کے بعد زید کی بجائے آپ کے بیٹے امام باقر کو امام جانتے ہیں۔ پھر ان کے بیٹے امام جعفر صادق کو امام مان کر ختم کر دیتے ہیں۔

سوم...... اسماعیلیہ جو امام جعفر صادق کے بیٹے اسماعیل کو امام سمجھ کر سلسلہ ختم کر دیتے ہیں۔ جناب اسماعیل جناب امام جعفر صادق کے حین حیات میں ہی ایک بیٹا محمد نامی چھوڑ کر وفات پا چکے تھے۔ جس کو متمم امامۃ سمجھ کر یوں بتایا گیا کہ یہ لڑکا گویا خود اپنا باپ اسماعیل ہی ہے۔ مغرب میں جا کر انہوں نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ ان کے نزدیک امامت سات سات کا دورہ ختم کرتی ہے۔ چنانچہ جناب اسماعیل تک سات امام ختم ہوئے اور محمد بن اسماعیل سابع تام ہیں۔ کیونکہ اپنے باپ کی ڈیوٹی دیتے رہے ہیں۔ ان کے بعد تین امام مخفی تھے۔ جن کی بجائے ان کے نقیب حکمران رہے۔ اوّل منشور بن محمد مکتوم، دوم جعفر مصدق اور سوم حبیب۔ نقباء کی تعداد بارہ رہتی ہے۔ بہرحال جب یہ دور ختم ہوا تو پھر سات ظاہری اماموں کا دور شروع ہوا۔ جن میں سے پہلا امام عبید اللہ مہدی ہے۔ جس نے مصر میں خلافت فاطمی شروع کی تھی۔ دوم ابو القاسم محمد (قائم بامر اللہ)، سوم اسماعیل (منصور)، چہارم سعد (المعز الدین اللہ)، پنجم نزار (عزیز بامر اللہ)، ششم الحاکم بامر اللہ، ہفتم علی الظاہر لدین اللہ اس کے عہد میں چار سال اس کی پھوپھی ست الملک حاکم

رہی۔اس لئے اس کے بعد ابوتمیم سعد المستنصر باللہ حاکم ہوا۔جس سے حسن بن صباح کی ملاقات ہوئی تھی۔غرضیکہ جب نقابت ظاہر ہوتی ہے تو امامت مخفی ہو جاتی ہے اور جب امامت ظاہر ہوتی ہے تو نقابت مخفی ہو جاتی ہے اور قرآن کے ہر حکم قطعی کے لئے ایک تاویل بھی ضرور ہوتی ہے جس کی وجہ سے اسلام ترمیم ہوسکتا ہے۔

۸...... حسن بن صباح معقولی آدمی تھا۔اس لئے اس نے ثابت کیا کہ خدا مجرد عن المادہ اور مجرد عن الصفات ہے۔ورنہ مخلوق کے ساتھ تشبیہ حاصل ہو جاتی ہے اور جو صفات اس کی طرف منسوب ہیں وہ عارضی ہیں۔جو مخلوق کی فیض یابی سے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں۔مثلاً جب اس نے کسی کو طاقتور بنایا تو قدرت کو خدا کی طرف منسوب کر کے اسے قادر کہا جاتا ہے۔وجود سے بھی وہ خالی ہے۔کیونکہ یہ صفت بھی مخلوقات کو موجود کرنے سے ہی اس کو حاصل ہوئی ہے۔یعنی تمام صفات اضافیہ ہیں، حقیقیہ نہیں۔

۳۱......خلاصہ کتاب ہذا

۱...... بابی اور بہائی تعلیم حسن بن صباح یا دیگر اسماعیلی فرقوں کی یادگار ہے۔جو دولت قاچاریہ ایران میں چپکے چپکے پرورش پاتی رہی اور ان کے طریق پر ہی اپنے تقدس کے لپیٹ میں سرفدائی تیار کرتی رہی ہے۔جس نے اخیر میں حکومت کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ یہ حکم دے کہ بابی باطنی جہاں پاؤ مار ڈالو۔مگر تعلیم بہائیہ نے اس کے اصول بدل ڈالے اور خاموش مقابلہ کے ساتھ تمام مذاہب کا مقابلہ شروع کر دیا اور ایسے ثابت قدم ثابت ہوئے کہ آج بھی جس قدر ان کو برا کہو برا نہیں مناتے اور اپنے اصول سے جو در پردہ رکھا جاتا ہے ہمیشہ اس پر قائم رہتے ہیں۔

۲...... قادیانی مذہب نے جو کچھ سیکھا ہے۔بہائی تعلیم سے سیکھا ہے۔تاویل در تاویل ترمیم و تنسیخ، خاموش مقابلہ بلکہ دستی مقابلہ بھی عند الضرورت جائز رکھا گیا ہے۔بلکہ اگر ذرا غور کیا جائے تو قادیانیت بہائیت اور صباحی تعلیم میں سرمو فرق نہیں ہے۔مؤخر الذکر دونوں تعلیمات جیسا کہ ظاہر ہے کہ اوّل الذکر تعلیم میں بحیثیت مجموعی موجود ہیں۔چشم بینا اور عقل رسا چاہئے جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ قادیانیت نے ملاحدہ قدیم سے کس قدر فائدہ اٹھایا ہے۔

۳...... قادیانیت کے عہد میں چونکہ مذہب طرازی کا راز کھل گیا ہے۔اس لئے کئی قسم کے اور بھی دعویدار کچھ اندرونی کچھ بیرونی پیدا ہو گئے ہیں۔جنہوں نے وحدت وجود اور تناسخ کی بناء پر سب کچھ بننا اور ترمیم اسلام بچوں کا کھیل بنا دیا ہے۔جن پر سرسری نظر ڈالنے سے

معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کو مستقل مذہب پیدا کرنے کی دھن لگی ہوئی ہے۔

۴...... چودھویں صدی کے دعویداران نبوت وتجدید سے پہلے قرامطہ، ملاحدہ اور زنادقہ بھی مدعیانِ نبوت تھے۔ مگر ان کا منشاء اندرونی یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسلامی پابندی اور حکومت اسلامیہ سے تنگ آ کر آزادی کی راہ نکال کر آزاد ہو جائیں۔ اس لئے وہ بیدین قرار دیئے گئے تھے۔ مگر چودھویں صدی میں یہ تحریک کچھ ایسی مشتبہ ہے کہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ آیا وہ اسلامی احکام سے تنگ آ کر نئی شریعت پیدا کرتے ہیں یا عیسائیوں کی طرف سے مامور ہو کر اسلام کو قابل نفرت ثابت کررہے ہیں اور یا خود خوشامد کے طور پر حکومت ہند یا عیسائی مشنریوں کو خوش کرنے کے لئے یہ چالیں چلی جاتی ہیں تاکہ ان کو نوبل پرائز یا بطور دست غیب اندرونی طور پر سرکار کی خیرخواہی میں کچھ دستیاب ہوسکے یا شاید ان کا دماغ چکر کھا گیا ہے یا اس کو چکر دلایا گیا ہے اور نبوت فروشی کی دکان علیحدہ اور الگ کھولنا چاہتے ہیں۔ بظاہر کچھ بھی ہو ایسے لوگ اسلام کے پکے دشمن اور مسلمانوں کے لئے درحقیقت مار آستین ثابت ہوئے ہیں۔ اس لئے جہاں تک ہوسکے مسلمانوں کو ان گندم نما جوفروشوں سے بچنا چاہئے۔

۵...... مسلمانوں کو ایسی کسی نبوت کی ضرورت نہ تھی اور نہ کسی تجدید احکام کی مشکل پیش آئی تھی۔ بلکہ ضرورت اس امر کی تھی کہ ان کو ان کے پرانے دو مذہب سنی وشیعہ پر چھوڑ کر ان کا مستقبل ٹھیک کیا جاتا۔ چونکہ یہ ہمسایہ اقوام سے پیچھے رہ چکے ہیں۔ ایسے وسائل سوچے جاتے کہ جن سے ان کے دوش بدوش چلنے کے قابل ہو جاتے۔ نہ یہ کہ جن خانہ جنگیوں سے پہلے تباہ ہو چکے تھے نئی تعلیمات پیش کر کے ان کی رہی سہی دماغی طاقت کو اختلافات جدیدہ کی نذر کیا جاتا۔ اب ہمیں یہ تمام مصلحین اسلام بتائیں کہ بہشتی مقبرہ کے لئے جدوجہد کرنے میں اسلام اور اہل اسلام کو کیا فائدہ پہنچتا ہے یا کسی ناسخ شریعت کا مخصوصی بیت المال پر کر دینے سے مسلم قوم کا کیا بھلا ہوسکتا ہے۔ یا وہ بتائیں کہ احکام شریعت چھوڑ کر عیسائی مذہب کے اصول پر عمل پیرا ہونے سے ان کی کون سی ترقی ہوسکتی ہے؟

یہ سب پیٹ کے دھندے ہیں
جو سب پیٹ کے بندے ہیں
نفسی نفسی کرتے ہیں
ٹکے ٹکے پہ مرتے ہیں

۶...... اگر اسلام کی خیرخواہی پیش نظر تھی تو سب سے پہلے اسلامی زبان عربی کی

نشرواشاعت میں توجہ مبذول کی جاتی۔ایک بڑی بھاری مذہبی یونیورسٹی قائم کی جاتی۔علوم قدیمہ اورفنون جدیدہ سے اسے مکمل کر کے علوم قرآنیہ پھیلائے جاتے۔اس کے بعد علوم جدیدہ کی تکمیل کے لئے کمر بستہ ہوکر کھڑا ہونے کی از حد ضرورت تھی۔جس کو سرسید نے محسوس کیا تھا۔مگر افسوس کہ جس طریق پر اس نے مسلم قوم کو چلانا چاہا تھا وہ راستہ بھول گئے ہیں۔ورنہ مسلمانوں کو آج اسلام اور اسلامی زبان سے تنفر نہ ہوتا۔جو اس وقت محسوس ہورہا ہے۔مگر تاہم اس کمی کو مسلمانوں نے کسی حد تک پورا کیا۔اس کے بعد تیسرے درجہ پر صنعت وحرفت اور تجارت یا کاشت کی تکمیل تھی۔جس طرف کوئی مسلمان آج تک متوجہ نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی ایسی تحریک ہوئی ہے جو مسلمانوں میں اس کمی کا احساس پیدا کرے۔گو فرداً فرداً مسلمانوں نے اس طرف توجہ کی ہے۔مگر متحدہ حیثیت سے کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا گیا جس سے مسلمانوں کو عالمگیر فائدہ ہوسکے۔ہندو قوم کو دیکھئے،تجارت کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔انگریزوں کے بعد وہ کون سی تجارت ہے کہ جس پر ان کا قبضہ نہیں۔اب مسلمان جس قدر بھی تجارت کررہے ہیں وہ ان کے ہی دست نگر ہیں اور بہت سی ایسی تجارتیں ہیں کہ مسلمانوں کو ان کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کس کام کی چیز ہے اور بہت سے ایسے کام ہیں کہ جن میں باوجود معلوم ہونے کے کوئی مسلمان آدمی نظر نہیں آتا۔یہی چالیس دعویداران نبوت اگر مسلم قوم کو بام ترقی پر پہنچانے کے لئے ایسے وسائل سوچتے کہ جن سے مسلمان ہر شعبہ تجارت پر قابض ہوجاتے تو نبی بننے کی بجائے ان کا رہنما بننا بہتر تھا اور یہ ایک بہانہ ہے کہ اسلام جب تک نہ چھوڑا جائے تجارت نہیں ہوسکتی۔ورنہ کوئی ہمیں بتائے کہ جن لوگوں نے اسلام چھوڑ کر نئی نبوت کا کاہلر پہن رکھا ہے ان کو کون سا سرخاب کا پر لگ گیا ہے اور صنعت وحرفت اگرچہ بہت ضروری ہے۔مگر چونکہ یورپ نے تمام مشینیں اپنے ملک کے لئے ہی مخصوص کر رکھی ہیں۔اس لئے ایسے فنون کا حاصل کرنا چنداں مفید نہیں۔کیونکہ جب کوئی ہنرور یورپ سے ہنر سیکھ کر آتا ہے تو چونکہ ہندوستان کو انقلاب زمانہ نے ایسی صنعتوں سے خالی کررکھا ہے۔ان کو پیٹ پالنے کی بھی جگہ نہیں ملتی۔اس لئے پھر وہ واپس یورپ چلے جاتے ہیں۔بہرحال اس نازک حالت میں زیر بحث مدعیان نبوت کا وجود بہت مضر واقع ہوا ہے۔سوائے شکم پروری یا غیر کی خوشامد کے اس کے تحت میں کچھ بھی نہیں ہے۔

نبی بنے ہو مجدد یا ناسخ اسلام
یہ غیر کی ہے خوشامد یا گوش وناں کے لئے

نہ اس میں قوم کی رفعت کا راز مضمر ہے
نہ اس جہاں کے لئے ہو نہ اس جہاں کے لئے

۷...... بائبل کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے احکام تورات میں تھے۔ جن کا انجیل نے موقعہ ہی نہیں رہنے دیا کہ ان کا اجراء ہو سکے۔ کیونکہ اس میں صرف یہی تعلیم ہے کہ مکارم اخلاق حاصل کرو اور برائیوں سے رک جاؤ اور خدا کی یاد کرو۔ مگر یہ حصہ چھوڑ دیا ہے کہ ان احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں پر کون سی تعزیر عائد ہوتی ہے اور یہ تعزیر خدا کے سپرد کر دی ہے یا حکومت وقت کو اس میں مختار کر دیا ہے اور یاد الٰہی کا طریق بھی انجیل میں کوئی مخصوص نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد اعمال الرسل کا مطالعہ کرو تو اس میں صاف لکھا ہوا بار بار تم کو نظر آئے گا کہ مقدس لوگوں کی پرورش کرو اور شریعت کی پابندی چھوڑ دو۔ ہم اسی لئے مبعوث ہوئے ہیں کہ شرعی تعزیرات کا ایک ہی کفارہ (صلیب مسیح) سے دنیا کو آزاد کر دیں۔ اس کتاب میں ایشائی مجددین کی تعلیمات کا خلاصہ بھی ہو بہو یہی ہے تو ناظرین خود انصاف کریں کہ یہ لوگ مبلغین اسلام ہیں یا عیسائیوں کے کرایہ دار یا خوشامدی مفت کے تبلیغ کرنے والے ہیں؟ اس نکتہ کو سمجھ کر خوب امتحان کرو اور ان لوگوں سے الگ ہو کر اپنے اسلام پر قائم رکھو اور دینی و دنیاوی ترقی کرتے جاؤ۔

۸...... انصاف سے دیکھئے تو مسلمانوں میں بہ نسبت دیگر اقوام کے عیش پرستی شہوت رانی اور تعیش یا آزادی کے اسباب بہت کم موجود ہیں۔ مگر حیرت ہے کہ یہ مجددین نہ یہود کو برا کہتے ہیں نہ عیسائیوں کو غلط کار ثابت کرتے ہیں اور نہ ہندو سکھ اور آریوں کو گمراہ جانتے ہیں۔ شامت آئی ہے تو بیچارے مسلمانوں کی کہ صرف آج کل کے ہی مسلمانوں کو کافر نہیں کہتے بلکہ صاف کہتے ہیں کہ آج تک اسلام ستر ہزار پردوں میں رہا۔

برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

یوں تو عہد رسالت کے متصل ہی لوگوں نے اسلام سے عداوت شروع کر دی تھی اور اس کی بجائے اپنی اپنی تعلیم کے احکام جاری کر رکھے تھے۔ لیکن آج کل کے مجدد مسلمانوں کو تو وہ گالیاں سناتے ہیں کہ الامان، کسی بازاری عورت کو بھی یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ ایک بازاری آشنا کی یوں خاطر کرے۔ پھر باوجود اس بدگمانی اور بدزبانی کے ہمارے نبی بنتے ہیں۔ بہت خوب! صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ اسلام چھوڑ کر عیسائی بن جاؤ۔ کیوں سادہ لوح انسانوں کی دنیا و عقبیٰ خراب کر رہے ہو۔ اسلام کو چھوڑتے بھی نہیں اور اسلام کے

پیچھے سے بھی نہیں ٹلتے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ان سے قطع تعلق کر کے ان جدید اختلافات سے نجات پائیں اور اپنے دین وایمان کو محفوظ رکھیں۔

9...... ہر نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ آج ڈاکٹر یا بیرسٹر وہ بن سکتا ہے جو باقاعدہ تعلیم پا کر اس زبان کا پورا ماہر ہو۔ جس میں ڈاکٹری یا بیرسٹری نے نشوونما پایا ہے۔ شروع میں بیرسٹری صرف چند اصول کا نام تھا۔ مگر انقلاب زمانہ نے ایسے واقعات پیش کر دیئے کہ اب ان چند اصولوں کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے بڑے بڑے کورس ختم کر کے جب تک حکومت کی طرف سے سند حاصل نہ کی جائے یا اگر کوئی دعویدار عدالت میں یا کسی بیرسٹر کے سامنے دخل در معقول دے کر کوئی قانونی بحث چھیڑ کر اپنی رائے قائم کرنے لگ جائے یا کسی قاعدہ کو ترمیم وتنسیخ میں لا کر اپنے خیال پیش کردہ کو مقدم سمجھے، تو ضرور ہے کہ عدالت یا وہ بیرسٹر کان سے پکڑ کر باہر نکال دے گا یا یہ رائے قائم کرے گا کہ اس میں شئی لطیف بہت کم ہے۔ علیٰ ہذا القیاس قرآن عربی میں ہے۔ جب تک اسلام صرف عرب میں رہا ان کو قرآن فہمی میں کوئی دقت نہ تھی۔ معاملات سادہ تھے۔ تمدن سادہ تھا۔ غیر کی مداخلت نہ تھی۔ قرآن کی زبان عربی تھی۔ سمجھنے والے عرب تھے۔ ان کی اولاد عرب تھی اور معلم بھی عرب تھے۔ مگر جب اسلام نے عرب سے باہر پاؤں پھیلا کر فارس میں ڈیرہ جمایا اور عجم کے فلسفہ نے اور یونان کی حکمت نے مذہبی مقابلہ شروع کر دیا اور ادھر عہد رسالت دور چلا گیا اور عجمی مسلمان قرآنی زبان سے نابلد تھے۔ اس لئے صرف، نحو، تاریخی حالات، احادیث اور فتاوائے نبویہ اور فیصلہ جات خلافت راشدہ کو قلم بند کرنا ضروری سمجھا گیا۔ ورنہ سارا اسلام عرب میں ہی بند رہتا۔ رفتہ رفتہ ازمنہ متوسطہ میں قرامطہ وملاحدہ اور زنادقہ ودجاجلہ نے اور بھی اودھم مچا رکھا تھا اور موجودہ چالیس استاکاروں سے بڑھ کر اسلام میں تحریف کرنی شروع کر دی تھی۔ اس لئے اہل اسلام کو اور بھی علوم وفنون ایزاد کرنے پڑے۔ اس کے علاوہ حکومت کا نظم ونسق بھی اندرون عرب اور بیرون عرب میں اسلامی قواعد پر ہی قرار پایا۔ اس لئے نت نئے نئے واقعات پیش آنے لگے اور ایسے حوادث پیش آئے جو صدر اسلام میں ناممکن الوقوع خیال کئے جاتے تھے۔ مگر ان کو حل کرنے کے لئے مجتہدین اسلام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں سب کا جواب دریافت کر کے نظام اسلامی کو قائم رکھا۔ اب جب کہ وہ نظام ہی باقی نہیں رہا اور اسلام کے ملکی اور سیاسی قانون چھوڑ دیئے گئے اور اسلامی علوم وفنون کی تحصیل کا انتظام بھی باقاعدہ طور پر قائم نہیں رہا تو آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ قرآن کا حقیقی طور پر سمجھنا جیسا کہ پہلے زمانہ میں سمجھتے تھے کیسا مشکل

ہوگا۔ کیونکہ جب تک راستہ کی مشکلات کو حل نہ کیا جائے قرآن فہمی کا دعویٰ مشکل ہوگا۔ اس لئے جس قدر علوم اسلامیہ کی تحصیل آج کل قرآن فہمی کے لئے ضروری ہے۔ پہلے اس کا عشر عشیر بھی نہ تھا۔ مگر آج نیم ملا جن کو عربی زبان میں صحیح طور پر ایک فقرہ بھی لکھنا نہیں آتا وہ اندھوں میں کانا راجہ بنا ہوا ہے اور یوں واقعات کو نظر انداز کر کے یوں ہی کہہ دیتے ہیں کہ قرآن آسان ہے۔ بھلا اگر آسان ہے تو تم میں سے کوئی بڑا تعلیم یافتہ ایک لفظ بھی کیوں نہیں پڑھ سکتا۔ ابھی حرکات وسکنات موجود ہیں۔ پھر ان دعویداروں کو پڑھنا نہیں آتا اور اکڑ کر کہتے ہیں کہ طوطے کی طرح رٹ لگانے سے کیا فائدہ؟ مانا کہ کوئی فائدہ نہیں مگر آپ کو کیا معلوم کہ کس لفظ کا ترجمہ فلاں لفظ ہے۔ انگریزوں نے انگریزی ترجمے کئے۔ جن کو پڑھ کر قرآن فہمی کے دعویدار بن گئے۔ صرف تراجم کی بناء پر تم نے بی۔ اے کی ڈگری کیوں نہ حاصل کر لی۔ ساری عمر اصحاب الشمال میں گذری اب قرآن کے حاوی بن بیٹھے۔ نہ باقاعدہ تعلیم پائی نہ علوم وفنون اسلامیہ کی خبر، نہ خود میں اتنی لیاقت کہ اسلامی زبان میں دو چار سطریں لکھ سکیں اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم اس وقت کے نبی ہیں، ہم مجدد ہیں، کاشف اسرار قرانی ہیں۔ کمترین اور خاکسار بن کر سب کا بیڑہ غرق کر رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ بات کہ ہم کو براہ راست قرآن کے وہ معانی سمجھائے گئے ہیں کہ خود اس نبی کو بھی معلوم نہ تھے جس پر یہ قرآن نازل ہوا تھا۔ اس کا یہ جواب نہیں ہوسکتا کہ تمہارے خود حواس اپنی جگہ پر قائم نہیں رہے۔ علاوہ بریں تمہیں تو اتنا بھی معلوم نہیں کہ اس کتاب میں تمہارے اور تمہارے ہم خیال محرفین کے عربی اقوال یا عربی تحقیقات لکھی ہیں۔ ان میں کیا کیا سقم ہیں؟ ضرورت ہو تو کسی اہل علم کے بغیر خود اپنی کمزوریاں معلوم کریں۔ کتاب ہذا میں ان پر تنقید اس لئے نہیں کی گئی کہ ہم کو موضوع سے باہر نکلنا پڑتا تھا اور خواہ مخواہ تطویل مضمون کا بھی اندیشہ تھا۔

۱۰...... پنجابی مسیحوں میں مسیح قادیانی کی لیاقت تسلیم کی گئی ہے۔ مگر ذیل میں ایک عربی اخبار کا اقتباس (جس کا عنوان سخافۃ القادیانیۃ ہے) درج کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مرزا قادیانی کس لیاقت کے مالک تھے۔ چنانچہ (اخبار الفتح مصر نمبر ۲۵۲ مورخہ ۹/صفر ۱۳۵۰ھ) رقمطراز ہے۔

”ولو اطلعت علی ھذا الوحی السحیف فی مؤلفات القادیانی العربیة (لجة النور وغیرھا) لعلمت ان ای صبی من صبیان مدارسنا الابدائیة یشمئزان تنسب الیه ھذہ الثرثرة۰ خصوصاً شعرہ العربی۰

اجارنا اللّٰه واياك من العی والضعف ۰ فان قرأته تورث مرض السل حتما ۰ ومن الواجب علی مصلحة الصحة ان تحرق هذه السخافات شفقة علی صحة من تتالم اعصابه من مثل هذا العبث بلغة العرب“

اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ مرزا کی نظم ونثر ایسی واہیات ہے کہ اگر عربی کے ابتدائی طالب علم کو بھی کہا جائے کہ اسے تم قبول کر کے اپنے نام پر شائع کرو تو وہ بھی بے چین نظر آئے گا۔ لہٰذا اعلان کیا جاتا ہے کہ تم اس کی عربی تعلیم سے بچو ورنہ تم کو (مذہبی) سل ودق کا مرض ضرور ہوجائے گا اور اسلامی ہیلتھ آفیسر کا فرض ہے کہ اس کی تمام کتابوں کے گندہ مواد کو نذر آتش کردے تاکہ آئندہ امراض مہلکہ کے پھیلنے کا اندیشہ نہ رہے۔

۱۱...... ان لوگوں سے تو نانک ہی اچھا تھا کہ کسی کو کافر نہیں کہتا تھا۔ بلکہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر خدا کی یاد میں مصروف رہتا تھا اور مسلمانوں کی یادگاریں اس کے پاس موجود تھیں اور اس نے اپنے چولے پر بھی اسلامی تعلیمات لکھوائی تھیں۔ چنانچہ دائیں بازو پر ”ان الدین عند اللّٰه الاسلام “ لکھی تھی اور بائیں بازو پر کلمہ شہادت تھا۔ گردن سے ناف تک سورہ فاتحہ اور کچھ اسمائے الٰہی لکھے تھے اور ”لا الہ الا انت سبحنك انی کنت من الظلمین ۰ ان الذین یبایعونك “ یہ پیٹ کے دائیں طرف آیت الکرسی اور سورۂ نصر۔ پھر کچھ رموزی اعداد اور اسماء حسنٰی، اسی وجہ سے قادیانیوں نے اس کو مسلمان سمجھ رکھا ہے اور مرزا قادیانی کا الہام ہے کہ میں نے اس کو مسلمان پایا اور جنم ساکھی میں مذکور ہے کہ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ کلمہ طیبہ سے نجات حاصل ہوتی ہے اور خدا کا دیدار اس کو ہوگا جو تیس روزے اور پانچ نمازوں پر قائم رہے گا۔ انجیل، تورات اور وید کچھ نہیں صرف قرآن ہی باعث نجات ہے۔ تناسخ کا قائل دوزخی ہے اور آج کل رادھا سوامی مت بھی ہر ایک کو اپنے اپنے مذہب پر رہنے کی تلقین کرتا ہے اور مسلمانوں سے بڑی محبت سے پیش آتا ہے اور ان کو ان کے مذہب میں ہی اپنا مرید کرتا ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہے کہ ایسے صلح کل ہونے سے انسان پکا مسلمان بن جاتا ہے۔ کیونکہ ہندو فقیر اگر کبھی صلح کل ہو کر نماز روزہ کر بھی لے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ مسلمان بھی ہوگیا تھا۔ کیونکہ اس کی کوئی یادگار ایسی نہیں ملتی کہ جس میں کوئی مسجد ہو یا اسلامی تعلیم کو جاری رکھ کر اپنا مسلم ہونا ثابت کیا ہو۔ محمد یعقوب لاہوری مرزائی پرافٹ نمبر۱ میں لکھتا ہے کہ گرونانک اپنے خیالات کے رو سے پکا ہندو تھا اور مصلح قوم اور ہندو قوم کی مذہبی دیواروں کا معمار تھا۔ دیکھئے مرزائی خود اپنے آقا کو جھوٹا ثابت کر

رہے ہیں۔ بالفرض اگر اسے مسلمان بھی مان لیں تو ہم کو کیوں کافر کہا جاتا ہے۔ جب کہ ہم میں ساری اسلامی تعلیم موجود بھی ہے اور ہم اسلام پر عمل پیرا بھی ہیں۔ افسوس۔

با دوستان عداوت با دشمناں مدار

۱۲...... پنجاب مرزا قادیانی کے طفیل سے نبوت خیز علاقہ بن گیا ہے۔ مرزائی کہا کرتے ہیں کہ خربوزہ کا موسم آتا ہے تو اس وقت پہلے پیچھے کڑوے خربوزوں کی بیلیں بھی پیدا ہوجاتی ہیں۔ اس لئے یہ بناوٹی نبی ہیں اور مرزا قادیانی سچے ہیں۔ مگر جب ذرہ اوپر نظر اٹھائی جائے تو مسیح ایرانی کی صداقت اسی مقولہ سے ظاہر ہوسکتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے خیال میں کابل کا سردہ تھا اور مرزائی ماجھے کی پھوٹ ہیں۔ غالباً چیت رامی فرقہ بھی سکھوں کی طرح آپ کے نزدیک پکا مسلمان ہوگا۔ جس کی تشریح یوں ہے کہ چک نمبر۳ ڈاک خانہ خاص تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ میں ایک ہندو عورت ہے جو مسلمانوں سے بھی (مرزائیوں سے بڑھ کر) نیک سلوک کرتی ہے۔ ۲۵یا۳۰ سال کا عرصہ ہوا اسی جگہ ایک پیر صاحب محبوب شاہ رہتے تھے اور ان کی زمین بھی ایک مربعہ بطور جاگیر تھی۔ ایک ہندو (چیت رام اروڑہ) بھی ان کا مرید ہوا جو اسی علاقہ میں رہتا تھا۔ مگر لوگ کہتے تھے کہ وہ مراقی اور پاگل ہے۔ پیر صاحب مرگئے تو لکڑی کے تابوت میں ان کی لاش اسی گاؤں میں دفن کی گئی۔ چیت رام کی لڑکی مسماۃ بدھاں بھی سادھن تھی۔ لاہور چونی منڈی میں اس نے اپنے ہم خیالوں کے ساتھ ایک تکیہ بنایا ہوا تھا۔ چونکہ مسماۃ مذکور خوبصورت جواں تھی تو کسی پیر بھائی کے ساتھ مٹر گشت لگانے چلی گئی۔ جب کچھ عرصہ بعد فارغ ہوکر واپس آئی تو اس کا باپ چیت رام مرچکا تھا اور اس کی لاش بھی پیر صاحب مذکور کے پاس ہی صندوق میں دفن کی گئی تھی۔ اب سنتے ہی یہ وہاں چلی گئی اور دونوں صندوق باہر نکال کر شہر بشہر پھرانے شروع کر دیئے۔ آخر حکومت نے مجبور کیا تو چک مذکور میں واپس لے گئی اور قبر کے مقام پر رکھ دیا جو جائیداد اس کے پیر یا باپ کی تھی سب پر قابض ہوگئی۔ ہندو مسلمان اس کے پاس جمع رہتے ہیں اور اس کی عمر اب ۴۵ سال ہوگی۔ سال میں تین دفعہ میلہ لگاتی ہے۔ ایک پیر محبوب شاہ کا دوسرا اپنے والد چیت رام کا اور تیسرا اپنی والدہ کا۔ صبح سویرے حقہ کی نے پیر صاحب کے صندوق پر رکھ دیتے ہیں۔ کیونکہ اس کے خیال میں وہ اب بھی حقہ پیتے ہیں۔ کبھی یوں بھی کرتی ہے کہ اس نے کے نیچے قرآن شریف بھی رکھ دیتی ہے۔ میلہ کے دن دائیں بائیں قرآن وانجیل رکھتی ہے اور درمیان میں حقہ کی نے۔ مسجد پاس ہے اذان کی اجازت نہیں دیتی ورنہ اس کے مرید زدوکوب سے خوب تواضع کرتے

ہیں۔مگر نماز کی اجازت دے سکتی ہے۔ (انقلاب ۲۸/اگست ۱۹۳۰ء) امرتسر میں ابھی تک اس کے دیکھنے والے موجود ہیں۔ان کا بیان ہے کہ چیت رام دراز قد ہندو تھا۔ گلے میں کفنی تھی۔ جس کے کان میں کچھ پھونکتا تھا۔ وہی اس کے ساتھ ہو جاتا تھا۔اسی طرح اس کے مرید اس کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے۔حلال حرام اس کے ہاں سب ایک تھا۔موریوں کا پانی بھی پی جاتا تھا۔ جابجا اس کے مریدوں نے تکئے ابھی تک بنائے ہوئے ہیں اور باقاعدہ خلافت جاری ہے۔مگر سوال یہ ہے کہ کیا چیت رام بھی مسلمان تھا؟ اور اگر وہ مسلمان تھا تو ہم کو کیوں کافر کہا جاتا ہے۔کیا اس نے مرزا قادیانی کا اقرار کرلیا تھا کہ ہم پیچھے رہ گئے تھے؟

۱۳...... یحییٰ بہاری اپنی کتاب فرمان کے آخری صفحہ پر لکھتا ہے کہ:'' مرحباً بك يا خطة البنجاب ، انت فی جميع الامصار والنواحی كالقمر الطالع فی سماء المعالی فی كل حال مع الاداب ''میں الوداع ہوتا ہوں۔تجھ سے اے خطہ پنجاب اور میں تجھ کو اس بات کا سرٹیفکیٹ دیتا ہوں کہ تو جمیع خطوں سے مبارک ہے۔ بلکہ مصر عرب اور استنبول سے بھی ہمدردی میں فوقیت رکھتا ہے۔تو نے مجھ کو آٹھ ماہ تک (فرمان کتاب چھپوانے کے لئے) اپنی آغوش میں رکھا۔اے اللہ میں تجھ سے دعاء کرتا ہوں کہ بوقت معلوم اس خطہ کی زیادہ رعایت کرنا۔ یہاں کے لوگ اہل دل ہیں۔ مجھ کو عزیز گرامی رکھا۔ میری امتحان آمیز جباریت وقہاریت برداشت کی۔''السيد محمد يحيیٰ خلده الله فی عينه '' آخری صفحہ پر لکھا ہے کہ:'' لا اله يحيیٰ الا الله ''یعنی حبیب اللہ۔

۱۴...... مدعیان نبوت کے حالات مطالعہ کرنے کے بعد یہ امر بالکل ظاہر ہو جاتا ہے کہ آج کل امام الزمان اور نبی بننا بالکل آسان ہے۔وہ یوں کہ سب سے پہلے قیامت کا انکار یوں کرو کہ وہ ایک روحانی حالت کا نام ہے۔اس کے بعد جو آیات اور احادیث قیامت کے متعلق ہیں۔ان کو یا تو موجودہ حالات پر چسپاں کرنے کی کوشش کرو یا ان کا سرے سے انکار ہی کر دو۔ اس کے بعد گذشتہ انبیاء کے معجزات کو اس طریق پر تبدیل کر ڈالو کہ اس طریق پر تم بھی نبی بن سکو اور تمام انبیاء کی شخصیت کو یہاں تک کمزور کر کے نیچے گرادو کہ جس قدر بھی تم میں کمزوریاں ہوں وہ قابل اعتراض نہ رہیں۔ پھر قرآن وحدیث سے اپنے آنے کی پیشین گوئی ثابت کرنے میں لفظوں کو اپنی جگہ پر نہ رہنے دو اور کہہ دو کہ خدا تمہاری لغوی تحقیقات اور قواعد کا پابند نہیں رہا۔تا کہ اب وہ غلط فقرے استعمال نہ کر سکے۔ بلکہ خدا ہمیشہ بولتا ہے اور رنگ برنگ کی تخالف بیانی سے

ملوث ہوتا رہتا ہے۔ قانون قدرت گو نہیں بدلتا مگر اس کی وحی ضرور بدلتی رہتی ہے اور یہ تمام مراحل طے کر کے اپنے مریدوں میں تقدس جما کر یوں بھی کہہ دو کہ مسلمانوں نے اگرچہ کئی دفعہ قرآن کے معارف بیان کئے ہیں۔ مگر جو معارف اور نکات ہم نے بتائے ہیں ان کے فلک کو بھی یاد نہ تھے۔ یہ حصہ ہمارا ہی تھا جو خدا کی وحی سے ہمیں عنایت ہوا ہے۔ پھر تجہیل و تکفیر کی مشین چلا کر تمام مخالفین کو بمبارڈ کر ڈالو۔

۱۵...... سورہ مؤمنون کے آخری رکوع میں مذکور ہے کہ: ''حتیٰ اذا جاء احد هم الموت قال رب ارجعون ۰ لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا انها کلمة هو قائلها ومن ورائهم برزخ الیٰ یوم یبعثون '' روز مرگ میں بدکار کافر کہیں گے کہ ہمیں ایک دفعہ پھر دنیا میں واپس بھیجا جائے تاکہ ہم نیک عمل کر کے رہائی پا سکیں۔ مگر جواب دیا جائے گا کہ اب تمہارا لوٹنا کسی طرح قیامت تک ممکن نہیں رہا۔ اس آیت کی رو سے جون بھگتنے کا خیال غلط ہوگا اور یہ بھی غلط ہوگا کہ پاک روحیں آج کل کے نبیوں میں جلوہ گر ہوتی ہیں یا حلول کرتی ہیں۔ کیونکہ قرآن میں بار بار یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ احیاء و اموات کے مابین عالم برزخ موجود ہے۔ جس کی وجہ سے کوئی روح دنیا میں اپنا مسکن کسی وجود میں نہیں بنا سکتی اور یہ تو عقل بھی نہیں مانتی کہ ایک جسم میں تمام انبیاء کی روحیں جمع ہو جائیں۔ ورنہ وہ جسم بالکل بیکار ہو جائے گا۔ کیونکہ جس ملک میں دو عملی پیدا ہو وہ ہمیشہ ویران ہو جاتا ہے۔ اس لئے اکٹھا بروز انبیاء اور بروز کرشن بننا صحیح نہ ہوگا۔ پھر مظہر الٰہی کا مطلب بھی اگر تناسخ ہو تو قرآن کے رو سے مردود ہوگا۔ اگر صرف تجلی مراد ہو تو سب سے پہلے اپنے اندر وہ صفات پیدا کرنے ہوں گے جو پہلے انبیاء میں موجود تھے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب مدعی کورے ہیں۔ اس لئے ان کے دعاوی غالباً کچھ اور مضمون رکھتے ہیں جو ہمیں معلوم نہیں ہو سکتے۔

میان عاشق ومعشوق رمزیست
کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

۱۶...... بروز کے متعلق یہ آیت پیش کی جاتی ہے کہ: ''هو الذی بعث فی الامیین رسولا '' خدا نے مکہ والوں کے پاس رسول بھیجا اور ان لوگوں میں جو ابھی ان سے آ نہیں ملے۔

اب ظاہر ہے کہ جب تک حضور ﷺ خود زندہ رہے دنیا میں خود بدولت مبعوث تھے اور

جب دنیا سے تشریف لے گئے تو بطور قدرت ثانیہ کے پچھلی قوموں کے لئے مبعوث ہوتے رہے۔
چنانچہ مسیح قادیانی حضور ﷺ کا مظہر قدرت ثانیہ بن کر محمد ثانی بن گئے ہیں اور آپ کی امت
وآخرین منھم بن کر حضور ﷺ کے صحابہؓ سے ہم مرتبہ ہوگئی ہے۔ لیکن یہ استدلال بالکل
واہیات ہے۔ کیونکہ اس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت عامہ ہے اور قیامت تک
تمام آئندہ بنی نوع انسان کے لئے ہے۔ کیونکہ آپ پہلے پہل مکہ کی طرف مبعوث تھے تا کہ ان کو
اوّل المؤمنین کا درجہ حاصل ہو۔ پھر اس کے بعد عرب کے دوسرے حصوں کی طرف مبعوث تھے جو
ابھی تک اہل مکہ میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت آپ عرب کے سوا تمام اہل عجم کی طرف بھی
مبعوث تھے تا کہ غیر ملک کے لوگ بھی اسلام میں داخل ہوسکیں۔ چنانچہ سلمان فارسی اور شاہ حبش
بھی آپ کی عین حیات میں ہی حلقہ بگوش ہوگئے تھے اور ان کے اسلام نے ثابت کر دیا تھا کہ
اسلام تمام دنیا کے لئے ہے۔ کسی خاص ملک یا خاص قوم کے لئے نہیں ہے اور قیامت تک
حضور ﷺ کی بعثت آئندہ نسلوں کے لئے بھی ہے جو اس وقت تک پیدا نہ ہوئی تھیں۔ چنانچہ تیرہ
سو سال تک دنیائے اسلام نے اس کو اسی طرح تسلیم کیا اور کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہ سمجھی اور
اکملت لکم دینکم اور خاتم النبیین سے بھی اسی مضمون کی تائید ہوتی رہی اور نہ یہ ضرورت
محسوس ہوئی کہ حضور ﷺ بار بار جلوہ گر ہوکر محمد ثانی کہلائیں اور نہ یہ مجبوری پیش آئی کہ دوسرا نبی
ناسخ قرآن پیدا ہو۔ کیونکہ گذشتہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسرا نبی اس وقت مبعوث ہوتا تھا
جب کہ پہلے نبی کی تعلیم مٹ جاتی تھی۔ چنانچہ تورات جب مٹ گئی اور بابل کی دستبرد نے اسے
خاک میں ملوادیا اور بعد میں یہودیوں کے ہاں اس کا صرف افسانہ رہ گیا تو انجیل نازل ہوئی اور
عیسیٰ علیہ السلام نے مبعوث ہوکر وحی الٰہی کی تبلیغ کی۔ اس کے بعد جب انجیل دنیا سے اٹھ گئی اور
یہودیوں نے اس کا ایک ایک ورق تلف کر دیا اور عیسائیوں کے پاس صرف تاریخی کہانیوں
(بائبل) کے کچھ نہ رہا تو قرآن مجید نازل ہوا اور چونکہ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدا نے
لی ہے۔ ''انا لہ لحافظون'' تو یہ ممکن نہیں کہ یہ تعلیم دنیا سے مٹ جائے اور کسی دوسری تعلیم کی
ضرورت محسوس ہو۔ پس ختم رسالت اور تکمیل دین اور حفاظت قرآن تینوں الگ الگ زبردست
دلائل ہیں۔ اس امر پر کہ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے حضور ﷺ کے بعد نہ کسی اور نبی کا
امکان ہے اور نہ یہ ضرورت ہے کہ بار بار آپ روپ بدل کر دنیا میں تشریف فرما ہوں۔ ہاں یہ
بات اور ہے کہ اسلام پر عمل پیرا لوگ سستی کا اظہار کریں۔ یا اس کی تعلیم کو (عہد حاضر کے مدعیان

نبوت کی طرح) بدلنا چاہیں تو اس وقت مجدد دین اسلام اور علمائے امت کھڑے ہو جاتے ہیں تو یہ فتنہ کافور ہو جاتا ہے اور لوگ ایسی غلط فہمیوں سے نجات پاتے ہیں۔ مگر یہ نبی نہیں ہوتے اور نہ ہی انبیاء کا بروز ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آج تک کے واقعات اس پر گواہ ہیں۔ پس ظاہر ہوگیا کہ تعلیمات شرعیہ کا مٹ جانا اور چیز ہے اور اس میں دست اندازی کر کے منہ کی کھانا اور بات ہے۔

۱۷...... آیت متذکرہ بالا سے اگر رجعت محمدی ثابت کی جائے تو اس پر پہلا یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ آپ صرف امیین اہل مکہ ہی کی طرف سے مبعوث تھے نہ کہ اہل عجم کے لئے بھی اور جو مبلغین آس پاس اور دور ونزدیک ملکوں میں پہنچے۔ ماننا پڑے گا کہ وہ مظاہر قدرت ثانیہ تھے۔ حالانکہ یہ بالکل باطل ہے۔ کیونکہ قدرت ثانیہ کا ظہور نبی کی حیات میں تجویز نہیں کیا گیا۔ بلکہ وفات کے بعد تسلیم کیا گیا ہے۔ دوسرا اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ عہد رسالت کے بعد جو مسلمان لما یلحقوا کے مصداق ٹھہرے ہیں۔ ان کی طرف آپ کی بعثت نہ ہو بلکہ کسی مظہر قدرت ثانیہ اور محمد ثانی کی بعثت سے اسلامی تبلیغ پھیلی ہو۔ حالانکہ عہد صحابہؓ میں کوئی مدعی نبوت محمد ثانی بن کر ثابت نہیں ہوا تھا۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ نبی کی بعثت صرف اس کی حیات تک محدود ہو اور اس کی وفات کے بعد اس کے تمام خلفاء اور مبلغین سارے ہی مظہر قدرت ثانیہ مانے جائیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آپ کے حواری سب عیسیٰ ثانی ہوں گے اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد تورات پر حکم کرنے والے تمام سلاطین اور انبیاء بھی موسیٰ ثانی ہوں گے۔ علیٰ ہذا القیاس حضورﷺ کے بعد تمام مبلغین بھی محمد ثانی ہوں گے۔ بلکہ ہر ایک فرد امت بھی ثانی ہوگا۔ کیونکہ ''کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر'' سے ثابت ہوتا ہے کہ ساری امت عہدۂ تبلیغ پر مامور ہے تو ہر ایک امتی محمد ثانی ہوا تو پھر مسیح قادیانی کی کیا تخصیص رہی؟ چوتھا اعتراض یہ ہے کہ کسی آیت یا حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح موعود ظاہر ہوگا تو وہ محمد ثانی بھی ہوگا۔ اس لئے ان اعتراضات کی روشنی میں یہ امر پایۂ یقین تک پہنچ جاتا ہے کہ مسیح قادیانی نے جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا تو یہ مشکل پیش آئی تھی کہ احادیث میں تو مسیح موعود کو نبی تسلیم نہیں کیا گیا ہے تو ہماری صداقت کیسے ظاہر ہوگی۔ اس لئے نبوت عکسی کا نظریہ گھڑ لیا۔ مگر جب پھر یہ مشکل آپڑی کہ حضورﷺ کی نبوت کا دور قیامت تک ہے تو پھر ہماری بعثت کیسے صحیح ہوگی۔ اب ذرہ اور کروٹ لی اور کہہ دیا کہ میری عکسی نبوت بروزی ہے اور میں محمد ثانی ہوں اور چونکہ نبوت محمدیہ کوئی غیر نبوت نہیں ہے۔ اس لئے نہ ختم رسالت پر حرف آیا اور نہ نبوت قادیانیہ قابل اعتراض رہی۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ تمام تعلیم ایرانی مدعیان نبوت سے نقل کی گئی ہے۔

۱۸...... واقعہ قتل عثمانؓ کے وقت عبداللہ بن سبا یہودی کو موقعہ مل گیا تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اپنا انتقام لے۔ کیونکہ آپ کے ہاتھ سے خیبر کے یہودی تباہ ہوئے تھے اور عبداللہ بن سبا کا خاندان خصوصاً تباہ ہوا تھا۔ اب اس۔ نے مسلمان بن کر حضرت علیؓ کے طرفداروں میں یوں کہنا شروع کر دیا کہ جب مسیح ابن مریم آسمان سے اتریں گے تو کیا وجہ ہے کہ افضل المرسلین محمد علیہ السلام دنیا میں دوبارہ تشریف۔ نہ لائیں۔ مگر چونکہ آپ کی وفات ہو چکی ہے۔ اس لئے آپ کا ظہور بروزی طور پر ہوگا اور اس وقت حضرت علیؓ بروز محمدی ہیں۔ اس لئے ان کی مخالفت ناجائز ہوگی اور حق خلافت آپ کا ہی ہے۔ اسی بناء پر حدیث میں آیا ہے کہ: ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ '' اور یہ ظاہر ہے کہ آپ کے طرف داروں میں اس عقیدہ کے پھیلانے سے بہت بڑا جوش پیدا ہو گیا تھا اور دوسری طرف بنی امیہ کے طرفدار قتل عثمانؓ کا مرتکب حضرت علیؓ کو قرار دیتے تھے اور دنیائے اسلام سے مطالبہ کرتے تھے کہ جب تک آپ سے حضرت عثمانؓ کا قصاص نہ لیا جائے خلافت قائم نہ ہو سکے گی اور عبداللہ مذکور نے اس پارٹی کو بھی بڑے زور سے اندر ہی اندر جوش دلایا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ امیر معاویہؓ جمعہ کے روز حضرت عثمانؓ مقتول کا خون آلود کرتہ عین خطبہ کے وقت پیش کر کے ماتم کیا کرتے تھے جس سے لوگوں میں بڑا جوش پیدا ہو گیا تھا اور میدان جمل وصفین میں ہزاروں مسلمان آپس میں لڑ کر تباہ ہو گئے۔ واقعہ نہروان میں بھی بڑی تباہی ہوئی اور رفتہ رفتہ ان وجوہ مخاصمت سے واقعہ کربلا اور بعد میں واقعہ مختار ثقفی بھی پیش آ گیا اور اسی کشمکش میں خاندان علوی تقریباً مٹ گیا اور عبداللہ بن سبا کے دلی ارمان پورے ہو گئے۔ بہرحال یہ عقیدہ رفتہ رفتہ قرامطہ وملاحدہ شام ومصر میں ہوتا ہوا مدعیان نبوت ایران تک پہنچ گیا تو انہوں نے بھی اپنے آپ کو مظہر الٰہی اور بروز محمدی ثابت کیا اور اس پر رجعت کا رنگ چڑھا کر تمام شریعت محمدی کو ہی بدل ڈالا اور کہہ دیا کہ محمد کی ہی شریعت تھی وہ آپ ہی واپس آ کر اس کو بدل رہے ہیں۔ کسی کا کیا دخل ہے۔ ایرانی مدعی رخصت ہوئے تو قادیان میں یہ رجعت بروزی رنگ میں ظاہر ہو گئی اور جو کچھ اس نے کرنا تھا کر دکھلایا اور مرنے سے پہلے مسیح قادیانی نے کہہ دیا کہ میں قدرت ثانیہ بن کر پھر دنیا میں آؤں گا تو مرزائیوں میں بیسیوں مدعی کھڑے ہو گئے اور جب دوسرے آزاد منش لیڈروں نے دیکھا کہ اسلام میں ختم رسالت کی مہر ٹوٹ کر اجرائے رسالت کی رو جاری ہو چکی ہے تو انہوں نے بھی اپنی نبوت چلتی کی اور جابجا نبوت بازی کا کھیل شروع ہو گیا اور عبداللہ بن سبا کی روح خوش ہو گئی۔ مگر اس موقعہ پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ شیعہ قدیم میں

رجعت کا مسئلہ اس لئے قائم کیا گیا تھا کہ امام الزمان جناب امام مہدی کے وقت خاندان رسالت اور جماعت یزید دونوں کا بروز ہوگا اور پھر واقعہ کربلا پھر پیش آئے گا۔ جس میں یزیدیوں سے بدلہ لیا جائے گا اور یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ اس رجعت کے وقت اسلام ہی تبدیل یا منسوخ ہو جائے گا۔ لیکن آج کل بروزیوں نے ساری کایا ہی پلٹ ڈالی ہے اور رجعت کو ایسے برے طریق پر استعمال کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا کی روح بھی پھڑک اٹھی ہوگی اور بیساختہ کہتی ہوگی کہ لو یہ تو ہمارے بھی باپ نکلے۔ بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ!

۱۹...... پہلے نمبروں میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضورﷺ کے وقت اسلام کی تکمیل ہو چکی تھی اور آئندہ اس میں ترمیم و تنسیخ کا حق کسی کو حاصل نہ تھا۔ کیونکہ حضورﷺ پر قرآن نازل ہوا تھا اور ہم پر نازل نہ ہوا تھا بلکہ حضورﷺ کے ذریعہ سے ہماری طرف نازل کیا گیا تھا۔ (کیونکہ نزول علیہ اور نزول الیہ میں بڑا فرق ہے) مگر اس قدر اہل قرآن کا دعویٰ حد سے بڑھ گیا ہے کہ قرآن درحقیقت ہم پر نازل ہوا تھا۔ رسول تو صرف قاصد تھا۔ اس لئے انہوں نے تعلیم احکام قرآنیہ کی ڈیوٹی خود سنبھال لی ہے اور مخفی طور پر نبی بن کر اس تعلیم نبوی کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں جو یقینی طور پر عہد حاضر تک دستور العمل بن کر چلی آرہی ہے۔ پہلے تو کہتے ہیں کہ حاملین اسلام کہ جن کی بدولت ہمیں اسلام نصیب ہوا ہے۔ معاذ اللہ سب جھوٹے تھے۔ اگر جھوٹے نہ تھے تو نادان اور جاہل ضرور تھے۔ کیونکہ انہوں نے علم فقہ وحدیث ان یہود ونصاریٰ سے حاصل کیا تھا۔ جو بظاہر مسلمان تھے اور باطن میں اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔ جیسا کہ آج کل محققین یورپ نے ثابت کر دیا ہے۔ بہرحال ان مقلدین تعلیمات یورپ نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ قرآن کو اس سادگی کی حالت میں دستور العمل بنانا چاہئے جو اسلام سے پہلے صحف قدیمہ کے وقت تھی۔ اس لئے موجودہ طرز ادائیگی صوم وصلوٰۃ جو بعد میں گھڑلی گئی ہے۔ گو بری نہیں ہے۔ مگر چنداں ضروری بھی نہیں ہے۔ لیکن بائبل جو ان کے نزدیک معتبر کتاب ہے۔ اس میں تو طریق عبادت یوں مذکور ہے کہ گناہ بخشوانے کے لئے ہیکل پر قربانیاں چڑھائی جائیں اور یاد الٰہی کرنا ہو تو ٹاٹ پہن کر سر پر راکھ ڈالو اور الگ بیٹھ کر اللہ کی یاد کرو۔ نیل ڈاؤن ہوئے رہو یا صرف سجدہ میں گرے رہو تو کیا آنجناب اس طرز عبادت کو جاری کریں گے؟ ''فبھدھم اقتدہ'' اگر نہیں تو قرآن کو احادیث کی روشنی میں کیوں نہیں سمجھنا پسند کرتے اور کیوں اہل علم کے نزدیک اپنا مبلغ علم خواہ مخواہ ظاہر کر کے تضحیک کرا رہے ہیں۔ تمثیلی طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ آنجناب کے نزدیک نماز تسبیحات سے ادا

ہوسکتی ہے۔ حالانکہ سورۂ حج میں صاف مذکور ہے کہ: "یسبحون لہ بالغدو والاصال رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله واقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة" مساجد اسلام میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ جو صبح وشام یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں اور ان کو تجارت یا سودا سلف کی پابندی اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتی۔ اس آیت میں ادائے تسبیح اور اقام الصلوٰۃ الگ الگ دو امر بتائے گئے ہیں اور اسلام میں ان دونوں پر عمل درآمد یوں ہو رہا ہے کہ تسبیحات الگ ادا کی جاتی ہیں اور ذکر الٰہی میں خدا کے بندے ہر وقت مصروف رہتے ہیں اور ان کے علاوہ نماز کی پابندی الگ کرتے ہیں۔ اگر جناب اب بھی نہیں مانتے تو ذرا یہ بتلایئے کہ اگر پہلا ہی طریق عبادت منظور تھا تو تکمیل دین کس مرض کی دوا تھی؟

۲۰...... آج کل کے مدعیان نبوت نے تصویر کشی کو اسلام میں داخل کر لیا ہے اور استدلالی طور پر پیش کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بت بنائے تھے۔ سکینہ میں تصویریں تھیں۔ جناب عائشہؓ کی تصویر جبریل علیہ السلام لائے تھے۔ فارسیوں کے باتصویر سکے عہد رسالت میں مروج تھے۔ ایک صحابیؓ کے نگینہ میں تصویر تھی۔ حضورﷺ کے گھروں کے پردوں پر تصویریں تھیں۔ گدیلے باتصویر تھے۔ شیشہ میں تصویر آجاتی ہے۔ بت پرستی کے خوف سے تصویر بند کی گئی تھی اور اب وہ خوف نہیں رہا۔ تصویر صرف تفہیم اور شناخت کے لئے بنائی جاتی ہے اور تصویر وعکس میں فرق ہے۔ کیونکہ فوٹوگرافر کو عکاس کہتے ہیں اور تصویر بنانے والے کو مصور۔ مگر ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ ان تمام دلائل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسلمانوں نے تصویر سازی کا کام عہد رسالت، عہد خلافت یا بعد میں خلافت بنی امیہ یا عباسیہ میں کبھی بھی کیا ہو اور کیا ہو تو علمائے اسلام نے قرآن وحدیث یا فقہ سے اسے جائز قرار دیا ہو۔ حالانکہ بت پرستی کا وہم جاتا رہا تھا اور علوم وفنون کی تفہیم بھی درپیش آچکی تھی اور انبیاء واولیاء یا خلفاء وسلاطین کو اپنی شناخت کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ مگر یہ آواز آتی تھی کہ۔

کس لئے تصویر جاناں تم نے کھچوائی نہیں
بت پرستی دین احمدؐ میں کہیں آئی نہیں

ہاں استعمال کرنا ایسی حد تک پایا جاتا ہے کہ تصویر یا مجسمہ کو کچھ وقعت نہ دی جائے۔ ورنہ آج کل کی طرح تصویر کا استعمال بھی نہیں پایا جاتا اور یہ عذر بے بنیاد ہے کہ مسلمان اس فن سے بے بہرہ رہیں گے تو ان کی ترقی رک جائے گی۔ کیونکہ گائے کے گوشت کی بڑی تجارت ہے

مگر ہندو نہیں کرتے تو کیا ان کی ترقی بند ہوگئی ہے اور یہ نظریہ خود گھڑ لیا ہے کہ بت پرستی کے خوف سے تصویر سازی بند کی گئی تھی اور یہ غلط ہے۔ کیونکہ اس وقت پھر تصویر پرستی مرزائیوں اور بعض صوفیوں میں مروج ہوچکی ہے اور اس کی ترویج میں دو بھاری نقص پیدا ہوگئے ہیں۔

اوّل...... پاک دامن عورتوں کی عفت اس سے جاتی رہی ہے۔

دوم...... ننگی تصویروں میں اور سینماؤں میں حیا سوز تصاویر کے ذریعہ وہ بے حیائی سکھائی جاتی ہے کہ جانور بھی اس کے مرتکب نہیں ہوتے تو کیا اندریں حالات کوئی مسلمان حضور ﷺ کے خلاف فتویٰ دے سکتا ہے کہ مسلمان تصویر بنائیں یا ان کو بنظر تحسین استعمال کریں۔

ہم نے آپ کے سامنے پیغمبر اسلام کی دور اندیشی اور روحانی تربیت کی طرف توجہ دلا دی ہے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے مانیں یا نہ مانیں۔ ’’وما علینا الا البلاغ‘‘

تنقید ثنائی

۲۱...... مرزا قادیانی کے آخری فیصلہ کی بحث کتاب ہذا محتاج تفصیل ہے۔ کیونکہ یہی فیصلہ مرزائی مشن کے لئے حقیقی فیصلہ ہے۔ سب سے اوّل چاہئے کہ مرزا قادیانی کے اصل الفاظ ملحوظ ہوں۔ کیونکہ مدعی کے دعویٰ پر جیسی وہ روشنی ڈالتے ہیں۔ دوسرا کوئی نہیں ڈال سکتا۔ چنانچہ وہ یہ ہیں کہ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ ’’یستنبئونک احق هو قل ای وربی انه لحق‘‘ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب ’’السلام علیٰ من اتبع الهدیٰ‘‘ مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود وکذاب دجال اور مفسد کے نام سے منسوب کیا کرتے ہیں۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا مگر چونکہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ لوگوں کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی سخت لفظ نہیں ہوسکتا تو اگر میں ایسا ہی کذاب ومفتری ہوں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔‘‘

ان الفاظ سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱...... وجہ اعلان فیصلہ یعنی ایذا پہنچانا۔

۲...... دعاء کرنا۔

۳...... اس سے بڑھ کر جملہ خبریہ کہ اگر میں مفتری ہوں تو مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں ہی مرجاؤں گا۔

۴...... اس جملہ خبریہ کو آیت قرآنیہ متضمن حلف باللہ سے مؤکد کرنا گو مرزا نے اس کو مباہلہ نہیں لکھا۔

لیکن میں نے مرقع قادیانی میں اس اعلان کو دعا لکھا ہے اور مباہلہ بھی مگر مباہلہ کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کے دام فتادہ اس کو مباہلہ کہتے ہیں۔ رہا میرا انکار یا اقرار سو اس کو خدائی تصرف میں کیا دخل؟ جب کہ مرزا قادیانی اخیر اعلان میں لکھ چکے ہیں کہ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ مضمون صاف کہ مولوی ثناء اللہ کی ہاں یا ناں کو دخل نہیں۔

کتاب ہذا میں مرقوم ہے کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے ۲۵ر مئی ۱۹۰۸ء کو کہا تھا کہ مرزا چوبیس گھنٹوں کے اندر مر جائے گا۔ مگر اس واقعہ کو اہل فقہ امرتسر نے یوں لکھا تھا کہ پیر صاحب نے مرزا قادیانی کی نسبت ان الفاظ میں پیش گوئی فرمائی تھی کہ مرزا قادیانی بہت جلد عذاب کی موت مرے گا۔ (اہل فقہ ۲۹ر مئی ۱۹۰۸ء)

ناظرین کو یاد رہنا چاہئے کہ پیر صاحب کے معاملہ میں اخبار اہل فقہ کی روایت سب سے زیادہ معتبر ہے۔ کیونکہ یہ اخبار پیر صاحب کا آرگن تھا۔ اگر چوبیس گھنٹوں کی پیش گوئی ہوتی تو اہل فقہ میں ضرور درج ہوتی۔ والسلام! (ابوالوفاء ثناء اللہ)

تقریظ ثنائی

کتاب چودھویں صدی ہجری کے مدعیان نبوت مصنفہ جامع المعقول والمنقول جناب مولانا محمد عالم صاحب آسی میں نے دیکھی۔ کتاب اپنے مضمون میں جامع ہے۔ اسلامی دنیا میں بہاء اللہ ایرانی اور مرزائے قادیانی نے جو تہلکہ مچا رکھا ہے آج اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کے حالات اور مقالات کی جامع کتاب چاہئے تھی۔ مصنف علام نے اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ! (شیر پنجاب فاتح قادیان) مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ (امرتسر) ۱۷ر ستمبر ۱۹۳۴ء

تقریظ حبیب

میں نے اس کتاب کا کچھ حصہ دیکھا ہے۔ ماشاء اللہ تردید مرزائیت میں یہ ایک لاجواب کتاب ہے اور بہت مفید ہے۔

حافظ مرزائی لٹریچر بابو حبیب اللہ
کلرک دفتر نہر امرتسر ۱۴ر ستمبر ۱۹۳۴ء

تمت بالخیر!

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

فہرست ...... ''الکاویة علے الغاویة'' حصہ دوم